علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی وملّی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مقالہ برائے پی ایچ ڈی

ریسرچ سپروائزر/گائیڈ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

(اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی)

وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس اور ٹیکنالوجی، کراچی

پیش کردہ/مقالہ نگار

سیّد شعیب اختر

لیکچرار مطالعہ پاکستان

قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج، کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

"شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

بے عذاب و عتاب، حساب و کتاب

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ
وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

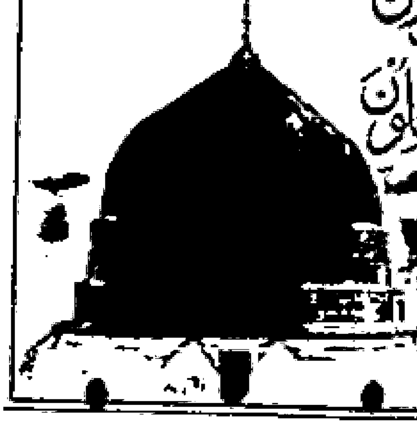

حضرت امام شافعیؒ یہ درود پاک پڑھتے تھے
اور اس کی برکت سے بے حساب و کتاب بخشے گئے
(ملخص از سعادۃ الدارین ص ۳۹)

قومی ترقی کا ذریعہ ۔ قومی زبان میں تعلیم

وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، وسائنس اور ٹیکنالوجی

……تصدیق نامہ……

تصدیق کی جاتی ہے کہ سیّد شعیب اختر ولد سیّد شمیم الدین نے اپنا مقالہ بعنوان:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی اور ملی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ“

میری زیرِ نگرانی اور راہ نمائی میں مکمل کرلیا ہے۔

یہ موضوع اپنی جگہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ موضوع کی ضرورت واہمیت اور افادیت اپنی جگہ ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ جو نہ صرف علمی ومذہبی حلقوں بلکہ اُمورِ سیاست سے وابستہ افراد کے لیے بھی اپنے موضوع پر ایک علمی اور تاریخی دستاویز کا کام دے گی۔

میں ان کے تحقیقی عمل سے پوری طرح مطمئن ہوں اور بحیثیت ریسرچ سپروائزر (Ph.D) کی سند کے حصول کی غرض سے تکمیل کردہ یہ مقالہ جمع کرانے کی انہیں اجازت دیتا ہوں۔

مشرف مقالہ

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات
وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس اور ٹیکنالوجی
عبدالحق کیمپس کراچی۔

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ علوم اسلامی
وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس کراچی

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
اعتراف وتشکر	۴۱
مقدمہ	۴۲
دورِ حاضر میں موضوع کی ضرورت واہمیت	۵۲
تحقیق کا طریقہ کار	۵۶
باب اول...... علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حالات زندگی کا اجمالی جائزہ	۵۷
فصل اول...... ولادت۔ نام ونسب۔ آبائی تعلق	۵۸
پیدائش	۵۸
نام ونسب	۵۸
والد کا نام گرامی	۵۹
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا خاندان	۶۰
شجرۂ نسب	۶۱
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا شجرہ زریں	۶۲
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بھائی اور بھتیجے	۶۳
مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ	۶۴

باب اول...... فصل دوم

عنوان	صفحہ نمبر
تعلیم کا آغاز، ابتدائی تعلیم، اعلیٰ دینی تعلیم	۶۹
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا عہد تعلیم	۶۹
رسم بسم اللہ شریف	۶۹
دارالعلوم دیوبند میں داخلہ	۶۹
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیمی کارکردگی کا جائزہ برائے سال بہ سال روائیداد دارالعلوم دیوبند	۷۰
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی عربی تعلیم کا آغاز	۷۱
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علوم وفنون کا تجزیہ	۷۴

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ہم جماعتوں میں برتری ۷۵
شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ممتاز شاگرد ۷۵
ادب وانشاء میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی برتری ۷۶
مشکل مسائل کے حل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی دسترس ۷۶
عہد طالب علمی میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا سلسلہ درس وتدریس ۷۶
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہم جماعت رفقاء ۷۷
طالب علمی کا زمانہ ۷۸

باب اول……فصل سوم

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اساتذہ کرام ۸۱
شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ۸۲
ابتدائی حالات زندگی ۸۲
شیخ الہندؒ کی حیات وخدمات ۸۳
جمعیۃ الانصار کا قیام اور اس کے مقاصد کا جائزہ ۸۴
جمعیۃ الانصار کے اغراض ومقاصد ۸۵
گرفتاری ۸۶
قید سے رہائی اور ہندوستان آمد ۸۶
وفات ۸۶
☆ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ ۸۷
ابتدائی حالات زندگی ۸۷
ابتدائی تعلیم کا آغاز ۸۷
دستار بندی ۸۸
درس وتدریس کا آغاز ۸۸
علمی ودینی خدمات ۸۸
مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کا علمی فیضان ۸۹
وفات ۹۰

☆ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ	۹۱
ابتدائی حالات زندگی	۹۱
تعلیم وتربیت کا آغاز	۹۱
مولانا سید مرتضیٰ حسین چاند پوریؒ کی دینی و مذہبی خدمات	۹۲
وفات	۹۲
☆ مولانا حافظ محمد احمد دیو بندیؒ	۹۳
ابتدائی حالات زندگی	۹۳
دارالعلوم کی تعمیر وترقی میں حصہ	۹۳
دارالعلوم دیو بند کی عظیم الشان عمارت	۹۴
برطانوی حکومت کا اعتراف	۹۴
طلباء کی سہولتوں کا خیال اور توجہ	۹۵
مفتی اعظم کے منصب پر تقرری	۹۵
وفات	۹۵
☆ مولانا حافظ محمد یاسین دیو بندیؒ	۹۶
حصول تعلیم	۹۶
تدریس	۹۶
صوفیانہ مسلک	۹۶
حیات وخدمات کا مختصر جائزہ	۹۶
تصانیف وتالیفات	۹۷
وفات	۹۷
☆ مولانا غلام رسولؒ	۹۸
ابتدائی حالات زندگی	۹۸
دینی و مذہبی خدمات کا جائزہ	۹۸
وفات	۹۹
☆ مولانا محمد یاسین شیر کوٹیؒ	۱۰۰
ابتدائی حالات زندگی	۱۰۰

دینی ومذہبی خدمات کا جائزہ ۱۰۰
حج بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کی حاضری اور وفات ۱۰۰
☆مولانا حکیم محمد حسنؒ ۱۰۱
ابتدائی حالات زندگی ۱۰۱
مولانا حکیم محمد حسنؒ کی حیات وخدمات کا مختصر جائزہ ۱۰۱
وفات ۱۰۱
☆علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے نامور تلامذہ ۱۰۲
☆مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ ۱۰۲
ابتدائی حالات زندگی ۱۰۲
علمی وتدریسی کارنامے ۱۰۲
مفتی محمد شفیعؒ کے تلامذہ خاص ۱۰۳
دارالعلوم دیوبند میں خدمات ۱۰۳
فتاویٰ کی تعداد ۱۰۵
تحریک پاکستان میں مفتی محمد شفیعؒ کی خدمات ۱۰۶
تحریک پاکستان میں مصروفیات کے باعث دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ ۱۰۷
قیام پاکستان کے لیے مساعی جلیلہ اور جدوجہد ۱۰۸
تحریک پاکستان کے لیے بروقت ایک اہم فتویٰ ۱۰۸
خطبہ صدارت جمعیت العلماء اسلام حیدرآباد کانفرنس ۱۰۹
مسلم لیگ کا دفاع ۱۰۹
سلہٹ اور صوبہ سرحد کا ریفرنڈم ۱۱۰
پختونستان کی تحریک ۱۱۲
سرحد ریفرنڈم کے موقع پر صوبہ سرحد کا تاریخی دورہ ۱۱۳
فتح مبین ۱۱۳
جشن آزادی پر پاکستان میں پرچم کشائی کا شرف واعزاز ۱۱۳
۱۹۴۹ء کا تاریخ ساز کارنامہ ۱۱۴
قرارداد مقاصد اور اسلامی نظام کا احیاء ۱۱۴

بورڈ آف تعلیمات اسلام کی رکنیت ۱۱۵
مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کی قیادت ۱۱۶
دارالعلوم کراچی کی تاسیس ۱۱۷
بورڈ آف تعلیمات اسلام سے علیحدگی ۱۱۸
دارالعلوم کی بنیاد ۱۱۹
تصنیفی اور تالیفی خدمات کا جائزہ ۱۱۹
تفسیر وحدیث ۱۱۹
فقہ ۱۱۹
عقائد وکلام ۱۱۹
معیشت وسیاست ۱۲۰
سیرت وتاریخ ۱۲۰
اصلاح وارشاد ۱۲۰
تعلیم وتبلیغ ۱۲۰
زبان وادب ۱۲۰
متفرقات ۱۲۰
وفات ۱۲۰
☆ مولانا احتشام الحق تھانویؒ ۱۲۱
ابتدائی حالات زندگی ۱۲۱
تعلیم وتربیت کا آغاز ۱۲۱
احتشام الحق تھانویؒ کی ملی وسیاسی خدمات کا جائزہ ۱۲۲
جمعیت العلمائے اسلام میں شمولیت ۱۲۲
مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا حلقۂ درس ۱۲۳
مجلس دعوۃ الحق کی خدمات ۱۲۴
تبلیغی دورے وخدمات ۱۲۴
مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا تحریک پاکستان میں کردار ۱۲۴
تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند ۱۲۶

دو قومی نظریہ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ ۱۲۷
دو قومیت کا نظریہ ۱۲۷
دستور کی اسلامی تشکیل کے لیے مثالی جدوجہد وکوششیں ۱۲۸
اسلامی آئین کا بنیادی ڈھانچہ ۱۲۸
علماء کے بائیس نکات ۱۲۹
دفاع نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریہ ۱۳۰
رویت ہلال کے مسئلے کا حل ۱۳۰
لادینی نظریات اور باطل تحریکات کے خلاف جہاد ۱۳۱
پاکستانی حکمرانوں سے مطالبات ۱۳۱
مشرقی پاکستان کے مسئلے پر اتحاد کا درس ۱۳۳
دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار کی بنیاد ۱۳۴
جامع مسجد جیکب لائن کی تعمیر وترقی ۱۳۶
وفات ۱۳۷
☆مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ۱۳۸
ابتدائی حالات زندگی ۱۳۸
حیات وخدمات کا جائزہ ۱۳۸
تصنیف وتالیف ۱۳۹
طرز تحریر ۱۳۹
اخلاق وعادات ۱۴۰
مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا حسن اخلاق ۱۴۱
وفات ۱۴۱
☆مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۱۴۲
تعارف ۱۴۲
ابتدائی حالات زندگی اور خاندان ۱۴۲
اساتذہ کرام ۱۴۳
مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے علمی وتصنیفی کارنامے ۱۴۳

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی سیاسی خدمات	۱۴۴
حیات و خدمات کا جائزہ	۱۴۴
تصنیفی خدمات	۱۴۵
صوفیانہ مسلک	۱۴۶
وفات	۱۴۶
☆ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ	۱۴۸
ابتدائی حالات زندگی	۱۴۸
تدریسی و تبلیغی خدمات	۱۴۸
کشور گنج میں جامعہ امدادیہ کا قیام	۱۴۹
پاکیزہ فکر و خیالات کی ترویج	۱۴۹
حصول پاکستان کے لیے جدوجہد اور مساعی جلیلہ	۱۵۰
تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند کی خدمات مختصر جائزہ	۱۵۰
پاکستان کا اولین نقشہ حکیم الامت کی طرف سے	۱۵۱
قائد اعظم کی کردار سازی اور مذہبی آبیاری	۱۵۲
مولانا اشرف علی تھانویؒ بحیثیت دینی و سیاسی رہنما	۱۵۲
اسلامی آئین کا نفاذ اور قائد اعظم سے گفت و شنید	۱۵۴
اردو زبان کے نفاذ کے لیے جدوجہد	۱۵۴
مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے مجاہدانہ کارنامے	۱۵۵
۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا کردار	۱۵۶
تحریک و قیام پاکستان میں کردار و خدمات	۱۵۶
کل پاکستان مرکزی جمیعت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی کی خدمات ایک نظر میں	۱۵۸
سیاسی و ملی خدمات	۱۶۰
مشرقی پاکستان میں نظام اسلام پارٹی کا قیام	۱۶۲
جمیعت کا انتخابی بورڈ	۱۶۲
وفات	۱۶۴
☆ مولانا شمس الحق افغانیؒ	۱۶۴

ابتدائی حالات زندگی ۱۶۴
فریضہ حج کی ادائیگی ۱۶۴
مذہبی و سیاسی خدمات کا جائزہ ۱۶۴
مولانا شمس الحق افغانیؒ کی سیاسی خدمات ۱۶۵
شدھی تحریک پر بصیرت افروز مکالمہ و تقریر ۱۶۶
مولانا شمس الحق افغانیؒ کی بحیثیت وزیر تعلیم اسلامی اور قومی خدمات ۱۶۶
مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تحریک پاکستان کے لیے خدمات ۱۶۸
علامہ شمس الحق افغانیؒ کے دینی کارنامے۔ ایک نظر میں ۱۷۰
نظام اسلام کے لیے کوششیں اور خدمات ۱۷۱
تصانیف و تالیف ۱۷۲
وفات ۱۷۲
☆ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ۱۷۳
ولادت، نام و نسب اور خاندان ۱۷۳
ابتدائی تعلیم ۱۷۳
اعلیٰ تعلیم ۱۷۳
تدریسی خدمات ۱۷۳
حیدرآباد دکن کا سفر اور قیام ۱۷۴
جامعہ اشرفیہ میں تدریسی خدمات ۱۷۵
تبلیغی خدمات ۱۷۵
مرزائیت و عیسائیت کے خلاف اقدامات ۱۷۵
فتنہ مرزائیت کی سرکوبی ۱۷۶
ارض پاک پر قدم بوسی ۱۷۷
مرزائیت و قادیانیت کے خلاف تحریری و تقریری جدوجہد ۱۷۷
تحریک پاکستان میں شمولیت اور سیاسی کردار و خدمات ۱۷۸
اسلامی نظریہ کا دفاع ۱۷۸
تحریک پاکستان اور کاروان عثمانی کے معاصرین ۱۷۹

دستور اسلامی کی تدوین وتیاری میں آپ کا کردار ۱۷۹
قائداعظم سے علماء کی توقعات ۱۸۰
قرارداد مقاصد کی منظوری میں لیاقت علی خان اور علامہ عثمانیؒ کا کردار وجدوجہد ۱۸۱
علماء کا کراچی میں اجتماع ۱۸۲
مملکت خداداد پاکستان کے اسلامی رہنما اصول کی تدوین ۱۸۳
جید علماء کا حکومتی ارکان سے مکالمہ ۱۸۴
علماء کا ۲۲ نکاتی فارمولا ۱۸۴
اسلامی دستور وقوانین پر عمل درآمد سے انحراف ۱۸۵
سانحہ مشرقی پاکستان اور علماء کا مطالبہ ۱۸۵
لادینیت کے خلاف علماء کے نظریات ۱۸۵
مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تصنیفی خدمات ۱۸۶
التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۱۸۶
تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری ۱۸۶
الکلام الموثوق فی تحقیق ان القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ۱۸۷
سیرت مصطفیٰ ﷺ ۱۸۷
معارف القرآن (تفسیر) ۱۸۷
ادبی ذوق وشوق ۱۸۸
سیاسی مسلک ۱۸۸
وفات ۱۸۸
☆ مولانا شمس الحق فرید پوریؒ ۱۸۹
ابتدائی حالات زندگی ۱۸۹
تعلیم وتربیت ۱۸۹
حیات وخدمات کا جائزہ ۱۹۰
تحریک پاکستان واستحکام پاکستان اور نفاذ اسلام کے لیے خدمات ۱۹۱
تعلیمی وتبلیغی خدمات ۱۹۱
جامعہ قرآنیہ ڈھاکہ کی بنیاد ۱۹۲

حق وصداقت کے علمبردار ۱۹۳

تحریک پاکستان میں کردار ۱۹۳

سلہٹ کا ریفرنڈم ۱۹۵

سرحد کا ریفرنڈم ۱۹۵

اسلامی نظام کا دفاع ۱۹۶

نظام اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد ۱۹۶

وفات ۱۹۸

☆ مولانا محمد طاہر قاسمیؒ ۱۹۹

تعارف ۱۹۹

تصنیفی وتدریسی خدمات ۱۹۹

دارالعلوم دیوبند کی نظامت ۲۰۰

تحریک پاکستان میں خدمات ۲۰۱

جمعیت العلماء اسلام سے وابستگی ۲۰۲

علمائے دیوبند اور مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان ۲۰۳

لیاقت کاظمی الیکشن کے نتائج ۲۰۳

علماء کرام کے فتوؤں کا اثر اور نتیجہ ۲۰۴

مکالمۃ الصدرین مرتب مولانا محمد طاہر قاسمیؒ ۲۰۴

مکالمۃ الصدرین کا پیش لفظ ۲۰۵

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا جواب ۲۰۵

پاکستان سے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ ۲۰۶

وفات ۲۰۷

☆ مولانا غلام غوث ہزارویؒ ۲۰۸

خاندانی پس منظر ۲۰۸

مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے والدین ۲۰۸

ولادت ۲۰۸

ابتدائی تعلیم ۲۰۸

دینی تعلیم ۲۰۹

تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ۲۱۰

مرزا بشیر الدین محمود کی سازش ۲۱۰

مولانا غلام غوث ہزارویؒ میدان مبارزت میں ۲۱۱

قادیانیت کے زہر کا تریاق ۲۱۱

ہوئے مر کے ایسے رسوا کہ ملی نہ جگہ لحد کی ۲۱۱

انگریز جج کی عدالت اور بے باکی کا ایک واقعہ ۲۱۲

مرزائیوں کو جواب ۲۱۲

قادیانی مسلمان نہیں ۲۱۲

مقام خاتم النبیینؐ ۲۱۳

ناصر احمد کو چیلنج ۲۱۳

دینی ملی، قومی اور سیاسی خدمات ۲۱۳

جمعیت الطلباء کا ایک دورہ ۲۱۴

کانگریس میں شرکت ۲۱۵

جمعیت العلمائے اسلام میں شمولیت ۲۱۵

غلامی کا مسئلہ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے نظریات ۲۱۶

عائلی قوانین پر مولانا ہزارویؒ کے تحفظات ۲۱۸

قومی زبان کے نفاذ اور دفاع کے لئے مکالمہ ۲۱۹

وفات ۲۲۰

☆ مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ ۲۲۱

ابتدائی حالات زندگی ۲۲۱

ملی و سیاسی خدمات کا مختصر جائزہ ۲۲۱

وفات ۲۲۲

☆ مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ ۲۲۳

ابتدائی حالات زندگی ۲۲۳

حیات و خدمات کا مختصر جائزہ ۲۲۳

تحریک ختم نبوتؐ اور اسیری کے ایام ۲۲۴
وفات ۲۲۴
☆ مولانا دوست محمد قریشیؒ ۲۲۵
ابتدائی حالات زندگی ۲۲۵
ابتدائی تعلیم و تربیت ۲۲۵
حیات و خدمات کا مختصر جائزہ ۲۲۵
تصانیف ۲۲۶
وفات ۲۲۶
☆ مولانا محمد مالک کاندھلویؒ ۲۲۷
ابتدائی حالات زندگی ۲۲۷
حیات و خدمات کا مختصر جائزہ ۲۲۷
دینی و سیاسی خدمات کا جائزہ ۲۲۸
تحریک و استحکام پاکستان کے لیے کردار ۲۲۹
تصانیف ۲۲۹
وفات ۲۳۰
☆ مولانا قاری لطف اللہ جالندھریؒ ۲۳۱
ابتدائی حالات ۲۳۱
حیات و خدمات کا مختصر جائزہ ۲۳۱
تدریس و تبلیغ ۲۳۱
تحریک آزادی اور قیام پاکستان کے لیے خدمات ۲۳۲
تحفظ ختم نبوتؐ کے لیے خدمات ۲۳۲
تصانیف ۲۳۲
تفسیر سورۃ والضحیٰ ۲۳۲
وفات ۲۳۳
☆ مولانا سید محمد متین ہاشمیؒ ۲۳۴
ابتدائی حالات زندگی ۲۳۴

تعلیم و تربیت	۲۳۴
حیات و خدمات کا مختصر جائزہ	۲۳۴
سیاسی خدمات	۲۳۵
ادبی و تصنیفی خدمات	۲۳۵
وفات	۲۳۶
☆ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ	۲۳۷
ابتدائی حالات زندگی	۲۳۷
تعلیم و تربیت	۲۳۷
حیات و خدمات کا مختصر جائزہ	۲۳۸
دارالعلوم دیوبند کی مسند اہتمام	۲۳۸
مسند رشد و ہدایت اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ	۲۴۰
تبلیغی و تصنیفی خدمات	۲۴۱
حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ کے سیاسی نظریات	۲۴۳
کانگریس کے متعلق مولانا محمد طیب قاسمی کا موقف اور نقطۂ نظر	۲۴۴
مسلم لیگ کے حق میں فتوئی	۲۴۷
آزادی ہند کے موقع پر قاری محمد طیب قاسمیؒ (حکیم الاسلام) کا خطاب	۲۴۹
مسلمانوں کے سیاسی و ملی نظریات کا دفاع	۲۵۲
دستوری مسائل میں حکومت پاکستان کی رہنمائی	۲۵۳
حج کی سعادت	۲۵۴
تصانیف کے نام	۲۵۴
وفات	۲۵۴
☆ مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ	۲۵۵
ابتدائی حالات زندگی	۲۵۵
تعلیم و تربیت	۲۵۵
حیات و خدمات کا مختصر جائزہ	۲۵۵
تصانیف	۲۵۶

وفات ۲۵۶

☆ مولانا قاضی شمس الدینؒ ۲۵۷

ابتدائی حالات زندگی ۲۵۷

حیات وخدمات کا مختصر جائزہ ۲۵۷

تصانیف کے نام ۲۵۸

وفات ۲۵۸

باب دوم ۳۱۳

فصل اول ۳۱۴

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی خدمات ۳۱۴

علماء ومشائخ کے فرائض منصبی ۳۱۴

حضرت عثمان غنیؓ کا تاریخی فیصلہ ۳۱۵

رحمۃ للعالمین ﷺ کی نظر کرم ۳۱۶

اکبر کا خود ساختہ دین الٰہی اور مجدد الف ثانیؒ کا نعرۂ حق ۳۱۶

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا آخری پیغام ۳۱۶

مکتوبات عثمانی پر ایک نظر ۳۱۷

مسئلہ اول کی وضاحت ۳۱۹

تفسیری نکات اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۳۲۱

حواشی قرآن مجید اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۳۲۱

تفسیر عثمانی پر علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تاثرات ۳۲۲

یسبح الرعد کی تفسیر ۳۲۲

شہد کا طبی نقطۂ نظر ۳۲۲

شریعت اسلامیہ کی واقفیت ۳۲۳

تاریخ وجغرافیہ کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ ۳۲۳

جرم وسزا کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ ۳۲۴

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا علم تفسیر میں مقام ۳۲۴

علامہ عثمانیؒ کا مطالعہ حدیث ۳۲۵

درس حدیث کا سلسلہ	۳۲۵
جامعہ ڈابھیل میں صدر مدرس	۳۲۶
عبارت و مضامین میں ہم آہنگی	۳۲۶
طرز تحریر میں ملکہ	۳۲۷
تقویٰ کا مظاہرہ	۳۲۷
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علمی و تصنیفی جواہر پارے	۳۲۷
لاہور کا تاریخی جلسہ سیرت النبی ﷺ	۳۲۸
فلسفۂ علم الکلام اور علامہ عثمانیؒ	۳۲۹
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علم حدیث	۳۲۹
علم فقہ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۳۳۰
علماء کے قافلہ سالار	۳۳۱
علم الکلام اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۳۳۱
قاسم ثانی علامہ عثمانیؒ	۳۳۲
خطیب کی حیثیت سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا مقام	۳۳۲
مشاہیر علماء کی نظر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خطابت کے جوہر	۳۳۳
مفتی کفایت اللہ کی نظر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا مقام و مرتبہ	۳۳۳
قاری محمد طیب قاسمیؒ اور علامہ عثمانیؒ کی خطابت	۳۳۴
مولانا احمد سعیدؒ اور علامہ عثمانیؒ کی خطابت	۳۳۴
عبدالماجد دریابادی اور علامہ عثمانیؒ کی خطابت	۳۳۴
خطابت عثمانیؒ کے جوہر کا جائزہ	۳۳۴
علامہ عثمانیؒ کی حق گوئی	۳۳۵
علامہ عثمانیؒ کی حق گوئی پر مولانا سعید احمد دہلویؒ کا اعتراف	۳۳۶
مناظر اسلام کی حیثیت سے علامہ عثمانیؒ کا مقام	۳۳۶
علامہ عثمانیؒ کی قوت علمیہ اور زور بیانی	۳۳۷
شاعری و ادبی خصوصیات	۳۳۸
علامہ عثمانیؒ اور ادارہ فروغ اردو لاہور	۳۳۸

علامہ عثمانیؒ کی شاعری کے چند نمونے ۳۳۹
زہد وتقویٰ ۳۴۰
علامہ عثمانیؒ کی اخلاقی صفات ۳۴۱
علامہ عثمانیؒ کا نظریہ وطن ۳۴۲
مشاہیر واکابرین کی نظر میں علامہ عثمانیؒ کا مقام ۳۴۳
مولانا محمد شفیعؒ کی نظر میں علامہ عثمانیؒ کا مقام ۳۴۳
علامہ عثمانیؒ اور شرح فتح الملہم ۳۴۴
علامہ عثمانیؒ کی خطابت پر مولانا محمد شفیعؒ کا اظہار خیال ۳۴۴
قادیانیوں کے خلاف علامہ عثمانیؒ کا مذاکرہ ۳۴۴
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور خطیب اعظم کا مقام ۳۴۵
علامہ عثمانیؒ کے حسن خطابت کے جوہر ۳۴۵
علامہ عثمانیؒ کی شوخی تحریر ۳۴۶
مولانا ماہر القادریؒ کی نظر میں علامہ عثمانیؒ کا مقام ۳۴۷
علامہ عثمانیؒ کے ہم عصر رفقاء وعلماء ۳۴۷
امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ ۳۴۸
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۳۴۹
علامہ عثمانیؒ اور حد اعتدال کا نظریہ ۳۵۰
مولانا عبید اللہ سندھیؒ ۳۵۱
مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ۳۵۱
علامہ سید سلیمان ندویؒ ۳۵۱
مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ۳۵۲

باب دوم

فصل دوم ۳۶۰
علامہ عثمانیؒ کی تصنیف وتالیفی خدمات.....ایک جائزہ ۳۶۰
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تحریر کردہ علمی مقالات ۳۶۰
اسلام کے بنیادی عقائد اور علامہ عثمانیؒ کے افکار ونظریات ۳۶۱

اسلام کے اصول کا بنیادی نظریہ ۳۶۲
اللہ کے وجود کی حقیقت ۳۶۳
توحید کا نظریہ و فلسفہ ۳۶۴
نبوت و رسالت ۳۶۴
ملائکہ اور شیاطین کے درمیان فرق ۳۶۵
نبی کی علامات ۳۶۵
حضرت محمد ﷺ کی رسالت و نبوت ۳۶۶
اسلام اور علم و فن ۳۶۷
اسلام اور اس کے معجزات ۳۶۷
خوارق کا وجود: قوانین فطرت کا دشمن نہیں ۳۶۸
معجزہ موسیٰ اور علامہ عثمانیؒ ۳۶۸
اعجاز القرآن ۳۶۹
وحی کی ضرورت اور علامہ عثمانیؒ ۳۶۹
الروح فی القرآن ۳۷۰
المعراج فی القرآن ۳۷۱
العقل والنقل ۳۷۱
ہدیہ سنیہ ۳۷۲
تحقیق الخطبہ ۳۷۳
سجود الشمس ۳۷۴
مسئلہ تقدیر ۳۷۴
الشہاب ۳۷۴
تصنیفات عثمانیؒ اور مقالات، خطبات، مضامین...... مختصر جائزہ ۳۷۵
الاسلام ۳۷۵
العقل والنقل ۳۷۶
اعجاز القرآن ۳۷۷
الشہاب ۳۷۷

معارف القرآن	۳۷۸
الدار الآخرہ	۳۷۸
ہدیہ سنیہ	۳۷۸
قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے؟ (اعتراف کا جواب)	۳۷۹
تحقیق خطبہ جمعہ	۳۷۹
تشریح واقعہ دیوبند	۳۷۹
سینما بینی	۳۸۰
لطائف الحدیث	۳۸۰
حجاب شرعی	۳۸۰
سجود الشمس	۳۸۰
خوارق عادات	۳۸۱
الروح فی القرآن	۳۸۱
تفسیر عثمانی	۳۸۱
شیخ الہند کے ترجمہ قرآن اور تفسیر عثمانی کا تاریخی پس منظر	۳۸۲
شرح بخاری شریف	۳۸۴
فتح الملہم شرح مسلم	۳۸۵
علامہ عثمانیؒ کے سیاسی مکاتیب، سیاسی خطبات و بیانات کا مختصر جائزہ	۳۸۷
ترک موالات	۳۸۸
پیغام بنام موتمر کل ہند جمعیۃ العلمائے اسلام کلکتہ	۳۸۸
مراسلات سیاسیہ	۳۸۹
مکالمۃ الصدرین	۳۸۹
خطبہ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ	۳۸۹
ہمارا پاکستان خطبہ صدارت جمعیۃ العلمائے اسلام کانفرنس لاہور	۳۹۰
خطبہ صدارت ڈھاکہ	۳۹۰
قرارداد مقاصد کی تائید	۳۹۰
مولانا عثمانیؒ کا علم تفسیر میں مقام و مرتبہ	۳۹۱

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور تفسیر عثمانی	۳۹۱
مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور تفسیر عثمانی	۳۹۱
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور تفسیر عثمانی	۳۹۲
خواجہ عبدالحیؒ اور تفسیر عثمانی	۳۹۲
مولانا سعید احمد دہلویؒ اور تفسیر عثمانی	۳۹۲
اکبر شاہ نجیب آبادی اور تفسیر عثمانی	۳۹۲
مولانا سید سلیمان ندویؒ اور تفسیر عثمانی	۳۹۳
عبدالماجد دریابادی، اور تفسیر عثمانی	۳۹۳
مولانا ظفر علی خانؒ اور تفسیر عثمانی	۳۹۳
مشاہیر وعلماء مفسرین کی رائے کا تجزیہ	۳۹۴
باب سوم……قیام پاکستان سے پہلے کی سیاسی اور ملی خدمات	۴۰۲
فصل اول	۴۰۳
جمعیت العلماء ہند سے سیاسی وابستگی	۴۰۳
جامعہ ملیہ کا افتتاح اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۴۰۵
جمعیت العلماء ہند دہلی کی مجلس عاملہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رکنیت	۴۰۸
جمعیت العلماء ہند میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی خدمات	۴۱۶
جمعیت العلماء ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس	۴۱۷
جمعیت العلماء ہند کا چوتھا اجلاس اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۴۱۷
مجلس منتظمہ کے اجلاس اور شبیر احمد عثمانیؒ کی شرکت	۴۱۸
جمعیت العلماء ہند کا پانچواں اجلاس اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۴۱۸
دہلی میں مجلس منتظمہ کا اجلاس اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۴۱۹
مراد آباد میں مجلس منتظمہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی نمائندگی	۴۱۹
حکیم اجمل خان کے مکان پر مجلس منتظمہ کا اجلاس اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شرکت	۴۲۰
جنگ کریمیا	۴۲۱
بلغاریہ کی جنگی کارروائی	۴۲۱
جنگ بلقان	۴۲۱

جنگ بلقان میں علمائے دیوبند کا کردار ۱۹۱۲ء ۴۲۲
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی زندگی کا پہلا دور ۴۲۳
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور خلافت عثمانیہ کا دفاع ۴۲۳
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ اور عالم اسلام کا احیاء ۴۲۴
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور انجمن ہلال احمر ۴۲۴
جنگ بلقان اور علمائے دیوبند کا فتویٰ ۴۲۵
جمعیت الانصار تنظیم کا قیام ۱۹۰۹ء ۴۲۶
جمعیت الانصار اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۴۲۷
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ”جمعیت الانصار“ میں شمولیت ۴۲۷
جمعیت الانصار کا پہلا اجلاس اور علامہ عثمانیؒ کی تقاریر ۴۲۸
جمعیت الانصار کا دوسرا اجلاس اور علامہ عثمانیؒ ۴۲۸
جمعیت الانصار کا شملہ میں اجلاس ۴۲۸
ریشمی رومال تحریک کا آغاز ۴۲۹
تحریک خلافت میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا کردار ۴۲۹
جمعیت العلمائے ہند کا قیام ۴۳۰
تحریک خلافت کی بنیاد و اجلاس ۴۳۰
جمعیت العلماء کے اجلاس ۴۳۰
گاؤ کشی کے فتوئی پر علامہ عثمانیؒ کی دلیل ۴۳۱
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی برتری ۴۳۱
شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے سیاسی اور مذہبی نائب ۴۳۲
تحریک ترک موالات اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۴۳۳
ترک موالات کا روح پرور خطبہ ۴۳۵
مادی و روحانی کامیابی کا ذریعہ ۴۳۶
ترک موالات کی وضاحت ۴۳۶
موالات کی تشریح ۴۳۶
ترک موالات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا پہلا خطبہ ۴۳۷

مسلمانان ہند کی فلاح وکامیابی کا ذریعہ ۴۳۸
اسلام کی حقیقی زندگی کی وضاحت ۴۳۹
علماء کے باہمی اختلافات ۴۳۹
ایمان باللہ کی وضاحت ۴۴۰
دین اسلام کی تعلیمات کا درس ۴۴۲
صحابہؓ کے ایمان وتقویٰ کی دلیل ۴۴۳
ترک موالات کی تحریک پر علامہ عثمانیؒ کی دلیل ۴۴۳
علمائے وقت کی اصلاح اور ذمہ داریاں ۴۴۶
انگریزی تعلیم کی وضاحت ۴۴۷
ترک موالات وتجارتی تعلقات پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی دلیل ۴۴۹
اخبار مشرق کے بیانات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تبصرہ ۴۵۰
انگریزوں کے عزائم اور پالیسی کے خلاف علماء کا فتویٰ ۴۵۱
حکومت وقت کے اختیارات پر تبصرہ ۴۵۲
علماء کے خیالات ونظریات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اصلاحی تبصرہ ۴۵۳
علماء اسلام کی قربانیاں ۴۵۴
علمائے دین کی افکار ونظریات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تبصرہ ۴۵۴
مصالح اسلامیہ کی حمایت وتائید ۴۵۵
ترک موالات کے فتویٰ پر اعتراض کا جواب اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۴۵۶
جمعیت العلمائے ہند کے قیام اور مقاصد کا مختصر جائزہ ۴۵۸
ترک موالات کے جلسے ۴۵۹
فرقہ پرست ہندو لیڈروں کی شرانگیزی ۴۶۰
جمعیت العلماء کی استقامت ۴۶۰
آزادی کی قرارداد ۴۶۱
کانگریس کے ساتھ پھر اشتراک عمل ۴۶۲
کراچی کا اجلاس ۴۶۳
دہلی کا اجلاس ۴۶۳

جون پور کا اجلاس ۴۶۵
لاہور کا اجلاس ۴۶۵
سہارن پور کا اجلاس ۴۶۶

فصل دوم

جمعیت العلمائے اسلام کا قیام مختصر تجزیہ و پس منظر ۴۷۸
۱۹۴۰ء میں جمعیت العلمائے ہند کا فیصلہ ۴۷۸
علماء کی گرفتاریاں ۴۷۸
مسلم لیگ کی قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء کے بعد علماء کا فیصلہ ۴۷۹
مسلم لیگ کی جانب سے تقسیم ہند کا مطالبہ ۴۸۰
مکمل آزادی کا نعرہ اور فرقہ وارانہ مسائل کا حل ۴۸۱
مسلم لیگ کی دستوری کمیٹی ۴۸۱
دوقومی نظریہ اور مولانا سید حسین احمد مدنی ۴۸۲
شیخ مجدد الف ثانی اور متحدہ قومیت کا تصور ۴۸۲
مولانا شبیر احمد عثمانی اور پاکستان کی تشریح ۴۸۳
دوسری جنگ عظیم اور علمائے ہند کی سیاسی جدوجہد ۴۸۴
مولانا اشرف علی تھانوی کا نظریہ سیاست ۴۸۵
مولانا شبیر احمد عثمانی اور مسلم لیگ کی حمایت وتائید ۴۸۵
جمعیت العلماء اسلام کا پہلا اجلاس ۱۹۴۵ء ۴۸۶
جمعیت العلماء اسلام کے قیام کا پس منظر ومحرکات ۴۸۸
دوقومی نظریہ علامہ عثمانی کی نظر میں ۴۹۲
کانگریسی اور قوم پرست مسلمانوں کے اعتراضات کا جواب ۴۹۳
جمعیت العلماء اسلام پنجاب سے مولانا شبیر احمد عثمانی کا خطاب ۴۹۶
ہمارا پاکستان ۴۹۶
خطبہ صدارت میرٹھ کانفرنس ۴۹۹
مرکزی انتخابات کی کامیابی اور مستقبل کے لائحہ عمل کی تیاری ۵۰۰
مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلاف کی وجہ ۵۰۲

ہندو مسلم متحدہ قومیت کے نظریہ کی وضاحت ۵۰۳
مسلم لیگ کے حق میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل ۵۰۴
مسلم لیگ بمقابلہ کفار و مشرکین ۵۰۷
عبوری حکومت کا قیام ۵۰۸
ملت اسلامیہ کے نازک ترین حالات پر علامہ عثمانیؒ کا موقف ۵۰۸
عید الفطر کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کے خطبہ کی وضاحت ۵۰۹
مسلمانوں کی اجتماعی و انفرادی کامیابی کا ذریعہ ۵۱۱
پاکستان کے نظام اسلام کی غرض و غایت ۵۱۲
مسلمانان ہند سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی فریاد ۵۱۴
جمعیت العلماء اسلام کی مخالفت و سازشیں ۵۱۵
جمعیت العلماء اسلام کے قیام پر علامہ عثمانیؒ کا پیغام ۵۲۲
جمعیت العلماء اسلام کے اغراض و مقاصد ۵۲۲
ابوالکلام آزادؒ اور ڈاکٹر محمود حسین کی خاموشی پر جمعیت العلماء اسلام کا تبصرہ ۵۲۵
تحریک پاکستان اور تقسیم ہند پر جمعیت العلماء اسلام کا موقف و فیصلہ ۵۲۵
جمعیت العلمائے اسلام کا نصب العین ۵۲۷
امت محمدیہؐ کے مستقبل کا مسئلہ اور جمعیت العلمائے اسلام ۵۲۸
جمعیت العلمائے اسلام، جمعیت العلمائے ہند کی دشمن نہیں ۵۲۸
ہندوؤں کی مسلم دشمن پالیسیاں ۵۲۹

باب چہارم..... قیام پاکستان کے لیے سیاسی خدمات

فصل اول..... قیام پاکستان کے لیے ملک گیر تحریک کا احیاء ۵۳۹
تحریک خلافت اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۵۴۰
جھانسی کا انتخاب اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۵۴۰
مسلم لیگ کے تبلیغی وفود ۵۴۱
مجلس دعوۃ الحق کے مقاصد ۵۴۱
اجلاس پٹنہ (۱۹۳۸ء) ۵۴۱
کانگریس میں شامل علمائے دین ۵۴۲

جمعیت العلمائے ہند ۵۴۲
عدم اعتماد کا فلسفہ ۵۴۳
مسلم لیگ کی حمایت کا فیصلہ ۵۴۳
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی تشکیل ۵۴۵
مولانا حسین احمد مدنیؒ کا اعلان ومشورہ ۵۴۶
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا اعلان ۵۴۷
تحریک پاکستان کی حمایت اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل ۵۴۸
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی ترغیبات ۵۴۹
تحریک پاکستان کا نازک ترین دور ۵۴۹
دارالعلوم دیوبند سے علماء کا استعفیٰ ۵۴۹
علمائے دیوبند کی شیرازہ بندی ۵۵۰
آل پارٹیز کانفرنس اور پارلیمنٹری بورڈ کا قیام ۵۵۰
پارلیمنٹری بورڈ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۵۵۰
کانگریسی علماء کے نظریات ۵۵۱
۱۹۴۵ء کے انتخابات اور علماء کی جدوجہد ۵۵۱
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خیالات اور نظریات ۵۵۱
کانگریس اور مسلمانان ہندوستان کی سیاسی بیداری ۵۵۲
کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق علماء کا شرعی فیصلہ ۵۵۲
دفاع پاکستان ومسلم لیگ کے متعلق مفتی محمد شفیعؒ کا فیصلہ ۵۵۲
تین نکاتی فارمولا ۵۵۳
تین بنیادی سوالات اور مفتی محمد شفیعؒ کے جوابات ۵۵۳
پاکستان کی شرعی حیثیت اور مفتی محمد شفیعؒ کا فتویٰ ۵۵۴
تحریک پاکستان اور علماء کا نقطۂ نظر ۵۵۴
مکالمۃ الصدرین اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۵۵۴
مکالمۃ الصدرین میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی تقریر کا خلاصہ ۵۵۵
مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے سوالات اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے جوابات ۵۵۶

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تین سوالات	۵۵۷
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بحث کا رخ متعین کر لیا	۵۵۸
قائداعظم محمد علی جناح کا جمہوری نظریہ وسوچ	۵۵۸
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا مسکت وحقیقت افروز جواب اور جمعیت علماء کی لاجوابی	۵۵۹
مسلم لیگ کی ممبری اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا مشورہ	۵۶۰
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا پاکستان کے متعلق سیاسی نقطۂ نظر	۵۶۰
انگریز کی پالیسی مسلمانوں کو تقسیم کرنا	۵۶۱
نظریہ پاکستان اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۵۶۱
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا ایک اشکال	۵۶۱
الیکشن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مسلم لیگ کی حمایت	۵۶۲
پیغام کلکتہ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۵۶۳
فہرست مکتوبات بترتیب تاریخ	۵۶۳
خطبۂ صدارت میرٹھ ۱۹۴۵ء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۵۶۴
مسلم لیگ میں شمولیت وحمایت کی تائید	۵۶۵
۱۹۴۵ء کے انتخابات اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۵۶۶
اعظم گڑھ کے جلسہ سے خطاب	۵۶۶
جمعیت العلماء اسلام کانفرنس لاہور ۱۹۴۶ء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۵۶۷
خطبہ ہمارا پاکستان اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۵۶۷
صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کا پس منظر	۵۶۸

باب چہارم......فصل دوم

قیام پاکستان کے لیے خطبات وعلمی مباحثے	۵۷۵
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مسلم لیگ	۵۷۵
مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ ۱۹۴۵ء میں خطبات	۵۷۷
۱۹۴۵ء کے مرکزی انتخابات کی کامیابی پر تشکرانہ کلمات	۵۷۸
مسلمانوں کو نقصانات سے آگاہی	۵۷۸
مسلم لیگ بمقابلہ کانگریس	۵۷۸

مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اختلافات ۵۷۹

وائسرائے لارڈ ویول کی تقسیم ہند سے عدم دلچسپی پر علامہ عثمانیؒ کا موقف ۵۸۰

مسلم لیگ کی حمایت کا درس ۵۸۱

دین کی عظمت و شوکت اور جذبۂ اسلام کا درس ۵۸۱

مسلم لیگ کی حمایت کا شرعی فیصلہ ۵۸۲

حضرت امام محمد کا نظریہ و تصور ۵۸۳

مسلم لیگ کی نصرت و حمایت ۵۸۳

مسلم لیگ کے منشور کی وضاحت ۵۸۴

مسلم لیگ اور علمائے کرام کے درمیان غلط فہمیوں کی نشان دہی ۵۸۵

خادم دین کی حیثیت سے مسلم لیگ سے خطاب ۵۸۵

حق و صداقت پر چلنے کی تلقین ۵۸۵

قرآن پاک اور اسلامی نظام حیات کی تشکیل کی طرف پیش رفت ۵۸۶

بمبئی کے مسلمانوں سے قائداعظم کا خطاب ۵۸۶

کراچی کے جلسہ سے خطاب ۵۸۷

نواب زادہ لیاقت علی خان کا اعلان ۵۸۷

پاکستان کا قیام اور احکام شرعیہ و تعلیمات پر عمل درآمد کے لیے مخلصانہ جدوجہد ۵۸۷

قیام پاکستان اور اسلامی حکومت کی غرض و غایت ۵۸۹

قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے نصب العین کا دفاع ۵۸۹

مسلم سیاسی جماعتوں کے نام قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام ۵۹۱

مسلم لیگ کا دفاع اور حمایت ۵۹۲

قرآنی احکام اور اتباع اسوۂ حسنہ کا درس ۵۹۳

اسلامی دستور سازی کی ترغیبات و یقین دہانی ۵۹۴

جمہوری سیاست کی تلقین ۵۹۵

قیام پاکستان کے حق میں دلائل ۵۹۵

عظیم رہنماؤں کی ضرورت ۵۹۶

مسلمانوں کی فلاح کا نظریہ ۵۹۷

اخوت اسلامی کی صدا ۵۹۷

لاہور کی تاریخی اہمیت ۵۹۸

سیکولر افکار ونظریات کے حامل افراد پر تنقید ۵۹۸

دور جاہلیت کی تاریکیاں ۵۹۸

سرور دو عالم ﷺ کی تعلیمات ۵۹۹

دارالحرب کے ضعفاء ومظلومین ۶۰۰

غلبۂ اسلام کا اشارہ ۶۰۱

امام مالک کا قول حکیمانہ ۶۰۱

ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ۶۰۲

انڈین نیشنل کانگریس ۱۸۸۵ء ۶۰۲

کانگریسی وزارتوں کا قیام ۱۹۳۷ء ۶۰۳

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ ۱۹۴۰ء ۶۰۴

کانگریس کا مسلم کش پروگرام ۶۰۴

پاکستان کا قیام اور اسکی حقیقت ۶۰۵

پاکستان میں کون سا نظام رائج ہوگا؟ ۶۰۵

حدود پاکستان کا تعین اور علامہ شبیر احمد عثمانی ۶۰۶

آل انڈیا یونین کا فریب ۶۰۷

مسلم اکثریتی صوبوں کی قوت ۶۰۸

معروضات ومطالبات ۶۱۰

مذہبی آزادی کو نقصان اور مسلمانوں کی غلامی کا اندیشہ ۶۱۱

پاکستانی مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کا خدشہ ۶۱۱

پاکستانی صوبوں کی تعداد اور ان کا تعین ۶۱۳

ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت ۶۱۵

پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کا راستہ ۶۱۵

ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانی ۶۱۶

دارالحرب سے ہجرت ۶۱۷

نظریہ پاکستان کی اساس ۶۱۸
پاکستان کی اقتصادیات ۶۱۸
شمالی مغربی علاقوں کی وضاحت ۶۱۹
سرزمین پاکستان کے صوبوں کی زرخیزی ۶۱۹
پنجاب کی زرخیزی کا احوال ۶۲۰
پاکستان کی اقتصادی و سیاسی پوزیشن ۶۲۱
ہماری صنعت و تجارت ۶۲۲
محل وقوع و جغرافیائی اہمیت ۶۲۲
پاکستانی بندرگاہیں اور باہر کی دنیا کی تجارتی اہمیت ۶۲۴
برادران وطن کی گھبراہٹ و پریشانی پر تبصرہ ۶۲۴
قیام پاکستان کے لیے خطبات و علمی مباحثے ۶۲۵
انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کرنا ایک ناگزیر تقاضا ۶۲۵
پاکستان کا قانون ۶۲۶
جمعیت العلمائے ہند کا فارمولا ۶۲۷
جمہور مسلمانوں کا مطالبہ ۶۲۸
ملی خودکشی کے معنی ۶۲۹
پاکستان کا نظام حکومت اور آئینی خدوخال ۶۳۰
مسلم لیگ کی انتخابی معرکے میں کامیابی اور علامہ عثمانیؒ کا خطاب ۶۳۱
ہمارا قومی نعرہ ۶۳۲
یونینیسٹ پارٹی کے مسلم ارکان سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خطاب ۶۳۳

باب پنجم..... قیام پاکستان کے بعد علامہ عثمانیؒ کی سیاسی اور ملی خدمات ۶۵۶

فصل اول

قانون سازی اور نفاذ شریعت میں کردار ۶۵۷
قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء اور اسلامی نظام کی طرف پیش رفت ۶۶۱
علماء کا چار نکاتی مطالبہ ۶۶۱
قرارداد مقاصد اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۶۶۳

جرأت ایمانی کا درس ۲۶۵
اسلام کا احسان عظیم ۲۶۵
اسلامی رواداری کا درس وتصور ۲۶۶
استحکام پاکستان کے حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے چند سنہرے اقوال واصول ۲۶۶
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور خطبۂ عید الفطر ۲۶۷
اسلام کے زریں اصول ۲۶۸
قرآنی نظام حیات کا تصور ۲۶۹
مجرم کی سزا ۲۷۰
قائداعظم محمد علی جناح کا تصور پاکستان اور اسلام ۲۷۰
قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام عید، مسلمانان ہند کے لیے ۲۷۰
اسلام وتصور پاکستان کے متعلق قائداعظم محمد علی جناح کی جالندھر میں تاریخی تقریر ۱۹۴۳ء ۲۷۱
نظام اسلام کے حوالے سے قائداعظم کا خط بنام گاندھی ۱۹۴۴ء ۲۷۱
پاکستان میں نفاذ اسلام کے حوالے سے لیاقت علی خان کے اعلانات ۲۷۱
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب ۲۷۱
علماء کے حوالے سے ایک غلط فہمی کا ازالہ ۲۷۲
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے حوالے سے مستحسن جذبہ ۲۷۲
محکمہ دینی امور کے قیام کا مشورہ ۲۷۳
پاکستان کے آئین کا اسلامی پہلو اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۲۷۳
انسانی مساوات کا درس ۲۷۴
اسلامی قانون کا احیاء ۲۷۵
اسلامی آئین سازی اور اس کے اجراء کے لیے قوم کا تقاضا ۲۷۶
دستور اساسی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوششیں ۲۷۶
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی رائے میں قیام پاکستان کا مقصد ۲۷۷
امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز اور ان کے مسائل کا حل۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں ۲۷۸
دستور اسلامی کے لیے عظیم جدوجہد ۲۷۹
دستور اساسی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوشش ۲۷۹

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں قیام پاکستان کا مقصد ۶۸۰
قیام پاکستان: ایک عہد ساز کارنامہ ۶۸۲
قیام پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کراچی آمد ۶۸۲
پاکستان کا جشن آزادی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۶۸۳
پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا افتتاحی اجلاس اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۶۸۳
تقریب پرچم کشائی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۶۸۴
پاکستان میں آئینی کوششوں کا آغاز ۶۸۴
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دستور اسلامی کا خاکہ ۶۸۵
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور اسمبلی کی کارروائی اردو زبان میں ہونے کا مطالبہ ۶۸۶
آئین سازی اور اس کے اجراء کے حوالے سے قوم کا مطالبہ وتقاضا ۶۸۷
دستور اساسی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوشش وجدوجہد ۶۸۷
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں قیام پاکستان کا مقصد ۶۸۸
عوام اور علماء کا متفقہ مطالبہ ۶۸۹
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ڈھاکہ میں جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس ۶۸۹
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور خطبہ صدارت ڈھاکہ کے نکات ۶۹۱
قومی رضا کاروں اور نوجوانوں سے خطاب ۶۹۲

فصل دوم

استحکام پاکستان کے لیے علامہ عثمانیؒ کی مخلصانہ جدوجہد اور کردار ۶۹۷
مذہب وسیاست پر مباحثہ ۶۹۹
علماء کی تائید وحمایت میں قائداعظم کا فرمان ۷۰۰
دفاع وطن کا درس ۷۰۳
استحکام پاکستان اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۷۰۴
اسلام اور قائداعظم محمد علی جناح کا تصور پاکستان ۷۰۵
مہاجرین کی بحالی وآبادکاری ۷۰۶
مشرقی ومغربی پاکستان کی وحدت وسالمیت ۷۰۶
ڈھاکہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں جمعیت العلمائے اسلام کی کانفرنس ۷۰۷

مشرقی پاکستان کی اہمیت وحیثیت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں ۷۰۸
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں پاکستان کے راہ نما بنیادی اصول ۷۰۹
اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۷۱۰
شریعت اسلامی کا نفاذ، دنیا کی نجات وامن کا راستہ ۷۱۱
قرآنی نظام اور اسلامی حکومت پر اعتراضات کا جواب ۷۱۱
سیاست میں علمائے کرام کی شرکت ۷۱۲
پاکستان اور قائداعظم محمد علی جناح کا نظریہ ونفاذ اسلام ۷۱۲
قائداعظم محمد علی جناح کا خط بنام پیر آف مانکی شریف ۷۱۳
مملکت پاکستان کی حفاظت اور حمایت کا دفاع ۷۱۳
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ ۷۱۴
جہاد کی اہمیت پر مجتہدانہ دلیل ۷۱۵
اسلامی نظام کا احیاء ۷۱۶
پاکستان میں اسلامی آئین کے اجراء اور اسمبلی کی کارروائی کے حوالے سے ایک اہم مطالبہ ۷۱۷
اسلامی آئین سازی اور اس کے اجراء کے لیے قوم کا مطالبہ ۷۱۸
دستور اساسی کی نوعیت پر اظہار خیال ۷۱۹
تاسیس پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں ۷۱۹
اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی ۷۲۰
پاکستان کی تعمیر واستحکام کا تصور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں ۷۲۰

فصل سوم...... جمعیت العلمائے اسلام کا احیاء

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی پاکستان آمد ۷۲۵
تعلیمات اسلامی بورڈ کا قیام ۷۲۶
جمعیت العلمائے اسلام کے احیاء کے لیے علماء کی خدمات ۷۲۹
علامہ سید سلیمان ندویؒ ۷۳۰
پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خدمات ۷۳۱
مولانا سید سلیمان ندویؒ اور ہسٹاریکل سوسائٹی ۷۳۲
نظام اسلام کی جدوجہد اور کوشش ۷۳۲

وفات ۴۳۳
مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ۴۳۴
ابتدائی حالات زندگی ۴۳۴
تحریک پاکستان کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی خدمات ۴۳۴
قائداعظم سے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی ملاقات ۴۳۵
تحریک پاکستان اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا کردار ۴۳۵
قیام پاکستان کے بعد آئین پاکستان کی اسلامی تشکیل میں کردار ۴۳۷
وفات ۴۳۹
مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ ۴۴۰
ابتدائی حالات زندگی ۴۴۰
مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی سیاسی وملی خدمات ۴۴۰
قیام پاکستان کے حق میں فتویٰ ۴۴۰
پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد ۴۴۱
بورڈ آف تعلیمات اسلام میں شمولیت ۴۴۳
مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کی قیادت ۴۴۴
وفات ۴۴۵
مولانا احتشام الحق تھانویؒ ۴۴۶
ابتدائی حالات زندگی ۴۴۶
تحریک پاکستان میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا کردار ۴۴۶
دستور اسلامی کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی جدوجہد ۴۴۷
سیکولر اسٹیٹ کے قیام کا تصور اور اس نظریے کا رد ۴۴۹
مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور نفاذ اسلام کانفرنس ۴۵۰
وزراء وعلماء کانفرنس اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ ۴۵۰
وفات ۴۵۱
مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ ۴۵۲
تحریک پاکستان میں مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا کردار ۴۵۲

دستور اسلامی کی تیاری میں کردار ۷۵۳

۳۱ علماء کے اجتماع میں شرکت ۷۵۵

جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت ۷۵۵

وفات ۷۵۵

مولانا احمد علی لاہوریؒ ۷۵۶

ابتدائی حالات ۷۵۶

تحریک پاکستان اور نفاذ اسلام کے لیے کردار ۷۵۶

مولانا احمد علی لاہوریؒ اور استحکام پاکستان ۷۵۷

روحانی وسائل وذرائع مولانا احمد علی لاہوریؒ کی نظر میں ۷۵۸

وفات ۷۵۸

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۷۵۹

ابتدائی حالات ۷۵۹

نفاذ اسلام واستحکام پاکستان کے لیے خدمات ۷۵۹

مسلم لیگ سے مفاہمت ۷۶۰

مسئلہ کشمیر کے متعلق سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نقطۂ نظر ۷۶۰

وفات ۷۶۱

مولانا خیر محمد جالندھریؒ ۷۶۲

ابتدائی حالات زندگی ۷۶۲

تعمیر پاکستان میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا کردار ۷۶۲

تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے حق میں فتویٰ ۷۶۳

نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کوششیں اور جدوجہد ۷۶۴

علماء کے اجلاس میں شرکت ۷۶۴

وفات ۷۶۵

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ ۷۶۶

ابتدائی حالات زندگی ۷۶۶

حصول پاکستان میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا کردار ۷۶۶

جمیت العلمائے اسلام میں شمولیت	۷۶۶
اسلامی آئین کی تیاری اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ	۷۶۷
اردو زبان کے فروغ کے لیے کوششیں	۷۶۷
قرارداد مقاصد اور نفاذ اسلام کے لیے کوششیں	۷۶۷
نظام اسلام پارٹی	۷۶۸
۱۹۷۰ء کے انتخابات	۷۶۸
وفات	۷۶۸
مولانا شبیر علی تھانویؒ	۷۶۹
تحریک پاکستان اور مولانا شبیر علی تھانویؒ	۷۶۹
مولانا شبیر علی تھانویؒ اور قائد اعظم محمد علی جناح	۷۶۹
مجلس دعوۃ الحق کا قیام اور مولانا شبیر علی تھانویؒ	۷۷۰
وفات	۷۷۰

باب ششم......علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا سیاسی افکار کا تجزیہ

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے سیاسی افکار کا تجزیہ	۷۸۰
تحریک خلافت اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۷۸۱
جمیت الانصار کراچی کا قیام	۷۸۲
خطبہ ترک موالات	۷۸۳
جامعہ ملیہ کا افتتاح اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۷۸۳
جمیت العلمائے ہند میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی خدمات	۷۸۴
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور عدم تعاون کا فتویٰ ۱۹۱۴ء	۷۸۴
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حجاز میں موتمر اسلامی	۷۸۴
جمیت العلمائے ہند کے اجلاس میں شرکت	۷۸۵
جمیت العلمائے ہند کے اجلاس بمقام لاہور اور ان کی شرکت	۷۸۵
جمیت العلمائے ہند کا اجلاس بمقام گیا اور مولانا عثمانیؒ	۷۸۶
مجلس منتظمہ کا اجلاس بمقام دہلی اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۷۸۶
جمیت العلماء کا پانچواں اجلاس بمقام کوکناڈا اور مولانا عثمانیؒ کی شرکت	۷۸۶

مجلس منتظمہ دہلی کا اجلاس ۷۸۶

مجلس منتظمہ کا اجلاس بمقام مرادآباد ۷۸۷

مجلس عاملہ جمعیت کا اجلاس بمقام دہلی ۷۸۷

جمعیت کا اجلاس بمقام کلکتہ ۷۸۷

مجلس مرکزیہ جمعیت علمائے ہند دہلی ۷۸۸

جمعیت العلمائے ہند کا اجلاس بمقام پشاور ۷۸۸

جمعیت العلمائے ہند کا سیاسی نقطۂ نظر اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۷۸۸

۱۹۳۷ء کے انتخابات ۷۸۹

مسلم لیگ کی حمایت و تائید ۷۸۹

تحریک پاکستان کا نازک دور ۷۸۹

تحریک پاکستان اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ و موقف ۷۹۰

سیاسی مکالمۃ الصدرین ۷۹۰

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ اور اس کی تائید ۷۹۶

جمعیت العلمائے اسلام کا قیام ۸۹۷

پاکستان کی آزادی کا تصور ۷۹۸

نیشنلسٹ علماء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۷۹۸

تحریک پاکستان کے حق میں مولانا عثمانی کا فتویٰ ۷۹۹

کانگریس کے عزائم اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تصورات ۷۹۹

مسلم لیگ کی حمایت ۸۰۰

نظریۂ پاکستان کی حمایت و تائید ۸۰۰

علماء و مشائخ کی دو گروہوں میں شیرازہ بندی ۸۰۰

قائداعظم کا سیاسی نقطۂ نظر اور علامہ عثمانیؒ کا موقف ۸۰۱

کابینہ مشن ۱۹۴۶ء کی برصغیر آمد اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۸۰۱

صوبہ سرحد کا ریفرنڈم اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا سیاسی کردار ۸۰۲

سرزمین پاک سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی عقیدت و محبت ۸۰۳

مجلس علماء کا قیام ۸۰۳

قیام پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی پاکستان آمد اور استحکام پاکستان کے لیے جدوجہد	۸۰۴
دستور اسلامی کی تیاری اور علامہ عثمانیؒ کا کردار	۸۰۵
دستور اسلامی کی تاخیر اور ظفر عثمانیؒ کا قائداعظم سے استفسار	۸۰۵
دستور پاکستان کا ابتدائی خاکہ	۸۰۶
مسئلہ کشمیر اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا موقف	۸۰۶
موتمر اسلامی و اتحاد مملکت اسلامیہ	۸۰۷
خطبہ موتمر اسلامی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۸۰۷
نفاذ اسلام و دستور اسلامی کے لیے مولانا عثمانیؒ کی جدوجہد	۸۰۸
اسلام دشمن مخالفین کو مولانا عثمانیؒ کا چیلنج	۸۰۸
ارباب حکومت کے رویے پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اظہار خیال	۸۰۸
قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۸۰۹
قرارداد مقاصد کی منظوری	۸۱۰
اختتامیہ/خلاصہ بحث	۸۱۵
مصادر و مراجع/کتابیات	۸۳۱

اعتراف وتشکر

اللہ ربّ العزت کو ادائیگی شکر کا جذبہ حد درجہ پسند ہے۔ اسلام نے انسانیت خصوصاً مسلمانوں کو ہر کام اور ہر معاملے میں ادائیگی شکر اور صبر و رضا کا عظیم الشان درس دیا ہے۔ یہ ہماری معاشرتی و اخلاقی اقدار کی نہ صرف بنیادی تعلیمات ہے، بلکہ دینی و ملی اقدار کی اساس ہے۔ پیشِ نظر تحقیقی مقالے کی تکمیل اور اسے پیش کرتے وقت میرے لیے یہ اعتراف اور اظہار انتہائی باعث فخر و سعادت ہے کہ اللہ ربّ العزت نے زندگی کے ابتدائی ایام سے لے کر عمر کے اس مرحلے تک میری ہر ہر قدم پر معاونت و رہنمائی فرمائی۔ میرے وجودِ نازک کو، میرے عقل و فہم کو اتنی طاقت و صلاحیت اور قوت و استقامت مرحمت فرمائی کہ میں اس اعلیٰ ترین سند جس کو "ڈاکٹر آف فلاسفی" (Ph.D) کہتے ہیں، کے حصول کے پیشِ نظر اپنا تحقیقی مقالہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکا۔

اللہ ربّ العزت کی مجھ ناچیز پر یہ عنایت، اس کا فضل و کرم اور عظیم احسان ہے کہ اس نے میرے قلب و ذہن اور وجود فانی کے اندر علمی فکر و جستجو کو اجاگر کیا، جس کی بدولت میں نے اپنا مقالہ مکمل کیا اور اب اسے پیش کرنے کا شرف و اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔ اس پر اللہ ربّ العزت کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

ناسپاسی اور ناشکری ہوگی، اگر میں اپنے اساتذۂ کرام کا شکریہ ادا نہ کروں، خصوصاً ابتدائی جماعتوں کے جنہوں نے میری بنیاد مضبوط ارادوں اور پُر خلوص عزائم سے پُر کی۔ حصولِ علم کی منازل طے کرانے میں جن قابل احترام اساتذہ کا کردار رہا، ان تمام اساتذہ کی عظمت اور ان کی خدماتِ جلیلہ کو اللہ ربّ العزت نہ صرف قبول فرمائے، بلکہ روزِ قیامت اور دین و دنیا میں ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ اس موقع پر اپنے جملہ اساتذہ کرام، علم دوست رفقاء کا ممنون و مشکور ہوں، جنہوں نے میری معاونت فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنے جملہ اہلِ خانہ کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں کہ انہوں نے مقالے کی تکمیل میں میری ہر موقع پر مدد کی۔

میں بطور خاص اپنے استاد و معاون، ریسرچ سپروائزر محترم پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی (شعبہ علومِ اسلامی، وفاقی اردو یونیورسٹی) کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار و احسان مند ہوں کہ جنہوں نے بحیثیت نگران مقالہ و ریسرچ سپروائزر (برائے حصولِ سند Ph.D) تحقیقی عمل کے دوران ہر مرحلے اور موقع پر میری رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ ان کی معلمانہ شفقت و مودت، معاونت و رہنمائی اور علمی مشاورت کی روشنی میں، میں اپنا مقالہ مکمل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اللہ ربّ العزت ان کو زندگی کے سفر میں علم کی روشنی عام کرنے اور دوسروں کی معاونت و رہنمائی کرنے کا وسیلہ بنائے رکھے۔ اللہ ربّ العزت ان کو دنیا میں کامیابی اور آخرت میں سرفرازی عطا فرمائے۔ میں اپنے اہلِ خانہ میں سے عظمیٰ شاہین کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہوں کہ جنہوں نے متعلقہ موضوع سے متعلق کتب کی فراہمی میں میری مدد کی۔ اس کے علاوہ خصوصی شکریہ اور دعاؤں کے مستحق جناب محترم شاہد بلوچ صاحب بھی ہیں جنہوں مقالے کی کمپوزنگ اور جدت طرازی میں ہمہ وقت اپنے آپ کو وقف رکھا، کمپوزنگ کے دوران اپنے قیمتی اوقات اور محنت سے مقالے کو خوب سے خوب تر بنانے میں صرف کیے۔ آخر میں ان تمام حضرات کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ ربّ العزت ان سب کو دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران فرمائے۔ (آمین)

سید شعیب اختر
ریسرچ اسکالر
(لیکچرار تا ملت گورنمنٹ ڈگری کالج، کراچی)

مقدمہ

کائنات میں بنی نوع انسان کی تخلیق بحیثیت "خلیفۃ اللہ" اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم احسان اور علم و دانش میں کائنات کی دیگر مخلوقات میں اس کی برتری اور تفوق کی بناء پر ہے۔ روئے زمین پر حضرت آدمؑ کو سب سے اولین پیغمبر اور معلم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ رب العزت نے روئے زمین پر انسان کی تخلیق کے لیے حضرت آدمؑ کی پسلی سے ماں حوا کو "عورت" کی شکل میں پیدا فرمایا اور اس طرح حضرت آدمؑ اور ماں حوا انسانیت کے مورث اور جدِ اعلیٰ قرار پائے۔ ان دونوں سے انسانیت معرض وجود میں آئی۔ حضرت آدمؑ اور ماں حوا کو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک دوسرے سے قلبی سکون کے لیے پیدا فرمایا تاکہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت سے زندگی بسر کریں اور اللہ رب العزت کے شکر گزار بندے بن کر اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کر کے زندگی کو انسانیت کا پیغام دیں۔

قرآن مجید میں "سورۃ النساء" میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اور حضرت آدمؑ سے ان کی بیوی کو پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پیدا فرمایا۔

نسل انسانی روئے زمین پر آدمؑ اور ماں حوا سے شروع ہو کر مختلف ادوار زمانہ میں کائنات میں پھیلتی رہی اور ہر زمانے اور عہد میں اللہ رب العزت نے انسانیت کی فلاح و نیکی اور صراط مستقیم اور بقاء کے لیے اپنے انبیاء اور پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید جو کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس میں ان چند خاص انبیاء و پیغمبروں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے انسانیت کو روئے زمین پر نیکی اور بھلائی کا درس دیا بدی اور برائیوں سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی اللہ کی توحید و وحدانیت کا پیغام عام کیا۔ انسانیت کو ہدایت اور صراط مستقیم کی تاکید و تعلیم دی۔ قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کے واقعہ کو بھی بیان کیا ہے جس سے انسانیت کو دوام ملی کیوں کہ حضرت نوحؑ کی قوم نے جب نافرمانی کی تو اللہ رب العزت نے تمام نافرمانوں کو ہلاک کر دیا اور جو نیک بندے تھے ان کو محفوظ کر دیا جس سے دوبارہ انسانیت کو دوام ملی۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیمؑ جو کہ اللہ رب العزت کے جلیل القدر پیغمبر تھے، ان کے عہد زمانہ اور حالات و واقعات کو بیان کیا ہے، آپ نے استقامت، ہمت، بہادری اور صبر و تحمل سے تمام مصائب و مشکلات کو برداشت کیا حتیٰ کہ آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا گیا۔

نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو ہر طرح سے شکست دینے کی کوشش کی مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت ابراہیمؑ نے صداقت و حقانیت کا پرچم بلند کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کا طرز فکر و عمل اور آپ کا یہ اسوہ چراغ راہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والے ضرور ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ یہ وہ تابندہ حقیقت ہے جو آفتاب عالم آج سے بھی زیادہ تابناک اور روشن ہے شاعر نے ایمان ابراہیمیؑ کا تذکرہ خوب صورتی سے ادا کیا ہے۔

”آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا“

شاعر مشرق، حکیم الامت اور مفکر پاکستان علامہ اقبال نے حضرت ابراہیمؑ کی جرأت وعظمت اور ان کے ایمان وتوحید کو اپنے خیالات کا حسین جامہ اس انداز سے پہنایا ہے:

”یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ ......“

آخر ایک دور ایسا آیا کہ معاشرہ جہالت وتاریخی اور گمراہی کے اندھیرے میں گم ہوگیا، اللہ رب العزت نے اپنے سب سے عظیم محبوب اور جلیل القدر پیغمبر، معلم انسانیت، رہبر آدمیت، حضرت محمد ﷺ کو ساری کائنات کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا۔

اسلام سرزمین عرب کی وادیوں سے اپنے آفاقی اور اصلاحی پیغام کا جو علم لے کر دنیا کے ظلمت کدہ میں لہرایا جس کی تابناکیوں اور روشنی سے ارض کائنات توحید کی حقانیت اور اسلام کی روشنی سے جگمگا اٹھی، اسلام کی روشنی اور تعلیمات محمدی کو عام کرنے میں ہر زمانے اور عہد کے مبلغین اسلام، صوفیائے کرام، مشائخ وبزرگان دین، علمائے دین نے اپنا کردار ادا کیا۔ بالخصوص سرزمین ہند جو کہ کفر وظلمت، تاریکی وجہالت، مکر وفریب، ذات پات کے بندھن جیسے عوارض کا شکار تھی، یہ نظام زندگی معاشرتی وسیاسی، مذہبی ومعاشی، خاندانی ونسلی تمام نوعیت کے اعتبار سے مفلوج ہوکر رہ گئی تھی، چنانچہ ہند کے اس کفر زدہ ماحول کو تعلیمات محمدیؐ اور اسوۂ نبویؐ سے منور کرنے کا شرف ایک ۱۷ سالہ نوجوان جس کو دنیا آج محمد بن قاسم کے نام سے جانتی ہے، اس کے سر رہا۔ محمد بن قاسم نے ایمانی جذبہ وحریت، مساوات اسلام، خلق خدا سے محبت اور عدل وانصاف کا جو چراغ روشن کیا اس سے مقامی معاشرہ جو ظلم وشرک کے طوفان کا شکار تھا حلقۂ اسلام میں داخل ہوا اور یوں اس خطے میں اسلام کی سحر نمودار ہوئی۔ اسلام کی سچی اور حقیقی روح، عدل وانصاف، مساوات ورواداری، توحید وحقانیت کا پیغام کفر وظلم کے بت کدہ میں اسلام کی روشنی ثابت ہوا۔

عظیم مسلم فاتح، غازی محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں دین اسلام اور اللہ رب العزت کی حقانیت اور دین محمدی کا جو پرچم سرزمین ہندوستان کے کفر اور ظلمت کی اندھیر نگری میں روشن کیا تھا اس کو مزید تقویت پہنچانے اور مضبوط اور مستحکم کرنے میں بزرگان دین، اولیاء اللہ اور ان کے حلقے سے وابستہ بزرگان دین نے مرکزی کردار ادا کیا ۷۱۲ء سے لے کر ۱۵۲۶ء تک کے مسلم دور حکمرانی میں اسلام کی تعلیمات اور پیغام ہندوستان کے گوشے گوشے میں فروغ پاتا رہا۔ خاندان مغلیہ کا دور جس کی ابتداء بابر کے پانی پت کے میدان میں کامیابی سے آغاز ہوتا ہے ایک طویل عرصہ تک خاندان تیموری کے چشم وچراغ اس خطے میں اسلام کے پرچم کو وسعت وبلند کرنے میں مصروف عمل رہے ہر ایک نے علمائے دین اور بزرگان دین کو مکمل مذہبی آزادی اور فروغ اسلام کا موقع عنایت کیا اکبر اعظم نے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک نیا دین ایجاد کیا جس کو دین الٰہی کا نام دیا۔

اکبر اعظم کا یہ دین الٰہی مختصر سے وقت میں خود ہی زمانے کی لہروں میں گم ہو گیا۔ اکبر کے اس دین الٰہی کے خلاف علمائے حق نے آواز بلند کی، جو کہ ان کا مذہبی فریضہ تھا اس خود ساختہ دین الٰہی کے خلاف سب سے مضبوط آواز اس ہستی نے بلند کی جس کو ہم سب مجدد الف ثانیؒ کے نام سے جانتے ہیں، ان کا اصل نام شیخ احمد سرہندی تھا۔ انہوں نے اس جاہلانہ نظام کا قلعہ قمع کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔

جہانگیری سیاست اور قیادت کا رخ صحیح سمت میں تبدیل ہو کر مذہب اور مسلم قومیت کا تشخص اور امتیاز از سر نو قائم ہوا۔ پھر اسی گھرانے میں شاہجہاں جیسا پختہ مسلمان اسلامی جذبات کا پیکر ظاہر ہوا اور اورنگزیب عالمگیر جیسا عالم باعمل اور متقی سلطان پیدا ہوا۔

حضرت مجددؒ کا یہ عظیم کارنامہ ہے، اگر آپ اس وقت حکومت ظالم و جابر حکمراں کے باطل نظریات کے سامنے کلمۂ حق بلند نہ فرماتے تو برصغیر میں اکبری الحاد کے متحدہ قومیت کے نظریہ کے اس طلسم ہوشربا سے تمام مسلمانان ہند متاثر ہو جاتے اور مسلم قومیت کا علیحدہ تصور بھی شاید ہی باقی رہتا اور اکبر کے بعد ہی ہندوستان میں رام راج کا قیام عمل میں آ جاتا۔ خدانخواستہ اگر اکبری متحدہ قومیت کا یہ جادو سر چڑھ جاتا تو مسلم و غیر مسلم کی تفریق مٹا دی جاتی پھر وہ دو قومی نظریہ جس پر آگے چل کر مسلمانان ہند نے پاکستان کے مطالبے کی بنیاد قائم کی کہاں باقی رہتا؟ درحقیقت دو قومی نظریے کے تحفظ اور بقاء میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا کردار تمام مسلمانانِ ہند پر ایک احسانِ عظیم کی حیثیت سے تاریخ عالم کے صفحات پر ثبت ہے۔ اسی کی جانب علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے:

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

بزرگان دین، علمائے امت اور اکابر کے واقعات، حالات، کیفیات، حکایات اور ملفوظات و ارشادات انسان کے لیے اصلاح کا نسخہ اور اکسیر ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لمبی چوڑی تقریریں جن میں علم و نظر، فلسفہ و ذکر، شعر و ادب، تحریک و جہاد اور وحدت امت کا پیغام ہو، ایک طرف اور کسی بزرگ کا کوئی واقعہ دوسری طرف رکھا جائے تو بسا اوقات یہ ایک واقعہ ان طویل تقریروں سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔ شاید اس لیے ہر دور میں دعوت و تبلیغ کے ساتھ محو حیرت بنا دینے والے واقعات کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔ جب کسی عظیم شخصیت کے حالات و واقعات سامنے آتے ہیں تو فکر و عمل کے زاویے بدل جاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کس کی یادیں خرمنِ دل میں ہیں عارفؔ شعلہ زن
سوزشِ افزوں سے خاکستر ہوا جاتا ہے دل

یہ ایک طبعی امر ہے کہ جن بزرگوں سے انسان کو خاندانی، علمی، فکری اور قلبی نسبت اور محبت ہوتی ہے، اُن کے حکایات و واقعات سے خاص اُنس اور تعلق بھی ہوتا ہے اور پھر یہی قلبی تعلق ان کے اعمال، افعال اور اقوال کے اتباع کی جانب کھینچ کر لے جاتا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہمارے اکابر میں بلند پایہ عالم دین، درویش خدامست، صوفی با صفا، شیخ

الحدیث، مفتی، مجاہد، سیاسی رہنما اور جامع الکمالات شخصیت تھے۔ ان کی زندگی کے شب و روز میں، شخصیت کے ایک ایک پہلو میں، افکار کے ہر نکتے اور سیرت و کردار کی ہر جھلک میں، گفتار کے ایک ایک بول میں، عمل کے ایک ایک قدم میں ہمارے لیے ہزاروں عبرتیں، بصیرتیں اور عمل کے لیے لاتعداد مثالیں ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی زندگی میں بھی مخدوم و مطاع تھے اور اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اپنے عملی آثار، افکار و افادات اور علم و عمل کے میدانوں میں ہمارے لیے ایسے روشن نقوش چھوڑ گئے، جن میں ہماری رہنمائی کا بہترین سامان ہے۔ ان کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات برصغیر کی سیاست میں تابندہ نقوش کی طرح آج بھی تاریخ اور تذکرہ کی کتابوں میں ثبت ہیں، انہوں نے برصغیر کی سیاست، مسلم قوم کے لیے آزاد وطن، جدوجہد آزادی اور بالخصوص قیام پاکستان میں ناقابلِ فراموش اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے افکار و افادات اور حالات و واقعات کا مطالعہ ہمارے ذہن و فکر کی جلا، سیرت کی تعمیر، اخلاق کی تہذیب اور زندگی کے ہر موڑ کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

علامہ کی زندگی اور سوانح کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک ان کے سیاسی اور ملی کردار کو واضح نہ کر دیا جائے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زندگی کے علمی و عملی ابواب سامنے لائے جائیں۔

اس تحقیق کی روشنی میں اس بات کی توقع ہے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حالات و واقعات کا یہ مجموعہ ہمارے دلوں سے زنگ اتار دے گا اور نیکی، تقویٰ، ایمان و یقین، ایثار و قربانی اور محبت و اخوت کے جذبات کو تقویت دے کر ہماری اصلاح و ہدایت میں معاون ثابت ہوگا، جس کی آج وطن عزیز اور مسلمانوں کو شدید ضرورت ہے۔

قدرت کی طرف سے آپ کو جامعیت اور جمعیت کی شانوں سے نوازا گیا اور ان غیر معمولی کمالات کے سبب مِن جانب اللہ قبولِ عام کی دولت عطا ہوئی ہے۔

آپ نہ صرف عالم دین تھے بلکہ عارف باللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے۔ آپ کا علم عارفانہ، عمل مجاہدانہ اور اخلاق درویشانہ ہے۔ ایک ہی وقت میں آپ دارالعلوم دیوبند جیسے مرکزِ علم و دین کی مسند تدریس کے صدر نشین بھی ہیں، جن کے گرد سینکڑوں طلبہ زانوئے ادب تہہ کیے نظر آتے ہیں، اُسی آن آپ جمعیۃ العلماء اور سیاسی اسٹیج کے مسند نشین بھی ہیں، جن کے دائیں بائیں ہزاروں مجاہد صفت انسانوں کا جھمگٹا لگا ہوا ہے اور پھر اُسی ایک وقت میں آپ اپنے ریاضت کدہ میں خانقاہ نشین بھی ہیں، جن کے چہار طرف سینکڑوں ذاکر و شاغل اور راہِ باطن کے جویا افراد کا ہجوم ہے اور آپ کی جامع ذات ہے کہ ایک طرف آپ اپنے عالمانہ وقار و نکتہ سنجی سے، دوسری طرف مجاہدانہ جوش و اقدام پسندی سے اور تیسری جانب عابدانہ انکسار و تواضع آفرینی سے ہر دائرے کے طالبوں کی پیاس بجھا رہے ہیں اور ہر میدان میں آپ کی ہمت مردانہ اس طرح یکسانی کے ساتھ کام کر رہی ہے کہ کسی ایک میدان کی تگ و تاز دوسرے میدان سے بے التفات نہیں ہونے دیتی...... غرض شریعت، طریقت اور سیاست جیسے متضاد رخ مقامات کی سیر اور اُن میں بیک وقت اَن تھک عروج آپ کی ہمت مردانہ کی ایک عملی شاہکار ہے......

آپ کی اسی مجاہدانہ روش اور دین کے عملی شعبوں میں اَن تھک دوڑ کے بارے میں، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو

یہ فرماتے ہوئے سنا گیا کہ:

"میں اپنی جماعت میں مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ کے حسنِ تدبر اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں۔"

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین کے ہر بنیادی شعبے میں آپ کو عمل، جوشِ عمل اور ہمت مردانہ کی توفیق عطا ہوئی اور پیرانہ سالی میں یہ عمل، یہ جوش و خروش اور امنگ کے ساتھ یہ اَن تھک دوڑ دھوپ، واقعہ یہ ہے کہ جوانوں کی جوانیوں کو شرمائے ہوئے ہے۔ آپ کے یہاں راحت و آرام کا لفظ گویا لغت میں آیا ہی نہیں اور آیا ہے تو اس کے کوئی معنی نہیں ہیں یا کم از کم ان کی زندگی کی نسبت سے یہ لفظ مہمل اور بے معنی ہے۔

ہندوستان کی تحریک جنگ آزادی میں آپ کے علم اور جوشِ عمل نے اہل علم کے سیاسی حلقوں کی لاج رکھ لی، ملک و ملت کے لیے آپ نے جو قربانیاں دیں، وہ جریدۂ عالم سے محو نہیں ہو سکتیں۔ آپ نے بروقت مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا۔ جمعیت العلمائے اسلام کی بنیاد رکھی۔

آپ کی اخلاقی قوتیں اس حد تک بیدار اور ہموار رہیں کہ یہ سیاسی اقدامات بجائے خود ایک اخلاقی درس کی شان سے نمایاں ہوتے رہے، ہر خدمت بے لوث، ہر عمل بے لاگ اور ہر اقدام خلوص و ایثار سے پُر، نہ کسی عہدے کا سوال، نہ جاہ کی طلب، نہ مال کی طرف ادنیٰ التفات، نہ اقتدار کی ذرہ بھر خواہش، ہندوستان کی آزادی اور انگریزوں کو نکالنے میں سر اور دھڑ کی بازی لگا دی، لیکن کیا کسی وقتی صلہ کے لیے؟ کسی عہدے کے لیے؟ یا قومی اسٹیج پر عہدے داروں کی کسی سرگروہی کے لیے؟ معاذ اللہ۔ بلکہ ہر خدمت میں مخلصانہ جذبات، بے غرضانہ دواعی، بے لوث ارادے، سادگی ضمیر اور محض اپنے بزرگوں کے نصب العین کی تکمیل اور اپنے سلف کے نقش قدم کے اقتضاء و اقتداء کے ساتھ اسے باقی رکھنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔

برصغیر کی سیاسی اور ملی تاریخ کے حوالے سے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب انگریز کی سیاست، سکھوں کی چیرہ دستیوں اور مرہٹوں کی نبرد آزمائیوں سے سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو رہا تھا اور دہلی کی شاہجہانی جامع مسجد کے بلند میناروں کے بالمقابل اغیار کا جھنڈا لہرا رہا تھا مسلمانوں کی اسلامی غیرت مجروح ہو رہی تھی اور ہر طرف سے مسلمان قوم بے بسی اور بے کسی کے عالم میں مظلومانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اس وقت خاندان ولی اللہ کے چشم و چراغ سید اسمٰعیل شہیدؒ اور اسی خاندان کے فیض یافتہ سید احمد شہیدؒ نے علم جہاد بلند کیا اور ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلامی جہاد کی روح پھونکی۔ سید احمد شہیدؒ سندھ کے راستے کابل پہنچے جس راستے سے اس قافلے کا گزر ہوتا، لاکھوں مسلمان پروانوں کی طرح اللہ کی راہ میں جاں نثاری اور جان بازی کے لیے تیار ہو جاتے۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ نے کابل کی سرحد کی طرف سے سکھوں سے جہاد کیا اور سرحد کا کافی بڑا علاقہ سکھوں سے آزاد کرا کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس میں اسلامی قانون جاری کر دی گویا برصغیر میں انگریزوں کے تسلط کے بعد پہلی دفعہ صوبہ سرحد کے اس علاقے میں اسلامی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور احکام خداوندی کا اجراء اور حدود کا نفاذ ہوا اور برصغیر میں پاکستان کی داغ بیل ڈالی گئی۔ پھر ۱۸۵۷ء میں حکومت برطانیہ کے خلاف جو جنگ لڑی گئی، اس میں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کی سرپرستی میں حافظ محمد ضامن تھانوی شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ

نیز دوسرے اکابر علمائے دیوبند تھانہ بھون نے مجاہدانہ حصہ لیا اور تھانہ بھون سے شاملی تک کے علاقے میں اسلامی حکومت قائم کر لی۔ لیکن حکومت دہلی کی ناکامی کی وجہ سے یہ سلسلہ آگے نہیں بڑھ سکا اور فتح شکست سے بدل گئی۔

۱۹۱۲ء میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے افغانستان، شام اور ترکی کے سربراہان مملکت اور ان کے گورنروں انور پاشا اور غالب پاشا سے اپنے نمائندوں مولانا عبیداللہ سندھیؒ وغیرہ کے ذریعے اور خود بھی حجاز مقدس کا سفر کر کے ان سے ملاقات کی اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے اور اسلامی حکومت کے قیام کا منصوبہ بنایا، لیکن بعض لوگوں کی جاسوسی کی وجہ سے وہ اسکیم بار آور نہ ہو سکی۔

ادھر شریف مکہ نے حکومت برطانیہ کے مطالبے کے سامنے سر تسلیم خم کر کے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو حکومت برطانیہ کی حراست میں دے دیا۔ بالآخر شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا عزیز گلؒ، حکیم نصرت حسین اور مولوی وحید برادر زادہ مولانا مدنیؒ کو جزیرہ مالٹا میں تقریباً چار سال کے قریب قید و بند کی مشقتوں کو برداشت کرنا پڑا۔ رہائی کے بعد بھی ان علمائے کرام نے ملکی سیاسیات اور انگریزوں سے ہندوستان کو آزاد کرانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کارہائے نمایاں انجام دیے۔

حضرت شیخ الہندؒ جب دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کے نامور تلامذہ اور جانشینوں مولانا انور شاہ کشمیریؒ، محدث دارالعلوم دیوبند، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ، وغیرہ حضرات نے ملکی سیاسیات میں بھرپور حصہ لیا۔ علماء دیوبند کے سیاسی کارنامے اور مجاہدانہ کاوشوں سے چشم پوشی ایک زندہ حقیقت کو جھٹلانا ہے۔ حالانکہ علمائے دیوبند کی ایک جماعت تحریک آزادی ہندوستان میں اپنی صوابدید کے مطابق حصہ لے رہی تھی اور قربانیاں پیش کر رہی تھی تو دوسری طرف ایک جماعت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی سرپرستی میں مسلمانوں کے علیحدہ تشخص اور قومی امتیاز قائم کرنے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں اور ساعی تھی۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ اس برصغیر میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے قیام کے خواہش مند رہے۔ جس زمانے میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ مرکز اور مستقل نظام حکومت کا کہیں ذکر اذکار نہیں تھا۔ اس وقت بھی حضرت تھانویؒ اپنی اس خواہش کا اظہار فرماتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا قیام ان کے تہذیب و تمدن کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ برصغیر سے بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کا تصور سب سے پہلے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے یہاں سنا گیا۔

مولانا دریابادی لکھتے ہیں: ”پاکستان کا تخیل خالص اسلامی ریاست کا خیال سب آوازیں بہت بعد کی ہیں۔ پہلے پہلے اس قسم کی آوازیں یہیں تھانہ بھون میں کانوں میں پڑیں۔“

”حضرت تھانویؒ کی دلی تمنا اور دلی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ حکومت عادلہ مسلمہ قائم فرما دیں اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔“

یہ ۱۹۲۸ء کی بات تھی جس میں حضرت تھانویؒ نے پاکستان کی اسکیم اور اس کے لیے نظام اسلام شرعی عدالتوں کا قیام وغیرہ کا نقشہ تیار فرما دیا تھا۔ بعد میں علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ الٰہ آباد منعقدہ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء میں اس تخیل کا اظہار کیا۔ پھر مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں اس کا بطور ملی نصب العین کے مسلم لیگ کی طرف سے قرارداد پاکستان کی صورت میں مطالبہ کیا گیا۔

جب تک مسلم لیگ نے کانگریس سے علیحدہ ہوکر مسلم قوم کے تشخص اور مسلمانوں کے قومی استقلال کا مطالبہ نہیں کیا اس وقت تک حضرت تھانویؒ نے مسلم لیگ کی بھی تائید نہیں فرمائی۔ جب مسلم لیگ نے ۱۹۳۸ء میں جھانسی الیکشن میں کانگریس کا مقابلہ کیا اس وقت حضرت تھانویؒ نے کانگریس کو ووٹ نہ دینے کا تار جھانسی بھجوا کر مسلم لیگ کی حمایت فرمائی۔ جس پر مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی اور اس کی خوشخبری سنانے کے لیے مولانا شوکت علیؒ اور مولانا مظہر الدینؒ کیم اپریل ۱۹۳۸ء کو تھانہ بھون آئے اور وہاں عظیم جلسہ ہوا۔ جلسے میں حضرت تھانویؒ کے حکم سے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے تقریر فرمائی اور حضرت کا تائیدی بیان پڑھ کر سنایا۔

اس جلسے میں حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا حافظ جلیل احمد شروانیؒ بانی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان بھی شریک تھے۔ پھر ۴ جون ۱۹۳۸ء کو بمبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا شبیر علی تھانویؒ اور مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ، مفتی خانقاہ تھانہ بھون کو بھیجنا حضرت تھانویؒ نے تجویز فرمایا، مگر یہ وفد بوجہ عذر پیش آجانے اجلاس میں شریک نہ ہوسکا۔ البتہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ میں ۱۶، ۱۷ دسمبر ۱۹۳۸ء کو مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کی قیادت میں دوسرا وفد شریک ہوا، جس میں مولانا شبیر علی تھانویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ وغیرہ حضرات شریک تھے۔ اس وفد نے مسٹر محمد علی جناح کو حضرت تھانویؒ کا پیغام پہنچایا اور زبانی گفتگو بھی کی۔ اگلے روز اجلاس میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے حضرت تھانویؒ کا تاریخی پیغام پڑھ کر سنایا۔

بہر حال حضرت تھانویؒ، قائداعظم کو وقتاً فوقتاً اپنے مفید اصلاحی مشوروں سے بھی بذریعہ خط اطلاع دیتے رہتے تھے اور یہ باہمی خط وکتابت کا سلسلہ حضرت کے آخر وقت تک جاری رہا۔ آج بھی حضرت تھانویؒ کا ایک خط بنام قائداعظم اسلام آباد میں ان کے کاغذات میں محفوظ ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے موقع پر تیسرا وفد حضرت تھانویؒ نے آری بل سے متعلق مسلم لیگ کے موقف کی وضاحت کے لیے بھی قائداعظم کے پاس بھیجا تھا جس میں شبیر علی تھانویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ شامل تھے۔ سہارنپور کے ایک حلقے میں یوپی اسمبلی کے لیے مسلم لیگ اور کانگریس میں مقابلہ ہوا۔ اس الیکشن میں بھی حضرت تھانویؒ نے مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینے کی ترغیب دی۔ چنانچہ مسلم لیگ کے امیدوار مولوی منفعت علی، سہارنپور یوپی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے۔

حکیم الامت تھانویؒ کا مسلم لیگ کی تائید میں ایک تفصیلی فتویٰ ”تنظیم المسلمین“ کے نام سے شائع ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے شرح صدر کے ساتھ مسلم لیگ میں داخل ہونے اور اس کی اصلاح میں کوشش کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

دیوبندی حلقے کے سرخیل اس وقت چونکہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ تھے۔ انہوں نے واضح طور پر مسلم لیگ کی تائید وحمایت فرمائی تھی۔ اس لیے حضرت تھانوی کے لاکھوں عقیدت مند اور ہزاروں متوسلین جن میں سینکڑوں کی تعداد علمائے کرام کی ہی تھی۔ سب نے تحریک پاکستان میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مطالبۂ پاکستان کی ہر طرح سے تائید وحمایت کی۔ خصوصیت سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا شاہ شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا ظہر علی سلہٹیؒ، مولانا شاہ وصی اللہ اعظمیؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ وغیرہ نے حکیم الامت تھانوی کے اس مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے جس کا ذکر ۱۹۲۸ء میں کیا تھا۔ تحریک پاکستان میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ ان حضرات نے ہندوستان کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں اپنی تقریروں اور عملی جدوجہد کے ذریعے تحریک پاکستان کو مقبول عام بنانے اور پروان چڑھانے میں جس شاندار کردار کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ان حضرات کی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کا اعتراف خود قائداعظم اور لیاقت علی خان نے بارہا کیا اور اسی لیے قائداعظم نے پاکستان کی پہلی پرچم کشائی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں کرائی تھی۔ سرحد اور سلہٹ ریفرنڈم میں کامیابی ان ہی حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ اگر ان حضرات کی حمایت مسلم لیگ کو حاصل نہ ہوتی تو بظاہر حالات مسلم لیگ کو کامیابی کا حاصل کرنا سخت دشوار اور بہت مشکل تھا۔ ان حضرات نے مسلم لیگ میں ایک نئی روح پھونک دی تھی جس کا قائداعظم سمیت تمام زعما لیگ کو کھلا اعتراف تھا اور یہ اعتراف حقیقت ان لوگوں کے لیے تازیانہ عبرت اور سرمۂ بصیرت ہے جو پاکستان کی تحریک میں علمائے دیوبند کے کردار کی نفی کرتے اور ان کی جدوجہد کو جھٹلاتے ہیں۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جہاد جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کا جو قتل عام کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ بڑے بڑے شہر ویران ہو گئے۔ مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا ہو گئی ہر طرف ظالم انگریز دندناتے رہے اور مسلمان مظالم کی چکی میں پستے رہے۔ ان حالات کو دیکھ کر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن سخت بے چین و بے قرار ہو گئے اور ماضی کی تحریکوں کی ناکامی کا داغ دھونے کے لیے حضرت شیخ الہند نے تحریک جہاد حریت چلانے کا فیصلہ کیا۔ اس غرض کے لیے انہوں نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو اعتماد میں لیا اور ۱۹۱۰ء میں باقاعدہ ایک تحریک (جسے ریشمی رومال کی تحریک سے یاد کیا جاتا ہے) کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجے میں آپ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ آپ ایک بہت بڑے مجاہد آزادی تھے۔ آپ کا دور انگریز کا دور استبداد تھا۔ ساری زندگی انگریزی استبداد کے خلاف علم بلند کیے رہے۔ بعد میں جب انگریز کا دور استبداد ختم ہوا اور ہندو کا دور استبداد شروع ہوتا نظر آنے لگا تو حضرت شیخ الہندؒ کے بہت سے ماننے والے علماء ومشائخ، ہندو اور انگریز دونوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور دوسرے بہت سے اکابر علماء دیوبند شامل تھے۔ شیخ الہند اس وقت رحلت فرما چکے تھے اگر وہ اس وقت تک حیات رہتے تو یقیناً وہ اپنا وزن اسی پلڑے میں ڈالتے جس میں مندرجہ بالا

ہے کہ ہم اپنے آج کی اور آئندہ آنے والی نسلوں کی ذہنی آبیاری میں ان شخصیات کی خدمات اور پاکستان کے اغراض و مقاصد کا حقیقی نظریہ و فلسفہ اجاگر کریں تا کہ نوجوان نسل اقبال کے خوابوں کی تعبیر اور اقوامِ عالم میں اپنا منفرد مقام اور اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

پیشِ نظر موضوع کی ضرورت اور اہمیت آج اس لیے اور بھی زیادہ محسوس کی جاتی ہے کہ آج نہ صرف ساری اسلامی امتہ بلکہ پوری دنیا میں تجدید و احیاء کی ایک موثر تحریک برپا ہے۔ شریعت کے نفاذ کے مطالبہ کی گونج انڈونیشیا سے مراکش تک اور پورے پاکستان میں صاف دکھائی دے رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامیانِ پاکستان خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنا ملی اور تعمیری کردار ادا کریں اسلاف کے اس گراں قدر عطیہ کی حفاظت اور اس کی تعمیر و ترقی میں اپنا ہر ممکن کردار ادا کریں۔ ہمارا آج ہمارے روشن کل کی ضمانت اور مستحکم و توانا پاکستان کی نوید ہے۔ آج ملک سے انتہا پسندی، دہشت گردی، بدامنی، قتل و غارت گری، فرقہ واریت، لاقانونیت، تہذیبی اور اخلاقی قدروں کے زوال اور دیگر برائیوں کے خاتمے میں ہمیں اسلاف بالخصوص علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیمات اور افکار و نظریات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ملک و ملت کے لیے اپنی خدمات پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اقبال کا خواب اسی صورت شرمندۂ تعبیر ہوگا جب ہم پوری دیانت داری اور فرض شناسی سے ملک کی بقاء، سلامتی اور تعمیرِ وطن کے لیے اپنے اسلاف اور قومی رہنماؤں کی جدوجہد کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں مصروفِ عمل ہوں۔ غالباً اسی نظریے کے تحت شاعرِ مشرق نے اپنے پیغام میں خوابیدہ ذہنوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا:

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

علمائے حق شامل تھے اور اس قافلۂ حق کے قائد ہوتے جس نے تحریک پاکستان کو پروان چڑھایا۔

بہرحال ہندوستان کو دارالاسلام بنانے اور اس میں حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لیے علمائے حق نے مختلف النوع تحریکیں چلائیں اور ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک اپنے اپنے دور کے تقاضوں کے تحت مصروف جدوجہد رہے اور ناقابل برداشت آلام و مصائب کا شکار رہے۔ مختلف تحریکات کے ذریعے مسلمانوں میں فکر و عمل کی روح پھونکتے رہے۔ اسلامی شعور اور جذبۂ آزادی پیدا کرتے رہے۔ تب جاکر ان حضرات علماء و مشائخ کی مساعی جمیلہ سے نظریۂ پاکستان پروان چڑھا اور پاکستان کا تاج محل تیار ہوا۔

مختصر یہ کہ دو قومی نظریے، مسلمانانِ برصغیر کے جذبۂ آزادی، علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام، تحریکِ پاکستان اور پھر قیام پاکستان تک کی سیاسی اور ملی جدوجہد میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا کردار برصغیر کی تحریک آزادی اور تحریکِ پاکستان میں تاریخی اور کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔

دوسری جانب آپ کی علمی، دینی، ملی سیاسی اور ہمہ جہت خدمات اس امر کی متقاضی تھیں کہ تحریکِ پاکستان کے اس مخلص رہنما، برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی روح پھونکنے، اسے مہمیز دینے، پروان چڑھانے اور قیام پاکستان کے بعد یہاں آئین کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل اور قرآن و سنت کے نفاذ کے لیے مخلصانہ جدوجہد وہ تاریخی حقائق ہیں، جو علامہ عثمانیؒ کی خدمات اور قدر و منزلت کا روشن باب ہیں۔ یہی وہ بنیادی وجوہ تھیں جن کی بناء پر میں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی، دینی، ملی اور سیاسی خدمات کو اجاگر کرنے اور ملی اور تحقیقی تقاضوں کی تکمیل کے لیے موضوعِ تحقیق بناتے ہوئے اپنے نگرانِ تحقیق ڈاکٹر حافظ محمد ثانی کی زیرِ نگرانی اس تحقیقی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ ایک علمی اور ملی تقاضا بھی تھا اور تاریخی حوالے سے ایک قرض بھی۔

دورانِ تحقیق میں برصغیر کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اہل علم و دانش، تاریخ و تحریک پاکستان پر تحقیق کے حوالے سے خاص شہرت کے حامل محققین، مصنفین، تذکرہ نگاروں اور اہل علم و دانش سے بھرپور طور پر رابطے میں رہا۔ میں نے اس دوران جن علمی مراکز، دانش گاہوں، کتب خانوں اور اداروں سے استفادہ کیا ان کی ایک طویل فہرست ہے، جن میں سے چند قابل ذکر ہیں:

ملک کی معروف لائبریریوں اور کتب خانوں سے جن میں قائداعظم اکیڈمی کراچی، پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی، کتب خانہ وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی، کتب خانہ آل پاکستان ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی، بیدل لائبریری کراچی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لائبریری کراچی، محمود حسین لائبریری جامعہ کراچی، مدینۃ الحکمۃ ہمدرد لائبریری کراچی، کتب خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی، خالد اسحاق لائبریری کراچی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کی لائبریری، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، لائبریری پنجاب یونیورسٹی، لاہور، کلیہ معارف اسلامیہ لائبریری پشاور، وفاقی شرعی عدالت لائبریری، اسلام آباد، مجلس علمی لائبریری، کراچی، سندھ یونیورسٹی لائبریری، سندھیالوجی لائبریری، جامشورو اور ملک کی کئی ایک معروف لائبریریوں سے استفادہ کرتا رہا۔ نیز جدید مواصلاتی اور ابلاغی ذرائع ای میل، انٹرنیٹ، معروف رسائل و جرائد بھی زیرِ مطالعہ و استفادہ رہے۔ تحقیقی عمل کے دوران تحقیقی اسلوب اور تقابلی جائزے کے لیے بھی موضوع سے متعلق مواد سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔ اسلوب تحقیق اور تحقیقی کے طریقہ کار کے حوالے سے یہ وضاحت ضروری ہے کہ عصر حاضر میں تحقیق

کے جو جدید اسالیب اور طریقہ کار مروج ہیں جنہیں لائبریری سائنس کے اصولوں پر وضع کیا گیا ہے، وہ اسالیب اور طریقہ کار میرے پیش نظر رہے ہیں۔ چنانچہ متعلقہ موضوع پر قدیم و جدید مآخذ و مراجع سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔ متعلقہ موضوع پر انٹرنیشنل رسائل و جرائد، اخبارات، ریسرچ جرنلز حتیٰ کہ انٹرنیٹ اور جدید تکنیکی ذرائع سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا۔

میں اپنے مشرف نگرانِ تحقیق ڈاکٹر حافظ محمد ثانی (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی وفاقی اردو یونیورسٹی) کا انتہائی مشکور و ممنون ہوں، جن سے مقالے کے آغاز سے تکمیل کے آخری مراحل تک مکمل رابطے میں رہا اور تحقیق کے حوالے سے ان کی ہدایات اور مشوروں پر عمل کرتا رہا۔ علاوہ ازیں موضوع سے متعلق ملک بھر کے معروف اسکالرز سے بھی رابطے میں رہا اور ان کے مشورے بھی میرے لیے مفید ثابت ہوئے۔ علاوہ ازیں متعلقہ موضوع پر جن ذرائع سے بھی تحقیقی عمل میں مجھے مدد مل سکتی تھی ان سے بھرپور استفادہ کیا۔ میں چیئرمین و صدر شعبہ سیاسیات/مطالعہ پاکستان، ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر محمد ارشاد، رئیس کلیہ فنون ڈاکٹر حسن وقار گل، رجسٹرار وفاقی اردو یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر قمر الحق، شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر اور دیگر علم دوست اور علم پرور حضرات کا تہہ دل سے مشکور ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور میری اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

سید شعیب اختر

لیکچرار قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج، کراچی

دورِ حاضر میں موضوع کی ضرورت و اہمیت

انسان کو اللہ ربُّ العزّت نے کائنات میں اپنا نائب اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ اوّلین انسان کو اوّلین ہدایت میں اللہ ربُّ العزت نے کافر اور مومن کی تمیز بتائی۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو دنیا میں بھیجتے وقت اللہ ربُّ العزت نے اپنے اوّلین پیغمبر حضرت آدم علیہ السّلام کو ان لفظوں میں نصیحت فرمائی:

''جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی قسم کا خوف اور رنج نہیں ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیت کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اللہ ربُّ العزّت کے ایک اور عظیم اور جلیل القدر پیغمبر حضرت شعیب علیہ السّلام نے فرمایا تھا:

''ہم پر جھوٹ گھڑنے والے ہوں گے، وہ اگر ہم تمہاری ملت میں پلٹ آئیں، جب کہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے۔ تو تم ہرگز ہرگز ان کی پیروی نہ کرنا''

حضرت شعیب علیہ السّلام کے فرمان کے مطابق اور قرآن مجید کی سورۂ اعراف کی آیات (۸۸۔۸۹) سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السّلام اپنی قوم کے مقابلے میں اپنی ملت کی حیثیت کو جداگانہ بتا رہے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے:

"الکفر ملّۃ واحدۃ والاسلامُ ملّۃ واحدۃ"

''اسلام جہاں ایک منفرد نظامِ حیات ہے وہاں جداگانہ قومیت یعنی ملت بھی ہے، کافر اور مسلمان دونوں کی قومیت ایک نہیں ہو سکتی۔''

ارشادِ ربانی ہے:

"ولقد کرّمنا بنی ادم و حملنٰھم فی البرّ و البحر و رزقنٰھم من الطّیبٰت"

''اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا کیں۔''

خلیفۂ دوم سیّدنا عمر ابنِ خطابؓ نے فرمایا:

الملک والدّین توأمان"

یعنی دین اسلام اور اسلامی ریاست جڑواں بھائی ہیں۔"

مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست قائم کی۔ یہ علیٰ منہاج النبوۃ اسلام کی پہلی ریاست تھی، اس حوالے

سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں:

''مشیتِ الٰہی کے زبردست ہاتھ نے آخرکار اپنے رسول مقبولؐ کی تاریخی ہجرت سے مدینہ طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان قائم کردیا۔''

برِصغیر میں دینِ اسلام کا جو بیج ۷۱ سالہ محمد بن قاسم نے بویا تھا، وہ وقت کے ساتھ ایک تناور درخت کی شکل میں شاندار اور فقید المثال پھل دیتا رہا، اس بیج کی آبیاری اور نگہداشت اللہ ربُّ العزت کے جلیل القدر اولیاء اللہؒ، صوفیائے کرامؒ، و بزرگانِ دین اور علمائے کرام ہر عہد اور زمانے میں کرتے رہے۔ آخرکار جب کلمہ گو مسلمانوں نے اللہ ربُّ العزت کے احکامات، نبی کریمؐ کی تعلیمات سے انحراف کرنا شروع کیا اور انگریزوں کے آگے سرِ خم تسلیم کرلیا، تو وہ غلامی کی زنجیر میں قید ہوگئے، جس قوم کے پاس قرآن جیسی مقدس اور راہ نمائی کرنے والی کتاب اور نبی کریم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہیں، ان کا فلسفۂ حیات اور اسوۂ حسنہ ہو، اسے کسی اور نظام کی طرف جانے اور اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں، تاہم جب برِصغیر میں انگریز کا اقتدار مضبوط ہوا، مسلمان اپنی قابلِ فخر اور شاندار روایات، اسلامی اقتدار اور نظامِ مملکت کو گنوا بیٹھے تو بقول ولیم ہنٹر وہ ''ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔''

چنانچہ مسلمانوں کو اس غلامی کی زنجیر سے آزادی و رہائی دلانے کی غرض سے اللہ ربُّ العزت نے علمائے حق، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا محمود حسن دیوبندیؒ جیسے اکابر علماء کی صف بندی فرمائی۔ مسلمانانِ ہندوستان نے دونوں محاذوں کو بیک وقت قبول کیا، جس کے نتیجے میں ایک طرف مولانا محمد علی جوہرؒ انگریزوں کے خلاف آواز بلند کررہے تھے، تو دوسری جانب محمود الحسنؒ، عبیداللہ سندھیؒ جیسے محبِ وطن عالمِ دین ملت کی کشتی کو بچانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

دین و مذہب کی سالمیت اور اپنے تشخص کی حفاظت کی خاطر جو آواز مجدد الف ثانیؒ نے برِصغیر میں بلند کی تھی، اس آواز اور پیغام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے وقت کے تناظر میں اور گردشِ لیل و نہار کی روشنی میں مسلمانانِ ہندوستان اپنی حقیقی منزل کی طرف گامزن ہوئے اور آخرکار مسلمانانِ ہندوستان نے اپنی جداگانہ حیثیت اور تشخص کو نہ صرف انگریزوں، کانگریس بلکہ ہندوؤں سے بھی تسلیم کرالیا۔ مسلمانوں نے اپنی آواز، اپنا پیغام اور اپنے حقوق و مفادات کے لیے مسلم لیگ قائم کی۔ اسی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ہر محبِ وطن اور اسلام دوست شخصیات نے مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات کے حق میں آواز بلند کی۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں خطبہ الٰہ آباد میں ایک علیحدہ وطن کے قیام کی تجویز پیش کی، جس کی روشنی میں ۱۹۴۰ء میں قراردادِ لاہور منظور ہوئی اور اس قراردادِ لاہور کی روشنی میں پورے برِصغیر میں تحریکِ پاکستان کی شروعات ہوئی، جس میں مسلمانانِ ہند اور زندگی کے ہر شعبے سے وابستہ سرکردہ شخصیات نے تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ قائداعظم کے شانہ بشانہ اپنی منزل کی طرف گامزن تھی، جب کہ دوسری جانب علماء کا طبقہ بھی ایک طرف مسلم لیگ کی حمایت میں کمربستہ ہوچکا تھا، جب کہ

دوسرا گروہ متحدہ ہندوستان کی حمایت اور کانگریس کے نظریات کا حامی تھا۔ ایک طرف علماء کی صف میں مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ جیسی نامور شخصیات ہیں تو دوسری طرف قیامِ پاکستان کے حق میں مولانا اشرف علی تھانویؒ و علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے دیگر رفقاء کے ہمراہ میدانِ سیاست میں "برِصغیر کی سیاست" کے اُفق پر چھائے ہوئے تھے۔ آخرکار مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کو علماء کی حمایت اور بروقت اقدام سے کامیابی حاصل ہوئی اور مسلمانانِ ہندوستان نظریاتی اور اسلامی ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جس کے قیام کا مقصد "پاکستان کا مطلب کیا "لا الٰہ الا اللہ" تھا۔ علماء کی خدمات اور ان کے کردار کو قائداعظم محمد علی جناح نے ہر وقت سراہا اور خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ قائداعظم محمد علی جناح کی دُور اندیشی، معاملہ فہمی اور بڑے آدمی کی پہچان تھی کہ انہوں نے ارضِ پاکستان پر علماء کو یہ اعزاز اور شرف بخشا کہ پاکستان کے دونوں حصوں یعنی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں پرچم پاکستان فضاؤں میں لہرانے کا اوّلین سہرا ان ہی دین پسند اور اسلام پرست لوگوں کو عطا کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم پاکستان کے ابتدائی مسائل میں اُلجھ کر یا قدرت کے فیصلے کے آگے اپنی زندگی اپنے رب کے سپرد کر گئے۔ اس موقع پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے پاکستان میں نفاذِ اسلام و شریعت کے نفاذ کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور پاکستان میں آئین کی اسلامی تشکیل، اسلامی طرزِ حکمرانی او ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے موثر اور مخلصانہ جدوجہد میں مصروفِ عمل رہے۔ وہ تحریکِ پاکستان سے تاسیسِ پاکستان اور تعمیرِ پاکستان تک ہر ہر مرحلے اور ہر قدم پر ایک پُرجوش اور مخلص قومی و ملی راہنما کے طور پر اپنا ہمہ جہت اور قائدانہ کردار ادا کرتے رہے۔ پاکستان کے حوالے سے ان کی ملی و سیاسی خدمات تاریخِ پاکستان کا ایک قابلِ انتخاب، روشن اور تاریخ ساز باب ہے، جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کی سیاسی و ملی خطرات کو اجاگر کرنے کے لیے میں نے اسے موضوعِ تحقیق بنایا، جس کی ضرورت و اہمیت ایک مسلمہ امر اور تاریخی حقیقت ہے۔

موضوع کی ضرورت اور اہمیت دُورِ حاضر میں اور آئندہ مستقبل میں بھی امورِ سیاست میں نمایاں اور معاون و مددگار ہوگی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک مذہبی و علمی شخصیت کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی شعور و ادراک کے بھی دُرِ شہوار تھے۔ آپ نے اس مملکت کے قیام میں اور بعد میں اس کے استحکام میں اپنی ضعیف العمری کے باوجود وہ کام کیا جن کو دورِ حاضر کے حالات کی روشنی میں منظرِ عام پر لا کر نہ صرف پاکستانی عوام میں بلکہ بعض سیاسی و مذہبی گروہوں میں قیامِ پاکستان کے حقیقی مقاصد کو اجاگر کرتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایّام اس مملکتِ خداداد پاکستان میں دینِ اسلام کے نفاذ اور شریعت کے احکام کو نافذ کرنے میں صرف کیے آپ کی حیات و خدمات نہ صرف تحریک و تاریخِ پاکستان سے واقفیت کا ایک مستند اور معتبر ذریعہ ہے، بلکہ یہ دورِ حاضر اور آئندہ مستقبل میں بھی مشعلِ راہ کا کام دے گی۔ مشاہیرِ تحریک و قیامِ پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ معمارِ ثانی کے طور پر نمایاں ہیں۔ اب یہ ہماری ذمہ داری

تحقیق کا طریقہ کار

میں نے اپنے تحقیقی مقالے کا علمی اور تحقیقی اسلوب میں آغاز کیا، اس حوالے سے اپنے گائیڈ/ سپروائزر محترم ڈاکٹر حافظ محمد ثانی سے ہدایات لیتا رہا، تحقیقی کام میں ان کی معاونت و نگرانی ہر سطح پر رہی۔ نیز اس موضوع پر کام کے دوران میں نے اس سے متعلقہ لٹریچر کا بھرپور اور موثر انداز میں مطالعہ کیا۔

ملک کی معروف لائبریریوں اور کتب خانوں سے جن میں قائداعظم اکیڈمی کراچی، پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی، کتب خانہ وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی، کتب خانہ آل پاکستان ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی، بیدل لائبریری کراچی، علامہ شبیر احمد عثمانی لائبریری کراچی، محمود حسین لائبریری جامعہ کراچی، مدینۃ الحکمۃ ہمدرد لائبریری کراچی، کتب خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی، خالد اسحاق لائبریری کراچی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کی لائبریری، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، لائبریری پنجاب یونیورسٹی، لاہور، کلیہ معارف اسلامیہ لائبریری پشاور، وفاقی شرعی عدالت لائبریری، اسلام آباد، مجلس علمی لائبریری، کراچی، سندھ یونیورسٹی لائبریری، سندھیالوجی لائبریری، جامشورو اور ملک کی کئی ایک معروف لائبریریوں سے استفادہ کرتا رہا۔ نیز جدید مواصلاتی اور ابلاغی ذرائع ای میل، انٹرنیٹ، معروف رسائل و جرائد بھی زیر مطالعہ و استفادہ رہے۔ تحقیقی عمل کے دوران موضوع سے متعلق مواد سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔ اسلوب تحقیق اور تحقیق کے طریقہ کار کے حوالے سے یہ وضاحت ضروری ہے کہ عصر حاضر میں تحقیق کے جو جدید اسالیب اور طریقہ کار مروج ہیں جنہیں لائبریری سائنس کے اصولوں پر وضع کیا گیا ہے، وہ اسالیب اور طریقہ کار میرے پیش نظر رہے ہیں۔ چنانچہ متعلقہ موضوع پر قدیم وجدید مآخذ و مراجع سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔ متعلقہ موضوع پر انٹرنیشنل رسائل و جرائد، اخبارات، ریسرچ جرنلز حتیٰ کہ انٹرنیٹ اور جدید تیکنیکی ذرائع سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا۔ دوران تحقیق میں مسلسل اپنے گائیڈ/ سپروائزر محترم ڈاکٹر حافظ محمد ثانی سے رابطے میں رہا اور تحقیق کے حوالے سے ان کی ہدایات اور مشورے پر عمل کرتا رہا۔ علاوہ ازیں موضوع سے متعلق ملک بھر کے معروف اسکالرز سے بھی رابطے میں رہا اور ان کے مشورے بھی میرے لیے مفید ثابت ہوئے۔ علاوہ ازیں متعلقہ موضوع پر جن ذرائع سے بھی تحقیقی عمل میں مجھے مدد مل سکتی تھی ان سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔

سیّد شعیب اختر

باب
1

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے
حالات زندگی کا اجمالی جائزہ

باب اول

فصل اوّل

ولادت، نام ونسب، آبائی تعلق:

پیدائش:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱) ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۹؍اکتوبر ۱۸۸۵ء (۲) کو ہندوستان (۳) کے صوبے یوپی (۴) (United Provinces) کے شہر بجنور (۵) میں پیدا ہوئے۔ بعض روایتوں کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۸۸۸ء بھی تحریر کی گئی ہے۔

نام ونسب:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تصانیف، مضامین اور خطوط میں اپنے نام کا شبیر احمد عثمانیؒ کے الفاظ سے جا بجا ذکر کیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا نام شبیر احمد ہے اور آپ کا سلسلۂ نسب تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ (۶) سے جا ملتا ہے، لیکن آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف "فتح الملہم" (۷) شرح مسلم کے ٹائٹل اور آپ کی تفسیر یا فوائد قرآنی کے اختتام پر اپنے قلم سے تحریر کیے ہوئے الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دراصل آپ کے والد محترم نے آپ کا نام فضل اللہ (۸) رکھا تھا، چنانچہ فوائد کریم کے اختتامیہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

العبد الفقیر فضل اللّٰہ المدعوبه شبیر احمد

یعنی عبد فقیر فضل اللہ المدعو بہ شبیر احمد ابن مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ۔ اور میرے والد نے میرا نام فضل اللہ رکھا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ابن مولانا فضل الرحمن عثمانی، قد کان ابی سمانی فضل اللّٰہ و کان نشیداً
ذالك فضل اللّٰہ یوتیه من یشاء ولو کره الاعداء من کل حاسد(۹)
(یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے، اگرچہ دشمن حاسد کو ناگوار گزرے)

اور اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی فتح الملہم کے ٹائٹل صفحات پر تحریر کیا:

فتح الملہم العبد الفقیر الفضل اللہ المدعو بہ شبیر احمد الدیوبندی العثمانی(۱۰)

ان عبارتوں سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ حقیقی معنوں میں آپ کا اسمِ گرامی فضل اللہ ہے، جو آپ کے پدر(۱۱) بزرگوار نے رکھا تھا۔ لیکن شبیر احمد کے نام سے آپ لوگوں کی زبان پر آتے رہے اور آخر کار یہی نام زیادہ مشہور اور رائج ہوا کہ خود بھی اپنے آپ کو اسی نام سے موسوم کرتے تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد فضل الرحمٰنؒ(۱۲) نے بعض صاحبزادوں کا نام عزیز الرحمٰنؒ(۱۳)، حبیب الرحمٰنؒ(۱۴)، مطلوب الرحمٰنؒ(۱۵)، خلیل الرحمٰنؒ(۱۶) رکھا تھا اور دوسری اہلیہ کے لڑکوں میں بعض کا نام فضل الرحمٰن کے مناسبت سے فضل حقؒ(۱۷) اور آپ کا فضل اللہؒ(۱۸) تجویز فرمایا۔

شبیر احمد کے نام سے آپ کو کس نے پکارا، یہ پردۂ گمنامی میں ہے۔ حیاتِ عثمانی کے مصنف پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی کا کہنا ہے کہ:

چوں کہ شبیر احمد عثمانیؒ ۱۰ محرم الحرام کے دن یعنی عاشورہ(۱۹) محرم میں پیدا ہوئے، اس لیے حضرت امام حسینؓ(۲۰)(۶۲۶ء۔۶۸۰ء) کے یومِ شہادت کے باعث ان کے لقب یعنی شبیر کے نام سے شہرت پائی۔(۲۱)

فوائد قرآن، فتح الملہم اور خود نوشتہ تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اصل نام فضل اللہ(۲۲)، آپ کے والد کا نام فضل الرحمٰن(۲۳) اور سلسلۂ نسب عثمانی(۲۴) اور وطن دیوبند(۲۵) تھا۔(۲۶)

والد کا نام گرامی:

شبیر احمد عثمانیؒ کے والد کا نام مولانا فضل الرحمٰنؒ(۲۷) تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن دیوبند(۲۸) میں حاصل کی تھی، آپ اپنے ہم عصروں میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے دہلی(۲۹) کالج میں داخلہ لیا اور مولانا مملوک علیؒ(۱۸۵۰ء)(۳۰) کے سامنے زانوئے تلامذہ ہوئے جہاں سے ملک کے مشاہیر آسمانِ علم پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ آپ بھی اس کالج کے سند یافتہ تھے، فارسی ادب میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔(۳۱)

مولانا فضل الرحمٰنؒ کا شمار فارسی کے زبردست شاعر میں ہوتا تھا۔ استاذ مولانا سیّد احمد حسینؒ(۳۲) جو کہ دار العلوم دیوبند کے استاذ تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب حیات شیخ الہند میں آپ کو "خاقانِ ہند"(۳۳) کے لقب سے یاد کیا ہے۔ حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسمؒ(۱۲۴۷ھ۔۱۸۳۱ء۔۱۲۹۸ھ۔۱۸۸۰ء)(۳۴) بانی دار العلوم دیوبند کے مرثیے اور تاریخ وفات کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

مولانا عزیز الرحمٰنؒ(۳۵) مفتی مدرسہ دار العلوم اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ(۳۶) کے والد ماجد خاقانِ ہند مولانا فضل الرحمٰنؒ قدیم رکن مدرسہ نے ایک دل گداز طویل مرثیہ(۳۷) نظر فرمایا۔

خاندانی شرافت اور علمی لیاقت کے باعث حکومتِ ہند نے آپ کو ڈپٹی مدارس(۳۸) کے عہدے پر فائز کیا۔ چنانچہ یوپی(۳۹) کے مختلف اضلاع(۴۰) میں خاص طور پر ضلع بجنور(۴۱) میں ڈپٹی انسپکٹر محکمہ تعلیم رہے اور پھر پنشن لے کر

فارغ ہوئے۔

ملازمت سے فارغ ہو کر علمی شغل سے خود کو وابستہ کیے رکھا، جس زمانے میں مولانا قاسمؒ دارالعلوم کی تحریک میں مصروف تھے، اس وقت آپ ان کے معاون کی حیثیت سے آگے بڑھے اور مدرسہ عالیہ کی بنیادی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے ایک مکتوب جو کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نام تحریر فرمایا اس میں کہتے ہیں:

دارالعلوم بہرحال سب مسلمانوں کی متاع ہے جنہوں نے دو چار حروف وہاں رہ کر پڑھے ہیں ان کا عزیز ترین مربی ہے اکابرؒ کی امانت ہے ان بزرگوں کا لگایا ہوا پودا ہے، جن میں ایک نام میرے والد (مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ) کا تھا۔ (۴۲)

مولانا حبیب الرحمٰنؒ مہتمم (۴۳) دارالعلوم دیوبند ۱۳۲۴ھ (۴۴) بہ مطابق ۱۹۰۷ء کی روئیداد میں فرماتے ہیں، علم و ادب میں خاص ملکہ حاصل تھا، فارسی میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے، نظم و نثر عربی و فارسی نہایت پاکیزہ و متین ہوتی تھی، تاریخ گوئی میں اس زمانے میں ایسا ملکہ دیکھا نہیں گیا، آپ کی نظم و نثر کا عمدہ مجموعہ مرتب موجود ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ اپنے تبحر علمی اور خاندانی شرافت کی بنا پر ذی اثر اور صوبہ یوپی میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ نے دو شادیاں کیں، دونوں زوجہ سے آپ کے بارہ (۱۲) بچے پیدا ہوئے، جن میں دو صاحبزادیاں ”صغریٰ بیگم“ اور ”صدیقہ بیگم“ شامل ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ نے ۱۲۸۳ھ بہ مطابق ۱۸۶۶ء سے لے کر ۱۳۲۵ھ بہ مطابق ۱۹۰۷ء تک ۴۲ بیالیس سال دارالعلوم کی مخلصانہ اور بے لوث خدمت کی اور عمر کے آخری وقت تک مدرسہ کے رکن رہے، آخر کار ۳ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ بہ مطابق ۱۵ جون ۱۹۰۷ء کو بروز ہفتہ بوقت ظہر اس فانی دنیا سے کوچ فرمایا۔ (۴۵) پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی فرماتے ہیں:

”دارالعلوم کے صدقہ جاریہ کے سلسلے میں جن لوگوں کو بے انتہا ثواب سے روز جزا نوازا جائے گا، ان میں مولانا فضل الرحمٰنؒ کا نام بھی شامل ہوگا۔“ (۴۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا خاندان:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا سلسلۂ نسب تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ (۴۷) دیوبند کی آبادی سادات (۴۸)، صدیقی (۴۹) اور عثمانی (۵۰) خاندان کے صحیح النسب اصحاب اپنی امتیازی شان کے ساتھ بکثرت موجود ہیں۔ اس قصبہ میں خاندان عثمانی کی بنیاد کب پڑی، اس سلسلے میں ”تاریخ دیوبند“ کے مصنف مولانا ”سید محبوب رضوی“ وہاں کے بزرگوں کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”پانچویں بزرگ خواجہ ابوالوفا عثمانی میں خواجہ صاحب شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی ابن عم (چچا زاد بھائی) ہیں۔ حضرت کبیر الاولیاء پانی پتی کا زمانہ وفات ۷۲۵ھ-۱۳۲۴ء ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شیخ ابوالوفا دیوبند کے ہیں، آٹھویں صدی ہجری کے کسی حصے میں سکونت پذیر ہوئے تھے، محلہ محل میں ان کا مزار ہے۔ شیخ ابوالوفا کی ذات میں اللہ نے بڑی برکت

دی۔ دیوبند کے تمام عثمانی شیوخ ان کی ہی اولاد میں ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن اکبر جو حضرت عثمانؓ (۵۱) کی چھٹی پشت میں حسب روایات اقتباس الانوار مدینہ منورہ (۵۲) سے ترک وطن کر کے گازرونی علاقہ ماوراء النہر (۵۳) میں سکونت پزیر ہوئے، ان کی تیرہویں پشت میں شیخ الدین دیوبند تشریف لائے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ (۵۴)

شجرۂ نسب:

شبیر احمد عثمانیؒ کا شجرۂ نسب تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ سے ملتا ہے۔ (۵۵) شبیر احمد عثمانیؒ کے بھائی مولوی اصغر سعید احمد نے جو شجرہ دیوبند کو تحریر کر کے دیا اس کے مطابق شجرہ یہ ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بن مولانا فضل الرحمٰنؒ بن مراد بخش بن غلام محمدؒ بن غلام نبیؒ بن لطف اللہ بن محمد عاشقؒ بن شیخ فرید عثمانیؒ بن ابو محمدؒ بن محمد حافظؒ بن شیخ مولانا محمدؒ بن خواجہ عبدالملکؒ بن عبدالعزیزؒ بن عبدالحکیمؒ بن سعیدؒ بن شیخ احمدؒ بن خواجہ فضل اللہؒ بن خواجہ ابوالوفاؒ بن عبیداللہؒ بن حسینؒ بن عبدالرزاقؒ بن عبدالحکیمؒ بن حسنؒ بن عبداللہؒ عرف ضیاء الدین بن یعقوبؒ عرف معز الدین بن عیسیٰؒ بن اسمٰعیلؒ بن محمدؒ بن ابا بکرؒ بن علیؒ بن عثمانؒ بن عبداللہ حرمانیؒ ابن عبدالرحمٰنؒ گازرونی بن عبدالعزیز ثالثؒ بن خالدؒ بن ولیدؒ بن عبدالعزیز ثانیؒ بن شہاب الدینؒ المعروف عبدالرحمٰن اکبرؒ بن عبداللہ الثانیؒ بن عبدالعزیزؒ بن عبداللہ الکبیرؒ بن عمروؒ بن امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۵۶)

مذکورہ بالا شجرے کی ترتیب سے معلوم ہوا کہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت عثمان غنیؓ سے تینتالیسویں پشت پر واقع ہیں۔ اس شجرے کا اختتام خلیفہ ثالث پر ان افراد کے لیے بالخصوص علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے لیے باعث فخر ہے کہ ان کی رگوں میں حضرت عثمان غنیؓ کے خون کی آمیزش ہے۔ (۵۷)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے خطبہ "ترک موالات" (۵۸) میں جو آپ نے جمعیت العلماء (۵۹) ہند دہلی (۶۰) کے عظیم الشان اجلاس منعقدہ ۱۹،۲۰،۲۱ نومبر ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء (۶۱) زیر صدارت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۶۲) میں پڑھا تھا، ایک جگہ آپ نے اپنے سلسلۂ نسب پر فخریا فرطِ محبت و مسرت میں علماء اور شرکاء جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ کے منبر پر فرمایا تھا کہ:

ایہا الناس انکم الی امام مقال احرج منکم الی امام قوال (۶۳)

"اے لوگو! یقیناً تم کو بہت زیادہ کلام کرنے والے پیشوا سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے پیشوا کی ضرورت ہے۔" (۶۴)

علامہ شبیر عثمانی کا شجرہ زریں:

علامہ شبیر احمد عثمانی کے بہن بھائیوں کی تعداد کو قلمبند کرنا بھی ضروری امر ہے۔ اس سلسلے میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے بھائی بابو فضل حق عثمانی کی تحریر سے بقیہ نیچے کا شجرہ پیش کیا جاتا ہے۔(۶۵)

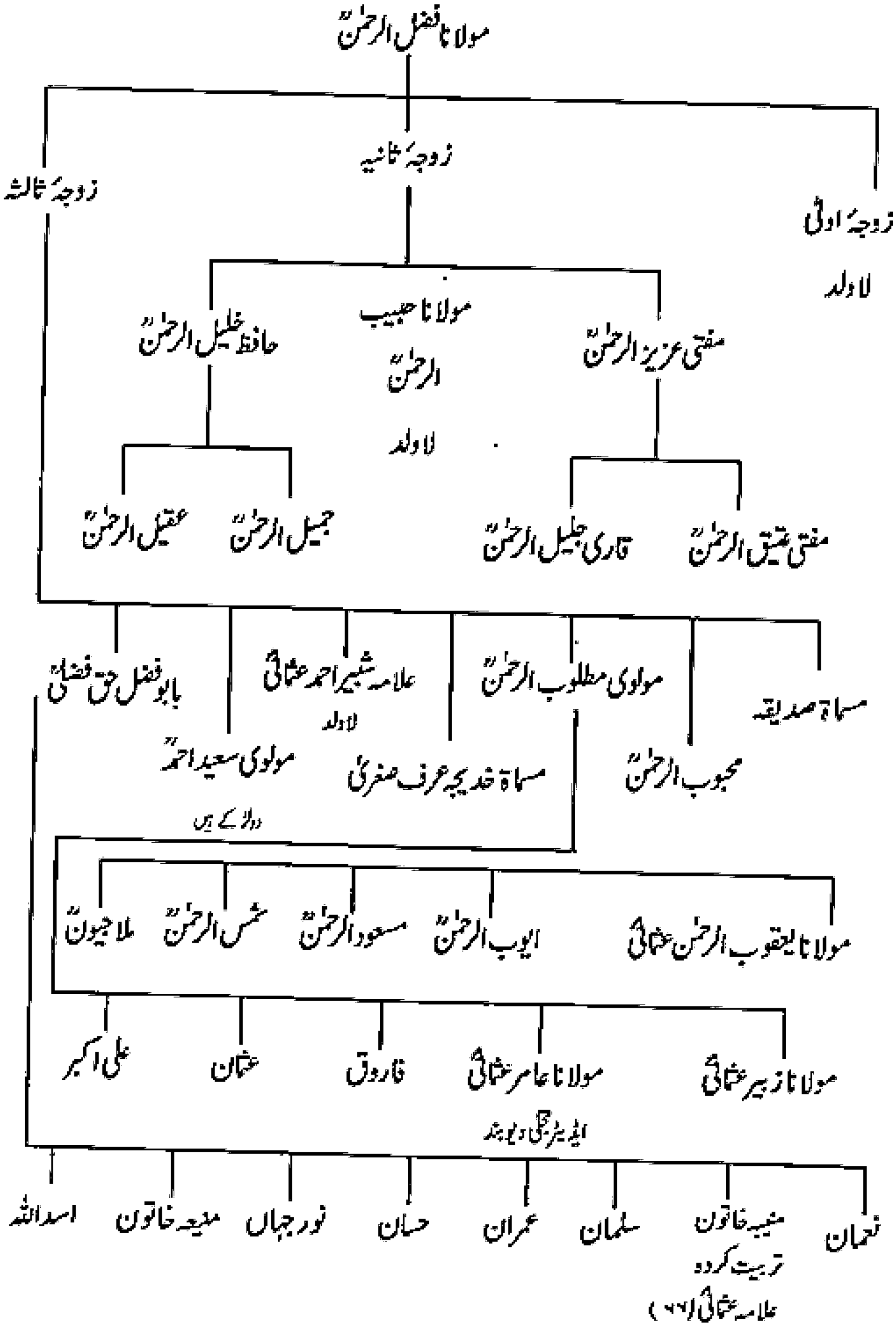
مولانا فضل الرحمنؒ
زوجۂ اولیٰ
لاولد
زوجۂ ثانیہ
زوجۂ ثالثہ
مفتی عزیز الرحمنؒ
مولانا حبیب الرحمنؒ
لاولد
حافظ خلیل الرحمنؒ
مفتی عتیق الرحمنؒ
قاری جلیل الرحمنؒ
جمیل الرحمنؒ
عقیل الرحمنؒ
مساۃ صدیقہ
محبوب الرحمنؒ
مولوی مطلوب الرحمنؒ
مساۃ خدیجہ عرف صغریٰ
علامہ شبیر احمد عثمانی
لاولد
مولوی سعید احمدؒ
دو لڑکے ہیں
بابو فضل حق فضلی
مولانا یعقوب الرحمن عثمانی
ایوب الرحمنؒ
مسعود الرحمنؒ
شمس الرحمنؒ
ملا جیونؒ
مولانا زبیر عثمانی
مولانا عامر عثمانی
ایڈیٹر تجلی دیوبند
فاروق
عثمان
علی اکبر
نعمان
منیبہ خاتون
تربیت کردہ
علامہ عثمانی (۶۶)
سلمان
عمران
حسان
نور جہاں
مدیحہ خاتون
اسد اللہ

علامہ عثمانیؒ کے بھائی اور بھتیجے:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۶۷) کے والد مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ (۶۸) خوش نصیب انسان تھے کہ ان کی اولاد میں کئی ہستیاں نہ صرف قابلِ فخر خاندان تھیں بلکہ اگر ان کو فخرِ اسلام کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، ایسی مقتدر اور قابلِ عزت ہستیوں میں بحر الفقہا استاذ مفتی عزیز الرحمٰنؒ، فخر العلماء مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۶۹) اور خود علامہ شبیر احمد عثمانیؒ آسمانِ علم و فضل کے آفتاب اور ماہتاب تھے اور بھتیجوں کے متعلق پوچھیے تو ان میں مولانا محبوب الرحمٰنؒ (۷۰) کے صاحبزادے مولانا یعقوب الرحمٰن عثمانیؒ (۷۱) اور مفتی عزیز الرحمٰنؒ (۷۲) کے صاحبزادے مفتی عتیق الرحمٰنؒ نہایت فہمیدہ، سنجیدہ اور صاحبانِ علم و فضل سمجھے جاتے ہیں، ان کے علاوہ برادر زادوں میں مولانا عامر عثمانیؒ اور زبیر عثمانیؒ رسالہ تجلی دیوبند کے مدیر اور ایڈیٹر ہونے کی حیثیت میں اپنی ضیاپاشیاں بکھیرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ (۷۳)

علامہ عثمانیؒ کے برادر عزیز کے نام مبارک یہ ہیں:

مولانا عزیز الرحمٰنؒ

مولانا خلیل الرحمٰنؒ

مولانا حبیب الرحمٰنؒ

مولانا محبوب الرحمٰنؒ

مولانا مطلوب الرحمٰنؒ

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

مولانا سعید الرحمٰنؒ

مولانا بابو فضل حقؒ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے والد مولانا فضل الرحمٰنؒ نے دو شادیاں کیں تھیں، جن سے کل بارہ بچے پیدا ہوئے، جن میں دو صاحبزادیاں تھیں، بعض روایتوں کے مطابق آپ کی تین زوجہ تھیں۔ زوجہ اول سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ باقی دو کے اولاد ہوئیں، علامہ عثمانیؒ مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ کی دوسری زوجہ سے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ دو تھیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) صغریٰ بیگم (۷۴)

(۲) صدیقہ بیگم

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ کی دوسری زوجہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے تین بھائی مولانا مطلوب الرحمٰنؒ (۷۵)، مولانا سعید الرحمٰنؒ (۷۶) اور بابو فضل الحق (۷۷) اور ایک بہن محترمہ صدیقہ بیگم بقید حیات تھیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے جوہر اور آفتاب پر علم انور کی ضیا پاشیاں کیں ان کا مختصر طور پر تذکرہ ضروری محسوس ہوتا ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے یہ برادر عزیز نہایت ہی عابد و زاہد، متقی اور پرہیزگار تھے۔ علم فقہ میں زبردست بصیرت رکھتے تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۷۸) کی خدمت میں رہ کر علم حدیث اور علوم فقہ میں دسترس حاصل کی۔ مولانا رفیع الدینؒ (۷۹) جو اپنے عہد زمانہ کے ولی صفت انسان تھے، ان سے مفتی عزیز الرحمٰنؒ بیعت تھے اور آخرکار ان کے خلیفۂ اعظم بنے۔ (۸۰)

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ اگرچہ دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس کے عہدے پر بھی مامور تھے لیکن آپ کے اصل فرائض منصبی میں فتویٰ نویسی کی خدمات کا انجام دینا بھی شامل تھا، جہاں آپ نے ہزاروں طالب علموں کو حدیث و تفسیر کی تعلیم دی وہاں دارالعلوم کے دوران ملازمت میں تقریباً اٹھارہ ہزار ۱۸۰۰۰ فتویٰ تحریر کیے۔ مہتمم کی غیر موجودگی میں اہتمام کا کام بھی سر انجام دینے میں مصروف تھے۔ دارالعلوم کے خزانے کی ایک چابی آپ کے پاس ہوتی تھی، جو آپ کی دیانت اور امانت پر واضح اور روشن دلیل تھی۔ نہایت سیدھے سادے، بھولے بھالے خاموش پسند، مرنجان مرنج بزرگ تھے۔ "حیاتِ عثمانی" کے مصنف انوار الحسن شیرکوٹی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے متعلق فرماتے ہیں۔

مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ تم نے فرشتے کو دیکھا ہے تو میں اس کا جواب صرف اتنا ہی دوں گا کہ دیکھا ہے اگر کوئی مجھ سے اس فرشتے کی شکل و صورت وضع قطع سیرت و عادت اور نام کے متعلق سوال کرے تو میں کہوں گا کہ اس فرشتے کا نام مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ ہے سفید باریش با شرع باریش مبارک، نورانی چہرہ، چھوٹا قد، سر پر نیفے، بغل میں کرتا، مفلی پاجامہ، کرتے پر صدری، صدری میں جیبی گھڑی، آنکھوں پر عینک، ہاتھوں میں بید یا لکڑی کی چھڑی، گھر سے دارالعلوم اور مدرسے سے گھر تشریف لاتے اور جاتے رہتے تھے۔

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ دیکھنے میں فرشتہ تھے اور صورت میں انسان، فقہ اور تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویر تھے، آخر عالمِ جہاں انقلاب اور کروٹیں بدلتا رہتا ہے آپ کی زندگی میں بھی انقلاب آیا۔ ۱۳۴۶ھ بہ مطابق ۱۹۲۸ء میں آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) ضلع گجرات کی ملازمت اختیار فرمائی اور آخر ۱۷ جمادی الآخر ۱۳۴۷ھ بہ مطابق ۱۹۲۹ء کو دیوبند میں وفات پائی اور مولانا محمد قاسمؒ کے قریب دفن ہوئے۔

……حواشی و حوالہ جات، فصل اوّل……

(۱) انجم، زاہد حسین/ مشاہیر تحریک پاکستان، مکتبہ امتیاز، لاہور، س ن، ص ۱۱۳

M.D.Zafar / Pakistan Studies, lahore, Aziz Book Depot, 1982.pp153☆

☆ رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۲۳۵

☆ عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۵۳۲

☆ حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، نوشہرہ، جامعہ ابوہریرہ، ۲۰۰۶، ص ۱۴

☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، نذیر سنز، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۳۴۵

(۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ۲۰۰۰، ص ۲۹

☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۳۴۵

☆ سید قاسم محمود/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، الفیصل پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲، ص ۵۹۴

☆ ہاشمی عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، کراچی، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۶۵، ص ۳۱۷

☆ قریشی، اشتیاق حسین، ڈاکٹر/ جدوجہد پاکستان، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۷، ص ندارد

☆ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، لاہور، فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی، ص ۲۰۹

(۳) مہتاب منظر، ڈاکٹر/ بین الاقوامی سیاست، نئی دہلی، عفیف پرنٹرز، ۱۹۹۹، ص ۷۰

(۴) UP: ہندوستان کا ایک صوبہ جس میں ہندوستان کے چند بڑے شہروں کو ملا کر ایک متحدہ صوبہ کا نام یوپی United Prorince رکھا گیا
اسی متحدہ یوپی کا ایک ضلع بجنور میں ہے جس نے کئی تاریخ ساز شخصیات کو جنم دیا۔

Choudhary, Mohd Azam, Dr/ Pakistan Studies,Karachi, 2005, pp.156.57☆

(۵) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، لاہور، فیکٹ پبلی کیشنز، ص ۲۶

(۶) چراغ، محمد علی/ حضرت عثمان غنیؓ، لاہور، نذر سنز، ۲۰۰۳، ص ۷

(۷) عثمانی، شبیر احمد/ فتح الملہم، لاہور، تالیفات اسلام، س ن ندارد، ص ۲

(۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، کراچی، الحمد اکیڈمی، ۱۹۸۵، ص ۵۵

☆ شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، ۲۰۰۰، ص ۳۰

(۹) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۹

(۱۰) ایضاً، ص ۳۰

(۱۱) فیروزالدین، مولوی/ فیروز اللغات، لاہور، س ن ندارد، ص ندارد

M.D.Zafar / Pakistan Studies,pp155☆

(۱۲) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۱

(۱۳) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، کراچی، مکتبہ المعارف کراچی، ۲۰۰۳، ص ۶۳

(۱۴) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۶

(١٥) ایضاً

(١٦) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، لاہور، ادارہ پاکستان شناسی، ٢٠٠٢ء، ص ندارد

(١٧) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

(١٨) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ٢٩

(١٩) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ١٦

(٢٠) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ١٢٥

(٢١) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ٣٠

(٢٢) ایضاً

(٢٣) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ٥٠ مثالی شخصیات، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ١٩٩٧ء، ص ١٢٧

(٢٤) سید قاسم محمود/ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

☆ حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ١٢

(٢٥) خان، ظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، کراچی، طاہر سنز، ١٩٩٣ء، ص ١٣

(٢٦) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ٨٠

(٢٧) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ١٩٦

(٢٨) گیلانی، سید مناظر احسن، مولانا/ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن، کراچی، ادارہ مجلس نشریات اسلام، س ندارد، ص ٣١

(٢٩) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک و ہند کے تعلیمی و ادبی ادارے، کراچی، نیشنل کالج ١٩٧٦ء، ص ندارد

(٣٠) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ١٠٩

☆ ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ندارد

(٣١) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ٣٣

(٣٢) سید اصغر حسین/ حیات شیخ الہند، لاہور، سن ندارد، ص ١٧

(٣٣) فیروز الدین، مولوی/ فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز، ص ٥٨١

خاقان ہند (سلطان یا بادشاہ) خاقان ترکی زبان کا لفظ ہے اور یہ لفظ چین اور ترکستان کے بادشاہوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ آپ کو بھی اسی لقب سے آپ کے استاد محمود الحسن دیوبندی نے نوازا تھا۔

(٣٤) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ٥٠ مثالی شخصیات، ص ٢٥

مرثیہ

مرثیہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی رونا، آہ و زاری کرنا وہ نظم جس میں مردے کے اوصاف، وہ نظم جس میں شہدائے کربلا اور ان کے مصائب کا ذکر کیا گیا ہو، مرثیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(٣٥) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ٢٥٨

(٣٦) ایضاً

(٣٧) فیروز الدین، مولوی/ فیروز اللغات، ص ١٢٢٥

(٣٨) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ١٢

(٣٩) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، لاہور، شیخ اکیڈمی، ١٩٧٦ء، ص ٣٦

M.D.Zafar / Pakistan Studies,pp154☆

(۴۰) اضلاع:

☆ضلع کی جمع ہے چند شہروں کو یکجا کر کے اضلاع بنایا جاتا ہے

(۴۱) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، لاہور، فیکٹ پبلی کیشنز، ص ۴۶

(۴۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۲

(۴۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۲۷

(۴۴) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۳۳۱

(۴۵) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد

(۴۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۳

(۴۷) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، نوشہرہ، ص ۱۱

(۴۸) فیروز الدین، مولوی/ فیروز اللغات، ص ۷۶۲

(۴۹) سلسلہ صدیقی:

صدیقی خاندان کے لوگ خود کو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نسب سے اپنی شناخت کراتے ہیں صدیقی خاندان کے بزرگ شخصیات ۱۲ ویں صدی میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں آکر آباد ہوئے تھے ان لوگوں کا سلسلہ خاندان آج بھی پاک و ہند کے بڑے بڑے شہروں میں آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

(۵۰) سید قاسم محمود/ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۷۲۰

سلسلہ عثمانی:

حضرت عثمان غنیؓ جو کہ خلیفہ سوم اور داماد رسول اللہؐ تھے ان کی نسبت سے تعلق رکھنے والے خاندان "عثمانی" سلسلے کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کا خاندان بھی ان ہی خلیفہ سوم سے وابستہ تھا اور اس بات کا برملا اظہار علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی کتابوں اور بعض خطبات میں فرمایا کہ ان کا اور ان کے خاندان کا تعلق و نسب "حضرت عثمانؓ" سے ہے۔

(۵۱) چراغ، محمد علی/ سیرت حضرت عثمانؓ، لاہور، نذیر سنز، ص ۱۸

(۵۲) مصباح الدین شکیل، شاہ/ سیرت احمد مصطفیٰ، کراچی، پاکستان اسٹیٹ آئل، ص ندارد

(۵۳) چراغ، محمد علی/ حضرت عثمان غنیؓ، ص ۱۲۵_۱۲۷

(۵۴) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸

(۵۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، کراچی، العارف القرآن، ۲۰۰۰ء، ص ۳۳

(۵۶) ایضاً

(۵۷) ایضاً

(۵۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۱۹

(۵۹) میاں، سید محمد/ جمعیت العلماء کیا ہے، لاہور، مکتبہ محمدیہ، سن ندارد، ص ۱۵۸

A. Aziz / Discovery of Pakistan / Lahore, 1964, pp.360-63☆

(۶۰) سعید، وسیم احمد/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ندارد

S. Moin-ul- Haq / A History of the Freedom Movement, 1961, pp.213-20☆

(۶۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، لاہور، دار الشعور، ص ۱۲۷
(۶۲) سید محمد میاں، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، لاہور، مکتبہ محمودیہ ۱۹۹۹ء، ص ۱۳۶
(۶۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ادارہ المعارف، ۲۰۰۰ء، ص ۳۵
(۶۴) ایضاً
(۶۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۶
(۶۶) ایضاً
(۶۷) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۴۷
(۶۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۶۹) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۷
(۷۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۶
(۷۱) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۲۶۸
(۷۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۵۸
(۷۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۸
(۷۴) ایضاً
(۷۵) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، ص ۱۸
(۷۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۹۷ء، ص ۴۶
(۷۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانیؒ، ص ۲۵
(۷۸) محمود احمد، حکیم/ علمائے دیوبند کا ماضی، لاہور، ادارہ نشر التوحید و السنت، ۲۰۰۳ء، ص ۱۵۷
(۷۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۹۰
(۸۰) بجنوری، عزیز الرحمٰن، مفتی/ تذکرہ مشائخ دیوبند، کراچی، ۱۹۶۴ء، ص ۴۰۲

* * *

فصل دوم

تعلیم کا آغاز، ابتدائی تعلیم، اعلیٰ دینی تعلیم

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا عہد تعلیم:

۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۴ء سے ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۸ء

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ملتِ اسلامیہ پاک و ہند کے عظیم عالم دین تھے۔ ملت اسلامیہ کے اس عظیم فرزند کے عہد تعلیم و اعلیٰ دینی تعلیم کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

رسم ’’بسم اللہ شریف‘‘:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سب سے پہلے استاد جنہوں نے آپ کی رسم ’’بسم اللہ شریف‘‘ کرائی، ان کا نام حافظ محمد عظیم دیوبندیؒ (۱) تھا (۲)۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق غالب خیال یہ ہے کہ عربی کا قاعدہ شروع کیا گیا ہوگا جو ’’قاعدہ بغدادی‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس بات کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا ممکن ہے کہ اردو قاعدے سے تعلیم کا آغاز ہوا ہو لیکن چونکہ والدین دارالعلوم دیوبند سے وابستہ تھے اس لیے ممکن ہے کہ بغدادی قاعدے سے ہی زمانے کے دستور کے مطابق آغاز ہوا ہوگا (۳) بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ والد مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ (۴) نے کسی گتے کے ٹکڑے پر ’’الف، ب‘‘ لکھ دی ہو اور حافظ محمد عظیم دیوبندیؒ سے ابتدا کرادی گئی، اس وقت شبیر احمد عثمانیؒ کی عمر چھ سال تھی (۵)، رسم بسم اللہ کا سن ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۴ء تھا (۶) جب کہ تاریخ ابھی تک تحقیق کے مراحل سے ناآشنا ہے یعنی ماہ اور تاریخ گمنامی کے پردے میں ہیں۔ (۷)

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جب قاعدہ کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو شوال کے ماہ ۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۸۹۵ء (۸) میں دارالعلوم

دیوبند(۹) میں داخل ہوئے(۱۰) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں قرآن پاک حافظ نامدار خانؒ(۱۱) سے بھی پڑھا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رپورٹ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ۱۳۱۲ھ بہ مطابق ۱۸۹۵ء(۱۲) میں "سورۃ الحمد" سے "سورۃ النازعات" تک کا امتحان دیا کیوں کہ دارالعلوم دیوبند کی ۱۳۱۱ھ بہ مطابق ۱۸۹۴ء کے سالانہ رپورٹ میں آپ کا نام درج نہیں ہے۔(۱۳)

۱۳۱۳ھ بہ مطابق ۱۸۹۶ء اور ۱۳۱۴ھ بہ مطابق ۱۸۹۷ء(۱۴) میں بھی سالانہ رپورٹ میں آپ کا نام شامل نہیں ہے۔ غالب خیال یہ ہے کہ ان دو سالوں میں آپ والد فضل الرحمٰن عثمانیؒ کے ہمراہ ملازمت میں ان کے ساتھ ہوں گے اور وہیں رہ کر قرآن کریم اور بعض اردو کی کتابیں پڑھی ہوں گی۔(۱۵)

۱۳۱۵ھ بہ مطابق ۱۸۹۸ء کے سالانہ روئیداد میں آپ طلبہ کی فہرست میں شامل نظر آتے ہیں اور پھر متواتر آپ کی تعلیمی روئیداد ۱۳۲۵ھ بہ مطابق ۸-۱۹۰۷ء تک جاری رہا۔(۱۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قرآن کریم اور اردو کی کتابوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے فارسی کی ابتداء دارالعلوم کے فارسی استاد منشی منظور احمدؒ سے کی اور بعد ازاں استاذ مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ(۱۷) مفتی اعظم پاکستان کے والد مولانا محمد یاسینؒ(۱۸) صدر مدرس شعبہ فارسی دارالعلوم سے فارسی سے پڑھ کر اور بہتر کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتی اس لیے ہم آپ کو دارالعلوم کی سالانہ رپورٹوں سے علامہ عثمانیؒ کی سال بہ سال تحصیل علوم کی کیفیت پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ آپ نے ان کتابوں میں کتنے نمبر حاصل کر کے کامیابی حاصل کرتے رہے۔

یہاں یہ حقیقت بھی واضح کر دینی ضروری ہے کہ دارالعلوم میں کامیابی کا معیار پچاس ۵۰ نمبروں میں چالیس ۴۰ نمبر ہوتا ہے، چالیس سے کم نمبر حاصل کرنے والا طالب علم ناکام شمار کیا جاتا ہے، کامیابی کے بھی اعلیٰ، اول، دوم، سوم مدارج ہوتے ہیں جو طلبہ چالیس سے پینتالیس نمبر حاصل کرتے ہیں وہ تھرڈ ڈویژن تصور کیے جاتے ہیں۔ پینتالیس (۴۵) سے اوپر انچاس (۴۹) تک سیکنڈ ڈویژن ہوتی ہے۔ لیکن پچاس نمبر حاصل کرنے والا طالب عالم فرسٹ ڈویژن لیتا ہے مگر ایک اس سے بھی اونچی ڈویژن ہوتی ہے جس کو اعلیٰ کہا جاتا ہے، اس میں پچاس سے اوپر نمبر حاصل کرنے والے طالب علم ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ پچاس میں سے چالیس نمبر حاصل کرنا سخت معیاری مقام کا حصول ہے حالانکہ دور حاضر میں یونیورسٹیوں میں تینتیس ۳۳ فی صد نمبر حاصل کرنے والے طلبہ پاس تصور کیے جاتے ہیں۔(۱۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیمی کارکردگی کا جائزہ برائے سال بہ سال

روئیداد دارالعلوم دیوبند

۱۳۱۲ھ بہ مطابق ۱۸۹۵ء از سورۃ الحمد تا سورۃ والنازعات امتحان دیا جس کا نمبر درج نہیں ہے۔

۱۳۱۵ھ بہ مطابق ۱۸۹۷ء

۱۳۱۶ھ بہ مطابق ۱۸۹۸ء

(۱)	صفوۃ المصادر......	۵۰	بوستان	۴_۱/۲
(۲)	حکایت لطیف......	۵۰	انشائے بہار عجم	۴۰
(۳)	راہ نجات......	۵۰	حساب کسور عام	۴۵_۱/۳
(۴)	پہاڑہ سولہ تک......	۵۰	املا فارسی	۴۵ جمع تفریق + سیٹ
(۵)	مالابدمنہ	۳۵_۱/۳		
(۵)	سندنامہ......	۵۰۰_۴۲_۲/۳		
(۶)	املا......	۴۰		

۱۳۱۷ھ بہ مطابق ۱۸۹۹ء

(۱)	رقعات امان حسینی......	۴۸
(۲)	کسور اعشار و جذر المربع	۴۷_۱/۳
(۳)	انوار سہیلی باب اول	۴۵_۱/۳
(۴)	زلیخا	۴۲
(۵)	احسن القواعد باب اول	۴۰
(۶)	صرف میر	۵۰
(۷)	دستور المبتدی	۴۷(۲۰)

۱۳۱۸ھ بہ مطابق ۱۹۰۰ء

تحریر اقلیدس مقالہ اول	۵۰
حساب نفع نقصان	۵۰
احسن القواعد	۴۹
سکندر نامہ	۴۹
ابوالفضل دفتر اول	۵۰

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی عربی تعلیم کا آغاز:

دارالعلوم دیوبند کی روئیداد سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ شبیر احمد عثمانیؒ ۱۳۱۸ھ بہ مطابق ۱۹۰۰ء (۲۱) میں آپ نے علوم فارسی کے ساتھ اسی سال عربی کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا چنانچہ صرف میر اور دستور المبتدی میں امتحان آپ نے دیا تو آپ کے امتحان کے ریکارڈ کتاب میں موجود ہے، لیکن تحقیق طلب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ میزان کے بغیر صرف میر نہیں پڑھائی جاتی، لہٰذا علم صرف عربی کی یہ ابتدائی تعلیم کی کتاب کہاں پڑھی تو اس سلسلے میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے

کہ میزان ومنشعب پڑھی ہوگی لیکن آپ نے اس کا امتحان نہیں دیا ہوگا یا پھر یہ بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ نے خارج از جماعت پڑھی ہوگی۔

۱۸۔ ۱۳۱۵ھ بہ مطابق ۱۸۹۷ء۔ ۱۹۰۰ء کے عرصہ میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دارالعلوم کے مدرسین کے متعلق یہ بتانا ضروری ہے کہ ان سالوں میں مولانا محمد یاسینؒ (۲۲) فارسی کے مدرس اول تھے اور منشی منظور احمدؒ (۲۳) مدرس دوم کے عہدہ پر فائز تھے موخرالذکر فارسی کی ابتدائی کتابوں کے علاوہ حساب بھی پڑھایا کرتے تھے۔ (۲۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی عربی تعلیم کا جائزہ سال بہ سال

۱۳۱۸ھ۔ ۱۹۰۰ء بمطابق ۱۳۲۵ھ۔ ۱۹۰۷ء

تعلیم عربی ۱۳۱۸ھ بہ مطابق ۱۹۰۰ء تا ۱۳۲۵ھ بہ مطابق ۸۔۱۹۰۷ء

۱۳۱۸ھ بہ مطابق ۱۹۰۰ء

(۱)	صرف میر	(علم الصرف)	۵۰
(۲)	دستور المبتدی	(صرف)	۵۰

۱۳۱۹ھ بہ مطابق ۱۹۰۱ء

(۱)	میزان منطق	(منطق)	۵۰
(۲)	قال اقول	(منطق)	۵۰
(۳)	فصول اکبری	(صرف)	۵۰
(۴)	ہدایۃ النحو	(نحو)	۵۰
(۵)	مصباح الصرف	(صرف)	۵۰
(۶)	شرح مائۃ عامل	(نحو)	۵۰

۱۳۲۰ھ بہ مطابق ۱۹۰۲ء

(۱)	شرح تہذیب	(منطق)	۵۱
(۲)	اصول الشاشی	(اصول فقہ)	۵۱
(۳)	ایساغوجی	(منطق)	۵۰
(۴)	قدوری	(فقہ)	۵۰

(۵) شرح جامی بحث فعل	(نحو)	۵۰
(۶) کنز الدقائق	(فقہ)	۴۵

۱۳۲۱ھ بہ مطابق ۱۹۰۳ء

(۱)	رشیدیہ صعلم	(مناظرہ)	۵۱
(۲)	میبذی	(علم فلسفہ)	۵۰
(۳)	ملا حسن	(منطق)	۵۰
(۴)	سلم العلوم	(منطق)	۵۰
(۵)	میر قطبی	(منطق)	۴۸
(۶)	مختصر المعانی	(علم معانی و بیان)	۴۵
(۷)	شرح وقایہ	(فقہ)	۲۷
(۸)	ہدیہ سعیدیہ	(فلسفہ)	۱۷

۱۳۲۲ھ بہ مطابق ۱۹۰۴ء

(۱)	میر زاہد رسالہ	(منطق)	۵۱
(۲)	نور الانوار	(اصول فقہ)	۵۰
(۳)	مشکوٰۃ	(علم حدیث)	غیر حاضر
(۴)	ہدایہ	(فقہ)	غیر حاضر
(۵)	میر زاہد ملا جلال	(منطق)	بیمار

۱۳۲۳ھ بہ مطابق ۱۹۰۵ء

(۱)	قاضی مبارک	(منطق)	۵۳
(۲)	حمد اللہ	(منطق)	۵۳
(۳)	صدرا	(فلسفہ)	۵۲
(۴)	میر زاہد امور عامہ	(منطق)	۵۱
(۵)	مسلم الثبوت	(اصول فقہ)	۵۰۔۱/۳

۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹۰۶ء

(۱)	مقدمہ جزری	(قرأت)	۴۸
(۲)	عمل با تجوید مع التدویر		۵۰
(۳)	جلالین	(عربی تفسیر)	۵۱
(۴)	مشکوٰۃ شریف	(حدیث)	۵۱
(۵)	ہدایہ اخیرین	(فقہ)	۵۱
(۶)	تصریح	(علم ہیئت)	۴۵
(۷)	شرح چغمینی	(ہیئت)	۴۵
(۸)	سبع شداد	(ہیئت)	۴۲

۱۳۲۵ھ بمطابق ۸-۱۹۰۷ء

(۱)	شمائل ترمذی	(حدیث)	۵۱	
(۲)	بخاری شریف	(حدیث)	۵۰	
(۳)	ابن ماجہ	(حدیث)	۵۰	
(۴)	ترمذی شریف	(حدیث)	۵۰	
(۵)	موطا امام مالک	(حدیث)	۵۰	
(۶)	موطا امام محمد	(حدیث)	۵۰	
(۷)	بیضاوی شریف	(تفسیر)	۵۰	
(۸)	ابوداؤد شریف	(حدیث)	۴۹_۱/۳	
(۹)	نسائی شریف	(حدیث)	۴۹	
(۱۰)	مسلم شریف	(حدیث)	۴۸	(۲۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علوم وفنون کا تجزیہ:

مندرجہ بالا تحصیل علم کے ریکارڈ یا نقشوں سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فارسی، حساب، علم تجوید وقرأت، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، علم معانی و بیان، ادب، فقہ، اصول فقہ، مناظرہ، ہیئت، حدیث اور علم تفسیر

کے علوم و فنون دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر حاصل کیے اور ۱۳۲۵ھ بہ مطابق ۱۹۰۸ء میں درجہ فضیلت اوّل درجہ (فرسٹ ڈویژن) میں پاس کیا، جیسا کہ ۱۳۲۵ھ بہ مطابق ۱۹۰۸ء کی روئیداد دار العلوم دیوبند میں آپ کو تمام طلبہ میں اوّل پوزیشن پر ظاہر کیا گیا ہے۔ (۲۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ہم جماعتوں پر برتری:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے زمانہ طالب علمی میں تمام ہم جماعتوں میں ہمیشہ اوّل نمبر پر آتے رہے۔ اس کے علاوہ سال دورہ حدیث میں ۹۹ فی صد نمبر حاصل کر کے اپنے تمام شرکائے درس اور کلاس کے طلبہ سے گویا سبقت لے گئے اور سب سے اوّلین درجہ پر فائز ہوئے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ علوم و فنونِ عربیہ کی کتابوں میں امتیازی نمبروں میں کامیاب ہونے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا عہدِ تعلیم نہایت سنہری اور زریں عہد تھا اور آپ اپنے دور کے ذہین، فطین اور قابل طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ امتحانات کے نمبروں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سب سے زیادہ نمبر منطق (Logic) کی سب سے مشکل اور آخری کتابوں یعنی حمد اللہ اور قاضی خان میں اور فلسفے کی بلند پایہ کتاب صدرا میں علی الترتیب پچاس میں ۵۳، ۵۳ اور ۵۲ نمبر حاصل کیے۔ گویا علومِ عقلیہ میں آپ کی ذہنی پرواز بہت بلند تھی اور عقلی قوتوں کے جوہر معقولات میں زیادہ روشن نظر آتے ہیں جب کہ دوسرے درجے پر علم تفسیر اور حدیث میں ممتاز اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ (۲۷)

"شیخ الہند" مولانا محمود حسنؒ کے ممتاز شاگرد:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اس بات کا اعزاز حاصل رہا ہے کہ وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۲۸) کے زیر سایہ علوم و فنون پر دسترس حاصل کرتے رہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کو اپنے شاگرد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پر بڑا ناز تھا۔ محمود حسن دیوبندیؒ ہمیشہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سیّد انور شاہ کشمیریؒ (۲۹) پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو علومِ عقلیہ کی طرح علوم نقلیہ پر بھی عبور حاصل تھا۔ یہاں تک کہ موصوف کو درسی کتابوں خصوصاً مذہبی کتب کے حوالے صفحہ و سطر تک زبانی یاد تھے، اس سلسلے میں اکثر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے بھی استفادہ حاصل کیا کرتے تھے لیکن علوم عقلیہ نیز تحریر و تقریر اور مناظرہ و اثبات دلائل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ (۳۰)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (اسیر مالٹا) (۳۱) کے دیگر دوسرے مشہور شاگردوں میں مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۳۲) (۱۲۹۲ھ بہ مطابق ۱۸۷۵ء تا ۱۳۷۲ھ بہ مطابق ۱۹۵۳ء) مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۳۳) (۱۲۸۹ھ بہ مطابق ۱۸۷۲ء تا ۱۳۶۳ھ بہ مطابق ۱۹۴۴ء) اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۳۴) (۱۲۹۶ھ بہ مطابق ۱۸۷۹ء تا ۱۳۷۷ھ بہ مطابق ۱۹۵۷ء) بھی ممتاز حیثیت کے مالک تھے مگر ان سب کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی فضیلت کا اعتراف تھا۔ (۳۵)

ادب وانشاء میں علامہ عثمانیؒ کی برتری:

پاکستان کے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اپنے زمانہ طالب علمی میں ادب وانشاء پر مکمل عبور حاصل ہوگیا تھا۔ آپ اردو اور عربی زبان کے بہترین ادیب اور شاعر تھے۔ اس کے علاوہ ان دونوں زبانوں میں آپ گھنٹوں بے تکان روانی کے ساتھ نہایت فصاحت و بلاغت سے اظہارِ خیالات فرمایا کرتے تھے۔ علومِ عقلیہ ونقلیہ میں آپ کی لیاقت مسلم تھی، آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسی ذہانت عطا ہوئی تھی کہ جو لیاقت عام طلبا سالوں کی محنت وریاضت کے بعد حاصل کیا کرتے تھے آپ وہ چند مہینوں میں حاصل کرکے ان کی محنت پر پانی پھیرتے ہوئے آگے نکل جاتے تھے اور اپنے اساتذہ میں اعلیٰ مقام بنانے میں کامیاب ہوجاتے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہمیشہ ہر مضمون کے امتحان میں درجہ اول حاصل کرتے تھے، جس سے آپ کی ذہانت اور علمی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (۳۶)

مشکل مسائل کے حل میں علامہ عثمانیؒ کی دسترس:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ عہدِ طالب علمی ہی میں بڑے بڑے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت حاصل کرچکے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جن دنوں دارالعلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم تھے تو اکثر جمعہ کی نماز کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۱۲۹۹ھ۔۱۸۸۱ء۔ بہ مطابق ۱۳۴۸ھ۔۱۹۳۰ء) (۳۷) مہتمم دارالعلوم کے دولت کدے پر متعدد علماء جمع ہوتے اور جب مشکل مسائل کا ذکر چھڑتا تو مہتمم فرماتے شبیر احمد (بحیثیت برخوردار) اس مسئلہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس پر شبیر احمد عثمانیؒ اپنے خاص فصیح وبلیغ اور دل نشین انداز میں سلسلۂ سخن شروع فرماکر حاضرین پر بتدریج چھا جاتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے دولت کدے پر بعنوان ''بسم اللہ'' تقریر ارشاد فرمائی، جس میں صرف لفظ اوّل ''ب'' اور ''س'' کے نقطہ پر علوم ومعارف کے خزانے کھول دیے۔ (۳۸)

عہدِ طالب علمی میں علامہ عثمانیؒ کا سلسلۂ درس وتدریس:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاص مقصد کے لیے اس دنیا میں پیدا فرمایا تھا اور اسی مقصد کے اعتبار سے آپ کو ذہنی وعلمی خوبیوں سے سرفراز کیا تھا۔ برِصغیر پاک وہند کی تاریخ میں یہ بات شہرت رکھتی ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے زمانہ طالب علمی میں بے تکلف قابل استادوں کی طرح اپنے ہم سبقوں اور نیچے درجے کے طلبہ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا کرتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی ۱۳۳۳ھ بہ مطابق ۱۹۱۵ء کی سالانہ رپورٹ میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۳۹)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے عہدِ طالب علمی میں پڑھانے کے متعلق فرماتے ہیں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس زمانے میں بھی جب کہ وہ خود تحصیلِ علم میں مصروف تھے، طلباء کو درس دینے میں اپنا بہت سا

وقت صرف کرتے تھے۔ منتہی طلبہ تمام علوم کی کتابیں آپ سے بے تامل پڑھتے تھے۔(۴۰)

مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۴۱) کے اس لفظ "بے تامل" نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے عہد تحصیل علم کی پوری عکاسی کردی ہے، مذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ منتہی طلبہ تمام علوم کی کتابیں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اسٹوڈنٹس لائف میں ان سے پڑھنے کی عام رجحان رکھتے تھے اور ان کے علم پر اس کم عمری اور طفلی میں اعتماد کرتے تھے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ان کی علمی قابلیت کا سکہ سب کے دل پر بیٹھ چکا ہو۔ (۴۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہم جماعت رفقاء:

یوں تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے کئی ہم جماعت دوست تھے، لیکن ان کے قریبی ہم جماعت مولانا عمادالدینؒ (۱۳۰۲ھ۔۱۸۸۴ء۔۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۵ء)(۴۳) جو کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تحصیل علم کے زمانے سے ان کے دوست اور مخلص رفیق تھے، وہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"قطبی اور میر قطبی پڑھنے کے زمانے میں طلبہ کے اندر اپنے تمام ہم جماعتوں سے نہ صرف ممتاز تھے بلکہ طلباء کا بڑا ہجوم اور نمازِ عصر چھوٹی مسجد میں صرف قطبی پڑھنے کے لیے ہوجاتا تھا اور یہ مغرب تک ایسا درس دیتے تھے جیسے ایک شخص اپنے مریدین میں ہو۔ تقریر اس قدر کرتے کہ طلبہ پر خاص اثر ہوتا۔ اس زمانے کے خاص طلبہ میں مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ (۴۴) تھے جو میر قطبی کے سبق میں شامل ہوتے تھے اور ان پر خاص کیفیت جذب اور وارفتگی ہوتی تھی، ان ہی ایام میں الندوہ میں مولانا سیّد سلیمان ندویؒ (۱۳۰۱ھ۔۱۸۸۴ء بہ مطابق ۱۳۷۲ھ۔۱۹۵۳ء)(۴۵) کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں امام مالکؒ (۴۶) کا تذکرہ تھا۔ سیّد سلیمان ندویؒ (۴۷) نے مضمون میں لفظ بغاۃ جمع (باغی) کرکے عام معنی مراد لیے جس پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے گرفت کی اور یہ معنی طالب لکھ کر اس الزام کو رفع کیا، شروع شروع میں معقولات (منطق و فلسفہ) میں خاص شغف تھا۔ (۴۸) صوبہ بہار (۴۹) کے مولانا عبدالوہابؒ (۵۰) دیوبند تشریف لائے تو اس وقت مولانا غلام یحییٰؒ پڑھایا کرتے تھے۔ طلبہ (۵۱) نے ان کا بہت احترام کیا اور وہ بھی معقولات میں اپنا ثانی کسی کو نہ سمجھتے تھے۔ طلبائے دارالعلوم پر ان کی مقبولیت کا خاص اثر ہو رہا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کو تفسیر و حدیث کی درس گاہ خیال کیا جاتا تھا اور منطق و معقول کو یہاں کوئی مقام حاصل نہ تھا اور طلبہ بھی اس کو کچھ قابل اعتبار نہ سمجھتے تھے مگر مولانا عبدالوہابؒ "معقول اپنا اثر جمارہے تھے چنانچہ ہم طلبہ پر ان کا بڑا اثر پڑا۔ شبیر احمد عثمانیؒ جو اس وقت طالب علم تھے ان کے سامنے لائے۔ ان سے یہ لن ترانی برداشت نہ ہوئی اور بحث شروع ہوئی طلبہ حیران اور عبدالوہابؒ معقول بھی "ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست" کے قائل نظر آئے۔ "بعدیت زمانی اور بعدیت ذاتی" میں ایسی بحث ہوئی کہ بہاری طلبہ دیوبند میں معقول کے قائل ہوگئے اور مولانا عبدالوہابؒ معقول کو یہ کہنا پڑا کہ آپ پھر سوچیں۔"

مولانا عمادالدینؒ (۵۲) کا مکتوب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تحصیل علم کے زمانے کی پوری بصیرت افروز تاریخ کو بیان

کرتی ہے جس کے وہ خود اپنے رفیق عثانی کے ساتھ رہ کر گزار رہے ہیں۔ مولانا عمادالدینؒ کے اس خط سے موصوف کی ذہانت، وفطانت، لیاقت، استعداد اور جوہر علم کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگتا ہے۔ علمی ذوق و استعداد کی یہ بلند مقامی خدائے کریم کی دین ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کو عطا کرتا ہے۔ مولانا عمادالدینؒ اپنے اس خط میں علامہ شبیر احمد عثانیؒ کی درس سے غیر حاضری اور بے پروائی کا چند لفظوں میں اس طرح اظہار فرماتے ہیں۔

”جماعت میں غیر حاضری عام معمول تھا، ہم ساتھی طلبہ زبردستی جماعت میں حاضری کے لیے بھیجتے۔ ہفتوں سبق سے غیر حاضر رہتے مگر اس پر بھی یہ عالم تھا کہ امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبر حاصل کرتے۔

یہ وہ تمام بیان و واقعات ہیں جو مختلف لوگوں نے علامہ شبیر احمد عثانیؒ کی طالب علمی و زندگی کے حوالے سے خاکے بیان کیے ہیں جس سے ایک صاحب فکر و نظر ان کے اس دور کی پوری تصویر اپنے دماغ کے پردے پر اتار سکتا ہے۔ (۵۳)

طالب علمی کا زمانہ:

علامہ شبیر احمد عثانیؒ کا زمانہ طالب علمی ۲۶۔۱۳۲۵ھ۔۰۸۔۱۹۰۷ء پر ختم ہوگیا، جو کبھی دوبارہ لوٹ کر کسی شخص کی زندگی میں دوبارہ نہیں آیا کرتا۔ بچپن اور طالب علمی کا زمانہ محض ماضی کے یادگار دن کے طور پر باقی بچ جاتے ہیں۔ طالب علم کی زندگی شاہانہ طرزِ زندگی سے تعبیر کی جاتی ہے، کیوں کہ اس عہد میں کوئی فکر نہیں ہوتی ہیں صرف اور صرف مقاصد کا حصول اور اس کے لیے تعلیمی جد و جہد منشاء الٰہی ہوتا ہے۔ طالب علمی کا زمانہ انسانی زندگی کے ادوار کا سنہری اور زریں زمانہ ہوا کرتا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں اگر کوئی طالب علم کسی قسم کا غم کھاتا ہے تو وہ صرف یہ کہ کسی طرح سے محنت و شوق سے علم کے منازل طے کیے جائیں اور دنیا میں اپنا ایک نام بنایا جائے شاید اسی ماضی کے ایام کو دہراتے ہوئے شاعر نے کہا:

”ہر اشک ہے افسانہ ہر دور کہانی ہے
لے دے کے یہی باقی حسرت کی نشانی ہے“ (۵۴)

علامہ شبیر احمد عثانیؒ کی طالب علمی زندگی کی عکاسی کرتے ہوئے پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹیؒ اپنی کتاب حیاتِ عثانیؒ میں فرماتے ہیں۔

”وہ دیکھیے شام کا دوسرا گھنٹہ ختم ہو چکا ہے اور اسی دارالحدیث سے امام کلام و تفسیر ابر نیساں کی طرح علم و فضل کی بارش برساتا ہوا جس کی طاقت لسانی پر لعل و گہر نثار ہوئے تھے، مسلم کا درس دے کر نکل رہے ہیں، داہنے ہاتھ میں چھڑی ہے اور بائیں ہاتھ میں رومال، کس ثقہ رفتار سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں، راستے میں طلبہ کی صفوں کی صفیں اس کے احترام میں بند حتی چلی جاتی ہیں اور طلبہ سلام عقیدت پیش کر رہے ہیں، یہ اپنے دور کے محقق اور عالم دین علامہ شبیر احمد عثانیؒ ہیں۔ (۵۵)

……حواشی و حوالہ جات، فصل دوم……

(۱) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۹۹
(۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۵۵
(۳) ایضاً
(۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۵) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۴
(۶) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۳۲۸
(۷) شیرکوٹی/ حیات عثمانی، ص ۵۵
(۸) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۴۲
(۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۹۹
M.D.Zafar / Pakistan Studies,pp155☆
(۱۰) ایضاً
(۱۱) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد
(۱۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۵۶
(۱۳) ایضاً
(۱۴) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۳۲۹
(۱۵) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۰۹
(۱۶) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ سوانح، علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۱۷) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، کراچی، ادارہ المعارف کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۵۵
(۱۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۹ء، ص ۸۷
(۱۹) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۵۷
(۲۰) ایضاً
(۲۱) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۳۳۱
(۲۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۲۲
(۲۳) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد
(۲۴) ایضاً
(۲۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۶۰۔۵۸
(۲۶) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۹
(۲۷) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۹۹
(۲۸) شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، لاہور، الجمعیۃ، پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۶۵
(۲۹) بخاری، اکبر شاہ/ اولیائے تذکرہ دیوبند، لاہور، رحمانیہ کتب خانہ، ۱۹۹۹ء، ص ۹۵

(۳۰) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۹

(۳۱) میاں، سید محمد/ حیات شیخ الاسلام، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۰

☆ P. Hardy / The Ullama in India and true Muslim, London, 1971, pp.1215

(۳۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۱۲

☆ M.D.Zafar / Pakistan Studies,pp153-55

(۳۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۰۲

(۳۴) امجد علی شاکر/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۸۳۲

(۳۵) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۰۰

(۳۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۶۰۔۶۳

(۳۷) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۲۷

(۳۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ندارد

(۳۹) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۵۸

(۴۰) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۱۰۵۔۱۰۷

(۴۱) سعید احمد، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، لاہور، مصباح اکیڈمی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۷

(۴۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۶۲

(۴۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ۱۹۵

(۴۴) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، کراچی، علمی فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء، ص ۲۸۳

(۴۵) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، لاہور، بیت العلوم، ۲۰۰۶ء، ص ۵۶۱

(۴۶) عبدالرؤف، ڈاکٹر/ بچوں کے لیے حدیث، لاہور، فیروز سنز، سن ندارد، ص ۱۶

(۴۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۲۵

(۴۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۶۲

(۴۹) شمس الدین/ سرزمین بہار ملک برادری کے حوالے سے، کراچی، ملک ایجوکیشنل ویلفیئر ایسوسی ایشن، ۱۹۹۸ء، ص ۶۸

☆ N. Manserg / Transfer of power / Vol. 1, London, 1970, pp.870-80

(۵۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء کرام، ص ۳۶

(۵۱) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۱۷

(۵۲) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد

(۵۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، کراچی، ص ۶۳

(۵۴) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۷

(۵۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۹۵ء، ص ۶۵

فصل سوم

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اساتذہ کرام

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیم و تربیت میں جن اساتذۂ کرام اور اجلّہ علماء نے انقلابی کردار ادا کیا، وہ اپنے وقت کے جید علماء دین تھے، جنہوں نے اپنے فیوض و کمالات سے شبیر احمد عثمانیؒ کی زندگی میں گوہر نایاب کے نقش اتارے۔ آپ کے اساتذہ میں ابتداء سے آخر تک جو شامل ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱)	مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (شیخ الہند)	۱۸۵۳ء-۱۹۲۰ء
(۲)	مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ	۱۸۵۸ء-۱۹۲۹ء
(۳)	مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ	۱۸۷۳ء-۱۹۵۱ء
(۴)	مولانا حافظ محمد احمد دیوبندیؒ	۱۸۶۲ء-۱۹۲۹ء
(۵)	مولانا محمد یاسین دیوبندیؒ	۱۸۶۶ء-۱۹۳۷ء
(۶)	مولانا غلام رسولؒ	۱۸۵۸ء-۱۹۲۳ء
(۷)	مولانا محمد یاسین شیرکوٹیؒ	۱۸۴۸ء-۱۹۰۸ء
(۸)	مولانا حکیم محمد حسنؒ	۱۸۵۹ء-۱۹۲۷ء

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۲۷۰ھ۔ بہ مطابق ۱۸۵۳ء

تاریخ وفات: ۱۳۳۶ھ۔ بہ مطابق ۱۹۲۰ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ(۱) کا اسم گرامی محمود حسن تھا اور لقب شیخ الہند(۲) اور اسیر مالٹا(۳) جو تحریک خلافت(۴) کے زمانہ میں قوم کی زبان سے نکلا اور مشہور ہوا۔(۵) آپ کے والد کا نام مولانا ذوالفقار علی(۱۸۱۹ء۔ ۱۹۰۴ء)(۶) تھا جو کہ دیوبند کی صاحب وجاہت ہستیوں میں شمار ہوتے تھے۔(۷) آپ کی پیدائش ۱۲۷۰ھ۔ ۱۸۵۳ء(۸) میں ہوئی آپ کا خاندانی نسب عثمانی یعنی خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ(۹) سے جا ملتا ہے۔(۱۰) آپ کی پیدائش ہندوستان(۱۱) کے شہر بریلی(۱۲) میں ہوئی۔ اس زمانے میں آپ کے والد مولانا ذوالفقار علی(۱۳) بریلی میں انسپکٹر مدارس تھے وہ ایک جید عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ اور بہ اقبال بزرگ تھے۔(۱۴)

مولانا محمود حسن کی ابتدائی تعلیم کا آغاز چھ برس کی عمر سے شروع ہوا(۱۵)۔ قرآن مجید کا کچھ حصہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیف(۱۶) سے پڑھیں۔ ابھی آپ قدوری تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے کہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی(۱۷) نے دیوبند میں ایک مدرسہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۳۸ھ بہ مطابق ۱۸۶۶ء کو قائم کیا۔(۱۸) اس مدرسہ کا آغاز دیوبند کی مشہور مسجد چھتہ میں ہوا، آپ اس مدرسہ کے پہلے طالب علم تھے(۱۹)۔ ۱۲۸۴ھ بہ مطابق ۱۸۶۷ء میں آپ نے کنز، مختصر معانی کا امتحان دیا، آئندہ سال مشکوۃ ہدایہ پڑھیں۔(۲۰) اور ۱۲۸۶ھ بہ مطابق ۱۸۶۹ء میں کتب صحاح ستہ(۲۱) کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ بہ مطابق (۱۸۷۳ء) میں آپ کے دستار فضیلت باندھی گئی۔

حدیث میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۲۲) ۱۲۴۸ھ۔ ۱۸۳۲ء وفات ۱۲۹۷ھ۔ ۱۸۸۰ء) مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ(۱۸۳۴ء۔ ۱۸۸۶ء)(۲۳) کے علاوہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ(۱۲۴۴ھ۔ ۱۸۱۹ء/۱۳۲۳ھ۔ ۱۹۰۵ء)(۲۴) اور مولانا شاہ عبدالغنی دہلویؒ(۱۲۳۵ھ۔ ۱۸۱۹ء/۱۲۹۲ھ۔ ۱۸۷۵ء)(۲۵) سے بھی اجازت حاصل ہے۔(۲۶)

مولانا محمود حسنؒ جامع شریعت اور طریقت تھے علم میں بقول مولانا رشید احمد گنگوہیؒ(۲۷) علم کا کھلا تھے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۲۸) آپ کو شیخ العالم کہتے تھے۔ مولانا عاشق علی میرٹھیؒ (۱۲۹۸ھ۔ ۱۸۸۱ء/

۱۳۶۰ھ۔ ۱۹۴۳ء) (۲۹) آپ کو شریعت و طریقت کا بادشاہ کہتے تھے۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۳۰) اور مولانا شبیر احمد عثمانی (۳۱) علم شریعت اور طریقت کا ''ناپید کنار'' سمندر کہتے تھے۔ دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی ۱۲۸۸ھ بہ مطابق ۱۸۷۱ء دارالعلوم دیوبند کا معین مدرس آپ کو مقرر کیا گیا، اس وقت آپ کے سپرد ابتدائی تعلیم پڑھانے کا کام لیا گیا، لیکن رفتہ رفتہ آپ کی علمی استعداد و ذہانت ظاہر ہونے لگی اور اوپر کی کتابیں بھی پڑھانے کے مواقع ملتے گئے۔ ۱۲۹۳ھ بہ مطابق ۱۸۷۶ء میں آپ نے ترمذی شریف مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ وغیرہ کی تدریس دینا شروع کی۔ پھر ۱۲۹۵ھ بہ مطابق ۱۸۷۸ء میں مسلم شریف اور بخاری شریف بھی پڑھانے لگے۔ (۳۲)

شیخ الہندؒ کی حیات وخدمات:

۱۸۵۷ء (۳۳) کی جنگ آزادی سے قبل شاہ ولی اللہؒ (۳۴) کے سیاسی افکار اور امام عبدالعزیزؒ (۳۵) کی تحریک انقلاب، جنگ آزادی (۳۶) بلکہ مابعد تک کسی نہ کسی شکل میں سرگرم عمل تھی۔ مدرسہ دیوبند ایک طرح سے ولی اللہی دبستان (۳۷) فکر کی ہی پیداوار تھا، اس لیے کہ دارالعلوم کے بانیوں میں وہی علماء پیش پیش تھے جو فکری اور علمی اعتبار سے ولی اللہی تحریک سے منسلک تھے۔ (۳۸)

برصغیر کی سیاست خصوصاً علماء دین کے تناظر میں آپ نے نمایاں اور اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی سیاسی خدمات تاریخ برصغیر کا ایک اہم باب ہیں، انگریزوں کے خلاف ۱۲۷۴ھ۔ ۱۸۵۷ء میں شروع کی گئی تحریک آزادی کے مشن کو آپ نے کافی بڑھایا۔ آپ نے تحریک کا مرکز کابل (۳۹) کو بنایا۔ آپ کی تحریک ''ریشمی رومال'' (۴۰) کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ بھی کئی دوسرے مسلم اکابرین کی طرح عسکری بنیادوں پر مسلمانوں کو منظم کر کے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتے تھے، لیکن اپنوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے انگریزوں کے خلاف یہ تحریک بھی کامیاب نہ ہوسکی لیکن ''ریشمی رومال'' تحریک نے برصغیر کے مسلمانوں میں بیداری کی نئی روح پھونک دی۔ (۴۱)۔

۱۳۰۳ھ۔ ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس (۴۲) کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا محمود حسنؒ کی نظر خاص طور پر ترکی (۴۳) پر زیادہ مرکوز تھی اور ان تمام معاملات نے آپ کی زندگی میں بے یقینی کی کیفیت پیدا کر دی تھی، چنانچہ آپ نے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں نہ صرف خود نکلے بلکہ ہندوستان کے ذی اثر علماؤں و قائدین کے ساتھ مل کر ایک ایسی تحریک چلانے کا منصوبہ بنایا، جس سے انگریز قوم کے منحوس قدم ہندوستان سے نکل جائیں تاکہ ہندوستان کی آزادی کے ساتھ ممالک اسلامیہ وافریقہ (۴۴) وغیرہ سے بھی اس کے اقتدار کا خاتمہ ہو۔

مولانا محمود حسنؒ کے دل میں انگریزی اقتدار کے فنا کر دینے کا جذبہ مستقل طور پر ہونا طبعی امر تھا کیوں کہ قدرت نے اپنی فیاضیوں کے تمام موتی آپ کی ذات قلب میں عطا کیا تھا، جس میں انسانی غیرت، اخلاص، وطن اور قومیت، اسلامی ہمدردی وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔

”ریشمی رومال“ تحریک جب ناکام ہوئی تو مولانا محمود حسنؒ کو گرفتار کر کے مالٹا میں قید کر دیا گیا، آپ کی گرفتاری کے بارے میں کہا جاتا ہے انگریزوں اور شریف مکہ نے اہم کردار ادا کیا، مولانا محمود حسنؒ نہ صرف خود گرفتار ہوئے بلکہ آپ کے کئی رفقاء بھی اس گرفتاری میں شامل ہوئے۔ مولانا محمود حسنؒ نے ثمرہ التربیت (۴۵) اپنی پارٹی کا نام رکھا تھا یعنی تربیت کا پھل۔ اس تحریک کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ مستقبل قریب میں کوئی سیاسی تحریک عملاً شروع کی جائے تاکہ ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان اور خاص طور پر اسلامی ممالک سے رابطہ پیدا کر کے آزادی پسند ممالک کا تعاون اور مدد حاصل کیا جا سکے۔

چنانچہ اپنے نظریہ کو تقویت اور کامیابی سے ہم کنار کرانے کے لیے آپ نے دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل طالب علموں کو ایران (۴۶)، بغداد (۴۷)، افغانستان (۴۸) اور عرب ممالک وغیرہ میں روانہ کیا جنھوں نے خفیہ طور پر اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

مولانا محمود حسنؒ کے نزدیک اس تحریک کا ایک اور مقصد یہ بھی تھا کہ عوام میں یعنی اہلِ ہند میں حکومت برطانیہ (۴۹) کے خلاف سیاسی بیداری اور سیاسی شعور پیدا کیا جائے تاکہ برِصغیر کو بیرونی تسلط سے آزاد کرانے میں سہولت اور آسانی پیدا ہو سکے۔

”ثمرہ التربیت“ نے تقریباً تیس (۳۰) سال تک مسلسل اور خفیہ طور پر کام کیا اور اس مدت تک کے تمام حالات صیغہ راز میں رہیں، اس خفیہ تنظیم کا پبلک محاذ ۱۳۲۸ھ۔۱۹۱۰ء میں ”جمعیۃ الانصار“ (۵۰) کے نام سے عوام الناس کے سامنے آیا۔ (۵۱)

جمعیۃ الانصار کے قیام میں مورخین کا اختلاف ہے۔ مثلاً ضیاء الحسن نے اس کا قیام ۱۳۲۷ھ۔۱۹۰۹ء لکھا ہے (۵۲)۔ علاوہ ازیں موج کوثر، آب کوثر، رود کوثر کے مصنف شیخ محمد اکرام (۱۹۰۸ء۔۱۹۷۲ء) (۵۳) نے اس کے قیام کی تاریخ ۱۳۲۴ھ۔۱۹۰۶ء بیان کی ہے اور اس جلسہ تاسیس میں صاحبزادہ آفتاب احمد خان (۵۴) کی شرکت بیان کی ہے۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خان کی تجویز یہ تھی کہ دینی مدارس کے طلبہ علوم مروجہ حاصل کریں اور دنیوی علوم حاصل کرنے والے طلبہ دینی علوم حاصل کریں تاکہ ہر دو طبقے کے طلبہ ہر علوم میں دسترس حاصل کر سکیں۔ ”ماہنامہ القاسم“ کے بیان کے مطابق اس جلسہ کا انعقاد ۱۳۲۸ھ۔۱۹۱۰ء میں دیوبند میں ہوا۔ (۵۵)

”جمعیۃ الانصار“ کا قیام اور اس کے مقاصد کا جائزہ:

مولانا محمود حسنؒ نے اپنی تحریک ”ثمرہ التربیت“ کو عرصہ تیس (۳۰) سال خفیہ مقاصد کے تحت قائم کیا تھا، اس تحریک نے عملاً مگر خفیہ کام شروع کیا ہوا تھا۔ حالانکہ اس تحریک کا کام خصوصی حلقہ تک ہی محدود تھا مگر اس میں یہ تحریک امام عبدالعزیزؒ کی تحریک انقلاب سے منسلک اور اس تحریک کا نتیجہ تھی۔ مولانا محمود حسنؒ نے اب اس بات کا احساس کیا کہ اس تحریک کو عوام سے متعارف اور روشناس کرایا جائے تاکہ عوام اور خواص اس میں نمایاں طور پر حصہ لے سکیں۔ (۵۶)

چنانچہ مولانا محمود حسنؒ نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو اس تنظیم کو بنام ''جمعیۃ الانصار'' کی شکل میں مدرسہ دیوبند میں قائم کیا۔ القاسم کے بیان کے مطابق اس کے ابتدائی اجلاس میں دس (۱۰) ہزار افراد نے شرکت کی، مگر مولانا محمد میاں نے اس جلسے میں تیس (۳۰) ہزار افراد کی شرکت بیان کی ہے اور اس امر کی تصدیق ''ضیاء الحسن فاروقی'' نے بھی کی ہے۔

چونکہ القاسم ہمعصر رسالہ ہے جو اس تحریک کا حامی اور دارالعلوم دیوبند سے وابستگی رکھتا ہے۔ اس رسالہ میں جو تعداد بیان کی گئی ہے، وہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ نیز اس جلسہ میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے ایک تجویز طلباء کے تبادلہ علم کی پیش کی جو منظور کی گئی۔ اس تجویز کی رو سے مسلمان عربی داں طلباء کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ انگریزی علوم کو حاصل کریں۔ اس کے برعکس دنیوی علوم کے طلبہ کے لیے دینی علوم کا حصول ضروری قرار دیا گیا، اس تجویز کا دوسرا اور اہم مقصد علوم دنیاوی اور علوم دینوی کی تکمیل تھا علاوہ ازیں طلبہ کے اس میل جول سے آپس میں دیوبند علی گڑھ (۵۷) کے رشتہ اخوت ومحبت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا تھا۔ (۵۸)

ظاہری طور پر طلباء تبادلہ کی اسکیم بڑی اہم اور نافع تھی مگر اس کا ثمرہ بڑی تلخ حقیقت میں برآمد ہوا۔ وہ یہ کہ علی گڑھ (۵۹) کالج کے ایک طالب علم نے جو دیوبند میں زیر تعلیم تھا، آگے چل کر خفیہ پولیس کا کردار پیش کیا، جس کے نتیجے میں مولانا محمود حسنؒ گرفتار ہوئے۔ (٦٠) مولانا محمود حسنؒ نے جمعیۃ الانصار کا ناظم، مولانا عبیداللہ سندھیؒ (٦١) کو مقرر کیا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بڑی تندہی اور جاں فشانی سے اس جماعت کو منظم کیا اور اس کا پہلا اجلاس ۱۳۲۸ھ۔ ۱۵ تا ۱۷ اپریل ۱۹۱۱ء کو مرادآباد (٦۲) میں زیر صدارت وسرپرستی قاضی محمد شوکت حسین (۱۸۹۱ء۔۱۹۳۰ء) (٦۳) رئیس اعظم مرادآباد منعقد کیا گیا، اس جلسہ کے انتظامات کے متعلق جملہ معاملات طے کرنے کے لیے مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے مولوی سید فضل حسینؒ (۱۸٦٠ء۔۱۹۳۰ء) (٦۴) کو مامور کیا اور جلسہ کی صدارت مولانا حسین احمد امروہویؒ نے کی۔ (٦۵)

جمعیۃ الانصار کے اغراض ومقاصد:

جمعیۃ الانصار کے اغراض ومقاصد میں سب سے بڑا اور اہم مدعا یہ تھا کہ مدرسہ دیوبند کے مقاصد کی تائید وحمایت کی جائے اور ان فرائض کے ادا کرنے کے لیے جمعیۃ الانصار نے پانچ شعبے قائم کیے تھے، بقول مفتی عزیز الرحمٰنؒ (٦٦) مصنف تذکرہ شیخ الہند کے مطابق جمعیۃ الانصار کے پانچ بنیادی مقاصد حسب ذیل بیان کیے۔

(۱) قرآن مجید اور احادیث کے لطائف واسرار سے تمام مسلمانوں کو مانوس کرنا۔

(۲) عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے علمی مضامین کا پڑھا جانا۔

(۳) مسلمانوں کے مذہبی علوم ومعارف کی حفاظت اور اشاعت کے وسائل وذرائع پر عموماً اور مدارس کی اصلاح وحمایت پر خصوصاً بحث ومشورے کرنا۔

(۴) مفتی عزیز الرحمٰنؒ مصنف تذکرہ شیخ الہند کے مطابق ''شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا اصل مقصد دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود کے پس منظر میں یہ تھا کہ اس طرح مسلمانوں کو جمع کر کے حصول آزادی کی دوڑ میں شریک کیا جائے تاکہ مسلمانان ہند اپنا کھویا ہوا وقار و سلطنت سیاسی تحریک سے منسلک ہو کر حاصل کر سکیں۔ اسلاف کے مجاہدانہ کارنامے لوگوں کے سامنے بیان کیے جائیں تاکہ لوگوں میں جرأت، بہادری حوصلہ اور مردانگی پیدا ہو سکے اس عمل اور طریقے کی مدد سے مسلمانوں کے دلوں سے خوف و ہراس اور سیاسی انجماد کو دور کیا جا سکے اور لوگوں کو عملی میدان میں کام کرنے کے مواقع مل سکیں اور اس تربیت کے ذریعے ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ بھی ابھارا جا سکے۔ مولانا محمود حسنؒ چونکہ انقلابی ذہن رکھتے تھے اور دین کی سربلندی اُن کا نصب العین تھا۔ اسی کے لیے وہ اپنی زندگی وقف کیے ہوئے تھے۔ (۶۷)

مولانا محمود حسنؒ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے بعد اس جمعیۃ الانصار کو ایک نئی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا اور اس کا نام ''نظارۃ المعارف'' رکھا، بعد کے حالات و واقعات کی تبدیلی کے ساتھ اس کا نام ''ریشمی رومال'' ہوا (۶۸)

گرفتاری:

ریشمی رومال تحریک کا آغاز جنگ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) (۶۹) کے دوران کیا گیا، جس کے ذریعے مولانا محمود حسنؒ کے فتوٰی کی جہاد کی تشہیر کی گئی تھی۔ برطانوی حکومت کو اپنوں کی غداری کی وجہ سے اس کا علم ہو گیا، بہت سے افراد گرفتار ہوئے، مولانا محمود حسنؒ برطانوی حکومت نے شریف مکہ کے ذریعے گرفتار کر کے اٹلی (۷۰) کے جزیرہ ''مالٹا'' (۷۱) میں قید کر دیا اور اسی مناسبت سے آپ کو ''اسیر مالٹا'' کہا جاتا ہے۔

قید سے رہائی اور ہندوستان آمد:

مولانا محمود حسنؒ کو مکہ شریف میں والی مکہ شریف حسین نے گرفتار کرایا لیکن قیدی کی حیثیت سے مالٹا میں اسیری کے دوران آپ نے دینی کام کا سلسلہ جاری رکھا، آخرکار ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۹۲۰ء کو آپ ہندوستان کے شہر بمبئی پہنچے۔ (۷۲)

وفات:

مولانا محمود حسنؒ نے عمر کی زیادتی و نقاہت اور بیماری کے باوجود تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک خلافت (۱۹۱۹ء۔۱۹۲۴ء) (۷۳) سے وابستگی اور شب و روز کی محنت نے آپ کی صحت پر کافی اثر ڈالا اور ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء کو ڈاکٹر انصاری (۷۴) کی کوٹھی پر دہلی میں وفات پائی۔ جنازہ دیوبند لایا گیا اور وہیں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔ (۷۵)

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۲۷۵ھ بہ مطابق ۱۸۵۸ء

تاریخ وفات: ۱۳۴۷ھ بہ مطابق ۱۹۲۹ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۷۶) ہندوستان (۷۷) کے شہر دیوبند (۷۸) میں ۱۲۷۵ھ بہ مطابق ۱۸۵۸ء میں پیدا ہوئے (۷۹)۔ آپ قصبہ دیوبند کے خاندان عثمانی (۸۰) کے چشم و چراغ تھے آپ کے والد کا نام مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ تھا (۸۱) جو اپنے زمانے کے عالم و فاضل اردو ادب و انشاء کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ محمد قاسم نانوتویؒ (۸۲) کے قریبی احباب اور دوستوں میں سے تھے اور ان کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں کیا جاتا ہے۔ (۸۳)

مولانا عزیز الرحمٰن ثانیؒ کا خاندانی نام "ظفر الدین" رکھا گیا تھا۔ آپ کے دیگر بھائیوں میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۸۴)، مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانیؒ (۸۵)، مولانا سعید الرحمٰن عثمانیؒ (۸۶)، بابو فضل حق عثمانیؒ (۸۷) اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہیں (۸۸)۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ کی براہِ راست اولاد میں مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۸۹)، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۹۰) اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۹۱) اپنے اپنے وقت میں علم و دین کے اُفق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں، جن کی روشنی سے ملتِ اسلامیانِ ہند نے بہتر طور پر استفادہ حاصل کیا۔ تاریخ میں عثمانی سلسلے کو ہمیشہ ان کی خدمات کے صلے میں یاد کیا جاتا رہے گا۔ (۹۲)

ابتدائی تعلیم کا آغاز:

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے ابتدائی تعلیم کا سلسلہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے کیا اور آپ کی ابتدائی تربیت و کردار سازی میں اس وقت کے جید علما کرام مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۹۳) اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۹۴) آغوش میں ہوئی۔ اس کے بعد ان حضرات سے مزید تعلیمی مدارج طے کیے۔ آپ ۱۲۹۸ھ بہ مطابق ۱۸۸۰ء میں تمام علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ (۹۵)

دستار بندی:

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کی دستار بندی دارالعلوم دیوبند میں ۱۲۹۸ھ بہ مطابق ۸۱-۱۸۸۰ء(۹۶) میں ہوئی، آپ کے ساتھ جن افراد کی دستار بندی ہوئی ان میں مولانا احمد سکندر پوریؒ(۹۷)، مولوی محمد اسحاق فرخ آبادیؒ ۱۲۵۶ھ-۱۹۰۴ء/۱۳۳۳ھ-۱۹۱۵ء(۹۸)، مولوی مفتی علی دیوبندیؒ ۱۲۶۱ھ-۱۸۴۵ء/۱۳۲۹ھ-۱۹۱۱ء(۹۹)، مفتی رحیم بخش شیرکوٹیؒ ۱۲۷۱ھ-۱۸۵۵ء/۱۳۲۸ھ-۱۹۱۰ء(۱۰۰) اور مولوی سراج الحقؒ ۱۲۷۷ھ-۱۸۶۰ء/۱۳۳۸ھ-۱۹۲۰ء کا نام قابلِ ذکر ہے۔ (۱۰۱)

درس و تدریس کا آغاز:

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ(۱۰۲) نے اپنی دستار بندی کے بعد باقاعدہ طور پر دارالعلوم دیوبند میں ۱۲۹۹ھ بہ مطابق ۱۸۸۲ء میں بلا معاوضہ تنخواہ کے مدرس مقرر ہوئے اور اپنی تدریسی سرگرمیاں شروع کردیں، اس کے بعد سلسلہ تعلیم و تدریس سے اپنے رشتہ کو مضبوط کرنے کے لیے مدرسہ عالیہ رام پور(۱۰۳) تشریف لے گئے۔ اور رام پور میں ۱۳۰۹ھ بہ مطابق ۱۸۹۱ء آپ وہاں پر دس روپیہ مشاہرہ ماہوار پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ رام پور میں بے شمار لوگوں نے آپ کے علمی و رُوحانی فیض سے استفادہ کیا۔ ۱۳۰۹ھ بہ مطابق ۱۸۹۱ء دارالعلوم دیوبند کے طلب کیے جانے پر واپس اپنے مدرسہ دیوبند تشریف لے آئے اور پھر نیابت اہتمام کا منصب آپ کے سپرد کیا گیا۔ (۱۰۴)

علمی و دینی خدمات:

دارالعلوم دیوبند کی شہرت و مقبولیت چونکہ عام تھی، اس وجہ سے دُور دراز کے مقامات سے طالب علم فیضِ علم حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی روز بروز شہرت اور ترقی کی وجہ سے طالب علموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، فتاویٰ کے سلسلے میں یہ فرض مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۱۰۵) اور دیگر دوسرے عالم دین (فتاویٰ) دیا کرتے تھے لیکن کام کی ذمے داری، نوعیت و اہمیت نے اس بات پر مجبور کردیا کہ کسی صاحب شخصیت کو باقاعدہ مفتی نامزد کرکے دارالافتاء کو مستقل حیثیت میں قائم کیا جائے۔

چنانچہ ۱۳۱۰ھ بہ مطابق ۱۸۹۲ء میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۰۶) نے مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۱۰۷) کو اس عظیم اور اہم ذمے داری کے لیے منتخب کیا پھر اس وقت سے ۱۳۲۶ھ بہ مطابق ۱۹۰۸ء یعنی ۲۶ سال تک بہ دستور مفتی صدر دارالعلوم دیوبند بلکہ مفتی اعظم ہند خدمت افتاء سرانجام دیتے رہے لیکن ابتدائی ایام کے لگ بھگ ۱۵ سالوں کے فتاویٰ کو محفوظ نہ کیا جاسکا اور آخرکار ۱۳۲۹ھ بہ مطابق ۱۹۱۱ء سے باقاعدہ طور پر دارالعلوم دیوبند کے طالب علموں نے افتاء کی نقل نویسی کرنی

شروع کی۔

آپ نے ۳۸ ہزار سے زائد فتاویٰ کو عوام الناس کی رہنمائی کے لیے تحریر فرمایا۔ اس طرح کہا جاتا ہے کہ آپ کے دیے ہوئے فتاویٰ کی تعداد سوا لاکھ کے قریب بنتی ہے اور یہ تعداد وہ تعداد ہے جن کا رجسٹر دارالعلوم دیوبند میں اندارج ہے لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے جاری کردہ فتاویٰ کی تعداد کم و بیش ڈھائی لاکھ سے زائد ہے، کیوں کہ آپ نے ایک طویل عرصہ تک بحیثیت ''مفتی'' فتاویٰ جاری کیا۔ (۱۰۸)

آپ کے بیان کردہ فتاویٰ کو جو بے نظیر مجموعہ اور مسائل فقیہہ کا بے مثال ذخیرہ تھا جو کہ عام نظروں سے اوجھل تھا اس لیے سب سے پہلے آپ کے علمی جانشین اور شاگرد مفتی محمد شفیعؒ (۱۰۹) نے آپ کے فتاویٰ بنام ''عزیز الفتاویٰ'' شائع کیے جو بہت مختصر اور غالباً ایک دو سال کے فتاویٰ کا مجموعہ تھا۔ لیکن درالعلوم دیوبند کے قاری محمد طیب قاسمیؒ (۱۱۰) نے آپ کے تمام فتاویٰ کو جدید ترتیب سے شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کام کے لیے مولانا ظفر الدینؒ (۱۱۱) کو مامور کیا۔ انہوں نے غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے ترتیب فتاویٰ کا کام حسن اسلوب سے انجام دیا، جن کی نو دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۱۱۲) کی علمی اور فقہی خدمات بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ آپ کو فن افتاء سے اس قدر مہارت تھی کہ مشکل ترین سوالات پر بھی برجستہ فتاویٰ تحریر فرما دیتے تھے۔

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کا علم و رُوحانی مقام بہت بلند ہے اور بڑے بڑے علماء و مشائخ نے آپ کی جامع شخصیت اور علمی مقام کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۱۳) جن کو دنیائے اسلام ''مجدد اعظم'' کا مقام و رتبہ دیتی ہے وہ بھی آپ کے فتاویٰ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ (۱۱۴)

آپ کے مزاج میں بے حد سادگی پائی جاتی تھی تواضع انکساری اور زہد و تقویٰ میں آپ کو کمال حاصل تھا، اپنے گھر کا کام خود کیا کرتے تھے، اپنا اور پڑوسیوں کا سامان بازار سے خرید کر دایا کرتے تھے، غایت تواضع کا یہ عالم تھا کہ بازار سے سودا سلف بیواؤں اور ضرورت مندوں کا خود لاتے، بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گٹھڑی دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کے سودا مع حساب کے اس کے گھر پہنچاتے تھے، کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ سودا سلف لانے کے بعد جب کسی عورت کو سودا دینے کے لیے جاتے تو وہ دیکھ کر کہتی کہ مولوی صاحب یہ سودا تو آپ غلط لے آئے ہیں میں نے تو یہ چیز آتی نہیں منگوائی تھی چنانچہ یہ فرشتہ صفت انسان دوبارہ بازار جاتا اور اس عورت کی شکایت دُور کرتا۔ (۱۱۵)

مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کا علمی فیضان:

مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کے فیض علم سے سینکڑوں طالب علموں نے استفادہ کیا لیکن آپ کے جو نامور شاگرد آپ کی دی ہوئی شمع ہدایت کو روشن کیں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولانا مفتی محمد شفیعؒ ۱۳۱۴ھ-۱۸۹۷ء-۱۳۹۶ھ-۱۹۷۶ء (۱۱۶)

(۲) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ۱۳۱۷ھ۔۱۹۰۰ء۔۱۳۹۴ھ۔۱۹۷۴ء (۱۱۷)

(۳) مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ ۱۳۱۸ھ۔۱۹۰۱ء۔۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۵ء (۱۱۸)

(۴) مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ ۱۳۰۹ھ۔۱۸۹۲ء۔۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء (۱۱۹)

(۵) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ ۱۳۱۹ھ۔۱۹۰۲ء۔۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴ء (۱۲۰)

(۶) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ۱۳۲۸ھ۔۱۹۱۰ء۔۱۳۸۲ھ۔۱۹۶۲ء (۱۲۱)

(۷) مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ ۱۳۱۵ھ۔۱۸۹۷ء۔۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء (۱۲۲)

وفات:

مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے ایک طویل عرصہ تک دار العلوم دیوبند میں دینی فریضہ سرانجام دیا لیکن ہر زندگی کو فنا ہے بمقام ہونا ہے چنانچہ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ بھی ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ۔۱۹۲۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کو قبرستان قاسمی میں سپرد خاک کیا گیا۔ (۱۲۳)

مولانا سیّد مرتضٰی حسن چاند پوریؒ
تاریخ پیدائش ۱۲۹۰ھ بہ مطابق ۱۸۷۳ء
تاریخ وفات ۱۳۷۰ھ بہ مطابق ۱۹۵۱ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا سیّد مرتضٰی حسن چاند پوریؒ (۱۲۴) ہندوستان (۱۲۵) کے شہر بجنور (۱۲۶) ۱۲۹۰ھ بہ مطابق ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے (۱۲۷)۔ آپ کے والد کا نام حکیم سیّد بنیاد علیؒ (۱۸۳۵ء-۱۹۰۵ء) تھا (۱۲۸)۔ آپ کے والد ضلع بجنور کے مشہور اور حاذق (ماہر اور تجربہ کار) طبیب تھے۔ آپ کے خاندان کے نامور ہستیوں میں سیّد عارف علی شاہ اور عارف باللہ کا نام نامی سرِفہرست ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۱۲۹) سے جا ملتا ہے۔ (۱۳۰)

تعلیم و تربیت:

مولانا سیّد مرتضٰی حسن چاند پوریؒ درسِ نظامی کی تکمیل کے لیے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۱ء میں داخل ہوئے (۱۳۱) اور بڑی امتیازی شان سے سندِ فراغت تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں جن اساتذہ سے آپ نے جو علوم و فنون کے فیض حاصل کیے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

☆ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ۱۲۴۸ھ-۱۸۳۳ء-۱۳۰۲ھ-۱۸۸۵ء (۱۳۲)

☆ مولانا محمود حسنؒ ۱۲۶۷ھ-۱۸۵۱ء-۱۳۳۹ھ-۱۹۲۰ء (۱۳۳)

☆ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۱۲۴۵ھ-۱۸۲۹ء-۱۳۲۳ھ-۱۹۰۵ء (۱۳۴)

☆ مولانا ذوالفقار علیؒ ۱۲۳۵ھ-۱۸۱۹ء-۱۳۲۲ھ-۱۹۰۴ء (۱۳۵)

☆ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے مرتضٰی حسن چاند پوریؒ نے دورہ حدیث کے ساتھ فیضِ رُوحانی بھی حاصل کیا۔ (۱۳۶)

مولانا سیّد مرتضٰی حسن چاند پوریؒ کو فنِ معقولات سے خاص دلچسپی تھی، اس لیے اس فن میں تحصیل کمال کی غرض سے معقولات کے نامور استاذ مولانا احمد حسن امروہویؒ (۱۳۷) کی خدمت میں کانپور (۱۳۸) حاضر ہوئے اور معقولات کی اعلیٰ کتب پڑھ کر اس فن میں کمال و مہارت حاصل کی۔ تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے وطن چاند پور واپس آ گئے اور اپنے والد کے مطب میں مشغول ہو کر تشخیص امراض و تجویز نسخہ جات و فن دوا سازی میں بدرجہ کمال عبور حاصل کیا اور ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حاذق طبیب بھی بن گئے۔ (۱۳۹)

مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ کی دینی و مذہبی خدمات:

مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ نے مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ (۱۴۰) کے قائم کردہ مدرسہ امدادیہ (۱۴۱) جو کہ دربھنگہ (۱۴۲) میں قائم کیا گیا تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۴۳) کی درخواست پر اس مدرس امدادیہ میں ایک مدرس کی حیثیت سے علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر کچھ عرصہ مدرسہ "امدادیہ" مرادآباد (۱۴۴) میں صدر مدرس رہے، اسی دوران آپ نے آریہ سماج (۱۴۵) کے رد میں متعدد رسائل تحریر فرمائے اور ہندو رہنما بابو رام چندر سے مشہور تاریخی مناظرہ کیا۔

۱۳۳۸ھ۔ ۱۹۲۰ء میں شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) جب مالٹا سے رہا ہو کر آئے تو آپ نے دارالعلوم دیوبند کو دوبارہ جوائن کیا (۱۴۶)۔ درالعلوم دیوبند کی خدمات کے لیے مولانا محمد طاہر احمد قاسمیؒ (۱۴۷) اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۱۴۸) نے زیادہ اصرار کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کو ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا، ساتھ ہی سلسلہ تدریس بھی جاری رہا۔ اس دور میں آپ نے قادیانیت کے رد میں بکثرت رسائل تحریر فرمائے۔ (۱۴۹)

مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ نے قادیانیت کے مسئلے پر جو رسائل تحریر فرمائے جو خصوصیت کے ساتھ پنجاب (۱۵۰) و صوبہ سرحد (۱۵۱) میں بہت مقبول ہوئے اور ساتھ ہی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ کی سیاسی خدمات:

مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ نے مسلمانانِ ہند کی دینی و مذہبی خدمات کے علاوہ سیاسی خدمات بھی کیں۔ تحریکِ ختمِ نبوت (۱۵۲) اور تحریکِ پاکستان میں آپ نے زبردست حصہ لیا۔ اور علماء اسلام کے ہمراہ پورے برِصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے سامنے قیامِ پاکستان کے اغراض و مقاصد کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ پیش کیا۔ تحریکِ پاکستان کے زمانے میں آپ کے رفقاء میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۵۳)، مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۱۵۴)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۵۵)، مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ (۱۵۶) وغیرہ نے شانہ بشانہ کام کیا۔

قائدِاعظم محمد علی جناح (۱۵۷) اور دیگر مسلم لیگی زعما کے ذہن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا نقطۂ نظر واضح کرتے رہے۔ قادیانیت کے خلاف ملک کے چپے چپے کا دورہ کیا، خصوصاً آپ نے علمائے کرام کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مرزائیت کے خلاف تقریریں کیں اور مناظرے کرتے رہے۔ ملک کے اطراف کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ ہوگا جو آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید نہ ہوا ہو۔ (۱۵۸)

وفات:

غرض کہ ساری زندگی خدمت اسلام میں مصروف رہے، آخر کار دسمبر ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کو بعد نماز عشاء غیر معمولی سردی کا احساس ہوا اور طبیعت ناساز ہوگئی اور آخر کار ۱۳۷۰ھ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو با آواز بلند کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

مولانا حافظ محمد احمد دیوبندیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۲۷۹ھ۔ بہ مطابق ۱۸۶۲ء

تاریخ وفات: ۱۳۴۸ھ۔ بہ مطابق ۱۹۲۹ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا حافظ محمد احمدؒ (۱۵۹)، حضرت نانوتویؒ (۱۶۰) کے فرزند رشید تھے۔ (۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء) میں نانوتہ (۱۶۱) میں پیدا ہوئے۔ (۱۶۲) قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد والد ماجد نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گلاؤٹھی (ضلع بلند شہر) (۱۶۳) بھیج دیا، گلاؤٹھی میں حضرت نانوتویؒ کا قائم کیا ہوا مدرسہ منبع العلوم تھا، حضرت مولانا عبداللہؒ انبہٹوی (۱۶۴) اس مدرسہ میں مدرس تھے، بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے مرادآباد (۱۶۵) کے مدرسہ شاہی میں بھیجے گئے، یہاں حضرت نانوتویؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ پڑھاتے تھے۔ (۱۶۶)

ان سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھنے کے بعد دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ (۱۶۷) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، مولانا محمد یعقوبؒ (۱۶۸) سے ترمذی شریف کے چند سبق پڑھے، دورۂ حدیث گنگوہ (۱۶۹) پہنچ کر مولانا گنگوہیؒ (۱۷۰) کے حلقۂ درس میں پورا کیا اور وہیں جلالین اور بیضاوی پڑھی۔

۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں بحیثیت مدرس دارالعلوم میں تقرر ہوا اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی۔ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں جب مولانا حاجی محمد عابدؒ (۱۷۱) اہتمام سے مستعفی ہوئے تو یکے بعد دیگرے دو مہتمم مقرر ہوئے (حاجی فضل حق دیوبندیؒ (۱۷۲) اور مولانا محمد منیر نانوتویؒ (۱۷۳) مگر ایک ایک سال سے زیادہ اہتمام نہ کر سکے، ہر سال کے تغیرات کی وجہ سے دارالعلوم کے نظام میں اختلال پیدا ہونے لگا تو ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء) میں مولانا گنگوہیؒ نے اہتمام کے لیے حضرت حافظ محمد احمدؒ کا انتخاب فرمایا، حافظ محمد احمدؒ نہایت منتظم اور صاحب اثر و وجاہت تھے چنانچہ وہ بہت جلد دارالعلوم کے انتظام پر قابو یافتہ ہو گئے اور تقرر کے وقت ان سے جو توقعات قائم کی گئی تھیں بدرجۂ اتم ان کے اہل ثابت ہوئے، حضرت شیخ الہندؒ جو صدر المدرسین تھے خود استاد ہونے کے باوجود حافظ محمد احمدؒ کے استاذ زادہ ہونے کی حیثیت کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ (۱۷۴)

دارالعلوم کی تعمیر و ترقی میں حصہ:

حافظ محمد احمدؒ کے زمانۂ اہتمام میں دارالعلوم نے غیر معمولی ترقی کی جب انہوں نے عنان اہتمام اپنے ہاتھ میں لی تھی تو دارالعلوم کی آمدنی کا اوسط ۵۔۶ ہزار روپیہ سالانہ تھا۔ آپ کے عہد میں یہ اوسط ۹۰ ہزار تک ترقی کر گیا، اسی طرح طلباء کا

اوسط دو ڈھائی سو سے ترقی کر کے تقریباً نو سو تک پہنچ گیا، اس وقت کتب خانے میں ۵ ہزار کتابیں تھیں، آپ کے زمانے میں کتابوں کی تعداد ۴۰ ہزار تک پہنچ گئی۔ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء تک عمارات دارالعلوم کی مالیت ۶۳ ہزار روپے تھی، آپ کے عہد میں یہ مالیت ۴ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ (۱۷۵)

آپ کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم نے معنوی اور صوری دونوں حیثیتوں سے نہایت عظیم الشان ترقی کی جو اس سے پہلے اس کو حاصل نہ ہوسکی تھی، آپ کے زمانہ اہتمام سے پہلے شعبہ جات اور دفاتر کا کوئی صاف ستھرا اور باقاعدہ نظام نہ تھا اور گو دارالعلوم معنوی حیثیت سے ”دارالعوام“ بن چکا تھا مگر اپنی عمارتوں اور ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے آپ ہی کے زمانہ اہتمام میں مدرسے سے دارالعلوم بنا، شعبہ جات اور دفاتر کی تشکیل عمل میں آئی، حلقۂ اثر میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا غرض کہ ہر حیثیت سے دارالعلوم کا قدم روز افزوں ترقی کی جانب گامزن رہا، چنانچہ آپ کا دورِ اہتمام دارالعلوم کی تاریخ میں اس کی ترقیوں کا نہایت تابناک اور زریں دور سمجھا جاتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی عظیم الشان عمارت:

دارالحدیث کی عظیم الشان عمارت جو اپنی نوعیت کی ہندوستان بھر میں پہلی عمارت ہے آپ ہی کے عہد میں تیار ہوئی، جدید دارالاقامہ کا آغاز اور مسجد و کتب خانہ کی تعمیر بھی مولانا حافظ محمد احمدؒ کے زمانے کی یادگاریں ہیں ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء کے اس عظیم الشان جلسۂ دستار بندی کی یاد اب تک لوگوں کے قلوب میں تازہ ہے، جس میں ایک ہزار سے زائد فضلاء کی دستار بندی ہوئی تھی۔ (۱۷۶)

دارالعلوم کی ترقی کے سلسلے میں حافظ محمد احمدؒ نے ملک کے مختلف شہروں کے سفر کر کے دارالعلوم کے لیے بہت سے دوامی چندے مقرر کرائے خصوصاً سابق ریاست بھوپال (۱۷۷) بہاول پور (۱۷۸) اور حیدرآباد (۱۷۹) کے سفر، دارالعلوم کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے، حیدرآباد سے دارالعلوم کی امداد سو روپے ماہانہ مقرر تھی، مولانا حافظ محمد احمدؒ حیدرآباد تشریف لے گئے اور اپنے اثرات سے ڈھائی سو روپے مقرر کرائے، دوسرے سفر میں پانچ سو اور تیسرے میں ایک ہزار ماہانہ تک نوبت پہنچ گئی جو سقوط ریاست حیدرآباد دکن تک جاری رہی۔ (۱۸۰)

برطانوی حکومت کا اعتراف:

برطانوی گورنمنٹ کی جانب سے آپ کو ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا گیا، مگر آپ نے دارالعلوم کے حریت پسندانہ مسلک کی بناء پر حکومت کا خطاب یافتہ ہونا پسند نہیں کیا چنانچہ خطاب واپس کر دیا، یہ بھی آپ ہی کے زمانے کی خصوصیت ہے کہ دو مرتبہ صوبہ متحدہ کے گورنر دارالعلوم میں آئے، دارالحدیث کی مجوزہ جگہ پر شہر کے پانی کا گندہ نالہ بہتا تھا، اس کے سبب سے دارالحدیث کی تعمیر میں رکاوٹ پڑی ہوئی تھی، نیز گندے نالے کے قرب کے باعث دارالعلوم کی آب و ہوا بھی

خراب رہتی تھی، اکابر دارالعلوم کی پیہم کوششوں کے باوجود مقامی حکام تالے کے ہٹائے جانے پر آمادہ نہ تھے مولانا حافظ محمد احمدؒ نے گورنر کو دعوت دے کر مشکل کا حل نکال لیا چنانچہ صوبائی گورنمنٹ کے حکم سے سرکاری مصارف پر گندہ نالہ ہٹا دیا گیا حافظ صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہی تھی کہ دارالعلوم کی مشکل سے مشکل مہم کو آسانی سے سلجھا دیتے تھے۔

طلباء کی سہولتوں کا خیال اور توجہ:

طلباء کی چھوٹی چھوٹی جزئیات پر جہاں ہر وقت نظر رہتی تھی اور ان پر روک ٹوک اور ڈانٹ ڈپٹ رکھتے وہیں ان پر بے حد شفیق اور مہربان بھی تھے، طلباء کی معمولی معمولی ضرورتوں پر ربیانہ نظر رہتی تھی۔ بیمار طلباء کے علاج پر خاص توجہ فرماتے تھے طلباء اور مدرسین پر مولانا حافظ محمد احمدؒ کا رعب وداب ضرب المثل تھا دستر خوان نہایت وسیع تھا دارالعلوم کے مہمانوں کا بار بذات خود نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔

شروع سے درس و تدریس کا جو مشغلہ قائم ہو گیا تھا وہ زمانہ اہتمام میں بھی کبھی بند نہیں ہوا، مشکوٰۃ المصابیح، جلالین شریف، صحیح مسلم، ابن ماجہ، مختصر المعانی، رسالہ میر زاہد وغیرہ کتابیں نہایت شوق سے پڑھاتے تھے تقریر نہایت صاف و مربوط اور سلجھی ہوئی ہوتی تھی، اپنے والد ماجد کے خاص علوم اور مضامین پر کافی عبور تھا۔ (۱۸۱)

مفتی اعظم کے منصب پر تقرری:

نظام دکن (۱۸۲) نے حافظ محمد احمدؒ کو ریاست حیدر آباد مفتی اعظم کے عہدے پر مقرر فرمایا تھا، حکومت آصفیہ کے اس سب سے بڑے دینی منصب پر آپ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء سے ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء تک فائز رہے، حیدر آباد کے زمانہ قیام میں آپ نے نظام حیدر آباد کو دارالعلوم میں آنے کی دعوت دی تھی جو منظور کر لی گئی تھی پروگرام یہ تھا کہ نظام جب دہلی (۱۸۳) جائیں گے تو دارالعلوم کو بھی دیکھیں گے۔ ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء میں نظام کے دہلی آنے کی توقع تھی، وعدے کی یاد دہانی کے لیے آپ حیدر آباد تشریف لے گئے جس وقت آپ حیدر آباد کا قصد فرما رہے تھے تو طبیعت ناساز تھی مگر اس کے باوجود آپ نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔

وفات:

آپ ۱۹۲۹ء میں اس فانی دنیا سے رحلت فرما گئے۔

مولانا حافظ محمد یاسین دیوبندیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۲۸۲ھ- بہ مطابق ۱۸۶۶ء

تاریخ وفات: ۱۳۵۵ھ- بہ مطابق ۱۹۳۷ء

حافظ محمد یاسین دیوبندیؒ (۱۸۴) (۱۲۸۲ھ-۱۸۶۶ء) کو دیوبند (۱۸۵) ضلع سہارنپور (۱۸۶) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام افتخار ہے۔ والد صاحب کا نام تحسین علیؒ اور دادا کا میاں امام علیؒ تھا۔ (۱۸۷) سلسلۂ نسب سیدنا عثمان غنیؓ (۱۸۸) سے جا ملتا ہے۔

حصول تعلیم:

تحصیل علم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درسیات کی تکمیل کر کے ۱۳۰۱ھ-۱۸۸۴ء میں مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۱۸۹) سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمود حسنؒ (۱۹۰) مولانا سعید احمد دہلویؒ (۱۹۱) کے بھی نام آتے ہیں۔

تدریس:

فراغت کے بعد اتفاقاً دارالعلوم میں مدرس فارسی کی جگہ خالی ہوئی جس کے نصاب میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھانا بھی شامل تھا۔ اس جگہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ (۱۳۰۸ھ-۱۸۹۱ء/۱۳۵۴ھ-۱۹۳۵ء) اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ خارج میں درس نظامی کی بلند پایہ کتب کی تدریس بھی جاری رہتی تھی۔

صوفیانہ مسلک:

آپ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۹۲) کے خاص مریدین میں سے تھے۔ منازل سلوک انہی سے طے کیں۔

حیات وخدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا میاں اصغر حسین دیوبندیؒ (۱۹۳) تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا حافظ یاسین دیوبندیؒ دیوبند کے نہایت اہل علم اور باعزت خاندان کے فرزند تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد علمی مشاغل میں مصروف اور اہل شہر کے معتقد علیہ حضرات تھے۔ حضرت مرحوم نے قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد فارسی کی درسیات اپنے والد ماجد اور اکابر خاندان سے حاصل فرما کر اعلیٰ قابلیت فارسی کی حاصل فرمائی اور پھر دارالعلوم دیوبند میں

اکابر شیوخ و اساتذہ مولانا محمد یعقوبؒ (۱۹۴)، مولانا سعید احمد دہلویؒ (۱۹۵) سے علوم معقول و منقول حاصل فرمائے اور بعد فارغ التحصیل بلا قید ملازمت محض شوق تعلیم اور حصول ثواب کی وجہ سے تعلیم درسیات مختلف طلبہ کو شروع فرمائی۔ اسی زمانہ میں دارالعلوم کے مدرس فارسی کا انتقال ہو گیا اور چونکہ مولانا مرحوم کا خاندان تعلیم فارسی میں امتیاز خصوصی رکھتا تھا اس لیے اس عہدہ کے لیے سب بزرگوں کی نظر انتخاب ہمارے مولانا حافظ محمد یاسین دیوبندیؒ پر پڑی اور آپ باضابطہ مدرس فارسی مقرر کر دیے گئے اور تحفظ استعداد عربی کے لیے بعض بڑے اسباق عربی کی تعلیم خارج اوقاتِ مدرسہ میں اجازت دی گئی اور ابتدائی کتب عربیہ کی تعلیم کو مدرس فارسی کے لیے گویا لازم کر دیا گیا۔

اس طرح تقرر ہو جانے کے بعد حضرت ممدوح کو گویا دو چند محنت برداشت کرنی ہوتی تھی، لیکن آپ اپنی للہیت اور تقاضائے قلبی سے فارسی کی مفوضہ تعلیم کے علاوہ کتب عربیہ کی تعلیم میں بھی معقول حصہ لیتے رہتے تھے، عرصۂ دراز تک جب تک قوت و طاقت رہی یہی طرز رہا لیکن جب قوت کم ہونے لگی اور تعلیم فارسی کا کام زیادہ ہو گیا تو تعلیم عربی رفتہ رفتہ متروک ہو گئی تاہم مخصوص اور قابل رعایت طالب علموں کا ایک دو عربی سبق آخری زمانہ تک جاری رہا۔

فارسی درس کی کتابیں نہایت شوق اور جانفشانی اور کامل تحقیق سے پڑھاتے تھے۔ علاوہ اہل شہر اور دیگر طلبہ کے بعض عربی تعلیم یافتہ اور فارغ التحصیل علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عالمانہ بحث و اشکال پیش کرتے تھے۔

مولانا حافظ محمد یاسینؒ کی ایک نمایاں خصوصیت یا اثر صحبت یا برکت یہ بھی تھا کہ طالب علم کے قلب میں ابتداء ہی سے حق تعالیٰ اور اس کے مقدس انبیاء علیہم السلام کی محبت اور بزرگان دین کی عقیدت جاگزیں ہو جاتی تھی جس کا پائیدار اثر اس کی دینی اور دنیوی اصلاح حال کے لیے آخری زمانہ تک مفید ہوتا تھا اور مولانا کی پابندیٔ شریعت اور رعایت آداب طریقت اور ادائے اعمال و عبادات مستفیدین و مستفیضین کے لیے ایک بہترین نمونہ پیش نظر رہتا تھا۔ (۱۹۶)

تصانیف و تالیفات:

آپ کی مندرجہ ذیل تالیفات موجود ہیں:

(۱) مفید نامہ جدید (۲) جدید صفوۃ المصادر (۳) مفید اصاغر و اکابر (۴) رسالہ نادر شرح صفوۃ المصادر اور (۵) انشاء فارغ۔ جس میں مبتدیوں کے لیے فارسی زبان کے خطوط اس حسن ترتیب کے ساتھ درج کیے گئے ہیں کہ ابتداء بہت آسان پھر کسی قدر مشکل پھر اسی طرح ترقی کی گئی ہے ان چند رسائل کو اچھی طرح پڑھا دیا جائے تو بہت آسانی کے ساتھ بچہ فارسی زبان پر قادر اور اس کے قواعد کا حافظ ہو جاتا ہے۔ (۱۹۷)

وفات:

۹ صفر ۱۳۵۵ھ۔ ۱۹۳۶ء بروز جمعہ دیوبند میں وفات پائی۔

مولانا غلام رسولؒ

تاریخ پیدائش: ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۸۵۸ء

تاریخ وفات: ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۳ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

دارالعلوم دیوبند (۱۹۸) برِصغیر کی وہ عظیم علمی درس گاہ ہے، جس نے اپنے قیام سے لے کر آج تک بے شمار ایسی مایہ ناز ہستیوں کو پیدا کیا، جنہوں نے ملتِ اسلامیان کی فکری اور علمی رہنمائی کر کے مسلمانوں کی تاریخ پر گہرے اور دُور رس اثرات مرتب کیے، ان ہی عظیم ہستیوں میں ایک نام مولانا غلام رسولؒ (۱۹۹) کا بھی ہے جو کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے استاد تھے اور جنہوں نے اپنے علوم وفنون کے زیور سے شبیر احمد عثمانیؒ کو مستفید کیا۔ مولانا غلام رسولؒ ۱۲۷۵ھ۔ ۱۸۵۸ء کو پیدا ہوئے (۲۰۰)۔ آپ کا تعلق صوبہ سرحد (۲۰۱) سے تھا۔ آپ کے والد کا نام عبدالرزاق (۱۸۲۲ء۔۱۸۹۲ء) تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں مکمل کی۔

دینی ومذہبی خدمات کا جائزہ:

مولانا غلام رسولؒ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تدریسی فرائض سرانجام دیے (۲۰۲)۔ آپ کے مایہ ناز شاگرد جنہوں نے آپ کی تعلیمی خدمات کو اسلامیانِ ہند کے سامنے پیش کیا، ان میں سے ایک نامور نام شبیر احمد عثمانیؒ کا ہے، جن کی کوششوں سے قائداعظم محمد علی جناح (۲۰۳) اور آل انڈیا مسلم لیگ (۲۰۴) کو بڑی تقویت ملی اور تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ مولانا غلام رسولؒ علومِ عقلیہ، منطق وفلسفہ میں کمال رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ نے ۹ شوال ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء کو بیس (۲۰) روپے ماہوار پر بحیثیت مدرس فلسفہ آپ کا تقرر کیا۔ (۲۰۵)

آپ نے اپنی علمی وذہنی صلاحیتوں سے اپنے شاگردوں کو خوب مستفید کیا۔ آپ کی عربی اور علوم عقلیہ ومنطق وفلسفہ میں مہارت کو بڑے بڑے علماء وقت تسلیم کیا کرتے تھے آپ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک عظیم شاگرد ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے شاگردوں کی اس طرح آبیاری کی کہ ان کی علمی تشنگی دور ہوتی گئی۔ آپ نے علمی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان ہی شاگردوں میں آپ کے ایک شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۲۰۶) نے ۱۱ شوال ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء کو دارالعلوم دیوبند کے دفتر سے رات گیارہ بجے ایک خط مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۲۰۷) کو لکھا تھا جو ان دنوں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۲۰۸) کی خانقاہ میں مقیم تھے۔ مولانا

محمود حسنؒ کا تحریر کردہ لفافہ جو کہ ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ کا چھوٹے سائز کا تھا جو ۵ مارچ ۱۳۱۶ھ۔ ۱۸۹۸ء کو دیوبند کے ڈاک خانے سے روانہ ہوا۔ اس خط میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ لکھتے ہیں:

اہلِ شوریٰ نے فلسفہ کی مد میں مولانا غلام رسولؒ کو بہ مشاہرہ بیس (۲۰) روپیہ ماہوار مقرر کیا، اللہ انجام بخیر کرے اور مدرسین بدل ہو رہے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جو کہ مولانا غلام رسولؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے، اکثر مجلسوں میں اپنے استاذ کا ذکر فرمایا کرتے تھے، جامع مسجد کے حجرے میں رہا کرتے تھے اکثر اوقات مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو مدرسے سے جاتے وقت اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے اور وہاں جا کر خود بھی چائے پیتے اور آپ کو بھی پلاتے اور خارج (فارغ) اوقات میں بھی پڑھاتے تھے۔

علمائے دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے معاصرین تقریباً سب ہی ان کے شاگرد تھے، بہت شفیق، نرم دل، سنت کے متبع، قناعت پسند تھے، بائیس سال تک دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس قیام فرمایا اور آپ کی ذات سے علوم و فنون کے وہ چشمے پھوٹے، جن سے تشنگان علوم نے اپنی پیاس بجھائی۔

وفات:

مولانا غلام رسولؒ کے وفات پر ان کے شاگردوں خصوصاً علمائے دیوبند کو سخت نقصان اور متاثر کیا۔ علماء اور طلبا نے آپ کے غم میں بہت سے مرثیے لکھے۔ خاص طور پر حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کا عربی مرثیہ جو مولانا غلام رسولؒ کے اخلاق و خصائل اور فضائل پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ مولانا اعزاز علیؒ (۲۰۹) کے دو مرثیے ایک عربی اور دوسرا اردو میں قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی وفات پر مرثیہ محمد شفیعؒ نے عربی میں تحریر فرمایا۔ آپ کی وفات کے مرثیے اور تذکرہ کو ماہنامہ القاسم نے ماہِ صفر ۱۳۴۱ھ۔ ۱۹۲۳ء میں شائع کیا۔

آپ کی موت کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا اعزاز علی امروہویؒ کہتے ہیں:

اب تک وبائی مرض کا نام و نشان بھی دیوبند میں نہ تھا کہ خدا جانے مولانا غلام رسولؒ کو یہ خیال کس طرح پیدا ہو گیا کہ ہمارا وقت قریب آ گیا ہے چنانچہ اس خیال کے آتے ہی آپ نے اپنے تمام شاگردوں سے ان کے حجروں میں، گھروں میں جا جا کر وعدے لیے کہ ہم مر جائیں گے تو کتنے قرآن پڑھ کر ہم کو ثواب پہنچاؤ گے۔ چنانچہ سب نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق وعدے کیے۔ ان وعدوں پر زیادہ زمانہ نہیں گزر پایا تھا کہ آپ وبائی مرض میں مبتلا ہوئے۔ جب تک آپ اس قابل رہے کہ طلبا آپ کی بغلوں میں ہاتھ دے کر آپ کو جائے قیام سے لے جاتے اور صف نماز میں شریک کر دیتے تھے تب تک آپ نے کوئی نماز بغیر جماعت ادا نہیں کی۔ وفات سے دو روز قبل بلغم کی زیادتی سے آپ کی بات سمجھ میں آنا دشوار ہو گئی۔

آخر کار انسانی ضعیف کوششوں پر تقدیر غالب آئی اور ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۲۳ء کو آپ نے قبل از طلوع صادق داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (۲۱۰)

مولانا محمد یاسین شیرکوٹیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۲۶۴ھ بمطابق ۱۸۴۸ء

تاریخ وفات: ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا محمد یاسینؒ (۲۱۱) ہندوستان (۲۱۲) کے ضلع بجنور (۲۱۳) کے علاقے شیرکوٹ (۲۱۴) میں ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ (۲۱۵) آپ کے والد کا نام مولانا محمد ہادیؒ (۱۸۲۵ء۔ ۱۸۹۰ء) تھا (۲۱۶) جو شیرکوٹی کے اولیاء میں شمار ہوتے تھے۔ (۲۱۷) آپ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز اس وقت کے عظیم مدرسہ دارالعلوم دیوبند (۲۱۸) سے کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے علوم و فنون میں مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد آپ رڑکی (۲۱۹) کے مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ (۲۲۰)

دینی و مذہبی خدمات کا جائزہ:

مولانا محمد یاسین شیرکوٹیؒ کا شمار اپنے وقت کے جید علماء میں ہوتا ہے، آپ دارالعلوم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے پیشہ سے منسلک ہوگئے، جب دارالعلوم کو آپ کے خدمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے دارالعلوم سے اپنا رشتہ بحیثیت استاد مضبوط و مستحکم کیا۔ آپ کا شمار دارالعلوم دیوبند کے عظیم علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کو خاص طور پر علم ہیئت (ساخت یا بناوٹ) میں مکمل عبور اور دسترس حاصل تھا۔ آپ نہ صرف ظاہری علوم کے عالم تھے بلکہ باطنی علوم سے بھی بہرہ مند تھے، آپ تصوف سے بھی کافی ذوق و شوق کا اظہار خیال کیا کرتے تھے۔ (۲۲۱)

آپ بزرگ سیرت انسان تھے، زہد و عبادت میں زندگی گزارنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا، آپ کا خاص مضمون علم ہیئت اور ریاضی تھا۔ آپ نے اپنے علم فیض سے بے شمار طالب علموں کو مستفید کیا، جنہوں نے آپ کے نام کو روشن کیا، ان ہی ناموں میں سے ایک نام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا بھی تھا۔ آپ نے دین اور مذہب کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کردی۔

آپ کے فیضِ علم سے بے شمار چشمے پھوٹے، جنہوں نے اسلامیانِ ہند کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے ایسے وقت میں مسلمانوں کی دینی اور مذہبی خدمات کا بیڑا اٹھایا جب حقیقی معنوں میں لوگوں کو دین کی ضرورت تھی۔ آپ کے لاتعداد شاگردوں نے تحریک پاکستان اور قیامِ پاکستان میں مرکزی کردار ادا کیا۔ (۲۲۲)

حج بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کی حاضری اور وفات:

مولانا یاسین شیرکوٹیؒ کو اللہ نے دین کے علاوہ اپنے خاص رحمتوں سے بھی مستفید فرمایا اور آپ کو حج بیت اللہ کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ نے ۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹۰۷ء میں حج کے لیے مکہ معظمہ کا سفر اختیار کیا (۲۲۳)۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد جدہ سے واپسی کے دوران طاعون کے بخار میں مبتلا ہوئے اور اسی طاعونی بیماری کے سبب صفر ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء میں انتقال فرمایا۔ (۲۲۴)

مولانا حکیم محمد حسنؒ

تاریخ پیدائش: ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸۵۹ء

تاریخ وفات: ۱۳۴۵ھ بمطابق ۱۹۲۷ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا حکیم محمد حسنؒ ۱۲۷۶ھ-۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے (۲۲۵)۔ دیو بند کے چند مبارک اور ذی علم خاندانوں میں سے ایک خاندان شیخ الہند محمود حسنؒ کا ہے (۲۲۶)۔ مولانا محمود حسنؒ کے ایک بھائی کا نام مولانا محمد حسنؒ ہے۔ آپ کے جدامجد شیخ فتح علیؒ تھے، جن سے مولانا محمد حسنؒ کے والد مولانا ذوالفقار علیؒ (۲۲۷) ایک نہایت ہی صاحب اقبال اور دینی و دنیاوی حیثیتوں سے صاحب وجاہت وعزت عالم تھے (۲۲۸)۔ مولانا محمد حسنؒ نے حدیث شریف مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۲۲۹) سے اور دیگر علوم دارالعلوم دیو بند اور اپنے بھائی شیخ الہند محمود حسنؒ سے حاصل کی۔ مولانا محمد حسنؒ نے طب کی تعلیم دہلی میں حکیم عبدالمجید خانؒ (۲۳۰) سے حاصل کی۔

مولانا حکیم محمد حسنؒ کی حیات وخدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا محمد حسنؒ مزاج اور طبیعت کے بہت سخت تھے۔ گھوڑے اور شکار کے بہت شوقین تھے۔ تاریخی واقعات سے پتہ چلا ہے کہ ایک دفعہ گھڑ سواری کے دوران گر گئے اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے ہڈی جوڑی اور چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔ اپنے محلے کی مسجد میں اپنے شاگردوں کو بلا لیتے تھے اور وہیں سبق پڑھاتے۔ روزانہ سبق کا ہونا ان کے یہاں مشکل تھا، کوئی ہفتہ پورا سبق پڑھانے میں گزر جاتا تو یہ اس ہفتے کی خوش قسمتی تھی۔ سبق پڑھاتے وقت حواشی پر نظر رہتی تھی، حواشی دیکھتے جاتے اور پڑھاتے جاتے تھے۔

چونکہ عمر کے اعتبار سے تقریباً تمام اساتذہ دارالعلوم میں بڑے تھے، اس کے علاوہ شیخ الہند محمود حسنؒ کے چھوٹے بھائی اور سب سے بڑی بات مولانا ذوالفقار علیؒ جو کہ دارالعلوم کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کے صاحبزادے تھے۔ اس لیے مہتمم سے لے کر ادنیٰ مدرس تک سب ہی ان کے سامنے ناتواں و کمزور تھے۔

مولانا محمد حسنؒ مدرسے کے مقررہ طبیب تھے اور مدرس بھی فنِ طب میں مہارت رکھتے تھے جس کو باقاعدہ دہلی میں پڑھا تھا، اس لیے تمام طلبہ عموماً ان سے نسخہ لکھواتے تھے۔ نسخہ پر جس طالب علم کی سفارش فرماتے اس کے پیسے مدرسہ ادا کرتا تھا۔ مہتمم بھی مدرسہ کا بے چوں و چرا منظوری دے دیا کرتے تھے، اگر کبھی کوئی طالب علم مایوس ہوتا تو آپ اس کا پارٹ (طرف داری) کیا کرتے تھے، طلبہ سے بہت ہمدردی فرماتے، ٹانگ ٹوٹنے سے پہلے مدرسہ بھی آتے اور وہاں بھی درس دے دیا کرتے تھے۔ (۲۳۱)

وفات:

مولانا محمد حسنؒ کی وفات کے متعلق غالباً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۳۴۵ھ-۱۹۲۷ء کے لگ بھگ آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۳۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے نامور تلامذہ

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۷ء

تاریخ وفات ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۶ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا محمد شفیعؒ (۲۳۳) قصبہ دیوبند (۲۳۴) ضلع سہارنپور (۲۳۵) یوپی (۲۳۶) کے مشہور عثمانی خاندان (۲۳۷) سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی والدہ سادات میں سے تھیں اور آباؤ اجداد حضرت عثمان غنیؓ (۲۳۸) کی اولاد میں سے ہیں اور دیوبند کے ممتاز اہلِ علم میں شمار ہوتے تھے۔ ہمیشہ علمی مشاغل میں مصروف اور اہلِ قصبہ ان کے معتقد رہے۔ آپ کے والد مولانا محمد یاسین دیوبندیؒ (۲۳۹) ایک جید عالمِ دین اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ مولانا محمد شفیعؒ ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء کی درمیانی شب میں قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے (۲۴۰) آپ نے ایک دینی ماحول میں آنکھ کھولی۔ بچپن ہی سے جلیل القدر علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد عظیمؒ (۲۴۱) کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی (۲۴۲)۔ فارسی کی تمام مروجہ کتابیں اپنے والد محمد یاسین سے دارالعلوم میں پڑھیں۔ حساب وفنون وریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمدؒ (۲۴۳) سے حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۵ھ۔ ۱۹۱۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ جن عظیم المرتبت علمائے اُمت سے آپ نے شرفِ تلمذ حاصل کیا، ان میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۲۴۴)، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۲۴۵)، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، (۲۴۶) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۲۵۷)، مولانا سیّد اصغر حسین دیوبندیؒ (۲۴۸) مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۲۴۹) اور مولانا غلام رسول خان ہزارویؒ (۲۵۰) جیسے اکابرین شامل ہیں۔ (۲۵۱)

علمی وتدریسی کارنامے:

مولانا محمد شفیعؒ نے تعلیم وتدریس کا سلسلہ دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی کتابوں سے شروع فرمایا پھر سالہا سال اوپر کے سب درجات میں تمام علوم وفنون اپنے باکمال اساتذہ کے زیرِ سایہ پڑھا۔ آپ اپنے ایامِ طالب علمی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:

> ”دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تو میری چھ گھنٹے کی پابندی تھی، مگر روزانہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتا تھا۔“ (۲۵۲)

بالآخر بزرگوں کی خواہش وایما پر آپ کو درجۂ علیاء (دورۂ حدیث) کے اساتذہ میں شامل کر لیا گیا۔ جس کا واقعہ یہ ہوا کہ مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ جب سلہٹ (۲۵۳) میں تشریف فرما تھے، وہاں حدیث پڑھانے کے لیے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی، جس کے لیے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے آپ کو بذریعہ خط دعوت دی۔ آپ نے عذر کیا کہ: ”اس وقت دارالعلوم میں مجھے کبھی حدیث پڑھانے کا اتفاق نہیں ہوا، میرا مشغلہ زیادہ تر ادب اور دوسرے فنون سے رہے۔“

اس پر تقاضے کا خط آیا کہ ایسا کیوں؟ حدیث کی تعلیم کو ضروری سمجھو، پھر دیوبند تشریف آوری کے وقت دوبارہ تقاضا فرمایا۔ آپ نے عرض کیا: ”جہاں استاد علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ درسِ حدیث دیتے ہوں، وہاں ایسا احمق کون ہوگا جو مجھ سے حدیث پڑھنا گوارا کرے۔“

فرمایا نہیں، کوئی نہ کوئی کتاب حدیث کی ضرور پڑھایا کرو۔

بار بار تقاضا فرمایا۔ بالآخر دارالعلوم کی طرف سے سب سے پہلے موّطا امام مالکؒ (۲۵۴) کا درس آپ کے سپرد ہوا۔ اور اس کے بعد دورۂ حدیث کی دوسری کئی کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی۔ سنن ابوداوٗدؒ (۲۵۵) آپ کے استاذ مہربان بزرگ مولانا سیّد اصغر حسین پڑھاتے تھے۔ ۱۳۵۴ھ۔ ۱۹۳۵ء میں انہیں دورانِ سال سفر پیش آیا تو ابوداوٗد کا درس آپ کے سپرد فرما کر تشریف لے گئے۔ پھر استاذ موصوف کی خواہش پر مستقل طور سے یہ درس آپ ہی کی طرف منتقل ہو گیا اور سالہا سال جاری رہا۔ یوں تو ہر علم وفن میں آپ کا درس بہت مقبول رہا، علومِ عقلیہ، منطق اور فلسفہ وغیرہ کی انتہائی کتابوں میں آپ کا درس بہت ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آپ کے دو درس خصوصیت سے بہت مشہور ہوئے۔ ایک دورۂ حدیث کی مشہور کتاب سنن ”ابوداوٗد شریف“ کا اور دوسرا عربی ادب کی مشہور کتاب ”مقاماتِ حریریؒ“ کا۔ ان کتابوں کے درس میں شرکت کو مختلف ممالک کے نہ صرف طلباء بلکہ علمائے کرام بھی اپنی سعادت شمار کرتے تھے۔ (۲۵۶)

جب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونے کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (۲۵۷) ضلع سورت (۲۵۸) میں درسِ بخاری دیتے تھے، سخت علیل ہو کر دیوبند تشریف لے آئے تو غالباً تعلیمی سال کے اختتام میں تین ماہ باقی تھے، اس وقت جامعہ کے مہتمم نے ان کی جگہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ کو لینے کے لیے دیوبند تشریف لائے۔ ان کے اصرار اور علامہ عثمانیؒ کے ارشاد پر آپ نے تین ماہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بخاری (۲۵۹) کا درس دیا اور اس قبل ۲۶ سال تک درالعلوم دیوبند میں درسِ حدیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ پاکستان تشریف لائے تو کراچی میں کوئی دینی مدرسہ ایسا نہ تھا جہاں یہ سلسلہ جاری کیا جا سکتا مگر کچھ منتہی طلباء یہاں بھی آ گئے۔ ان کو آپ نے اور مولانا سیّد بدرِ عالم مہاجر مدنیؒ (۲۶۰) نے جامع مسجد جیکب لائن میں بعض اسباق پڑھائے۔ پھر شوال ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۱ء میں آپ نے دارالعلوم کراچی کی تاسیس فرمائی تو اس میں بھی کئی سال بخاری شریف کے درس سے طلباء کو مشرف فرمایا۔ جب قویٰ میں انحطاط اور ملی مصروفیات میں اضافہ ہوا تو کئی سال بخاری شریف کا درس اس طرح جاری رکھا کہ بخاری کتاب الوضو تک آپ پڑھاتے اور باقی کتاب دارالعلوم کے دوسرے اساتذہ پڑھاتے تھے۔ زندگی کے آخری چار سال جن میں آپ صاحبِ فراش رہے، ان میں یہ سلسلہ تو جاری نہ رہ سکا مگر طلباء اور

اساتذہ دارالعلوم کے اصرار پر ہر سال بخاری شریف کا پہلا اور ''صحاح ستہ'' کا آخری درس آپ ہی دیا کرتے تھے۔ دارالعلوم کراچی میں ''بخاری شریف'' کے علاوہ موطا امام مالک اور ''شمائل ترمذی'' کا درس بھی کئی سال جاری رہا۔ (۲۶۱)

برصغیر کے تمام صوبوں کے علاوہ چین (۲۶۲)، انڈونیشیا (۲۶۳)، ملائیشیا (۲۶۴)، برما (۲۶۵)، سیلون (۲۶۶)، افغانستان (۲۶۷)، ایران (۲۶۸)، ترکستان (۲۶۹)، بخارا (۲۷۰)، سمرقند (۲۷۱) اور افریقہ (۲۷۲) کے بھی ہزارہا طلباء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے۔ جن میں محدثین و مفسرین بھی ہیں۔ فقہاء و متکلمین بھی، سیاسی زعماء بھی ہیں اور مدرسین و مصنفین بھی، غرض دین کے ہر شعبے میں آپ سے استفادہ کرنے والے جلیل القدر علماء دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں (۲۷۳)۔

مفتی محمد شفیعؒ کے تلامذہ خاص:

جہاں ان کی دینی خدمات مختلف شعبوں میں جاری ہیں۔ مفتی محمد شفیعؒ کے تلامذہ خاص کے اسم گرامی یہ ہیں۔ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (۲۷۴)، مولانا مسیح اللہ خانؒ (۲۷۵)، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ (۲۷۶)، مولانا سرفراز خان صفدرؒ (۲۷۷)، مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۲۷۸)، مولانا قاری فتح محمد پانی پتیؒ (۲۷۹)، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (۲۸۰)، مولانا انوارالحسن شیر کوٹیؒ (۲۸۱)، مولانا سید نورالحسن بخاریؒ (۲۸۲) مولانا سیّد بادشاہ گلؒ (۲۸۳)، مولانا قاضی عبدالکریم کلاچیؒ (۲۸۴)، مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ (۲۸۵)، مولانا مفتی عبدالحکیم سکھرویؒ (۲۸۶)، مولانا صدیق احمد چاٹگامیؒ (۲۸۷)، مولانا مفتی محمد محی الدین ڈھاکہؒ (۲۸۸) اور عبدالقدوسؒ (۲۸۹) صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں جنہوں نے آپ سے اپنی علمی و روحانی کثافتوں کو مستفید کیا۔ (۲۹۰)

دارالعلوم دیوبند میں خدمات:

جب مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا آغاز فرمایا اس وقت دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ تھے، جو جامع الکمالات ہی نہیں بلکہ مفتیانِ ہند کے استاذ و مربی تھے۔ مفتی محمد شفیعؒ نے ان سے مشکوٰۃ، جلالین اور موطا وغیرہ کتابیں پڑھی تھیں۔ آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں آئے ہوئے سوالات گاہے بگاہے مفتی محمد شفیعؒ کو عنایت فرما دیتے۔ آپ جواب لکھ کر جو اصلاح و تصدیق کے بعد دارالافتاء سے جاری کر دیے جاتے۔ (۲۹۱)

۱۳۴۴ھ۔ ۱۹۲۶ء میں مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے تو اس منصب کے لیے موزوں شخصیت کے انتخاب کا مشکل مرحلہ ذمہ دارانِ دارالعلوم کے سامنے آیا۔ ضرورت ایسی جامع شخصیت کی تھی جو اس خلاء کو دارالعلوم دیوبند کے اعلیٰ تحقیقی معیار کے مطابق پورا اتر سکے۔ چند سال تک دارالافتاء کا کام مختلف صورتوں میں جاری رہا۔ بالآخر اساتذہ و

بزرگوں اور ذمہ دارانِ دارالعلوم کی نگاہِ انتخاب مولانا مفتی محمد شفیعؒ پر آ کر رکی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ آپ علم وفن کے اسباق متواتر پندرہ سال پڑھا چکے تھے۔ علمی تجربہ سب کے نزدیک مسلم، مگر تواضع کی یہ شان اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی کہ خود کو کسی طرح بھی اس منصب کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ دارالعلوم کی طرف سے اس کی پیشکش ہوئی تو قبول کرنے میں آپ کو بہت پس و پیش ہوئی۔ بالآخر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جو مفتی اعظم کے مرشد و مربی تھے ہی اس وقت دارالعلوم دیوبند کے بھی باضابطہ سرپرست تھے، ان کی خدمت میں مشورہ کے لیے یہ خط لکھا کہ:

''ایک ضروری عرض اس وقت یہ ہے کہ مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) میں موجود مفتی صاحب کے متعلق ارباب حل وعقد کو عام شکایت ہے، اس لیے وہ تبدیلی کرنا چاہتے ہیں، پہلے بھی اس سلسلے ایک مرتبہ میرا نام لیا گیا تھا مگر نامکمل بات رہ گئی تھی، اس مرتبہ یہ سلسلہ اٹھا ہے اور یہاں اکثر حضرات مجھے اس کام کے لیے مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ کام فی نفسہ سخت ہے اور یہاں اکثر حضرات مجھ جیسے ناکارہ، نااہل کے لیے جس کو اس کام کی اب تک کچھ زیادہ نوبت بھی نہیں آئی (۲۹۲)۔ مگر یہ تجویز ہوئی کہ مولانا سید اصغر حسینؒ (۲۹۳) یا مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۲۹۴) کے ملاحظہ کے بعد فتاویٰ روانہ کیے جائیں گے تاہم ابتدائی کام تو مجھے ہی کرنا پڑے گا۔ البتہ یہ نفع بھی اس میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر کام قابو میں آ گیا تو دینی نفع بھی بہت بڑا ہے اور درس و تدریس میں جو دماغی تکلیف میری وسعت سے زائد ہو رہی تھی، اس میں تخفیف ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس کا حل حضرت ہی کی زبان فیض ترجمان سے چاہتا ہوں۔''

قبول کر لینا چاہیے حدیث اکرھت علیھا اعنت علیھا میں وعدہ ہے۔ مختصر یہ کہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ۔ ۱۹۳۲ء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے افتاء پر بحیثیت صدر مفتی فائز کر دیا۔ (۲۹۵)

آپ حسب عادت پوری جانفشانی کے ساتھ مشکل ترین علمی کام میں منہمک ہو گئے۔ درس کا سلسلہ بھی جزوی طور پر جاری رہا۔ اس وقت آپ کا مشاہرہ پینتالیس روپے مقرر کیا گیا۔ آپ کے فتاویٰ پر نظر کرنے کے لیے آپ ہی کی خواہش پر آپ کے استاذ مولانا سیّد اصغر حسینؒ کو مامور کر دیا گیا تھا۔ اہم اور مشکل فتاویٰ میں حکیم الامت تھانویؒ سے مشوروں کا سلسلہ زبانی اور بذریعہ خط و کتابت جاری رہتا تھا۔ (۲۹۶)

مفتی کو ہر کام نہایت مستعدی، احساسِ ذمہ داری، احتیاط اور پھرتی سے نمٹانے کی عادت تھی۔ دارالعلوم دیوبند مفتی محمد شفیعؒ کے دارالافتاء سے جو فتاویٰ جاری ہوتے تھے آپ کے دارالافتاء میں منتقل ہوتے ہی ان کی تعداد اور کیفیت و ضخامت میں نمایاں اضافہ ہوا۔ جس کا اندازہ اعداد و شمار سے ہوتا ہے جو ۲۵ شوال ۱۳۵۸ھ میں دفتر اہتمام کی ہدایت پر تیار کیے گئے تھے۔ ان اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہر سال فتاویٰ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور فتاویٰ زیادہ محققانہ اور مفصل بھی ہونے لگے۔ (۲۹۷)

فتاویٰ کی تعداد:

۱۳۴۸ھ (یعنی یکم شوال ۱۳۴۸ھ سے ۳۰ رمضان ۱۳۴۹ھ تک ایک سال میں) دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے کل

۲۸۷۵ فتاویٰ جاری کیے گئے تھے جو نقل فتویٰ کے رجسٹر میں ۴۰۴ صفحات پر مشتمل تھے۔ لیکن اگلے سال کے وسط میں جب فتویٰ کا کام حضرت مفتی اعظم کے سپرد کیا گیا تو اس سال صرف چھ ماہ میں فتاویٰ کی تعداد ۱۲۲۱ کا اور رجسٹر کے صفحات میں نوے کا اضافہ ہوا۔ پھر یہ اضافہ روز افزوں ہوتا گیا۔ ۱۳۵۲ھ میں فتاویٰ کی تعداد چار ہزار چھ سو پانچ اور صفحات رجسٹر کی تعداد ۲۸۰۷ ہوگئی جو ۱۳۵۱ھ کے مقابلے میں تقریباً دو چند ہے۔ اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے صرف چار سال کے عرصے میں بارہ ہزار سے زیادہ فتاویٰ تحریر فرمائے جن میں سے صرف ایک ہزار ''امداد المفتین'' کے نام سے شائع ہوئے۔ باقی دارالعلوم دیوبند کے رجسٹروں میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے تقریباً اڑتیس فتاویٰ اتنے مفصل اور تحقیقی انداز میں لکھے گئے ہیں کہ وہ مستقل کتابچوں کی صورت میں شائع ہوئے۔ دارالافتاء میں دنیا بھر کے ممالک سے فقہی سوالات کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ خصوصاً جن پیچیدہ مسائل میں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہوتا، وہ بھی فیصلہ کے لیے یہیں آتے تھے۔ مفتی محمد شفیعؒ فریقین کے آراء اور دلائل و تحقیقات کا تنقیدی جائزہ لیکر اپنی تحقیق اور فیصلہ تحریر فرماتے فتاویٰ کی مذکورہ بالا تعداد میں ایسے فتاویٰ بھی بکثرت ہیں۔ آپ کے فتاویٰ اور فقہی تحقیقات کو اس زمانے کے فقہاء ارباب تقویٰ اور آپ کے بزرگوں نے جس انداز میں سراہا اور دل کھول کر داد اور دعائیں دیں، اس کی تفصیلات بہت ہیں جن کا یہ موقع نہیں ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عظیم منصب کا حق پوری طرح ادا کرتے رہے اور قیام پاکستان تک اس عظیم منصب پر فائز رہے۔ (۲۹۸)

تحریکِ پاکستان میں مفتی محمد شفیعؒ کی خدمات:

مولانا محمد شفیعؒ (مفتی اعظم) طبعاً ہنگاموں، سیاسی جلسوں اور جلوسوں سے الگ رہنا پسند فرماتے تھے لیکن جب بھی اسلام اور مسلمانوں کی کسی اہم دینی ضرورت نے سیاست میں عملی حصہ لینے کا تقاضا کیا۔ آپ اس میں بھی سرگرمی سے بقدر ضرورت شریک ہوئے۔ پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) (۲۹۹) کے اواخر میں جب مجاہدین بلقان (۳۰۰) ہر طرف سے کفر و الحاد کے نرغہ میں تھے۔ اس کی نزاکت اکابر علماء دیوبند نے پوری شدت سے محسوس کی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۳۰۱) نے اپنے تلامذہ اور مریدین کے ذریعے مجاہدین بلقان کے لیے چندہ جمع کرنے کی مہم چلائی، یہ وقت مفتی محمد شفیعؒ کی نوعمری اور طالب علمی کا تھا، آپ نے اس پُرخلوص مہم میں نہایت سرگرمی سے رضا کارانہ حصہ لیا۔ سخت بارش کے زمانے میں پیدل گاؤں گاؤں چل کر چندہ جمع کیا کرتے تھے۔ (۳۰۲)

جس زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی و تدریس کے منصب جلیل پر فائز تھے، اس زمانہ میں مسلم لیگ نے کانگریس کے علی الرغم مسلمانان برصغیر کے لیے ایک آزاد و خودمختار وطن پاکستان کا مطالبہ کیا اس موقع پر اکابر علماء دیوبند اپنی دیانت دارانہ رائے کی بناء پر دو مختلف حلقوں میں منقسم ہوگئے۔ ایک حلقہ جمعیت علمائے ہند اور ان کے سرکردہ زعماء کا تھا، جو کانگریس کے ہم آواز ہو کر متحدہ قومیت کا حامی اور تقسیم ہند کے خلاف اور مطالبۂ پاکستان کو مسلمانوں کے لیے مضر سمجھتا تھا۔

جبکہ دوسرا حلقہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ وغیرہ پر مشتمل تھا، جو حکیم الامت تھانویؒ کی رائے کے مطابق مسلمانانِ ہند کو کافروں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے قیامِ پاکستان کو وقت کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتا تھا اور جس طرح کا اشتراک بعض مسلم جماعتیں کانگریس کے ساتھ کرنے لگی تھیں اسے درست نہ سمجھتا تھا۔ شروع میں یہ اختلاف علمی مباحثوں اور دارالعلوم کی چہار دیواری تک محدود رہے، لیکن پاکستان کے لیے ہونے والے الیکشن جوں جوں قریب آ رہا تھا مخالفین کا پروپیگنڈہ زور پکڑتا جا رہا تھا اور بعض حلقوں کے نزدیک یہ کہا جا رہا تھا کہ:

”مسلم لیگ بے دین امراء کی نمائندہ ہے اسے علماء کی تائید حاصل نہیں“۔

ادھر اربابِ لیگ بھی محسوس کر رہے تھے کہ جب تک ہر محاذ پر علمائے کرام بھرپور تعاون نہ فرمائیں پاکستان کا قیام ممکن نہیں ہے۔ (۳۰۳)

تحریکِ پاکستان میں مصروفیات کے باعث دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ:

تحریکِ پاکستان میں اب وہ وقت آ گیا تھا کہ کھول کر ہر پہلو عوام کے سامنے لایا جائے اور پاکستان کا مطالبہ سیاسی و شرعی حیثیت سے جیسا کہ حق بجانب، بروقت اور ضروری ہے۔ اس کا صرف اظہار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں اس کی آواز پوری قوت سے پہنچائی جائے۔ دارالعلوم دیوبند میں رہتے ہوئے اس اختلاف کا مسلسل اظہار دارالعلوم کے لیے مناسب نہ تھا، اس لیے حکیم الامت تھانویؒ کے مشورہ سے علیحدگی کا فیصلہ فرما لیا تھا۔ یہ فیصلہ ان حضرات کے لیے جتنا صبر آزما تھا، اس کا اندازہ ہر ایک کو نہیں ہو سکتا۔ ان حضرات نے اپنے بچپن، جوانی اور کہولت کے شب روز اس کی چہار دیواری میں گزارے تھے۔ زندگی کی ولولہ انگیز اسی کی تعمیر میں صرف کی تھیں۔ ان حضرات کے لیے صرف ایک درسگاہ نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی امیدوں کا مرکز تھا۔ دارالعلوم ان کا وطن بھی تھا، آغوشِ مادر بھی لیکن ملک و ملت کی خاطر اب اس آغوش سے ضابطہ کا تعلق باقی رکھنا ممکن نہ تھا۔ بالآخر ۱۶ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ۔ ۱۹۴۳ء کا وہ دن آ پہنچا جب شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معیت میں مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (۳۰۴)، مفتی محمد شفیعؒ اور آپ کے برادرِ عم زاد مولانا ظہور احمدؒ (۳۰۵)، جناب خلیفہ محمد عاقلؒ اور دیگر دو علمائے کرام، دارالعلوم دیوبند کی خدمات سے مستعفی ہو گئے۔ استعفیٰ کے بعد آپ تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ تو حکیم الامت تھانویؒ نے دیکھتے ہی دیوانِ حماسہ کا ایک مصرعہ کچھ تصرف کر کے اس طرح پڑھا:

"اضاعوا کا وای فتی اضاعوا"

افسوس! لوگوں نے تجھے اپنے ہاتھ سے کھو دیا اور وہ کیسے عظیم انسان کھو بیٹھے۔ ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۶۲ھ تک تدریس و افتاء کی مولانا محمد شفیعؒ ۲۷ سالہ خدمات کے بعد جب مولانا محمد شفیعؒ دیوبند سے مستعفی ہوئے تو مشاہرہ ۶۵ روپے تھا۔ (۳۰۶)

آل انڈیا مسلم لیگ کی تحریک جو دو قومی نظریے پر مبنی تھی، حکیم الامت مولانا تھانویؒ اس کی حمایت ۱۳۵۶ھ سے ہی اپنی تحریروں کے ذریعے فرما رہے تھے۔ تحریکِ پاکستان میں مفتی اعظم کا حصہ بھی شروع میں محض علمی خدمات تک محدود رہا۔

دارالعلوم سے استعفیٰ کے بعد تو قیام پاکستان کی جدوجہد ہی شب و روز کا مشغلہ بن گئی تھی۔ (۳۰۷)

قیامِ پاکستان کے لیے مساعی جلیلہ اور جدوجہد:

اس مسئلے میں عام فتاویٰ اور متفرق مضامین کے علاوہ آپ نے ۱۳۶۴ھ بہ مطابق ۱۹۴۵ء میں ایک مستقل رسالہ ''کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ'' (۳۰۸) تصنیف فرمایا جس میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو نہایت تفصیل سے واضح فرمایا۔ اس موضوع پر پہلی علمی کتاب تھی جس میں غیر مسلموں سے مسلمانوں کی موالات مصالحت اور استعانت کی تمام صورتوں کے علیحدہ علیحدہ شرعی احکام بے انتہاء خوبی اور تفصیل سے جمع کیے گئے دلائل میں حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن و سنت اور فقہی عبارات کے نہایت معتمد شواہد پیش کیے اور عقل و سیاست کے ہر پہلو سے یہ ثابت کیا کہ موجودہ موالات میں کانگریس کی حمایت دراصل کفر کی حمایت لازم آئے گی اور اس میں حصہ لینا قرآن و سنت کی رو سے کسی طرح جائز نہیں۔ یہ رسالہ اس وقت بڑی تعداد میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں اپنے مرشد حکیم الامت تھانویؒ کے دس رسائل، متفرق مضامین اور ملفوظات و مکتوبات کا ایک مجموعہ مرتب کر کے کتابی شکل میں ''افاداتِ اشرفیہ در رسائل سیاسیہ'' کے نام سے شائع فرمایا یہ مجموعہ بھی اسی موضوع پر بہت مؤثر ثابت ہوا۔ (۳۰۹)

تحریک پاکستان کے لیے بروقت ایک اہم فتویٰ:

۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء، (۳۱۰) کے انتخابات تحریکِ پاکستان کے لیے بڑی اہمیت رکھتے تھے، سہارنپور (۳۱۱) اور مظفر نگر (۳۱۲) وغیرہ کے حلقۂ انتخاب سے کانگریس کے مقابلہ میں مسلم کی جانب سے قائد ملت لیاقت علی خان کھڑے ہوئے جو بعد میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم (۱۹۴۷ء۔ ۱۹۵۱ء) بنے (۳۱۳)۔ یہاں مسلم لیگ کی کامیابی سب ہی کو مشکل نظر آرہی تھی مگر مولانا مفتی شفیعؒ کے ایک فتویٰ نے فضاء یکسر بدل دی۔ یہ فتویٰ پوسٹروں کی شکل میں پورے حلقۂ انتخاب میں چسپاں کیا گیا جس کا بڑا عنوان یہ تھا۔

''کانگریس کی حمایت کفر کی حمایت ہے''۔ (۳۱۴)

خواجہ آشکار حسین نے جو مسلم لیگ کی ہائی کمان کی جانب سے اس حلقہ کا جائزہ لینے پر مامور تھے، ماہنامہ نقاد میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے تحریر کیا۔ اس کے چند اقتباسات یہ ہیں:

''سب سے سخت مقابلہ خود لیاقت علی خان کے حلقۂ انتخاب میں تھا''۔

آگے فرماتے ہیں کہ:

''ہم سہارنپور پہنچے وہاں حامیان لیگ نے کہا کہ یہاں مفتی محمد شفیعؒ کے فتوے کے بغیر کام نہ چلے گا۔ میں نے دیوبند جا کر مفتی محمد شفیعؒ کا فتویٰ بھی حاصل کیا اور سہارنپور پہنچ کر اس کی طباعت کے انتظامات کرائے ۲۷ نومبر کو پولنگ ہونے والی

تھی۔ ۲۴ نومبر کو لیاقت علی خان سہارنپور پہنچے۔ میں فوراً ڈاک بنگلہ پہنچا۔ لیاقت بڑے جوش سے بغل گیر ہوئے اور فتوے کی کامیابی پر مبارک باد دی۔ میں نے فوراً مفتی محمد شفیعؒ کا فتویٰ پیش کیا دیکھ کر اچھل پڑے پھر حالات کے متعلق استفسار کرنے لگے"۔ (۳۱۵)

خطبۂ صدارت جمعیت علمائے اسلام حیدرآباد کانفرنس:

دارالعلوم دیوبند سے الگ ہوجانے کے بعد نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ (۳۱۶) میں "جمعیت علمائے اسلام" کی بنیاد ڈالی گئی (۳۱۷) جس کے مقاصد میں سرفہرست یہ تھا کہ مطالبۂ پاکستان کے لیے مؤثر جدوجہد کی جائے اور جو مسلمان مطالبۂ پاکستان سے منحرف یا تردد کی حالت میں کھڑے ہیں انہیں قیام پاکستان کی مجاہدانہ جدوجہد میں شریک کیا جائے۔ اس جمعیت میں سب سے پہلے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ چنے گئے۔ مفتی محمد شفیعؒ کی مجلس عامہ کے رکن منتخب ہوئے اور باقاعدہ آپ تحریکِ پاکستان کے لیے جدوجہد میں مصروف ہوگئے۔ (۳۱۸)

جمعیت علماء اسلام کی شہر شہر کانفرنسیں ہوتی رہیں اور آپ ان میں شرکت فرماتے اور حصولِ پاکستان کے لیے خدمات انجام دیتے رہے۔

۲۴ جنوری ۱۹۴۶ء میں جمعیت علماء اسلام کی ایک عظیم الشان کانفرنس حیدرآباد (۳۱۹) سندھ (۳۲۰) میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو کرنا تھی مگر بروقت ان کو شدید علالت پیش آگئی۔ جس کی صدارت شیخ الاسلام حضرت مفتیؒ کو اس کانفرنس کی صدارت کے لیے سندھ روانہ کیا گیا۔ یہاں کے علماء اور عوام کے عظیم الشان تاریخی اجتماع میں آپ نے جو خطبۂ صدارت پڑھا، سیاست کے اسلامی اصولوں کا بے نظیر مرقع ہے۔ اس میں آپ نے سیاسی قیادت کے شرعی اصول اور غیر صالح امیر کی اطاعت کرکے شرعی حدود پر سیر حاصل بحث فرمانے کے بعد معترضین کے جوابات اور علماء و عوام کے فرائض دلنشین انداز میں بیان فرمائے۔ یہ خطبۂ صدارت اس زمانہ میں ہزارہا کی تعداد میں طبع ہوا۔ لیکن پاکستان بن جانے کے بعد اس کی دوبارہ اشاعت نہ ہوسکی۔ (۳۲۱)

مسلم لیگ کا دفاع:

کانگریسی خیال رکھنے والے جو گاندھی (۳۲۲)، پنڈت نہرو (۳۲۳) اور سردار پٹیل (۳۲۴) کی قیادت کو شرعاً جائز قرار دے رہے تھے، ان کا ایک بڑا اعتراض مسلم لیگ پر یہ تھا کہ اس کے لیڈر علم دین سے بے بہرہ اور اسلامی شعائر سے بے پرواہ ہیں، اس لیے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کی حمایت کرنی چاہیے۔

مولانا محمد شفیعؒ نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس اعتراض کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں نہایت بسط کے ساتھ دیا ہے جو قائداعظم کی قیادت پر "ایک اعتراض اور اس کا جواب" کے عنوان سے علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا تھا۔

(۳۲۵)

آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا تھا کہ ”دنیا کے تمام مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر دوسری ملت ہیں۔ یہ دو متضاد ملتیں بھائی بھائی نہیں ہو سکتیں وطن کی بنیاد پر انہیں ایک قوم یا ایک برادری نہیں کہا جا سکتا“۔ مسلمان دینی اعتبار سے کتنا بھی گیا گزرا ہو مگر کافر و مشرک سے بہر حال بہتر ہے۔ ”ہندو اکثریت کی حکومت کو اپنے اوپر اپنے اختیار سے مسلط کرنا مسلمانوں کے لیے کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے“۔

مسلمانوں کو ایک مغالطہ یہ دیا جاتا تھا کہ شیخ الہند (محمود حسنؒ) نے بھی تو ہندوؤں کے ساتھ اشتراکِ عمل کیا تھا اگر وہ جائز تھا تو اب کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل کیوں جائز نہیں؟ مفتی اعظمؒ نے اپنے رسالہ ”مسلم لیگ اور کانگریس کے متعلق شرعی فیصلہ“ میں اس کا نہایت مفصل جواب دیا کہ شیخ الہندؒ نے ہندوؤں کے اشتراکِ عمل کو اس لیے گوارا کیا تھا کہ اس وقت قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ ہندو اس قیادت کے پیچھے چل رہے تھے، چنانچہ اگر ہندوستان اس وقت آزاد ہو جاتا تو حکومت مسلمانوں کو ملتی۔ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام میں کافروں سے جزوی طور پر مدد لینا فی نفسہ کوئی ناجائز کام نہیں اور اب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ کانگریس کی قیادت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر پورے ہندوستان کا مرکزی اقتدار کانگریس کو ملا تو پورے ملک پر ہندو اکثریت قائم ہو جائے گی اور اپنے اختیار سے کسی کافر حکومت کو اپنے اوپر تسلط کرنے کی اسلام کسی حال میں اجازت نہیں دیتا۔ شیخ الہندؒ نے بھی اسے کبھی جائز قرار نہیں دیا“۔ (۳۲۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں ان حضرات علماء دیوبند نے انتھک جدوجہد اور مجاہدانہ سرگرمیوں سے کام لے کر قرآن وسنت کے مدلل قانون مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دیے۔ ان اکابر علماء دیوبند کی تصانیف فتاویٰ، تحریروں اور تقریروں سے مسلمانوں پر جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قیامِ پاکستان کا مطالبہ درحقیقت قرآن وسنت کے اصولوں پر مبنی ہے اور کانگریس کا پھیلا ہوا کافرانہ جال مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی سے نکال کر ہندوؤں کی بدترین غلامی میں پھانسنے کے لیے بنایا گیا ہے تو وہ جوق در جوق آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ (۳۲۷)

سلہٹ اور صوبہ سرحد کا ریفرنڈم:

مولانا محمد شفیعؒ اور دوسرے اکابر علماء کی سرگرم جدوجہد کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو ۱۳۶۴ھ۔ ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء (۳۲۸) کے انتخابات متحدہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے لیے ہوئے تھے، ان میں تمام مسلم نشستیں مسلم لیگ کو ملیں۔ یہ سو فیصد کامیابی قیامِ پاکستان کے لیے سنگ میل ثابت ہوئی، کیونکہ اسی اسمبلی کو ہندوستان کا آئین بنانا تھا اور ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ بھی بڑی حد تک اسی کو کرنا تھا اس کے بعد ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء (۳۲۹) کے صوبائی انتخابات میں بھی مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ کا لوہا منوایا اور ثابت کر دیا کہ مسلمان ہندوؤں کی غلامی کے لیے تیار نہیں، بالآخر انگریز، ہندو اور سکھ تینوں قوموں کو مطالبۂ پاکستان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور تقسیم ہند کے لیے ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ طے ہوگئی، قیامِ پاکستان اور تقسیم ہند کا

جو نقشہ تجویز کیا گیا تھا، اس پر غور کرنے کے لیے ۹ جون ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے مرکزی اسمبلی کے تمام مسلم ارکان کا اجلاس دہلی میں طلب کیا، اگرچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ اسمبلی کے رکن نہ تھے مگر خصوصی دعوت پر دونوں حضرات بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اجلاس نے متفقہ طور پر قیامِ پاکستان کے مجوزہ نقشہ منظور کرلیا(۳۳۰)۔ ہندو انگریز گٹھ جوڑ نے قیامِ پاکستان کے فیصلے میں ایک شق بڑھا دی تھی کہ سلہٹ(۳۳۱) اور صوبہ سرحد(۳۳۲) پاکستان میں شامل ہوں یا بھارت میں اس کا فیصلہ وہاں کے عوام سے بذریعہ ریفرنڈم کرایا جائے حالانکہ ۴۵ء کے انتخابات میں یہاں کے مسلمان بھی اپنا ووٹ پاکستان کے حق میں دے چکے تھے مگر یہ شق پنڈت نہرو(۳۳۳) نے اس وجہ سے رکھوائی تھی کہ صوبہ سرحد میں اس وقت کانگریسی وزارت قائم تھی جو خان برادران(۳۳۴) چلا رہے تھے۔ اس کانگریسی وزارت نے بھی گاندھی اور نہرو کے عزائم کے لیے فضا خوب بنائی تھی اور پاکستان کے حامی سینکڑوں علمائے کرام کو جیلوں میں بند کردیا گیا تھا۔ اسی لیے مسلمانوں کو سلہٹ اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کی بڑی فکر تھی۔

یہ تھے وہ حالات جن میں متحدہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے مسلم ارکان کی یہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس سے فارغ ہوکر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو قائداعظم محمد علی جناح سے دہلی کی قیام گاہ پر ملاقات فرمائی(۳۳۵)۔ قائداعظم نے کھڑے ہوکر پُرجوش خیر مقدم کیا۔ شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ نے قائداعظم محمد علی جناح کو حصولِ پاکستان پر مبارک باد پیش کی تو انہوں نے کہا کہ:

''مولانا! اس مبارک باد کے مستحق تو آپ ہیں اور آپ ہی کی کوششوں سے یہ کامیابی حاصل ہوئی ہے''۔(۳۳۶)

اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے کہا کہ:

''اس وقت سب سے اہم مسئلہ سلہٹ اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کا ہے اگر اس ریفرنڈم میں ناکام رہا تو بہت بڑا نقصان ہوگا''۔

ان حضرات نے فرمایا کہ: ''انشاء اللہ پاکستان اس میں کامیاب ہوگا، بشرطیکہ آپ اعلان کریں کہ پاکستان میں اسلامی نظام جاری ہوگا''۔ اس پر قائداعظم نے کہا کہ:

''میں پاکستان کے مقدمہ میں مسلمانوں کا وکیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقدمہ میں کامیاب کیا۔ پاکستان ان کو مل گیا اب میرا کام ختم ہوا اب مسلمانوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس طرح کا چاہیں نظام قائم کریں اور چونکہ پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں اسلامی نظام اور اسلامی ریاست قائم ہو''۔(۳۳۷)

اسی ملاقات میں یہ طے ہوا کہ سلہٹ کا دورہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرمائیں اور سرحد کا دورہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ فرمائیں گے۔(۳۳۸)

”پختونستان“ کی تحریک:

جب تک قیامِ پاکستان کا فیصلہ نہ ہوا تھا، کانگریس کی طرف سے ایک ہی رٹ لگائی جارہی تھی کہ ہندوستان میں بسنے والی قومیں ہندو، مسلم اور سکھ وغیرہ خواہ کسی صوبے کے باشندے ہوں، سب مل کر ایک قوم ہیں۔ ان کا وطن بھی ایک ہونا چاہیے، لہٰذا مسلمانوں کی الگ حکومت پاکستان میں قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس پورے عرصے میں کسی نے پختونستان کا نعرہ بلند نہیں کیا۔ حالانکہ ہندوستان جو چودہ پندرہ صوبوں کا ملک تھا، اس میں صوبہ سرحد کی حیثیت ایک چھوٹے سے صوبے کی تھی اور متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت میں اقتدار ہمیشہ ہندوؤں کے ہاتھ ہوتا(۳۳۹)۔ سرحدی گاندھی(۳۴۰) اور ان کے ساتھیوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا کہ ہندوستان متحد رہے۔ مرکز میں ہندوؤں کا اقتدار ہو اور صوبہ سرحد کے غیور مسلمان، ہندوؤں کے زیرِ نگین ہوں لیکن جب انگریز اور ہندوؤں نے پاکستان کا مطالبہ مان لیا تو پاکستان کا ہر صوبہ انہیں الگ قوم نظر آنے لگا اور صوبائی قومیت کی بنیاد پر انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ کے دورۂ سرحد سے پہلے ہی یہاں ”پختونستان“ کا نعرہ بلند کرادیا(۳۴۱)۔ چنانچہ:

> ”سرحد کی کانگریس پارٹی(۳۴۲)، خدائی(۳۴۳) اور زئی پختون(۳۴۴) کی ایک مشترکہ نشست منعقد ہوئی جس میں ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ تمام پختونوں کی ایک آزاد ریاست کا اعلان کیا جائے گا۔ یہ جلسہ سوکڑی ضلع بنوں(۳۴۵) میں منعقد ہوا تھا“۔(۳۴۶)

درحقیقت یہ پاکستان کو کمزور کرنے کی ایک چال تھی جس نے ریفرنڈم کی شرط تو رکھوا دی تھی مگر ساتھ ہی وہ یہ دیکھ کر پریشان بھی تھی کہ قیامِ پاکستان کے لیے سرحد کے غیور مسلمانوں کے جوش و خروش دوسرے صوبوں سے کم نہیں اور اس کی امید بہت کم تھی کہ کوئی بھی غیرت مند مسلمان صوبہ سرحد کا الحاق پاکستان کی بجائے بھارت کی کافرانہ حکومت کے ساتھ پسند کرے گا اسی لیے کانگریس نے مسلمانوں میں صوبہ دارانہ تعصب کی آگ بھڑکا کر یہ چاہا تھا کہ اگر صوبہ سرحد بھارت کو نہ مل سکے تو یہ فائدہ بھی کم نہیں کہ وہ پاکستان سے بھی الگ ایک مستقل ریاست بنے جس کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ پاکستان کمزور ہوگا دوسرا یہ کہ پختونستان بھارت کے نوالۂ تر ثابت ہوگا اسے ہڑپ کر جانا اس کے لیے ہر وقت ممکن ہوگا۔ اسی مستقل ریاست کا نام پختونستان رکھا گیا تھا اور یہ نعرہ چونکہ صوبائی تعصب پر مبنی تھا، اسی لیے اس کے کامیاب ہوجانے کی امید تھی، جس کے لیے کانگریس کے پورے وسائل حرکت میں آچکے تھے۔ سرحد کے دیندار اور غیور مسلمان پختونستان کی شدت سے مخالفت کر رہے تھے جن میں وہاں کے اس وقت کے مشہور مشائخ پیر مانکی شریف(۳۴۷) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مگر یہ سب حضرات اس کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے کہ دیوبند کے اکابر یہاں آکر عوام کو صحیح دینی صورتِ حال سے آگاہ فرمائیں۔ یہاں کے عوام دینی امور میں علماءِ دیوبند کے علاوہ کسی کی بات پر بھروسہ نہ کرتے تھے۔

یہ تھے وہ نازک حالات جن میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معیت میں صوبہ سرحد کا دورہ مفتی محمد شفیعؒ نے کیا اور اسی حالات

کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے صوبہ سرحد کے غیور مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے بچایا۔ اور سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے حق میں فیصلہ دینے پر آمادہ کرلیا۔(۳۴۸)

سرحد ریفرنڈم کے موقع پر صوبہ سرحد کا تاریخی دورہ:

مولانا محمد شفیعؒ قیام پاکستان کی جدوجہد میں مفتی اعظمؒ نے پورے ہندوستان کے طول وعرض کے دورے کیے اور جگہ جگہ عام وخاص جلسوں سے خطاب فرمایا، آپ کا مدراس (۳۴۹) اور دکن (۳۵۰) کا دورہ بھی بہت کامیاب دورہ تھا۔ لیکن ریفرنڈم کے نازک موقع پر صوبہ سرحد کا یہ تاریخی دورہ انقلابی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ کانگریس نے ''پختونستان'' کے پردے میں سرحد کو غیور مسلمانوں کے غلام بنانے اور پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے جو خطرناک جال پھیلایا تھا وہ اسی دورے سے تار تار ہوا۔

پیر صاحب مانکی شریف نے اس دورے کا انتظام کیا تھا۔ وہ خود بھی ان علماء کے ساتھ مجاہدانہ سرگرمی میں شریک رہے۔ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا مگر یہ حضرات صوبہ بھر میں شہر شہر، گاؤں گاؤں پھر کر کلمۂ حق پہنچاتے رہے۔(۳۵۱)

فتح مبین:

اللہ تعالیٰ نے ان مخلصانہ کوششوں کو ایسا شرف قبولیت بخشا کہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری فضا پاکستان کے حق میں جوش وخروش سے بھر گئی اور جب ریفرنڈم ہوا تو اس میں سرحد کے غیور مسلمانوں نے اپنا فیصلہ دے دیا کہ صوبہ سرحد اور پاکستان ایک ہیں اور ایک رہیں گے۔ اس طرح قائداعظم اور مسلم لیگ کو کامیابی فراہم کرنے کا سہرا بھی علماء کے سر ہے۔(۳۵۲)

سیاسی مبصرین کی قطعی یہ رائے ہے کہ اگر اس نازک وقت میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ سرحد کا دورہ نہ فرماتے اور پیر مانکی شریف و پیر زکوڑی شریفؒ کے اپنے اثرات پوری طرح کام نہ کرتے تو ریفرنڈم میں پاکستان کو کامیابی ممکن نہ تھی۔ ریفرنڈم کا جو نتیجہ صوبہ سرحد میں سامنے آیا، سلہٹ کا نتیجہ بھی اس سے مختلف نہ تھا اس محاذ کو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے سر کیا تھا۔ مضبوط پاکستان کے قیام میں یہی ریفرنڈم کا مرحلہ باقی تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے ان بوریہ نشیں علماء حق کے ذریعے تمام مسلمانوں کو سرخروئی عطا فرمائی۔ کانگریس کی ایماء پر بعض کو جیل میں جانا پڑا جن میں پیر مانکی شریفؒ بھی شامل تھے۔(۳۵۳)

جشنِ آزادی پر پاکستان میں پرچم کشائی کا شرف واعزاز:

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی شب کو گویا نزول قرآن کی سالگرہ کے وقت ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا اقتدار اللہ

تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا اور پاکستان سب سے بڑی اسلامی مملکت بن کر دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا(۳۵۴)۔ اس روز پاکستان میں جو سب سے پہلا جشنِ آزادی منایا جانے والا تھا، اس میں شرکت کے لیے دیوبند سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ کو بھی مدعو کیا گیا۔ علامہ عثمانیؒ کراچی تشریف لائے اور قائداعظم محمد علی جناح کی خواہش پر اس تقریب میں پاکستان کا سبز ہلالی پرچم آپ ہی نے اپنے دست مبارک سے بلند فرمایا تھا(۳۵۵)۔ جبکہ مشرقی پاکستان(۳۵۶) ڈھاکہ(۳۵۷) میں پرچم کشائی کی رسم مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے انجام دی۔ (۳۵۸)

۱۹۴۹ء کا تاریخ ساز کارنامہ:

قیامِ پاکستان مسلمانانِ برصغیر کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی نصرت وحمایت سے نوازا تھا۔ اب دوسرا مرحلہ یہاں اسلامی نظامِ حیات قائم کرنے کا تھا چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے قیامِ پاکستان کے فوراً بعد اسلامی دستور کی جدوجہد کا آغاز فرمادیا اور یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلامی دستور کا ایک اجمالی خاکہ مرتب کیا جائے تاکہ حکومت کے سامنے مطالبہ قدرے وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاسکے۔ یہ خاکہ مرتب کرنے کے لیے حضرت علامہ عثمانیؒ نے جن اکابر علمائے کرام کو خصوصی دعوت دی تھی ان میں علامہ سید سلیمان ندویؒ(۳۵۹)، مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ(۳۶۰)، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ(۳۶۱) اور جناب ڈاکٹر حمید اللہ(۳۶۲) قابل ذکر ہیں(۳۶۳)۔ ان لوگوں نے اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرکے حکومت کو پیش کردیا۔ اس کے بعد علامہ عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ایک تاریخی کارنامہ ''قراردادِ مقاصد''(۳۶۴) کے نام سے منظور کراکے سرانجام دیا۔ قراردادِ مقاصد جو پاکستان کے ہر آئین میں بطور دیباچہ چلی آرہی ہے اور ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳ء کے موجودہ آئین میں بھی شامل ہے۔ (۳۶۵)

قراردادِ مقاصد اور اسلامی نظام کا احیاء:

یہ وہ اہم قومی دستاویز ہے جس میں مملکت خداداد پاکستان کے مقاصد اور قومی جہد وعمل کی سمت، قرآن وسنت کی روشنی میں مقرر کی گئی ہے اور بنیادی حدود کا تعین کیا گیا ہے۔ جن پر دستور سازی کے تمام مراحل انجام پائے تھے۔ اور جن کی پابندی دستور ساز اسمبلی کو آئین کے نفاذ کے سلسلے میں کرنا تھا یہ آئین واسلامی نفاذ کے لیے اور پاکستان کے لیے سب سے پہلا ٹھوس قدم تھا اب تک پاکستان کے دستور وقانون میں جو اسلامی دفعات شامل ہوئیں یا آئندہ شامل ہوں گی وہ سب درحقیقت اسی قرارداد مقاصد کے مرہون منت ہے۔ قراردادِ مقاصد اگرچہ دستور ساز اسمبلی میں اس وقت کے وزیراعظم لیاقت علی خان نے پیش کی تھی۔ مگر اس کا مسودہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے طویل غور وخوض کے بعد مرتب فرمایا تھا، اس کی تیاری اور اس کے بعد اسے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے منظور کرانے میں شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ مفتی اعظم کو طویل علمی اور سیاسی جدوجہد کرنی پڑی۔ برسرِ اقتدار طبقہ کا ایک گروہ اس راہ میں مسلسل رکاوٹیں

کھڑی کر رہا تھا۔ قائدِ ملت لیاقت علی خان نے اس گروہ کے علی الرغم شیخ الاسلام اور اس کے رفقاء علماء کی حمایت کی اور اسمبلی میں ۱۶ مارچ ۱۳۷۰ھ-۱۹۴۹ء کو قراردادِ مقاصد خود پیش کر کے اسے منظور کرا لیا۔ یہ سب علامہ عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ الغرض شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کی دینی، علمی اور سیاسی جدوجہد میں مفتی اعظم برابر برابر شریک رہے۔ اور ان کے شانہ بشانہ خدمات انجام دیں۔ (۳۶۶)

بورڈ آف تعلیمات اسلام کی رکنیت:

پھر جب ۱۳۷۰ھ-۱۹۴۹ء میں دستور ساز اسمبلی نے باقاعدہ آئین سازی کا کام شروع کیا تو قائد ملت لیاقت علی خان نے ایک ''اسلامی مشاورتی بورڈ'' بنایا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اسلامی دستور کا خاکہ تیار کر کے پیش کرے اور اس کی روشنی میں دستور ساز اسمبلی پاکستان کا آئین تیار کرے (۳۶۷)۔ یہ بورڈ مندرجہ ذیل چھ حضرات پر مشتمل تھا۔

۱۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ	صدر	(۳۶۸)
۲۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ	رکن	(۳۶۹)
۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ	رکن	(۳۷۰)
۴۔ پروفیسر عبدالخالق	رکن	(۳۷۱)
۵۔ ظفر احمد انصاریؒ	سیکریٹری	(۳۷۲)
۶۔ جعفر حسین مجتہد شیعہ		(۳۷۳)

علامہ سید سلیمان ندویؒ اس وقت تک ہندوستان میں تھے پھر پاکستان تشریف لانے کے بعد بھی کافی عرصہ بعد ۱۹۵۲ء میں آپ نے عہدۂ صدارت سنبھالا۔ اس وقت تک یہ بورڈ صدر کے بغیر ہی اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ یہ بورڈ ۹؍اگست ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲ء سے اپریل ۱۳۷۳ھ-۱۹۵۴ء تک تقریباً چار سال تک قائم رہا۔ اور مفتی محمد شفیعؒ شروع سے آخر تک اس کے ممتاز رکن رہے۔ اس بورڈ نے نہایت عرق ریزی کے بعد دستور پاکستان کے لیے جو سفارشات پیش کی تھیں، اگرچہ ۱۳۷۵ھ-۱۹۵۶ء- ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء کے دستوروں میں ان کی جھلک موجود تھی، لیکن افسوس کہ اس بورڈ کی تمام سفارشات کسی بھی دور کے آئین میں نہ تو تمام کی تمام روبہ عمل لائی گئیں، نہ انہیں اربابِ حل وعقد نے شائع کیا۔

بورڈ آف تعلیمات اسلام کا تعلق تو صرف دستور کی حد تک تھا پاکستان کے موجودہ قوانین سے اس کا تعلق نہ تھا موجودہ قوانین کو اسلامی ڈھانچہ میں ڈھالنے کے لئے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حکومت پر زور دیا تو ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۰ء کے اواخر میں ایک لاء کمیشن بنایا گیا جس میں علمائے کرام کی جانب سے ابتداء میں صرف علامہ سید سلیمان ندویؒ کو ممبر بنایا گیا۔ جسٹس عبدالرشید میمن (۱۸۸۸ء-۱۹۶۱ء) ماہر قانون کی حیثیت سے شریک کیے گئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب علامہ عثمانیؒ کی وفات کئی سال قبل ہو چکی تھی جو مفتی اعظم کے استاذ بھی تھے اور پھوپھی زاد بھی تھے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے محسوس کیا،

اسلامی قانون کے ماہر کی حیثیت سے لاء کمیشن میں اپنی شرکت باقی رکھنے کے لیے حکومت کے سامنے یہ شرط رکھ دی کہ مفتی محمد شفیعؒ کو بھی کمیشن کا رکن بنایا جائے۔ بالآخر آپ کو اس کی بھی رکنیت قبول کرنا پڑی۔ یہ کمیشن دو سال تک قائم رہا لیکن وزارتوں کے تغیر اور برسر اقتدار طبقہ میں کئی ایسے افراد کی طرف سے مسلسل رکاوٹوں کے باعث جو اس اسلامی ملک میں اسلامی نظام دیکھنے کے روادار تھے، اس کمیشن کی مساعی کوئی نتیجہ پیدا نہ کرسکی۔

ایک موقع پر اس کمیشن کی ایک میٹنگ میں مولانا محمد شفیعؒ نے کمیشن کے چیئرمین کو جو ایک جسٹس تھے مخاطب کرکے فرمایا کہ: ”قانون سازی کے کام کو اسلام کے رخ پر آپ چلنے نہیں دیتے اور غلط پر میں نہیں چلنے دوں گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ گاڑی یہیں کھڑی رہے گی“۔ (۳۷۴)

مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کی قیادت:

۱۳۶۸ھ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کے بعد علامہ سید سلیمان ندویؒ مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے صدر منتخب ہوئے، لیکن ۲۲ نومبر ۱۳۷۲ھ ۔ ۱۹۵۳ء میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد جہاں دستوری مساعی کی دوسری ذمہ داریاں مولانا محمد شفیعؒ کے کاندھوں پر آپڑیں۔ اسی کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام کی صدارت بھی آپ کو سونپ دی گئی۔ لیکن یہ وہ وقت تھا جب مغربی پاکستان میں ایک اور جمعیت اس نام سے قائم ہوچکی تھی۔ جس کا مرکزی جمعیت سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ مولانا محمد شفیعؒ نے اسلامی دستور کی جدوجہد کے ساتھ ہی شب و روز کی مساعی سے ان منتشر جماعتوں کو مرکز سے مربوط کیا اور حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۳۷۵) بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے اس شرط پر صدارت قبول فرمائی کہ جمعیت کی ذمہ داری کا تمام کام مفتی محمد شفیعؒ انجام دیں گے اور اس مقصد کے لیے مفتی محمد شفیعؒ کو جمعیت کا قائم مقام صدر بنادیا گیا۔ جتنے سرکاری اداروں میں آپ بحیثیت ممبر شریک ہوئے ان سب میں آپ نے اپنی شرکت کی یہ شرط ارباب حل و عقد سے منوائی کہ ہم پر عوامی تقریر و تحریر پر وہ پابندیاں عائد نہیں ہوں گی جو سرکاری ملازمین پر ہوتی ہیں۔ چنانچہ صدارت جمعیت علمائے اسلام سے پہلے اور بعد میں آپ نے جمعیت کی جانب سے تحریک دستور اسلامی کے لیے مشرقی و مغربی پاکستان کے طول و عرض کے بار بار دورے کیے اور گاؤں اور ضلع میں پہنچ کر اسلامی دستور کے لیے عوامی شعور بیدار کیا۔ مغربی پاکستان کا ایک دورہ جو ۴ ۱۳۷۵ھ ۱۸ دسمبر ۱۹۵۵ء سے ۱۳۷۵ھ ۔ ۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء تک جاری رہا، اس میں مفتی اعظمؒ کے صاحبزادے مولانا محمد رفیع عثمانی (۳۷۶) اور مولانا محمد تقی عثمانی (۳۷۷) کو بھی شرف ہم رکابی حاصل ہوا۔ قائم مقام صدر جمعیت علمائے اسلام کی حیثیت سے آپ نے تقریباً ۳ سال تک جمعیت کی خدمات انجام دیں۔ آپ کی مساعی جاری تھیں کہ ملک میں انقلاب آیا اور جنرل محمد ایوب خان (۳۷۸) نے مارشل لاء (۱۹۵۸ء) لگا کر تمام جماعتوں کو کالعدم قرار دے دیا۔ دوران مارشل لاء میں مولانا مفتی محمد حسنؒ صدر جمعیت علماء اسلام بھی رحلت فرماگئے۔ پھر جب مارشل لاء ہٹا اور جماعتیں دوبارہ منتظم ہوئیں تو جمعیت علمائے اسلام کے نام سے پھر بعض

علمائے کرام نے ایک نئی تنظیم قائم فرمائی۔ اس لیے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اصل جمعیت علمائے اسلام کے تنظیم جدید کرنے سے باز رہے تا کہ علماء کرام میں مابین تفرقہ پیدا نہ ہو اور پاکستان میں اسلامی نظام کے لیے انفرادی طور پر علمی و عملی میدانوں میں کوشش فرماتے رہے (۳۷۹)۔ ۱۹۷۰ء (۳۸۰) کے انتخابات سے کچھ پہلے سیاسی ہنگاموں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ پاکستان میں خالص اسلامی حکومت کے بجائے کیمونزم (۳۸۱) اور سوشلزم (۳۸۲) پھیل جانے کے خطرات قوی ہو گئے اور سوشلزم کو عین اسلام باور کرانے کے لیے پروپیگنڈہ اور جلسے جلوس عام ہو گئے تو اس مسئلے کی نزاکت نے پھر مفتی اعظم کو مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے احیاء پر مجبور کر دیا کیونکہ ضابطہ میں قائم مقام صدر آپ ہی تھے۔ چنانچہ مشرقی و مغربی پاکستان کے تمام ارکان جمعیت کا اجلاس بلا کر جمعیت کی صدارت تو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی طرف منتقل فرمادی اور خود کسی عہدے کے بغیر مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے جلسوں میں شریک ہوتے رہے اسلام اور سوشلزم کے درمیان جو بنیادی خلیج حائل ہے اسے تحریر و تقریر کے ذریعے واضح فرمایا۔ آپ نے ایک رسالہ ”اسلام کا نظامِ تقسیم دولت“ اور دوسرا ”اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات کیا ہوں گی“ اسی دور میں تصنیف فرمائے جو کثیر تعداد میں شائع ہوئے۔ تقریباً ایک سال اسی جدوجہد میں صرف ہوا۔ جس سے مسئلے کی وضاحت تو بحمد اللہ پوری طرح ہو گئی مگر سیاست کے میدان میں مسائل اور حقائق سے زیادہ کام کرتے رہے۔ انتخابات کا نتیجہ بالکل برعکس نکلا اس اس کے اثر سے پاکستان پر جو زوال آنا تھا آ گیا۔ (۳۸۳)

دارالعلوم کراچی کی ”تاسیس“:

مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ہجرت پاکستان کے بعد دو کاموں کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیا تھا۔ ایک پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد، دوسرے کراچی میں یہاں کے شایانِ شان دارالعلوم کا قیام ابتدائی دو سال تو قراردادِ مقاصد اور اسلامی دستور کی جدوجہد جو انتہائی بے سروسامانی میں ہو رہی تھی اس کی مشغولیت اتنی رہی کہ دارالعلوم کے قیام میں کامیابی نہ ہو سکی۔ فتاویٰ کا مشغلہ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونے کے بعد بھی آپ کا جزوِ زندگی بنا رہا مگر اس عرصہ میں جو فتاویٰ لکھے گئے وہ کسی رجسٹر میں نقل کیے بغیر ہی روانہ کر دیے جاتے تھے۔ نقل کا کوئی انتظام نہ تھا البتہ نہایت اہم اور منتخب فتاویٰ آپ خود ہی ایک رجسٹر میں نقل کیا کرتے تھے۔

جیکب لائن سے آپ کی رہائش گاہ ”آرام باغ“ (۳۸۴) کے قریب ایک کرایہ کے مکان میں منتقل ہوئی تو مسجد باب الاسلام کے احاطہ میں دروازہ کے اوپر آپ نے ایک کمرہ دارالافتاء کا تعمیر کرایا تا کہ فتویٰ حاصل کرنے والوں کو سہولت ہو۔ نقل فتویٰ اور دارالافتاء کے انتظام کے لیے ایک ملازم کو تنخواہ پر رکھ لیا اور فارسی و عربی ابتدائی کتابیں پڑھانے کے لیے مولانا فضل محمد سواتیؒ (۳۸۵) اور مولانا امیر الزمان کشمیریؒ (۳۸۶) کو مقرر فرمایا۔ یہ دونوں علماء مولانا محمد شفیعؒ کے شاگرد تھے۔ اسی سال اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ محلہ نانک واڑہ میں سکھوں کے زمانے کے ایک اسکول کی خالی

عمارت دارالعلوم کے لیے عطا کر دی گئی۔ مولانا محمد شفیعؒ نے اپنے داماد مولانا نور احمدؒ کو ساتھ لے کر چندے کی اپیل یا سازوسامان کے بغیر نہایت سادگی سے اس عمارت میں مدرسہ قائم کیا۔ ایک استاذ اور چند طلبہ سے اس مدرسے کا محض اللہ کے بھروسے پر آغاز ہوا۔ اس وقت کراچی میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کے سوا کوئی مدرسہ نہ تھا بلکہ پورے پاکستان میں گنے چنے چند ہی مدارس تھے، علوم دینیہ کے لیے طلبہ پریشان تھے، یہ مدرسہ کھلا تو ملک کے اطراف واکناف سے طلبہ آنے شروع ہو گئے اور چند مہینے کے اندر اندر یہی مدرسہ ''دارالعلوم کراچی'' بن گیا، اب دارالافتاء بھی یہیں منتقل ہو گیا۔

مفتی صاحب کا جو وقت دستوری جدوجہد سے بچا تھا وہ درس وفتوی اور دارالعلوم کی انتظامی نگرانی میں یہیں صرف کرتے۔ مفتی صاحب دارالعلوم کے صدر تھے اور آخر تک صدر رہے۔ مولانا نور احمدؒ دارالعلوم کے سب سے پہلے ناظم تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائی تھی اور وہ جانفشانی سے دارالعلوم کا انتظام کئی سال تک چلاتے رہے۔

دارالعلوم کے ہر شعبے میں کام جس تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا اس کے سامنے موجودہ عمارت بہت تنگ محسوس ہونے لگی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کے بعد مولانا محمد شفیعؒ کی دلی تمنا تھی کہ ان کی یادگار کے طور پر ان کے شایانِ شان دارالعلوم قائم ہو۔ اس کے لیے احاطۂ زمین جس میں شیخ الاسلام کا مزار ہے، شب روز کی جدوجہد سے باضابطہ حاصل کیا اور دارالعلوم کو وہیں منتقل کرنے کے خیال سے نقشہ منظور کرا کے تعمیر کا کام شروع کرا دیا مگر بعض لوگوں کی مزاحمت کے باعث کھدی ہوئی بنیادیں اسی حال میں محض جھگڑا ختم کرنے کے لیے چھوڑ کر نانک واڑہ تک تشریف لے آئے۔ حکومت اور رفقاء کار نے بہت زور دیا کہ تعمیر جاری رکھی جائے مگر مفتی اعظم نے فرمایا کہ:

''دارالعلوم بنانا محض فرضِ کفایہ اور مسلمانوں کو جھگڑے سے بچانا فرضِ عین ہے، فرضِ عین کو چھوڑ کر فرضِ کفایہ میں لگنا دین کی صحیح خدمت نہیں میں جھگڑا مول لے کر یہاں ہرگز دارالعلوم نہیں بناؤں گا''۔

تھوڑے ہی عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے کورنگی میں مفتی اعظم کو چھپن ایکڑ زمین دارالعلوم کے لیے عطا کر دی تو جدید تعمیرات بقدرِ ضرورت مکمل ہو جانے کے بعد دارالعلوم یہاں منتقل کر دیا اور نانک واڑہ کی عمارت میں دارالعلوم کے چند شعبے رہ گئے۔ (۳۸۷)

بورڈ آف تعلیماتِ اسلام سے علیحدگی:

بورڈ آف تعلیماتِ اسلام کی رکنیت سے فارغ ہو جانے کے بعد آپ کی مصروفیات دارالعلوم میں بڑھتی چلی گئیں۔ پھر جب جنرل محمد ایوب خان کی حکومت آئی اور عوامی سطح پر اسلامی دستور وقانون کے لیے جدوجہد کے راستے مسدود ہو گئے تو آپ کی عوامی سطح پر توجہات کا مرکز یہی دارالعلوم بن گیا اور لسبیلہ چوک کے پاس اپنا ذاتی کشادہ مکان نہایت شوق ومحنت سے کتنی ہی تکلیفیں جھیل کر اپنی مصروفیات کے مطابق تعمیر کیا تھا، اسے چھوڑ کر مستقل رہائش دارالعلوم کے احاطہ کورنگی ہی میں اختیار کر لی اور یہاں کئی سال تک کھپریل کی چھت کے صرف دو کمروں میں بسر ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحات تک درس و

فتویٰ، اصلاح وارشاد اور انتظام دارالعلوم میں مشغولیت میں بسر کی۔ (۳۸۸)

دارالعلوم کی بنیاد:

ناریل کے ان درختوں کے سایے تلے جو پندرہ سال قبل خود کھڑے ہو کر لگائے تھے بہر حال مولانا محمد شفیعؒ کے خلوص للہیت کا یہ ثمر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دارالعلوم کو دنیا کے عظیم دینی مدارس کے صف میں لا کھڑا کیا اور پاکستان کے عظیم ترین دینی اداروں میں اسے ممتاز مقام حاصل ہے، دارالعلوم اور دین کے مختلف شعبوں میں اس کی عظیم الشان خدمات مفتی اعظمؒ کا ایسا صدقہ جاریہ ہے جو انشاء اللہ صدیوں باقی رہے گا۔ اور یہاں سے ایسے گوہر موتی پیدا ہوں گے جو دین کی سرفرازی اور بلندی کے لیے رات دن مصروف عمل رہیں گے۔ (۳۸۹)

تصنیفی وتالیفی خدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا محمد شفیعؒ کی جہاں دوسری دینی وعلمی خدمات مسلم ہیں۔ وہاں تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی آپ کا ایک مستقل محبوب مشغلہ ہے۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی تصانیف اکثر اردو اور عربی زبان میں ہیں۔ تصانیف کی کل تعداد ایک سو باسٹھ ہے۔ صرف فقہی موضوعات پر آپ کی بیچانوے تصانیف ہیں، یہاں صرف ان کی چند ممتاز تصانیف کا ذکر پیش خدمت ہے۔

☆ تفسیر وحدیث:

تفسیری خدمات میں ’’تفسیر معارف القرآن‘‘ ۸ جلدوں میں ایک مشہور زمانہ تفسیر ہے، جس کی اس دور میں نظیر نہیں ہے۔ ’’احکام القرآن‘‘ عربی دو جلدوں میں فقہی دلائل کا خزانہ ہے۔ حدیثی خدمات میں تقریر ترمذی اکابر علماء دیوبند کا سلسلۂ اسنادِ حدیث مختصر چہل حدیث، اسلامی معاشیات پر چہل حدیث وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

☆ فقہ:

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، امداد مفتیین، اسلام کا نظام اراضی، آلاتِ جدیدہ، مسئلۂ سود، آداب المساجد، تصویر کے شرعی احکام، بیمہ زندگی اور ’’جواہر الفقہ‘‘ فقہی کتب ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے رسائل فقہی مسائل پر شائع ہوئے ہیں۔

☆ عقائد وکلام:

’’ایمان وکفر قرآن کی روشنی میں۔‘‘ ’’مقام صحابہ‘‘

’’ختمِ نبوت کامل‘‘، نزول المسیح عربی، ہدیۃ المہدیین فی آیات خاتم النبیین عربی، ممالک اسلامیہ سے قادیانیوں کی غداری، مشرق اور اسلام، سنت وبدعت وغیرہ۔

☆ معیشت وسیاست:

اسلام کا نظامِ تقسیم دولت، اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات، دستورِ قرآنی، اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق، ووٹ کی شرعی حیثیت، سرمایہ داری، سوشلزم اور اسلام۔ خطبۂ صدارت کل ہند جمعیت علمائے اسلام حیدرآباد کانفرنس، افاداتِ اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، جہادِ پاکستان اور وحدتِ اُمت وغیرہ۔

☆ سیرت وتاریخ:

سیرت خاتم الانبیاء، آداب النبی ﷺ، شہادتِ کائنات شہیدِ کربلا، ذوالنون مصری، فتح الہند، دو شہید اور درسِ عبرت وغیرہ۔

☆ اصلاح وارشاد:

گناہ بے لذت، گناہوں کا کفارہ، بسم اللہ کے فضائل، روحِ تصوف، مصیبت کے بعد راحت، ذکر اللہ اور دُرود وسلام کے فضائل، آداب الشیخ والمرید، خلاصہ وتسہیل قصد تسہیل، دل کی دنیا، ملفوظات امام مالکؒ، مقدمہ حیوۃ المسلمین۔

☆ تعلیم وتبلیغ:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر، قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کے نظامِ تعلیم، طلبہ کے نام دو اہم پیغام اور وصیت نامہ وغیرہ۔

☆ زبان وادب:

کشکول اردو فارسی کلام نظم ونثر، نفحاتِ عربی نظم ونثر کا مجموعہ، تحفۃ الوطن، شرح نفحۃ الیمن عربی وغیرہ۔

☆ متفرقات:

اسلام میں نظام مساجد، میرے والد ماجد، نقوش وتاثرات، مجالس حکیم الامت، مکاتیب حکیم الامت، دارالعلوم دیوبند اور اس کا مزاج وذوق، تاریخ قربانی، مقدمہ امداد الفتاویٰ دارالعلوم وغیرہ وغیرہ۔

☆ وفات:

احاطۂ دارالعلوم کے اسی مکان میں ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ را کتوبر ۱۹۷۶ء میں رحلت فرمائی اور احاطۂ دارالعلوم ہی کے قبرستان میں اب محوِ آرام ہیں۔

مولانا احتشام الحق تھانویؒ

تاریخ پیدائش ۱۳۳۳ھ بہ مطابق ۱۹۱۵ء

تاریخ وفات ۱۴۰۰ھ بہ مطابق ۱۹۸۰ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۳۹۰) ان علماء حق میں سے تھے جن کا علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خلوص ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے عہدِ زمانہ کے عظیم محدث، مفسر، مدبر، محقق اور مایہ ناز خطیب تھے۔ آپ جیسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک ادارہ تھے اور پورے برصغیر میں عظمتِ اسلام کے روشن چراغ تھے۔ (۳۹۱)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں ہندوستان کے علاقے اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مولانا ظہور الحق تھانویؒ (۱۸۸۲ء - ۱۹۳۱ء) تھا۔ آپ کے والد ایک بڑے زمیندار، متقی اور اپنے زمانے کے جید عالم دین تھے۔ (۳۹۲)

تعلیم وتربیت کا آغاز:

ابتدائی عمر میں ہی آپ حصولِ علم کے لیے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون (۳۹۳) چلے گئے اور دس بارہ سال کی عمر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیرِ نگرانی قرآن پاک حفظ کیا (۳۹۴)۔ پھر ان ہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور (۳۹۵) میں داخل ہوئے۔ یہاں پر آپ کے استاذ مولانا حافظ عبداللطیفؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ (۳۹۶) تھے جنہوں نے آپ کی ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا۔ مدرسہ مظاہر العلوم سے فارغ ہو کر آپ مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء میں حدیث وتفسیر فقہ کلام، منطق وفلسفہ اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم درجہ اوّل میں پاس کر کے سند فراغ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ (۳۹۷)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۳۹۸)، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۳۹۹) اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (۴۰۰) قابلِ ذکر ہیں۔ (۴۰۱)

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے الہ آباد یونی ورسٹی (۴۰۲) اور پنجاب یونی ورسٹی (۴۰۳) سے فاضل اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اساتذہ کے حکم کی تعمیل پر دینی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی تبلیغی خدمات کا آغاز دہلی (۴۰۴) کی جامع مسجد سے ہوا، جہاں آپ باقاعدہ امامت کے ساتھ ہر جمعہ خطاب عام فرماتے۔ اس میں مرکز کے سرکاری ملازمین کے علاوہ مرکزی اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے ممبران بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ (۴۰۵)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی ملّی وسیاسی خدمات کا جائزہ:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی شخصیت اور ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ہندوستان کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے اکابر علماء دیوبند نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور ان کے دیگر اکابرین نے بھی تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں برِصغیر کے مسلمانوں کی ذہنی، ملّی وسیاسی بیداری میں نمایاں کردار ادا کیا۔(۴۰۶) مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ فرماتے ہیں:

"مولانا احتشام الحق تھانویؒ پاکستان کے بنانے والے قائدین کے ہراوّل دستہ میں شامل تھے اور تحریکِ پاکستان کے دوران اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے دستِ راست تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے اپنی پوری زندگی پاکستان کو صحیح اسلامی سلطنت بنانے کے لیے اور اسوۂ رسول کریمؐ (۵۷۱ء۔ ۶۳۲ء) (۴۰۷) کی تبلیغ وترویج کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ (۴۰۸)

جمعیت العلماء اسلام میں شمولیت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم کو تقویت پہنچانے کی غرض سے جمعیت العلماء اسلام (۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء)(۴۰۹) کا قیام عمل میں لایا۔ پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن جب قریب آگئے اور مخالفین کی طرف سے اس قسم کا پروپیگنڈہ زوروں پر ہونے لگا کہ مسلم لیگ بے دین امراء کی نمائندہ جماعت ہے اور اسے علماء کی جماعت کی تائید حاصل نہیں ہے چونکہ اس وقت جمعیت العلماء ہند جس کے صدر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تھے، کانگریس کا ساتھ دے رہے تھے اور متحدہ قومیت (ہندوستان) کی حمایت میں نعرے لگا رہے تھے اور مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت سے بدظن کر رہے تھے تو ایسے حالات میں اگر مسلم لیگ کو مقتدر علماء کی باا‌ثر جماعت کی حمایت وتائید حاصل نہ ہوتی تو الیکشن کا جیتنا آسان کام نہ تھا اور پاکستان کا قیام ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا۔ (۴۱۰)

جمعیت العلماء اسلام کے پلیٹ فارم سے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی سحر انگیز خطابت وتقریر نے ایوان کانگریس میں زلزلہ مچا دیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد شفیعؒ وغیرہ جیسے اکابرینِ ملّت کے شانہ بشانہ تحریکِ پاکستان کے حق میں برِصغیر کے مختلف علاقوں کا دورہ فرماتے رہے۔ سرحد کا ریفرنڈم (۴۱۱) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیعؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ہی کامیابی سے ہم کنار کرایا۔ (۴۱۲) قیامِ پاکستان سے قبل ۱۳۶۶ھ ۔ ۷/اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہمراہ کراچی تشریف لے آئے اور مہاجرین کی آبادکاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ملک و قوم کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام اس کے دستور کی ترتیب وتشکیل کا مسئلہ تھا، جس کے لیے علمائے کرام نے بھرپور کردار ادا کیا۔ (۴۱۳)

قیامِ پاکستان کے بعد نفاذِ اسلام کی مہم کا آغاز مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی زیرِ قیادت شروع ہوا اور اس میں سب سے اہم کردار مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے حصہ میں آیا۔ چنانچہ مقاصد کے حصول کے سلسلے میں آپ نے ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں کے منتخب جید علماء اور مفکرین میں سے علامہ سیّد سلیمان ندویؒ (۴۱۴)، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ (۴۱۵)، ڈاکٹر حمید اللہؒ (۴۱۶) وغیرہ کو پاکستان لے کر آئے۔ (۴۱۷)

چنانچہ علماء کے اس گروپ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نگرانی میں اسلامی دستور کے اصول پر ایک دستوری خاکہ تیار کیا جو مرکزی اسمبلی میں قراردادِ مقاصد (۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۹ء) (۴۱۸) کے نام سے منظور ہوا اور اس کو پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان نے اسمبلی سے منظور کرایا۔ اس کے علاوہ دوسرا اہم کام دینی تعلیم کی اشاعت کا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان میں بھی دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی درس گاہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے قیام کی ذمے داری مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے سپرد کی گئی۔ (۴۱۹)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ بہ احسن طور پر ان خدمات کو انجام دیا اور حیدرآباد سندھ کے مضافات میں ٹنڈوالہ یار (۴۲۰) کے مقام پر ایک عظیم الشان مرکزی دارالعلوم قائم کیا اور جس میں اکابر مدرسین کو جمع کیا، جن میں مولانا سیّد بدرعالمؒ میرٹھی مہاجر مدنی (۴۲۱)، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (۴۲۲)، مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ (۴۲۳)، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ (۴۲۴)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۴۲۵) اور مولانا محمد مالک کاندھلویؒ (۴۲۶) جیسے مشاہیر علماء درس حدیث پڑھا چکے ہیں، دارالعلوم مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا عظیم کارنامہ اور صدقۂ جاریہ ہے، ہزاروں افراد ملک اور بیرونِ ملک سے یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ (۴۲۷)

اس کے علاوہ جیکب لائن کراچی میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو آج پاکستان کی عظیم الشان مسجد میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کراچی کے متعدد علاقوں میں متعدد دینی مدرسے اور مکتب قائم کیے جہاں سے قرآن وحدیث کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی ساری زندگی ملت اور اسلام کی خدمت میں گزری اور آپ نے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا۔ ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۱ء میں جب اسلامی دستور کے مسئلے پر اربابِ حکومت کی طرف سے علماء کو چیلنج کیا گیا کہ اسلامی فرقوں کے درمیان باہم اتفاق واتحاد نہیں ہے تو اس نازک موقع پر حکومت کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے ہر مکتبۂ فکر کے جید علماء کو اپنی قیام گاہ پر جمع کیا اور متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے بائیس (۲۲) اصول مرتب کر کے حکومت کو پیش کیے۔ آپ نے حکومت کا منہ بند کر کے یہ ثابت کیا کہ علماء کے درمیان اتفاق وہم آہنگی موجود ہے، آپ نے اتحاد واتفاق کی یہ ایک مثال قائم کر دی اور یہ نادر کارنامہ ہمیشہ تاریخ میں آپ کی یاد دلاتا رہے گا۔ (۴۲۸)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا حلقۂ درس:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ ہر جمعہ کو کونسل چیمبر کے پاس نئی دہلی کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ سے پہلے اعزازی طور پر آپ

خطاب فرماتے تھے، جس میں مرکز کے سرکاری ملازمین کے علاوہ مرکزی اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے ممبران بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے، جس میں خواجہ ناظم الدین (۴۲۹)، مولانا ظفر علی خانؒ (۴۳۰)، مولانا تمیز الدین خانؒ (۴۳۱)، سردار عبدالرب نشتر (۴۳۲)، آئی آئی چندریگر (۴۳۳) وغیرہ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ (۴۳۴)

مجلس ''دعوۃ الحق'' کی خدمات:

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق (۴۳۵) کے پروگرام کے مطابق جدید تعلیم یافتہ طبقہ بالخصوص مرکزی حکومت ہند سے متعلق سرکاری ملازمین میں تبلیغ دین کا کام بڑی سرگرمی سے سرانجام دیا۔ مجلس دعوۃ الحق کے پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ سرکاری ملازمین اور مسلم لیگ کے زعماء میں پاکستان کی حمایت کے ساتھ ساتھ دینی جذبات پیدا کیے جائیں تاکہ آئندہ اسلامی مملکت کی تشکیل اور اس کے قیام میں سہولت پیدا ہوجائے۔ آپ نے شب وروز مجلس دعوۃ الحق کے ذریعے ارباب اقتدار اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں تبلیغ دین کا حق ادا کیا اور قائداعظم محمد علی جناح، لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر اور دوسرے زعماء لیگ کو دین کی طرف لانا اسی مجلسِ دعوۃ الحق کے اکابرین کا کارنامہ ہے۔ (۴۳۶)

تبلیغی دورے وخدمات:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو آپ کی تبلیغی خدمات ہیں جس کے لیے آپ نے اپنی تمام زندگی وقف کردی تھی۔ آپ نے تبلیغ دین کے لیے پوری دنیا میں تبلیغی دورے کیے اور جنوبی افریقہ (۴۳۷)، انڈونیشیا (۴۳۸)، فلپائن (۴۳۹)، سعودی عرب (۴۴۰)، افغانستان (۴۴۱)، ایران (۴۴۲)، برما (۴۴۳)، امریکہ (۴۴۴)، چین (۴۴۵)، برطانیہ (۴۴۶) اور دیگر متعدد ممالک میں تبلیغی اسفار کیے لاکھوں مسلمان آپ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے اور ہزاروں مشرف بہ اسلام ہوئے دنیا میں کوئی خطہ یا ملک ایسا نہیں جہاں تبلیغ دین کے لیے نہ پہنچے ہوں۔ اللہ کے دین کی تبلیغ کی اور لاکھوں مسلمانوں کی اصلاح کی۔ (۴۴۷)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا تحریکِ پاکستان میں کردار:

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ (۴۴۸) فرماتے ہیں کہ:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی (۴۴۹) میں اہل ہند کی ناکامی کے بعد انگریز کے قدم برصغیر میں مضبوط ہوگئے تھے، چنانچہ مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر قومی آزادی کی ایک مہم شروع کی جس کا مقصود انگریز کے طوقِ غلامی سے نجات حاصل کرنا تھا۔ یہ تحریک خراماں خراماں اپنا سفر طے کرتی ہوئی بیسویں صدی میں داخل ہوئی۔ اس صدی میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میدانِ عمل میں آئے ہیں اور دیوبند کے بہت سے علماء اس تحریک کے ساتھ منسلک ہوجاتے ہیں۔ اس تحریک سے وابستہ

علمائے کرام کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں، سولیوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے، چونکہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی اور ہندو مسلم مل کر اس تحریک کو چلا رہے تھے۔ ہندو تعداد میں زیادہ بھی تھے پھر بھی مسلمانوں کے لیڈروں کو خاص طور پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ چنانچہ اس تحریک پر اور تحریک کے حوالے سے مسلمانوں کے ذہنوں پر ہندو چھانے لگے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جب مالٹا کی اسارت سے رہا ہو کر بمبئی (۴۵۰) کی بندرگاہ پر پہنچے تو ایک عظیم الشان جلوس حضرت شیخ الہندؒ کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ جلوس میں منجملہ اور نعروں کے ایک نعرہ یہ بھی لگایا جا رہا تھا "شیخ الہندؒ کی جے ہو" شیخ الہندؒ ان نعروں کو سن کر چونکے اور استفسار کیا کہ یہ بے کار الفاظ میں کیا سن رہا ہوں۔ مولانا محمد علی جوہرؒ (۴۵۱) اور حکیم اجمل خان (۴۵۲) وغیرہ ہمراہ تھے۔ عرض کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ الہندؒ کی فتح ہو۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ لفظی و لغوی مفہوم تو مجھے بھی معلوم ہے، میں حیران اس ذہنی انقلاب پر ہوں جو اس دوران رونما ہو چکا ہے اگر جے ہو کہنے میں کوئی نقصان نہیں تو مسلمان کو اللہ اللہ کے بجائے رام رام کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہ کرنا چاہیے۔ (۴۵۳)

علامہ سید سلیمان ندویؒ (۴۵۴) اس بات کو ایک مثال کے ذریعے واضح فرماتے تھے کہ:

دو بھائیوں نے چلنا شروع کیا، ایک کچھ آگے تھا اور دوسرا پیچھے۔ پیچھے والے بھائی نے کچھ قدم تیز بڑھا کر آگے والے کو پیچھے کر دیا۔ مراد یہی تھی کہ ہندو سیاست کے میدان میں مسلمانوں سے پیچھے تھا مگر بعد میں کچھ آگے نکل گیا۔ تحریک کے اس مرحلہ تک تمام علماء دیوبند جن میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۴۵۵)، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۴۵۶)، مولانا اشرف علی تھانویؒ (۴۵۷)، مولانا عبیداللہ سندھیؒ (۴۵۸)، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۴۵۹)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۴۶۰)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۴۶۱)، مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۴۶۲)، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۴۶۳) اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۴۶۴) وغیرہ علماء متفقہ طور پر تحریک سے ساتھ وابستہ تھے لیکن ۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۷ء میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ ہندوؤں کے شانہ بشانہ اس تحریک میں شمولیت مسلمانوں کو اگر انگریز کی غلامی سے نجات دلائے گی تو ہندوؤں کی غلامی میں مبتلا کر دے گی۔ چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسلم لیگ پٹنہ کے اجلاس میں جو ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۸ء میں منعقد ہوا (۴۶۵)۔ ایک وفد روانہ کیا جس میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ بھی شامل تھے۔ پٹنہ کے اس اجلاس میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ تو قومی آزادی کی اس تحریک میں مذہبی روح نمایاں اور اجاگر ہو گئی جب کہ اس سے قبل قومیت کی روح نمایاں تھی۔ اس موقع پر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے رفقاء نے اس بناء پر کہ مسلمان علیحدہ اور ہندو علیحدہ تحریک چلائیں تو طاقت منتشر ہو جائے گی۔ لہٰذا مسلمانوں کی ہندوؤں سے علیحدگی کی مخالفت کی لیکن حقیقت میں نظریۂ پاکستان کی یہ مخالفت قبل قیام پاکستان تھی، لیکن قیام پاکستان کے بعد اس مخالفت کا رخ تبدیل ہوا۔ (۴۶۶)

چنانچہ علمائے کرام کی اس شمولیت نے اس قومی تحریک کو ایک مذہبی تحریک بنایا اور قائداعظم محمد علی جناح نے ہمیشہ علمائے کرام کی اس شمولیت کو سراہا اور اپنے خطبات میں بارہا اس بات کو تسلیم کیا کہ:

""مسلمانوں کا دستور بنانے والا میں کون ہوتا ہوں، مسلمانوں کا دستور تو آج سے تیرہ سو سال قبل بن چکا ہے۔"(۴۶۷)

ان علمائے کرام نے مسلم لیگ کے شانہ بشانہ میرٹھ(۴۶۸)، مظفر نگر(۴۶۹)، لاہور(۴۷۰)، سہارنپور(۴۷۱) اور صوبہ سرحد(۴۷۲) کے علاقوں اور بنگال(۴۷۳) کی سنگلاخ چٹانوں میں کام شروع کیا جس سے تحریک کی حمایت میں نمایاں فرق محسوس ہوا۔ چنانچہ آج بھی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء سے قبل تحریک کی کیا کیفیت تھی اور ۱۹۴۵ء کے بعد تحریک کی کیفیت میں کیا رنگ پیدا کر دیے گئے تھے۔ (۴۷۴)

تحریکِ پاکستان اور علمائے دیوبند:

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں جب علمائے دیوبند کے کردار پر بحث کی جائے گی اور پاکستان کی تعمیر میں علماء کی جدوجہد کا ذکر آئے گا تو ڈاکٹر محمد اقبال، قائداعظم محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خان کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست، مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ اور دوسرے خلفاء اور مجازین مولانا مفتی محمد حسنؒ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (بانی جامعہ خیر المدارس ملتان)، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہوں گے۔ سلہٹ اور سرحد کے ریفرنڈم میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے جس سرگرمی سے ہندوانہ ذہنیت کے خلاف کام کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اسی بنیاد پر کراچی میں کل پاکستان پہلی قومی پرچم کشائی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے کرائی(۴۷۵) اور مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں علامہ ظفر احمد عثمانیؒ سے کرائی(۴۷۶)۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ ان دونوں علماء کے جانشین اور ترجمان تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ اور نظریۂ پاکستان کے تحفظ کے لیے وقف کر رکھی تھی، آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر قیادت جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم کے ذریعے قیام پاکستان کے لیے بیش بہا کام کیا اور ہندوستان کے متعدد علاقوں میں اپنی سحر آفریں خطابت سے تحریکِ پاکستان کو مقبول عام بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ (۴۷۷)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ ان علمائے حق میں سے تھے، جنہوں نے تحریک پاکستان کی خدمت کی انڈین نیشنل کانگریس(۴۷۸) اور انگریزوں کا گٹھ جوڑ جب کھل کر سامنے آگیا تو آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معیت میں مردانہ وار اور پروانہ وار مسلم لیگ کی حمایت میں پورے ہندوستان کا طوفانی دورہ کیا اور سینکڑوں مجلسوں سے خطاب فرمایا۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں علامہ عثمانیؒ کی ہمراہی میں شب و روز کام کیا اور اپنی دلآویز خطابت سے لوگوں کو بے حد متاثر کیا۔ نواب اسماعیل خان(۴۷۹) اور لیاقت علی خان نے آپ ہی کی تقاریر سے متاثر ہو کر اپنے اپنے حلقۂ انتخاب کے دوروں کے لیے خاص طور سے مولانا ہی کو مامور کیا تھا، ان کی زبان و قلم نے تمام عمر جرأت و بے باکی کے ساتھ دینِ اسلام، نظریہ پاکستان

اور ملک وملت کے بنیادی حقوق کے لیے جہاد کیا اور اپنے مجاہدانہ کردار و گفتار سے شاندار روایات قائم کیں (۲۸۰)۔

دوقومی نظریہ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی شخصیت گوناگوں کمالات اور اوصاف کے اعتبار سے ایک جامع اور ہمہ اوصاف شخصیت تھی، وہ ایک نامور جید عالم دین اور بے مثال خطیب تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کے حقیقی ماموں بھی تھے اور روحانی مربی بھی۔ مولانا کا سیاسی مسلک حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مسلک کے عین مطابق تھا۔ (۲۸۱) آپ نے دوقومی نظریہ یعنی ہندو اور مسلمان کے طرز زندگی اور رسم و رواج کے حوالے سے مسلمانوں کو ایک علیحدہ شناخت قرار دیا۔

دوقومیت کا نظریہ:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ دوقومی نظریہ اور تحریک پاکستان کے بڑی سختی کے ساتھ حامی تھے اور آپ کی پوری سیاسی زندگی دوقومی نظریہ اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے گرد گھومتی نظر آتی ہے، وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی مناہمت اور رواداری کے قائل نہیں تھے۔ آپ کو اپنے اس نظریے کی صداقت پر سختی سے اصرار تھا، ہر اس شخص اور جماعت سے مولانا کو سخت اختلاف رہا، جس کے بارے میں اس نظریہ کی مخالفت کا ادنٰی شبہ بھی ان کو ہوگیا پھر اظہار اختلاف میں بھی مولانا نے کبھی کسی کی رعایت نہیں کی اور اپنے پرائے کا بھی کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔ آپ ابتداء سے ہی مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے نظریۂ پاکستان سے وابستہ رہے اور قیام پاکستان سے بھی پہلے سے ہی مولانا احتشام الحق تھانویؒ قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کے مبلغ کی حیثیت سے دہلی میں تحریک پاکستان کے عمائدین اور زعماء کو پاکستان کے اصل مقصد قیام اور اس کی روح نظام اسلام کی طرف متوجہ کرتے رہے اور جب ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء میں تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل جمعیت علمائے اسلام کا قیام عمل میں آیا تو مولانا احتشام الحق تھانویؒ بھی باقاعدہ اس میں شامل ہو گئے اور مسلمانوں کو پاکستان کے مطالبہ کی اہمیت وافادیت سے آگاہ فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کو مجمع عام میں تقریر وخطابت کی بے نظیر صلاحیت اور قابلیت عطا فرمائی تھی۔ آپ نے دلنشیں اور مدلل تقاریر سے مسلمانوں کو بہت متاثر کیا۔ تحریکِ پاکستان کے دوران مولانا کی خطابت اور شیریں بیانی کا ہر جگہ چرچا تھا، اسی وجہ سے نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم کے الیکشن میں تھانہ بھون، کیرانہ، شاملی، مظفر نگر وغیرہ میں دہلی سے مولانا کو بلا کر تقاریر کا پروگرام بنایا گیا تھا، جو بہت کامیاب ثابت ہوا۔

۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء میں جب متحدہ ہندوستان میں عبوری حکومت قائم ہوئی تو عبوری حکومت کے وزیر خزانہ کی حیثیت سے لیاقت علی خان نے مسلم لیگ کی طرف سے بجٹ پیش کیا۔ اس سے کچھ روز قبل ایک مسلمان افسر دہلی میں مولانا کے پاس گیا اور کہا کہ وہ قرآن پاک کی ایک ایسی آیت بتائیں جس میں کہا گیا ہو کہ دولت چند خاندانوں میں سمٹ کر نہ رہ

جائے۔ چنانچہ مولانا نے اس مسلمان افسر کو ۲۸ ویں پارہ میں سورۂ حشر کی ایک آیت بتائی (۴۸۲)۔ جب مسلم لیگ کا بجٹ سامنے آیا تو اس میں قرآن پاک کی یہ آیت درج تھی، یہ آیت دراصل پاکستان کے بارے میں مسلم لیگ کا معاشی نظریہ تھی کہ جب پاکستان بنے گا تو ہم اس میں اسلام کا معاشی نظام رائج کریں گے اور سرمایہ داری سے نجات حاصل کرلیں گے، مسلم لیگ نے اسلام کا یہ معاشی نظریہ پیش کرنے کے لیے مولانا تھانویؒ سے رہنمائی حاصل کی تھی۔

الحاصل آپ نے تحریک پاکستان میں زبردست حصہ لیا اور ساری زندگی حکیم الامت تھانویؒ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور حق و صداقت کے علمبردار رہے۔ (۴۸۳)

دستور کی اسلامی تشکیل کے لیے مثالی جدوجہد وکوشش:

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام اس کے دستور کی ترتیب و تشکیل کا مسئلہ تھا، اس کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جس مہم کا آغاز کیا تھا، اس میں سب سے اہم کردار مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے حصہ میں آیا اور جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے انتھک جدوجہد کی اور پاکستان کی دستور سازی میں عظیم خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں خود مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی پاکستان کو عوامی امنگوں کے مطابق اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کا آغاز ہوگیا اور لیاقت علی خان کے ایماء پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے اسلامی آئین کا خاکہ تیار کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لیے مجھے ہندوستان بھیجا تاکہ میں مولانا مناظر احسن گیلانیؒ (۴۸۴) مفتی محمد شفیعؒ (۴۸۵)، علامہ سید سلیمان ندویؒ (۴۸۶) اور ڈاکٹر حمید اللہ (۴۸۷) کو پاکستان لاسکوں۔ (۴۸۸)

اسلامی آئین کا بنیادی ڈھانچہ:

تینوں حضرات فوراً پاکستان پہنچے اور تین ماہ شب و روز کام کرنے کے بعد اسلامی آئین کا خاکہ تیار کرلیا گیا۔ انہی دنوں مرکزی اسمبلی میں قرارداد مقاصد منظور کرائی گئی، جس کی تیاری کے لیے شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے دن رات ایک کردیے تھے۔ قرارداد مقاصد کی مخالفت صرف اقلیتی فرقوں اور سوشلسٹوں نے کی تھی۔ مشرقی پاکستان کا کوئی ایک مسلمان ممبر بھی ایسا نہیں تھا، جس نے مخالفت میں حصہ لیا ہو۔ دوسری بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کی تشکیل اور ارکان کا انتخاب قطعی طور پر شیخ الاسلام کی مرضی سے ہوا اور بورڈ کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ ملک میں کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی جاری نہ ہونے پائے اور ہر آئینی و قانونی مسئلہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں جانچ پڑتال کی رائے دی۔ آئین سازی کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ علامہ عثمانیؒ کا انتقال ہوگیا اور اس مرحلے پر اسلام اور اسلامی آئین کے لیے لیاقت علی خان کا اضطراب کھل کر سامنے آیا وہ علامہ عثمانیؒ کے وصال پر سخت پریشان تھے، چنانچہ

انہوں نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کو بلوانے کا فیصلہ کیا جو ابھی تک ہندوستان میں تھے، اس غرض کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو منتخب کیا۔ اس موقع پر مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے فرمایا کہ ”شاید ہندوستان مجھے ویزا نہ دے، تو انہوں نے فرمایا کہ ہم آپ کو سفارتی نمائندے کی حیثیت سے بھیج دیں گے، لیکن میں نے اس طرح جانے سے انکار کیا اور کہا کہ علامہ صاحب اس وقت جدہ (۴۸۹) میں ہیں، اگر فوری طور پر پاسپورٹ اور ویزا بنا دیا جائے تو میں جدہ جا کر انہیں لے آؤں، چنانچہ لیاقت علی خان نے متعلقہ حکام کو رات گئے احکام جاری کیے اور دو گھنٹے کے اندر اندر تمام ضروری کاغذات میرے ہاتھ میں تھے، مگر اس سے پہلے کہ میں جدہ روانہ ہوتا اطلاع ملی کہ مولانا سید سلیمان ندوی بمبئی پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ مجھے ہندوستان بھیجا گیا اور میں نے علامہ سید سلیمان ندویؒ سے ملاقات کر کے انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول فرمائی (۴۹۰)۔ بعد ازاں جب پہلا مسودہ آئین سامنے آیا تو وہ قطعاً غیر اسلامی تھا۔ اس پر ملک بھر سے مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ ممتاز علماء کراچی میں جمع ہوئے اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ ہی کی دعوت پر یہ اجتماع ہوا تھا انہوں نے ۲۲ نکات مرتب کر کے حکومت کو پیش کیے کہ پاکستان کا دستور ان بنیادوں پر مرتب کیا جائے۔ علماء کا یہ اجتماع پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ یہ اجتماع مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر منعقد ہوا تھا اور اس اعتراض کا جواب تھا کہ یہاں کون سا اسلام رائج کیا جائے، اس کے علاوہ ہم نے ملک بھر میں نظام اسلام کانفرنسیں منعقد کیں۔ اس کے بعد حکومت نے نیا دستوری مسودہ شائع کیا۔ اس میں اسلام کے بنیادی اصول بڑی حد تک آ گئے تھے، مگر کچھ باتیں ترامیم طلب تھیں۔ علماء دوبارہ کراچی میں جمع ہوئے اور ایک ایک آرٹیکل پر اپنی سفارشات مرتب کر کے حکومت کو بھجوائیں۔ نتیجتاً ۱۳۷۵ھ۔ ۱۹۵۶ء کا آئین سامنے آیا (۴۹۱)، جس میں واضح کر دیا گیا تھا کہ پاکستان میں اسلام کا معاشی و مالیاتی نظام نافذ کیا جائے گا اور اس سلسلے میں پانچ سال کی مہلت رکھی گئی تھی، لیکن قوم کی بدقسمتی کہ اس پر عمل نہ ہو سکا اور ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۸ء میں آئین سے وفاداری کا حلف اٹھانے والے ایوب خان نے اسے منسوخ کر دیا۔ (۴۹۲)

علماء کے بائیس نکات:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی کتابِ زندگی کا ہر ورق تابناک ہے لیکن مملکت خداداد پاکستان میں ان کے جن کارناموں کی وجہ سے ان کے نیک نام کو بقاء و دوام کی عظمت و شہرت حاصل ہوئی اور اس ملک کی تاریخ جن کے تذکرے کے بغیر نامکمل رہے گی ان میں ایک عظیم کارنامہ بائیس نکات کی ترمیم و تدوین ہے تنہا یہی ایک کارنامہ ان کے تمام کارناموں پر بھاری ہے اور دنیا و آخرت میں ان کی سرخروئی اور سعادت دارین کا ضامن ہے۔ یہ عظیم کارنامہ تاریخ پاکستان ہی میں نہیں تاریخِ اسلام میں بھی سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ مغرب زدہ افراد ہمیشہ یہ اعتراض اٹھاتے تھے کہ ملک میں اسلامی دستور کی بنیاد کیا ہو، جب کہ مسلمان بہت سے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس اعتراض کا دندان شکن جواب مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اس مثبت انداز میں دیا کہ شب و روز کی کوششوں سے مختلف علماء کا ایک نمائندہ اجتماع کراچی میں بلوایا اس

اجتماع میں مختلف مکاتیب فکر کے نامور اکتیس علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور اپنے متفقہ ۲۲ نکات کے ذریعے اسلامی خطوط کے رہنما اصول وضع کیے۔ اس اجتماع میں ایک بڑی رکاوٹ اسلام کی اجارہ داری ایک سیاسی جماعت کے رہنما کی ''انا'' تھی، لیکن مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اس مشکل مرحلہ کو اپنے حسن تدبر سے حل کیا اور یوں ہمیشہ کے لیے ان لوگوں کا منہ بند کر دیا جو علماء کے اختلافات کو جواز بنا کر اسلامی دستور سے روگردانی کی راہیں تلاش کرتے پھرتے تھے۔ یہ اجتماع ۱۳۷۰ھ۔ ۲۱ جنوری تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوا تھا (۴۹۳) اور اس میں مشرقی و مغربی پاکستان کے جن جید علمائے کرام نے شرکت کی تھی، ان میں سے چند اکابر علماء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علامہ سید سلیمان ندویؒ (۴۹۴)، مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۴۹۵)، مولانا مفتی محمد حسنؒ (۴۹۶)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۴۹۷)، مولانا احمد علی لاہوریؒ (۴۹۸)، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۴۹۹)، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۵۰۰)، مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ (۵۰۱)، مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۵۰۲)، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (۵۰۳)، مولانا شمس الحق افغانیؒ (۵۰۴)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۵۰۵)، مولانا شمس الحق فرید پوریؒ (۵۰۶) اور مولانا محمد علی جالندھریؒ (۵۰۷) وغیرہ۔ (۵۰۸)

دفاع نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریہ:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریے کے زبردست حامی تھے۔ وہ کٹر پاکستانی تھے اور اس معاملے میں انہوں نے کبھی کسی مصالحت کو گوارا نہیں کیا۔ انہوں نے شرعی احکام کی تشریح کے سلسلے میں بھی ہمیشہ تصلب کا مظاہرہ کیا اور شریعت میں تحریف و ترمیم کی کسی کوشش و سازش کو قبول نہیں کیا۔ ۱۹۵۱ء میں ۳۱ علماء کا جو شہرہ آفاق اجتماع ہوا اور جس میں تمام مکاتیب فکر کے علماء نے متفق ہو کر ملک کے بائیس دستوری نکات مرتب کیے۔ نیز ۱۹۵۳ء میں انہی علماء کے جس اجتماع نے جو دستوری ترمیمات مرتب کیں وہ ملک میں دینی جدوجہد کی تاریخ کا انتہائی اہم واقعہ تھا۔ ان دونوں اجتماعات کے داعی مولانا احتشام الحق تھانویؒ تھے اور زیادہ تر مولانا احتشام الحق تھانویؒ ہی کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ عائلی قوانین پر غور کرنے کے لیے ابتداً جو کمیشن قائم ہوئے اس میں مولانا تنہا ایک عالم دین تھے۔ جنہوں نے اس میں حق گوئی کا پورا حق ادا کیا، چنانچہ ان کا اختلافی نوٹ تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے عہد حکومت میں وہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نظریات کے خلاف ڈٹ گئے اور اخبارات کے ذریعے عوام کو تحریف و ترمیم کے اس فتنے سے خبردار کیا۔ (۵۰۹)

رویت ہلال کے مسئلے کا حل:

رویت ہلال (۵۱۰) کے مسئلے میں انہوں نے ہمیشہ شریعت کے مطابق جرأت مندانہ موقف اختیار کیا اور اس پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں (۵۱۱)۔ ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء (۵۱۲) کے انتخابات کے موقع پر ملک میں سوشلزم کو روکنے اور عوام کو اس کی دینی حیثیت سے آگاہ کرنے کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے جس جانفشانی کے ساتھ ملک کے

دورے کیے وہ مولانا کی ناقابلِ فراموش خدمت ہے۔ الغرض پاکستان میں دستورِ اسلامی کی جدوجہد میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے جو عظیم خدمات انجام دیں انہیں تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا اور اس سلسلے میں جب بھی کوئی کوشش آئندہ کی گئی تو مولانا احتشام الحق تھانویؒ اس میں سرفہرست نظر آئیں گے۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کئی بار حکومت کی طرف سے اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور مرکزی جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی (۵۱۳) کے قائد کی حیثیت سے آخر دم تک آپ نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔" (۵۱۴)

لادینی نظریات اور باطل تحریکات کے خلاف جہاد:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ہمیشہ اسلام کی خدمت کی۔ قیام پاکستان کے بعد حکومت نظام اسلام سے گریز پائی کرنے والے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو نظام اسلام کے نفاذ کا ایک بہانہ بنا رہی تھی۔ آپ نے حکومت کے اس چیلنج کو قبول کیا اور کراچی (۵۱۵) میں اپنی قیام گاہ پر مختلف مکاتب فکر کے علماء کی ایک نمائندہ میٹنگ بلائی۔ کافی بحث و تمحیص اور محنت و عرق ریزی کے بعد وہ مشترکہ دستوری خاکہ تیار ہوا جس پر تمام مکاتب فکر متفق ہوئے یہ اکتیس علماء کا تاریخی فیصلہ کہلاتا ہے اور بارہا چھپ چکا ہے یہ ۲۲ نکاتی خاکہ ان لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے کافی ہے جو فرقہ وارانہ اختلافات کی آڑ میں اسلامی نظام زندگی سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ (۵۱۶)

اس میٹنگ میں دیوبندی (۵۱۷)، بریلوی (۵۱۸)، اہلحدیث (۵۱۹) اور اہل تشیعہ (۵۲۰) کے اکابر علماء شامل ہوئے (۵۲۱)۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۵۲۲) نے اپنے مکتب فکر کی نمائندگی خود کی۔ علماء کی اس نمائندہ میٹنگ کو بلانے کا سہرا مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے سر بندھا۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا یہ تاریخی کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک ایک مثال رہے گا۔"

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا شمار علمائے حق کے اس قافلۂ سخت جان میں ہوتا ہے جنہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے کبھی بھی مصلحت پسندی یا مداہنت سے کام نہیں لیا۔ قیام پاکستان سے قبل آپ نے تحریک پاکستان اور دو قومی نظریے کی آبیاری کی۔ پاکستان بنا تو یہاں پر اسلامی دستور کی مہم چلی اس میں بھی مولانا احتشام الحق تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے پابہ رکاب رہے۔ آئین سازی میں بڑے بڑے نازک مرحلے آئے لیکن مولانا نے دوستی اور رفاقتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اربابِ اقتدار پر کڑی نکتہ چینی کی اور ہر موڑ پر کلمۂ حق بلند کرتے رہے۔ اسلام کے خلاف آپ نے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا اور اپنے اکابر کی روایات کے مطابق تمام عمر اظہار حق کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ (۵۲۳)

پاکستانی حکمرانوں سے مطالبات:

لیاقت علی خان سے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے ذاتی تعلقات تھے لیکن اصولوں کی خاطر انہوں نے ان کی مخالفت

مول لینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ جب لیاقت علی خان وزیر اعظم تھے تو انہوں نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی (٥٢٤) کی رپورٹ شائع کی اور اسے اسلامی قرار دیا۔ اس پر مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے نہ صرف اس رپورٹ کو غیر اسلامی قرار دیا بلکہ وزیر اعظم کے اس دعویٰ کو چیلنج بھی کیا پھر جب خواجہ ناظم الدین (٥٢٥) نے بنیادی حقوق کے بارے میں رپورٹ پیش کی تو اس میں قانون سازی پر قرآن کی پابندی کا ذکر تو تھا لیکن حدیث اور سنت کا تذکرہ نہیں تھا۔ اس پر مولانا نے سخت احتجاج کیا اور بڑی بحث و تمحیص کے بعد مولانا نے رپورٹ میں قرآن کے ساتھ ساتھ سنت کا لفظ بھی بڑھانے پر آمادہ کر لیا۔

سابق صدر محمد ایوب خان نے اپنے دور حکومت میں پاکستان کی چند جدید تعلیم یافتہ خواتین کے مطالبہ پر ایک کمیشن مقرر کیا جس کا نام عائلی کمیشن (٥٢٦) تھا جس میں مولانا احتشام الحق کو ایک ممتاز مذہبی رہنما کی حیثیت سے شریک کیا گیا۔ کمیشن کے باقی تجدد پسند ارکان نے ایک غیر اسلامی اور غیر شرعی رپورٹ پیش کی جس کے ساتھ مولانا کا ایک بڑا مفصل اختلافی نوٹ بھی تھا، جس میں کمیشن کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے قرآن و سنت کی صحیح ترجمانی کی گئی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی اس حق گوئی اور بے باکی پر ملکی پریس نے اچھی رائے کا اظہار کیا اور ہندوستان کے علماء اور مسلم اخبارات نے بھی مولانا کے عالمانہ نقطہ نظر کی تحسین کی۔

اسی طرح اسکندر مرزا (٥٢٧) نے دور اقتدار میں ایک مرتبہ علمائے حق کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ اسلامی دستور کا نام لینے والے علماء کانگریسی ہیں۔ انہیں چاندی کی کشتی میں رکھ کر بھارت کو پیش کر دیا جائے گا۔ (٥٢٨)

اس کے جواب میں طبقہ علماء میں سے صرف ایک ہی آواز بلند ہوئی اور وہ آواز مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی تھی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے جواب میں فرمایا کہ اسکندر مرزا اور اس کے ساتھی برطانیہ اور امریکہ کے جاسوس ہیں۔ ہم انہیں عیسائیوں کے تابوت میں بند کر کے سمندر میں بہا دیں گے۔

اسکندر مرزا کے متعلق مولانا کا یہ ارشاد بالکل الہامی ثابت ہوا۔

بعد ازاں تعلیمات اسلامی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے سود (٥٢٩) کے جواز میں فتویٰ دیا تو مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ایک پریس کانفرنس بلا کر اس فتویٰ کو لغو اور بے ہودہ قرار دیا۔ ایوب خان نے جب غیر اسلامی طریقہ کی رویت ہلال کمیٹی قائم کی اور رمضان المبارک اور عید کے اعلانات غیر شرعی طور پر ہونے لگے تو مولانا نے ایوب خان کی اس کارروائی کو غلط قرار دیا، جس کے نتیجے میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو نظر بند کر دیا گیا۔ (٥٣٠)

بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق جب یہاں کچھ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی اولاد ناخلف اسلامی سوشلزم اور سوشلزم کا نعرہ بلند کرنے لگی تو مولانا سینہ سپر ہو کر لادینی باطل قوتوں سے مقابلہ میں نکل آئے اور اسلام کا پرچم بلند کیا۔ شہر شہر اور قریہ قریہ جا کر مسلمانوں کو اس لادینی فتنے سے آگاہ کیا۔ مرکزی جمعیت علمائے اسلام کی تنظیم نو کر کے ملک کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں طوفانی دورے کیے اور عوام کو اس فتنے کے صحیح خدوخال سے روشناس کرایا جہاں بھی اس دوران آپ گئے سوشلزم کے مدعی گھبرا جاتے اور آخر یہ فتنہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی سعی و جدوجہد سے دفن ہو گیا۔ غرضیکہ آپ نے ہر غیر

اسلامی اور لادینی تحریکات کے خلاف جہاد کیا اور حق و صداقت کا پرچم ہمیشہ بلند و بالا رکھا۔ اس سلسلے میں جناب مولانا احترام الحق تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

۱۳۵۹ھ۔۱۹۴۰ء کی تحریک پاکستان (۵۳۱) اور پھر ۱۳۶۶ھ۔۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان (۵۳۲) سے لے کر مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی زندگی کے آخری لمحہ تک کا عرصہ ایک انتہائی پرآشوب اور قیامت خیز دور رہا خاص طور پر ایک ایسے عالم دین کے لیے جو دین کی صحیح اور سچی تڑپ کے ساتھ ساتھ دو قومی نظریہ پاکستان کی ادنیٰ سی مخالفت کو بھی کفر کے مترادف سمجھتا ہو۔ ان کٹھن حالات میں اپنے نصب العین اور مشن کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دینا ایک ایسی وادی پرخار کا سفر تھا جس کے لیے کمر ہمت کس لینا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہ تھی۔ ان کی زندگی کی تمام تر خدمات خواہ وہ دینی و مذہبی نوعیت کی ہوں ملکی و قومی ہوں یا سیاسی و سماجی ہوں خالصتاً وجہ اللہ تھیں۔ جن میں اپنی ذاتی اغراض اور اپنی نفسانی ہوس کا شائبہ تک بھی نہ تھا انہوں نے ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کا پرچم بلند کیا اور انتہائی نامساعد حالات کے باوجود بڑے صبر و تحمل اور استقامت کے ساتھ اس علم حق کو اپنی اس پیرانہ سالی میں بھی اپنے سینے سے لگائے رکھا اور ان کے پائے استقلال میں آخر وقت تک ادنیٰ سی لغزش بھی نہ آنے پائی۔ جب بھی کبھی ملک و قوم پر برا وقت آیا اور اسلام و ملک دشمن عناصر نے ساز باز کی تو آپ سب سے پہلے میدان عمل میں نکل آتے تھے اور ایسے کسی بھی فتنہ کی سرکوبی کے لیے اپنے جسم و جان کی پوری توانائی صرف کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ (۵۳۳)

مشرقی پاکستان کے مسئلہ پر اتحاد کا درس:

۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۴ء میں جب مشرقی پاکستان میں جگتو فرنٹ (۵۳۴) بنا اور پہلی مرتبہ علیحدگی پسندوں نے پر پرزے نکالے تو باوجود یہ کہ مولانا مسلم لیگ کے رکن نہیں تھے لیکن انہوں نے سردار عبدالرب نشتر اور دوسرے قومی رہنماؤں کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے شب و روز تقریریں کیں اور مشرقی پاکستان میں ان قوتوں کا بھرپور ساتھ دیا جو وطن عزیز کو متحدہ دیکھنا چاہتی تھیں انہوں نے کھل کر ایسے لوگوں کو بے نقاب کیا جو اس مملکت کی سالمیت کے خلاف مصروف کار تھے۔ مولانا کی حق پرستی کا ایک اور عظیم کارنامہ ایوب خان کے مقرر کردہ عائلی کمیشن کے بعض غیر اسلامی اور غیر شرعی قوانین کے خلاف ان کا شدید ردعمل تھا جس کا اظہار انہوں نے برملا کیا۔ عائلی کمیشن کی رپورٹ کے خلاف مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا اختلافی نوٹ کتابی شکل میں چھپ چکا ہے جس سے مولانا کی فقیہانہ وسعت نظر، عالمانہ ظرف نگاہی اور اسلام کی تعلیمات میں ان کی بالغ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ عائلی کمیشن کے خلاف مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے اس وقیع علمی بیان کو پوری دنیا کے مذہبی اور دینی حلقوں میں بہت سراہا گیا حتیٰ کہ برصغیر کے نامور عالم اور صاحب طرز ادیب مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ (۵۳۵) نے اپنے مشہور اخبار "صدق جدید" (۵۳۶) میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو اس اعلائے کلمۃ الحق پر داد تحسین دی اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے اس کارنامہ کو برحق گوئی کی تاریخ میں نشان منزل قرار دیا۔ اسی

طرح جب ۱۳۸۹ھ۔ ۱۹۶۹ء میں پہلی مرتبہ اس ملک کی فضا میں سوشلزم کا نعرہ گونجا تو مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے بلا کسی توقف وتامل کے اس لادینی نظام کے خلاف ایسی معرکہ آرا جدو جہد فرمائی کہ بالآخر یہ فتنہ اپنی موت آپ مرگیا۔

بدقسمتی سے سوشلزم کے اس فتنہ کو ہوا دینے میں کچھ نام نہاد علماء بھی پیش پیش تھے اس لیے اس محاذ پر مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو چومکھی لڑائی لڑنی پڑی اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اس خطیبانہ بلاغت اپنے عام فہم اسلوب اور اپنی بے پناہ قوت استدلال سے سوشلزم کے اس آتش فتنہ کو اس طرح فرو کیا کہ ہر عام آدمی بھی سوشلزم کے کفر اور باطل ہونے کی حقیقت سے باخبر ہوگیا اور یہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ ہی کی مساعی کا ثمرہ ہے کہ جس جماعت نے سوشلزم کو اپنے انتخابی منشور کا ثمرہ بنا کر پیش کیا تھا جب وہ جماعت برسر اقتدار آئی اور ملک کا دستور اس کی نگرانی میں بنا تو اس میں سوشلزم کا لفظ تک موجود نہیں تھا۔

۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے موقع پر اور اس سے پہلے سوشلزم کے خلاف مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے جو تند و تیز تقریریں کیں اور جس طرح اس مقصد کے لیے طول وطویل سفر کیے اس میں کوئی دوسرا شخص مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا شریک وہمسر نہ بن سکا اور یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اسلام پر اور نظریہ پاکستان پر ہلکی سی آنچ بھی برداشت نہیں کرتے تھے اور جہاں معاملہ کفر و اسلام کے درمیان ٹکراؤ اور تصادم کا ہوتا تھا وہاں مولانا احتشام الحق تھانویؒ خم ٹھونک کر میدان میں آتے تھے وہ چونکہ نسباً صدیقی تھے اس لیے حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ ارشاد گرامی ان کی زندگی کا دستور العمل بن گیا تھا کہ:

"میرے جیتے جی دین میں کمی نہیں کی جاسکتی۔"

چنانچہ جب تک وہ زندہ رہے ہر خلاف اسلام نظریہ اور تحریک کے لیے شمشیر برہنہ بنے رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ:

"ہم اپنی زندگی میں کسی غیر اسلامی قانون اور نظریہ کو پاکستان میں ہرگز برداشت نہیں کریں گے اور اس کے لیے ہم ہر طرح کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ (۵۳۷)

دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار کی بنیاد:

قیام پاکستان کے بعد نظام اسلام کی جدوجہد کے ساتھ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان میں بھی دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی دارالعلوم قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور اس اہم کام کے لیے اپنے دستِ راست مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو منتخب کیا۔ ۹ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۴۹ء کے اواخر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ایماء پر مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے پاکستان کے اہل علم وفضل اور دیندار حضرات کو اس مسئلے پر سوچنے کے لیے ۲۰ نومبر ۱۹۴۹ء کو کراچی آنے کی دعوت دی، اس دعوت پر کافی علماء تشریف لائے اور یہ اجتماع پاکستان کے علماء کا نمائندہ اجتماع تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی، جس کے ممتاز ارکان میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا عبدالرحمٰنؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا سید بدر عالم

میرٹھی مہاجر مدنیؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ شامل تھے۔ اس اجتماع میں دارالعلوم کی ضرورت اور اس کی نوعیت، دارالعلوم کی بنیاد کے مقام کا انتخاب اور سرمایہ کی فراہمی وغیرہ جیسے امور پر غور کیا گیا۔ تعلیمی نظام اور مناسب و لائق حضرات کے انتخاب کے لیے ایک کمیٹی مندرجہ بالا حضرات علماء پر مشتمل مقرر کی گئی اس اجتماع کے بعد دارالعلوم کے عملاً قیام کے لیے صرف چند ماہ باقی رہ گئے تھے کہ اچانک علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کا ہمت شکن اور روح فرسا حادثہ پیش آ گیا (۵۳۸) اس چراغ ہدایت اور آفتاب علم کے غروب ہو جانے سے علمی و دینی حلقے میں جو خلا پیدا ہوا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رحلت کے بعد خطرہ یہ تھا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات سے دارالعلوم کے قیام میں ضعف پیدا ہو جائے گا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اس خواہش کو شاید عملی جامہ نہ پہنایا جا سکے گا مگر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اس عظیم تمنا اور خواہش کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا اور مولانا کی سعی و کوشش سے بہت جلد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ خواہش پوری ہو گئی۔

ایک صاحب ثروت حاجی محمد سومار نے ۲۶؍ ایکڑ اراضی دارالعلوم کی بنیاد کے لیے وقف کرنے کی پیشکش کی جسے مجلس شوریٰ نے بخوشی منظور کر لیا اور مولانا تھانویؒ کے ہاتھوں اس مرکزی دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا جو پاکستان میں ثانی دارالعلوم دیوبند کی حیثیت اختیار کر گیا۔

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے محاسن و کمالات میں ان کا یہ شرف و امتیاز بھی ہے کہ وہ دارالعلوم دیوبند سے نسبت تلمذ رکھنے کے سبب دیوبند کے مکتبہ فکر کے بہت بڑے پاسبان تھے اور انہوں نے بھرپور کوشش کی کہ اس عظیم دینی درسگاہ کی روایات کو اس ملک میں زندہ رکھا جائے۔ دارالعلوم دیوبند تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں رہ گیا اور پاکستان میں اس مکتبہ فکر کی کوئی نمائندہ درسگاہ ملک میں موجود نہیں تھی مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو اولیت کا یہ شرف حاصل تھا کہ سب سے پہلے انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک عظیم الشان مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا (۵۳۹) اور حیدرآباد (۵۴۰) سندھ (۵۴۱) کے قریب ٹنڈوالہ یار کی چھوٹی سی بستی میں ایک وسیع و عریض قطعہ زمین پر دارالعلوم کی عمارت قائم ہوئی جہاں عین دیوبند کی روایات کے مطابق ملک و بیرون ملک سے طلباء جوق در جوق اکتساب فیض کے لیے آتے رہے۔ اب تو ایسے کئی دارالعلوم قائم ہو چکے ہیں، لیکن قیام پاکستان کے فوراً بعد ۱۳۶۹ھ - ۱۹۴۹ء میں اس عظیم الشان درسگاہ کا قیام مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی سچی لگن اور بے پناہ خلوص کا شاہکار ہے جو انہیں مسلک دیوبند اور اس مادر علمی سے تھا۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے دارالعلوم دیوبند سے اپنی وابستگی کو ہمیشہ اپنے شرف و عظمت کا طرہ افتخار سمجھا اور وہ دل و جان سے چاہتے تھے کہ پاکستان میں مسلک دیوبند کی نیک نامی کا چرچا رہے اور اس سے نسبت کو باعث فخر سمجھا جائے۔ ٹنڈوالہ یار کے دارالعلوم کو دارالعلوم دیوبند کے تعلیمی معیار کے مطابق بنانے کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو خاصی تگ و دو کرنا پڑا۔ اساتذہ کا انتخاب ایک مشکل مرحلہ تھا جسے مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے بڑی مشکل سے سر کیا اور اس درسگاہ علمی میں برصغیر کے نامور علماء کو یک جا کر دیا (۵۴۲)۔ ان مقتدر اور نامور علماء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (۵۴۳) کے صدر المدرسین مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (۵۴۴) ترجمان السنۃ کے مصنف اور جلیل القدر محدث مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ (۵۴۵)، علامہ انور

شاہ کشمیریؒ (۵۴۶) کے تلمذ خاص مولانا محمد یوسف بنوریؒ (۵۴۷) ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے صدر اور مشہور محدث وفقیہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفۂ ارشد مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ (۵۴۸) جیسے اساطین علم وفضل جمع ہوئے اور یوں یہ دارالعلوم دیوبند کے طرز پر پاکستان میں سچ مچ ثانی دارالعلوم بن گیا۔ محل وقوع کے اعتبار سے وہ جہاں دارالعلوم کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ شہری ہنگاموں سے دور تھی جہاں پرسکون تعلیمی ماحول میسر آسکتا تھا۔ اس کا رقبہ خاصا وسیع تھا جو ایک مخیر سندھی بزرگ حاجی محمد سومار نے دارالعلوم کے لیے وقف کیا تھا۔ چنانچہ اس مدرسہ کو مرکزیت کا وہ مقام حاصل ہوا کہ بہت تھوڑے عرصے میں یہاں مشرقی پاکستان (۵۴۹)، افریقہ (۵۵۰)، برما (۵۵۱) اور دیگر اسلامی ممالک کے طلبا کی خاصی تعداد داخل ہوئی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے حسن انتظام اور خوبی اہتمام نے اس مدرسہ کی عظمت کو چار چاند لگا دیے اور دینی مدارس میں دیوبند کے دارالعلوم کی کمی کو اس درسگاہ نے بہت حد تک پورا کر دیا بلکہ یہاں کے بیشتر اساتذہ ایک علامہ قاری محمد طیبؒ کے استثناء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ سے علم وفضل میں کہیں آگے تھے۔ (۵۵۲)

پاکستان کی اولین اور منفرد درسگاہ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی ایک عظیم علمی ودینی یادگار ہے اور اس مادر علمی سے اکتساب فیض کرنے والے علماء نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک اور دور افتادہ علاقوں میں تبلیغ واشاعت دین کا مقدس فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ بنگلہ دیش، افغانستان، ایران، متحدہ عرب امارات، برما، تھائی لینڈ، فلپائن، انڈونیشیا، الجزائر، افریقہ، یمن، حجاز، یوگنڈا، تنزانیہ، آسٹریلیا، یورپ اور امریکہ کے متعدد ملکوں میں اس عظیم دینی درسگاہ سے نسبت تلمذ رکھنے والے علماء کی ایک کثیر تعداد موجود ہے اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے دور اہتمام میں دارالعلوم کی اکتیس سالہ تعلیمی تدریسی اور تبلیغی خدمات تاریخ اسلام اور تاریخ پاکستان کا ایک تابناک ورق ہے۔ حق تعالیٰ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی اس علمی یادگار کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔ (۵۵۳)

جامع مسجد جیکب لائن کی تعمیر وترقی:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی باقیات صالحات میں ایک نمایاں نقش جامع مسجد جیکب لائن ہے قیام پاکستان کے فوراً بعد مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اس مسجد کی خطابت کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ اس زمانہ میں یہ ایک چھپر نما عمارت تھی، جس کا رقبہ بھی محدود تھا اور جس کی ہیئت بھی بوسیدہ تھی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو خطابت کا جو خداداد ملکہ حق تعالیٰ جل شانہ سے عطا ہوا تھا اس کی کشش نے بہت جلد لوگوں کے قلوب واذہان کو مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی طرف مائل کر دیا اور جمعہ کے اجتماعات میں یہاں اس قدر ہجوم ہونے لگا کہ دینی ذوق رکھنے والا شاید ہی کراچی کا کوئی ایسا شہری ہوگا جو نماز جمعہ کے لیے جیکب لائنز کی اس جامع مسجد کا رخ نہ کرتا ہو دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کی کہنہ عمارت کی جگہ ایک خوبصورت تعمیر کا نقشہ ابھرنے لگا اور آج جیکب لائنز کی یہ مسجد کراچی کی خوبصورت ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ اس وقت کی مسجد اور آج کی مسجد میں زمین و

آسمان کا فرق ہے۔ اس کی تعمیر اور توسیع میں مولانا احتشام الحقؒ نے دن رات ایک کر دیے تھے۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اپنے حلقۂ احباب اور کارکنوں میں دینی لگن اور خلوص کی روح پھونکی اور آج یہ مسجد مرجع خاص و عام ہے۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی مقناطیسی شخصیت اور سحر آفریں خطابت اور خلوص وللہیت کے نتیجہ میں ہی آج پاکستان کی چند عظیم اور شاندار مساجد میں شمار کی جاتی ہے۔

”دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار اور جامع مسجد جیکب لائن کراچی مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی قابل قدر یادگاریں ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا کا جامع مسجد اور انکا مکان مسلسل دینی اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہا۔ ایک زمانے تک علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور دوسرے ممتاز اکابر علماء کی مشاورت اکثر و بیشتر انہی کی قیام گاہ پر ہوتی رہی اور مولانا کی اس عظیم الشان مسجد میں ایک عجیب و غریب روحانی منظر ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

وفات:

ملت اسلام کا یہ عظیم عالم دین آخر کار بروز جمعہ ۱۱راپریل ۱۹۸۰ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا، لاکھوں عقیدت مندوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور آپ ہی کی قائم کردہ جامع مسجد جیکب لائن کے صحن میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ (۵۵۴)

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۰۹ھ۔ بہ مطابق ۱۸۹۲ء

تاریخ وفات: ۱۳۷۶ھ۔ بہ مطابق ۱۹۵۶ء

ابتدائی حالات زندگی:

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ ۱۳۰۹ھ۔ ۱۸۹۲ء (۵۵۵) میں ضلع پٹنہ (۵۵۶) کی ایک بستی (جو انہی کے بزرگوں کی آباد کی ہوئی تھی) گیلانی میں پیدا ہوئے۔ (۵۵۷) آپ کے نام کے ساتھ گیلانی اسی بستی کی نسبت ہے۔ یہ ہرگز باطنی نسبت یعنی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۵۸) سے متعلق نہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا خاندان ذی وجاہت تھا۔ مالی فارغ البالی اور علمی اعتبار سے گردونواح میں نمایاں تھا۔ ان کے والد حافظ ابوالخیر (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۰۹ء) (۵۵۹) زمینداری میں مشغول رہتے تھے مگر ان کے چچا (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۰۲ء) ابونصر شعروسخن کی مجالس میں جاتے اور علم وفضل کی محفلیں برپا کیا کرتے تھے۔ آپ کے جد امجد سید محمد احسن اس علاقے کے جید عالم گزرے ہیں۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر میں راجپوتانہ (۵۶۰) کی مسلم ریاست ٹونک (۵۶۱) میں بھیج دیے گئے، جہاں آپ نے جامع معقولات مولانا سید حکیم برکات احمدؒ (۱۹۲۳ء) (۵۶۲) سے چھ سال تک دینی علوم کے علاوہ فلسفہ ومنطق کا درس لیا۔ کچھ عرصہ اجمیر (۵۶۳) میں مولانا ٹونکیؒ (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۲۳ء) (۵۶۴) کے شاگرد مولانا معین الدین اجمیریؒ (۱۸۶۵ء۔ ۱۹۱۹ء) (۵۶۵) سے بھی مذاکراتی استفادہ کیا۔ اس کے بعد دورۂ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے وہاں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۵۶۶)، علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۵۶۷)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۵۶۸) اور مولانا اصغر حسینؒ (۵۶۹) سے فیضیاب ہوئے۔ طالب علمی ہی کے زمانے میں دیوبند کی مجلس شوریٰ میں طلبا کی طرف سے نمائندہ منتخب ہوئے اور اسی دوران شیخ الہندؒ سے بیعت بھی کی دو سال میں دورۂ حدیث کی سند فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث کے اختتام کے ساتھ ہی دارالعلوم کے ماہانہ مجلہ القاسم سے منسلک ہو گئے یہ تعلق ۱۳۲۷ھ۔ ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۳۳۹ھ۔ ۱۹۲۱ء تک قائم رہا۔ (۵۷۰)

حیات وخدمات کا جائزہ:

مولانا حمیدالدین فراہیؒ (۵۷۱) کی خواہش اور دارالعلوم دیوبند کے اکابر کے مشورے سے آپ نے جامعہ عثمانیہ (۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۹ء) (۵۷۲) میں دینیات کے لیکچرر کی حیثیت سے تقرری کے لیے درخواست دی۔ ۱۳۳۹ھ۔ ۱۹۲۰ء میں دینیات کے لیکچرر کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا کئی سال تک صدر شعبہ کے فرائض سرانجام دے کر ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۵۰ء میں ریٹائرڈ ہوئے اور وظیفہ یاب ہوئے (۵۷۳)۔ جامعہ عثمانیہ (۵۷۴)، حیدرآباد دکن (۵۷۵) کے

قیام کے دوران آپ کو مولانا حمید الدین فراہیؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ مطالعہ قرآن میں ان سے مدد لی۔ آپ کی طرز فکر اور اعتدال نگاہ فراہی کی صحبت کا نتیجہ تھی۔ (٥٧٦)

مولانا وسعت نظر، علمی تبحر اور دینی مسائل میں دسترس کی وجہ سے شعبہ دینیات کے روح رواں تھے۔ اساتذہ اور طلبہ میں یکساں مقبول تھے، مدت ملازمت پوری ہوتے ہی واپس وطن چلے آئے اور بقول آپ کے کھلی زندگی گزارنے لگے۔

وطن واپس آنے کے بعد ان کی زندگی کا دور تنہائی شروع ہوا اس فرصت میں ہمہ تن تصنیف و تالیف میں لگ گئے۔ (٥٧٧)

تصنیف وتالیف:

ملک کا کوئی مجلہ ایسا نہ تھا کہ جس کے صفحات ان کی قلمکاریوں سے رنگین نہ ہو۔ بیسیوں کتابوں پر مقدمے لکھے۔ ہر اہم مذاکرے میں شرکت کی اور اپنے تبحر علم سے لوہا منوالیا محدثین کی محفل ہو یا فقہا کی مجلس افتاء مورخوں کی انجمن ہو یا شاعروں کی سوسائٹی ہر جگہ ان کی شخصیت جان محفل تھی۔

مولانا کی پہلی کتاب "ابوذر غفاریؓ" (٥٧٨) دیکھ کر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (٥٧٩) نے فرمایا تھا کہ اس کتاب کا مولف آئندہ چل کر عظیم محقق ثابت ہوگا چنانچہ مولانا تھانویؒ کی پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

مختلف رسائل میں متفرق مضامین کے علاوہ آپ کی مشہور تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

(١) ابوذر غفاریؓ، (٢) الدین القیم (٣) النبی الخاتم (٤) تدوین قرآن (٥) تدوین حدیث (٦) اسلامی معاشیات (٧) ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی (٨) مقالات احسانی (٩) تفسیر سورہ کہف (١٠) سوانح قاسمی (سہ جلد) نامکمل (١١) تذکرہ شاہ ولی اللہ (١٢) مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ۔ (٥٨٠)

طرز تحریر:

ڈاکٹر حمید اللہ (٥٨١) آپ کی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کی تصانیف کا اسلوب نگارش اور ربط تحریر کے لحاظ سے نہیں بلکہ نقطۂ نظر کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے کہ ان میں علوم و حقائق اور استنباط و استخراج مسائل کا کس قدر گراں بہا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔"

آپ کی تحریر میں تصنیفی تحریر نہیں پائی جاتی اکثر موضوع سے ہٹ جاتے ہیں لیکن بے ربطگی کے باوجود مولانا کی بے ساختگی اور برجستگی قاری کو اکتانے نہیں دیتی البتہ نئے قارئین کے لیے یہ تحریریں زیادہ جاذب توجہ نہیں بن سکتیں۔ آپ نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں شعر کہے ہیں۔ مولانا زیادہ تر اپنی نعتیں ترنم میں سناتے تھے اور بقول علی میاںؒ، اہل مجلس کو کیف و سرور کا وہ بادہ دوشنبہ پلاتے کہ مدینہ طیبہ کی فضائیں آنکھوں میں لہرا جاتی تھیں۔" (٥٨٢)

مولانا موصوف نے مضامین کی ترتیب اور مولد کو اس انداز سے پیش کیا ہے وہ قدیم مدرسہ کے فارغ التحصیل ہونے کے

بجائے عصر حاضر کے اسکالر دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کی عمرانیات اور اجتماعیات پہ گہری نظر تھی بالخصوص شاہ ولی اللہؒ (۵۸۳) کے بارے میں مضمون میں آپ کے جدید ذہن کی رعایت اور دینی حقائق کی تقسیم میں جو طریقہ استعمال کیا ہے وہ '' اُدعُ الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ" کے ذیل میں آتا ہے۔

آپ کی طرز استدلال اور انداز بیاں کو دیکھ کر مولانا سید سلیمان ندویؒ (۵۸۴) نے فرمایا تھا کہ وہ ''دیوبندی العلم'' مگر ''ندوی الفکر'' تھے۔ (۵۸۵)

اخلاق وعادات:

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نہایت حس لکھ تھے اور معمولی معمولی الفاظ وفقرات سے ایسی چٹکی لیتے کہ حاضرین ہی نہیں بلکہ جس کی چٹکی لی جاتی وہ بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکتا۔ مولانا دینی معاملات میں کسی رشتہ اور تعلق کو خاطر میں نہیں لاتے تھے کہ حق کہنے سے انہیں کوئی دنیوی تعلق نہیں روک سکتا تھا۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نہایت صلح پسند اور شاداں وفرحاں طبیعت کے مالک تھے۔ ایک دفعہ کسی مذہبی جماعت کے ایک پرجوش کارکن نے ان کو اپنی جماعت کا مخالف سمجھ کر ان سے مناظرانہ رنگ میں بحث شروع کردی۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے بحث کرنے کے بجائے زیر لب تبسم کے ساتھ فرمایا کہ بھائی! یہ بتاؤ کہ مولانا (۵۸۶)، رسول اللہ ﷺ کے سگے بیٹے ہیں اور ہم سب ان کے سوتیلے بیٹے ہیں کہ وراثت میں تنہا مولانا ہی اسلام کو سمجھنے کا حق رکھتے ہیں اور ہم کو کوئی حق نہیں۔'' مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کے کہنے میں کچھ ایسی دلآویزی تھی کہ اس پر بحث قہقہوں میں گونج کر ختم ہوگئی۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کئی انجمنوں اور علمی مجالس کی اعزازی رکنیت بھی رکھتے تھے۔ ندوۃ المصنفین دہلی (۵۸۷) کے رکن تھے (۵۸۸)۔ ۱۳۵۰ھ ۔۱۹۳۲ء سے ۱۳۶۷ھ ۔۱۹۴۸ء تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے بھی ممبر رہے۔ (۵۸۹)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اپنے اوصاف وکمالات میں علمائے سلف کی یادگار اور علوم کی جامعیت، ذہانت وذکاوت، دین وتقویٰ اور اخلاق وسیرت میں اس دور میں یگانہ تھے، جملہ اسلامی علوم میں ان کی نگاہ نہایت وسیع اور اس کی ہر شاخ میں ان کے قلم وزبان کی روانی یکساں تھی۔ اپنی ذہانت طباعی سے ایسے ایسے گوشوں سے معلومات مائل کا استنباط اور معمولی معمولی باتوں میں ایسے ایسے لطائف ونکات پیدا کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ علم ان کے تابع تھا وہ علم کے تابع نہ تھے ان کی ذہانت کتابوں کے انبار سے بے نیاز تھی، وہ تھوڑے معلومات سے ایسے مطول مضامین اور ضخیم کتابیں لکھ لیتے تھے جس کے لیے دوسرے مصنفین کو بڑے بڑے کتب خانوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان کا نکتہ آفرین دماغ اور قلم جدھر کردیتا تھا، تحریر کا دریا بہادیتا تھا اور اپنے زور میں لعل وجواہر اور خس وخاشاک سب کو بہالے جاتا تھا۔

وہ ایک عرصہ تک جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ دینیات کے صدر رہے اور چوتھائی صدی سے زیادہ ان کا علمی وتعلیمی فیض جاری رہا،

اس زمانہ میں انہوں نے اپنے تلامذہ سے جو علمی و تحقیقی مقالات لکھوائے وہ اسلامی علوم کو جدید رنگ میں پیش کرنے کا ایک نمونہ ہیں، اس کے ذریعے انہوں نے اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے ایک شاہراہ قائم کر دی، جامعہ عثمانیہ کے جلسہ اسلامی علوم پر تحقیقات اور جدید علوم سے ان کے موازنہ کا جو ذوق پیدا ہوا اس میں مولانا گیلانیؒ کو بڑا دخل ہے۔ جامعہ اسلامیہ کے تعلق سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور مغربی علوم کے ماہروں سے ان کا بڑا سابقہ رہا۔ (۵۹۰)

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا حُسنِ اخلاق:

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ جدید افکار و خیالات سے پوری طرح آگاہ اور عقائد میں رسوخ و استقامت کے ساتھ وسیع المشرب اور نئے و پرانے دونوں طبقوں میں نہایت مقبول اور خاص عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

علم کے ساتھ اس درجہ کا تقویٰ بھی تھا علوم ظاہری کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی آراستہ تھے۔ اس حیثیت سے ان کو درویش کامل کہنا صحیح ہوگا۔ اس شراب طہور نے ان میں بڑی کیفیت اور مستی پیدا کر دی تھی، جس کا اثر ان کی تحریروں میں نمایاں تھا، ان کو شیخ جلال الدین محمد اکبر (۵۹۱) اور حضرت مجدد الف ثانیؒ (شیخ احمد سرہندی) (۵۹۲)) دونوں کے رنگ سے یکساں ذوق تھا، مگر رسمی خانقاہی تصوف (۵۹۳) اور اس کی بدعات سے ہمیشہ دامن پاک رہا، طبعاً بڑے مرنجان مرنج، خاکسار، متواضع، خوش مزاج، خندہ جبین اور بذلہ سنج تھے۔ گفتگو ایسی شگفتہ، دلکش اور لطائف و ظرائف سے معمور ہوتی تھی کہ جس محفل میں بیٹھتے تھے شمع محفل معلوم ہوتے تھے، اپنے چھوٹوں تک سے اس شفقت سے پیش آتے کہ ان کو شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔

طبیعت میں فقر کا رنگ غالب تھا، ہزار بارہ سو روپے ماہوار تنخواہ پاتے تھے، اس کی نصف پنشن رہی ہوگی۔ ایک زمانہ میں موٹر بھی تھا، کوٹھی بھی تھی، مگر کبھی ان چیزوں سے دل نہ لگایا، خود ان کی زندگی اتنی سادہ اور درویشانہ تھی کہ ان کی ظاہری حالت سے ان کی حیثیت کا قیاس نہیں کیا جا سکتا تھا مگر دوسروں کے ساتھ بڑے فیاض اور مخیر تھے، جو کچھ پیدا کیا سب صرف کر دیا اور دولت و دنیا سے بالکل پاک و صاف تھے۔ انہوں نے دینی و اسلامی علوم و مسائل پر ہزاروں صفحات لکھے اور اپنے بعد بڑا علمی و مذہبی ذخیرہ یادگار چھوڑ گئے، ایسے جامع العلوم مست قلندر مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کی بلندی سے سرفراز اور ان کے مدارج بلند فرمائے، دارالمصنفین سے ان کے تعلقات بڑے گہرے اور گوناگوں تھے۔ اس لیے ان کی یادگار میں انشاء اللہ معارف کا ایک خاص نمبر نکالنے کا ارادہ ہے، امید ہے کہ ان کے تلامذہ اور احباب اپنے مضامین سے اس نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔

وفات:

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ ۵ جون ۱۳۷۶ھ۔ ۱۹۵۶ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ (۵۹۴)

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء

تاریخ وفات: ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۹۷۷ء

تعارف:

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ ان علماء محققین میں شمار کیے جاتے ہیں جن پر سارا عالمِ اسلام بجا طور پر ناز کرسکتا ہے۔ مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ علمِ دین کی اس تابندہ روایت کے امین تھے جو تحریک دیوبند کے نام سے برِصغیر میں قائم ہوئی تھی۔ آپ کے شجرِ علمی اور خدمتِ دین کی ضوفشانی پاکستان کی تاریخ کا ایک ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔ (۵۹۵)

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء کو پشاور(۵۹۶) کے ایک گاؤں بنور میں پیدا ہوئے(۵۹۷)۔ آپ کے والد کا نام سیّد محمد زکریا بنوریؒ تھا(۵۹۸)۔ جن کا شمار ایک ممتاز عالمِ دین کے طور پر ہوتا تھا۔ پیشے کے اعتبار سے آپ کے والد تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم والد اور ماموں سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور کے علماء اور امیر حبیب اللہ خانؒ (۱۸۶۵ء۔ ۱۹۱۹ء)(۵۹۹) کے دور میں کابل(۶۰۰) کے ایک دینی مکتب میں عربی اور دین کی ثانوی تعلیم حاصل کی۔ اس عرصہ میں آپ نے اصولِ فقہ، منطق وفلسفہ اور معانی کی متوسط کتابیں مختلف علمائے دین سے پڑھیں۔ (۶۰۱)

ابتدائی حالاتِ زندگی اور خاندان:

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا سید محمد زکریا بن میر مزمل شاہ بن میر احمد شاہ بنوریؒ کے گھر ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ، ۱۹۰۸ء وشب جمعرات کو پیدا ہوئے جبکہ آپ کے والد وہاں مقیم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد، ماموں اور علاقہ کے علماء کے علاوہ علماء کابل سے پڑھیں آپ کے اساتذہ میں مولانا حافظ عبداللہ بن خیر القد پشاوری والمتوفی ۱۳۴۰ھ۔ ۱۹۲۲ء عبدالقدیر قاضی القضاۃ جلال آباد کابل اور شیخ محمد صالح قیلنوی افغانی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۳۴۵ھ۔ ۱۹۲۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا دو سال میں موقوف علیہ کی تکمیل کرکے علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ ۱۳۴۹ھ۔ ۱۹۳۰ء میں پنجاب یونیورسٹی(۶۰۲) سے مولوی فاضل کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ فراغت کے بعد علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) میں تدریس کا آغاز کیا(۶۰۳)۔ انور شاہ کشمیریؒ کے وصال کے بعد آپ اس ادارہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔ ۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۸ء میں مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے مصر(۶۰۴)، یونان(۶۰۵)، ترکی(۶۰۶) اور حجاز مقدس(۶۰۷) کا سفر کیا، اس سفر میں آپ نے

بڑی بڑی علمی شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں اور ان سے استفادہ حاصل کیا۔ (۶۰۸)

اساتذہ کرام:

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۳۶۶ھ۔ ۱۹۴۷ء تک مختلف علوم وفنون اور حدیث کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی جہاں مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے آفتاب علم وعمل اساتذہ سے خصوصی استفادہ کا موقع ملا اور آپ کو لائق اور ہونہار شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ہمراہ خادم کی حیثیت سے شب وروز سفر کیا۔ جب انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند سے الگ ہوکر ڈابھیل چلے گئے اور وہاں جامعہ اسلامیہ قائم کی گئی۔ (۶۰۹)

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے علمی و تصنیفی کارنامے:

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ قیامِ پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ (۶۱۰) میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ تین سال کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے۔ (۶۱۱) آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی کا قیام ہے۔ جہاں سینکڑوں حفاظ قراء، خطباء، مصنفین اور مناظر پیدا ہوکر دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام اور خدمت قرآن وسنت کے لیے کوشاں ہیں۔ (۶۱۲) پاکستان اور بیرونی دنیا کے ۲۵ سے زائد ملکوں سے سینکڑوں طلبہ یہاں سے اپنی علم کی پیاس بجھا کر جاتے ہیں۔

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے علومِ اسلامیہ کی تحقیقی واشاعت کے مجلس تحقیق ودعوت اسلامی قائم کی۔ اس کے علاوہ ایک ماہنامہ "بینات" جاری کیا۔ علوم اسلامیہ کی اشاعت اور تبلیغ اور فرقہ باطلہ کی تردید کے سلسلے میں دوسرے ہم عصر رسائل وجرائد پر اس کی برتری وعظمت کا سکہ بٹھایا۔ (۶۱۳) ظلم واستبداد کو پناہ دینے والے حکمرانوں کے خلاف استعمال کیا اس میں ان کا قلم کبھی مصلحت کا پابند نہیں رہا۔ (۶۱۴) آپ کی تحریر کردہ تصانیف میں جامعہ ترمذی کی شرح معارف السنن ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی چھ جلدیں ہیں، اس کے علاوہ آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں۔ (۶۱۵)

- ☆ عوارف السنن فی معارف سنن
- ☆ مقدمہ فیض الباری
- ☆ مقدمہ عبقات
- ☆ مقدمہ مقالات کوثری
- ☆ مقدمہ عقیدۃ الاسلام

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ محقق اور عظیم محدث ہونے کے ساتھ عربی کے ادیب اور شاعر بھی تھے، ان کی تحریروں میں

سادگی اور روانی کا ایسا خوب صورت امتزاج ملتا ہے کہ پڑھنے والا اس کی افادیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کی تحریروں میں استدلال تفکر پیش کیا گیا ہے، جنہیں سرسری انداز میں پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہی نہیں ہے اور ان سے اتفاق نہ کرنے والے بھی ان تاریکیوں اور مباحث پر سوچنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس ان تحریروں سے اندھی تقلید پر شدید ضرب پہنچتی ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے تقریباً ۲۵ سال تک مسند تدریس کو رونق بخشی اور درسِ حدیث دینے میں مصروف رہے۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نیوٹاؤن سے فارغ التحصیل ہونے والے علمائے دین پاکستان کے علاوہ افغانستان(۶۱۶)، انڈونیشیا(۶۱۷)، افریقہ(۶۱۸)، امریکہ(۶۱۹)، یورپ اور دیگر ملکوں کے لوگ بھی شامل ہیں۔(۶۲۰)

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی سیاسی خدمات:

مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ سیاست حاضرہ اور خصوصاً ملکی سیاست پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ ساری زندگی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ ۱۳۷۰ھ-۱۹۵۱ء میں علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اور مفتی محمد شفیعؒ کی سرپرستی میں ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت کو پیش کیا۔(۶۲۱) اور آپ نے تحفظِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔(۶۲۲)

مجلسِ احرار اسلام اپنے آغاز ہی سے تحفظِ ختمِ نبوت کا کام کر رہی تھی، قیامِ پاکستان کے بعد ایک اجلاس میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (۱۸۹۱ء-۱۹۶۱ء)(۶۲۳) نے مجلسِ عاملہ میں پاس کرا کر مجلسِ احرار اسلام کا دائرہ سیاسیات سے ہٹا کر صرف تبلیغِ دین اور تحفظِ ختمِ نبوت تک محدود کر دیا اور مستقل مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے نام ایک علیحدہ جماعت کا قیام بھی عمل میں آیا جس کے رُوحِ رواں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے، لیکن بعض اکابرینِ ختمِ نبوت کے وفات کے بعد یہ ذمے داری سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے حصے میں آئی۔(۶۲۴)

تحریکِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں آپ کی خدمات اور کارنامے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ پاکستان میں فتنہ قادیانیت کے لیے جو تحریک اُٹھی تھی، مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں اس تحریک نے پورے ملک میں جوش و خروش پیدا کر دیا تھا۔ اس تحریک میں اس قدر والہانہ پن اور شدت تھی کہ قومی اسمبلی نے اس مسئلہ کو متفقہ طور پر منظور کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی ممبر کی حیثیت سے پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے کوششیں کیں۔(۶۲۵)

حیات و خدمات کا جائزہ:

دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ کے اربابِ حل و عقد کے شدید اصرار پر مسندِ شیخ کو چھوڑ کر ۱۳۷۰ھ جنوری ۱۹۵۱ء میں

اس ادارہ کے شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث ہو کر تشریف لائے (۶۲۶)۔ تین سال کے بعد مستعفی ہو کر کراچی تشریف لے گئے وہاں سے حرمین کا سفر اختیار کیا۔ واپسی پہ ایک علمی ادارہ "مدرسہ عربیہ اسلامیہ" کی نیوٹاؤن کراچی ۵ میں بنیاد رکھی (۶۲۷)۔ آپ اس ادارہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ عربی زبان کے صاحب طرز ادیب ہیں، شاعرانہ ذوق بھی رکھتے ہیں۔ نعتِ رسولؐ پر آپ کے قصائد اس کے شاہد ہیں جو مصر کے علمی رسالہ "الاسلام" میں شائع ہو چکے ہیں۔

آپ اردو، پشتو، فارسی اور عربی چاروں زبانوں کے ادیب اور شاعر تھے۔ آپ بین الاقوامی شہرت کے مالک تسلیم کیے جاتے تھے۔ دمشق کی مجلس علمی کے ممبر تھے۔ (۶۲۸)

تصنیفی خدمات:

عوارف المنن مقدمہ معارف السنن (عربی) مصر سے شائع ہو رہا ہے (۶۲۹)۔ معارف السنن شرح جامع ترمذی (عربی) جلد اول، مطبوعہ ۳۰ شوال ۱۳۸۳ھ-۱۹۶۳ء، بڑے سائز کے ۵۴۴ صفحات، معارف السنن جلد دوم صفحات ۵۰۱، معارف السنن جلد سوم، ۳ رمضان ۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء، ۵۴۴ صفحات، معارف السنن جلد چہارم ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۹ء، ۵۰۰ صفحات، معارف السنن جلد پنجم، ۱۳۸۹ھ-۱۹۷۰ء، ۴۴۴ صفحات، معارف السنن جلد ششم، مطبوعہ ۱۹۶۸ء، ۵۰۰ صفحات۔

آپ کی تصانیف میں سب سے بڑی تصنیف یہی معارف السنن ہے جو چھ جلدوں میں کوئی تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ عرب دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوئی ہے، اہل علم اسے نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ "بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب (عربی) آپ کی یہ کتاب ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۸ء میں پہلی بار مصر سے شائع ہوئی۔ "نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ انور" (عربی) اپنے استاذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی سوانح ہے جو ۱۳۵۳ھ-۱۹۳۵ء میں دہلی سے شائع ہوئی (۶۳۰)۔ "یتیمۃ البیان فی مشکلات القرآن" مطبوعہ دہلی "تفسیر کائنات اور اسلام" ختم نبوت اور ان کے علاوہ جن کتابوں پر آپ نے مقدمے تحریر فرمائے ہیں وہ بجائے خود ایک تصنیف ہیں ان میں سے "فیض الباری شرح بخاری، مطبوعہ مصر، مقدمہ مشکلات القرآن، مقدمہ عبقات، مقدمہ عقیدۃ الاسلام نزول عیسیٰ علیہ السلام، مطبوعہ کراچی، مقدمہ نصب الرایہ لتخریج الہدایہ، مطبوعہ قاہرہ، مقدمہ مقالات الکوثری مطبوعہ قاہرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ (۶۳۱)

آپ مولانا اشرف علی تھانویؒ (۶۳۲) کے "مجاز صحبت" میں ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۸ء کو مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ (۶۳۳) کے خلیفہ مولانا محمد شفیع الدین نگینویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ خلافت سے نوازے گئے۔ آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے "مولانا محمد یوسف بنوریؒ عربی زبان کے مایہ ناز فاضل تھے۔ آپ نے کراچی میں "مجلس علمی" (۶۳۴) کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے۔ جس کا مقصد عربی زبان و ادب اور اسلامی علوم کی اشاعت ہے، یہ ادارہ اب تک کئی ایک اہم اور مفید علمی خدمات انجام دے چکا ہے جس میں سے ایک "نفحۃ العنبر" کی اشاعت ہے، یہ کتاب اصل میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۶۳۵) کا مفصل اور جامع تذکرہ ہے جو مولانا یوسف بنوریؒ کے شستہ اور فصیح عربی

زبان میں مرتب کیا ہے، برصغیر کے عربی دان عالم کا عربی زبان میں یہ سب سے پہلا اور ضخیم تذکرہ ہے۔ (٦٣٦)

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (٦٣٧) تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (٦٣٨) کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں، حضرت سید محمد انور کشمیریؒ کے علوم کے امین ہیں، جن کی ذات سے حضرت کے علوم کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی، علمی دنیا میں آپ کا ایک خاص درجہ اور مقام ہے، ادبیت اور عربی و فارسی کی ادبی قوت بے مثال ہے۔ عربی زبان میں بے تکان اور بے تکلف بولتے ہیں، جس میں برجستگی اور روانی ہوتی ہے۔ عربی تحریر اور انشاء پردازی میں ایک بے نظیر صاحب طرز ہیں۔ متعدد اعلیٰ کتب کے مصنف ہیں ترمذی شریف کی نہایت ہی جامع اور بلیغ شرح لکھی ہے، جس میں محدثانہ اور فقیہانہ انداز سے کلام کیا گیا ہے۔ اس کی عربیت اور طرز ادا معیاری ہے اور ذخیرۂ معلومات بہت کافی ہے اس سے تجر اور تفقہ دونوں نمایاں ہیں۔ آپ نے مصر (٦٣٩)، بیروت (٦٤٠)، شام (٦٤١)، حجاز (٦٤٢)، عراق (٦٤٣) اور افغانستان (٦٤٤) وغیرہ کے سفر کیے۔ مصر میں علماء دیوبند کا سب سے پہلے آپ نے تعارف کرایا اور وہاں کے اخبارات و رسائل نے آپ کے بلیغ مضامین نہایت شوق و ذوق سے شائع کیے جس سے مصر و شام میں آپ کی علمیت کا چرچا ہی نہیں ہوا بلکہ دھاک بیٹھ گئی اور معیاری علماء کو مجلسوں میں آپ کو نہایت توقیر اور احترام کے ساتھ طلب کیا جانے لگا۔ علامہ طنطاوی مصری صاحب "تفسیر طنطاوی" پر آپ نے مصنف کے روبرو نقد و تبصرہ کیا جس سے خود مصنف متاثر ہوئے۔ اور بہت سی تنقیدات کو انصاف پسندی کے ساتھ انہوں نے قبول کیا اور "یا استاذ" کے الفاظ سے خطاب کیا، عربی میں برجستگی اور ید طولیٰ حاصل ہے۔ موتمر عالم اسلامی قاہرہ (٦٤٥) (مصر) میں رئیس وفد پاکستان کی حیثیت سے آپ کو بلایا گیا اور وہاں آپ نے مسلک علمائے دیوبند کے مطابق مسائل پر نظر ثانی و تبصرہ فرمایا بعض مسائل کے متعلق آپ کے مقالہ کو اہمیت دی گئی اور کتابی صورت میں شائع کیا گیا آپ نے کراچی میں ایک مثالی دارالعلوم قائم فرمایا اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر نیوٹاؤن کی عظیم مسجد میں ابتداً زہد و قناعت اور بے سروسامانی کے ساتھ تعلیم دینی شروع کر دی۔ فقر و فاقہ تنگ کو برداشت کیا مگر کار تعلیم کو جاری رکھا۔ بالآخر سنت الٰہیہ کے مطابق آخر میں لوگوں کا رجوع ہوا۔

صوفیانہ مسلک:

صفر ۱۳۳۸ھ۔۱۹۶۳ء میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمات میں حاضر ہوئے دوبارہ ۱۳۵۸ھ۔۱۹۴۰ء میں تھانہ بھون میں حاضری دی اور اس کے بعد مراسلت کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ "متوکلاً علی اللہ آپ کو مجاز صحبت مقرر کیا ہے۔"

۱۳۵۶ھ۔۱۹۳۸ء ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ میں مولانا شفیع الدین نگینویؒ مہاجر مکی خلیفہ مجاز مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور مولانا نے "اجازت بیعت" سے نوازا۔

مولانا ایوب جان پشاوریؒ کا کہنا ہے کہ "نگینویؒ نے فرمایا کہ ہندوستان میں دو حضرات ہیں۔ ان میں سے جس سے دل

چاہے استفادہ کریں، ایک مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دوسرے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مگر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی جانب میلان ظاہر کیا، مولانا محمد منظور نعمانیؒ کا کہنا ہے کہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی طرف سے بھی آپ کو "اجازت بیعت" حاصل تھی۔

وفات:

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ ۱۵ر اکتوبر کو "اسلامی مشاورتی کونسل" کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے اسلام آباد آئے ہوئے تھے کہ اسی دوران دل کی تکلیف ہوئی، سی ایم ایچ داخل کروا دیے گئے اور پیر کی صبح ۱۷ر اکتوبر ۱۳۹۸ھ۔ ۱۹۷۷ء کو اپنے رب سے جا ملے۔

جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی میں غسل دیا گیا اور تجہیز و تدفین ہوئی تین بجے بعد نماز ظہر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑویؒ کی اقتداء میں مسلمانوں کے ایک جم غفیر نے نماز جنازہ پڑھی، اس کے بعد تابوت بذریعہ جہاز کراچی لے جایا گیا اور نو بجے کے بعد مدرسہ عربیہ اسلامیہ اور آپ کی بنوائی ہوئی جامع مسجد کے ایک جانب آپ کو خدا کی رحمت اور اس زمین کے سپرد کر دیا گیا جو بنی آدم کا آخری ٹھکانہ ہے۔

* * *

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۰۹ھ۔ بہ مطابق ۱۸۹۱ء

تاریخ وفات: ۱۳۹۶ھ۔ بہ مطابق ۱۹۷۶ء

ابتدائی حالات زندگی:

مولانا اطہر علی سلہٹی ضلع سلہٹ (۶۴۶) سابق مشرقی پاکستان (۶۴۷) کے ایک نہایت شریف، معزز اور دیندار گھرانے میں ۱۳۰۹ھ بہ مطابق ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ (۶۴۸) بچپن ہی سے نہایت ذہین و فطین ثابت ہوئے۔ قرآن مجید اپنے والد ماجد سے پڑھا اور پھر ابتدائی تعلیم مدرسہ پڑویس تھانہ نیانی بازار میں حاصل کی۔ وہاں کے اساتذہ میں مولانا عرفان علیؒ اور مولانا شفیق اسحاق بہادر پوریؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ثانوی تعلیم مدرسہ قاسمیہ مراد (۶۴۹) آباد اور مدرسہ عالیہ رامپور (۶۵۰) میں حاصل کی۔ پھر حدیث و تفسیر کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۶۵۱)، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۶۵۲) مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۶۵۳)، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۶۵۴) اور مولانا سید اصغر حسینؒ (۶۵۵) جیسے آفتاب علم و عمل اکابر اساتذہ سے تحصیل علم کیا اور تمام دینی علوم تفسیر و حدیث، فقہ و کلام اور منطق و فلسفہ میں باضابطہ اسناد حاصل کیں۔ ان اکابرین دیوبند کی خصوصی توجہات کا مرکز رہے اور ان بزرگوں کی صحبت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ (۶۵۶)

تدریسی و تبلیغی خدمات:

تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ جھینگا باڑی میں مدرس مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ ضلع کومیلا (۶۵۷) میں مدرسہ قاسمیہ کے صدر مدرس رہے۔ بحیثیت مدرس آپ کی کامیابی اور مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلہٹ میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی کہ جو شخص حضرت مولانا اطہر علیؒ کے درس میں بیٹھے اور پھر بھی سبق نہ سمجھے اسے پڑھنا ہی ترک کر دینا چاہیے۔ تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ ہمیشہ تبلیغی و اصلاحی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور اس سلسلے میں بولائی ضلع کشور گنج کے ایک رئیس کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے اور کئی سال تک تبلیغی و تدریسی خدمات میں مصروف رہے اور دینی سرگرمیوں کی وجہ سے جلد ہی مرجع عوام و خواص بن گئے۔ بعد میں کچھ دینی مصلحت کی وجہ سے ہیبت نگر چھوڑ کر پورن تھانہ میں مقیم ہو گئے جہاں ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی۔ آپ کی کوششوں اور مساعی جمیلہ کی بدولت آج یہ مسجد مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کی عظیم الشان مساجد میں شمار ہوتی ہے اور اس مسجد کا پانچ منزلہ مینار دہلی کے قطب مینار (۶۵۸) کی یاد دلاتا ہے۔ تعلیمی و تدریسی کاموں کے علاوہ آپ نے اس وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ روحانی تعلق قائم رکھا اور انکے دست حق پرست پر بیعت کی اور پھر اپنے شیخ کی ہدایت و

احکامات پر عامل رہ کر مسلسل سلوک و تصوف کے مدارج طے کرتے رہے اور تین سال کے مختصر عرصے میں شعبان ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں خلافت و اجازت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ حکیم الامت تھانویؒ سے تعلق کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جتنا بھی میں نے علم حاصل کیا تھا اور جو کچھ پڑھا تھا وہ محض زبانی تھا۔ حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد حقیقت سمجھ میں آئی اور ان پر حقیقی معنوں میں عمل کرنے کی توفیق ہوئی۔'' (۶۵۹)

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے کو سلوک کے اس اصول کے تحت مرید اپنے آپ کو شیخ کے حوالے اس طرح کر دے جیسے میت کو غسال کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے واقعی اپنے آپ کو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے تابع کر رکھا تھا جیسے وہ حکم فرماتے اسی پر عمل کرتے تھے۔ (۶۶۰)

کشور گنج میں جامعہ امدادیہ کا قیام:

اس شہیدی مسجد کے قیام کے بعد آپ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ سے یہاں رہنے کے متعلق مشورہ کیا تو ان کو حکم ہوا کہ:

''تم کشور گنج ہی میں رہ کر تبلیغی و اصلاحی کام جاری رکھو۔''

چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ کے اس حکم کی تعمیل میں دل و جان سے مصروف ہو گئے۔ ایک جانب اس چھوٹی سی مسجد کو بڑھانے کا کام جاری رکھا اور دوسری طرف مریدین اور عقیدت مندوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح میں مصروف ہو گئے۔ حضرت حکیم الامتؒ کی تحریر کردہ تنظیم المسلمین اور تعلیم المسلمین کی اشاعت کے بعد دعوت و تبلیغ کے کاموں میں پہلے سے زیادہ وقت گزارنے لگے۔ (۶۶۱)

پاکیزہ فکر و خیالات کی ترویج:

۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء میں مدرسہ امداد العلوم قائم کیا جو کچھ سال بعد ایک عظیم الشان ادارہ ''جامعہ امدادیہ کشور گنج'' کی شکل اختیار کر گیا جس میں اب تک ہزاروں طالبانِ علم اپنی تعلیم مکمل کر کے دینی و علمی خدمات میں مصروف ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ و مریدین ملک و بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور سابق مشرقی (بنگلہ دیش) پاکستان کا توچپہ چپہ آپ کے فیوضات و برکات سے منور ہوا ہے۔ غرضیکہ آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی میں تشنگان علوم کو حسب مدارج فہم قرآن و حدیث کے علوم و معارف سے آشنا کیا اور ہزاروں مردہ دلوں کو شگفتگی عطا کی اور اس چراغ روحانیت نے لاکھوں چراغ روشن کیے اور ہزاروں لاکھوں فرزندان توحید کے سینوں کو دعوت قرآنی کے نور سے منور کیا۔ آپ کے علمی و روحانی مقام کے بارے میں مولانا محمد متین خطیبؒ فرماتے ہیں کہ:

''قدوۃ العلماء مولانا اطہر علی سلہٹیؒ مشرقی پاکستان میں ہی پیدا ہوئے اور اسی سرزمین پر اپنی آخری آرام گاہ میں مدفون ہو گئے۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا زیادہ عرصہ سلہٹ میں گزرا تھا۔ اس لیے سلہٹ کے ساتھ زیادہ نسبت ہو گئی تھی۔ مولانا اطہر علی

سلہٹیؒ نے دارالعلوم دیوبند سے نہ صرف دینی علوم تفسیر، قرآن وحدیث، فقہ وکلام میں باضابطہ اسناد حاصل کیں بلکہ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی ایک طویل عرصہ ریاضت ومجاہدہ فرمایا جس کے لیے زیادہ عرصہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قیام کر کے اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے فیوض وبرکات حاصل کیے، میں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ باوجود علمی اور تدریسی وسیاسی مشاغل کے بلاناغہ اذکار الٰہیہ فرماتے تھے اور ذکر کے وقت ان کی زبان کے ساتھ قلب سے بھی ذکر الٰہی جاری ہونے کی آواز آتی تھی اور لوگوں میں زیادہ تر اسی چیز کی وجہ سے مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کی مقبولیت اور پذیرائی میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ انہوں نے کشور گنج کے قیام کے دوران ایک عظیم الشان درسگاہ ”جامعہ امدادیہ“ (۱۹۴۵ء) کے نام سے قائم کیا۔ جس پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوا جس میں ایک عالی شان مسجد شہداء بھی ہے جس کے منبر ومحراب سے آج بھی مولانا اطہر علی کے مواعظ حسنہ اور ذکر اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور قیامت تک ہوتی رہیں گی۔ (۶۶۲)

حصول پاکستان کے لیے جدوجہد اور مساعی جلیلہ:

ہمارا یہ وطن عزیز ”پاکستان“ بڑی قربانیوں سے حاصل ہوا ہے، اس کی تاریخ بڑے بڑے اکابرین اور عظیم شخصیتوں کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اس کی بنیاد صرف دوقومی نظریے پر ڈالی گئی۔ پاکستان کے قیام کا نصب العین صرف اسلامی حکومت تھا اور نظریہ اسلام ہی اس کا اصل سبب تھا۔ تحریک آزادی اور حصول پاکستان کے لیے اکابر علماء دیوبند نے عظیم قربانیاں دی ہیں اور آزادی کی تحریک میں نہایت شاندار کردار ادا کیا ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۶۶۳)، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۶۶۴)، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (۶۶۵)، حافظ ضامن تھانویؒ شہید (۶۶۶)، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (۶۶۷) شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۶۶۸)، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (۶۶۹) علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۶۷۰)، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۶۷۱) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۶۷۲) اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۶۷۳) وغیرہم اکابرین دیوبند ہیں۔ جنہوں نے آزادئ ہند کے لیے بڑی جدوجہد کی اور ساری زندگی دشمنان اسلام سے آزادی کی جنگ لڑتے گزار دی۔ (۶۷۴) علمائے کرام نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں تکلیفیں اٹھائیں، جاسوسی کے الزامات انگریز قوم نے ان حضرات پر لگائے۔ ملک بدر کیے گئے، بار بار قید وبند کی منزلیں طے کیں۔ گولیاں کھائیں، شہادتیں پائیں اور بہت سی تکالیف اٹھائیں۔ مگر ان علمائے کرام نے جان ومال کی پرواہ کیے بغیر دشمن اسلام کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے سے گریز نہ کیا۔ گو ظاہری طور پر ناکامیوں کا سامنا ہوا لیکن ان کا جذبۂ حریت اور حق وصداقت کا حوصلہ ختم نہیں ہوا برابر جدوجہد آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے مصروف عمل رہے۔ غرض یہ کہ اکابر علماء دیوبند کی تاریخ یہ بتا رہی ہے کہ ان لوگوں نے آزادی ہند کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں اور مشقتیں اٹھائیں لیکن دین اور ملک کی حفاظت کی۔ مسلمانوں کی مذہبی اور دینی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ (۶۷۵)

تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند کی خدمات (مختصر جائزہ):

پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی فرماتے ہیں کہ:

”ہندوستان کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے اکابر دیوبند نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مولانا رشید احمد

گنگوہیؒ (۶۷۶)، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۶۷۷) نے جنگ آزادی ۱۲۷۳ھ۔ ۱۸۵۷ء (۶۷۸) میں برطانیہ کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ کڑیاں جھیلیں اور مسلم حکومت کے ہندوستان میں قیام کے لیے بہت کچھ جتن کیے اور ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلامی روح پھونکی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے افغانستان (۶۷۹)، حجاز (۶۸۰)، شام (۶۸۱) اور ترکی (۶۸۲) کے سلاطین اور گورنروں انور پاشا (۶۸۳)، غالب پاشا (۶۸۴) وغیرہ کے پاس اپنے نمائندے بھیجے اور خود ممالک اسلامیہ کا سفر کر کے ان سے ملاقات کی۔ اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے اور اسلامی حکومت کے قیام کی تدبیریں اختیار کیں۔ وائے برحال مسلمانان ایک خادم خاص انیس احمد بی اے (علیگ) نے جو جاسوسی کے لیے ہی برطانیہ کی طرف سے مامور تھا، جاسوسی کر کے برطانیہ اور دشمنان اسلام کے ہاتھ مضبوط کر دیے۔ ادھر شریف مکہ کی غداری اور اسلام دشمنی سے حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں اسیر کر دیے گئے اور آخر یہ مرد حق مجاہدانہ عزائم سے سرشار ملک کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کا جذبہ دل میں لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (۶۸۵)

ان کے بعد ان کے خاص جانشین مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۶۸۶)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۶۸۷)، مولانا عبیداللہ سندھیؒ (۶۸۸) اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۶۸۹) ملکی سیاسیات میں حصہ لیتے رہے اور خدمت اسلام میں مصروف رہے۔" (۶۹۰)

پاکستان کا اولین نقشہ حکیم الامتؒ کی طرف سے:

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے بعد ہندوستان میں دین اسلام کی حفاظت اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے سب سے پہلی آواز خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے بلند ہوئی۔ جو انہی مذکورہ بالا حضرات کی علمی و روحانی آماجگاہ تھی۔ اسی مرکز روحانیت کے بانی حاجی امداداللہ تھانویؒ کے چشمۂ فیض سے یہ حضرات سیراب و شاداب ہوئے تھے اور اب اس کے روح رواں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے جنہوں نے انگریز اور ہندو کی غلامی سے آزاد ہونے کے لیے ہندوستان میں ایک آزاد اسلامی سلطنت کے قیام کی تجویز پیش کی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۶۹۱) اور مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ (۶۹۲) کے سامنے وسط ماہ جون ۱۳۴۷ھ۔ ۱۹۲۸ء میں دارالاسلام کے قیام کی تجویز پیش کی (۶۹۳) اور فرمایا کہ:

"جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر خالص اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین و تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو۔ بیت المال ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو۔ شرعی عدالتیں قائم ہوں۔ آزادی سے رب العزت کی عبادت کی جائے دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے یہ نتائج کہاں حاصل ہو سکتے ہیں اس مقصد کے لیے تو صرف مسلمانوں کی ہی جماعت ہونی چاہیے اور اسی کے لیے یہ کوشش کرنی چاہیے۔" (۶۹۴)

اسی نظریہ کے تحت حکیم الامت تھانویؒ نے ہندو کانگریس کی بجائے مسلم لیگ کی حمایت فرمائی کیوں کہ بقول مولانا دریا آبادیؒ کہ حکیم الامتؒ کے سامنے مسئلہ سیاسی نہیں تمام تر دینی تھا۔ وہ صرف اسلام کی حکومت چاہتے تھے جس کا نقشہ انہوں نے اپنی دو

تاریخی تصانیف ''حیات المسلمین'' اور ''صیانت المسلمین'' میں پیش کر دیا تھا۔ حضرت تھانویؒ نے وسط جون ۱۳۴۷ھ-۱۹۲۸ء میں مسلمانوں کے اسلامی حکومت کے قیام کی تجویز پیش کی تھی وہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (۶۹۵) نے ۱۳۴۹ھ-۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء میں ایک مطالبہ کی صورت میں الٰہ آباد (۶۹۶) کانفرنس میں پیش کر دی کہ:

''ہندوستان میں اسلام کی فلاح وبہبود کے لیے ایک اسلامی ریاست قائم کی جائے۔'' (۶۹۷)

قائداعظم کی کردار سازی اور مذہبی آبیاری:

اس کے بعد تھانویؒ نے قائداعظم کی طرف توجہ کی، کیوں کہ جنگ پاکستان کی کمان قائداعظم کے ہاتھ میں تھی اور وہ انگریزی تہذیب وتمدن کے پروردہ تھے اس لیے حضرت تھانویؒ نے تمام تر توجہ قائداعظم کی دینی تربیت پر لگادی اور اس غرض کے لیے انہوں نے مختلف متعدد وفود اور خطوط قائداعظم کے پاس بھیجے۔ یہ ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم کا دل اسلام کی محبت سے معمور ہوگیا اور اکثر وبیشتر پنجگانہ نماز کے علاوہ بھی درگاہ رب العزت میں سر بسجود نظر آنے لگے۔ جس کا اثر مساجد، دینی مدرسوں، گلی کوچوں میں اتنی جلدی پڑا کہ ہر جگہ یہ نعرے بلند ہونے لگے کہ پاکستان کا مطلب کیا ''لا الٰہ الا اللہ'' یہ اس بات کا عہد تھا کہ پاکستان میں صرف حکومت الٰہیہ قائم کی جائے گی۔ حضرت حکیم الامتؒ کی اسلامی حکومت کے قیام کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اور مسلمانوں کو غلامی کی آہنی زنجیروں سے نجات دلانے کے لیے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے علمی وسیاسی جانشین شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند منظر عام پر آئے۔ آپ نے تمام ہندوستان میں طوفانی دورے کیے۔ مسلمانوں کو علمی وادبی اور مذہبی ومعاشرتی تحریک سے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ کانگریس میں شامل نہ ہوں کیوں کہ کانگریس ایک ہندو فرقہ پرست جماعت ہے جو مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی نہیں کرتی۔ قیام پاکستان کے بعد قرارداد مقاصد (۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء) کی منظوری تک آپ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ (۶۹۸)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دوقومی نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

''ہندوستان میں دو الگ الگ قومیں آباد ہیں جن میں مذہب اور تہذیب وتمدن کا گہرا اختلاف ہے، اس لیے ان دونوں کا ایک ہونا ناممکن بات ہے۔'' (۶۹۹)

مولانا اشرف علی تھانویؒ بحیثیت دینی وسیاسی رہنما:

حافظ محمد اسلام فرماتے ہیں کہ:

''برصغیر میں تحریکات آزادی میں علمائے کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ان علمائے کرام کے سرپرست اور مربی تھے جو مسلمانوں کی الگ تنظیم اور حصول آزادی کے لیے جدوجہد کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ وہ مسلم لیگ اور قائداعظم کے زبردست حامی تھے اور انہوں نے مسلمانوں کی طرف سے مطالبۂ پاکستان کی بھرپور حمایت فرمائی۔ جب پاکستان کے لیے جدوجہد کے دوران فیصلہ کن وقت آیا تو انہوں نے اپنے تمام خلفاء، متوسلین وتبعین کو ہدایت فرمائی کہ

کشائی کی رسم ادا کرائی گئی۔ (۷۲۱)

اسلامی آئین کا نفاذ اور قائداعظم سے گفت وشنید:

قیام پاکستان کے بعد جب مارچ ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۸ء میں قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل مشرقی پاکستان کے دورے پر گئے تو قائداعظم کے ہر جلسہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کو خصوصی طور پر دعوت دے کر بلایا جاتا تھا، اس موقع پر کئی مرتبہ ان حضرات نے قائداعظم سے ملاقاتیں کیں اور اسلامی آئین کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ ایک ملاقات میں ان علمائے کرام نے فرمایا کہ جون ۱۳۶۶ھ۔ ۱۹۴۷ء میں اجلاس مسلم لیگ دہلی کے موقع پر ہم نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ درست نکلے کہ پاکستان بنتے ہی ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم اور قتل عام شروع ہوگیا اور پاکستان کے پاس فوج تھی نہ اسلحہ جو اس ظلم کی مدافعت ہوسکتی۔ ہم نے پاکستان اس لیے نہیں بنایا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان اس طرح ہندوؤں کے ظلم کا نشانہ بنتے رہیں پھر آئین اسلامی بھی جاری ہوجاتا تو یہ ساری قربانیاں گوارا تھیں مگر اب تک آئین اسلامی بھی جاری نہیں ہوا جس کا وعدہ ہم نے قوم سے کیا تھا اور اسی وعدے کی بناء پر ہی یوپی اور بہار کے مسلمانوں نے پاکستان کے لیے ووٹ دیے تھے۔ (۷۲۲)

قائداعظم نے فرمایا کہ:

''ہندوستانی حکومت نے ایک کروڑ کے قریب مسلمانوں کو پاکستان کی طرف دھکیل دیا ہے کہ پاکستان کی معیشت پر بار پڑے اور سرمایہ دار ہندوؤں کو یہاں سے بلوالیا مگر اللہ کا فضل وکرم ہے کہ پاکستان ان مصائب کے باوجود قائم رہا۔ آئین اسلامی جاری ہونے میں اس لیے دیر ہوئی کہ پاکستان بنتے ہی ان مسلمانوں کی آبادکاری پر توجہ زیادہ دینی پڑی جو ہندوستان سے یہاں آرہے تھے اب ذرا اس طرف سے اطمینان ہوا ہے تو انشاءاللہ بہت جلد آئین پاکستان آئین اسلامی کی صورت میں مکمل ہوجائے گا۔'' (۷۲۳)

اردو زبان کے نفاذ کے لیے جدوجہد:

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مولانا مفتی دین محمدؒ مشرقی پاکستان کے ایک نمائندہ وفد کی صورت میں کراچی تشریف لائے اور اردو زبان کو پاکستان کی سرکاری زبان بنانے کے لیے پانچ لاکھ بنگالی مسلمانوں کے دستخطوں کے ساتھ ایک یادگار تحریری دستاویز قائداعظم کی خدمت میں پیش کی جس کے بعد قائداعظم نے ڈھاکہ پہنچ کر اپنی تاریخی تقریر میں سرکاری زبان کی حیثیت سے اردو زبان کی تائید میں اعلان فرمایا تھا۔ بہرحال سلہٹ کا ریفرنڈم جیتنا اور اس کے بعد قرارداد مقاصد (۱۹۴۹ء) کا منظور کرانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور دوسرے علماء کی طرح مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا بھی عظیم کارنامہ ہے اور قرارداد مقاصد (۱۹۴۹ء) کے منظور کرانے کی مہم میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے پورے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا تھا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے دست راست کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ (۷۲۴)

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے مجاہدانہ کارنامے:

مولانا محمد متین خطیبؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

''مولانا اطہر علی سلہٹیؒ تحریک پاکستان کے ان علمائے حق میں سے تھے جنہوں نے مسلم لیگ کی حمایت میں نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر کام کیا۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کی سیاسی زندگی کا آغاز سلہٹ سے ہوا جہاں سرحد کی طرح سے مسلم لیگ ریفرنڈم کرا رہی تھی اور آسام (۲۵ے) کے ساتھ یہ علاقہ مسلم کانگریس والوں کا مضبوط گڑھ تھا۔ لیکن مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کی دن رات کوشش سے سلہٹ کا علاقہ پاکستان میں اسی طرح سے شامل ہوا جس طرح علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور پیر صاحب مانکی شریف کی مجاہدانہ جدوجہد سے سرحد شامل ہوا۔ (۲۶ے) پاکستان بن جانے کے بعد تحریک پاکستان کے علماء نے مشرقی و مغربی پاکستان میں فیصلہ کیا کہ اب ہمیں پاکستان تو حاصل ہوگیا ہے مگر ضرورت اس کی ہے کہ اس ملک میں نظریہ پاکستان اور قائداعظم کی دلی خواہش پوری کرنے کے لیے اسلامی نظام کی کوشش تیز کردی جائے، اس کے لیے قومی اسمبلی کے اندر نظام اسلام کے روح رواں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک مضبوط چٹان بن کر کام کررہے تھے اور ان کے رفقاء مرکزی جمعیت علمائے اسلام میں رہ کر پورے پاکستان میں سرگرم عمل تھے۔ چنانچہ بائیں بازو مشرقی پاکستان میں اس تحریک کی قیادت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ فرمارہے تھے اور بائیں بازو مغربی پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے ہاتھ میں یہ تحریک پروان چڑھ رہی تھی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پہلی مرتبہ پاکستان بننے کے بعد جب ڈھاکہ کی مرکزی جمعیت علمائے اسلام پاکستان کی عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوئے تو مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے ہی خطبہ استقبالیہ پیش کیا جو آج بھی مطبوعہ موجود ہے جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی زندگی بسر کرانے کے لیے مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے دل ودماغ میں کس قدر عزم واستقلال کی پختگی تھی اس کے بعد نظام اسلام کے لیے مشرقی بازو کا بچہ بچہ سیاسی بن کر میدان میں اتر پڑا اور یہ تقاضا شدید طور پر ابھر کر سامنے آیا کہ قومی اسمبلی میں مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے نمائندے منتخب ہوکر جائیں گو دشواری یہ تھی کہ بعض بزرگ علماء انتخاب لڑنے کے مخالف تھے۔ اس کا حل یہ کیا گیا کہ مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے تحت ''نظام اسلام پارٹی'' (۲۷ے) کے نام سے ایک پارٹی کی تشکیل کی جائے جو انتخاب لڑے اور اس میں اسلام کے قیام کے لیے جدوجہد کرنے والے غیر علماء کو بھی شریک کیا جائے چنانچہ مرکزی جمعیت علمائے اسلام کی نگرانی میں اس جماعت کا قیام مشرقی پاکستان میں ہوگیا۔ جس میں بطل جلیل مولوی فرید احمد ایڈووکیٹ شہید نے شامل ہوکر اس کام کی باگ ڈور سنبھالی اور ایک بنگالی ہفتہ وار پرچہ ''نظام اسلام'' جاری کیا گیا جس کے نتیجے میں انتخاب کے ذریعے جن لوگوں نے کامیابی حاصل کی انہیں خود مولانا اطہر علی سلہٹیؒ صدر مرکزی جمعیت علمائے اسلام مشرقی پاکستان، مولانا فرید احمد ایڈووکیٹ سیکریٹری نظام اسلام پارٹی، چوہدری نورالحق ایڈووکیٹ اور مسٹر مصباح الاسلام کے ساتھ مشرقی پاکستان کے اور چند مشہور زعماء مثلاً جناب عبدالوہاب جو قومی اسمبلی کے کامیاب اسپیکر ہوئے نے نظام اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب میں کامیابی حاصل کی اور ان میں سے چند نے وزارتیں اور ایک صاحب نے اسپیکر کے عہدے حاصل کیے مگر مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے اسمبلی میں بیٹھ کر علامہ

شبیر احمد عثمانیؒ کی جگہ پر کام کرنا پسند فرمایا۔ صوبائی اسمبلیوں میں بھی کچھ علماء وزعماء نے کامیاب ہوکر کام کیا۔ (۷۲۸)

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اطہر علی سلہٹیؒ کا کردار:

۱۹۷۰ء کے انتخابات (۷۲۹) میں بھی مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ صوبائی اور قومی اسمبلی کے انتخابات لڑے مگر عوامی لیگ (۷۳۰) کے شیخ مجیب الرحمٰن (۷۳۱) کے زبردست اور شدید دباؤ نے کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا اور کچھ اسلام کے نام لینے والوں کی تفریق نے انہیں ناکام کردیا۔ غرض مولانا نے جب بھی یہ دیکھا کہ اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں تو وہ سینہ سپر ہوکر سامنے آئے اور قرآن کو سینے سے لگا کر کام کیا خواجہ عبدالمنعم خان (۷۳۲) کی گورنری کا دور ہو یا محمد ایوب خان (۷۳۳) کی صدارتی حکومت ہو، وہ مردِ مجاہد ہمیشہ میدان کارزار میں اسلام کے لیے قربانی دیتا نظر آیا۔ آخری دور میں شیخ مجیب الرحمٰن کے بنگلہ دیش کی مخالفت اور پاکستان کی حمایت میں قید و بند کے مصائب کے باوجود پیرانہ سالی کے برداشت کیے۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے حکم سے مولوی فرید احمدؒ نے جام شہادت نوش کیا اور دیگر علماء مثلاً مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا صدیق احمدؒ، مولانا مصلح الدینؒ، مولانا بذل الرحمٰنؒ، مفتی محی الدینؒ اور دیگر علماء اور زعماء مرکزی جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی نے قید و بند کے سخت ترین مصائب جھیلے۔ مولانا بذل الرحمٰنؒ تو قید ہی میں وفات پاگئے اور خود مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور دیگر علماء کو بنگلہ دیش کی حکومت نے رہائی دی۔ مگر مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیے گئے۔ (۷۳۴)

تحریک وقیام پاکستان میں کردار وخدمات:

جناب مولانا عبدالرحمٰن بیخود لکھتے ہیں کہ:

آپ کے علمی دینی، تبلیغی اور سیاسی کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے اس ملک پاکستان کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ آپ نے اپنے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور اپنے معاصرین علمائے کرام شیخ المحدثین مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۷۳۵)، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۷۳۶)، مولانا شبیر علی تھانویؒ (۷۳۷) اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۷۳۸) اور دیگر علماء کے شانہ بشانہ قیام پاکستان اور اس کے بعد پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں بھرپور حصہ لیا اور وہ خدمات جلیلہ انجام دیں جنہیں تاریخ پاکستان کبھی فراموش نہیں کرسکتی تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے دست راست کی حیثیت سے ہندوستان کے گوشے گوشے میں دورہ کرتے رہے اور مسلمانوں میں قیام پاکستان کا جذبہ ابھارتے رہے۔ قائداعظم کی درخواست پر سلہٹ ریفرنڈم کی مہم جو نہایت ہی معرکہ آراء مہم تھی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مل کر آپ ہی نے سر کی اور قیام پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے علامہ سید سلیمان ندویؒ (۷۳۹)، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۷۴۰)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۷۴۱)، مفتی محمد شفیعؒ (۷۴۲)، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۷۴۳) اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۷۴۴) کے ساتھ مل کر بھرپور حصہ لیا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ قرارداد مقاصد پاس کرانے میں پیش پیش رہے۔ پھر ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۱ء کے ہر مکتبہ فکر کے جید علماء کے اجلاس میں شرکت کے لیے کراچی تشریف لائے اور ۲۲ نکات کی ترتیب و تدوین میں علماء کا ہاتھ

بنایا۔ (۷۴۵) اس کے بعد ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲ء میں حکومت کی طرف سے دستوری تجاویز میں ضروری ترامیم کے سلسلے میں جن جن علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی ان میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ بھی نمایاں تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت (۷۴۶) میں بھی آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ شروع سے مرکزی جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ رہے۔ ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲ء میں مرکزی جمعیت مشرقی پاکستان نے "نظام اسلام" تحریک کے نام سے پرزور نظام کی تحریک شروع کی۔ ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء میں اس نے نظام اسلام بورڈ کی تشکیل کی اور ۱۳۷۳ھ-۱۹۵۴ء کے صوبائی انتخابات میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ سمیت کئی دوسرے مشہور علماء و زعماء کامیاب ہوئے اور اسمبلی میں مرکزی جمعیت اپنے اصل نام سے کہیں زیادہ نظام اسلام پارٹی کے نام سے مشہور ہوگئی پھر ۱۳۷۶ھ-۱۹۵۷ء میں چوہدری محمد علی (۷۴۷) سابق وزیراعظم پاکستان کی تحریک استحکام پاکستان پارٹی بھی اس میں مدغم ہوگئی اور اس طرح مرکزی سطح پر نظام اسلام پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن مشرقی پاکستان میں بیک وقت مرکزی جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام کے مشترک نام سے بدستور سرگرم عمل رہی اور حضرت مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کی زیر قیادت ہمیشہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرتی رہی جس کے نتیجے میں آپ کی شبانہ روز کاوشوں سے ۱۳۷۵ھ-۱۹۵۶ء کا دستور منظر عام پر آگیا۔ یہ چوہدری محمد علی مرحوم وزیراعظم پاکستان کی اسلام دوستی اور حب الوطنی کا جذبہ تھا کہ پاکستان کے وزیر قانون مسٹر آئی آئی چندریگر (۷۴۸) نے اسلامی دستور کا مسودہ دستوریہ میں پیش کرکے اہل پاکستان کی دیرینہ آرزو پوری کردی جس کا مشرقی پاکستان کے مفاد پرست طبقہ کے سوا ملک کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں نے پرجوش خیر مقدم کیا جب ۱۳۷۵ھ-۱۹۵۶ء کا یہ دستور سامنے آیا تو واضح ہوا کہ اس میں یہ بات وضاحت سے درج تھی کہ پاکستان میں اسلام کا معاشی اور مالیاتی نظام نافذ کیا جائے گا اور اس سلسلے میں پانچ سال کی مہلت رکھی گئی تھی، لیکن قوم کی بدقسمتی کہ اس پر عمل نہ ہوسکا اور ۱۳۷۷ھ-۱۹۵۸ء میں اس آئین سے وفاداری کا حلف اٹھانے والے ایوب خان نے اسے منسوخ کردیا۔ بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق اگر ۱۳۷۵ھ-۱۹۵۶ء کے دستور کے مطابق ۱۳۷۹ھ-۱۹۵۹ء کے مارچ میں انتخابات ہوجاتا تو آج ملک کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا لیکن ایوب خان کے مارشل لاء نے ان تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا اس کے باوجود بھی ایوب خان کے بنیادی جمہوریت کے انتخاب میں نظام اسلام پارٹی کے مولوی فرید احمدؒ اور سید قمر الحسنؒ اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے اور حزب اختلاف میں رہ کر مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے نمائندہ کی حیثیت سے اسلامی دستور کے نفاذ کے لیے جدوجہد جاری رکھی وہ تاریخ پاکستان میں زریں حروف سے رقم کی جائے گی۔ اس کے علاوہ مادر ملت (محترمہ فاطمہ جناح) (۷۴۹) کے انتخابی سلسلے میں نظام اسلام پارٹی نے جو اہم کردار ادا کیا وہ بھی ایک مثالی کردار تھا۔ اس کے بعد گول میز کانفرنس سے قبل ڈی اے سی اور پی ڈی ایم قائم کرنے میں بھی نمایاں کردار سرانجام دیا تھا۔ پھر ۱۳۸۹ھ-۱۹۶۹ء میں کراچی کے مقام پر مشرقی و مغربی پاکستان کے مقتدر علمائے کرام کے ایک نمائندہ اجتماع میں جب مرکزی جمعیت علمائے اسلام کا احیاء عمل میں لایا گیا تو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو امیر اعلیٰ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کو کل پاکستان مرکزی جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی کا نائب امیر منتخب کیا گیا۔ انتہائی ضعیف اور پیرانہ سالی کے باوجود سوشلزم اور دوسرے لادینی نظریات کا مقابلہ کرنے کے لیے تحریک پاکستان کے ان دونوں بوڑھے جرنیلوں نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی چنانچہ مشرقی و

مغربی پاکستان کے اہم مقامات پر مرکزی جمعیت کے خصوصی اجتماعات میں جہاں تک ممکن ہو سکا یہ حضرات شرکت فرماتے رہے لیکن جس طرح حصول پاکستان کی جدوجہد میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر قیادت تحریک پاکستان کی مہم عملی طور پر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے سر کی تھی۔ اسی طرح ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء میں اسلام اور سوشلزم کی معرکۃ الآراء مہم کو سر کرنے کی سعادت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے حصے میں آئی اور خداوند کریم نے تحریک پاکستان کی طرح اس تحریک میں بھی کامران و فتح یاب کیا۔ ان بزرگوں نے ملک کے کونے کونے میں مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے زیر اہتمام نظام اسلام کانفرنسیں کیں اور اسلام دشمن عناصر کی سرگرمیوں کے خلاف زبردست تحریک چلائی اور بڑے بڑے تاریخی جلسوں سے خطاب کر کے لادینی نظریات کا رد کیا۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے زیر اہتمام والے کریم گنج مشرقی پاکستان میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے یہاں کوئی ایسا قانون نافذ نہیں ہونے دیا جائے گا جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ یہاں نظام اسلام کے سوا ہر قانون کو ٹھکرا دیا جائے گا اور اس کے لیے ہمیں جان کی قربانی دینی پڑی تو خوشی سے دیں گے۔"

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے ساری زندگی خدمت اسلام میں گزاری اور ہمیشہ ہر باطل کا مقابلہ کیا اور اسلام اور ملک و ملت کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ بارہا مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر اپنے مقدس مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ آخر میں کلمۂ حق کہنے ہی کی پاداش میں آپ کو قید میں بھیج دیا گیا جہاں ایک عرصہ تک قید رہے۔ (۷۵۰)

کل پاکستان مرکزی جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی کی خدمات ایک نظر میں:

مرکزی جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی نے تحریک پاکستان میں گراں قدر اور ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں اور اس کے اکابرین اور قائدین نے تعمیر پاکستان میں ایک معمار کا کردار ادا کیا ہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا محمد طاہر قاسمیؒ، مولانا صدیق احمدؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ وغیرہ علماء نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے زیر قیادت جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ کی عظیم الشان کانفرنس میں رکھی تھی۔ (۷۵۱) پھر اسکے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان خصوصاً سلہٹ اور سرحد کے استصواب میں جو سرفروشانہ اور مجاہدانہ عملی حصہ ان علمائے کرام نے لیا تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جمعیت علمائے اسلام کے یہ رہنما قیام پاکستان کے بعد نظام اسلام کے قیام کے لیے ہمیشہ کوشش کرتے رہے ہیں اور دستور اسلام کے سلسلے میں جمعیت کے ان رہنماؤں نے بڑی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کی جمعیت کے دوسرے علمائے کرام خصوصاً مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے بڑی محنت سے قرارداد مقاصد (۱۹۴۹ء) کے مسودہ کو تیار کر کے اسمبلی سے منظور کروایا۔ (۷۵۲) ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء میں تعلیمات اسلامیہ بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا (۷۵۳) اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے خود اس کی تشکیل اور اس کے ارکان کا انتخاب کیا۔ ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۰ء میں

لاء کمیشن میں جمعیت علمائے اسلام کے نمائندگان نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ ۱۳۷۱ھ۔۱۹۵۱ء میں جمعیت کے عظیم قائد مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ۳۱ جید علماء کو دعوت دے کر ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ منظور کرایا جس کو آج بعض لوگ اپنی سستی شہرت کی خاطر اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (۷۵۴) دستوری خدمات کے ساتھ ساتھ جمعیت علمائے اسلام کے ان اکابرین نے ۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور عملی حصہ لیا اس سلسلے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لیے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن منعقد کرنے کے لیے ایک مجلس مشاورت طلب کی گئی، جس کی صدارت علامہ سید سلیمان ندویؒ صدر جمعیت علمائے اسلام نے کی اور ہر مکتب فکر کے علماء کا ایک بورڈ بنایا گیا جس میں مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے اکابرین میں سے علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ شامل تھے۔ اس بورڈ کا کنوینر مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو منتخب کیا گیا پھر جنوری ۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۳ء کی ختم نبوت کانفرنس کراچی میں مرکزی جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے جو قائدین شریک ہوئے ان میں مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۷۵۵)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۷۵۶)، علامہ سید سلیمان ندویؒ (۷۵۷) مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۷۵۸)، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۷۵۹)، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۷۶۰)، مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۷۶۱)، مولانا شمس الحق افغانیؒ (۷۶۲) مولانا داؤد غزنویؒ (۷۶۳) اور مولانا راغب احسنؒ (۷۶۴) قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد تحریک ختم نبوت کے مطالبات کو عملی صورت دینے کی غرض سے علماء کی جنرل کونسل نے جو آٹھ ارکان مجلس عمل کے طور پر منتخب کیے ان میں بھی مولانا احتشام الحق تھانویؒ مرکزی جمعیت کی طرف سے اس مجلس عمل کی فہرست میں سرفہرست تھے۔ (۷۶۵)

جمعیت کے یہ عظیم قائدین تحریک ختم نبوت میں بھی آگے آگے تھے۔

مرکزی جمعیت کا یہ کارواں اسلامی نظام کے لیے کوشاں رہا اور حکومت سے مطالبہ کرتا رہا کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا اسے جلد پورا کیا جائے اس سلسلے میں مولانا تھانویؒ کی زیر صدارت ڈھاکہ میں نظام اسلام کانفرنس منعقد کی گئی جس میں بقول مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، پچاس ہزار علماء و مشائخ اور ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی اسے دیکھ کر ایوان اقتدار میں ایک زلزلہ سا آگیا اور اسی کانفرنس کے ختم ہوتے ہی سابق وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین (۷۶۶) کی طرف سے علماء کے نام دستوری مسائل پر بات چیت کے لیے دعوت نامے جاری کر دیے گئے ان میں سے جن حضرات کو دعوت دی گئی ان میں جمعیت کے مرکزی قائدین میں سے مولانا مفتی محمد حسنؒ (۷۶۷)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۷۶۸) مولانا شمس الحق فرید پوریؒ (۷۶۹)، اور مفتی دین محمدؒ (۷۷۰) شامل ہیں۔ علماء وزراء کانفرنس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کے مطالبات کو مجلس دستور ساز کے اجلاس میں پیش کیا گیا اور پھر جو دستور سامنے آیا تو وہ ۷۵ فیصد اسلامی تھا اس پر دوبارہ علماء نے خورد و خوض کیا اور کچھ ترامیم پیش کیں۔ اس کے بعد ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۴ء کو مجلس دستور ساز کو توڑ دیا گیا (۷۷۱) اور گورنر جنرل غلام محمد (۷۷۲) نے ملک میں ہنگامی صورت حال کا اعلان کر کے علماء کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔

اس طرح وہ طبقہ جو اسلامی آئین کے نفاذ کے مخالف تھا اپنی خفیہ ریشہ دوانیوں کے ذریعے کامیاب و کامران ہوگیا۔ (۷۷۳)

سیاسی و ملی خدمات:

جب ۱۳۷۵ھ۔ ۱۹۵۵ء میں نئی مجلس دستور ساز معرض وجود میں آئی تو علماء ربانی کی مخلص جماعت مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے اکابرین کو ملک کے آئین کو پھر اسلامی تعلیمات اور اسلامی روایات کے مطابق منظور کرانے کے لیے ازحد فکر ہوئی اور مولانا مفتی محمد حسنؒ صدر مرکزی جمعیت کی ہدایات کے مطابق مرکزی جمعیت کے ایک وفد نے مولانا مفتی محمد شفیعؒ نائب صدر مرکزی وزراء کی خدمت میں ایک میمورنڈم انگریزی میں پیش کیا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ:

”ہمارا دستور قرارداد مقاصد (۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء) کے عین مطابق مرتب کیا جائے اور قانون سازی کے لیے قرآن و سنت کو ماخذ اصلی قرار دیا جائے۔“

اس کے ساتھ ساتھ دستوری مہم چلانے کے لیے پانچ علماء کی ایک کمیٹی قائم کی گئی جو مفتی محمد شفیعؒ (۷۷۴) مولانا محمد متینؒ (۷۷۵)، مولانا داؤد غزنویؒ (۷۷۶)، علامہ علاؤ الدین صدیقیؒ (۷۷۷) اور مولانا ظفر احمد انصاریؒ (۷۷۸) پر مشتمل تھی۔ یہ کمیٹی دستور اسلامی کے لیے عملی جدوجہد میں معروف رہی۔ خوش قسمتی سے اس مرتبہ مجلس دستور ساز میں مشرقی پاکستان کی مرکزی جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی کی طرف سے مولانا اطہر علی سلہٹیؒ ممبر منتخب ہوکر آچکے تھے نظام اسلام پارٹی نے سب سے پہلے مخلوط انتخاب کے خلاف آواز اٹھائی اور اسے غیر اسلامی قرار دیا۔ (۷۷۹)

اس سلسلے میں نظام اسلام پارٹی کی طرف سے ایک پریس نوٹ جاری کیا گیا جس کے اخیر میں قرآن و سنت کی بنیادوں پر آئین تیار کرنے کی زوردار الفاظ میں حمایت کی گئی اور انہی مقاصد کی خاطر مولانا اطہر علی سلہٹیؒ مجلس دستور ساز میں سینہ سپر رہے۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا ممبر دستور یہ منتخب ہونا تائید ایزدی کی غمازی کرتا تھا کہ حق تعالیٰ نے علمائے کرام کی مخلصانہ مساعی کو زیادہ موثر بنانے کے لیے ان کا ایک نمائندہ اس مجلس میں بھیج دیا جو ملک کا آئین بنانے والی تھی۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اس کمیٹی کے رکن منتخب کر لیے گئے جو دستور کو ترتیب دینے کے لیے بنائی گئی تھی۔ اس کمیٹی کے سولہ ارکان تھے جن میں سے پانچ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے ساتھ تھے اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کی پشت پر جمعیت علمائے اسلام اور نظام اسلام پارٹی تھی گویا ان دونوں پارٹیوں نے آئین مرتب کرانے والی پارٹی کے اندر اپنا مضبوط محاذ قائم کر دیا تھا، جس کی وجہ سے انہیں اندر کی تازہ بتازہ خبریں ہر وقت پہنچتی رہتی تھیں۔ (۷۸۰)

دستور مرتب کرنے والے ارکان کی کیفیات و حالات اور ارادوں سے آگاہی ہوتی رہتی تھی اور مفتی محمد شفیعؒ مناسب حال ہدایات دے کر مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرتے رہتے تھے اور اس طرح ارباب اقتدار اور علمائے کرام کے درمیان اسلامی آئین تیار کرنے کے معاملہ میں ”افہام و تفہیم“ کا ایک سلسلہ قائم ہوگیا تھا جس کے بہت ہی مفید

اور خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ بہرحال جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی کے اکابرین علماء دیوبند، اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے اور ملک و ملت کی خدمت میں مصروف رہے۔" (۷۸۱)

پروفیسر محمد سلیم فرماتے ہیں کہ:

تقسیم ملک کے بعد علمی اور دینی خدمات کے ساتھ ساتھ علمائے حق نے اس ملک کے نقشہ کو اسلامی ریاست بنانے کا کام اپنے ذمہ لیا اور پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی پاکستان کو عوامی امنگوں کے مطابق اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ لیاقت علی خان کے ایماء پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے اسلامی آئین کا خاکہ تیار کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لیے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت کے رہنما مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو ہمارے اکابر جو ابھی ہندوستان میں تھے ان کو لینے کے لیے ہندوستان بھیجا۔ ہندوستان سے آنے والوں میں مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، ڈاکٹر حمید اللہ، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ شامل تھے۔ باقی اکابرین پہلے ہی پاکستان پہنچ چکے تھے۔ ان حضرات کے پہنچنے پر تین ماہ شب و روز کام کرنے کے بعد اسلامی آئین کا خاکہ تیار کر لیا گیا۔ (۷۸۲)

انہی دنوں مرکزی اسمبلی میں قرارداد مقاصد (۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء) منظور کرائی گئی جس کی تیاری کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے دن رات ایک کر دیے تھے۔ قرارداد مقاصد کی مخالفت صرف اقلیتی فرقوں اور سوشلسٹوں نے کی تھی۔ مشرقی پاکستان کا کوئی ایک مسلمان ممبر بھی ایسا نہیں تھا جس نے مخالفت کی ہو سب نے بخوشی قبول کر لیا۔

جمعیت علمائے اسلام کی دوسری بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کی تشکیل اور ارکان کا انتخاب قطعی طور پر شیخ الاسلام کی مرضی سے ہوا اور بورڈ کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ ملک میں کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی جاری نہ ہونے پائے گا اور ہر آئینی اور قانونی مسئلہ میں قرآن و سنت کی روشنی میں جانچ پرکھ کر، رائے دی جائے گی۔ (۷۸۳)

آئین سازی کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا انتقال (۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء) ہو گیا۔ اور اس مرحلے پر اسلام اور اسلامی آئین کے لیے لیاقت علی خان کا اضطراب کھل کر سامنے آ گیا۔ وہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات سے سخت پریشان تھے، ان سے پہلے ہی قائداعظم رحلت کر چکے تھے ان کی نماز جنازہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ہی پڑھائی تھی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات سے تمام علمائے حق کو سخت صدمہ ہوا اور آئین سازی کا کام ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس سلسلے میں ایک دفعہ پھر اکابرین نے اس کام کو سنبھالا اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ملک بھر سے مختلف مکاتب فکر کے ۳۲ علماء کو کراچی میں جمع کیا اور انہوں نے ۲۲ نکات مرتب کر کے حکومت کو پیش کر دیے کہ پاکستان کا دستور ان بنیادوں پر مرتب ہونے کے چند ماہ بعد ہی لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا۔ جس سے علمائے حق کو بڑا صدمہ ہوا اور کچھ روز کے لیے اسلامی نظام کا یہ کام ٹھنڈا پڑ گیا۔ (۷۸۴)

مشرقی پاکستان میں نظام اسلام پارٹی کا قیام:

ان پریشان کن حالات اور مشکلات کے باوجود بھی جمعیت علمائے اسلام کے ان اکابر علماء حق نے مغربی و مشرقی پاکستان میں اسلامی دستور کے نفاذ کے لیے مسلسل جدوجہد جاری رکھی اور لیاقت علی خان کے بعد مسلم لیگ کے باقی زعماء کو اسلامی نظام کی ترویج کے لیے توجہ دلائی۔ تو زعماء مسلم لیگ نے بے پرواہی سے کام لیا جس کی وجہ سے علماء حق نے بددل ہوکر ۱۳۷۳ھ - سن ۱۹۵۳ء میں ۱۰، ۱۱، ۱۲ مارچ کو ضلع میمن سنگھ مشرقی پاکستان میں صوبائی کونسل کا تاریخ اجلاس منعقد کیا جس میں مشرقی پاکستان کی جمعیت علمائے اسلام کو ایک آزاد جماعت کی رو سے ملکی سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا گیا اور اسی اجلاس میں مسلم لیگی لیڈروں سے جمعیت نے علیحدہ ہوکر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس اجلاس کی صدارت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے فرمائی۔ (۷۸۵)

جمعیت کا انتخابی بورڈ:

مارچ کے اجلاس کے بعد مشرقی پاکستان میں اسلامی نظام کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اس کے بعد دوسرا اجلاس ۲۱ ستمبر ۱۳۷۳ھ - سن ۱۹۵۳ء کو "برہمن باڑیہ مسیح عطا" میں منعقد ہوا۔ جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ۱۳۷۴ھ - سن ۱۹۵۴ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کو بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ نہ صرف یہ بلکہ نظام اسلام پارٹی کے نام سے ایک انتخابی پارلیمانی بورڈ بھی قائم کر دیا گیا اور یہی بورڈ مکمل طور پر انتخابات کی نگرانی بھی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اسمبلی کے منتخب ممبران نے بھی اسی نوعیت کے نظام اسلام پارٹی کے نام سے اسمبلی میں ایک پارلیمانی بورڈ قائم کر لیا اس بورڈ میں جمعیت علمائے اسلام یعنی نظام اسلام پارٹی کے پارلیمانی بورڈ میں جو ممبران کامیاب ہوئے تھے ان میں جمعیت کے ممتاز علمائے دین بھی شامل تھے جن میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ

۲۔ مولانا صدیق احمدؒ

۳۔ مولانا فیض الرحمٰنؒ

۴۔ مولانا منظور الحقؒ

۵۔ مولانا محمود الرحمٰنؒ

۶۔ پیر محسن الدینؒ

۷۔ مولانا فرید احمدؒ

۸۔ مولانا عبدالوہابؒ

شامل تھے۔ ان کے علاوہ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی کامیاب ہوئے۔ جن میں اشرف الدین چوہدری (بی اے ایل ایل بی)، چوہدری نصیرالدین (ایم اے) اور چوہدری محمد علی قابل ذکر ہیں جب ۱۳۷۵ھ-۱۹۵۵ء میں جدید دستور ساز اسمبلی قائم ہوئی تو مشرقی پاکستان سے کامیاب ہونے والے ممبران میں چند منتخب نمائندے اسمبلی بھی شریک تھے۔ ان میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا فرید احمدؒ، مولانا عبدالوہابؒ، چوہدری نورالحق نہ صرف یہ بلکہ مولانا عبدالوہابؒ اسمبلی کے اسپیکر مقرر کیے گئے۔ چوہدری نورالحق وزیر محنت و لیبر مقرر ہوئے اور چوہدری محمد علی وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

نظام اسلام پارٹی کے ممبران نے اسلامی دستور کے لیے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ میں زریں حروف سے لکھا جائے گا۔ نہ صرف یہ بلکہ ۱۳۷۶ھ-۱۹۵۶ء کے دستور میں اسلامی دفعات کا شامل کرانا بھی جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی بورڈ نظام اسلام پارٹی کی عظیم کاوشوں کا نتیجہ تھا۔

الغرض جمعیت علمائے اسلام و نظام اسلام پارٹی کے اکابرین نے باطل کے منہ پر کلمہ حق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا اور اسلامی نظام کے لیے برابر کوشش کرتے رہے۔ اس کے بعد ایوب خان کے دور میں نظام اسلام پارٹی کے کامیاب ارکان نے حزب اختلاف میں رہ کر اسلامی دستور کے نفاذ کے لیے جدوجہد کی وہ تاریخ پاکستان میں زریں حروف سے رقم ہوگی۔

وفات:

مشرقی پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے نامور شاگرد مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اپنی شاندار سیاسی و مذہبی خدمات انجام دیتے ہوئے۔ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (۷۸۶)

◆ ◆ ◆

مولانا شمس الحق افغانیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا شمس الحق افغانیؒ (۷۸۷) ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء کو ترنگ زئی تحصیل چارسدہ (۷۸۸) ضلع پشاور (۷۸۹) میں پیدا ہوئے (۷۹۰)۔ آپ کے والد کا نام غلام حیدر (۱۸۷۲ء۔۱۹۴۰ء) (۷۹۱) تھا جب کہ دادا کا نام خان عالم تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۳۲۷ھ۔ ۱۹۰۹ء میں پرائمری اسکول میں داخل ہوئے۔ (۷۹۲) ۱۳۳۱ھ۔ ۱۹۱۲ء میں فارغ ہوئے، پھر سرحد (۷۹۳) و افغانستان (۷۹۴) کے مختلف علماء سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۳۳۸ء بمطابق ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (۷۹۵)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۷۹۶)، مولانا سیّد اصغر حسین دیوبندیؒ (۷۹۷) اور مولانا غلام رسول خان ہزارویؒ (۷۹۸) وغیرہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی جب کہ اس کے علاوہ علم طب کا مرحلہ بھی آپ نے دارالعلوم دیوبند میں مکمل کیا۔ (۷۹۹)

فریضۂ حج کی ادائیگی:

تعلیم سے فراغت ہوتے ہی قدرت نے آپ کو حج بیت اللہ کے لیے منتخب فرمایا اور اس طرح جون ۱۳۴۰ھ۔ ۱۹۲۲ء میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا (۸۰۰)۔ حج سے واپس وطن آئے تو برصغیر کی سیاسی حالات زیادہ اچھے نہیں تھے۔ اس زمانے میں نومبر ۱۹۲۲ء میں ہندوستان میں شدھی سنگھٹن کی تحریک بڑے زور و شور سے اٹھی۔ (۸۰۱)

مذہبی وسیاسی خدمات کا جائزہ:

مولانا شمس الحق افغانیؒ فریضۂ حج ادا کر کے جب ۱۳۴۰ھ۔ ۱۹۲۲ء میں واپس وطن آئے تو یہاں کی مجموعی صورتِ حال زیادہ تسلی بخش نہیں تھی اور اس زمانے میں ہندوستان میں شدھی تحریک (۸۰۲) زوروں پر تھی۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شردھانند کے فتنہ ارتداد اور شدھی تحریک (۸۰۳) کی روک تھام کے لیے جو پچاس مبلغین راجپوتانہ (۸۰۴) گئے ان کی قیادت کا سہرا آپ کے سر ہے۔ (۸۰۵)

آریہ سماج(۸۰۶) (ہندوؤں کی ایک تنظیم) کے خلاف تبلیغ کا مرکز شہر آگرہ(۸۰۷) (ڈھولی کھار) میں قائم کیا گیا۔ آپ کی مخلصانہ تبلیغی کوششیں رنگ لائیں۔ برائے نام مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا گیا اور بے شمار ہندو حلقۂ بگوش اسلام ہوئے۔ آریوں کے مشہور مناظرین (باہمی دینی مسئلہ پر گفت وشنید) کو عام جلسوں میں عبرتناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ جب فتنہ ارتداد کے خاتمے پر کامیابی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند واپسی ہوئی تو دارالعلوم میں ایک جلسۂ عام ہوا جس میں آپ نے تمام واقعات کو حاضرین کے سامنے پیش کیا، چنانچہ اس موقع پر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ(۸۰۸) اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ(۸۰۹) نے دل کھول کر آپ کی تعریف کی اور دعائیں دیں۔(۸۱۰)

ایک سال تک مولانا شمس الحق افغانیؒ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں نادر کتب کا مطالعہ کرتے رہے۔ قیامِ حجاز(۸۱۱) کے دوران سلطان عبدالحمید خان کے مکتبہ حمیدیہ میں خوب مطالعہ کرتے رہے۔ ۱۳۴۱ھ۔۱۹۲۳ء میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی(۸۱۲) میں بطور صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۳۴۲ھ۔۱۹۲۴ء میں مدرسہ ارشاد العلوم قنبر علی خان لاڑکانہ(۸۱۳) سندھ(۸۱۴) میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۴۶ھ۔۱۹۲۸ء میں مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور(۸۱۵) میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۳۵۰ھ۔۱۹۳۲ء میں دارالفیوض ہاشمیہ سجاول(۸۱۶) سندھ(۸۱۷) میں صدر مدرس مقرر ہوئے پھر ۱۳۵۴ھ۔۱۹۳۶ء تا ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۹ء دارالعلوم دیوبند میں درجہ علیا (بڑا درجہ) کے استاذ اور شیخ التفسیر رہے۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء میں قلات(۸۱۸) کے وزیر معارف مقرر ہوئے۔ ۱۳۶۶ھ۔۱۹۴۷ء میں دوبارہ اسی عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل(۸۱۹) کے مدرس اعلیٰ رہے۔ ۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳ء میں شیخ التفسیر والحدیث اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ(۸۲۰) کے منصب پر کام کیا۔(۸۲۱)

۱۳۸۱ھ۔۱۹۶۲ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور(۸۲۲) میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے اور تقریباً ۱۳ سال تک تدریس کی خدمات انجام دیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک اور بیرونِ ملک علمی خدمات سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔(۸۲۳)

مولانا شمس الحق افغانیؒ کی سیاسی خدمات:

مولانا شمس الحق افغانیؒ نے قیام پاکستان سے پہلے اور قیام پاکستان کے بعد اپنی زندگی سیاسی اور دینی خدمات کے لیے وقف کردی۔ آپ نے اپنے اکابرین کے ساتھ شامل ہو کر تحریک پاکستان اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے قائداعظم محمد علی جناح اور قیام پاکستان کے لیے اپنی خدمات وقف کیں۔ آپ کی سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ترین کام ہے۔ لیکن ہم ان کی مختصراً سیاسی خدمات کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے عہد زمانہ میں مسلمانان ہندوستان کے لیے انجام دیے۔

’’شدھی تحریک‘‘ پر بصیرت افروز مکالمہ وتقریر:

۱۳۴۰ھ-۱۹۲۲ء میں جب علامہ شمس الحق افغانیؒ دیارِ حبیب ﷺ سے واپس ہندوستان تشریف لائے اس وقت شدھی تحریک (۸۲۴) زوروں پر تھی۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اس فتنے کو ختم کرنے کے لیے علماء کی ایک جماعت راجپوتانہ (۸۲۵) بھیجی گئی اور آپ کو اس کا قائد بنایا گیا۔ آپ نے وہاں جا کر ایسی مدلل تقریریں کیں کہ اس تحریک کا خاتمہ ہوگیا اور کئی مسلمان جو مرتد ہوگئے تھے دوبارہ مسلمان ہوگئے اور سینکڑوں ہندو دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے اور آریوں کو شکست ہوئی، جب واپسی پر دارالعلوم دیوبند میں ایک جلسہ میں آپ نے اپنے دورے اور آریوں کے ساتھ مناظرے کی کارگزاری پیش کی تو آپ کے اساتذہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پر بڑا اثر ہوا اور ان حضرات نے دل کھول کر دعائیں دیں اور ۱۳۵۴ھ-۱۹۳۵ء میں ان کی خداداد ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر ان حضرات نے دارالعلوم دیوبند کا شیخ التفسیر بنا دیا (۸۲۶)۔ پھر علم تفسیر کے علاوہ منطق وفلسفہ علم کلام اور اصول فقہ کی مشکل ترین کتابوں کا آپ نے درس دیا۔ آپ کے درس میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی محدثانہ شان اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی متکلمانہ مہارت پائی جاتی تھی۔ ہر بات پر عقلی ونقلی دلائل پیش فرماتے تھے جس سے ایک متعلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی تھیں۔ بعض علمی حلقوں کے مطابق آپ سے ہزاروں تشنگانِ علوم نے استفادہ کیا اور اس زمانہ میں جو شخص بھی معقولات کے بارے میں پوچھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند آتا تو اس کو علامہ شمس الحق افغانیؒ کے پاس بھیجا جاتا اور آپ اس کی پوری تشفی فرما دیتے۔ آپ نے ہندوستان میں رہ کر ہندوؤں اور آریہ پنڈتوں کے ساتھ بہت مناظرے کیے اور ان کو اپنے مدلل جوابات سے خاموش کر دیا اس زمانہ میں آپ کی مشہور تصنیف ’’آئینِ آریہ‘‘ ہے، ان ایام میں آپ نے مولانا اشرف علی تھانویؒ (۸۲۷) سرپرست دارالعلوم دیوبند سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور ان کی صحبت میں رہ کر آپ نے خوب استفادہ کیا۔ یہاں تک کہ اپنے مولانا تھانویؒ کے رنگ میں رنگ گئے انہی کے مسلک ومشرب پر قائم رہے اور آخر دم تک آپ کے معمولات مولانا تھانویؒ کے طریق پر جاری رہے۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے وصال کے بعد آپ نے مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۲۹۸ھ-۱۸۸۰ء-۱۳۸۰ھ-۱۹۶۱ء) (۸۲۸) بانی جامعہ اشرفیہ (۸۲۹) لاہور سے تجدید بیعت کی اور خلافت واجازت حاصل کی۔ (۸۳۰)

مولانا شمس الحق افغانیؒ کی بحیثیت وزیر تعلیم اسلامی اور قومی خدمات:

بعض تجزیہ نویسوں کے مطابق جب آپ دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر تھے تو نواب آف قلات نے اربابِ دارالعلوم کو خط لکھا کہ آپ چند علماء کو ہمارے ہاں بھیج دیں تاکہ ہماری ریاست کے لیے قانون بنا دیں۔ اربابِ دارالعلوم نے مشورہ کیا اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (۸۳۱) اور مولانا شمس الحق افغانیؒ (۸۳۲) کو منتخب کیا۔ یہ دونوں حضرات قلات پہنچے اور وہاں کا دستور اسلامی طریقے پر بنایا جب دستور کو نواب آف قلات نے دیکھا تو حیران ہوگئے اور حضرت قاری طیب قاسمیؒ سے درخواست کی کہ چونکہ اس دستور کو مولانا شمس الحق افغانیؒ نے بنایا ہے تو اس کو چلانے کے لیے مولانا شمس الحق افغانیؒ کو

ہمارے پاس چھوڑ دیں تاکہ یہ بنایا ہوا دستور ریاست میں رائج کریں۔ (۸۳۳)

نواب قلات کو دستور دیکھنے سے پتہ چلا کہ مولانا شمس الحق افغانیؒ کس مقام کے عالم تھے چنانچہ قاری محمد طیب قاسمیؒ نے اکابر دارالعلوم دیوبند سے مشورہ کر کے مولانا شمس الحق افغانیؒ کو قلات میں چھوڑ دیا اور خود دارالعلوم دیوبند واپس چلے گئے۔

آپ کو ریاست قلات کا وزیر تعلیم بنا دیا گیا۔ شاید ہی پاکستان میں اتنی طویل مدت تک کسی نے وزارت کی ہو۔ قلات کے زمانہ قیام میں قضاء اور افتاء کے اصول مرتب کر کے ایک کتاب ''معین القضاۃ والمفتین'' عربی زبان میں لکھی، اس میں فقہ اسلامی کے باریک نکات جمع کیے اور یہ کتاب پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی شہرت پا چکی ہے۔ اس کتاب کی تالیف پر علماء ہند نے آپ کو ایک قرارداد کے ذریعے خراج تحسین پیش کیا اس کے علاوہ آپ نے اردو زبان میں بھی اسلام کے قانون دیوانی کو دفعات کی صورت میں مرتب کیا۔ یہ تالیف بھی علمی اور قانونی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔

قلات میں شرعی قانون نافذ تھا (۸۳۴)۔ ۱۳۷۴ھ-۱۹۵۵ء میں ون یونٹ (۸۳۵) کی وجہ سے اس کا ادغام ہو گیا اور قلات کی عدالتوں کے شرعی فیصلوں کے خلاف ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ (۸۳۶) میں اپیل کرنے کی گنجائش پیدا ہو گئی اور چوں کہ ان کے ارکان قانون شرعی سے واقفیت نہیں رکھتے تھے تو آپ نے دینی حمیت کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا اور اگر استعفیٰ نہ دیتے تو آپ کو بڑی رقم پنشن کے ذریعے سے مل سکتی تھی لیکن آپ کی دینی غیرت نے اسے گوارا نہ کیا۔ (۸۳۷)

قاری ڈاکٹر فیوض الرحمٰن فرماتے ہیں:

۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء میں آپ کو ریاست ہائے متحدہ بلوچستان (۸۳۸) قلات (۸۳۹) کے والی کی طرف سے وزارت تعلیم کی پیش کش کی گئی۔ چنانچہ اکابر دیوبند کے مشورے پر آپ نے یہ پیش کش قبول کر لی اور اسی سال آپ نے قلمدان وزارت سنبھالا۔ آپ کے وزارت میں آنے سے ریاست کے شعبہ ہائے قضا میں جان پڑ گئی۔ تمام تنازعات کا فیصلہ جلد از جلد قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا جانے لگا۔ ریاست کے عوام کو خوشی و اطمینان کی زندگی ملی۔ اس ذمہ دارانہ منصب پر آپ ۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء اور بعد از پاکستان ۱۳۶۶ھ-۱۹۴۷ء سے ۱۳۷۴ھ-۱۹۵۵ء تک پورے گیارہ سال فائز رہے، ان سالوں میں آپ نے قوم و ملت کی جی بھر کر خدمت کی۔ اسی دوران آپ نے قضاء اور افتاء (قاضی کا فتویٰ) کے متعلق فقہ اسلامی سے چیدہ چیدہ اصول منتخب کر کے ایک کتاب ''معین القضاۃ والمفتین'' عربی زبان میں لکھی۔ اور اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا اس میں اسلامی قوانین کو بحوالہ کتب جدید طرز پر بشکل دفعات مرتب کیا اس کتاب پر آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے علماء ہند نے قرارداد کے ذریعے مبارک باد بھیجی جو اخبار ''الجمعیۃ'' اور ''الصدیق'' میں چھپی (۸۴۰)۔ یہ کتاب افغانستان (۸۴۱)، ترکی (۸۴۲)، عراق (۸۴۳)، مصر (۸۴۴)، لبنان (۸۴۵) اور شام (۸۴۶) والوں نے طلب کی اور بغداد شارع الشیخ میں اس کی ایجنسی قائم ہوئی۔ ۱۳۷۴ھ-۱۹۵۵ء میں ون یونٹ بن جانے کے بعد جب کہ مشاہرہ اور منصب بدستور قائم تھا لیکن وزارت کا عہدہ قانوناً ممکن نہ تھا اور شرعی فیصلوں پر ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں اپیل کی گنجائش باقی رہ سکتی تھی اور جس کے ارکان شرعی قانون کی پوری واقفیت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے آپ نے استعفیٰ دے دیا حالاں کہ استعفیٰ نہ دینے کی صورت میں بڑی تنخواہ اور بڑی پنشن سے آپ مستفید ہو سکتے تھے، لیکن آپ نے غیر عالم

دین کے فیصلہ پر حق اپیل دینے کو شان و وقار شریعت کے خلاف سمجھ کر مالی فائدہ کو نظر انداز فرمایا۔ (۸۴۷)

بقول شاعر ؎

اس کے سوا جہاد کے معنی ہیں اور کیا
اسلام کا وقار بڑھاتے ہوئے چلو

مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تحریک پاکستان کے لیے خدمات:

مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں کہ:

”جب سے دنیا کا نظام چل رہا ہے ٹھیک اسی وقت سے حق اور باطل کی آویزش بھی بدستور جاری ہے، کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں حق کے مقابلہ میں باطل یا باطل کو صفحۂ ہستی سے ناپید کرنے کے لیے حق اور حق پرست نہ کھڑے ہوئے ہوں اور جب تک یہ جہان باقی ہے، اس وقت تک یہ سلسلہ جاری ہی رہے گا اور کبھی اختلاف مٹ نہیں سکتا اور تکوینی طور پر بھی اس کی بلاشک کئی حکمتیں اور مصلحتیں ہوں گی۔ ہم کیا اور ان مصالح کی تہ رسی کیا؟ مشہور ہے کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ شاید اسی کی طرف ابراہیم ذوق (۸۴۸) نے اشارہ کیا ہے کہ ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

انگریز کے منحوس دور (۱۶۰۰ء سے ۱۹۴۷ء) میں بعض فرقوں کی طرف سے اکابر علماء دیوبند کو عوام الناس کی نظروں میں (معاذ اللہ) حقیر و ذلیل کرنے کے لیے کئی بے خطا ہتھیار استعمال کیے جاتے تھے اور ان کے خلاف بڑا شور و ہنگامہ برپا کیا جاتا تھا کبھی ان کو اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کی توہین کرنے والے ثابت کیا جاتا تھا۔ (معاذ اللہ) حالانکہ اس بے بنیاد الزام سے ان کا دامن قطعاً پاک تھا اور ہے اور کبھی یہ کہ یہ کانگریسی ہیں اور ہندوؤں کے ہمنوا ہیں حالانکہ ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں ایک وقت تک وہ حضرات بھی کانگریس میں رہے جو بانیانِ پاکستان میں اہم کردار کے مالک ہیں۔ خصوصیت سے قائد اعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) (۸۴۹)، لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) (۸۵۰)، سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) (۸۵۱) اور خان عبدالقیوم خان (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۴۷ء) (۸۵۲) وغیرہ وغیرہ۔

بے شمار اکابر علماء دیوبند میں بھی اول سے آخر تک کانگریس کے مخالف رہے اور مسلم لیگ کے پرزور حامی رہے۔ مثلاً مولانا اشرف علی تھانویؒ (۸۵۳) اور آپ کے تمام خلفاء، مریدین اور عقیدت مند علماء اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، اور آپ کے سینکڑوں شاگرد، علیٰ ہذا القیاس مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۸۵۴)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۸۵۵) (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار) (۸۵۶)، مولانا مفتی محمد حسنؒ (۸۵۷) (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور)، مولانا علامہ شمس الحق افغانیؒ (۸۵۸)، (سابق وزیر معارف قلات و پروفیسر جامعہ اسلامیہ بہاولپور) اور محمد اسحاق مانسہرویؒ (۸۵۹) اور ان کے علاوہ اور بھی کئی بڑے بڑے

علماء جو تن من دھن سے قیام پاکستان کے حامی تھے۔ لہٰذا سب اکابر علماء دیوبند کو پاکستان کا مخالف قرار دے کر یوں دل کی بھڑاس نکالنا بالکل غلط تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کئی سال یہ فتنہ دبا رہا۔ لیکن بعد میں کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ علماء دیوبند نے قیام پاکستان میں کچھ کام نہیں کیا حالانکہ یہ بات حقیقت سے بہت دور ہے۔ (۸۶۰)

مولانا سرفراز خانؒ (۸۶۱) جیسے محقق عالم کی تحریر کے مطابق مولانا تھانویؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سینکڑوں خلفاء و تلامذہ کانگریس کے مخالف اور آل انڈیا مسلم لیگ کے حامی تھے۔ چنانچہ علامہ شمس الحق افغانیؒ بھی مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے سلسلہ کے ایک ممتاز عالم دین ہیں اور ان کو مولانا تھانویؒ سے براہ راست بیعت کا شرف حاصل تھا۔ ساری عمر مولانا تھانویؒ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور مولانا تھانویؒ کے خلیفہ خاص مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۸۶۲) سے خلافت و اجازت بیعت حاصل کی۔ دوسری طرف آپ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور اپنے اساتذہ میں سے آپ علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۸۶۳) اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۸۶۴) سے بہت متاثر تھے اور ان اکابر سے بڑا گہرا ربط و تعلق تھا دارالعلوم دیوبند میں پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں انہیں بزرگوں کے زیر سایہ تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے اور انہی کے سیاسی نظریات کے مطابق دو قومی نظریہ کی تائید و حمایت کرتے رہے۔ تحریک پاکستان میں اپنے استاذ گرامی علامہ عثمانیؒ کے موقف کی مکمل حمایت کی اور انہی کی زیر قیادت جمعیت علمائے اسلام کے پروگراموں میں شامل ہوتے رہے اور تحریر و تقریر کے ذریعے ایک اسلامی مملکت کے قیام کے لیے کوشاں رہے۔ اس سلسلے میں مولانا سید عبدالقادر آزادؒ (۸۶۵) خطیب بادشاہی مسجد لاہور جو کہ آپ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم تھے۔ انہوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حکم پر تحریک پاکستان میں بڑا کام کیا۔ بمبئی (۸۶۶) میں جو جمعیت علمائے اسلام (۸۶۷) کا عظیم اجتماع ہوا تھا جس اجتماع میں مسلم لیگ کی حمایت اور قیام پاکستان کے حق میں پوری قوت اور توانائی سے کام کرنے کا علمائے کرام نے جو عہد کیا تھا وہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں کیا گیا تھا۔ علامہ شبیر عثمانیؒ کی تحریک پاکستان میں حمایت کے اعلان کے بعد ہندوستان کے کل علماء اور مشائخ جو تھے وہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی آواز پر لبیک کہہ کر اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ خود دارالعلوم دیوبند کے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۸۶۸) اور حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ (۸۶۹)، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (۸۷۰) اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (۸۷۱) یہ سب علماء مسلم لیگی ذہن کے تھے (۸۷۲)۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے شاگردوں نے ایک طرف تحریک پاکستان کے لیے کام کیا اور دوسری طرف پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کے تحفظ کے لیے اپنی تصنیف و تالیف میں مصروف رہے تاکہ جب پاکستان بنے تو اس پاکستان کو وہ لٹریچر فراہم کیا جائے، ان کے اپنے شاگردوں نے تقریباً ۵۴ کتابیں اسلام کے نظام پر لکھیں ہیں۔ جب کہ ہماری بڑی بڑی نظریاتی کونسلیں ایک اسلامی دستاویز نہ بنا سکیں جو مکمل اسلام کے نظام پر مشتمل ہو۔ (۸۷۳)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے علامہ افغانیؒ کے خصوصی تعلق کے بارے میں علامہ افغانیؒ کے شاگرد رشید مولانا علی اصغرؒ (۸۷۴) ڈسٹرکٹ خطیب نیلا گنبد لاہور فرماتے ہیں کہ:

”ویسے تو علامہ عثمانیؒ کے بے شمار کارنامے ہیں لیکن میں اپنے استاد مولانا شمس الحق افغانیؒ سے سنی ہوئی ایک بات سناتا ہوں کہ علامہ عثمانیؒ کا ایک عظیم کارنامہ کشمیر کی جنگ کو جہاد قرار دینا ہے (۸۷۵)۔ آپ حضرات کو یہ معلوم ہے کہ جب کشمیر میں جنگ چھڑی تو دنیا میں مختلف قبائل کے لوگ وہاں پہنچے اگرچہ حکومت کی تائید ان کو حاصل تھی لیکن ملک کے بعض طبقے کی طرف سے یہ کہا گیا کہ یہ شرعی جہاد نہیں ہے بظاہر یہ بات اس لیے صحیح معلوم ہوتی تھی کہ کہ قرآن پاک میں ایک حکم ہے کہ جب دو قوموں میں معاہدہ ہو اور جب تک واضح طور پر یہ اعلان نہ کر دیا جائے کہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے جنگ اور لڑائی نہیں لڑی جاسکتی۔ چونکہ نہرو لیاقت معاہدہ (۸۷۶) مشہور تھا اس لیے ایک طبقے کا یہ کہنا تھا کہ نہرو لیاقت معاہدے کی موجودگی میں یہ جنگ کس طرح جہاد قرار دیا جائے گا۔ مجھ کو یہ بات میرے استاد مولانا شمس الحق افغانیؒ نے براہِ راست سنائی۔

مولانا شمس الحق افغانیؒ فرمانے لگے کہ: ”تمہیں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بارے میں کیا کیا بتاؤں، وہ ایک عظیم محدث تھے۔ حدیث کے حافظ اور شارح تھے۔ وہ قرآن پاک کے مفسر تھے اور علم فقہ میں بھی بلند مقام کے مالک تھے۔ تشکیل پاکستان کے سلسلے میں ان کی عظیم خدمات ہیں۔“ (۸۷۷)

مولانا شمس الحق افغانیؒ فرمانے لگے کہ: ”میں علامہ عثمانیؒ کی خدمت میں ہر ماہ دو مرتبہ ضرور آتا تھا۔ ایک دن آیا تو کچھ چیزیں میں نے حضرت کو پیش کیں تو دیکھا کہ حضرت کچھ لکھ رہے ہیں، مجھ سے اٹھ کر ملے اور خوشی سے فرمایا کہ اچھا ہوا شمس الحق آپ آگئے ہیں۔ آپ قاضی اور فقیہ ہیں۔ میں ایک مضمون لکھ رہا ہوں جو لیاقت علی خان نے مانگا ہے اور کل اخبارات میں دینا ہے اس مضمون میں فقہ کی بات تم بتا دو۔“

میں نے کہا، حضرت! کیا مضمون ہے آپ نے کہا وہی کشمیر میں جو جنگ ہو رہی ہے یہ جہاد اسلامی ہے۔ تو میں نے کہا۔ حضرت اب ہمارا معاہدہ نہیں رہا کیوں کہ اقتدار والوں نے خیانت کی ہے اور آپ کو معلوم نہیں ہے کہ نہرو لیاقت معاہدہ میں یہ شامل تھا کہ جوناگڑھ (۸۷۸) اور حیدر آباد (۸۷۹) پر حملہ نہیں کرنا چونکہ ہندوستانی حکومت حملہ کر چکی ہے اب اس بات کا حق نہیں رہا کہ ہم اعلان کریں۔ قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کو اعلان کی ضرورت نہیں یہ جہاد ہے۔

اس پر علامہ عثمانیؒ اٹھے اور میرا ماتھا چوم کر کہا کہ: ”شمس الحق تم نے حق ادا کر دیا ہے اور یہ کہہ کر خوشی کا اظہار کیا۔“

بہرحال اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عثمانیؒ کی نظر میں مولانا افغانیؒ کا کتنا مقام تھا اور استاد کا اپنے شاگرد پر اتنا اعتماد بہت بڑی بات ہے۔ (۸۸۰)

علامہ شمس الحق افغانیؒ کے دینی کارنامے ایک نظر میں:

آپ نے تدریسی و تبلیغی اور ملکی و ملی خدمات کے علاوہ بیرونی اور اندرونی ملک کی عالمی کانفرنسوں میں بھی شرکت فرما کر اسلام کا نام بلند کیا۔ آپ نے موتمر عالم اسلام کوالالمپور (۸۸۱) ملائیشیا (۸۸۲) کانفرنس میں بحیثیت پاکستانی مندوب کے شرکت فرمائی جس میں سارے عالم اسلام سے چیدہ چیدہ علماء شریک تھے۔ آپ نے تعدد ازدواج کے مسئلے پر ایسی محققانہ بحث کی کہ آپ کے دلائل کو عالم اسلام کے علماء نے تسلیم کر لیا اور اس کے علاوہ موتمر عالم اسلامی کانفرنس اسلام

آباد(۸۸۳) میں آپ نے سود(۸۸۴)، بیمہ(۸۸۵)، انشورنس(۸۸۶) کی کمیٹی کے سامنے جب مضبوط دلائل پیش کیے تو عالم اسلام کے علماء عش عش کر اٹھے۔ ان ساری کانفرنسوں کے مدبرانہ دلائل آج بھی عالمی ریکارڈ پر موجود ہیں۔(۸۸۷)

۱۳۷۹ھ-۱۹۶۰ء میں مدارس عربیہ(۸۸۸) کل پاکستان (مغربی و مشرقی) کا اجلاس ہوا جس میں مشرقی و مغربی پاکستان کی چوٹی کے علماء نے شرکت فرمائی۔ اس اجلاس میں علامہ افغانیؒ کو متفقہ طور پر ''وفاق المدارس عربیہ پاکستان'' کا پہلا صدر منتخب کیا گیا اور مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ(۸۸۹) کو نائب صدر اور مولانا مفتی محمودؒ(۸۹۰) کو ناظم مقرر کیا گیا۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ(۸۹۱) اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ(۸۹۲) کے مابین فتووں کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا تو دارالعلوم دیوبند نے ان تمام فتووں پر نظر ثانی کے لیے علامہ افغانیؒ کو مقرر فرمایا۔ علامہ افغانیؒ نے محققانہ نظر ثانی کر کے فیصلہ دے دیا۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت بھارت)(۸۹۳) جیسے بین الاقوامی ادارے میں بحیثیت پہلے صدر مدرس علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ دوسرے صدر مدرس علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور تیسرے صدر مدرس علامہ شمس الحق افغانیؒ کو نامزد کیا گیا جہاں علمی فیض حاصل کرنے والے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ پاکستان میں موجودہ خطیبوں کی اکثریت ان کی شاگردی کے فیض سے فیض یاب ہیں کیوں کہ کوئٹہ(۸۹۴) اکیڈمی میں خطیبوں کو تربیت دی جاتی ہے جہاں پر علامہ افغانیؒ شیخ التفسیر والحدیث کی حیثیت سے فرائض انجام دے چکے ہیں۔(۸۹۵)

نظامِ اسلام کے لیے کوششیں اور خدمات:

علامہ افغانیؒ نے نظام اسلام کے سلسلے میں علامہ سید سلیمان ندویؒ(۸۹۶) اور مفتی محمد شفیعؒ(۸۹۷) کی زیر صدارت ۱۳۷۰ھ-۱۹۵۱ء میں اکتیس علماء(۸۹۸) کے مشہور زمانہ بائیس نکات(۸۹۹) والے اجلاس میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ(۹۰۰) کی دعوت پر شرکت کی۔ یہ تاریخی اجلاس کراچی میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا۔ علماء کا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے اور آج ہر مکتب فکر کے علماء نظام اسلامی کے لیے ان بائیس نکات کو رہنما اصول کے طور پر پیش کرتے ہیں۔(۹۰۱)

کئی بار حکومت پاکستان کی طرف سے اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور آپ نے اسلامی نظام کے لیے بڑی جدوجہد کی تھی۔

ایک مغربی مفکر ''جوزف کرافٹ'' کا مضمون جو اسلام کے لیے عیسائیت کی حمایت میں لکھا گیا اور ہیرالڈ انٹرنیشنل میں ۱۳۹۹ھ-۶ر ستمبر ۱۹۷۸ء کو شائع کیا گیا تھا۔ حکومت پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کو جواب لکھنے کی ہدایت کی۔ کونسل کے ممبران نے جوابی مضامین تحریر کیے لیکن علامہ افغانیؒ کا مضمون کونسل نے متفقہ طور پر جامع مضمون قرار دے کر جوزف کرافٹ کے جواب میں شائع کرایا۔

اہلِ علم اور علمی حلقوں کے نزدیک آپ کی ان اسلامی و دینی خدمات کو دیکھتے ہوئے سابق صدر محمد ایوب خان (۹۰۲) نے ۱۳۸۶ھ۔ ۱۴/اگست ۱۹۶۶ء کو علامہ افغانیؒ کو تمغۂ امتیاز پیش کیا اور پھر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق (۹۰۳) نے ۱۴۰۰ھ۔ ۱۴/اگست ۱۹۸۰ء میں ستارۂ امتیاز پیش کیا۔ اس سے قبل پشاور یونیورسٹی (۹۰۴) نے ۱۳۹۸ھ۔ ۹ ستمبر ۱۹۷۸ء کو ایک اعزازی ڈگری دی۔ بہرحال آپ اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ، قناعت اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اسلاف دیوبند کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ برصغیر میں علم حدیث و تفسیر اور فقہ اسلامی کی خدمت کرنے والے اکابر میں آپ کا نام نامی ہمیشہ یاد رہے گا۔ (۹۰۵)

تصانیف و تالیف:

درس و تدریس اور تبلیغ دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ آپ نے بہت سی علمی تصانیف بھی تالیف کی تھیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ''معین القضاۃ والمفتین'' اس میں قضاء و افتاء سے متعلقہ فقہ اسلامی سے چیدہ چیدہ اصول منتخب کیے گئے ہیں۔ (۲) ''شرح ضابطہ دیوانی اردو'' اس میں اسلامی فقہ کے تمام دیوانی قوانین دفعات کی صورت میں جمع کیے گئے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مکتبہ صدیقیہ ملتان سے شائع ہوئیں۔ (۳) علوم القرآن اردو۔ یہ قرآن مجید کی اہم مباحث پر مشتمل ہے اور پشاور یونیورسٹی کے ایم اے اسلامیات کے نصاب میں شامل ہے۔ مدرسہ فاروقیہ بہاولپور نے طبع کی ہے (۹۰۶)۔ (۴) سوشلزم اور اسلام اردو (۵) اسلام دینِ فطرت ہے۔ (۶) اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ (۷) سرمایہ دارانہ اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے (۸) عالمی مشکلات اور ان کا قرآنی حل (۹) مدارس کا معاشرہ پر اثر (۱۰) ترقی اور اسلام (۱۱) معدن السرور فی فتویٰ بہاولپور (۱۲) متنازعہ مسائل کا حقیقی حل (۱۳) آئینہ آریہ (۱۴) تصوف اور تعمیر کردار (۱۵) اسلامی جہاد (۱۶) احکام القرآن (۱۷) کمیونزم اور اسلام (۱۸) مفردات القرآن (۱۹) مشکلات القرآن (۲۰) حقیقت زماں و مکان (۲۱) تنقیح الھدی علی جامع الترمذی وغیرہ وغیرہ ان کے علاوہ ملک کے رسائل و اخبارات میں آپ کے سینکڑوں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ (۹۰۷)

وفات

آپ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۴/جون ۱۹۸۳ء کو جامع اسلامیہ بہاولپور (۹۰۸) سے بوجہ ضعیف و بیماری کے استعفیٰ دے کر اپنے آبائی وطن ترنگ زئی تحصیل چارسدہ (۹۰۹) میں مقیم ہو گئے اور تا آخر حیات باوجود ضعف و علالت کے اپنے خطبات کے ذریعے عوام کی اصلاح کرتے رہے اور آخر کار ۶ ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۶/اگست ۱۹۸۳ء کو یہ مردِ حق اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (۹۱۰)

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۱۷ھ-۱۹۰۰ء

تاریخ وفات: ۱۳۹۴ھ-۱۹۷۴ء

ولادت، نام ونسب اور خاندان:

آپ کا آبائی وطن یوپی (۹۱۱) کا مردم خیز قصبہ کاندھلہ (۹۱۲)، ضلع مظفر نگر ہے (۹۱۳)۔ آپ کے والد محمد اسماعیلؒ (۹۱۴) بھوپال میں محکمہ جنگلات کے مہتمم تھے۔ وہیں ۱۳۱۷ھ-۱۹۰۰ء میں آپ کی ولادت ہوئی (۹۱۵)۔ والد کی طرف سے صدیقی (۹۱۶) اور والدہ کی طرف سے فاروقی ہیں (۹۱۷)۔ آپ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا، مولانا رومؒ (۹۱۸) کے خاتم جناب مفتی الٰہی بخشؒ (۹۱۹) اور مولانا فخر الدین رازیؒ (۹۲۰) آپ کے اجداء ہیں۔ (۹۲۱)

ابتدائی تعلیم:

مولانا محمد میاں صدیقیؒ (۹۲۲) کی روایت کے مطابق ۹ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی دینی تعلیم مولانا اشرف علی تھانویؒ (۹۲۳) کی زیر نگرانی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون (۹۲۴) میں حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم:

اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور (۹۲۵) میں داخلہ لیا۔ باقی ماندہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ۱۳۳۶ھ-۱۹۱۷ء میں مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ (۹۲۶) اور مولانا حافظ محمد عبداللطیفؒ (۹۲۷) سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر انیس (۱۹) سال تھی۔ (۹۲۸)

مظاہر العلوم سہارنپور (۹۲۹) سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور وہاں ۱۳۳۷ھ-۱۹۱۸ء میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے دوبارہ دورۂ حدیث پڑھ کر دورۂ سند حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں انور شاہ کشمیریؒ (۹۳۰) کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۹۳۱) مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ (۹۳۲) اور مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ (۹۳۳) بھی شامل ہیں۔ (۹۳۴)

تدریسی خدمات:

فراغت دارالعلوم دیوبند کے بعد مدرسہ امینہ (۹۳۵) سید دہلی (۹۳۶) میں تدریس کا آغاز کیا۔ پھر ۱۳۳۸ھ-۱۹۱۹ء تک اعلیٰ تدریسی

خدمات انجام دیں۔ آپ کے فرزند مولانا محمد میاںؒ (۹۳۷) نے لکھا ہے کہ ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا سب سے پہلے مدرسہ ''امینیہ دہلی'' سے تعلق قائم ہوا لیکن وہاں صرف ایک سال رہے۔ آئندہ سال دارالعلوم کی کشش آپ کو دیوبند کھینچ لائی۔''

''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' (از قاری محمد طیب) دارالعلوم دیوبند میں آپ کی تدریس ابتدائی سال ۱۳۳۸ھ لکھا گیا ہے (۹۳۸) اور تقویم تاریخی، از عبدالقدوس ہاشمی کے مطابق ۱۳۳۸ھ عیسوی سال ۱۹۱۹ء و ۱۹۲۰ء تھا (۹۳۹)۔ اس لیے ان کا ۱۹۲۱ء کو مدرسہ امینیہ میں آپ کی تدریسی سال کا آغاز لکھنا تاریخی طور پر درست نہیں ہے۔ (۹۴۰)

حیدرآباد دکن کا سفر اور قیام:

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (۹۴۱) آپ کے دارالعلوم دیوبند کو چھوڑ کر حیدرآباد دکن (۹۴۲) جانے کی وجہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

۱۳۴۶ھ۔ ۱۹۲۷ء میں دارالعلوم سے شاہ صاحبؒ نے استعفیٰ دیا اس لیے مرحوم (مولانا محمد ادریسؒ) کو یہ پسند نہ تھا کہ وہاں اپنے تدریسی شغل کو جاری رکھیں۔ مولانا حبیب الرحمٰنؒ (۹۴۳) سے تعلقات تھے ان کو بھی ناراض کرنا مشکل تھا۔ اس لیے دارالعلوم کو خیرباد کہہ کر حیدرآباد دکن جا کر وکیل فیض الدین کے ہاں اقامت پذیر ہوئے۔ وکیل فیض الدین کو بڑا علمی ذوق تھا۔ بڑا عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا فیض الدین (۹۴۴) کے قیام کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر انہوں نے صحیح بخاری کا درس لینا شروع کر دیا اور یک صد ماہوار مشاہرہ بھی مقرر کیا۔ فیض الدین کو یہ فرصت کے لمحات بڑے مغتنم مل گئے۔ تمام رات ''فتح الباری'' کا مطالعہ کرتے تھے اور جتنی ''فتح الباری'' مطالعہ کی اتنی ہی سبق پڑھا دیا کرتے تھے اور کچھ تصنیفی کاموں کے لیے بھی فرصت مل گئی۔ اسی دوران حج بیت اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا اور وکیل فیض الدین کی رفاقت میں سفر کیا گیا۔ حج ادا کرنے سے پہلے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں بہ قصد بیعت تشریف لائے۔ دیوبند پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت امام العصرؒ تبدیلی آب و ہوا کے لیے بجنور تشریف لے گئے ہیں۔ بہت ہی بے چینی سے بجنور پہنچے۔ حضرت امام العصر شاہ صاحبؒ کا قیام مولانا مشیت اللہ بجنوریؒ کے ہاں تھا۔ یہ ماہِ شوال کے آخر ۱۳۴۶ھ۔ ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے۔''

اس اقتباس سے حیدرآباد جانے کی وجہ بھی معلوم ہوئی۔ حیدرآباد دکن کے مشاغل کا علم ہوا نیز آپ کی بیعت کا بھی علم ہوا۔ آپ کی پہلی بیعت کا بھی علم ہوا۔ (۹۴۵)

آپ نے ''التعلیق الصبیح'' عربی شرح ''مشکوٰۃ المصابیح'' لکھی اور دمشق سے اس کی اشاعت کرائی۔

اس کی چار جلدیں طبع کرائیں۔ ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۵۷ھ تک آپ کا قیام حیدرآباد دکن میں رہا۔

۱۳۵۸ھ۔ ۱۹۳۹ء میں آپ نے دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں مسند درس کو رونق بخشی۔ (۹۴۶)

اور یہ سلسلہ ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۹ء تک جاری رہا۔ اسی سال ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں آپ پاکستان تشریف لے آئے (۹۴۷)۔ یہاں امیر ریاست بہاولپور کی دعوت پر بطور شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور تشریف لے گئے۔ وہاں تقریباً دو

سال تک آپ نے تدریس کی۔ (۹۴۸)۔

جامعہ اشرفیہ میں تدریسی خدمات:

"لاہور (۹۴۹) میں مولانا مفتی محمد حسنؒ (۹۵۰) خاص کر مولانا اشرف علی تھانویؒ (۹۵۱) سعی و کاوش سے جامعہ اشرفیہ (۹۵۲) کے نام سے ایک دینی درس گاہ کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ تقسیم ہند اور خونی ہنگاموں اور واقعات نے علم و حکمت کے جن موتیوں کو بکھیر دیا تھا مفتی انہیں سمیٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۹۵۳)، جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کی خاطر لاہور تشریف لائے اور مفتی صاحب کی نگاہِ انتخاب نے ان کو چن لیا۔ مفتی صاحب نے مولانا سے فرمایا "میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں۔" مولانا نے بلا تامل جواب دیا کہ "حضرت! خدمت دین کی خاطر مجھے منظور ہے۔"

مولانا کو احساس تھا کہ جامعہ عباسیہ سے وابستگی کی صورت میں شاید خدمت دین کا حق ادا نہ ہو سکے، اس لیے ان تمام مادی منافع سے قطع نظر کر لی جو سرکاری ملازمت سے وابستہ تھے۔ چنانچہ لاہور چلے آئے اور زندگی کے آخری لمحہ تک جامعہ اشرفیہ سے وابستہ رہے۔"

اس چوبیس سالہ عرصۂ تدریس میں بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں طلباء نے آپ سے درس حدیث لیا اور فراغت کے بعد آج خود اپنی اپنی جگہ درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ (۹۵۴)

تبلیغی خدمات:

یوں تو ملک بھر میں آپ نے تبلیغی فرائض انجام دیے۔ بڑے بڑے شہروں میں بلائے جاتے اور تبلیغ دین کی غرض سے شمولیت فرماتے۔ لیکن آپ کی تبلیغ اور دعوت و ارشاد کا اصل مرکز نیلا گنبد رہا (۹۵۵)۔ جامع مسجد نیلا گنبد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے کا معمول تھا۔ اس مسجد میں ممتاز وکلاء، مصنف اور بڑے بڑے ذمہ دار افسر خطبہ جمعہ سننے کے لیے آتے اور آپ کی درس سے اپنے اذہان وقلوب کو ایمان کی حرارت اور روشنی عطا کرتے تھے۔ آپ کے بعض خطبات جمعہ کتابچوں کی صورت میں شائع بھی ہوئے ہیں۔ (۹۵۶)

مرزائیت وعیسائیت کے خلاف اقدامات:

آپ کی تصنیفی وتالیفی زندگی کا عرصہ نصف صدی سے بھی زائد پر پھیلا ہوا ہے۔ اس پورے عرصے میں دو قسم کی کتابیں اور رسائل تصنیف وتالیف کیے ایک وہ جو مثبت انداز میں تھے اور دوسرے وہ جن سے براہ راست کسی نظریے کا رد کرنا مقصود تھا۔ جن غلط اور باطل نظریات کے رد میں سب سے زیادہ کتابیں، رسائل اور مضامین لکھے وہ قادیانیت، عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث اور انکار حدیث ہیں۔ عیسائی اور قادیانی مذہب کے رد کی سعادت آپ کو نوجوانی ہی سے ملی۔ ۱۹۲۱ء میں دار العلوم دیوبند (۱۳۳۹ھ) میں دار العلوم دیوبند میں مدرس ہوئے۔ قادیانی فتنہ اس وقت اپنی زندگی کے ابتدائی مگر انتہائی خطرناک

مراحل میں داخل ہو چکا تھا برصغیر کے بھی علماء اس فتنہ ارتداد کے مقابلے اور سد باب کے لیے سینہ سپر تھے۔ ہر طرف تحریر، تقریر اور مناظروں کا ہنگامہ بپا تھا۔ عیسائی حکومت برسر اقتدار تھی اور وہ بھی ایسی حکومت جس کی قادیانیوں کو مکمل حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ علماء حق قادیانیوں سے مناظرے ہی کر سکتے تھے۔ ان کے کفریہ عقائد کا تحریری اور تقریری طور پر دلائل و براہین سے رد ہی ممکن تھا۔ چنانچہ علماء نے اس ضمن میں اپنا فرض بخوبی ادا کیا اور خاص طور پر دہلی، یوپی اور پنجاب کے علماء نے امت مسلمہ کو عہد حاضر کے اس فتنہ کبریٰ سے بچانے کے لیے اپنی تمام تر علمی فکری اور عملی صلاحیتوں سے کام لیا اپنے قابل فخر اساتذہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کے ہمراہ کئی بار قادیان، فیروز پور، گورداسپور اور لاہور آنا ہوا اور ایسی ایمان افروز تقریریں کیں کہ استادوں کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ:

دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تدریس کے دوران اکابر دارالعلوم کے ایک وفد نے جس کی قیادت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرما رہے تھے۔ عام مسلمانوں میں قادیانی دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ملک کا دورہ کرنا تجویز کیا۔ اس دورے میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور احقر کو حضرت شاہؒ کا ہمسفر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی زمانے میں یہ طے ہوا کہ ہر سال ایک جلسہ خود قادیان میں کیا جائے۔ جس میں مرزا کے اوہام باطلہ کی تردید خود ان کے مرکز میں جا کر کی جائے۔ ان جلسوں میں بھی حضرات اکابر کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں کو شریک رہنے کا موقع ملا۔ فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تو مناظرے کے لیے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا سید مرتضیٰ حسنؒ کی سرکردگی میں ہم تینوں رفیق سفر رہے خود مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی پہنچ گئے۔ تین روز یہ مناظرہ جاری رہا۔ حضرت شاہؒ کی خاص توجہ اور کوشش نے چند سال میں ایسا کر دیا تھا کہ علمی اعتبار سے مرزا صاحب اور قادیانیت نے دم توڑ دیا اور یہ لوگ مناظرے، مباہلے کا نام چھوڑ کر زیر زمین سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ (ص ۹)

قادیانیوں کے خلاف باقاعدہ تحریری جہاد کا آغاز ۱۳۴۲ھ۔۱۹۲۳ء سے ”کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر کیا۔

فتنہ مرزائیت کی سرکوبی:

بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق ”اس دور پرفتن میں ہر طرف سے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنے کا بانی خبطی مرزا غلام احمد قادیانی ہے اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مثیل مسیح ہونے کا۔ پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا اور اپنی مسیحیت کی دھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا۔ اور ان کے رفع الی السماء کو محال قرار دیا اور صدہا اوراق اس بارے میں سیاہ کیے۔ علماء اہلسنت والجماعت نے رد مرزائیت پر عموماً اور حیات عیسیٰ پر خصوصاً مفصل، مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں۔ اور بارگاہ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ ۱۳۴۲ھ۔۱۹۲۳ء میں

اس ناچیز اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ ''کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ'' کے نام سے لکھا تھا۔

ارض پاک پر قدم بوسی:

تقسیم ہندوستان کے بعد جب پاکستان میں تشریف لے آئے تو یہاں بھی امت مسلمہ کو اس فتنے کا سامنا تھا۔ ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲ء کے آخر میں قادیانیت کے خلاف علماء حق کی جدوجہد نے ایک تحریک کی صورت اختیار کرلی۔ اس وقت حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ بقید حیات تھے۔ جامع مسجد نیلا گنبد میں زیادہ تر جمعہ کے روز مفتی مولانا محمد حسنؒ تقریر فرمایا کرتے تھے کبھی کبھی جامع مسجد نیلا گنبد میں مولانا کاندھلویؒ کی تقاریر ہوئیں اور ملک کے مختلف حصول میں جو جلسے منعقد ہوئے وہاں تشریف لے جاتے اور قادیانیت کے خلاف بصیرت افروز تقریریں کرتے۔ ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء کے آغاز میں جب بہت سے علماء تحریک ختم نبوت کی پاداش میں دارورسن کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے۔ آپ تحریری وتقریری جہاد میں معروف تھے۔ فروری ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء کا ایک جمعہ تھا۔ شہر لاہور میں ہر طرف ہنگامہ بپا تھا۔ نیلا گنبد چوک میں آگ لگی ہوئی تھی۔ جامعہ کی گلی میں بعض شرپسند اپنے گھروں کے دروازوں سے گولیاں برسا رہے تھے اور کسی کو باہر جانے کی ہمت نہ ہورہی تھی۔ مفتی محمد حسنؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد نیلا گنبد گئے اور قادیانیت ہی کے خلاف پرزور تقریریں کیں۔

مرزائیت وقادیانیت کے خلاف تحریری وتقریری جدوجہد:

جس طرح ابتدائے عمر سے قادیانیوں کے خلاف تحریر اور تقریر کے ذریعے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے اسی طرح زندگی بھر عیسائیوں کے خلاف بھی سرگرم عمل رہے۔ عیسائیوں کے عقائد کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں۔ خاص طور سے ان موضوعات پر بہت زور دیا۔ عقیدۂ توحید کا رد، عیسائیوں نے اسلام پر یا حضور اقدس ﷺ پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کا جواب اور اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ اسلام کے محاسن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف تحریری جہاد کا آغاز ''کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ'' لکھ کر کیا اور یہ کتاب اگر ایک طرف قادیانیوں کے رد میں لکھی گئی تو دوسری طرف اس سے عیسائیوں کا بھی رد مقصود تھا کیوں کہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ ''کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ'' کتاب کے بعد ''احسن الحدیث فی ابطال التثلیث'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ اس میں عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث اور الوہیت عیسیٰ کے عقیدہ کا رد کیا اور اسلام کے عقیدہ توحید پر ایسے مدلل انداز میں بحث کی کہ جواب کی کوئی راہ باقی نہ چھوڑی۔ حتیٰ کہ توریت، زبور اور انجیل سے عقیدۂ توحید کو ثابت کیا۔

کراچی سے ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء میں اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی مکتبہ یقین انٹرنیشنل کراچی نے شائع کیا ہے۔ دعوت اسلام، اسلام اور نصرانیت، پیام اسلام مسیحی اقوام کے نام۔ بشائر النبیین، یہ سب رسائل وکتب عیسائیوں کے رد میں ہیں۔ مولانا کاندھلویؒ نے جہاں قادیانیت وعیسائیت کا رد کیا وہاں دوسرے بہت سے باطل فرقوں اور نظریات کے رد میں بھی تحریر و

تقریر کے ذریعے خدمت انجام دی۔ جبریہ وقدریہ کا رد، دہریہ کا رد، شیعیت کا رد، آپ کا زندگی بھر مشن رہا اور ان باطل فرقوں کے خلاف بہت سی کتابیں ورسائل اور مضامین لکھے۔ ان کے علاوہ فتنۂ انکار حدیث کے خلاف بھی تحریری وتقریری جہاد کیا۔ دوسرے شہروں کے علاوہ جامعہ اشرفیہ لاہور اور جامعہ خیرالمدارس ملتان کے سالانہ جلسوں میں جب کہ پنجاب کے اکثر اضلاع کے لوگ جمع ہوتے تھے آپ نے اس موضوع پر انتہائی مدلل اور مفصل تقریریں کی ہیں اور فتنۂ انکار حدیث کے رد میں کئی رسائل لکھے اور بہت سے مضامین شائع کرائے۔ (۹۵۸)

تحریک پاکستان میں شمولیت اور سیاسی کردار وخدمات:

مارچ ۱۳۵۹ھ۔۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی اور اس کے بعد پورے برصغیر میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک قائم کرنے کی تحریک شروع ہوگئی۔ ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء تک اس تحریک نے ہمہ گیر صورت اختیار کرلی اور آسام سے لے کر درۂ خیبر تک ہر صوبے میں یہ تحریک عروج پر پہنچ گئی۔ ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء ہی میں کلکتہ میں مسلم لیگ کی حمایت کے لیے برصغیر کے ان تمام علماء ومشائخ نے مل کر جمعیت علمائے اسلام کے نام سے ایک جماعت قائم کی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو صدر منتخب کیا گیا اور اس طرح برصغیر کے وہ تمام علماء جو کانگریس کے نظریۂ متحدہ قومیت کے خلاف اور دو قومی نظریے کے قائل تھے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند بھی اپنے مولانا تھانویؒ اور اپنے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طرح دوقومی نظریے کے زبردست حامی اور علمبردار تھے۔ اس وقت دارالعلوم دیوبند کے ماحول پر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کا زیادہ اثر تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اکثر اساتذہ اور طلبہ مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کے حامی تھے اور صورت حال ایسی تھی کہ کھل کر مسلم لیگ، قائداعظم محمد علی جناح اور دوقومی نظریے کی بات کرنا بہت مشکل مرحلہ بن گیا تھا، لیکن مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ برملا ایک قومی نظریے کی تردید اور دوقومی نظریے کی حمایت کرتے، دوران درس کئی بار مولانا ابوالکلام آزادؒ کا رد کیا۔ عام مجالس اور تحریر وتقریر کے علاوہ درس میں بھی جب کفار سے جہاد وقتال کی آیات آئیں تو ایک قومی نظریے کا خوب کھل کر رد کرتے۔

اسلامی نظریہ کا دفاع:

مولانا ادریس کاندھلویؒ نے دونوں نظریہ پر کھل کر کام کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے مستقل دو کتابیں ''دستور اسلام'' اور ''نظام اسلام'' اسی موضوع پر لکھیں حتیٰ کہ ''معارف القرآن اور سیرت مصطفیٰ'' میں بہت سے مقامات پر مختلف آیات کی تفسیر کے ذیل میں ایک قومی نظریے کی تردید کی۔ سیرت المصطفیٰ میں جہاد کے موضوع پر بہت طویل کلام کیا ہے اور جہاد کی حقیقت اور غرض بیان کی ہے۔ سیرت عقلی انداز میں ایک قومی نظریے کا رد اس طرح کیا ہے۔

”میرے دوستو! اور عزیزو، قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے۔ بت پرستی کے بعد قوم پرستی اور وطن پرستی کا درجہ ہے۔ مسلمانوں کو اپنا بھائی اور کافروں کو اپنا دشمن سمجھو۔ قوم پرستوں کا یہ کہنا کہ ایک وطن اور ایک ملک کے باشندے ایک قوم ہیں یہ ان کا محض ایک مغالطہ اور دھوکا ہے۔ اس گروہ کا ایک خاص نظریہ اور خاص عقیدہ ہے، جو شخص اس عقیدے اور نظریے میں ان کا موافق اور ہم خیال ہے، وہ ان کا دوست ہے، اگرچہ وہ دوسرے ملک اور دوسرے وطن کا باشندہ ہو اور جو شخص اس نظریے اور اس عقیدے میں ان کا مخالف ہو وہ ان کا دشمن ہے۔ اگرچہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو۔“

مولانا کاندھلویؒ نے اہلسنت والجماعت کے عقائد پر ایک مفصل کتاب ”عقائد الاسلام“ کے نام سے تالیف کی، جس کے آخر میں ایک قومی اور دو قومی نظریے کو خالص قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھا اور اس کا تجزیہ کیا ہے، اس کے علاوہ کئی رسائل اور مضامین بڑے عالمانہ انداز میں دو قومی نظریے کی وضاحت پر لکھے ہیں، ایک رسالہ جس کا عنوان ”دو قومی نظریہ اور اسلامی مملکت کا قیام وبقاء“ ہے۔ اس میں دو قومی نظریے کے ثبوت میں مدلل اور جامع کلام کیا ہے۔“

تحریک پاکستان اور کاروان عثمانیؒ کے معاصرین:

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے صاحبزادے مولانا محمد میاں صدیقیؒ لکھتے ہیں:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے شاگرد ہونے کے علاوہ قدرت نے ان سے خاندانی رشتے بھی قائم کر دیے اور پھر مولانا کاندھلویؒ کو تحریک پاکستان میں علامہ عثمانیؒ کی رائے اور نظریات سے کامل اتفاق تھا۔ ہمیشہ اپنی ذاتی اور علمی مجلسوں میں نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریے کی زبردست تبلیغ کرتے رہے ہمیشہ یہی فرماتے کہ: ”مجھے سب سے زیادہ بغض ہندو سے ہے۔“

”کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی ہندو مسلم اتحاد کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے اور نظریۂ پاکستان سے والہانہ عشق رکھتے تھے۔“

۱۹۴۷ء کے اوائل میں دیوبند میں مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ ہوا۔ سردار عبدالرب نشتر اس میں شرکت کے لیے دیوبند آئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سردار عبدالرب نشتر کے اعزاز میں ضلع کے مسلم لیگی زعماء کی دعوت کی جس میں مولانا کاندھلویؒ بھی شریک تھے۔

آپ ابتداء ہی سے تحریک پاکستان سے وابستہ رہے تھے اور اپنے معاصر اکابر علماء دیوبند مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک پاکستان کے لیے عظیم خدمات انجام دیتے رہے اور بڑی شد ومد کے ساتھ دو قومی نظریے کی حمایت کرتے رہے۔ (۹۵۹)

دستور اسلامی کی تدوین وتیاری میں آپ کا کردار:

ان اکابر علماء دیوبند کی سعی وکاوش کے نتیجے میں ۱۳۶۶ھ۔ ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی

مملکت کا رنگ ابھرا۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوؤں اور سکھوں نے جس دہشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا اور تاریخ کے صفحات میں جس خونی باب کا اضافہ کیا، اس نے وقتی طور پر مسلمانوں کے فکر و ذہن کو مفلوج کر دیا لیکن جب سات آٹھ ماہ گزرے اور مسلمانوں کو کچھ ہوش آیا تو انہیں فکر ہوئی کہ جس غرض کے لیے پاکستان بنایا تھا، جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں نے جان و مال کی قربانی دی، ہزاروں خاندانوں کی بربادی برداشت کی گئی، اب اس مقصد کو بروئے کار لایا جائے، وہ مقصد یہ تھا کہ پاکستان کا دستور قرآن وسنت کی اساس پر قائم ہو۔ اس مملکت خداداد کے کروڑوں مسلمان اسلامی نظام کی برکات کا مشاہدہ کریں۔ اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں اور اس دور کی بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نشان راہ بن سکیں۔ اس جدوجہد کا آغاز سب سے پہلے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کیا جو تحریک پاکستان میں قائداعظم کے دست و بازو تھے اور جنہیں بانیان پاکستان میں سب سے زیادہ بلند مقام حاصل تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے چند اہل علم و دانش کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کرنے کے لیے ایک خاکہ تیار کیا جائے جو دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ باہمی مشورے سے اس کام کی انجام دہی کے لیے چار علماء کے نام تجویز ہوئے:

(۱) علامہ سید سلیمان ندویؒ (۲) مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۳) مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ (۴) ڈاکٹر حمید اللہ (حیدرآبادی)، لیکن اتفاق سے اس وقت ان میں سے کوئی بھی پاکستان میں موجود نہ تھا سب کے سب بھارت میں تھے۔ ان علماء کو پاکستان آنے کی دعوت دی گئی۔ تین ماہ کے مختصر عرصے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر ہدایت ان علماء نے دستوری خاکہ مرتب کیا۔ ان علمائے کرام اور ارکان دستوریہ کے درمیان اسلامی آئین کے ضامن صرف قائداعظم محمد علی جناح ہی تھے۔ انہوں نے اگرچہ اپنی ایک ملاقات میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفیق خاص مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ: ”میں پاکستان کے مقدمے میں مسلمانوں کا وکیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقدمے میں کامیاب کیا۔ انہیں پاکستان مل گیا۔ میرا کام ختم ہوا، اب مسلمانوں کی اکثریت و جمہوریت کو اختیار حاصل ہے کہ جس طرح کا چاہے نظام قائم کرے اور چونکہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں نظام اسلامی قائم ہو۔“ (۹۶۰)

قائداعظم سے علماء کی توقعات:

عوام اور علماء دونوں کی امیدیں قائداعظم محمد علی جناح سے وابستہ تھیں، مگر قدرت کو پاکستانی مسلمانوں کا ایک اور امتحان مقصود تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کے دستور کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے جو ابتدائی کام کیا تھا اس کو شدید دھچکا لگا لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء اس حادثے سے تھک ہار کر نہیں بیٹھے۔ انہوں نے اپنا وطن گھربار اور عزیز و اقارب، ذاتی اغراض کی خاطر نہیں چھوڑے تھے، وہ اس ملک میں اسی دستور اور اسی نظام کو سربلند دیکھنا چاہتے تھے جس کے نام پر یہ بنا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دستور ساز اسمبلی میں اس

ارادے کے ساتھ داخل ہوئے تھے کہ اپنی قدرت کی حد تک اسلامی دستور کے لیے کوشش کریں گے۔ ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ ارباب اقتدار کے مایوس کن طرز عمل کے خلاف احتجاجاً مستعفی ہو جائیں۔ ایوان اقتدار میں جو لوگ ہر گھڑی اسلام کا نام لیتے تھے مگر زیر زمین ان کی کوششیں یہ تھیں کہ اسلام کو ملکی، سیاسی اور عملی زندگی میں آنے سے روکا جائے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طبع زیرک ان سیاست دانوں کے تیور بھانپ گئی تھی ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے ۹۔۱۰ فروری ۱۹۴۹ء کو ڈھاکہ میں جمعیت علمائے اسلام کی ایک کانفرنس بلائی گئی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بصیرت افروز خطبۂ صدارت پڑھا اور ارباب حکومت کے عزائم سے پردہ اٹھایا۔

قرارداد مقاصد کی منظوری میں لیاقت علی خان اور علامہ عثمانیؒ کا کردار و جدوجہد:

لیاقت علی خان وزیر اعظم تھے۔ علامہ عثمانیؒ کو عوام میں جو بے پناہ مقبولیت اور مرکزیت حاصل تھی، انہیں اپنے الیکشن میں اس کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا خدا نے انہیں ایسا سحر آفریں انداز خطابت عطا کیا تھا کہ لاکھوں کے مجمع میں آگ لگا دیتے تھے۔ لیاقت علی خان نے اندازہ لگایا کہ اگر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بگڑ گئے، تو ملک میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا، جسے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا اور خود علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اسمبلی کو یہ چیلنج کیا کہ آپ کھل کر انکار کر دیں کہ ہم اسلامی دستور نہیں بنانا چاہتے، میں اسمبلی سے استعفیٰ دوں گا اور مسلمانوں کو بتاؤں گا کہ تمہیں دھوکہ دیا گیا ہے۔“

یہ صورت حال دیکھ کر لیاقت علی خان نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کرنے کی درخواست کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کی درخواست پر قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کیا۔ جو مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع تھا۔ ارباب اقتدار کی بحث و تمحیص کے بعد ۱۲ مارچ ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی نے معمولی ترمیمات کے ساتھ پاس کیا۔ (۹۶۱)

قرارداد مقاصد کی منظوری علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ایسا کارنامہ تھا جو تاریخ پاکستان میں سنہری حروف سے لکھا گیا، مگر یہ ملک کی بدقسمتی تھی کہ قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد علامہ عثمانیؒ زیادہ دیر اس دنیا میں نہ رہ سکے کہ ان کی مسائی سے دستور اسلامی کی تدوین کے اگلے مراحل طے ہوتے۔ ابھی بنیادی اصول پر غور و فکر جاری تھا کہ علامہ صاحب کی صحت خراب ہو گئی اور ۱۳ دسمبر ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء کو آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ (۹۶۲)

قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد پاکستان کا دستور کتاب و سنت کے مطابق بنانا لازمی ہو گیا۔ اس عظیم کام کے لیے ماہرین کی ضرورت تھی۔ علامہ عثمانیؒ نے ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء میں جس بورڈ کی تجویز پیش کی تھی، ارباب حل و اقتدار نے اس کی منظوری دے دی۔ بورڈ کی صدارت کے لیے نظر انتخاب قدیم و جدید علوم کے جامع اور مولانا تھانویؒ کے خلیفۂ خاص علامہ سید سلیمان ندویؒ پر پڑی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ اس وقت بھوپال میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدے پر فائز تھے لیاقت علی خان نے مولانا سید سلیمان ندویؒ سے خط و کتابت شروع کی۔ اسی سال وزیر داخلہ خواجہ شہاب الدین حج کے موقع

پر خیر سگالی وفد لے کر حجاز گئے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ بھی بھارت سے حج کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے۔ خواجہ صاحب نے وہاں مولانا سید سلیمان ندویؒ سے متعدد ملاقاتیں کیں مگر ان کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ بالآخر لیاقت علی خان نے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو مولانا سید سلیمان ندویؒ کو پاکستان آنے اور تعلیمات اسلامی بورڈ کی صدارت قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے بھوپال بھیجا۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اس اہم مشن پر بھوپال گئے اور آپ نے مولانا سید سلیمان ندویؒ کو پاکستان میں دستور اسلامی کی تدوین میں تعاون کرنے بلکہ اس کی نگرانی و سرپرستی قبول کرنے پر آمادہ کر لیا اور مولانا سید سلیمان ندویؒ ۱۳۷۰ھ۔ جون ۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے آئے۔ لیاقت علی خان نے مروجہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے ایک "لاکمیشن" مقرر کیا۔

علماء کا کراچی میں اجتماع:

جسٹس رشید، جسٹس میمن اور مولانا سید سلیمان ندویؒ رکن منتخب ہوئے ماہر فقہ اسلامی کی حیثیت سے مفتی محمد شفیعؒ کو بھی کمیشن کا رکن بنایا گیا۔ لیکن بورڈ کی رپورٹ اور سفارشات ارباب اقتدار کی طبع نازک پر گراں گزریں انہوں نے اسے راز سربستہ بنا دیا اور اتنی بھی زحمت گوارا نہ کی کہ گل نہ سہی کم سے کم عوام کی آگاہی کے لیے اس رپورٹ ہی کو شائع کر دیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی علماء کو یہ بھی طعنہ دیا جانے لگا کہ وہ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہیں اس لیے لوگوں کے سامنے کوئی اسلامی دستوری خاکہ پیش کرنا بے سود ہے۔ علماء نے اس چیلنج کو قبول کیا اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی کوششوں سے کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کا ایک نمائندہ اجتماع ۲۱، ۲۲، ۲۳ جنوری ۱۹۵۱ء۔ ۱۳۷۱ھ کو منعقد ہوا جس میں مشرقی و مغربی پاکستان کے ۳۳ علماء نے شرکت کی۔ (۹۶۳)

مملکت خداداد پاکستان کے اسلامی رہنما اصولوں کی تدوین:

ملک کے تمام مذہبی مکاتب فکر کے ان مقتدر رہنماؤں نے متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے لیے راہنما بنیادی اصول مرتب کر کے اتحاد و اتفاق کی بے مثال یادگار قائم کی۔ جس کام کو ارباب بست و کشاد جن کے پاس تمام وسائل کی فراوانی تھی چار برس کی مدت میں پورا نہ کر سکے ان علمائے امت نے جو تمام تر مادی ذرائع سے محروم تھے صرف چار روز میں مکمل کر کے قوم کے سامنے رکھ دیا۔ ان مختلف الخیال علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور انہیں ایک فارمولے پر متحد کرنا بہت مشکل کام تھا مگر مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے حسن تدبر اور ہمت بلند نے اس مشکل کام کو آسان بنا دیا اور وہ ملک کے مختلف الخیال علماء کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ لیڈران قوم جو علماء کو سیاست اور امور مملکت سے بے بہرہ ہونے کا طعنہ دیتے تھے وہ علماء کی پیش کردہ بنیادی سفارشات پر چونک پڑے اور مسٹر بروہی جیسے دانشوروں کے لیے بھی، جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ قرآن میں دستور مملکت کے لیے ایک لفظ بھی موجود نہیں۔" غور و فکر کا ایک باب کھل گیا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بھی آئین

پاکستان کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے دوسرے علمائے کرام کے ساتھ مل کر بھرپور جدوجہد کی۔ مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا کاندھلویؒ نے مستقل رسائل لکھے اور مولانا کاندھلویؒ نے ایک رسالہ ''نظامِ اسلام'' کے نام سے اور ایک کتاب ''دستورِ اسلام'' کے نام سے لکھی۔ ان علماء کو اگرچہ کسی منظم جماعت کی پشت پناہی اور اس کے وسائل حاصل نہ تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے ارکانِ اسمبلی کو اتنا مواد بہم پہنچا دیا کہ سردار عبدالرب نشتر جیسے مخلص افراد نے اسلامی دستور کی ضرورت و اہمیت اور اس کے دوررس نتائج وثمرات پر موثر اور پرمغز تقریریں کیں اور اس حد تک تبدیلی رونما ہوئی کہ وہی مسٹر بروہی جو قرآن میں دستورِ مملکت کی موجودگی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے انہوں نے وزیرِ قانون کی حیثیت سے اس دستور کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس میں یہ ضمانت دی گئی تھی کہ:

''پاکستان میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی۔''

مولانا کاندھلویؒ نے بے شمار تقریروں کے علاوہ متعدد ٹھوس مضامین رسائل اور کتابیں تالیف کیں۔ جن میں اسلامی نظامِ مملکت کو پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا۔ اس موضوع پر جو سب سے مفصل اور مدلل کتاب تالیف کی وہ ''دستورِ اسلام'' ہے۔

دستورِ اسلامی کی تدوین ونفاذ کے سلسلے میں ہونے والی کوششوں میں اربابِ اقتدار میں لیاقت علی خان پیش پیش تھے کیوں کہ علماء کا متفقہ فارمولا ان کی پیش کردہ قراردادِ مقاصد کے عین مطابق تھا مگر بدقسمتی سے علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات (۱۹۴۹ء) کے بعد ۱۶ر اکتوبر ۱۳۷۱ھ۔ ۱۹۵۱ء میں قوم لیاقت علی خان جیسے مخلص رہنما سے بھی محروم ہوگئی۔ (۹۶۴) لیاقت علی خان کے بعد خواجہ ناظم الدین وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوئے۔ خواجہ ناظم الدین اور سردار عبدالرب نشتر جیسے چند ایک رہنماؤں کے سوا جو ملک وقوم اور مذہب سبھی کے لیے مخلص تھے۔ زمامِ اقتدار ایسے ہاتھوں میں آنا شروع ہوگئی جو مذہب کو اپنے محلوں سے بہت دور رکھنا چاہتے تھے۔ انہیں ملک وقوم کے مفاد سے زیادہ اپنا ذاتی مفاد عزیز تھا۔ بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ پاکستان کے انتظامی ڈھانچے پر نوکر شاہی کی گرفت کا آغاز ہوگیا۔ جب حالات پر مایوسی کے دبیز پردے گرتے گئے تو پھر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے رفقاء سرگرمِ عمل ہوئے اور ۲ر ۱۳۷۲ھ۔ ۱۴، ۱۵ نومبر ۱۹۵۲ء کو ڈھاکہ میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت علمائے اسلام کی زیرِ صدارت ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی اس کانفرنس میں پچاس ہزار علماء اور ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔ علماء اور مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع نے حکومت کو صاف الفاظ میں بتایا کہ:

''پاکستان میں کوئی ایسا دستور ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا جو اسلام کے نام پر بنایا گیا ہو مگر اس کی روح سے خالی ہو۔ یہ مسلمانوں کا ایسا فیصلہ ہے جس کو منوانے کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔''

علماء اور مسلمانوں کے اس نمائندہ اجتماع سے ایوانِ اقتدار میں زلزلہ آگیا۔ کانفرنس ختم ہوتے ہی اگلے روز خواجہ ناظم الدین وزیرِ اعظم پاکستان کی طرف سے اکابر علماء کو دعوت نامے جاری کیے گئے۔

جید علماء کا حکومتی ارکان سے مکالمہ:

۱۳۷۲ھ ۔ ۹، ۱۰ نومبر ۱۹۵۲ء کو حسب ذیل علماء کو گفتگو کے لیے کراچی بلایا گیا۔

(۱) مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۲) مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۳) مولانا محمد داؤد غزنویؒ (۴) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۵) مولانا مفتی محمد امرتسریؒ (۶) مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ (۷) مولانا مفتی دین محمدؒ ڈھاکہ۔

یہ تمام علماء مقررہ وقت پر رات کے ۹ بجے (۱۳۷۲ھ ۔ ۱۹ نومبر ۱۹۵۲ء) پرائم منسٹر ہاؤس پہنچے۔ خواجہ ناظم الدین نے باہر آ کر علماء کا استقبال کیا۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے علماء کا تعارف خواجہ ناظم الدین سے کرایا۔ خواجہ ناظم الدین کے علاوہ اسپیکر اسمبلی مولوی تمیز الدین، سردار عبدالرب نشتر اور ان کے علاوہ دو اور مرکزی وزراء اور سیکریٹری مذاکرات میں شریک ہوئے۔ گفتگو کا سلسلہ رات کے دو بجے تک جاری رہا۔ سردار عبدالرب نشتر نے وزراء کی ترجمانی کی اور علماء کی طرف سے زیادہ گفتگو مولانا احتشام الحق تھانویؒ کرتے رہے۔ سردار عبدالرب نشتر اور مولوی تمیز الدین نے کتاب وسنت کے مطابق دستور مرتب کرنے کے سلسلے میں عملی مشکلات پیش کیں۔ علماء نے ان کے تسلی بخش جواب دیے اور دستور اسلامی کے سیاسی، معاشی اور اقتصادی فوائد سے آگاہ کیا۔

تمام گفتگو میں افہام وتفہیم کی فضا قائم رہی۔

آخر میں خواجہ ناظم الدین نے علماء کو یقین دلایا کہ:

”آپ حضرات بے فکر رہیں۔ انشاء اللہ علماء اور عوام کی خواہش کے مطابق آئین بنایا جائے گا۔“

خواجہ ناظم الدین کے اس فقرے پر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے فرمایا:

”ہماری بھی دعا ہے خدا آپ کو ”ناظم دین“ بنائے۔“

علماء کا ۲۲ نکاتی فارمولا:

اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دستوری رپورٹ کو ۱۳۷۲ھ ۔ ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء کو پیش ہونا تھا اسے ۲۲ دسمبر تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا اور پھر ۲۲ دسمبر کو جو دستوری خاکہ اسمبلی میں پیش کیا گیا وہ کافی حد تک اسلامی تھی۔ ۱۳۷۲ھ ۔ ۱۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو پھر ان علماء کرام کا کراچی میں اجتماع ہوا جنہوں نے ۲۲ نکاتی فارمولا مرتب کیا تھا۔ اس کے ۱۱ جنوری سے ۱۸ جنوری تک نو اجلاس ہوئے۔ مختلف اجلاسوں کی صدارت ان حضرات نے کی۔

(۱) علامہ سید سلیمان ندویؒ (۲) مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۳) مفتی محمد حسنؒ (۴) مولانا ابوالحسنات قادریؒ (۵) مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ۔

اسلامی دستور وقوانین پرعمل درآمد سے انحراف:

اس اجتماع میں علمائے کرام نے چند ترمیمات کے ساتھ نئے دستور کی تائید کی۔ اس کے بعد دستور سازی کن مراحل سے گزری، دستور یہ توڑی گئی، ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء کا آئین پاس ہوا۔ اسے ناکام بنانے کی سازش ہوئی۔ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء اور پھر تیرہ برس سے بھی زائد ملک پر غیر جمہوری بلکہ غیر نمائندہ حکومت مسلط رہی۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ (۹۶۵)

بہرحال ۱۳۷۰ھ۔جنوری ۱۹۵۱ء سے لے کر زندگی کے آخری مراحل ۱۳۹۴ھ۔۱۹۷۴ء تک پاکستان میں اسلامی دستور کی تدوین ونفاذ کی کوئی کوشش اور تحریک ایسی نہ تھی جس میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے حصہ نہ لیا ہو۔ علماء کے تمام مشترکہ اجتماعات میں شرکت کی اور تحریر وتقریر کے ذریعے ہمیشہ کوشاں رہے کہ اس ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہو، اسی کا بول بالا ہو۔

سانحہ مشرقی پاکستان اور علماء کا مطالبہ:

۱۳۹۱ھ۔دسمبر ۱۹۷۱ء میں طویل عرصے کے بعد جب فوجی حکومت کا خاتمہ ہوا اور ملک میں جمہوری حکومت برسراقتدار آئی تو ایک مدت تک آئین کے بارے میں کوئی واضح صورت حال سامنے نہ آسکی جس کی بنیادی وجہ وہ ابتر اور مایوس کن حالات تھے۔ یحیٰ خان کی ناکامیوں اور خاص طور پر مشرقی پاکستان کے سانحہ (سقوط ڈھاکہ) نے پوری قوم کو مفلوج کردیا تھا۔ علماء ومشائخ جنہوں نے اس ملک کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دیں اور بڑی جدوجہد کے بعد یہ ملک حاصل کیا تھا، ان کو ملک کے دو حصے ہونے کا بے حد صدمہ ہوا، جس کا اندازہ عام آدمی نہیں لگا سکتا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ وغیرہ علماء جو اس وقت حیات تھے۔ مشرقی پاکستان کے اس عظیم سانحہ سے نڈھال تھے۔ یہ علماء ہی صحیح معنوں میں پاکستان کے خیر خواہ، محب وطن اور معمار تھے۔ انہی حضرات نے ملک وملت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور یہی علماء ہر باطل قوت کا مقابلہ کرتے رہے۔ ان حضرات نے آخر دم تک اپنا مشن جاری رکھا اور ہر حکومت سے مطالبہ کرتے رہے کہ مسلمانوں کے اس ملک میں جسے دوقومی نظریے کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا، قرآن وسنت ہی کا دستور نافذ ہونا چاہیے۔

لادینیت کے خلاف علماء کے نظریات:

۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء میں بعض پارٹیوں نے سوشلزم اور کمیونزم کا نعرہ لگایا تو علمائے حق میدان میں نکل آئے اور پورے ملک میں مرکزی جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے زیر اہتمام کانفرنسیں کیں اور مسلمانوں کو اس لادینی فتنہ سے آگاہ کیا اور ایک فتویٰ بھی شائع کیا جس پر ۱۱۵ علماء کے دستخط ثبت ہیں۔ اس میں سوشلزم اور کمیونزم کے کفر ہونے کا حکم لگایا گیا

تھا۔ یہ حضرات علاقائی عصبیت کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ صوبائی اور علاقائی تعصب سے ملک و ملت کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسی صوبائی عصبیت، بنگالی اور پنجابی جھگڑے نے ہماری خداداد مملکت پاکستان کو دولخت کیا ہے۔ مولانا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''اس وقت پاکستان میں جو لوگ صوبائی مختاری کا نعرہ لگا رہے ہیں خدا کی قسم یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے ہرگز خیر خواہ نہیں، یہ اپنے چند روزہ موہوم اقتدار کی خاطر مسلمانوں کو غلام اور ان کی عظیم حکومت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں، خوب سمجھ لو، یہ لوگ میر جعفر اور میر صادق کے مثنیٰ اور جانشیں ہیں، ان کا ارادہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی حکومت کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیں۔'' (٩٦٦)

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تصنیفی خدمات:

آپ نے تدریس کے ساتھ تقریباً تمام دینی موضوعات پر قلم اٹھایا اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اس پر لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک سو سے زائد ہے۔ آپ کی چند کتب حسب ذیل ہیں:

☆......التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح:

کے بارے میں مولانا قاری محمد طیب (٩٦٧) فرماتے ہیں کہ التعلیق الصبیح آپ کا علمی شاہکار ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ (٩٦٨) دارالعلوم کراچی فرماتے ہیں کہ مولانا موصوف کے علمی کمالات کا اندازہ ان کی تصانیف سے لگایا جا سکتا ہے۔ حدیث کی کتاب مشکوٰۃ شریف پر آپ کی مفصل شرح تو عرصۂ دراز سے علماء و طلبا میں خاص مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ (٩٦٩) فرماتے ہیں کہ التعلیق الصبیح جو مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے وہ موصوف کی ابتدائی تصنیفات میں سے ہے۔ اس کی طباعت کے لیے شام (٩٧٠) کا سفر کیا اور دمشق (٩٧١) میں قیام فرما کر طبع کرائی۔ آخری جزو ہاں طبع ہو سکا۔ رقم ختم ہو گئی۔ اس کے بعد کی تصانیف میں زیادہ اتفاق ہے۔''

☆......تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری:

اس کے بیس اجزاء ہیں۔ پہلے تین اور آخری جز بھی طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔ باقی مخطوط محفوظ ہیں۔ علامہ محمد یوسف بنوریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''تحفۃ القاری بحل مشکلات الباخری'' قابل قدر سرمایہ ہے جس کے ابتدائی چند جز طبع ہوئے ہیں اور آخری جز بھی طبع ہو چکا ہے جو نہایت محققانہ انداز میں ہے بلکہ اجزائے سابقہ میں اپنے تحقیقی معیار میں ممتاز ہے۔'' (٩٧٢)

☆......الکلام الموثوق فی تحقیق ان القرآن کلام اللہ غیر مخلوق:

مولانا محمد یوسف بنوریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کلام باری میں ان کا یہ رسالہ نہایت عمدہ رسالہ ہے اور تقریباً تیس سالہ محنت ومطالعہ کا نتیجہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے آخری دور میں اس موضوع کا مطالعہ اور لکھنا شروع کیا تھا۔ یہ کتاب تحقیقی معیار اور حسن ترتیب کے اعتبار سے تمام تالیفات میں امتیازی شان رکھتی ہے۔ ابتداء حافظ ابن تیمیہ (۹۷۳) و حافظ ابن القیم (۹۷۴) سے متاثر تھے لیکن آخر میں امام ابوبکر باقلانی (۹۷۵) کی "الانصاف" سے متاثر ہوئے اور آخری تحقیق جمہور متکلمین کے بالکل موافق ہوئی اور یہی رنگ تمام کتاب میں واضح ہے۔"

☆......سیرت مصطفیٰؐ:

فن حدیث میں آپ کی دوسری تالیفات "الباقیات الصالحات فی شرح حدیث انما الاحوال بالنیات" "احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان" اور تحفۃ الاوان بشرح حدیث شعب الایمان میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سیرت نبویؐ کے متعلق آپ کی تصنیف "سیرۃ المصطفیٰ" تین جلدوں میں بہترین تصنیف ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تصانیف میں "سیرۃ المصطفیٰ" نہایت عمدہ، منقح اور قابل اعتماد سیرت نبویؐ اردو میں تالیف فرمائی۔"

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ "سیرۃ المصطفیٰ" کے نام سے کئی جلدوں میں محققانہ سیرت لکھی جس نے آزاد خیال مصنفوں پر عملی انداز سے تنقید کی ہے اور ان کی بہت سے شکوک وشبہات کے خاموش جوابات دیے ہیں۔" (۹۷۶)

☆......معارف القرآن (تفسیر):

اس کے بارے میں مولانا بنوری فرماتے ہیں:

قرآن کریم کی تفسیر معارف القرآن کے نام سے تالیف فرما چکے ہیں۔ جلد پنجم طبع ہوگئی جو سورۂ توبہ پر ختم ہے۔ بلاشبہ عمدہ، قابل قدر اور ان کی خطی پختگی کی شاہکار ہے۔"

☆......کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ:

☆......مرزائیوں سے اصولی اختلاف:

☆......علم الکلام:

☆......لامیۃ المعراج (عربی قصیدہ):

☆......تائیۃ القضا والقدر:

☆......ادبی ذوق وشوق:

آپ کو شعر وشاعری سے بھی کسی حد تک لگاؤ تھا اور آپ اس کا مناسب موقع پر اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ آپ خصوصاً عربی میں شاعری کرتے تھے۔ آپ کے شاعری کے متعلق مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ:

”عربی شعر کا بہت قابل قدر ذوق تھا۔ بے تکلف اور برجستہ شعر کہتے تھے۔“

قاری محمد طیبؒ مدظلہ فرماتے ہیں۔ عربی میں خاص مہارت ہے، عربی اشعار برجستگی سے کہتے ہیں۔ فارسی میں بھی آپ کی نظمیں ہیں۔“

آپ کے قصائد محفوظ ہیں اور اکثر چھپ چکے ہیں۔ مقامات حریری کی شرح کی ابتدا کی جس میں آپ نے علم ادب کا مقدمہ لکھا ہے اور مقدمہ سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا ہے جو بحر متقارب میں ہے۔ بہت رواں اور سہل ہے۔ (۹۷۷)

سیاسی مسلک:

مولانا محمد میاں صدیقیؒ لکھتے ہیں:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے خصوصی شاگرد ہونے کے علاوہ قدرت نے ان سے خاندانی رشتے بھی قائم کر دیے اور پھر مولانا کو تحریک پاکستان کے بارے میں علامہ عثمانیؒ کی رائے اور نظریات سے کامل اتفاق تھا۔ عملاً سیاست میں حصہ نہ لینے کے بارے میں ہمیشہ اپنی ذاتی اور علمی مجلسوں میں نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریے کی زبردست تبلیغ کرتے رہے ہمیشہ یہی فرماتے کہ ”مجھے سب سے زیادہ بغض ہندوں سے ہے۔“

کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی ہندو مسلم اتحاد کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے نظریۂ پاکستان سے والہانہ عشق ۱۹۴۹ء میں پاکستان لے آیا۔ (۹۷۸)

وفات:

آپ کو تقریباً ایک سال سے گردہ کی تکلیف تھی چنانچہ اسی تکلیف سے ۷ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء بروز اتوار، بوقت ۵ بجے صبح آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ آپ کے بڑے فرزند مولانا محمد مالک کاندھلویؒ نے اسی دن بعد دوپہر جامعہ اشرفیہ میں پڑھائی اور بعد ازاں آپ کو ”شادمان کالونی“ کے قبرستان میں ”روزنامہ مشرق“ کے بانی عنایت اللہ مشرقیؒ کی قبر کے ساتھ ہزاروں عقیدت مندوں کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۲۷ھ بہ مطابق ۱۹۰۸ء

تاریخ وفات: ۱۳۸۸ھ بہ مطابق ۱۹۶۹ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ (۹۷۹) ان علماءِ حق میں شمار کیے جاتے ہیں، جن کا علم و عمل اور تقویٰ و طہارت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی پیدائش سابقہ مشرقی پاکستان (۹۸۰) (موجودہ بنگلہ دیش) (۹۸۱) کے علاقے فرید پور (۹۸۲) میں ۱۳۲۷ھ بہ مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ (۹۸۳) آپ کا شمار مشرقی پاکستان کے ان مجاہدین اسلام میں ہوتا ہے جن کے اخلاص، مجاہدانہ عزم و عمل اور پرخلوص خدمات کی ایک دنیا قائل ہے اور اسی لیے آپ تمام علمی اور دینی حلقوں میں ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے۔ (۹۸۴)

تعلیم و تربیت:

غیر منقسم ہندوستان میں علم دین کے دو بڑے مراکز تھے۔ ایک دارالعلوم دیوبند (۱۲۸۳ھ۔۱۸۶۷ء) (۹۸۵) اور دوسرا مظاہر العلوم سہارن پور (۱۲۹۳ھ۔۱۸۷۵ء) (۹۸۶)۔ آپ نے ان دونوں مرکزوں سے فیض اکتساب حاصل کیا اور ان دونوں اداروں میں آپ کو اکابر اہل اللہ کی صحبت اٹھانے کا موقع ملا۔ پھر ان مرکزوں سے تحصیل علم کے بعد تھانہ بھون (۹۸۷) میں وقت کے مجدد اعظم مولانا اشرف علی تھانویؒ (۹۸۸) کے چشمۂ فیض سے بھی سیراب و شاداب ہوئے۔ جہاں علم کی حقیقت کے سامنے قلب کو سوز و گداز نصیب ہوا۔ تعلیمی اور تبلیغی خدمات کے لیے ڈھاکہ (۹۸۹) کو بھی اپنا مستقر بنایا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی۔ پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور (۹۹۰) میں داخلہ لیا۔ جہاں پر مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (۹۹۱)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۹۹۲)، مولانا عبداللطیف سہارن پوریؒ (۹۹۳)، جیسے یگانہ روزگار مشاہیر علماء سے فیض حاصل کیا اور سند فراغت تعلیم حاصل کی۔ (۹۹۴)

مظاہر العلوم سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند کو اپنا مسکن بنایا۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (۹۹۵)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۹۹۶) جیسے آفتاب علم و عمل اساتذہ سے مکرر (دوبارہ) دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد تھانہ بھون میں مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اپنا رشتہ استوار کیا اور فیض علمی کے ساتھ فیض رُوحانی سے بھی سرسبز و شاداب ہوئے اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ پھر ان کے حکم پر ڈھاکہ شہر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور وہیں پر قلعہ لال باغ (۹۹۷) کے پاس جامعہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی درس

گاہ کی بنیاد ڈالی جو ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کے مشہور اور مرکزی دینی اداروں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ (۹۹۸)

حیات وخدمات کا جائزہ:

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ نے دینی خدمات کے سلسلے میں زیادہ تر وقت ڈھاکہ (بنگلہ دیش اے۱۹ء) ہی میں گزارا، لیکن اہلِ خانہ یا بیماری کی وجہ سے بعض اوقات فرید پور (۹۹۹) کا بھی چکر لگایا کرتے تھے۔ مدرسہ کے انتظام کے علاوہ ملک کی دینی اور کسی حد تک ملی اور سیاسی سرگرمیوں میں موثر حصہ لینے کی وجہ سے سال کے بیشتر اوقات یہیں پر گزارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص اور دینی لگن کی وجہ سے عوام وخواص میں غیر معمولی مقبولیت اور وجاہت عطا کی۔ مولانا شمس الحق فرید پوریؒ چاہتے تو اپنے لیے بہتر کوٹھی بنگلے بنوا سکتے تھے، لیکن آپ نے اپنے قیام کے لیے جامعہ قرآنیہ کا ایک ایسا تنگ و تاریک حجرہ منتخب کیا، جسے دیکھ کر "کن فی الدنیا کانک غریب......" ترجمہ: "دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک پردیسی" کی عملی تفسیر سامنے آجاتی تھی۔

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ بنگلہ زبان (۱۰۰۰) کے بڑے اچھے مصنف تھے۔ بنگال کے عوام الناس کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کے سلسلے میں ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ بہشتی زیور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی معرکۃ الآراء شاہکار ہے۔

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ نے بہشتی زیور کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی متعدد کتابوں کا آپ نے بنگلہ زبانوں میں ترجمہ کیا۔ اخلاص اور خیر خواہی کے ساتھ حق گوئی اور بیباکی آپ کی خاص صفت تھی وقت کے حکمرانوں کے ساتھ آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے اور عام طور پر ان میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی لیکن جہاں کہیں دین کا معاملہ آجاتا اور حدود اللہ (اللہ کے قائم کیے گئے حدود) میں کوئی رخنہ پڑتا نظر آتا تو آپ پوری صفائی و بیباکی اور جرأت وعزیمت کے ساتھ اپنی بات کہنے سے نہ ڈرتے تھے۔ (۱۰۰۱)

دینی اور علمی حلقوں کے نزدیک آپ کی صاف گوئی کے سلسلے میں آپ کو بعض حکمرانوں کا معتوب (۱۰۰۲) بھی بننا پڑا لیکن چونکہ آپ کا غصہ غم اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا، اس لیے عام طور سے حکمران اس کا احساس کرتے تھے کہ ان کی حمایت و مخالفت میں کوئی ذاتی مفاد یا گندی سیاست کا کوئی داعیہ (۱۰۰۳) شامل نہیں ہوتا، وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے لیے کہتے ہیں، اس احساس کا نتیجہ تھا کہ سینکڑوں معاملات میں حکمرانوں کی مخالفت کے باوجود کوئی ان کے درپے آزار (۱۰۰۴) (تکلیف پہنچانا) نہیں ہوا اور کسی نے انہیں اپنا دشمن نہیں سمجھا۔ (۱۰۰۵)

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ کا رُوحانی رشتہ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ملتا ہے اور درس وتدریس اور تبلیغ واصلاح کے ساتھ ساتھ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے سلوک وتصوف کے منازل طے کرتے رہے اور ان کے دستِ حق (حق کا ہاتھ) (۱۰۰٦) پر بیعت کی اور پھر ساری زندگی ان کے مسلک ومشرب (راستہ وطریقہ) (۱۰۰۷) پر سختی سے قائم رہے اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر اپنی زندگی وقف کردی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وفات کے بعد آپ نے مولانا

ظفر احمد عثمانیؒ سے اپنا رُوحانی تعلق قائم کرلیا اور ان کے نقشِ قدم اور ہدایت پر ساری زندگی کاربند رہے۔ (۱۰۰۸)

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ آپ کی علمی و رُوحانی صلاحیتوں سے بے حد متاثر اور مطمئن تھے۔ آپ کو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے ایک خاص عشق اور قلبی لگاؤ تھا، کوئی کام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے مشورہ اور صلاح کے بغیر نہیں کیا اور پوری طرح ان کے مسلک پر قائم رہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں متعدد دفعہ حج کی سعادت حاصل کی۔ (۱۰۰۹)

تحریکِ پاکستان، استحکامِ پاکستان اور نفاذِ اسلام کے لیے خدمات:

مولانا شمس الحق فریدپوریؒ نے اپنے علماء اور ساتھیوں کا تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے بھرپور انداز میں ساتھ دیا۔ تحریکِ پاکستان کے دوران اپنے رفیق کے دست راست رہ کر کام کیا۔ سلہٹ ریفرنڈم (۱۰۱۰) میں پورے مشرقی پاکستان میں لوگوں کو استصواب رائے کے سلسلے میں راہ ہموار کیا اور آخرکار کامیابی حاصل کی۔

قیامِ پاکستان ۱۳۶۶ھ ـ ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان میں نظامِ اسلام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے اور مفتی محمد شفیعؒ (۱۰۱۱)، ظفر احمد عثمانیؒ (۱۰۱۲)، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۰۱۳)، مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۰۱۴)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۰۱۵)، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۰۱۶) مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ (۱۰۱۷) کے شانہ بشانہ مشرقی و مغربی پاکستان میں تحریکِ نظامِ اسلام میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ (۱۰۱۸) ۱۳۷۱ھ ـ ۱۹۵۱ء میں علامہ سیّد سلیمان ندویؒ (۱۰۱۹) اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۱۰۲۰) کی سرپرستی میں ہونے والے اجلاس میں کراچی تشریف لائے (۱۰۲۱)۔ یہ اجلاس مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۰۲۲) کی رہائش گاہ پر ہوا تھا۔ اس اجلاس میں بائیس (۲۲) نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومتِ پاکستان کو پیش کیا (۱۰۲۳)۔ ۱۳۷۳ھ ـ ۱۹۵۳ء میں ختمِ نبوت (۱۰۲۴) کے سلسلے میں بھی حصہ لیتے رہے اور مشرقی پاکستان میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۰۲۵) اور مولانا مفتی دین محمدؒ (۱۰۲۶) کے ساتھ مل کر قادیانیوں کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے خدمات انجام دیتے رہے۔ (۱۰۲۷)

جب بھی کبھی غیر اسلامی یا لادینی تحریکوں نے سر اٹھایا تو اس موقع پر آپ بغیر کسی خوف و خطر کے کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے آواز اٹھاتے رہے۔ آپ کی ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و اشاعتِ اسلام اور خدمتِ دین میں بسر ہوئی۔ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں ہزاروں افراد کو اپنے فیضِ علمی و رُوحانی سے مستفید کیا اور لاکھوں بندگانِ خدا کی اصلاح کا ذریعہ بنے (۱۰۲۸)۔ آپ کا شمار اپنے وقت کے ایک عظیم محدث، مفسر، محقق و مصنف کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اخلاق و کردار میں اکابرینِ دیوبند کا کامل نمونہ تھے۔ مخلص و دینی و رُوحانی پیشوا کے طور پر آپ کے مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات ہمیشہ اسلامیان پاک و ہند کے لیے یادگار رہیں گی۔ (۱۰۲۹)

تعلیمی و تبلیغی خدمات:

غیر منقسم ہندوستان میں علم دین کے دو بڑے مرکز تھے۔ ایک دارالعلوم دیوبند (۱۰۳۰) اور دوسرا مظاہر العلوم

سہارنپور (۱۰۳۱) آپ نے ان دونوں مرکزوں سے اکتساب فیض کیا تھا اور ان دونوں اداروں میں آپ کو اکابر اہل اللہ کی صحبت اٹھانے کا خوب موقع ملا۔ پھر ان مرکزوں سے تحصیل علم کے بعد مرکز روحانیت خانقاہ تھانہ بھون (۱۰۳۲) میں وقت کے سب سے بڑے مجدد اعظم تھانویؒ کے چشمہ فیض سے بھی سیراب وشاداب ہوئے جہاں علم کی حقیقت کے سامنے قلب کو سوز وگداز نصیب ہوا پھر انہی کے حکم پر ڈھاکہ (۱۰۳۳) شہر میں درس وتدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ آپ بنگلہ زبان (۱۰۳۴) کے ایک بڑے اچھے مصنف بھی تھے اور بنگال کے عوام کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کے سلسلے میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ (۱۰۳۵)

''بہشتی زیور'' مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی وہ مقبول عام کتاب ہے جس نے لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس سے متعلق ایک مسلمان کی ضروریات کو اس میں جمع نہ کر دیا گیا ہو۔ مولانا شمس الحق فرید پوریؒ نے اس عظیم الشان کتاب کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا ہے، جو آج بھی ان اطراف میں مقبول عام ہے۔ اس کے علاوہ مولانا تھانویؒ سے سلوک وتصوف کے منازل بھی طے کرتے رہے اور ان کے دست حق پر بیعت کی۔ پھر ساری زندگی ان ہی کے مسلک ومشرب پر سختی سے عمل پیرا رہے اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر قائم رہے۔ حکیم الامت کی وفات کے بعد مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے روحانی تعلق قائم کیا اور تجدید بیعت کی پھر ان کے ارشادات عالیہ پر زندگی گزار دی (۱۰۳۶)۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی طرف سے خلافت واجازت سے نوازے گئے اور مولانا عثمانیؒ نے اپنی کتاب ''انوار النظر فی آثار الظفر'' میں آپ کا اسم گرامی اپنے خلفائے عظام میں لکھا ہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے آپ کو حد درجہ تعلق وعشق تھا اور کوئی کام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے مشورہ اور صلاح کے بغیر نہیں کیا۔ کئی بار اپنے شیخ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ حج وزیارت کا شرف حاصل کیا اور پوری طرح ان کے مسلک پر قائم رہے۔ (۱۰۳۷)

جامعہ قرآنیہ ڈھاکہ کی بنیاد:

ڈھاکہ میں تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے مستقل طور پر ایک علمی مرکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور لال باغ کے قریب ڈھاکہ (۱۰۳۸) شہر میں ایک جامعہ قرآنیہ (۱۰۳۹) کے نام سے ایک درسی وعلمی مدرسہ قائم کیا۔ مدرسہ کے لیے عالی شان عمارتیں بنوائیں اور ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی یہ مدرسہ اور مسجد ڈھاکہ میں آپ کی عظیم یادگاریں ہیں اور ڈھاکہ کے دینی مدارس میں آپ کا یہ مدرسہ ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ (۱۰۴۰)

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ (۱۰۴۱) ان علماء حق میں سے تھے جن کے اخلاص وللہیت، مجاہدانہ عزم وعمل اور پرخلوص دینی وعلمی خدمات کی ایک دنیا قائل ہے۔ آپ تمام علمی اور دینی حلقوں میں ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ فرید پور شہر کے رہنے والے تھے اور آخر وقت تک وطن وہی رہا لیکن علمی اور تبلیغی خدمات کے لیے ڈھاکہ کو اپنا مستقر بنا لیا تھا۔ وہیں پر قلعہ لال باغ کے پاس جامعہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ جو ڈھاکہ کے مشہور اور مرکزی دینی اداروں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے کبھی کبھی چھٹیاں گزارنے کے لیے یا خرابی صحت کی بناء پر اپنے اہل وعیال کے پاس فرید پور چلے جاتے تھے۔ ورنہ مدرسہ کے

انتظام کے علاوہ ملک کی دینی اور کسی حد تک سیاسی سرگرمیوں میں موثر حصہ لینے کی وجہ سے سال کے بیشتر اوقات یہیں گزارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص اور دینی لگن کی وجہ سے انہیں عوام وخواص میں غیر معمولی مقبولیت اور وجاہت عطا فرمائی تھی۔ وہ چاہتے تو اپنے لیے بہترین کوٹھی بنگلے بنوا سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے قیام کے لیے جامعہ قرآنیہ کا ایک ایسا تنگ وتاریک حجرہ منتخب کیا جسے دیکھ کر "کن فی الدنیا کانک غریب"۔ دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک پردیسی کی عملی تفسیر سامنے آجاتی تھی۔ (۱۰۴۲)

حق وصداقت کے علمبردار:

اخلاص اور خیر خواہی کے ساتھ حق گوئی اور بیبا کی ان کی خاص صفت تھی۔ وقت کے حکمرانوں کے ساتھ ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے اور عام طور سے وہ ان میں گھل مل کر رہتے تھے لیکن جہاں کہیں دین کا معاملہ آجاتا اور حدود اللہ میں کوئی رخنہ پڑتا نظر آتا تو وہ پوری صفائی اور بے باکی وجرأت وعزیمت کے ساتھ اپنی بات کہنے سے نہ چوکتے اس صاف گوئی کے صلے میں انہیں بعض حکمرانوں کا معتوب بھی بننا پڑا، لیکن چونکہ انکا غم وغصہ اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا، اس لیے عام طور سے حکمران اس کا احساس کرتے تھے کہ ان کی حمایت ومخالفت میں کوئی ذاتی مفاد یا گندی سیاست کا کوئی داعیہ شامل نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے لیے کہتے ہیں۔ اس احساس کا نتیجہ تھا کہ سینکڑوں معاملات میں حکمرانوں کی مخالفت کے باوجود کوئی ان کے درپے آزار نہیں ہوا اور کسی نے انہیں اپنا دشمن نہیں سمجھا۔ بہر حال وہ ساری عمر خدمت اسلام میں مصروف رہے۔ سالہا سال مختلف بیماریوں میں گھرے رہنے کے باوجود دین کی خدمت کے لیے ان کے عزم وحوصلے میں کبھی کمی نہیں آئی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ عمر گزارنے کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی محبت میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے اور خدمت دین کے لیے جوان ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے جس حصے میں جب کبھی علماء کی طرف سے کسی اجتماعی کام کا پروگرام بنتا، ناممکن تھا کہ مشرقی پاکستان کے علماء میں مولانا شمس الحق فرید پوریؒ کا نام اس کا جزو نہ ہو۔ (۱۰۴۳)

تحریک پاکستان میں کردار:

تحریک پاکستان کا ابتدائی دور قائداعظم محمد علی جناح (۱۰۴۴) اور مسلم لیگ (۱۰۴۵) کے لیے بڑی آزمائش کا دور تھا (۱۰۴۶)۔ تمام مقتدر علماء نیشنلسٹ مسلمان، احرار اسلام اور خدائی خدمت گار کانگریس کے پشت پناہ تھے۔ بعض لوگوں کی جانب سے قائداعظم محمد علی جناح (۱۰۴۷) ''کافراعظم'' قرار دیے جا چکے تھے۔ مسلم لیگ، حروں، خان بہادروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی ایک جماعت بن چکی تھی۔ عوام گومگو کی حالت میں تھے۔ ان کی ہر مرتبہ تان اس بات پر آکر ٹوٹتی تھی کہ علماء مسلم لیگ کے ساتھ نہیں، جس کا قدرت نے پہلے یہ انتظام کیا کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۰۴۸) کو قائداعظم محمد علی جناح کا پشت پناہ بنا دیا، جن کی تائید وحمایت کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کو دوسرے علماء کے تعاون کی ضرورت نہ رہی۔ قدرت کی طرف سے قائداعظم کی دوسری امداد یہ ہوئی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۰۴۹) صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند ایسے معتبر عالم، متقی وپرہیزگار سیاست دان اور شعلہ بیان مقرر کو قائداعظم کا دست راست بنا دیا، جنہوں نے بڑی

سیاست سے کام لیتے ہوئے رائے عامہ کو ہموار اور تیار کرنے کے لیے سب سے پہلے جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد رکھی اور اس کی متعدد اور مختلف مقامات پر کانفرنسیں منعقد کر کے اور ان میں اپنا پیغام بھیج کر یا خود پہنچ کر غیر شعوری طور پر لیگ کے حق میں فضا سازگار کی۔ خود جمعیت علمائے ہند سے مئی ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء (۱۰۵۰) میں علیحدہ ہوکر جمعیت علمائے اسلام کی اہمیت بڑھائی اور پورے پانچ ماہ نہایت خاموشی کے ساتھ ہوا کا رخ مسلم لیگ کی طرف موڑنے کے بعد مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا جس سے قائداعظم کے ہاتھ مضبوط ہوئے اور انہوں نے عوامی محاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سپرد کر کے خود آئینی محاذ کو سنبھالے رکھا۔ قائداعظم کے دل میں علامہ عثمانیؒ کی کتنی قدر و اہمیت تھی اس کا ان واقعات سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (۱۰۵۱)

۱۔ ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء کی دہلی کی عظیم الشان کنونشن (۱۰۵۲) میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو جب جائے قیام سے کنونشن پر پہنچنے میں کچھ دیر ہوگئی تو قائداعظم نے آپ کی آمد تک کے لیے اجلاس کی کارروائی روک دی اور جس وقت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کنونشن میں پہنچے تو ہزاروں کے مجمع میں قائداعظم کو کچھ دور تک آپ کے استقبال کے لیے بڑھے اور تمام مقتدر حضرات باادب کھڑے ہوگئے۔ (۱۰۵۳)

۲۔ جس وقت ریفرنڈم سر پر آیا تو اس وقت قائداعظم محمد علی جناح نے سلہٹ (۱۰۵۴) کے ریفرنڈم کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے اور سرحد (۱۰۵۵) کے ریفرنڈم کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے درخواست کی کہ وہ مہم سر کریں، کیوں کہ قائداعظم محمد علی جناح جانتے تھے کہ ان علاقوں کو علمائے حق ہی زیر کر سکتے ہیں۔ یہاں کسی دوسرے کا کام نہیں۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علالت طبع کے باوجود سرحد کے طوفانی اور طولانی دورے کر کے خان برادران (۱۰۵۶) اور ان کے سرخ پوشوں کو شرمناک شکست دی۔ ریفرنڈم جیتنے کے بعد جب آپ قائداعظم محمد علی جناح کو مبارک باد دینے لگے تو قائداعظم نے فرمایا:

اس مبارک باد کے مستحق آپ ہیں۔ میں خواہ سیاست دان سہی لیکن آپ نے بروقت مدد کر کے مذہب کی روح لوگوں میں پھونک دی۔” (۱۰۵۷)

پروفیسر سلیم صدیقی لکھتے ہیں کہ:

”اکتوبر ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء میں تحریک پاکستان کی حمایت میں اکابر علمائے کرام کی جو تنظیم جمعیت علمائے اسلام کے نام سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں قائم ہوئی تھی (۱۰۵۸) اور جس کے اراکین عاملہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۰۵۹)، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۰۶۰)، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۰۶۱)، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۰۶۲)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۰۶۳)، اور مولانا محمد طاہر قاسمیؒ (۱۰۶۴) جیسے سینکڑوں ممتاز علماء دیوبند شامل تھے۔ مولانا شمس الحق فرید پوریؒ بھی پہلے دن سے ہی اس جمعیت کے رکن بنے اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان میں ایک اہم کردار ادا کیا اپنے استاد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حکم پر ان علماء کی طرح تحریک پاکستان کی مہم میں بھرپور حصہ لیا اور ملک بھر کے دورے کیے اور مسلم لیگ کی حمایت میں راہ ہموار کرتے رہے۔ مسلمانوں کو قیام پاکستان کے

لیے عملی طور پر آمادہ کیا اور زندگی بھر اسلام کا سر بلند کرنے کے لیے اسلام دشمن قوتوں سے برسر پیکار رہے۔ مسلمانوں کو ہندوؤں کی مشرکانہ ریشہ دوانیوں سے آگاہ کرتے رہے اور کانگریس کے متحدہ قومیت کے پر فریب نعرے کے خلاف آواز حق بلند کی اور دو قومی نظریے کی حمایت میں تحریر و تقریر کے ذریعے انتھک کام کیا اور آخر ایک آزاد مملکت کے قیام میں کامیابی حاصل کر لی۔" (۱۰۶۵)

سلہٹ کا ریفرنڈم:

قائداعظم محمد علی جناح نے سلہٹ (۱۰۶۶) کے ریفرنڈم کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے درخواست کی کہ آپ اس مہم کو سر کریں تو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے سلہٹ کے محاذ کو سنبھالا۔ سلہٹ اگرچہ مسلم اکثریت کا علاقہ تھا اور وہاں ریفرنڈم کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوسکتا تھا لیکن چونکہ سلہٹ میں ایک عرصہ سے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۰۶۷) ہر سال رمضان شریف وہیں گزارتے وہیں اعتکاف کرتے اور تراویح کے بعد درس قرآن دیتے اس لیے اس علاقہ میں ان کے مرید بکثرت پیدا ہو گئے تھے۔ ان کا وہاں بہت ہی اثر و رسوخ تھا اور وہ سارا علاقہ ان کے ہی اشارہ چشم و ابرو پر چلتا تھا۔ یہ وہ حالات تھے جن میں مسلم لیگ کو ریفرنڈم لڑنا تھا اور جن کی وجہ سے قائداعظم محمد علی جناح پریشان تھے، مگر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی بلند ہمت نے کانگریس کے مقابلے کا یہ چیلنج قبول کیا اور کانگریس کے جھوٹ و فریب کا تار پود بکھیر دینے کے لیے آپ نے مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مولانا شمس الحقؒ فرید پوریؒ اور مولانا مفتی دین محمدؒ کے ساتھ مشرقی پاکستان کے علاقہ ضلع سلہٹ کا طوفانی دورہ کیا اور عوام کو یقین دلایا کہ ہندو اقلیت دستور اسلامی کے نفاذ کو قطعاً نہیں روک سکتی کیوں کہ وہ پاکستان کا مطلب خوب سمجھتی ہے کہ وہ دارالاسلام ہی ہوگا جو ہندو پاکستان میں رہیں گے یہ سمجھ کر رہیں گے آخر ایک ہزار سال جو ہم نے نصف عالم پر حکومت کی ہے تو کیا ہمارے زیر نگین کفار نہیں بستے تھے؟ کیا اس وقت دستور اسلامی نہ تھا؟ کیا کفار ہمارے دستور اور قوانین سے خوش نہیں تھے؟ ان مجاہدین علمائے کرام کی شبانہ روز مساعی سے عوام مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے جس سے کانگریسی حلقے بوکھلا اٹھے۔

سرحد کا ریفرنڈم:

صوبہ سرحد (۱۰۶۸) کے ریفرنڈم کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ کام کر رہے تھے اور اس وقت چونکہ سرحد میں کانگریسیوں کا اقتدار تھا، اس لیے انہوں نے علمائے کرام کی اس مہم کو ختم کرنے کے لیے علماء و مشائخ کو ظلم و ستم کا نشانا بنانا شروع کر دیا جنہوں نے ان کے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا تھا جس کی وجہ سے بقول علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

"پانچ سو سے زیادہ علماء و مشائخ کو جیل جانا پڑا اور انہوں نے دوسرے لیڈروں سے زیادہ سختیاں برداشت کیں۔" (۱۰۶۹)

اس کے باوجود یہ علماء حق اپنے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے اور ریفرنڈم کی کامیابی کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے

رہے اور آخر کار صوبہ سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم میں یہ علمائے حق کامیاب ہوئے اور سلہٹ و سرحد بھاری اکثریت کے ساتھ پاکستان کے حصے میں آئے جس پر دنیا حیران و ششدر رہ گئی۔ اس طرح سے سلہٹ کا محاذ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا شمس الحقؒ اور مفتی دین محمدؒ وغیرہ علماء مشرقی پاکستان نے جیت لیا اگر یہ اکابر علمائے حق بروقت مسلم لیگ کی مدد کو نہ پہنچتے تو دونوں جگہ ریفرنڈم کا نتیجہ ہندوؤں کے حق میں نکلتا جس کی اس وقت کے تمام مسلم پریس نے تائید کی (۱۰۷۰)۔ اس کامیابی پر سب ہی نے ان علمائے حق کو خراج تحسین پیش کیا اور خود قائد اعظم محمد علی جناح نے ان علمائے حق کی تاریخی خدمات کے اعتراف کے طور پر پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو بخشا جو تحریک پاکستان کے حامی ''جمعیت علمائے اسلام'' کے قائدین تھے اور مفتی محمد شفیعؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مولانا شمس الحقؒ ان دونوں صوبوں کے ریفرنڈم میں ان دونوں عظیم قائدین کے دست راست کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ (۱۰۷۱)

بہر حال ان علماء کی شبانہ روز مساعی سے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ۔ ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور ڈھاکہ مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اپنے دست مبارک سے پاکستانی پرچم لہرایا اور چیف جسٹس مشرقی پاکستان سے آپ نے اسمبلی ہال میں حلف لیا۔ اس تقریب میں اعلیٰ حکام کے علاوہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا شمس الحق فرید پوریؒ اور مفتی دین محمدؒ کے علاوہ مشرقی پاکستان کے دوسرے کئی ممتاز علماء بھی شریک تھے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کے پہلے ہی دن مولانا شمس الحقؒ فرید پوری کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ کی جامع مسجد میں جمعہ سے پہلے اپنی تقریر میں حصول پاکستان پر شکر ادا کرنے کی ترغیب دی اور اس کا طریقہ بھی بتایا کہ پاکستان جس غرض کے لیے حاصل کیا گیا ہے اسے پورا کریں۔ (۱۰۷۲)

اسلامی نظام کا دفاع:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ:

''پاکستان میں ارباب حکومت آئین و دستور اسلام نافذ کریں اور عوام نماز و دیگر شعائر اسلام کی پابندی کریں۔ پاکستان کو شراب خانوں اور قحبہ خانوں، سود اور سٹے وغیرہ کی لعنت سے پاک کریں۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ پاکیزہ اسلامی معاشرہ قائم کریں۔ فوج اور پولیس کو نماز روزہ کا پابند بنائیں اور انہیں خدمت قوم اور حفاظت ''دارالاسلام'' کے لیے جان توڑ کوشش کرنے کی ہدایت کریں۔ خفیہ پولیس مستحکم ہو کیوں کہ جس حکومت کے پاس مستحکم خفیہ پولیس نہ ہو وہ کمزور حکومت ہو گی۔'' (۱۰۷۳)

خواجہ ناظم الدین (۱۰۷۴) وزیر اعلیٰ مشرقی پاکستان اس تقریر کو بڑے غور سے سنتے رہے اور بڑے متاثر ہوئے۔

نظامِ اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد:

مولانا شمس الحق فرید پوریؒ تحریک پاکستان میں اپنے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور سلہٹ ریفرنڈم میں اپنے شیخ مولانا

ظفر احمد عثمانیؒ کے دست راست رہے پھر قیام پاکستان کے بعد نظام اسلام کے نفاذ کے لیے اپنے انہی بزرگوں کی قیادت میں بڑی سرگرمی سے جدوجہد کرتے رہے۔ ۱۳۶۷ھ۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں جب قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل مشرقی پاکستان کے دورے پر گئے تو قائداعظم کے ہر جلسہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مولانا شمس الحقؒ فرید پوری کو بھی بلایا جاتا تھا اور چونکہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ پورے اعزاز واکرام کے ساتھ قائداعظم محمد علی جناح کے پاس ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر قیادت کئی مرتبہ ان حضرات کو قائداعظم سے گفتگو کرنے کا موقع ملا یہ علماء ہر ملاقات میں قائداعظم محمد علی جناح کو ان کا وعدہ یاد دلاتے کہ:

> ”آپ نے حصول پاکستان سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ دستور پاکستان قرآن وسنت کے موافق ہوگا یہ وعدہ جلد پورا کیا جائے۔“(۱۰۷۵)

قائداعظم محمد علی جناح نے ان علماء کو اطمینان دلایا اور کہا کہ چند ناگہانی مصائب کی وجہ سے دیر ہوگئی ہے اب زیادہ دیر نہ ہوگی۔(۱۰۷۶)

بعض تجزیہ نویسوں کے مطابق قائداعظم محمد علی جناح چند سال اور زندہ رہتے تو پاکستان کا آئین اسلامی ہوتا مگر وہ بہت جلد وفات (۱۹۴۸ء) پاگئے اور انکی وفات کے بعد پاکستان کے ایک انتہائی کم تعداد مگر بااختیار طبقہ نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور یہ کہنا شروع کردیا کہ اسلام کے اصول اس زمانہ میں ناقابل عمل ہیں۔ اس لیے پاکستان کو لادینی ریاست یعنی سیکولر اسٹیٹ بنانے پر زور دیا۔ یہ دستوری کش مکش اس وقت کم ہوئی جب ۱۳۶۸ھ۔ مارچ ۱۹۴۹ء میں قائد ملت لیاقت علی خان (۱۰۷۷) نے دستور ساز اسمبلی سے قرارداد مقاصد (۱۰۷۸) منظور کرا کے بحث کو ختم کردیا۔ اس قرارداد مقاصد کے منظور کرانے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سعی بلیغ کو بہت بڑا دخل تھا (۱۰۷۹)۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کے لیے ۱۳۶۸ھ۔ فروری ۱۹۴۹ء میں مشرقی پاکستان کا دورہ کیا(۱۰۸۰)۔ ڈھاکہ(۱۰۸۱)، میمن سنگھ(۱۰۸۲) اور چاٹگام(۱۰۸۳) وغیرہ میں بڑے بڑے جلسے ہوئے، جن میں لاکھوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ ان میں طے کیا گیا کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہوگا۔ غیر اسلامی آئین ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔(۱۰۸۴)

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ چونکہ آٹھ نو سال سے ڈھاکہ میں مقیم تھے اور تحریک پاکستان میں بھی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ نیز ڈھاکہ اور اطراف ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا بہت اثر ورسوخ، علمی اور روحانی فیض دور دراز تک کے علاقوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس لیے پاکستان کے لیے اسلامی آئین کے حق میں فضا کے تیار کرنے اور رائے عامہ کو ہموار کرنے میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء کار مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا شمس الحق فرید پوریؒ اور مولانا مفتی دین محمدؒ وغیرہ علماء کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے عام جلسوں میں زوردار اور ولولہ انگیز بیانات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور پورا مشرقی پاکستان آئین اسلامی کی صدا سے گونج اٹھا۔ اس دورہ کے بعد جب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کراچی تشریف لائے اور دستور ساز اسمبلی نے ۱۳۶۸ھ۔ مارچ ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد کو منظور کرلیا اور علامہ عثمانیؒ کا مکتوب مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے نام ڈھاکہ آیا تو اس

میں اس بات کی تصریح تھی کہ قراردادِ مقاصد کے پاس کرانے میں مشرقی پاکستان کے علماء کی جدوجہد اور ہمارے حالیہ جلسوں کی رُوئیداد کا بڑا اثر ہوا ہے۔" (۱۰۸۵)

اس کے چند ماہ بعد ہی ۱۳۶۸ھ۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ رحلت فرما گئے (۱۰۸۶) اور اسلامی نظام کی یہ تحریک ذرا ٹھنڈی ہوگئی۔ پھر یہی علمائے حق سرگرم عمل ہوئے اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۰۸۷)، مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۰۸۸)، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۰۸۹)، علامہ سید سلیمان ندویؒ (۱۰۹۰)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۰۹۱)، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۰۹۲)، مولانا شمس الحق فرید پوریؒ (۱۰۹۳)، مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۰۹۴)، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (۱۰۹۵)، مولانا شمس الحق افغانیؒ (۱۰۹۶) اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۰۹۷) جیسے اکابر علماء نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اس تحریک نظامِ اسلام کو بھرپور طریقے سے آگے بڑھایا۔ (۱۰۹۸)

۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۱ء کو یہ علمائے حق کراچی (۱۰۹۹) میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۱۰۰) کی قیام گاہ پر جمع ہوئے اور ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومتِ پاکستان کو پیش کیا (۱۱۰۱)۔ علماء کا یہ اجتماع ایک تاریخی اجتماع تھا، اس میں ہر مکتبِ فکر کے جید علمائے کرام شریک ہوئے۔ بائیس نکات کا دستوری خاکہ اس بات کا جواب تھا کہ یہاں کس فرقے کا اسلام نافذ کیا جائے۔ علماء نے یہ ۲۲ نکات مرتب کرکے اتفاق و اتحاد کی ایک مثال قائم کردی اور آئندہ کے لیے یہ منہ بند کردیا کہ علماء آپس میں متفق نہیں ہوسکتے (۱۱۰۲)۔ بہرحال مشرقی پاکستان کے ممتاز علمائے دین میں سے مولانا اطہر علیؒ مولانا مفتی دین محمدؒ، مولانا صدیق احمدؒ، مولانا عبدالوہابؒ، مولانا مفتی محی الدینؒ، مولانا محمد اللہؒ، مولانا السید محمود مصطفیٰ المدنیؒ، مولانا عبید الحقؒ، مولانا محمد ہارونؒ، مولانا وحید الزمانؒ، مولانا انوار الحق فرید پوریؒ وغیرہ جیسے اکابر علمائے حق ہمیشہ پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے اور جب بھی کسی لادینی تحریک نے سر اٹھایا تو یہ علمائے حق بغیر کسی خوف و خطر کے کلمۂ حق بلند کرتے رہے۔ (۱۱۰۳)

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ:

"مشرقی پاکستان کے ممتاز علمائے دین میں مشہور عالم ربانی جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ کے بانی اور شیخ الحدیث مولانا شمس الحق فرید پوریؒ بڑے مخلص و حق گو تھے۔" (۱۱۰۴)

وفات:

دینِ اسلام کے یہ عظیم بزرگ اور عالم دین شمس الحق فرید پوریؒ نے زیادہ عمر نہیں پائی، لیکن عمر کے آخری حصے میں بھی دینِ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کو اپنا عبادت سمجھ کر گزارا اور آخرکار ۲ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۱ جنوری ۱۹۶۹ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

مولانا محمد طاہر قاسمیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۲۳ھ - بہ مطابق ۱۹۰۳ء

تاریخ وفات: ۱۳۷۲ھ - بہ مطابق ۱۹۵۲

تعارف:

مولانا محمد طاہر قاسمیؒ ۱۳۲۳ھ - ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی قدیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند (۱۱۰۵) کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۱۰۶) کے پوتے اور مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ (۱۱۰۷) کے چھوٹے صاحبزادے ہیں (۱۱۰۸)۔ مولانا محمد طیب قاسمیؒ (۱۱۰۹) مہتمم دارالعلوم دیوبند کے حقیقی بھائی اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۱۱۰) اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۱۱۱) کے تلمیذ خاص تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور اپنے علم و بصیرت میں قاسمی روایات کے حامل تھے۔ روحانی سلسلہ حکیم الامت تھانویؒ سے قائم تھا اس لیے زندگی بھر انہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ (۱۱۱۲)

تصنیفی و تدریسی خدمات:

دارالعلوم دیوبند میں فراغت تعلیم کے بعد اپنے بڑے بھائی مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے دور اہتمام میں نیابت اہتمام کے منصب پر فائز ہوئے اس کے ساتھ دارالعلوم میں معین المدارس بھی مقرر ہوئے اور سلسلۂ درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری فرمایا اور بہت سی تالیفات منصۂ شہود پر آئیں۔ (۱۱۱۳)

مولانا انظر شاہ کشمیریؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

''مولانا محمد طاہر قاسمیؒ بڑے ذکی و ذہین، انشاء پرداز مجسم، سیاسی جوڑ توڑ میں ماہر، استعداد کے مضبوط، شوخ و چنچل طبیعت کے مالک تھے، جود و سخا، مہمان نوازی و سیر چشمی میں فائق، قلب اس قدر صاف کہ ابھی آگ اور ابھی پانی۔ کینہ و حسد، بغض و عناد سے قلب صاف تھا۔ ان کی وفات کے بعد راقم الحروف نے خواب میں دیکھا کہ کہتے ہیں:

''میری نجات ہوگئی اور قلب کی صفائی اور سینہ بے کینہ میرے کام آیا۔''

تدریس پر بیٹھے تو قدوری کے درس میں ہدایہ اولین کے مصنف پر اعتراضات کی بھرمار کر ڈالی۔ اہتمام میں پہنچے تو اپنے استاذ مولانا اعزاز علی امروہیؒ (۱۱۱۴) کی درخواست نامنظور کر کے طلبہ میں ناراضگی کا ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

قرآن سے بڑا شغف تھا۔ خاص انداز پر تفسیر لکھ رہے تھے۔ عقائد میں ''عقائد الاسلام'' ان کا مطبوعہ رسال موجود ہے اور کئی تصانیف ان کے قلم سے نکلیں۔ دارالعلوم میں معین مدرس نائب مہتمم اور ناظم کتب خانہ تھے۔ آخر میں دارالصنائع کے منتظم اعلیٰ رہے، سیاست میں آل انڈیا مسلم لیگ (۱۱۱۵) کے قریب اور کانگریس (۱۱۱۶) کے مخالف تھے۔ انتظامی معاملات میں پوری مہارت رکھتے

تھے۔ لیکن تلون مزاجی نے ترقی کے قدم روک دیئے۔ پچاس سال کی عمر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ ریڈیو پاکستان (۱۱۱۷) کے مشہور قاری محمد طاہر قاسمیؒ، مولوی آصف قاسمیؒ، شاکر میاں، فاخر میاں بلکہ کئی بچے پسماندگان میں چھوڑے۔ (۱۱۱۸)

مولانا محمد سالم قاسمیؒ آپ کی علمی و تصنیفی خدمات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''مولانا محمد طاہر قاسمیؒ اپنے علم و بصیرت میں قاسمی روایات کے حامل تھے، اس ذوقِ بصیرت پر بطور شاہد عدل آپ کی متعدد نادر تصانیف ہیں۔ ان تصانیف کے موضوعات کی ندرت، مصنف کی جدت طراز طبیعت اور وسعت مطالعہ کی نشاندہی کرتی ہے، آپ کی تصانیف ''عقائد اسلام قاسمی، حقیقت سحر، النحر فی الاسلام التعوذ فی الاسلام، تفسیر تقریر القرآن، تجلیات کعبہ'' کامیاب تصانیف شمار کی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ''عقائد الاسلام قاسمی'' آپ کی ایک کامیاب ترین تصنیف اور مسلمانوں کے ہر طبقہ کے فکر و ذہن کی رعایت کے ساتھ اسلامی عقائد کی اشاعت کے بارے میں ایک انوکھا اور کامیاب تجربہ تھا۔ یہ کتاب مولانا محمد طاہر قاسمی کی آخری تصنیف ہے اور اس کا پہلا ایڈیشن ۵/اکتوبر سن ۱۹۵۵ء کی صبح کو اس وقت پہنچا کہ جب مولانا سفر آخرت فرما چکے تھے۔ (۱۱۱۹)

مولانا حکیم انیس احمد صدیقیؒ لکھتے ہیں کہ:

مولانا محمد طاہر قاسمیؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے حقیقی بھائی اور پاکستان کے مشہور مولانا قاری محمد طاہر قاسمیؒ کے والد بزرگوار تھے۔ آپ نے عقائد کے سلسلہ میں عقائد الاسلام کتاب تالیف فرمائی ہے اور تفسیر معوذتین میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے اسرار و معارف کو قلم بند فرمایا ہے۔ اس کا نام التعوذ فی الاسلام ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر سورۂ یوسف بھی آپ کی تالیف ہے۔ (۱۱۲۰)

دارالعلوم دیوبند کی نظامت:

مولانا محمد سالم قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ:

مولانا محمد طاہر قاسمیؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے پوتے اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے برادر خورد تھے۔ مولانا موصوف اپنی ذاتی ذکاوت اور ذہانت کے لحاظ سے معاصرین میں غیر معمولی امتیاز کے مالک تھے۔ اکابر و اسلاف کرام سے رابطہ عقیدت جذب گیری مولانا مرحوم کے لیے ناقابلِ تحمل تھی۔ اسلاف کی عظمتوں پر ناواجب حرف گیری مولانا مرحوم کے لیے ناقابلِ تحمل تھی۔ زبان و قلم سے اس کا دفاع کرتے ہیں۔ کبھی مداہنت نہیں برتی۔ صاف گوئی اور صاف طبعی آپ کا امتیازی جوہر تھا۔ دارالعلوم دیوبند اور اسکی تاریخ سے مولانا موصوف کی قلبی وابستگی بذات خود ایک تاریخی چیز تھی۔ دارلعلوم دیوبند کی زندگی بھر خدمت انجام دیتے رہے۔ قاسمی رنگ و روایات کی برقراری کے لیے مولانا موصوف کی مسلسل جدوجہد ایک دور میں ان کے حق میں ان کا سب سے بڑا جرم بن گئی۔ جس کی پاداش میں مسلسل چودہ سال آپ کو اس علمی وطن (دیوبند) سے جلاوطن ہونا پڑا۔ آخر لمحات حیات میں اس جذبہ صادق نے پھر یاوری کی اور دارالعلوم سے باضابطہ

وابستگی میسر آگئی۔ جو آخر تک قائم رہی۔

آپ کی آخری تصنیف "عقائد الاسلام قاسمی" خصوصی اور عمومی افادیت کے اعتبار سے اسلامی معاشرہ کی ایک بڑی اور اہم ضرورت کو بہتر انداز میں پورا کرتی ہے آپ کی یہ آخری یادگار ایک علمی اور دینی ذخیرہ ہے۔ (۱۱۲۱)

مولانا عزیز احمد قاسمیؒ لکھتے ہیں کہ:

۱۳۴۸ھ۔۱۹۲۹ء میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ جب دارالعلوم دیوبند کے ساتویں مہتمم مقرر ہوئے تو دارالعلوم کا حلقہ اثر سے گزر کر افغانستان (۱۱۲۲)، برما (۱۱۲۳)، حجاز مقدس (۱۱۲۴)، ایران (۱۱۲۵)، مصر (۱۱۲۶)، ایسٹ افریقہ (۱۱۲۷) اور جنوبی افریقہ (۱۱۲۸) تک پھیل گیا اور آپ کے زمانہ اہتمام میں انگلینڈ (۱۱۲۹) اور امریکہ (۱۱۳۰) میں بھی دارالعلوم کا تعارف ہوا۔ اور دارالعلوم نے نمایاں ترقی کی۔ مالیات میں بھی اضافہ ہوا اور تعمیرات میں بھی اضافہ ہوا۔ جس کی تفصیل تاریخ دارالعلوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کے اہتمام میں ۱۳۵۱ھ۔۱۹۳۲ء میں آپ کے برادر خورد مولانا محمد طاہر قاسمیؒ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم بنائے گئے۔ جو ۱۳۴۶ھ۔۱۹۲۷ء میں دارالعلوم ہی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ۱۳۵۰ھ۔۱۹۳۱ء میں دارالعلوم کے کتب خانہ کے ناظم بھی مولانا محمد طاہر قاسمیؒ ہی مقرر ہوئے۔ جو یہ خدمت ۱۳۵۴ھ۔۱۹۳۵ء تک انجام دیتے رہے۔ پھر ۱۳۶۰ھ۔۱۹۴۱ء سے آخر وقت ۱۳۷۲ھ۔۱۹۵۳ء تک شعبہ دارالصنائع کے باقاعدہ ناظم اعلیٰ رہے اور اس طرح مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی نیابت میں دارالعلوم کی خدمت میں مصروف رہے۔ (۱۱۳۱)

تحریک پاکستان میں خدمات:

بعض محققین کے مطابق پاکستان میں خواندگی کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے، جس کی وجہ سے بعض ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حصول و قیام اور تحریک پاکستان میں علمائے کرام نے کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہیں دی۔ حالانکہ علمائے حق نے جو کارنامے انجام دیے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی تاسیس کا اولین سہرا علماء حق کے سر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) (۱۱۳۲) اور قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) (۱۱۳۳) نے پاکستان بنانے کے لیے جو کام کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن ان حضرات کے زمانے سے قبل جو کام علمائے حق نے کیا ہے اسے بھی تاریخ پاکستان کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ (۱۱۳۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۷۰۳ء۔۱۷۶۲ء) (۱۱۳۵) نے اپنی تصنیفات و تعلیمات کے ذریعے برصغیر میں ایسا ماحول پیدا کیا کہ مسلمان یہاں رہنے کے لیے الگ وطن حاصل کریں جہاں وہ خلافت راشدہ (۶۳۲ء۔۶۶۱ء) (۱۱۳۶) کے عہد کے مطابق اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالیں، پھر آپ کے جلیل القدر صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ (۱۱۳۷) محدث دہلوی نے ہندوستان کو دارالحرب (۱۱۳۸) قرار دیا۔ بعدازاں ان کے مرید خاص سید احمد بریلویؒ (۱۱۳۹) اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (۱۱۴۰) نے ایک الگ خط دارالاسلام بنانے کے لیے جہاد کیا۔ اس طرح سے ہمارے نزدیک اس میں قطعی

مبالغہ نہیں کہ پاکستان کی تاسیس سو سال قبل ان بزرگوں نے اپنے خون سے قائم فرما دی تھی۔ ان اکابر کے بعد علمائے دیوبند نے اسلامی حکومت کے قیام کی جدوجہد فرمائی اور ۱۸۵۷ء (۱۱۴۱) کی جنگ آزادی میں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۱۴۲)، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۱۴۳)، حافظ ضامن تھانویؒ (۱۱۴۴) اور دیگر علماء دیوبند بنفس نفیس میدان جہاد میں نکلے۔ اس کے بعد شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کار آزادیٔ ہند کے لیے سینہ سپر رہے۔ پھر دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اعلیٰ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۱۴۵) نے ہندوستان میں ۱۹۲۸ء میں ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کا نقشہ پیش کیا۔ (۱۱۴۶) اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور اپنے سینکڑوں خلفاء اور ہزاروں متعلقین کو ہدایت کی کہ اسلام کی سربلندی اور حفاظت کے لیے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔ چنانچہ مولانا تھانویؒ کے اس اعلان پر مسلمان جوق در جوق مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں پاکستان کا ریزولیشن پاس کر دیا (۱۱۴۷) اور مخالفین پاکستان کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ (۱۱۴۸)

جمعیت علمائے اسلام سے وابستگی:

اہل علم کے مطابق مولانا تھانویؒ کی اس اسلامی سلطنت کے قیام کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آپ کے خلفائے عظام اور متوسلین میدان میں آئے اور مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں عملی طور پر حصہ لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۴۵ء میں آپ کے عظیم خلفاء و مجازین میں سے دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۱۴۹)، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۱۵۰)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۱۵۱)، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (۱۱۵۲)، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۱۵۳)، علامہ سید سلیمان ندویؒ (۱۱۵۴)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۱۵۵) مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۱۵۶)، مولانا محمد طاہر قاسمیؒ (۱۱۵۷) اور دیگر مقتدر علمائے کرام، مولانا آزاد سبحانیؒ (۱۱۵۸)، مولانا غلام مرشدؒ (۱۱۵۹) وغیرہ نے کلکتہ (۱۱۶۰) میں جمع ہو کر ایک عظیم الشان علماء کانفرنس منعقد کی اور نومبر ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء میں جمعیت علمائے اسلام کا قیام عمل میں آیا (۱۱۶۱)۔ جس کے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ منتخب کیے گئے (۱۱۶۲)، اس کانفرنس نے متفقہ طور پر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور ایک قرارداد کے ذریعے مسلمانوں سے اپیل کی کہ پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن جو قریب آ رہے ہیں اس میں مسلم لیگ کے نمائندہ کے سوا کسی دوسری جماعت کے نمائندہ کو ووٹ نہ دیں، کیوں کہ کانگریس کے نمائندہ کو ووٹ دینا اتحاد ملت، مفاد ملت، استقلال اسلام اور مستقل قوم کے مقاصد کے خلاف ہے اور پاکستان کے سوال کا فیصلہ بڑی حد تک آنے والے ان انتخابات کے نتائج پر موقوف ہے۔ (۱۱۶۳)

علمائے دیوبند اور مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان:

سیاسی تجزیہ نگاروں کے مطابق دیوبند کے علمائے کرام ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کی امداد اور پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے پھیل گئے۔ مولانا محمد طاہر قاسمیؒ نے بھی دوسرے علمائے دیوبند کی طرح مسلم لیگ اور کانگریس کے

اس آخری فیصلہ کن الیکشن میں بڑی سرگرمی سے کام کیا اور اپنے استاد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہمراہ پورے ہندوستان کا دورہ کر کے مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا، جہاں کانگریس کا اثر تھا ان مقامات پر پہنچ کر ان کے اثرات کو باطل کر دیا۔ (۱۱۶۴) مزید برآں مولانا محمد شفیعؒ نے مذہبی اور علمی حیثیت سے مطالبۂ پاکستان، حمایت مسلم لیگ، کانگریس سے اختلاف اور متحدہ قومیت کے خلاف دو قومی نظریے پر قرآن و حدیث اور فقہی دلائل کی روشنی میں بہت سے فتاویٰ اور رسائل لکھ کر شائع کیے۔ جن میں سے کانگریس اور مسلم لیگ'' ۔ ''افادات اشرفیہ و مسائل سیاسیہ'' بڑے مفید ثابت ہوئے اور ہوا کا رخ بدل گیا اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں ہر طرف نعرے بلند ہوئے۔ مسلمانان ہند مسلم لیگ میں جوق در جوق شامل ہوتے گئے۔ (۱۱۶۵)

لیاقت، کاظمی الیکشن کے نتائج:

بعض تجزیہ نگاروں کے بقول کانگریس خاص طور پر اس حلقے میں مسلم لیگ کو ناکام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی اور ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں جن میں جمعیت علمائے ہند (۱۱۶۶)، مجلس احرار (۱۱۶۷) نیشنلسٹ مسلمان (۱۱۶۸)، جماعت اسلامی (۱۱۶۹) اور خدائی خدمت گار (۱۱۷۰) شامل ہیں۔ سب اپنی اپنی اغراض و مصالح کی بناء پر پاکستان کے خلاف متحدہ محاذ بنائے ہوئے تھے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ کانگریس کی تائید کر رہے تھے۔ لیاقت علی خان کا یہ حلقۂ انتخابات اس لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل کر گیا تھا کہ انہیں ناکام کرنے کے لیے کانگریس نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ایک عزیز محمد احمد کاظمی کو ان کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا تھا کیوں کہ کانگریس والے اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ عوام میں جو مقبولیت خدام دربار اشرفیہ کو حاصل ہے اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے مصروف جدوجہد تھے، محمد کاظمی کے مقابلہ میں نوابزادہ لیاقت علی خان کی حمایت بوجہ رشتہ داری نہیں کر سکیں گے۔ دوسری طرف محمد احمد کاظمی کی امداد کے لیے انہوں نے خود مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو اس محاذ پر بھیج دیا تھا۔ چنانچہ اس پر نواب زادہ لیاقت علی خان نے سردار امیر اعظم خان کو اپنا خط دے کر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا شبیر علی تھانویؒ (۱۱۷۱) کے پاس تھانہ بھون بھیجا اور انہیں لکھا کہ اگر آپ اس وقت دورہ پر نہ نکلیں گے تو مسلم لیگ کی کامیابی دشوار ہے۔ (۱۱۷۲)

مولانا شبیر علی تھانویؒ نے بھی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے سفارش کی کہ اس درخواست کو ہرگز رد نہ کیا جائے۔ اس پر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ رشتہ داری کو نظر انداز کرتے ہوئے اور اپنے ذاتی مفاد کو قربان کرتے ہوئے ملی مفاد کی خاطر اپنے ایک عزیز کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے میدان الیکشن میں نکل آئے اور سردار امیر اعظم خان کے ہمراہ سہارنپور (۱۱۷۳)، مظفر نگر (۱۱۷۴) اور بلند (۱۱۷۵) شہر کے اضلاع میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ علاوہ ازیں اس حلقے کے لیے مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے فتوے بھی حاصل کیے گئے جو نہایت موثر ثابت ہوئے جن کا اعتراف خود لیاقت علی خان نے ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ:

''آپ حضرات علماء نے اس نازک موقع پر گوشۂ عزلت سے نکل کر میدانِ عمل میں اس سرگرمی کے ساتھ جو جدوجہد کی ہے، وہ بے

حد متاثر کن اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی ہے۔ اس کامیابی پر میں آپ حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ خصوصاً اس حلقۂ انتخاب میں جہاں ہماری لیگ نے مجھے کھڑا کیا تھا۔ آپ حضرات کی تحریروں اور تقریروں نے باطل کے اثرات بہت بڑی حد تک ختم کر دیے۔ (۱۱۷۶)

علمائے کرام کے فتووں کا اثر اور نتیجہ:

علمائے کرام کے اثر اور علماء کے فتووں اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے دوروں نے رائے عامہ کو مسلم لیگ کی تائید پر آمادہ کر دیا اور لیاقت علی خان نے اپنے ان بے غرض اور مخلص دوستوں، ہمدردوں اور علمائے کرام کی مساعی جمیلہ سے تین ہزار ووٹوں کی اکثریت سے کانگریس کے نمائندے کے مقابلے میں جیت گئے۔ یہ کانگریس اور جمعیت علمائے ہند کے مقابلہ میں جمعیت علمائے اسلام کی پہلی شاندار کامیابی تھی اور مسلم لیگ کی بے نظیر فتح تھی۔

مولانا محمد طاہر قاسمیؒ نے حصول و قیام پاکستان کے لیے بے لوث خدمات انجام دیں اور پاکستان کے نام پر ہونے والے الیکشن میں لیاقت علی خان کے حلقۂ انتخاب اور دوسرے مسلم لیگی حلقوں میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور دیگر علمائے دیوبند کے ہمراہ شبانہ روز کام کیا اور تحریک پاکستان میں ایک مثالی کردار ادا کیا۔ علمائے کرام کی ان مساعی جمیلہ، قربانیوں، جاں نثاریوں، کوششوں اور بیانوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ کون کہہ سکتا ہے کہ علمائے اسلام اور علمائے دیوبند نے پاکستان کی تاسیس و تعمیر میں حصہ نہیں لیا ہے۔ (۱۱۷۷)

”مکالمۃ الصدرین“ مرتبہ مولانا محمد طاہر قاسمیؒ:

ہندوستان کا ہر واقف جانتا ہے کہ تحریک پاکستان کے زمانہ میں علمائے کرام کی دو جماعتیں کام کر رہی تھیں۔ ایک جمعیت علمائے ہند جو کانگریس کی ہم زبان تھی اور جس کے سربراہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تھے اور دوسری جماعت جمعیت علمائے اسلام جو قیام پاکستان کی حامی اور مسلم لیگ کی ہمنوا تھی۔ اس کے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے۔ یہ دونوں ایک ہی درسگاہ کے تعلیم یافتہ ایک ہی استاد کے شاگرد تھے مگر سیاسی نظریات دونوں کے الگ الگ تھے۔ چند حضرات نے ان دونوں عظیم بزرگوں کے باہمی اختلافات دور کرنے کی غرض سے ایک وفد کی صورت میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ اس ملاقات کی تحریک مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ (۱۱۷۸) یعنی شاگرد علامہ عثمانیؒ پیش پیش تھے۔ چناں چہ علماء کے ایک وفد نے علامہ عثمانیؒ سے ملاقات کی جس کی قیادت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرما رہے تھے۔ ان حضرات سے علامہ عثمانیؒ کی جو گفتگو ہوئی، اس گفتگو کو ہم اختصاراً پیش کرتے ہیں اسے پڑھ کر آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان دونوں جماعتوں کے سربراہوں میں سے کس کے کلام میں زیادہ وزن اور زور ہے۔ اس گفتگو میں مولانا محمد طاہر قاسمیؒ بھی موجود تھے، جنہوں نے اس گفتگو کو قلم بند کیا تھا اور بقول پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹیؒ وہ خود زبردست مسلم لیگی تھے اور علامہ شبیر عثمانیؒ کے شاگرد رشید تھے۔

اس مکالمے کو ”مکالمۃ الصدرین“ (۱۱۷۹) کا نام مولانا محمد طاہر قاسمیؒ نے دیا تھا، کیوں کہ علامہ عثمانیؒ صدر جمعیت علمائے اسلام ہند ہوئے اور مولانا مدنیؒ صدر جمعیت علمائے ہند تھے، بہر حال اب اس مکالمۃ الصدرین کو اختصار کے ساتھ پیش کیا

جاتا ہے۔ اس کا پیش لفظ بھی مولانا محمد طاہر قاسمیؒ کا لکھا ہوا ہے۔ پہلے پیش لفظ کے چند جملے ملاحظہ فرمائیے، جس سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے نظریات اور خیالات کا اندازہ کرنا زیادہ آسان اور سہل ہوگا۔

”مکالمۃ الصدرین“ کا پیش لفظ:

مولانا محمد طاہرؒ نبیرہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

”وہ معرکہ آرا مکالمہ جو اس وقت ناظرین کے ہاتھوں میں ہے فی الحقیقت تمام مسلمانوں کے لیے ایک شمع ہدایت ہے، جس سے بآسانی وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کا استقلال کس راستے پر چلنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جو اس وقت ہندوستان کے یگانہ روزگار علماء میں سے ہیں جو جماعت دیوبند کے مسلم اکابر میں سے ہیں۔ ان کا تبحر علمی محتاج تشریح نہیں، تبحر علمی کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی معلومات سونے پہ سہاگہ ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور وفد جمعیت علمائے ہند کے درمیان گفت وشنید کو تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے اور اس کو قلم دستاویز کی شکل میں بند کیا گیا اور جہاں وضاحت کی ضرورت سمجھی وہاں قوسین میں عبارت کا اضافہ کر دیا تاکہ مکالمہ کا اصل عبارت میں امتیاز رہے۔

لیجیے ملاحظہ ہو مکالمۃ الصدرین۔ یہ مکالمہ ۱۳۶۴ھ۔ ۷/دسمبر ۱۹۴۵ء کو دیوبند میں ہوا۔ ۱۳۶۴ھ۔ یکم دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے ہند دہلی اپنی کسی ضرورت سے دیوبند تشریف لائے اور بضمن عیادت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران مزاج پرسی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے علامہ عثمانیؒ سے فرمایا کہ:

”ہمیں کچھ آپ سے حالات حاضرہ پر گزارشات کرنی ہیں۔ مسئلہ پر شرعی حیثیت سے تو ہم کیا گفتگو کرتے، یہ درجہ تو ہمارا نہیں البتہ کچھ واقعات ایسے بیان کرنے ہیں جن کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ شاید وہ آپ کے علم میں نہ آئے ہوں، ممکن ہے ان واقعات کو سن کر آپ کی جو رائے لیگ و پاکستان کے بارے میں قائم شدہ ہے اس میں تغیر ہو جائے۔ (۱۱۸۰)

علامہ عثمانیؒ نے فرمایا کہ میں گفتگو کے لیے ہر وقت حاضر ہوں جب دل چاہے تشریف لائیں۔ چنانچہ ۷/دسمبر ۱۹۴۵ء، بروز جمعہ ساڑھے آٹھ بجے دن مولانا حسین احمد مدنیؒ (۱۱۸۱) صدر جمعیت علمائے ہند، (۲) مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۱۸۲) (۳) مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ اور مولانا عبدالحنانؒ، مولانا عثمانیؒ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کیا، کچھ دیر مزاج پرسی ہوئی۔ اس کے بعد مجلس پر سکوت چھا گیا کہ گفتگو کی ابتداء کون کرے اور کس مسئلے سے کرے، چوں کہ گفتگو کے خواہشمند وفد متذکرہ بالا حضرات تھے اور اسی غرض کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس لیے علامہ عثمانیؒ خاموش رہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے گفتگو کی ابتداء کی اور ایک طویل تقریر کی جو پون گھنٹہ تک جاری رہی۔ (۱۱۸۳)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا جواب:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ساری تقریر غور سے سننے کے بعد فرمایا کہ:

”مجھے پورے الفاظ اور اجزاء تو آپ کی لمبی چوڑی تقریر کے محفوظ نہیں رہے۔ البتہ جو تلخیص میرے ذہن میں آئی ہے، اس کے جوابات بالحاظ ترتیب عرض کروں گا اگر کوئی ضروری بات رہ جائے تو آپ یاد دلا کر اس کا مجھ سے جواب لے سکتے ہیں۔“

گفت و شنید کا یہ سلسلہ سوا تین گھنٹے مسلسل جاری رہا۔ اس مکالمہ میں سب سے زیادہ حصہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لیتے رہے۔ دوسرے درجہ میں مولانا احمد سعیدؒ شریک رہے اور مولانا مفتی کفایت اللہؒ نے جو مزاج پرسی کے بعد سکوت اختیار فرمایا، وہ ختم مجلس تک قائم رہا اور کسی موقع پر بھی ایک حرف نہ بولے۔ البتہ آخر میں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے پندرہ منٹ گفتگو کی۔

جمعیت علمائے ہند کے ان ذمہ دار حضرات کا خیال تھا کہ علامہ عثمانیؒ کو جو ایک عرصے سے سیاست سے الگ تھلگ رہ رہے تھے، سیاسی معلومات کم ہی ہوں گے اور ہم اپنے پیش کردہ واقعات سے انہیں متاثر کر سکیں گے۔ اور انہیں پھر سیاسیات سے کنارہ کشی پر آمادہ کر لیں گے۔ مگر علامہ عثمانیؒ نے اپنی بے پناہ سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا اور ان کے پیش کردہ اشکالات کا کوئی جواب بھی ان حضرات سے نہ بن پڑا۔ (١١٨٤)

پاکستان سے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے انہیں صاف فرمایا کہ:

”میں نے جو رائے پاکستان کے متعلق قائم کی ہے، وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے، جمعیت علمائے اسلام قائم رہے یا نہ رہے میری رائے پھر بھی یہی رہے گی کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان مفید ہے۔ مسلمانوں کو ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم پر ہونا چاہیے اور علمائے ملت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جدوجہد کرنی چاہیے۔ آپ کا یہ دعویٰ کہ پاکستان قائم ہونے میں سراسر مسلمانوں کا نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ہندو پاکستان سے پھر کیوں اس درجہ مضطرب و خائف اور اس کی انتہائی مخالفت پر تلا ہوا ہے اور ان کا اعلان ہے کہ پاکستان ہماری لاشوں پر بن سکتا ہے اور یہ کہ جو جماعت یا جو شخص پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا کانگریس اس کی ہر طرح امداد کرے گی۔ میں اس امر پر بحث نہیں کرتا کہ مسلم لیگ راجاؤں، نوابوں اور خطاب یافتہ لوگوں کی جماعت ہے۔ آپ جو چاہیں کہیں لیکن مسٹر جناح کے متعلق تو میرا یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ یا وہ کسی دباؤ یا لالچ میں آسکتے ہیں یا کسی قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں۔ آپ کا یہ اشکال کہ علی گڑھ (١١٨٥) کے تعلیم یافتہ اور دوسرے بعض فرقے علماء کے اقتدار کو مٹانا اور دین کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو میرے نزدیک اس کا بھی حل یہ ہے کہ آپ سب حضرات مسلم لیگ میں داخل ہو جائیں اور داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیں پھر ہم عوام کے ذریعے جو مفید صورت مسلمانوں کے لیے ہوگی بروئے کار لا سکیں گے۔ کیا ہمارا اتنا بھی اثر نہیں کہ ہم دو چار لاکھ ممبران میں بھرتی کرا سکیں۔ میں اس کے لیے تیار ہوں کہ آپ حضرات سے مل کر اس کام میں حصہ لوں۔ میرے نزدیک تو اصلاح کی یہی بہترین شکل ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ میں ہمیشہ سیاسیات سے کنارہ کش رہا۔ اس الیکشن میں کیا داعیہ پیش آیا کہ میں نے شرکت کر لی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس الیکشن کی نوعیت پچھلے الیکشنوں سے بالکل مختلف

ہے۔ حکومت نے صاف لفظوں میں اس کا اعلان کر دیا ہے کہ اس مرتبہ منتخب ہونے والی اسمبلی ہی آئندہ ہندوستان کا مستقل دستور بنائیں گی۔ چوں کہ اس الیکشن سے قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ وابستہ ہے اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس بنیادی موقع پر مسلمانوں کی امداد کی جائے۔ جو استقلال ملت اور مسلم حق خود ارادیت کے حامی ہیں۔ آپ کی خواہش کہ میں ایسے موقع پر نرمی یا سکون اختیار کروں لیکن جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں ظاہر ہے کہ اس معاملے میں میرے لیے سکوت کیسے مناسب ہے۔ (۱۱۸۶)

اس وفد کی گفتگو کا الٹا اثر ہوا۔ ان کے اشکالات اور لا جواب ہونے سے علامہ عثمانیؒ کے موقف کو پختہ کر دیا اور انہوں نے ۲۶؍دسمبر ۱۹۴۵ء کو دیو بند کے ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ میں:

”ایک عرصہ سے عافیت نشین تھا اور میری طویل علالت و خرابی صحت کا اقتضی بھی یہی تھا، لیکن آج ملت اسلامیہ ایسی جدوجہد سے دوچار ہے کہ اس کے نتائج و عواقب اس قدر اہم ہیں کہ وہ مجھے اس بیماری کی حالت میں بھی سیاست میں کھینچ لائے۔ تحریک خلافت (۱۱۸۷) کے بعد سے میں سیاست سے کنارہ کش ہوں، لیکن عرصہ دراز کی کاوشوں اور غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر حصول پاکستان کے لیے میرے خون کی ضرورت ہوئی تو میں اس راہ میں اپنا خون دینا باعث افتخار سمجھوں گا اور اس سے ہرگز انحراف اور پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ میں مسلم لیگ اور قائد اعظم کے تشکیل پاکستان سے مکمل طور پر مطمئن ہوں اور ان کی حمایت و مدد ہماری اولین ذمہ داری ہے جس کو میں ادا کرتا رہوں گا۔ (۱۱۸۸)

مولانا محمد طاہر احمد قاسمیؒ دارالعلوم دیو بند کے ایک عظیم علمی اور سیاسی مذہبی اور دینی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے لیے علمائے دیو بند اور مسلم لیگ کے ساتھ قائد اعظم محمد علی جناح کا ہر محاذ پر ساتھ دیا۔ ان کو اپنی توانائی سے استقامت اور حوصلہ فراہم کیا۔ آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ایک تلمیذ ہونے کا حق ادا کیا۔ آپ کی جدوجہد اور خدمات نے نہ صرف دارالعلوم دیو بند کی عظمت و شان میں چار چاند لگایا بلکہ آپ نے اکابرین ملت اور بانی پاکستان و مسلم لیگ کے ہم خیال ہو کر تاریخ پاکستان کی جدوجہد میں شامل اکابرین کے قافلے میں خود کو شامل کیا۔

وفات:

بالآخر ۱۳؍محرم ۱۳۴۲ھ۔ ۵؍اکتوبر ۱۹۵۲ء میں آپ نے خانوادہ قاسمی کو داغ مفارقت دے کر داعی اجل کو لبیک کہا۔

* * *

غلام غوث ہزارویؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۱۳ھ۔ بہ مطابق ۱۸۹۶ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۱ھ۔ بہ مطابق ۱۹۸۱ء

خاندانی پس منظر:

غلام غوث ہزارویؒ کا خاندان انتہائی دیندار تھا۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے دادا امان شاہ(۱۱۸۹) پولیس میں ملازم تھے۔ بعد میں ریٹائر ہوئے جب تک زندہ رہے، قرآن پاک کی ایک منزل روزانہ تلاوت کرنا ان کا معمول تھا۔ اس طرح ہر ساتویں دن قرآن پاک کا ختم کرتے۔ خود غلام غوث ہزاروی فرمایا کرتے:

"میں نے اپنے دادا مرحوم کے قرآن پاک کا وہ نسخہ خود دیکھا ہے، جس پر وہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ ورق الٹنے کی جگہیں ورق الٹنے سے کافی سیاہ ہوگئیں تھیں، وہ قرآن پاک سیالکوٹی موٹے کاغذ پر بڑے سائز کا تھا، جو کافی عرصے تک ہم نے بطور تبرک سنبھالے رکھا۔"

مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے والدین:

مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے والد ماجد کا نام حکیم مولانا سید گلؒ (۱۱۹۰) تھا۔ وہ مڈل اسکول میں استاد تھے۔ بہت متواضع اور خلیق انسان تھے۔ غلام غوث ہزارویؒ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں تحریر فرماتے ہیں:

"میرے والد مولانا سید گلؒ مجذوب بزرگ تھے۔ بہت سے مجذوب ان کو ملنے آیا کرتے تھے۔ میری والدہ محترمہ بھی خدا رسیدہ خاتون تھیں اور ان کا سلسلۂ نسب ان مجاہدین سے جا کر ملتا ہے جو سیدا حمد شہیدؒ (۱۱۹۱) کے ہمراہ آئے تھے۔" (۱۱۹۲)

ولادت:

غلام غوث ہزارویؒ ۱۸۹۵ء (۱۱۹۳) میں ضلع مانسہرہ (۱۱۹۴)(ہزارہ ڈویژن)(۱۱۹۵) کے مشہور قصبے بفہ کے قریب "بجی کوٹ" نامی ایک معروف گاؤں میں پیدا ہوئے۔ (۱۱۹۶)

ابتدائی تعلیم:

مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد ماجدؒ سے حاصل کی اور ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۰ء میں مڈل کے امتحان

میں پورے ضلع میں اول آئے۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی ذہانت کی وجہ سے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر نے آپ کا ماہوار وظیفہ پندرہ روپے مقرر کر دیا جبکہ اس وقت ایک سپاہی کی ماہوار تنخواہ سات روپے ہوتی تھی۔

دینی تعلیم:

جب آپ نے مڈل کے امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کی تو ڈسٹرک ایجوکیشن آفیسر مرزا علی محمد خان نے آپ کے والد سے فرمایا۔ تمہارا بچہ ذہین ہے اس کو اسکول کی اعلیٰ تعلیم دلوائیں۔ انہوں نے فرمایا، انشاء اللہ پڑھاؤں گا۔ انسپکٹر نے کہا انشاء اللہ ونشاء اللہ چھوڑو اس کو پڑھاؤ۔ آپ نے پھر وہی مبارک کلمات کہے جس کے جواب میں مذکورہ افسر نے وہی گستاخانہ کلمات کہے۔ انسپکٹر تعلیم کے بار بار گستاخانہ کلمات کو سننے کے بعد آپ کے والد ماجد مولانا سید گل نے فرمایا:

”اب تو انگریزی تعلیم قطعاً نہیں پڑھاؤں گا، بلکہ وہ تعلیم دلاؤں گا جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو۔ انگریزی تعلیم میرے کس کام کی جب میرا بیٹا قبر پر پتلون پہن کر کھڑا ہو اور فاتحہ بھی نہ پڑھ سکے۔“(۱۱۹۷)

آپ کے والد فرماتے ”اگر درانتی تیز ہے تو میں گھاس کاٹنے کے بجائے اس سے گنا کیوں نہ کاٹوں۔“ چنانچہ آپ کے والد نے آپ کو دینی تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ دو سال تک سہارنپور میں بھی رہے۔ آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۱۱۹۸) کے درس علم و عرفاں سے بھی فیض یاب ہوئے دو سال سہارنپور میں گزارنے کے بعد مولانا غلام غوث ہزارویؒ دیوبند چلے گئے اور دینی علوم کی تکمیل کی۔

آپ کے اساتذہ میں چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

۱...... مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۱۹۹)
۲...... مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۲۰۰)
۳...... مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ (۱۲۰۱)
۴...... مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ (۱۲۰۲)
۵...... مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۲۰۳)
۶...... مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (۱۲۰۴)
۷...... مولانا حافظ محمد احمدؒ (۱۲۰۵)
۸...... مولانا عبداللطیفؒ (۱۲۰۶)
۹...... مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (۱۲۰۷)
۱۰...... مولانا غلام رسول بفویؒ (۱۲۰۸)
۱۱...... مولانا سید اصغر حسینؒ (۱۲۰۹)

۱۲..... مولانا بدرِ عالم مہاجر مکیؒ (۱۲۱۰)

۱۳..... مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۲۱۱)

مولانا غوث محمد ہزارویؒ نے کئی بار اس کا ذکر کیا کہ میں ۱۹۱۰ء میں مڈل کا امتحان مانسہرہ ضلع ہزارہ سے پاس کیا اور اس کے بعد مجھے میرے والد صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے عظیم استاذ مولانا غلام رسول بفویؒ کے ہمراہ دینی تعلیم کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند بھیج دیا جہاں ایک عرصہ تک مندرجہ بالا اکابرین سے میں نے تلمذ کی سعادت حاصل کی۔ (۱۲۱۲)

تحریک ختم نبوتؐ میں مجاہدانہ کردار:

اسلامی تاریخ کے ہر دور میں احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لیے امت مسلمہ کا ایک طبقہ ہمیشہ برسر پیکار رہا ہے، جس دور میں جس طرح کے افراد، شخصیات اور اداروں کی ضرورت ہوتی رہی منشاء خداوندی سے وہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے میدانِ عمل میں آتے رہے۔ کذب و دجل کے فرعون (۱۲۱۳) جب بھی اور جہاں بھی پیدا ہوئے علم و فضل کے موسیٰ (۱۲۱۴) فوراً ہی ان کے تعاقب میں لگ گئے۔ جب کذب و دجل کے فرعون نے مرزا غلام احمد قادیانی (۱۲۱۵) کی شکل میں ظہور کیا تو اس فتنے کے سرکوبی کے لیے کئی علماء، صلحاء، اربابِ قلم، اصحابِ علم، اصحابِ خطابت ردِ قادیانیت کے میدان میں اترے اور اس فتنے کی سرکوبی کی۔

قادیانیوں کے خلاف پاکستان میں ۱۳۷۲ھ۔ ۱۹۵۳ء (۱۲۱۶) اور ۱۳۹۴ھ۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت آج بھی تاریخ کا معتبر اور روشن حوالہ ہے۔

تحریکِ ختم نبوت میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے جو کردار ادا کیا وہ بجائے خود ایک تحریک، ایک تاریخ اور دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب ہے۔ مستقبل کا مورخ جو لکھے گا سو لکھے گا ہم یہاں اپنے قارئین کو غلام غوث ہزارویؒ کے بارے میں چند تاریخی، انقلابی اور اثر انگیز واقعات سنا کر فکر و عمل کی انگیخت کا ساماں کرتے ہیں اس سے ان کی مذہبی و سیاسی سوچ اور خیالات کا اندازہ ہوگا۔

مرزا بشیر الدین محمود کی سازش:

''۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے ہزارہ کو فتح کرنے اور اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے اور مزید پختہ کرنے کے لیے ان خوانین کی دعوت یا سازش پر اپنے تیز و طرار اور شاطر قسم کے مناظر ''اللہ دتہ'' کو ہزارہ بھیجا۔ ہزارہ میں بڑے بڑے جید علماء کرام موجود تھے۔ مگر یہ مدرس، مفتی صوفیاء، صالحین اور اساتذہ قسم کے لوگ تھے۔ مناظرہ کے فن میں انہیں مہارت نہ تھی۔ نہ ہی مرزائیت کے مغالطوں اور چالاکیوں سے کما حقہ آگاہ تھے چنانچہ مرزائی مناظر مختلف جگہوں پر تقریر کرتا ہوا علمائے کرام کو چیلنج دیتا اور اپنی فضا بنتا ہوا پھگلہ آپہنچا۔ (پھگلہ مانسہرہ (۱۲۱۷) اور بالاکوٹ (۱۲۱۸) کے

درمیان ایک پرفضا مقام ہے)‘‘۔(۱۲۱۹)

مولانا غلام غوث ہزارویؒ میدانِ مبارزت میں:

’’یہاں کے بااثر سادات اور بالاکوٹ کا ایک بااثر خان قلیچ (۱۲۲۰) خان مرزائیت سے وابستہ ہوکر سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لیے تیار تھا۔ ان سب کی ملی بھگت اور سازش سے مرزائی مناظر اللہ دتہ پھگلے پہنچا تھا۔ ان لوگوں نے مختلف دیہاتوں میں دعوت نامے بھیج کر لوگوں کو بلایا اور بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا دوسرے دن اللہ دتہ پروگرام کے مطابق پولیس کی نفری اور اپنے مسلح محافظوں کے جھرمٹ میں اسٹیج پر آیا اور مرزا کے قصیدے پڑھنے لگا۔ جب اس پروگرام کا علم علمائے کرام کو ہوا تو وہ سخت پریشان ہوئے اور عوام کے ایمان کو خطرہ میں محسوس کیا۔ پھر مرزائی مناظر کو جواب دینا ان کے بس میں نہ تھا اور اتنے جاگیرداروں، خوانین اور حکام کی مخالفت کرنا اور ان کے روبرو بات کرنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ یہ کسی بیٹھک یا مسجد کی بات نہ تھی بلکہ میدانِ مبارزت میں جوہر دکھانے کا مرحلہ تھا۔ اللہ تعالٰی قاضی محمد یونس بالاکوٹی کو جزائے خیر دے کہ ان حالات کو سنا تو فوراً مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔(۱۲۲۱)

قادیانیت کے زہر کا تریاق:

آپ نے فرمایا نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچانا فرض عین ہے۔ اگر میرے پہنچنے سے پہلے مرزائی مناظر اللہ دتہ واپس چلا گیا تو بہت سے مسلمانوں کا ایمان خراب کرجائے گا۔ بچے کو دفن کرنے کے لیے عزیز و اقارب اور اہل محلہ کافی ہیں مگر اللہ دتہ کے زہر کا تریاق میرے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ قاضی محمد یونس کے ہمراہ پھگلہ روانہ ہوگئے اور ایسے وقت پر وہاں پہنچے جب مرزائی مناظر اللہ دتہ بڑے جوش و خروش سے اسٹیج پر براجمان پولیس کی نفری اور مسلح گارڈ کے گھیرے میں تقریر کررہا تھا۔ لوگوں کو ہم خیال بنانے کے لیے علماء پر چوٹیں کرتا ہوا انہیں چیلنج دے رہا تھا۔

ہوئے مر کے ایسے رسوا کہ ملی نہ جگہ لحد کی:

اس کے بعد مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی اور مرزائیت کے تار و پود کو بکھیر دیا۔ مسلمانوں سے کہا کہ ان کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے منع کردو۔ چنانچہ اس جلسے کے بعد قصبہ زیدہ بلکہ علاقہ میں کایا پلٹ گئی اور مرزائی الو پرندہ جیسے دن کو باہر نکلنے سے رہے۔ قدرتِ خداوندی سے ایک مرزائی گلاب کا چھوٹا بچہ فوت ہوگیا۔ مسلمانوں نے شیر محمد کی سرکردگی میں قبرستان پر پہرہ لگا دیا۔ اس کے بعد گلاب مرزائی نے ارادہ کیا کہ اپنی ملکیت کی زمین جو بھائیوں کے ساتھ مشترک تھی۔ اس میں قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو بھتیجوں نے جو کہ مسلمان تھے کہا کہ ہمارا دوسرا چچا معبدالحنان جو پشاور میں ملازم ہے، اس کو بلاؤ اور زمین تقسیم کرو، بعد ازاں اپنے حصے کی زمین میں دفن کردو۔ چنانچہ اسی کشمکش میں تین دن تک مُردہ پڑا رہا۔

یہ تو سن رکھا ہوگا کہ جنات ایک مخلوق ہے مگر آج تک کسی جن کو دیکھا نہیں ہوگا۔ لو آج میں تمہیں ایک جن دکھاتا ہوں جو مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ ہماری اطلاع کے مطابق تو حضرت کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس پر لوگوں نے پیچھے پلٹ کر حضرت کو دیکھا۔ ہزاروں کے اجتماع نے پرجوش استقبال کیا۔ آپ نے خطاب فرمایا، جمعہ کا خطبہ دیا پولیس وحکومت کی سازش ناکام ہوگئی۔ حضرت کی جان لینے کے درپے دشمن نامراد ہوگئے اور مولانا غوث ہزارویؒ نے قادیانیت اور قادیانیت نواز لوگوں کا احتساب پھر سے نئے ولولے کے ساتھ شروع کردیا۔‘‘(۱۲۲۲)

انگریز جج کی عدالت اور بے باکی کا ایک واقعہ:

مولانا عبدالرشید ارشدؒ لکھتے ہیں:

’’۱۳۵۲ھ۔ ۱۹۳۳ء میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے نوشہرہ(۱۲۲۳) ضلع پشاور(۱۲۲۴) میں انگریز کے خود کاشتہ پودے کے خلاف تقریر کی۔ اس پر گرفتار ہوئے۔ اے سی نوشہرہ کی عدالت میں پیش کیے گئے۔ وہ انگریز تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ ملزم کو دیکھتے ہی برا بھلا کہتا تھا۔ اس کا مقصد اس کارروائی سے ملزم کو مرعوب کرنا ہوتا تھا۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو دیکھتے ہی وہ کہنے لگا ’’تم بڑمعاش (بدمعاش) ہو، ہر جگہ فساد کرتا ہے، ہم تم کو سیدھا کرے گا‘‘ مولاناؒ بڑے تحمل سے کہنے لگے یہ عدالت ہے۔ قانونی طریقہ یہ ہے کہ وکیل استغاثہ پیش کرتا ہے مگر یہاں کا نقشہ کچھ اور ہی ہے۔ یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ مولانا نے اسی کے لب ولہجہ کی نقل اتارتے ہوئے زوردار آواز میں کہا ’’ٹم (تم) بڑا بڑمعاش (بدمعاش) ہو، ٹم (تم) ہر جگہ فساد کرتا ہے، ہم ٹم کو سیدھا کرڈے (کردے) گا، اس ناگہانی غیر متوقع جوابدہی سے وہ بدحواس ہوکر کہنے لگا ٹم (تم) کو ایک سال کی سزا دی جاتی ہے۔ مولانا جیل بھیج دیے گئے۔ پشاور کے ایک مشہور وکیل نے مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی طرف سے ایک اپیل دائر کردی کہ اسسٹنٹ کمشنر نوشہرہ نے عدالتی ضوابط کی تکمیل کے بغیر سزا دی ہے جو انصاف کے خلاف ہے۔ ملزم کو صفائی کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو جیل سے رہائی مل گئی۔(۱۲۲۵)

مرزائیوں کو جواب:

’’مرزائی خلیفہ نے یہ کہہ کر مسلمان ممبرانِ اسمبلی کو مذہبی فیصلے کرنے کی اہلیت ہے یا نہیں۔ ممبرانِ اسمبلی کی سخت توہین کی ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کروڑوں مسلمانوں کے نمائندے ہیں اور مسلمان بھی وہ جن کا کھلا دعویٰ ہے کہ ہمارا دین ’’اسلام‘‘ ہے۔ کیا یہ ممبر صاحبان اتنا بھی نہیں جانتے کہ مسلمان کون ہے؟ اور غیر مسلم کون؟ مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ کافر وہی ہوتا ہے جو ضروریات دین اور قطعیات دین کا انکار کرے۔‘‘

قادیانی مسلمان نہیں:

قادیانی کے متعلق آپ نے کہا کہ ہم نے کب کہا ہے کہ آپ کو کسی مذہب کی طرف منسوب ہونے کا حق نہیں۔ آپ بے

شک اپنے کو نصرانی، عیسائی، قادیانی، احمدی اور مرزائی وغیرہ مذاہب کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ آپ جس مذہب کی طرف چاہیں منسوب ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سات کروڑ مسلمانوں کو کافر کہیں پھر انہیں مسلمانوں کے نام سے عہدوں، منصبوں اور مختلف ملازمتوں پر قبضہ بھی کریں۔ آپ جب کروڑوں مسلمانوں کو مرزا قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمان نہیں سمجھتے تو اس طرح آپ کے غیر اسلامی عقیدوں کی وجہ سے مسلمان بھی آپ کو مسلمان نہ سمجھیں تو اب رونے کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو آپ کی بات پوری ہو رہی ہے۔ نہ تم ہم میں سے نہ ہم تم میں سے۔ (۱۲۲۶)

مقام خاتم النبیینؐ:

اس عنوان کے تحت مرزائیوں نے خواہ مخواہ خاتم النبیین کا معنی بدل کر اور بزرگانِ دین کے اقوال سے غیر تشریعی نبوت کا بقا و اجراء ثابت کرتے ہوئے مغز پاشی کی ہے۔

ناصر احمد کو چیلنج:

"ہم مرزا ناصر احمد کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کسی ولی یا عالم کی کتاب سے دکھائیں کہ فلاں آدمی حضور اکرم ﷺ کے بعد سچا نبی بنا ہے۔ خود مرزا نے اقرار کیا ہے کہ کوئی سچا نبی مرزا قادیانی سے پہلے نہیں آیا تو بحث ختم ہوگئی۔ آپ خاتم النبیین کے معنوں میں کیوں مسلمانوں کو الجھاتے اور تیرہ صدیوں کے متفقہ معانی کی تردید کرتے ہیں۔" (۱۲۲۷)

دینی، ملی، قومی اور سیاسی خدمات:

مصر کے معروف ادیب احمد امین نے اپنی خودنوشت "سوانح حیات" میں لکھا ہے کہ:

"انسان اپنے گردوپیش کی پیداوار ہوتا ہے یعنی ماحول کی جو مشینری اس کے اردگرد مصروف کار ہوتی ہے وہ اس کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔"

انسانی زندگی کے تجربات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات بلاخوف تردید درست ہے مگر پھر لوگ دو طبقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ زیادہ بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن پر ان کا ماحول حکمرانی کرتا ہے، خواہ وہ ماحول اپنے جملہ اجزائے ترکیبی کے ساتھ صالح ہو یا فاسد۔ دوسری قسم ایسے انسانوں کی ہوتی ہے جو ماحول کی حکمرانی قبول نہیں کرتے بلکہ اپنی دیدہ وری سے حالات کا مشاہدہ اور تجزیہ کرتے ہیں قابل قبول اور مفید چیزوں کو گلے لگا لیتے ہیں اور فرسودہ روایات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ چمنستانِ حیات کو نت نئے گلوں کی تخم ریزی و آبیاری سے سنوارتے اور نکھارتے ہیں اور اس کا دامن خس و خاشاک کی آویزشوں اور آلودگیوں سے پاک کرتے ہیں۔ وہ اپنے کاروان زندگی کے لیے شاہراہ حیات خود تعمیر کرتے ہیں۔

ہم خود تراشتے ہیں منازل کے سنگ راہ
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

ایسے لوگوں کی منزلیں اور مرحلے خود ساختہ و پرداختہ ہوتے ہیں، منت کش غیر نہیں ہوتے ۔

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا(۱۲۲۸)

مولانا غلام غوث ہزارویؒ اس دوسری قسم کی کمیاب اور گراں مایہ ہستیوں میں سے تھے جن کا دیدار چشم فلک کو کم ہی نصیب ہوتا ہے۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ کئی خوبیوں کے جامع تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اسلامی معیار کے عین مطابق صحیح معنوں میں بیک وقت ایک غیور عالم اور نڈر سیاسی رہنما تھے۔ انہوں نے بے سروسامانی کی حالت میں سیاست میں قدم رکھا اور اسمبلی کے اندر اور اسمبلی سے باہر اپنی سیاسی حیثیت کو منوایا۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے اپنی سیاسی زندگی کی کہانی خود اپنی زبانی بیان فرمائی ہے۔ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ رقم طراز ہیں:

جب میں نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، شیخ الہندؒ(۱۲۲۹) نے مالٹا(۱۲۳۰) سے رہا ہو کر دہلی میں جمعیت علمائے ہند (۱۲۳۱) کی بنیاد ڈالی، علیگڑھ(۱۲۳۲) بھی تشریف لے گئے۔ جامعہ ملیہ(۱۲۳۳) ان کی اور مولانا محمد علی جوہرؒ(۱۲۳۴) اور مولانا شوکت علیؒ(۱۲۳۵) کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ طلباء عموماً مہتمم حضرات کی پالیسی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ اس چراغ کو گل ہونے سے بچانا فرض تھا۔ اگر اس دارالعلوم سے لاکھوں علمائے کرام فارغ ہو کر دنیا میں نہ پھیلتے تو اس کی کرنوں سے دنیا والے کیسے روشنی حاصل کرتے اور آج ساری دنیا میں تحریکات کیسے ہوتیں۔ بہر حال میں نے ایک ایسے ہی طلبہ کی محفل میں عرض کیا کہ اب مقصد صرف کام کرنا ہے۔ چونکہ زمانہ نیک اور نیتیں صالح تھیں۔ سب نے کہا بالکل درست ہے۔ اسی وقت جمعیت الطلباء کا انتخاب ہوا اور نظامت کا قرعہ فال میرے نام نکلا۔ بعد میں اس جمعیت نے اتنی ترقی کی کہ اس کے وفد بنگال(۱۲۳۶)، یوپی(۱۲۳۷)، پنجاب(۱۲۳۸) اور سرحد(۱۲۳۹) میں سیاسی تبلیغ کے لیے پھیل گئے اور لندن کے اخبارات کو پسو پڑ گئے کہ سارا دارالعلوم انگریزوں کے خلاف مصروف عمل ہو گیا ہے۔ ہماری اس جمعیت طلبہ کے امیر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ(۱۲۴۰) تھے کیوں کہ ان کے حق میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ(۱۲۴۱) نے سختی سے انکار کیا تھا۔

جمعیت الطلباء کا ایک دورہ:

جمعیت الطلباء کے دوروں میں دوسرا دورہ یوپی (۱۲۴۲) کے لیے مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا انتخاب ہوا اور ان کے رفقاء ان کی سرکردگی میں الہ آباد(۱۲۴۳) تک گئے ۔ ہر جگہ جمعیت الطلباء کی شاخیں قائم کیں جو جمعیت علمائے ہند کا دست و بازو رہیں۔ لکھنؤ(۱۲۴۴) میں مولانا عبدالباریؒ فرنگی محل (۱۲۴۵) سے ملاقات اور تبادلۂ خیالات ہوا جو انگریز کے تحت

مخالف تھے۔ ندوۃ العلماء (۱۳۱۱ھ۔۱۸۹۳ء) (۱۲۴۶) میں ٹھہرے ان سے بہت سے سوالات وجوابات ہوئے۔ (۱۲۴۷)

کانگریس میں شرکت:

۱۳۴۸ھ۔۱۹۳۰ء (۱۲۴۸) میں جب میں مانسہرہ (۱۲۴۹) میں تعلیم دے رہا تھا تو حاجی فقیر خان صاحب مرحوم ملک پوری کی تحریک سے محترم حکیم عبدالسلام ہیر پورؒ، حضرت مولانا غلام ربانی لودھیؒ، فخر شعراء مولانا خان میر ہلالی پشاوریؒ مانسہرہ پھر بفہ تشریف لائے۔ ان کا جلسہ بفہ میں عیدگاہ کے مقام پر ہوا۔ یہ بفہ میں پہلا سیاسی جلسہ تھا۔ میں بھی اس میں شریک ہوا۔ مرحوم حاجی فقیر خان صاحب کا رشتہ داری اور قومی پوزیشن کی وجہ سے سارے علاقہ خاص کر بفہ، عنایت آباد، باغڑہ پیراں اور ترہا میں زیادہ اثر تھا اور بفہ یوں بھی سیاسی ذہن والا قصبہ تھا۔ جلسہ بڑا کامیاب ہوا۔ غلام ربانی مرزائی مانسہرہ کے آدمیوں نے جلسہ میں گڑبڑ کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام ہوئے۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے اپنی تبلیغی مشن پورا کرتے ہوئے تقریر کی اور تقریر میں جلسہ میں گڑبڑ کرانے والوں کی خوب خبر لی۔ عوام نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ یعقوب خان ملک پور نے جو حاجی فقیر خان ملک پور کے عم زاد اور محمد ایوب خان ملک پور کے بھائی تھے نے جھوٹے قتل کا دعویٰ کردیا۔ بفہ کے نوجوانوں نے جیل میں نعرے لگائے۔ ان کو بیدوں کی سزا ملی۔ یہ بفہ والوں کی پہلی قربانی تھی۔ یہ سزا صرف جمعہ خان تیتوال کو بڑھاپے کی وجہ سے نہ دی گئی، لیکن حضرت مولانا قمر علی صاحب ساکن گھنول نے بید کھائے۔ یہ بڑے مجاہد عالم تھے۔ جائیداد بھائیوں کو دے دی گھربار ترک کرکے انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے میدان میں آگئے تھے۔ ان کا زیادہ وقت محترم حاجی فقیر خان مرحوم کے ہاں گزرتا تھا۔ کوڑے کھانے کے بعد انہوں نے انگریزوں کے خلاف اور بھی سخت تقریریں کیں۔ پھر ہجرت کرکے کابل (۱۲۵۰) چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کو بیدوں کی سزا دینے کے خلاف میں نے احتجاجاً کانگریس (۱۲۵۱) میں عملاً شرکت کرلی۔ (۱۲۵۲)

جمعیت العلمائے اسلام میں شمولیت:

۱۳۷۵ھ۔۱۹۵۶ء (۱۲۵۳) میں جمعیت العلمائے اسلام کا دورِ جدید شروع ہوا۔ ملتان (۱۲۵۴) میں تمام مغربی پاکستان (۱۲۵۵) کے علماء کا اجتماع ہوا جس میں مولانا داؤد غزنویؒ (۱۲۵۶)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۲۵۷) نیز صوبہ سرحد (۱۲۵۸)، پنجاب (۱۲۵۹)، سندھ (۱۲۶۰) اور بلوچستان (۱۲۶۱) کے علماء کثرت سے شریک ہوئے۔ صدرِ جلسہ مفسر قرآن قطب زمان مولانا احمد علی لاہوریؒ (۱۲۶۲) کے اصرار پر، غلام غوث ہزارویؒ کو ناظم اعلیٰ چنا گیا۔ آپ نے صدارت کا عہدہ قبول فرمایا۔ ادارے کا نام بالاتفاق جمعیت علمائے اسلام رکھا گیا۔ ۱۳۷۸ھ۔۱۹۵۸ء میں ایوب خان (۱۲۶۳) کا مارشل لگا جس میں تمام سیاسی پارٹیوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ جمعیت کے کارکنوں نے ملتان میں بیٹھ کر اپنا نام نظام العلماء رکھ

کر کام شروع کیا۔ عائلی قوانین (۱۲۶۴) کے خلاف لاہور (۱۲۶۵) میں عظیم الشان جلسۂ عام منعقد ہوا جبکہ مارشل لاء کی تلوار سر پر لٹک رہی تھی۔ تقریباً ایک سو چوراسی (۱۸۴) علمائے کرام اسٹیج پر تھے۔ سب نے جیل جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس جلسے کے نتیجے میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کو چھ ماہ کے لیے لاہور میں نظر بند کر دیا گیا اور ساتھ ہی زبان بندی بھی کی گئی۔ (۱۲۶۶)

۱۳۸۱ھ۔ ۱۹۶۲ء میں ایوب خان (۱۲۶۷) دورِ مارشل لاء میں قوم نے بغیر کسی لالچ اور دنیوی اغراض کے آپ کو مغربی پاکستان اسمبلی کا ممبر چنا، آپ ۱۳۸۴ھ۔ ۱۹۶۵ء تک ممبر رہے۔ اس وقت عائلی قوانین کو الماری سے نکال کر ایوب خان نے نافذ کر دیا تھا۔ ان قوانین کے خلاف قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمودؒ (۱۲۶۸) نے بحث کی اور صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان میں، مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بحث کی۔ خدا کی شان کریڈٹ کے لیے مودودی پارٹی کے ممبروں نے مصلحت کے خلاف بل یا تجویز پیش کی، لیکن وہ آگے نہ بڑھا سکے اور قرعہ فال مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے نام نکلا اور سارے ملک میں ان قوانین کے خلاف فضا بن گئی اور مغربی پاکستان اسمبلی میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی تقریر کے بعد عائلی قوانین کی مخالفت کو غالب اکثریت نے پاس کر دیا مگر افسوس ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو (۱۲۶۹) حکومت کے آئین میں ان قوانین کو تحفظ دیا گیا کہ ان کے خلاف نہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جا سکے گا، نہ اسمبلی میں بل پاس ہو سکے گا۔ یہ ہے اسلامی آئین کا دعویٰ کرنے کی تشریح یہ قوانین قطعاً قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ ان کی ایک ہی بات آپ سن کر ان کو قرآن وحدیث کے خلاف کہہ سکیں گے تین طلاق کے بعد دوسرے خاوند سے پہلے یہ عورت پہلے خاوند کے لیے کسی طرح حلال نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

"فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ" (۱۲۷۰) (سورۂ بقرہ آیت ۲۳۰)

(تیسری طلاق کے بعد) یہ عورت اس پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں جب تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح (یعنی جماع) نہ کرے۔ نہ عدت کے لیے نوے دن مقرر ہیں، مگر ان عائلی قوانین میں اگر چیئرمین صاحب ان پرانے بیوی خاوند میں صلح کرا دے تو دونوں اکٹھے بیوی خاوند رہ سکتے ہیں۔ (۱۲۷۱) (نعوذ باللہ)

غلامی کا مسئلہ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے نظریات:

غلامی کے مسئلے پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ فرماتے ہیں: غلامی کا مسئلہ بھی عجیب ہے۔ اس پر لوگ خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں۔

(۱) کون مولوی کہتا ہے کہ غلام ضرور بناؤ۔ کون کہتا ہے کہ غلام اور لونڈی بنانا فرض ہے۔ یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو جنگ میں گرفتار ہو جائیں۔ وہاں بھی آپ کو اجازت ہے کہ ان کو یونہی رہا کر دیں یا فدیہ لے کر چھوڑ دیں یا قتل کر دیں یا غلام بنا لیں یا اپنے قیدیوں سے تبادلہ کر لیں یا قید میں رکھ لیں۔ آپ پر فرض وواجب تو نہیں کہ آپ ان کو ضرور

غلام اور لونڈی بنائیں۔

(۲) پھر یہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جنگی قیدیوں کو یا قتل کرتے تھے یا غلام بناتے تھے، جو سلوک وہ ہمارے ساتھ کرنا چاہتے تھے، وہی سلوک ان کے ساتھ عام رواج کے تحت جائز رکھا گیا، مگر مندرجہ بالا صورتیں اس میں رعایت کی رکھی گئی ہیں۔ زمانہ قدیم جنگی قیدیوں کے ساتھ سخت سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام نے آکر اس کو نرم کر دیا۔ اسلام نے ہر قسم کے معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کا درس اور طریقہ فراہم کر دیا ہے۔

(۳) ایک شخص تلوار لے کر آپ پر حملہ کر کے آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ تقدیر کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر غالب کرا کر اس کو گرفتار کرا دیا۔ وہ آپ کو بلکہ آپ کے ساتھ اوروں کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا، اسی سے آپ پوچھیں کہ اب تم کو قتل کر دیں یا غلام بنا دیں۔ وہ منت سے کہے گا کہ غلام بنا دو لیکن قتل نہ کرو۔

(۴) یہ استعباد (غلام بنانا) عام آدمی کے لیے نہیں ہے کہ کسی بھی انسان کو پکڑ کر بیچ دو یا غلام بنا ڈالو۔ بلکہ میدان جنگ میں جو گرفتار ہو جائیں صرف اور صرف ان کے لیے حکم ہے۔

(۵) وہ بھی یہ شرط ہے کہ وہ جنگ کر رہا ہو اور آپ کو قتل کرنا چاہتا ہو۔ ورنہ امن چاہنے والوں کو جن کو ایک ادنیٰ مسلمان بھی امن دے دے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۶) پھر یہ قیدی ذلیل نہیں سمجھے جاتے تھے۔ یہ غلام بن جانے کے بعد بھی بڑے بڑے دین کے امام اور قوم کے مقتداء ہوئے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی صحبت میں رہ کر ان کی عادات واطوار دیکھ کر بہترین مسلمان ہو جاتے تھے۔ اسلام ان کو دنیوی وجاہت سے ہی نہیں بلکہ اخروی نجات سے بھی ہمکنار کر دیتا تھا۔ غلاموں کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے معرکے سرانجام دیے۔ تاریخ کے صفحات یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ بے شمار غلاموں نے حکمرانی کے فرائض بھی انجام دیے ہیں۔ (۱۳۷۲)

(۷) اسلام نے کفارۂ صوم، کفارۂ ظہار اور قتل خطا میں غلاموں کی آزادی کی ترغیب دے کر آزادی کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

(۸) بلکہ غلامو کی آزادی کو عبادت قرار دے کر اس کو محبوب مشغلہ بنا دیا ہے۔ اس طرح اسلام نے غلامی کو کم کرنے اور تدریجاً اس کو ختم کرنے کی ترغیب دی۔

(۹) جب دو لفظوں (ایجاب وقبول) کے کہنے سے مضعہ (فرج) اور عورت حلال ہو جاتی ہے تو پورا مالک ہونے والا کیوں عورت سے فائدہ اٹھانے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ جب عورت سے زیادہ سے زیادہ کام استفراش کا لیا جاتا ہے۔ اسلام نے باندیوں کو بڑا درجہ دیا ہے۔ ان کے حقوق مقرر کر دیے ہیں پھر جس باندی کا بچہ ہو جائے وہ ام ولد کہلاتی ہے اور اس کا بیچنا ممنوع ہو جاتا ہے۔

(۱۰) یوں کوئی قانون کا فائدہ اٹھا کر عیش وعشرت کا سامان کرے تو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ صدیوں سے اہل اسلام

نے زمانہ کے مطابق عین شریعت کے حکم کے تحت یا قیدیوں کا تبادلہ کیا یا فدیہ لے کر یا یونہی رہا کیا ہے۔ بہر حال قتل کرنا یا غلام بنانا یہ فرض ہے نہ واجب بلکہ متبادل صورتوں کو بھی شریعت نے اختیار کیا ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دے کر مسئلہ غلامی کو بہت کمزور کر دیا ہے اور یہی بات ایک معقول شریعت کی ہو سکتی ہے کہ کس طرح ایک سخت رواج کو نرم کر کے ان کی رعایتیں کر کر کے ترغیبیں دے دے کر اس کو کالعدم کرنے کا طریقہ اختیار کیا اور امت نے صاحب شریعت کا طریقہ بھانپ کر اس کی متبادل شرعی صورتوں کو اختیار کیا۔

(۱۱) اب جو لوگ قرآن و حدیث میں غلاموں کو آزاد کرنے کی بہت سی آیتوں کو دیکھ کر یا حدیثیں پڑھ کر بدک جاتے ہیں، ان کو غور کر کے خواہ مخواہ اپنے ایمان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے غلام ہوا کرتے تھے۔ (۱۲۷۳)

بعض دینی حلقوں کے نزدیک مجاہد کبیر مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی سیاست کا عرصہ دین کی اشاعت باطل کا تعاقب اور جماعتی کاموں کے سلسلے میں ''ہر صبح سفر ہر شام سفر'' کا مصداق رہا۔ بالآخر یہ جنگ آپ نے جیتی اور علماء اور دینی طبقہ کو معاشرے میں وہ مقام نصیب ہوا جس کے وہ مستحق تھے۔

قومی اسمبلی میں پہنچ کر ملک کا وہ سرکردہ طبقہ اب براہ راست آپ کی زد میں آنے لگا، جو اب تک منبر و محراب سے آپ کا نشانہ بنتا تھا۔ قومی اسمبلی میں آپ کی تقاریر سے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں۔

عائلی قوانین پر مولانا ہزارویؒ کے تحفظات:

عائلی قوانین پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے کچھ تحفظات تھے، جن کا انہوں نے اسمبلی میں برملا اظہار کیا۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں:

''جناب والا! تحفظات میں عائلی قوانین بھی شامل ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی محمودؒ (۱۲۷۴) نے ایوب خان (۱۲۷۵) کے دور میں قومی اسمبلی میں تقریر فرمائی تھی اور پورے طور پر (قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں مدلل) ثابت کیا تھا کہ یہ ناجائز ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ان (عائلی قوانین) کو (عبوری آئین میں) اتنا تحفظ دیا گیا ہے کہ ہائی کورٹ (۱۲۷۶) یا سپریم کورٹ (۱۲۷۷) میں بھی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی احتجاج کیا جا سکتا ہے۔

جناب والا! یہودی (۱۲۷۸) ہو یا عیسائی (۱۲۷۹) ان کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری اجازت ہے، لیکن مسلمانوں کو اپنے مسائل و مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہیں اور ان کو اپنے مسلک کے مطابق آزادی حاصل نہیں ہے اگر یہ مذہبی آزادی غلط ہے تو مذہبی آزادی کا نام نہ لیا جائے اور اگر یہ صحیح ہے تو مسلمان قوم کو اس سے محروم کیوں رکھا گیا ہے۔

جناب والا! حکومت اگر چاہتی تو یہ کر سکتی تھی کہ علماء کا اجلاس بلاتی اور اس میں اس قانون کے متعلق بحث ہوتی، لیکن میرے خیال میں دنیا بھر کے دستوروں میں ایسے قانون کو تحفظ نہیں دیا گیا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ عوام نے حوصلہ اور تحمل

سے کام لیا۔ انہوں نے انتخابات کا انتظار کیا اور اس ایوان کا بھی انتظار کیا، لیکن اب اس معزز ایوان میں ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ وہ اس کو مذہب میں مداخلت سمجھتے ہیں، اس لیے حکومت کو دستور کے اس حصے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ تعجب ہے کہ دوسری اقوام کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے اور مسلمانوں پر پابندی۔"(۱۲۸۰)

قومی زبان کے نفاذ اور دفاع کے لیے مکالمہ:

قومی زبان کے نفاذ اور اس کے دفاع کے سلسلے میں آپ نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اس سلسلے میں اسمبلی میں آپ نے جو مکالمے ادا کیے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

عبوری آئین کا مسودہ جب انگریزی میں لکھا ہوا مولانا کو دیا گیا تو اس پر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

جناب اسپیکر! پرسوں میں نے ڈپٹی سیکریٹری ایوانِ ہٰذا سے عرض کیا تھا کہ دفتر سے ہمیں یہ ہدایت ملی ہے کہ جو لوگ اردو زبان چاہتے ہیں وہ ہمیں تحریری طور پر ہمیں لکھ کر دیں۔ میں نے لکھ کر دیا۔ اس کے بعد پرسوں میں نے ان سے عرض کیا اور ان سے شکایت بھی کی۔ اس پر وہ وعدہ بھی فرمانے لگے کہ آئندہ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ لیکن آج جو ترمیم کی کاپی ہم کو پہنچی ہے وہ انگریزی میں ہے۔ اس پر ہم کیا غور کر سکتے ہیں، تو عرض ہے کہ قومی زبان کے ساتھ اتنی بے اعتنائی کرنا اس ایوان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مسٹر چیئرمین فضل الٰہی: یہ تو پہلے یقین دہانی کرائی جا چکی ہے کہ آئندہ جو بھی دستاویزات اسمبلی کے دفتر سے ممبران کے پاس پہنچائی جائیں گی، وہ جس زبان میں یعنی اردو یا انگریزی میں وہ جو چاہیں گے اسی زبان میں ان کو وہ تحریری روانہ کر دی جائیں گی، لیکن اس دفعہ چونکہ وقت بہت تھوڑا ہے تو یہ وقت اسی سیشن میں تھا۔ اس کا حل جو پہلے دن تلاش کیا گیا وہ یہ تھا کہ میاں محمود علی قصوری (۱۲۸۱) لاء منسٹر اردو میں ترامیم کے متعلق بتلائیں گے کہ وہ ترامیم کیا ہیں۔ آپ (مولانا ہزارویؒ) جیسے تجربہ کار اور پارلیمنٹرین کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ آپ ویسے بھی انگریزی سمجھ لیتے ہیں اور اگر نہ بھی ترجمہ کیا جائے تو آپ کو دقت نہ ہوگی۔

مولانا ہزارویؒ:۔ یہ ایک اصولی بات ہے۔

مسٹر چیئرمین:۔ وہ آئندہ کے لیے یقین دہانی ہے۔ آئندہ جو اسمبلی کا سیشن ہوگا لیکن تین دن کے چھوٹے سے سیشن میں یہ نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا ہزارویؒ:۔ یعنی ہم کو جو یقین دہانی کرائی گئی تھی ہم اس کو معاف کر دیں۔

مسٹر چیئرمین:۔ یقین دہانی آئندہ کے لیے ہے۔ اس سیشن میں تو معافی مانگی گئی تھی اور آپ نے معافی دے دی۔ کچھ فرما دیں کہ کیا ترامیم ہیں۔ آپ کے ایک ممبر صاحب پشتو زبان میں تقریر کی اجازت چاہتے ہیں مگر ان کو اجازت نہیں مل رہی ہے۔ اس پر مولانا ہزارویؒ نے فرمایا:

”اردو زبان کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اگر ایسا کیا جائے کہ ان کو پشتو میں بولنے کی اجازت دی جائے (جبکہ غیر قومی زبان انگریزی میں بھی تقریریں ہو رہی ہیں) تو اس میں کیا حرج ہے۔ قومی زبان جو اردو ہے وہ یہاں اس وقت استعمال نہیں ہو رہی ہے۔ (اگر انگریزی بیچ بیچ کی اجازت ہے تو صوبائی زبان میں کیا حرج ہے۔)“

مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی سیاست پر گہری نظر تھی وہ ساری زندگی برطانوی سامراج اور اس کے گماشتوں سے برسر پیکار رہے اور یہ نفرت و عداوت ان کے دل و دماغ پر آخر تک حاوی رہی۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی ساری زندگی اللہ کے دین کی سرفرازی و سربلندی کے لیے وقف تھی (۱۲۸۴)۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اس لیے مسلماں، میں اس لیے نمازی

وفات:

مولانا غلام غوث ہزارویؒ سیاسی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتے ہوئے آخر کار ۱۴۰۱ء۔ ۱۹۸۱ء میں اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

* * *

مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۲۹ھ بہ مطابق ۱۹۱۱ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۹ھ بہ مطابق ۱۹۸۹ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ (۱۳۲۹ھ۔ ۱۹۱۱ء)(۱۲۸۳) میں انڈیا کے شہر میرٹھ (۱۲۸۴) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کی، اس کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، مدرسہ دیوبند میں آپ نے تفسیر وحدیث، فقہ وکلام اور منطق وفلسفہ کی تعلیم اکابر علماء سے حاصل کی۔ دورہ حدیث مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۲۸۵) سے پڑھا۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۲۸۶)، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ (۱۲۸۷)، مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۲۸۸) اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (۱۲۸۹) قابلِ ذکر ہیں۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ دہلی تشریف لے آئے اور مدرسہ امینیہ دہلی (۱۲۹۰) میں درس وتدریس اور دارالمصنفین میں تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا اور تقسیم ملک (۱۳۶۶ھ۔ ۱۹۴۷ء) تک تدریسی وتصنیفی خدمات انجام دیتے رہے۔ (۱۲۹۱)

ملّی وسیاسی خدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے دارالخلافہ کراچی (۱۲۹۲) تشریف لے آئے اور علومِ عصریہ اور علومِ دینیہ کی مشترکہ تعلیم کے لیے ادارہ شرقیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا لیکن فطری ذوق چونکہ اشاعتِ علم دین کی طرف تھا، اس لیے فطری تقاضا سے مجبور ہوکر مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے قائم کردہ دارالعلوم کراچی کورنگی (۱۲۹۳) میں تدریس کا سلسلہ شروع کردیا اور عرصہ تین چار سال تک تفسیر وحدیث اور علم وادب کی تعلیمات سے طلبا کو فیضیاب کرتے رہے۔ اسی اثناء میں مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ (۱۲۹۴) نے جامعہ مسجد نیوٹاؤن (۱۲۹۵) میں مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا تو آپ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی تشریف لے آئے اور اپنی تمام زندگی اسی جامعہ میں خدمت حدیث میں گزاردی۔ (۱۲۹۶)

جامعہ مدرسہ اسلامیہ میں آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ اشاعت کا کام بھی کرتے رہے اور ماہنامہ بینات، کراچی کے آخری دم تک مدیرِ مسئول بھی رہے، جب مولانا سیّد بنوری نے جامعہ اسلامیہ میں تخصص کا شعبہ قائم کیا تو تخصص فی الحدیث کی نگرانی کے لیے ان کی نگاہِ انتخاب مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ پر پڑی۔ آپ کی نگرانی میں بے شمار طلبا نے حدیث پر

اپنے بہترین تحقیقی مقالے لکھے جو علم حدیث میں بہت بڑا ذخیرہ ہیں۔

وفاق المدارس (۱۲۹۷) پاکستان کی تنظیم عمل میں آئی تو مولانا سید یوسف بنوریؒ اور دیگر علماء کی نظرِ انتخاب آپ ہی پر پڑی اور آپ کو وفاق المدارس کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور بعد میں آپ وفاق المدارس کے صدر کے عہدہ پر فائز ہوئے جو آخر وقت تک قائم رہا۔

آپ نے اپنی زندگی تین کاموں کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ (۱۲۹۸)

(۱) درس و تدریس، (۲) تصنیف و تالیف اور (۳) حج و عمرہ کی ادائیگی

وفات:

حق تعالیٰ نے یہ تینوں کام تحسین و خوبی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور آخر کار ۲ جمادی الاول ۱۴۰۹ھ ۲ فروری ۱۹۸۹ء بروز جمعرات درس قرآن و حدیث پڑھانے کے بعد مولانا ادریس میرٹھی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (۱۲۹۹)

* * *

مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۳۰ھ بہ مطابق ۱۹۱۲ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۷ھ بہ مطابق ۱۹۸۷ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ (۱۳۰۰) ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۲ء کو رائے پور ضلع جالندھر (۱۳۰۱) میں پیدا ہوئے (۱۳۰۲)۔ آپ کے والد کا نام مولانا فقیر اللہ جالندھریؒ تھا (۱۳۰۳)، جو اپنے وقت کے جید عالمِ دین تھے، جنھوں نے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۱۳۰۴) جیسے عظیم ہستی سے درس لیا۔ علم و فضل کے خزانے سے اپنا دامن بھرا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت کے بیشتر مراحل مدرسہ رشیدیہ (۱۳۰۵) رائے پور اور مدرسہ خیر المدارس جالندھر (۱۳۰۶) میں حاصل کیے۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۳۰۷)، مولانا فقیر اللہؒ (۱۳۰۸)، مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ (۱۳۰۹) اور مولانا محمد ابراہیم میاں چنویؒ (۱۳۱۰) جیسی علمی شخصیات نمایاں ہیں۔ آپ نے دورہ حدیث مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں مکمل کی اور سند اجازت حاصل کی اور بعد میں آپ کے استاد نے آپ کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۱۱) اور مولانا حسین احمد مدنیؒ (۱۳۱۲) کی خدمت میں رہے گئے، ان علماء نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ (۱۳۱۳) نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ (۱۳۱۴)

حیات و خدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ تعلیم سے فراغت ہونے کے بعد اپنے استاذ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر مدرسہ فیض محمدی جالندھری میں مسلسل بیس (۲۰) سال تک کتب درس نظامی کا درس دیا۔ پھر ایک سال رائے پور مدرسہ رشیدیہ اور تقسیم ملک (۱۳۶۶ھ۔۱۹۴۷ء) کے بعد ۲ سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد (۱۳۶۸ھ۔۱۹۴۹ء) میں جب جامعہ رشیدیہ ساہیوال (۱۳۱۵) میں تعلیم کا آغاز ہوا تو آپ بحیثیت شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) تشریف لائے اور پھر تمام زیست (حیات زندگی) اس مسند حدیث کو عزت بخشی۔ اس عرصہ میں ایک سال کے لیے اپنے استاذ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر آپ جامعہ خیر المدارس ملتان (۱۳۱۶) تشریف لے گئے۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی یہ خواہش تھی کہ آپ مشکوٰۃ شریف پڑھائیں، کیوں کہ آپ کی مشکوٰۃ شریف کی تعلیم ضرب المثل تھی۔ دورانِ تدریس ہزاروں علماء و طلبا نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ آخری دم تک جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں شیخ الحدیث کے

منصب پر فائز رہے۔

تحریکِ ختم نبوت ﷺ اور اسیری کے ایام:

مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ نے تحریکِ ختمِ نبوت (۱۳۱۷) کے سلسلے میں بھی اپنے آپ کو ہراول دستے میں شامل رکھا چنانچہ اس تحریکی کوشش کرنے کی وجہ سے ۱۳۷۲ھ۔۱۹۵۳ء میں آپ کو ایک سال کے لیے میانوالی جیل میں قید کر دیا گیا اور مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت ﷺ کے آپ مرکزی نائب امیر کی حیثیت سے بھی ذمے داریاں ادا کیں۔

وفات:

آخر کار ساری عمر درس حدیث اور اصلاح و ارشاد میں گزارتے ہوئے ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء کو مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ نے رحلت فرمائی۔(۱۳۱۸)

* * *

مولانا دوست محمد قریشیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۳۹ھ بہ مطابق ۱۹۲۰ء

تاریخ وفات: ۱۳۹۴ھ بہ مطابق ۱۹۷۴ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا دوست محمد قریشیؒ (۱۳۱۹) ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ/ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۰ء کو راجن پور (۱۳۲۰) ڈیرہ غازی (۱۳۲۱) پنجاب (۱۳۲۲) میں پیدا ہوئے۔ (۱۳۲۳) آپ کے والد کا نام مولانا محمد علی قریشیؒ تھا (۱۳۲۴)۔ جب کہ آپ کے جد امجد مولوی محمد عبداللہؒ صوفی بزرگ تھے اور ”سلسلہ چشتیہ“ (۱۳۲۵) میں احباب ”تونسہ شریف“ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد اپنے علاقے کے معروف خطیب اور واعظ تھے۔ آپ کے نانا مولانا امان اللہؒ عالم باعمل تھے۔ (۱۳۲۶)

ابتدائی تعلیم و تربیت:

مولانا دوست محمد قریشیؒ نے اپنے اعلیٰ خاندانی پس منظر میں اپنی تعلیم و تربیت کا آغاز کیا اور اپنے والد کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کیا اور اس کے بعد مقامی اسکول میں داخل ہوئے، جماعت ششم میں زیر تعلیم تھے کہ دینی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ مولانا شبیر محمد ساکن ”محمد پور“ دیوان ضلع ڈیرہ غازی خان (۱۳۲۷) سے فارسی، درسیات اور قانون چہ شاہ جمال پڑھا۔ صرف کی دیگر کتابیں مولانا محمد عیسیٰ ڈیرویؒ سے پڑھیں۔ علم نحو کے لیے مولانا غلام محمدؒ ساکن رتنے کلاں کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔ ابتدائی دینی تعلیم کے بعد مختلف اساتذہ سے اقتباس فیض کے لیے سفر کی۔ بستی بوہڑ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں مولانا محمد حیاتؒ، کوٹ مٹھن میں مولانا واحد بخش گمانیؒ، ضلع بہاول پور (۱۳۲۸) میں مولانا حبیب اللہ گمانویؒ اور وہاں بکھراں میں مولانا حسین علیؒ اور مولانا غلام یاسینؒ سے استفادہ کیا۔ آخر میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (۱۳۲۹) گئے جہاں پر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۳۳۰) اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۳۱)، مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ (۱۳۳۲) جیسے اکابرین سے دورہ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۸ھ۔ ۱۹۳۹ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ (۱۳۳۳)

حیات و خدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا دوست محمد قریشی فارغ التحصیل ہونے کے بعد وطن تشریف لائے اور ”مدرسہ انوار العلوم“ کی بنیاد رکھی، کچھ عرصہ بعد بنگلہ باڑہ نامی بستی میں چلے گئے، اس کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم بستی اللہ بخش علاقہ جتوئی میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے ہوئے سینکڑوں طالب علموں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ اس کے بعد مدرسہ معارف القرآن خان گڑھ (۱۳۳۴) میں دینی و علمی

کام کیا پھر ۱۳۶۹ھ۔۱۹۵۰ء میں آپ نے پہلی بار فریضۂ حج کا سعادت حاصل کیا۔

حج سے واپسی پر احمد پور شرقیہ (۱۳۳۵) منتقل ہو گئے، اس زمانے میں سردار احمد خاں پتافی کے جذبہ اخلاص سے متاثر ہو کر "تنظیم اہلِ سنت والجماعت" کے ممبر اور تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴ء کے آخر میں احمد پور شرقیہ سے کوٹ ادو منتقل ہوئے۔ آپ کے عقیدت مندوں نے عظیم الشان نقشبندی مسجد تعمیر کی اور یہاں آپ نے اپنی دلچسپی کے سامان پیدا کیے۔ ۱۳۸۹ھ۔۱۹۶۹ء میں یہاں "دارالمبلغین" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ جس میں علماء کی تربیت کا انتظام تھا۔

مولانا دوست محمد قریشیؒ سلسلہ نقشبندی میں مولانا عبدالمالک نقشبندی سے بیعت تھے، ایک بلند پایہ عالم، مناظر، کامیاب واعظ و مبلغ، شیخ طریقت اور اہل سنت والجماعت کے مرکزی رہنما تھے۔ (۱۳۳۶)

تصانیف:

مولانا دوست محمد قریشیؒ نے اصلاحِ معاشرہ اور مسلمانوں کی دینی و مذہبی رہنمائی کے لیے متعدد کتب بھی تحریر کیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

اہلِ سنت پاکٹ بک
منہاج التبلیغ
جلد رالانہام
ردالمناظر
تعارف خلفائے راشدین
مخزن المقاریر
التشریح علی التوضیح
اوروضاحت النحو
عظمت صحابہ
جلد رالذہان
براہین سنت
مصباح المقررین
کشف الحقیقت عن مسائل المرقت والطریقت

وفات:

بہر کیف ساری زندگی تبلیغ اسلام میں گزار دی اور اسی سلسلہ میں سفر پر تھے کہ ۴ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ۔ ۲۷ مئی ۱۹۷۴ء کو بھکر ریلوے اسٹیشن پر دورہ قلب پڑا۔ ریلوے اسپتال بھکر میں مولانا دوست محمد قریشیؒ کو داخل کیا گیا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اس طرح آپ کی وفات ہوئی۔ (۱۳۳۷)

* * *

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۴۳ھ بہ مطابق ۱۹۲۵ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۹ھ بہ مطابق ۱۹۸۸ء

ابتدائی حالات زندگی:

مولانا محمد ملک کاندھلویؒ (۱۳۳۸) ۱۹۲۵ء کو قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (۱۳۳۹) میں پیدا ہوئے (۱۳۴۰)۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن مجید (۱۳۴۱) سے ہوا چوں کہ والد حیدرآباد دکن (۱۳۴۲) میں مقیم تھے اس لیے وہاں کے زمانہ قیام میں دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر باضابطہ تعلیم تھانہ بھون (۱۳۴۳) میں مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۴۴) کی سرپرستی میں شروع کی۔ تھانہ بھون میں ابتدائی فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے داخل ہوئے تین سال تک اسی مدرسہ میں تعلیم پائی اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (۱۳۴۵) میں داخل ہوئے اور اپنے نانا مولانا محمد زکریا نانوتویؒ (۱۳۴۶) کے ہمراہ اس کمرے میں قیام رہا جہاں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (۱۳۴۷) کا قیام ہوا کرتا تھا۔ مولانا حافظ عبداللطیفؒ (۱۳۴۸) کی خصوصی شفقت اور سرپرستی میں حدیث وتفسیر کے علوم کی تکمیل کی۔ (۱۳۴۹)

پھر ۱۳۵۸ھ۔ ۱۹۳۹ء میں اپنے والد مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۳۵۰) کے حکم پر دارالعلوم دیوبند (۱۳۵۱) تشریف لے گئے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اس وقت دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے حدیث وتفسیر اور معقولات وفلسفہ علم کلام کی تکمیل کی۔ دارالعلوم میں آپ کا قیام قریباً تین سال رہا۔ دورۂ حدیث بخاری و مسلم شریف مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۳۵۲) اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۵۳) سے پڑھا۔ ان کے علاوہ حدیث کے دوسرے اسباق مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۳۵۴)، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۳۵۵)، مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ (۱۳۵۶)، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (۱۳۵۷)، مولانا نافع گلؒ (۱۳۵۸) اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۳۵۹) سے پڑھے۔ (۱۳۶۰)

حیات وخدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ نے مذہبی ودینی خدمات کے علاوہ سیاسی خدمات بھی سرانجام دیں۔ قیامِ پاکستان ۱۳۶۶ھ۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۶۱) کے اصرار پر آپ کے خاندان کے افراد پاکستان چلے آئے۔ مولانا

شبیر احمد عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر پاکستان میں ایک دارالعلوم کے قیام کی تجویز پر کام کیا تھا اور جس کو بعد میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۳۶۲)، سیّد بدر عالم میرٹھیؒ (۱۳۶۳) کی ہمراہی میں ٹنڈوالہ یار (۱۳۶۴) سندھ (۱۳۶۵) میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ (۱۳۶۶)

۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء میں علامہ سیّد سلیمان ندویؒ (۱۳۶۷) کے ہمراہ دہلی (۱۳۶۸) سے لاہور (۱۳۶۹) کا سفر کیا۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۳۷۰) خیر المدارس ملتان (۱۳۷۱) میں آپ کو استاذ حدیث مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خواہش کے احترام میں آپ نے ٹنڈوالہ یار میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں زندگی کے ۲۵ سال تدریسی خدمات میں گزارے۔ اس کے بعد اپنے والد کے انتقال کے بعد (مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ) ۱۳۹۴ھ۔۱۹۷۴ء میں پاکستان کی مرکزی درس گاہ جامعہ اشرفیہ (۱۳۷۲) لاہور میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (۱۳۷۳)، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ (۱۳۷۴) اور مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۷۵) کی اہلیہ کے اصرار پر تشریف لے آئے۔ آپ کے والد جامعہ اشرفیہ لاہور شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس لیے جامعہ کے مہتمم مولانا محمد عبید اللہ امرتسریؒ (۱۳۷۶) اور جملہ اراکین شوریٰ کی خواہش پر اپنے والد کی عظیم مسند پر بحیثیت شیخ الحدیث والتفسیر فائز ہوئے اور آپ کے فیضان علم سے سینکڑوں طالب علم نے استفادہ حاصل کیا۔ (۱۳۷۷)

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کا شمار دورِ حاضر کے نامور محقق علماء میں کیا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے تیس (۳۰) سے زائد برس دینی، علمی اور تدریسی خدمات میں صرف کیے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی قائم کردہ مجلس "صیانت المسلمین" (۱۳۷۸) پاکستان کے مرکزی نائب صدر اور سواداعظم اہلِ سنت پاکستان پنجاب (۱۳۷۹) کے امیرِ اعلیٰ کے فرائض انجام دیے۔ شریعت بنچ حکومت پاکستان ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان کے رکن اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔ آپ ہمیشہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے اور اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۸۰)، مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۱۳۸۱)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۳۸۲) اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۳۸۳) کے مقدس مشن کو زندہ رکھنے کی اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کی۔ آپ نے ہر اہم دینی اور قومی مسائل کو سلجھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی تحریر و تقریر سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ (۱۳۸۴)

دینی و سیاسی خدمات کا جائزہ:

بعض سیاسی اختلاف کی بنا پر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۳۸۵)، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۸۶)، جیسے مشاہیر علم و فضل دیوبند سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (۱۳۸۷) کو (دارالعلوم دیوبند کی طرز پر) منتقل ہوئے تو دورۂ حدیث کے چالیس سے زائد طلبا بھی ساتھ تھے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو دارالعلوم دیوبند کی طرز پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائم کیا تھا۔ ۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳ء میں جامعہ اسلامیہ سے مکرر دورۂ حدیث کی تکمیل کی یہاں کے اساتذہ میں مولانا عبدالرحمٰن

امروہیؒ (۱۳۸۸) اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ (۱۳۸۹) بھی تھے۔ سند فراغت تعلیم کے بعد اس خیال سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے کہ وہ کچھ عرصہ والد کی زیر نگرانی تصنیف و تالیف میں گزاریں گے لیکن انہی ایام میں بہاول نگر (۱۳۹۰) کے ایک مدرسہ جامع العلوم کے مہتمم دیوبند آئے ہوئے تھے ان کے اصرار پر والد کی رائے سے بہاول نگر تشریف لے گئے اور تدریس کا آغاز کیا بعد میں اسی مدرسے کے لیے وہاں کے لوگوں کے تقاضے پر آپ کی کوششوں سے مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ (۱۳۹۱) بھی تشریف لے آئے۔ جامع العلوم میں تدریسی زندگی کا آغاز صحیح مسلم، ابوداؤد، تفسیر جلالین اور حدایہ سے کیا اس کے علاوہ معقولات میں قاضی مبارک اور میر زاہد جیسی کتابیں بھی پہلے سال پڑھائیں۔ ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۵ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے دو سال کے قیام کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشاد پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوگئے اور وہاں استاذ حدیث کی حیثیت سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جہاں سے تھوڑا عرصہ قبل دورۂ حدیث کی تکمیل کی تھی، اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں علامہ شمس الحق افغانیؒ (۱۳۹۲) شیخ الحدیث تھے۔ (۱۳۹۳)

تحریک و استحکام پاکستان کے لیے کردار:

اسی دوران قیام پاکستان سے ہندوستان کے لیے علامہ افغانیؒ واپس نہ جاسکے تو جامعہ اسلامیہ میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ (۱۳۹۴) کے ہمراہ مولانا محمد مالک کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے قیام پاکستان کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اصرار پر آپ کے والد خاندان کے دوسرے افراد کے ہمراہ پاکستان آچکے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر پاکستان میں ایک مرکزی دارالعلوم کے قیام کی تجویز پیش کی تھی، جسے بعد میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۳۹۵) نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ پاکستان آنے کے بعد مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۳۹۶) آپ کو اپنے مدرسہ خیر المدارس ملتان (۱۳۹۷) کے لیے استاذ کی حیثیت سے لے جانا چاہتے ہیں، لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خواہش کے احترام میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر آپ نے ٹنڈوالہ یار سندھ میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور پورے پچیس سال درس حدیث پڑھاتے رہے (۱۳۹۸)۔

تصانیف:

درس و تدریس کے علاوہ متعدد کتابیں بھی آپ نے تالیف کی ہیں جن میں اردو زبان میں دو جلدوں میں مشتمل تجرید صحیح مسلم اصول تفسیر، منازل العرفان فی علوم القرآن، پیغام مسیح، تاریخ حرمین، الہدایہ کی جلد ثالث اور رابع کا اردو زبان میں ترجمہ، اسلامی معاشرت، پردہ اور مسلمان خواتین اور امت مسلمہ میں عظیم تفرقہ، اور رد قادیانیت زیادہ اہم ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر دینی، علمی اور تبلیغی رسائل بھی لکھے ہیں اور متعدد مضامین اخبارات و رسائل میں شائع ہوچکے ہیں۔ آپ موجودہ دور کے عظیم محدث، مفسر، محقق اور مایہ ناز خطیب تھے۔ علم و تقدس میں اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔ پاکستان

کے علاوہ غیر ممالک میں بھی کافی شہرت حاصل تھی۔ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے مرکزی نائب امیر اور سواد اعظم اہل سنت کے صدر رہے تھے حکومت پاکستان دینی و علمی کاموں میں آپ سے مشورہ لیا کرتی تھی اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ (۱۳۹۹)

وفات

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ اپنی دینی، سیاسی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتے ہوئے آخرکار ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ بہ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔

* * *

مولانا قاری لطف اللہ جالندھریؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۳۹ھ - بہ مطابق ۱۹۲۱ء

تاریخ وفات: ۱۳۷۶ھ - بہ مطابق ۱۹۵۷ء

ابتدائی حالات زندگی:

قاری لطف اللہ جالندھریؒ (۱۴۰۰) جنوری ۱۳۳۹ھ - ۱۹۲۱ء کو مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھریؒ کے گھر مدرسہ رشیدیہ، رائے پور، جالندھر (۱۴۰۱) میں پیدا ہوئے۔ (۱۴۰۲)

قرآن مجید حافظ جان محمدؒ سے حفظ کیا، ابتدائی درس نظامی کی کتابیں مدرسہ رشیدیہ میں اپنے والد مولانا عبد العزیز رائے پوریؒ اور اپنے بھائی مولانا حافظ محمد عبد اللہؒ سے پڑھیں۔ درمیانی کتب "خیر المدارس" جالندھر میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ سے پڑھیں۔ (۱۴۰۳)

آخری تعلیم کے لیے مظاہر العلوم سہارنپور (۱۴۰۴) میں داخلہ لیا اور وہاں مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ (۱۴۰۵) صدر مدرسہ، مولانا اسعد اللہؒ، مولانا عبد الشکورؒ اور مولانا عبد اللطیفؒ سے پڑھتے رہے، پھر اپنے بڑے بھائی حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کے ایماء پر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۴۰۶) سے پڑھتے رہے۔ دار العلوم میں جمعیت الطلباء پنجاب کے صدر امیر منتخب ہوئے۔

حیات وخدمات کا مختصر جائزہ:

جمعیت طلباء کا سالانہ اجتماع مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۴۰۷) کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۴۰۸) بطور مہمان خصوصی تشریف لائے، اس اجتماع میں جب آپ نے خطاب کیا تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکے بلکہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ آپ کو اپنے ہمراہ ڈابھیل (۱۴۰۹) لے گئے۔ وہاں مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ (۱۴۱۰) اور علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (۱۴۱۱) سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ (۱۴۱۲)

تدریس وتبلیغ:

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ رشیدیہ، رائے پور میں تدریس کا آغاز کیا اور ساتھ ہی علاقہ میں تبلیغی دورے کر گئے۔ جامع مسجد بستی شیخاں جالندھر میں خطابت کر رہے تھے کہ سلطان پور لودھی والے آپ کو لے گئے وہاں آپ نے جامعہ عیدگاہ تعلیم القرآن میں مولانا محمد علی جالندھری کا کام پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ ریاست بہاولپور (۱۴۱۳) میں بھی آپ نے ایک

عربی مدرسہ میں کام کیا اور ریاست بھر میں دورے کیے۔ اسلامیان فیروز پور چھاؤنی کے اصرار پر فیروز پور (۱۴۱۴) تشریف لے آئے، یہاں آپ نے تبلیغی کام شروع کیا ہی تھا کہ پاکستان (۱۹۴۷ء) معرض وجود میں آ گیا۔

تحریک آزادی اور قیام پاکستان کے لیے خدمات:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشاد پر آپ نے جمعیت علمائے اسلام سے کام شروع کیا، آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کی ہی میں ساہی وال میں جمعیت علمائے اسلام قائم کر کے کام شروع کر دیا۔ عارف والا جمعیت علمائے اسلام کانفرنس، اوکاڑہ (۱۴۱۵) جہاد کانفرنس، منٹگمری تبلیغ کانفرنس اور چیچہ وطنی ختم نبوت کانفرنس کی روح رواں آپ ہی تھے۔

آپ نے اپنے آپ کو تنظیم اہل السنۃ کے لیے وقف کر رکھا تھا، سارے ملک میں آپ نے دورے کیے اور عظیم الشان اجتماعات میں خطاب کیے۔

تحفظ ختم نبوت کے لیے خدمات:

تحفظ ختم نبوتؐ کے لیے آپ نے بے مثال قربانیاں دیں۔ سندھ اور پنجاب میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ساتھ دورے کیے، توحید رسالت، ختم نبوت، مقام صحابہ، مدح اہل بیت کے موضوعات پر آپ بہترین خطاب فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی زبان بندیاں، پابندیاں، قلعہ بندیاں اور داخلہ بندیاں مشہور و معروف ہیں۔ متعدد بار جیل جانا پڑا تحریک ختم نبوت (۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء) میں ساہی وال اور میانوالی جیل میں ایک سال جیل کاٹی، وہاں سے سزا پوری کر کے جب گھر پہنچے، والد کو سلام کیا ہی تھا کہ دوبارہ گرفتار کر کے عین عید کے روز میانوالی جیل پہنچا دیے گئے۔ ختم نبوتؐ کے موضوع پر بورے والا میں خطاب کیا، اس کی پاداش میں گرفتار کر لیے گئے اور وہاڑی میں مقدمہ چل رہا تھا۔ اسی مقدمہ کی تاریخ پہ وہاڑی جا رہے تھے کہ بسوں کی مسابقت اور مقابلہ بازی سے بس الٹ گئی اور آگ لگ جانے سے اکثر و بیشتر سواریاں ختم ہو گئیں، آپ مع مولانا شیخ احمدؒ (مہتمم مدرسہ بورے والا) ۶ ۱۳۷۵ھ-۳ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کو وہیں شہید ہو گئے۔ آپ کئی مدارس کی سرپرستی فرماتے رہے ان میں قاسم العلوم فقیر والی، عارف والا کی دینی درس گاہ اور مدرسہ کمالیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانیوں میں سے ہیں۔ جامعہ کے مبلغ اعظم اور خطیب اکبر تھے۔

تصانیف:

تفسیر سورۃ والضحیٰ:

صفحات ۲۲، ناظر جامعہ رشیدیہ ساہیوال، ماہنامہ، بنیات، کراچی کا تبصرہ درج ذیل ہے۔ ”جامعہ رشیدیہ کے مولانا قاری

لطف اللہ شہیدؒ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ حافظ، قاری، پختہ عالم، شعلہ نوا اور بے مثل خطیب۔ ایک زمانے میں پنجاب کا گوشہ گوشہ ان کی صدائے سحر آفریں سے گونج رہا تھا "سیرت طیبہ" ان کی خطابت کا خاص موضوع، عظمت صحابہؓ اور رد بدعت ان کا نصب العین اور ختم نبوت کی پاسبانی ان کا اولین و آخرین مشن تھا۔

مولانا لطف اللہ جالندھریؒ نے مختلف موضوعات پر چند قیمتی رسائل بھی تالیف کیے تھے، ان میں سے زیر نظر کتابچہ غالباً پہلی بار شائع ہوا ہے جس میں سورۃ والضحیٰ کی تفسیر کے ضمن میں عمدہ نکات اور سیرت طیبہ کے بعض اچھوتے پہلو قلمبند کیے گئے ہیں۔"

(۲) عشقِ رسولؐ (۳) تقریر معراج اور (۴) عالم برزخ

وفات:

مولانا لطف اللہ جالندھریؒ گو کہ زیادہ طویل عمر نہ پاسکے مگر اپنی کم عمری کے باوجود مسلمانوں کے لیے وہ خدمات انجام دیے جو لوگ صدیوں برس میں نہیں کر پاتے۔ ملت اسلام اور مسلمانوں کا یہ عظیم انسان ایک حادثاتی موت کے نتیجے میں اس فانی دنیا سے ۳ر اکتوبر ۱۹۵۷ء کو رخصت ہوئے۔ آپ کا مزار شریف جامع رشیدیہ کے قریب واقع ہے۔ (۱۴۱۶)

* * *

مولانا سیّد محمد متین ہاشمیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۴۵ھ۔ بہ مطابق ۱۹۲۷ء

تاریخ وفات: ۱۴۱۰ھ۔ بہ مطابق ۱۹۹۱ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا سیّد محمد متین ہاشمیؒ (۱۴۱۷) کا شمار برِصغیر کے عظیم عالمِ دین میں ہوتا ہے۔ آپ ہندوستان (۱۴۱۸) کے شہر غازی پور (۱۴۱۹) میں ۵ جولائی ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے (۱۴۲۰)۔ آپ کے والد ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور ایک بہت بڑی وقف جائیداد کے متولی تھے۔ اس جائیداد کے متولی ہونے کے لیے سند یافتہ عالمِ دین ہونا لازمی تھا۔ آپ اپنے دیگر بھائیوں میں سے اپنے والد کی شرط پر پورا اترتے تھے، کیوں کہ آپ کے دیگر بھائی انگریزی تعلیم حاصل کرکے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوچکے تھے۔

تعلیم و تربیت:

مولانا سیّد محمد متین ہاشمیؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ امینیہ غازی پور (۱۴۲۱) سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم دیوبند کا سفر اختیار کیا۔ دارالعلوم میں آپ نے دورہ حدیث کی تعلیم مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ (۱۴۲۲)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۴۲۳)، مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۴۲۴) اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (۱۴۲۵) سے حاصل کی اور تفسیرِ قرآن کی تعلیم مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۴۲۶) سے حاصل کی۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے انگریزی تعلیم کی طرف توجہ دی اور بی۔ اے اور ایم۔ اے (B-A اور M-A) کی سندیں حاصل کیں۔ (۱۴۲۷)

حیات و خدمات کا مختصر جائزہ:

۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۸ء میں مولانا سیّد محمد متین ہاشمیؒ دہلی (۱۴۲۸) چلے گئے اور وہاں اخبار ''نئی دنیا'' (۱۴۲۹) میں بطور جوائنٹ ایڈیٹر کام کرنے لگے۔ کانگریس کی پالیسیوں پر آپ نے سخت تنقیدی مضامین لکھے جس کی وجہ سے حکومت اور متعصب ہندو آپ کے خلاف ہوگئے اور آپ کا دہلی میں رہنا مشکل ہوگیا، چنانچہ ۱۳۷۶ھ۔ ۱۹۵۷ء میں آپ مشرقی

پاکستان (۱۴۳۰) ہجرت کر گئے (۱۴۳۱) اور وہاں کے شہر سید پور (۱۴۳۲) میں ایک ہائی اسکول میں پڑھانا شروع کر دیا، آپؒ نے اپنے احباب کی کوششوں سے اس اسکول کو کالج کا درجہ دلوایا اور پھر کالج کو ڈگری کالج بنوایا، اس کالج کا نام قائداعظم ڈگری کالج رکھا اور آپ اس کالج میں ۱۹ برس تک اردو اور عربی پڑھاتے رہے۔

اسی دوران آپ نے ایک دینی ادارہ جامعہ عربیہ اسلامیہ (۱۴۳۳) سیّد پور قائم کیا۔ اس ادارے میں جدید و قدیم دونوں علوم آپ نے جمع کر دیے۔ ادارے میں دین کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ بی اے اور ایم اے کی سہولت بھی رکھی۔ (۱۴۳۴)

سیاسی خدمات:

مولانا سیّد محمد متین ہاشمیؒ سیاست کے میدان میں بھی اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ تحریکِ پاکستان میں آپ نے اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۴۳۵)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۴۳۶) وغیرہ کی سرکردگی میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ اور دو قومی نظریہ (۱۴۳۷) کے حمایت میں متعدد مضامین تحریر کیے۔ مرکزی جمعیت علمائے اسلام (۱۴۳۸) اور نظام اسلام پارٹی (۱۴۳۹) میں باقاعدہ رکن کی حیثیت سے بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ پھر عوامی لیگ (۱۴۴۰) (شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت) کے اسلام اور پاکستان دشمن نظریات کی کھلی مخالفت کی اور تحریر و تقریر سے پورے مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے چھ نکات (۱۴۴۱) (شیخ مجیب الرحمٰن کا پیش کردہ) کے خلاف کلمۂ حق ادا کیا۔ آپ نے ایک ''انجمن مہاجرین مشرقی پاکستان'' بنائی جو اردو کی مخالفت کرنے والوں کے لیے ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی۔

۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات (۱۴۴۲) میں آپ نے مرکزی جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی بورڈ نظام الاسلام پارٹی (۱۴۴۳) کی طرف سے الیکشن میں حصہ لیا بعد ازاں عوامی لیگ کی اسلام اور پاکستان دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ سقوطِ ڈھاکہ (۱۹۷۱ء) (۱۴۴۴) کا المیہ پیش آیا۔ پاکستان ٹوٹا تو آپ کا دل بھی ٹوٹ گیا اور عوامی لیگ کے مخالفین پر جو قیامت ٹوٹ پڑی اس حقیقت سے سب ہی واقف ہیں۔ بہت سے علماء شہید کر دیے گئے، لاکھوں انسانوں کو موت کی وادی میں دھکیل دیا گیا۔ عوامی لیگ نے آپ کے سر کی قیمت ۱۰ ہزار روپے مقرر کی۔ چنانچہ اس صورتِ حال کی وجہ سے آپ روپوشی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔ دو ماہ سے زائد عرصہ روپوش رہنے کے بعد آپ مشرقی پاکستان یعنی بنگلہ دیش (۱۴۴۵) بن جانے کے بعد ہندوستان پہنچ گئے پھر وہاں سے کراچی اور پھر کراچی سے لاہور آ گئے۔ لاہور میں جامعہ محمدی شریف (۱۴۴۶) جھنگ میں پرنسپل کی حیثیت سے تین سال تک دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ (۱۴۴۷)

ادبی و تصنیفی خدمات:

مولانا سیّد محمد متین ہاشمیؒ نے ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳ء میں بطور ریسرچ آفیسر دیال سنگھ لائبریری (۱۴۴۸) لاہور آ گئے اور

پھر ڈائریکٹر بنے اور ریسرچ سیل کے تحت شائع ہونے والے علمی و تحقیقی مجلہ "منہاج" (۱۴۴۹) کے مدیر بھی رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ (۱۴۵۰) کے نتیجے میں صدر محمد ضیاء الحق (۱۴۵۱) نے اپنے دورِ اقتدار میں آپ کو اسلامی نظریاتی کونسل (۱۴۵۲) کا رکن نامزد کیا اور کئی بلند پایہ کتب تصنیف کیں اور مختلف موضوعات پر متعدد کتابچے اور مضامین تحریر کیے۔ آپ کی تحریر کردہ کتب کی تعداد ۳۵ سے زائد ہے، دو سو سے زائد مقالات شائع ہوئے۔ آپ کی تحریر کردہ کتب کے چند نام یہ ہیں۔

(۱) اسلامی حدود
(۲) تذکرہ سیّد ہجویریؒ
(۳) روشنی
(۴) دو قومی نظریہ
(۵) اسلام کا قانونِ شہادت
(۶) حضرت شاہ ولی اللہؒ
(۷) اسلامی نظامِ عدل
(۸) فلسفۂ اسلام
(۹) تفسیر سورۂ یاسین
(۱۰) تشریح سنن ابی داؤد
(۱۱) مشکلات اور ان کا حل قابل ذکر ہیں

وفات:

اگست ۱۹۹۰ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا، چند ماہ تک زیر علاج رہے مگر افاقہ نہ ہوا اور ۱۳ جنوری ۱۹۹۱ء بروز جمعۃ المبارک تقریباً ۳ بجے سہ پہر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔(۱۴۵۳)

* * *

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۱۵ھ بہ مطابق ۱۸۹۷ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۳ھ۔ بہ مطابق ۱۹۸۳ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (۱۴۵۴) ۱۳۱۵ھ بہ مطابق ۱۸۹۷ء میں ہندوستان (۱۴۵۵) کے عظیم شہر دیوبند (۱۴۵۶) میں پیدا ہوئے۔ (۱۴۵۷) آپ کے والد کا نام مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ تھا (۱۴۵۸)۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے (۱۴۵۹)۔ آپ کے والد مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ نے چالیس (۴۰) سال تک مہتمم دارالعلوم دیوبند کے فرائض سرانجام دیئے (۱۴۶۰)۔ اسی عرصہ میں چار سال ریاست حیدرآباد دکن میں عدالتِ عالیہ میں مفتی کے فرائض بھی انجام دیئے۔ آپ کے دادا کا نام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۴۶۱) جو دنیائے اسلام میں مشہور بزرگ اور ربانی عالم کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ آپ کے دادا نے ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی (۱۴۶۲) جو آج مسلم دنیا خصوصاً جنوبی ایشیا میں بے نظیر اور مذہبی یونیورسٹی کا درجہ رکھتی ہے۔ (۱۴۶۳)

تعلیم و تربیت:

مولانا محمد طیب قاسمیؒ کے دادا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ہزارہا شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد کی تعداد لاکھوں میں برِصغیر اور دیگر دنیا کے ملکوں میں دین کی خدمت و فرائض میں مصروفِ عمل ہیں، اس لیے یہ خاندان پورے ملک اور بیرونِ ملک کے حلقہ میں وقعت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۳۲۲ھ بہ مطابق ۱۹۰۴ء (۱۴۶۴) کو آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا اور وقت کے عظیم اکابر کے اجتماع میں آپ کے کتب کی تقریب عمل میں آئی۔ دو سال کی مدت میں قرآن شریف تجوید قرأت کے ساتھ حفظ کیا۔ پانچ سال کی عمر میں فارسی، ریاضی اور حساب کا کورس مکمل کیا اور آٹھ سال میں دارالعلوم سے عربی کا نصاب پورا کیا۔ (۱۴۶۵)

اس طرح ۱۳۳۷ھ بہ مطابق ۱۹۱۸ء میں تعلیم سے فراغت پا کر آپ نے سندِ فضیلت حاصل کی (۱۴۶۶)۔ دورانِ تعلیم میں دارالعلوم کے تمام اساتذہ آپ کے ساتھ بوجہ خاندانی شرافت اور آبائی نسبت کے شفقت و محبت سے پیش آتے تھے اور مخصوص طریق تعلیم و تربیت میں حصہ لیتے رہے۔ حدیث کی خصوصی سند آپ نے وقت کے مشاہیر علماء و اساتذہ سے حاصل کی اور بہت سے بزرگوں کی ہمت اور توجہ آپ کے ساتھ تھی۔ (۱۴۶۷) آپ کے اساتذہ میں علامہ محمد انور شاہ

کشمیریؒ (۱۴۶۸)، عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۱۴۶۹)، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۱۴۷۰)، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۴۷۱) اور سید اصغر حسین دیوبندیؒ (۱۴۷۲) شامل ہیں۔ (۱۴۷۳)

۱۳۳۹ھ بہ مطابق ۱۹۲۰ء میں آپ کا سلسلۂ بیعت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۱۴۷۴) سے قائم ہوا (۱۴۷۵)۔ جس کے پانچ ماہ بعد شیخ الہندؒ کا انتقال ہوگیا (۱۴۷۶)۔ ۱۳۵۰ھ بہ مطابق ۱۹۳۱ء میں آپ کو مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۴۷۷) کی طرف سے خلافت سے نوازا گیا۔ ۱۳۴۱ھ بہ مطابق ۱۹۲۳ء میں دارالعلوم کی تدریس کے زمانے میں ہی آپ کو دارالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم بنا دیا گیا تھا۔ پھر ۱۳۴۸ھ بہ مطابق ۱۹۲۹ء میں باقاعدہ طور پر آپ کو دارالعلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا اور آپ کے دور میں دارالعلوم نے ترقی کے بڑے مدارج طے کیے۔ آپ نے اپنی خدمات سے درالعلوم کی شہرت و عظمت کو چار چاند لگا دیے اور آج پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کا نام روشن ہے۔

قدرت نے آپ کی ذات میں بے شمار خوبیاں پیدا کی تھیں، درس و تدریس کے فرائض بہ احسن و خوبی سے سرانجام دیتے تھے۔ آپ کو فنِ خطابت اور تقریر میں بھی خداداد ملکہ اور قوت گویائی حاصل تھی۔ زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کی تقریر میں پبلک جلسوں میں شوق اور دلچسپی کے ساتھ عوام سنا کرتے تھے۔ اہم سے اہم مسائل پر دو دو تین تین گھنٹے مسلسل اور بے تکلف تقریر کرنے اور ٹھوس علمی حوالہ پیش کرنے میں آپ کو کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا۔ (۱۴۷۸)

حقائق و اسرار شریعت کھولنا اور تخلیق و ایجاد جیسے مضامین آپ کا خاص حصہ ہے، جسے آپ کے اکابر و اساتذہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ غرض کہ آپ کی تقریروں نے ملک اور بیرونِ ملک میں ایک وسیع حلقہ پیدا کیا ہے اور آپ کا شمار اپنے وقت کے ایک بہت بڑے خطیب، ادیب، محقق، مدبّر، محدث، مفسّر، مصنف اور شیخ کامل کے ہوتا ہے۔ (۱۴۷۹)

حیات و خدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے اپنی تمام زندگی اسلام اور دین کی سربلندی میں گزاری۔ آپ نے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے لیے بھی اپنی سیاسی خدمات مسلمانانِ ہندوستان کے لیے پیش کی۔ آپ کی خدمات تاریخ و پاک و ہند میں ہمیشہ سنہرے لفظوں میں تحریر کی جاتی رہے گی۔ اور آنے والے دور کے انسان خصوصاً مسلمانانِ پاکستان آپ کی تعلیمات، تصورات اور آپ کے نظریات کو مشعل راہ بناتے ہوئے اپنی زندگی گزاریں گے۔ آپ کی خدمات کو بیان کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ ذیل میں ہم آپ کی چند مختصراً دینی اور سیاسی خدمات کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی مسند اہتمام:

حافظ اکبر شاہ بخاری فرماتے ہیں:

اگر مجھے عرف عام اور مخصوص ذہن سے قطع نظر قیادت کے حقیقی معنی اور مفہوم مراد لینے کی اجازت دی جائے تو میں یہاں

بجائے مسند اہتمام کے منصب قیادت کا عنوان رکھ سکتا ہوں اس لیے کہ یہ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی زندگی کا وہ مقام ہے جہاں آپ کی عزت وعظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ملت اسلامیہ نے آپ کے سر پر قیادت اور راہ نمائی کا تاج رکھا تھا۔ دارالعلوم دیوبند، مسلمانانِ پاک وہند ہی کے لیے نہیں بلکہ عالم اسلام کا بین الاقوامی مذہبی ادارہ ہے اور اس اعتبار سے ملت اسلامیہ کا یہ قلب ہے جہاں سے ان کی روح اور فکر کی جلاء کا سامان بہم پہنچایا جاتا ہے۔ اس عظیم ادارہ کی اہم ذمہ داری (صدارتِ اہتمام) کے لیے کسی شخصیت کا انتخاب ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس جلیل القدر منصب پر اسی شخص کا انتخاب ہوسکتا ہے جو کمالات علمی اور اوصاف باطنی وظاہری سے پوری طرح مزین ہو اور دوسری طرف قوم وملت میں بااثر اور با رسوخ ہو اس کی قیادت پر بھروسہ کیا جاسکتا ہو اور اس کی رہنمائی پر قوم کو اطمینان ہو۔

اب اگر اس حیثیت سے مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو اس حقیقت کا اعتراف ناگزیر ہوگا کہ ۱۳۴۸ھ-۱۹۳۰ء میں وقت کے اکابر وشیوخ اور ذمہ دار حضرات نے اپنے متفقہ ریزولیوشن (قرارداد) کے مطابق مسند اہتمام پر مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کو فائز کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ ان کی حقیقت آشنا نگاہوں کی کرشمہ سازی تھی کہ انہوں نے مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی قیادت ورہنمائی کے مترادف تھا ادارہ اہتمام سے آپ کا تعلق ۱۳۴۰ھ-۱۹۲۲ء ہی میں قائم ہوگیا تھا، جب آپ کو دارالعلوم کا نائب مہتمم بنایا گیا۔ اس عرصہ میں آپ دارالعلوم کے انتظامی معاملات کا جائزہ اور ادارہ اہتمام کے انصرامی معاملات میں حصہ لیتے رہے۔ (۱۴۸۰)

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۱۴۸۱) کے انتقال کے بعد منصب اہتمام پر کسی اہم شخصیت کی ضرورت کا مسئلہ سامنے آیا تو اکابر دارالعلوم اور ممبران مجلس شوریٰ کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی۔ ایک طرف تو آپ کی علمی اور تبلیغی خدمات کی بناء پر ملک میں آپ کا بہت زیادہ اثر ورسوخ ہوگیا تھا دوسری طرف نیابت واہتمام کے دوران انتظامی صلاحیتوں کے سب ہی معترف تھے لیکن اس کے علاوہ جو سب سے اہم چیز اکابر کے داعیہ کا باعث بنی وہ درحقیقت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند سے آپ کا نسبی انتساب تھا، جو ہمیشہ سے دارالعلوم کی ترقی وکامیابی اور فلاح وبہبود کے لیے اکابر کی نظروں میں خاص اہمیت رکھتا تھا چنانچہ باوجود یہ کہ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا خاص علمی ذوق اور آپ کا رجحان طبع انتظامی معاملات کی طرف مائل نہ تھا لیکن حضرات اکابر دارالعلوم نے بصد اصرار آپ کو مجبور کیا کہ دارالعلوم کی باگ ڈور اپنے باوقار ہاتھوں میں لیں۔ لہٰذا ۱۳۴۸ھ-۱۹۳۰ء میں آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ قرار دیے گئے اور یہیں سے اس شاندار داستان کی ابتدا ہوتی ہے جو دارالعلوم کی بے پناہ مقبولیت، عالمگیر ہمت ادارہ کی بین الاقوامی اور اس کی ترقی اور کامیابی کے لیے دارالعلوم کی تاریخ کا ایک تابناک باب ہے۔ جسے دارالعلوم کی علمی ودرسی تاریخ علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ (۱۴۸۲) کی مثال اس حیثیت سے پیش کرنے سے عاجز ہے کہ ان کے دور میں دارالعلوم کا درسی عروج اور علمی وسعت اس درجہ کی تھی کہ اس وقت دارالعلوم کی آغوش علم وتربیت سے پرورش پاکر نکلنے والا ہر فاضل اپنی اپنی جگہ آفتاب وماہتاب تھا۔ ٹھیک اسی طرح دارالعلوم کی پوری تاریخ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا اسم گرامی فخر سے پیش کرسکتی ہے کہ اس کی ترقی وکامیابی اور اس کی رفعت وعظمت کا راز مولانا

قاری محمد طیب قاسمیؒ کی زندگی میں پوشیدہ ہے۔ ۱۳۴۸ھ-۱۹۳۰ء میں جب کہ آپ نے دارالعلوم کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے انتظامی شعبے صرف آٹھ تھے اور بعد میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے آخری دور تک تقریباً پچیس یا تیس تھے۔ اس وقت دارالعلوم کا کل بجٹ محض پچاس ہزار روپے تھا اور بعد میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے دور اہتمام کے آخری سالوں تک تقریباً آمدنی کا تخمینہ تیس لاکھ سے بھی زائد ہوگیا تھا۔ (۱۴۸۳)

اس زمانہ میں دارالعلوم کا عملہ ۵۴ افراد پر مشتمل تھا اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے آخری دور تک تقریباً تین سو افراد کا اسٹاف تھا جو دارالعلوم کی خدمت میں مصروف عمل رہا اسی طرح دارالعلوم کی تعمیری ترقی میں بھی نمایاں فرق ہوا۔ ۱۳۴۸ھ-۱۹۳۰ء میں دارالعلوم کی عمارتوں کا تخمینہ چند ہزار روپے سے آگے نہیں تھا لیکن حضرت کے دورِ اہتمام میں کروڑوں روپے کی فلک بوس عمارتیں قوم کی امانت ہیں۔ غرضیکہ مسند اہتمام پر فائز ہونے کے بعد دارالعلوم کی ارتقائی زندگی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ متعدد بار دارالعلوم کی مجالس شوریٰ و منتظمہ نے آپ کی اس کارگزاری اور خدمات کے سلسلے میں تشکر و امتنان پاس کیے گئے قراردادوں کے ذریعے اس حقیقت کا اعتراف کیا۔

دور اہتمام ہی میں آپ کا سفر افغانستان (۱۴۸۴) آپ کی جلیل القدر خدمات و عظمت کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ جبکہ دارالعلوم کے نمائندے کی حیثیت سے دارالعلوم اور افغانستان کے درمیان علمی و عرفانی رابطہ پیدا کرنے کے لیے آپ نے یہ سفر ۱۳۵۸ھ-۱۹۳۰ء میں اختیار کیا تھا۔ وہاں اگر علمی حلقوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور انجمن ادبی (اعلیٰ سرکاری سوسائٹی) مجلس قانون جمعیت علماء کابل (۱۴۸۵) یونیورسٹی اور دوسرے تعلیمی اداروں نے آپ کو دعوت دے کر آپ کے علمی و عرفانی فیض سے استفادہ کیا۔ تو دوسری طرف حکومت افغانستان نے سرکاری طور پر آپ کا خیر مقدم کر کے اور شاہ افغانستان نے ایک گراں قدر رقم دارالعلوم کو عنایت فرما کر آپ کی عظمت و احترام کا اعتراف کیا۔ ان دنوں ہی برما (۱۴۸۶) کا اہم سفر بھی دارالعلوم کی ارتقائی زندگی کا ایک جلی عنوان ہے جس سے دارالعلوم کی مالی منفعت اور ترقی میں کافی اضافہ ہوا۔

الحاصل اگر مجموعی طور پر سوال کیا جائے کہ ۱۲۸۳ھ-۱۸۶۷ء میں قائم ہونے والے اس چھوٹے سے مکتب کو آگے بڑھا کر دارالعلوم کا رنگ دینے والا کون ہے؟ تو موجودہ دور کی ۱۴۰ سالہ تاریخ نہایت عقیدت سے مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا نام دنیا کے سامنے پیش کر دے گی۔ (۱۴۸۷)

مسند رشد و ہدایت اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ:

ایک مصلح اور رہنما کی عنداللہ انتہائی معراج یہ ہوتی ہے کہ مخلوق خدا کی ظاہری باطنی اصلاح کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے اور دنیا کی ہر ضلالت و گمراہی میں ہدایت اور راستی کے فانوس جلاتا رہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اہل اللہ کے ہاں تین ہی طریقے ہوتے ہیں کوئی تصوف و سلوک کی راہ سے گم کردہ راہِ حق کی ہدایت کرتا ہے کوئی اپنے قلم کی سحر طرازیوں

سے عوام کی اصلاح کرتا ہے یا پھر تبلیغ دعوت کے لیے تقریر کے میدان کو پسند کرتا ہے، لیکن اگر میدان فیاض کی طرف سے کسی شخص واحد میں یہ تینوں مل کے ودیعت کر دیے جائیں تو اس کی جامعیت اور اکملیت تو مسلم ہوتی ہے لیکن تبلیغ و دعوت جیسے عظیم مقصد میں کامیابی اپنے انتہائی عروج پر ہوتی ہے۔ ہم آج بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مسند رشد و ہدایت کے اعلیٰ مقام پر تھے کیوں کہ اگر آپ ایک طرف راہِ طریقت اور تصوف و سلوک کے ذریعے خلق اللہ کے تزکیہ نفس اور ان کی اصلاحِ باطنی میں مصروف رہے تو دوسری طرف اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے بیرون ملک میں گمراہی و تاریکی کے اس دور میں حقیقت و معرفت کی شمعیں جلاتے رہے پہلے آپ کا سلسلہ بیعت شیخ وقت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۱۴۸۸) سے قائم ہوا۔ ابھی آپ راہِ طریقت کی اعلیٰ منازل طے کر رہے تھے کہ حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ہو گیا (۱۴۸۹)۔ ان کے بعد آپ نے اپنے زمانے کے سب سے بڑے شیخ مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۴۹۰) کی طرف رجوع کیا اور آپ کی نگرانی میں راہِ معرفت و حقیقت کے اعلیٰ مدارج طے کیے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے یہاں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی اور آپ کی تربیت میں مخصوص طریقے سے حصہ لیتے تھے آخر کار جب شیخ کی حقیقت آشنا نگاہوں نے مرید کے جواہر استعداد کا اعتراف کر لیا تو ۱۳۵۰ھ۔ ۱۹۳۲ء میں آپ کو اپنا مجاز قرار دے دیا اور خلافت کے خلعت فاخرہ سے مشرف فرمایا۔

اس کے بعد مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اپنے چشمہ ہدایت سے تشنہ کامان قلب و روح کو سیراب فرمانے لگے اور راہِ حق کے طلب گار اپنی آرزوؤں اور امیدوں کی جھولی اس خزانہ معرفت سے بھرتے رہے اور فیض حاصل کرتے رہے۔ ملک اور بیرون ملک میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے مریدین اور مسترشدین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز ہے جو براہِ راست آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر آپ کی روحانی تربیت اور ہدایت و اصلاح سے اپنی زندگی کو منور کر رہے ہیں، ان کے علاوہ ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بھی رہتا تھا جو راہِ حق کے طلب گار ہوتے تھے اور بذریعہ خط و کتابت آپ کی روحانی و عرفانی ہدایتوں سے مستفید ہوتے رہتے تھے۔ (۱۴۹۱)

تبلیغی و تصنیفی خدمات:

رشد و ہدایت کے سلسلے میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی تبلیغی تقریریں اور وعظ آپ کی زندگی کا مابہ الامتیاز مقام تھا کہ جس کی وجہ سے برصغیر کا چپہ چپہ گونجتا رہا اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمان آپ کی تقریروں کی وجہ سے گمراہی سے نکل کر ہدایت و راستی کی روشنی پاتے رہے۔ فن خطابت اور تقریر میں آپ کو خداداد ملکہ اور قوت گویائی حاصل تھی۔ زمانہ طالب علمی سے آپ کی تقریریں پبلک جلسوں اور علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ اہم سے اہم مسائل پر تین تین چار چار گھنٹے مسلسل تقریر کرنے اور علمی مواد پیش کرنے میں آپ کو کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی حقائق و شریعت کے بیان و ایجاد مضامین میں آپ کو خاص قدرت حاصل تھی جسے بڑے بڑے اہل علم تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ آپ

کے علمی اور حکیمانہ اسلوب بیان سے خاص طور پر محظوظ ہوتا رہا۔

چنانچہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (۱۴۹۲) میں آپ کی علمی تقریریں خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ بعض تقریریں مسلم یونیورسٹی نے شائع بھی کی ہیں۔ فرقہ باطلہ کے رد میں آپ کی انفرادی شان ہے۔ نہایت باوقار متین اور سنجیدہ لہجہ اختیار فرماتے بازاری اور سوقیانہ طرز سے ہٹ کر خالص علمی و اصلاحی انداز میں گمراہ عقائد کا اس طرح رد فرماتے کہ مخالف بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ آپ کی بعض تقریریں تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ ۱۳۶۶ھ-۱۹۴۷ء میں سرکاری عربی مدارس کے نصاب کی ترتیب و تدوین کے لیے مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۴۹۳) کی زیر صدارت کونسل ہاؤس لکھنؤ (۱۴۹۴) منعقدہ کانفرنس کی وہ تقریر جو مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے علمائے دیوبند کی قیادت کرتے ہوئے فرمائی تھی، وہ آج بھی تاریخ خطابت کا انمول شاہکار ہے جس پر مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسا خطیب بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲ء میں بسلسلہ سفر حجاز (۱۴۹۵) آپ نے ہندوستان کے ایک موقر وفد کی قیادت کرتے ہوئے سلطان ابن سعود (۱۴۹۶) کے دربار میں ایک شاندار تقریر فرمائی جس پر سلطان بہت متاثر ہوئے اور بوقت رخصت شاہی خلعت اور بیش قیمت کتب کے عطیہ کے ذریعے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ آپ نے افغانستان (۱۴۹۷)، برما (۱۴۹۸) اور افریقی ممالک (۱۴۹۹) کے اسفار و دورے بھی کیے۔ دیوبند میں زمانہ قیام میں روزانہ بعد مغرب آپ کی مجلس مقامی اور غیر مقامی طالبان حق کے لیے ایک مکتب رشد و ہدایت کی حیثیت رکھتی تھی جس کا موضوع عموماً علمی مذاکرہ رہتا تھا جس میں آپ مختلف موضوعات پر اپنی علمی تحقیق سے حاضرین کو محظوظ فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے کی تیسری کڑی آپ کا مشغلہ تصنیف و تالیف تھی۔ آپ کی مضمون نگاری اور انشاء پردازی کی ابتداء زمانہ طالب علمی سے القاسم کے صفحات سے شروع ہوئی۔ جب ہی سے آپ کے تحقیقی مقالے علمی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھے جاتے تھے۔ انشاء پردازی میں آپ انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ پاکستان و ہندوستان کے طبقہ علماء کے صف اول کے اہل قلم اور مقالہ نگار تھے۔ ملک کے موقر جریدے اور رسالے آپ کے مضامین کی اشاعت باعث فخر سمجھتے تھے۔ اس فن میں بھی آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا اور مشکل سے مشکل موضوع پر لمبے لمبے طویل مقالے اور مضامین ایک ہی نشست میں لکھ دیتے تھے۔ آپ کی تصنیف و تالیف اور مقالہ نگاری کا اکثر حصہ دوران سفر میں انجام پاتا۔ تصنیف و تالیف کی تعداد بہت زیادہ ہے (۱۵۰۰)۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ”التشبہ فی الاسلام“ ہے (۱۵۰۱) جو آپ کے ابتدائی دور کی شاہکار ہے۔ علمی حلقوں نے اسے بہت زیادہ پسند کیا ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبول و خاص و عام ہو چکی ہیں۔ فطری حکومت، اسلام اور فرقہ واریت، سائنس اور اسلام، مشاہیر امت، شان رسالت، فلسفہ نماز، شرعی پردہ، داڑھی کی شرعی حیثیت، مسئلہ تقدیر، اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام، علم غیب، خاتم النبیین، اسلام اور مغربی تہذیب، تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، اصول دعوت اسلام عالمی مذہب، نظریہ رد قرآن پر ایک نظر اور کلمہ طیبہ کی حقیقت وغیرہ۔ (۱۵۰۲)

حکیم الاسلام (قاری محمد طیب قاسمیؒ) کے سیاسی نظریات:

ہندوستان کے طبقہ علماء میں یہ شرف اور یہ سعادت صرف اور صرف مولانا شرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء مجازین اور ان کے ہم مسلک وہم مشرب علمائے دین کو حاصل تھی کہ انہوں نے کانگریس (۱۵۰۳) کے معاملہ میں علی الاعلان کھلے بندوں قائداعظم محمد علی جناح (۱۵۰۴) اور آل انڈیا مسلم لیگ (۱۵۰۵) کی حمایت کی اور اس وقت کی جب پورے ملک میں سیاسی طوفان آیا ہوا تھا تحریک خلافت (۱۵۰۶)، ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد بن چکی تھی۔ مسلمان گاندھی (۱۵۰۷) کی "جے" کے نعرے لگا رہے تھے اور ہندو محمد علی جوہرؒ (۱۵۰۸) شوکت علیؒ (۱۵۰۹) کی "جے جے" پکار رہے تھے اور اس وقت اکبر کے دین الٰہی (۱۵۱۰) کی طرح ایک ایسے مذہب کی بنیاد پڑ رہی تھی جو ہندوستان کا سرے سے امتیاز ہی اٹھا دینا چاہتا تھا اور جسے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس دور کا ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیا تھا، جس کی بناء پر آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور فی الواقعہ مولانا تھانویؒ کے اعلان کی اشاعت کے بعد آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا، مگر قاتل ہیبت حق کی تاب نہ لا کر الٹے پاؤں واپس دوڑ گئے اور پھر ساری تحریک مسلم لیگ کے دوران کسی کو ایسی جرأت نہ ہوئی۔

"انگریز حکومت اور کانگریس کے درمیان رسہ کشی میں مسلمانوں کو بالکل غیر جانبدار اور یک سو دیکھنا چاہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جب تک مسلمان اپنے اندر پوری قوت نہیں پیدا کر لیتے ان کا کسی فریق کے ساتھ شامل ہو کر عملی حصہ لینا خودکشی کے مترادف ہوگا اور سارا زور اس پر دیتے تھے کہ مسلمان پہلے اپنے اندر قوت و نظم پیدا کریں۔ (۱۵۱۱)

اسی لیے جب بعض ارباب دارالعلوم دیوبند کانگریس کی حمایت میں میدان میں نکل آئے تو آپ نے دارالعلوم کی سرپرستی سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۳۵ء میں جب مسلم لیگ کو جھانسی (۱۵۱۲) میں کانگریس کے مقابلہ میں الیکشن لڑنا پڑا اور کانگریس لیگ کے مقابلہ میں نامور علماء کو میدان میں لائی تو عوام نے مولانا شوکت علیؒ (۱۵۱۳) سے مطالبہ کیا کہ ان جید علماء کے مقابلہ میں آپ جب تک کسی بہت بڑے عالم کو میدان میں نہ لائیں گے، یہ الیکشن نہ جیت سکیں گے۔

اسی پریشانی کے عالم میں آپ کی نظریں تھانہ بھون (۱۵۱۴) کی طرف دوڑیں اور آپ نے عوام سے پوچھا کہ کیا آپ کو مولانا اشرف علی تھانویؒ پر اعتبار ہے تو سب نے کہا اعتماد ہے۔ مولانا شوکت علیؒ نے کہا اب آپ ان کو تار دے کر پوچھ لیں کہ ووٹ کانگریس کو دیں یا لیگ کو، جب یہ سوال آپ کے سامنے آیا تو آپ نے مولانا شبیر علی تھانویؒ (۱۵۱۵) اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۵۱۶) کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا اور مسئلہ زیر سوال کے تمام پہلوؤں پر غور و مشورہ کے بعد آپ نے صرف یہ تار دے دیا کہ کانگریس کو ووٹ نہ دیا جائے۔ بس تار کے جواب جانے کی دیر تھی کہ حضرت تھانویؒ کے اس جواب کے بڑے بڑے پوسٹر شہر کے در و دیوار پر نظر آنے لگے۔ کانگریس بری طرح ہار گئی اور مسلم لیگ کا بول بالا ہو گیا۔ مولانا شوکت علیؒ نے تھانہ بھون جا کر حضرت تھانویؒ کے تار کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"جھانسی کے میدان میں ہمارے پاس کانگریس کے برابر نہ لاریاں تھیں نہ روپیہ پیسہ تھا آپ کے تار نے کچھ ایسا اثر کیا

کہ کایا پلٹ دی۔ مسلمانوں میں یکا یک مسلم لیگ کے حق میں جوش پیدا ہوگیا، جس کی وجہ سے ہم کامیاب ہوئے۔"(۱۵۱۷)

کانگریس کے متعلق مولانا محمد طیب قاسمیؒ کا موقف اور نقطۂ نظر:

مولانا اشرف علی تھانویؒ ہر بات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے اور قرآن کے آئینہ میں دیکھنے کے عادی تھے اگرچہ انگریز دشمنی کی وجہ سے ہندوستان کے کئی بڑے علماء کانگریس کے ساتھ تھے مگر حضرت تھانوی انگریزوں کی طرح ہندوؤں کو بھی مسلمانوں کا صریحاً دشمن سمجھتے تھے۔ آپ کی نظر وقتی مصالح پر نہ تھی بلکہ اس ارشادِ ربانی پر تھی کہ:

"کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر قابو پائیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔"

اس لیے مولانا تھانویؒ مسلمانوں کا کانگریس میں شمولیت کے حق میں نہیں تھے۔ اگرچہ کانگریس میں اکثریت ہندوؤں کی تھی مگر کوئی کانگریس کا نام تک نہ جانتا تھا لیکن جب مسلمانوں نے ۵۰ سالہ مردہ کانگریس میں شرکت کر کے اس میں روح پھونکی تو کانگریس مسلمانوں کو ہڑپ کرنے کی سوچنے لگی۔ اسی لیے مولانا تھانویؒ فرماتے تھے کہ:

۱۔ جو آدمی بھی حدودِ شریعت سے گزر کر کام کرے گا، اس کا برا حشر ہوگا۔ اسی بناء پر ہم کانگریسیوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ کانگریسی اصل میں بالشویک ہیں۔ یہ کسی طرح بھی مذہب کی حامی جماعت نہیں ہے اگر خدانخواستہ یہ جماعت ہندوستان میں برسرِ اقتدار آ گئی اور خدا نہ کرے وہ دن آئے تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کریں گے جو (روس میں) "بالشویک"(۱۵۱۸) کر رہے ہیں۔"

۲۔ مسلمانوں کا خصوصاً کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا بہت ضروری ہے۔ علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہیے۔ مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کے مترادف ہے۔"

۳۔ ۱۸۵۷ء (۱۵۱۹) کی جنگِ آزادی میں اس لیے ناکامی ہوئی کہ اس تحریک میں ہندو شامل تھے۔ دونوں شانہ بشانہ لڑ رہے تھے مگر ہندوؤں نے وقت پر داغ دی اب بھی ان سے وفا کی امید نہیں ہے، یہ وقت پر دھوکا دیں گے مسلمان اپنے ہی پاؤں پر کھڑا ہو کر کامیاب ہو سکتا ہے۔ دوسرے کے سہارے کبھی نہیں۔"

۴۔ "جو جماعت کانگریس کے نام سے مشہور ہے یہ بھی سب وہی بالشویک خیال کی پارٹی ہے اور یہ سب اسلام کے مقابلہ پر سازش ہے۔"

۵۔ کانگریس کو ہندوستان سے نکالنا ہی نہیں چاہتی درحقیقت ان کی عافیت ہی اسی میں ہے کہ انگریز ہندوستان میں رہیں تاکہ وہ ان کے زیر سایہ اپنی قوم کو پروان چڑھائیں۔

۶۔ قیامت آ جائے، ہندو کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ یہی ہندو تو تھے جنہوں نے انگریزوں

سے مل کر مسلمانوں کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مخبریاں کیں اور ان کو پھانسی چڑھوایا۔ یہ قوم بڑی احسان فراموش ہے یہ انگریزوں سے زیادہ مسلمانوں اور اسلام کے دشمن ہیں۔

بہرحال مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ہندوؤں کی بددیانتی، احسان فراموشی، اسلام دشمنی کے متعلق جتنے اندیشے ظاہر فرماتے تھے وہ سب اس کانگریسی دور میں صحیح ثابت ہوئے، جو ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء (۱۵۲۰) کے انتخابات جیتنے کے بعد کانگریس کو چھ صوبوں میں اپنی اکثریت کی بناء پر نصیب ہوا تھا (۱۵۲۱)۔ اپنے اس دوسالہ دورِ اقتدار میں ہندوؤں نے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، ثقافت و مذہب کو مٹانے اور تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ اس لیے آپ گاندھی (۱۵۲۲) کو عیار، دجال، شیطان اور طاغوت کے الفاظ سے یاد کرتے تھے اور جمہوریت کو مغربی بدعت کہتے تھے۔

آپ نے ہندو کانگریس کی ڈٹ کر مخالفت کی اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی اور مسلم لیگ کی حمایت بھی کسی سیاسی غرض کے لیے نہ کی تھی بلکہ اس غرض کے لیے کی تھی کہ مسلمان مسلم لیگ میں شامل ہو کر اپنی تنظیم اور لیگ کی اصلاح کی فکر کریں تاکہ یہ کانگریس کا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ اسی غرض کے لیے آپ کے ایماء پر آپ کے خلفاء و متعلقین نے ''مجلس دعوۃ الحق'' (۱۵۲۳) قائم کی۔

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا سیاسی نظریہ اور سیاسی مسلک وہی تھا جو ان کے شیخ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا تھا۔ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ بھی متحدہ قومیت (۱۵۲۴) کے سخت مخالف تھے اور دو قومی نظریہ کی تائید و حمایت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ آپ کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم دیوبند پر بعض شخصیتوں کی وجہ سے کانگریس کا اثر تھا، لیکن آپ چونکہ حکیم الامت کے حلقۂ ارادت سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے خلفائے مجاز کی صف میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اس لیے اس طبقے کا کبھی ساتھ نہ دیا جو متحدہ قومیت کے فریب میں آ گیا تھا بلکہ آپ نے اپنے بزرگوں یعنی مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ، مولانا محمود حسنؒ (شیخ الہندؒ) اور مولانا تھانویؒ کی طرح ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کا شمار برصغیر کے ان ممتاز علمائے دیوبند میں ہوتا ہے جنہوں نے متحدہ قومیت کے طلسم کو توڑنے کے لیے اپنی زبان و قلم دونوں سے کام لیا اور مسلمانوں کے علیحدہ وطن کے لیے راہ ہموار کی۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ پاکستان کی تحریک کے ابھرتے ہی اس کے ساتھ ہو گئے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند) کی زیرِ قیادت جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ مل کر قیامِ پاکستان کے مطالبے کو قبولِ عام بنانے کے لیے کام کرتے رہے اور اپنے شیخ مولانا تھانویؒ کی ہدایات کے مطابق مجلس دعوۃ الحق کے ذریعے قائداعظم محمد علی جناح اور دوسرے مسلم لیگی زعماء کی اصلاح و فلاح کے لیے ہر ممکن کوشش فرماتے رہے (۱۵۲۵)۔ اس سلسلے میں علامہ ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں کہ:

اکابر علماء نے نئے نئے پیش آمدہ حالات میں ملت کی ہر قدم پر راہ نمائی کی ہے۔ جس طرح فروعی مسائل میں ہر دور میں نظریاتی اختلاف پایا گیا ہے۔ برصغیر میں بھی یہ نظریاتی اختلاف پیدا ہوا اور دیوبند کا ایک گروہ اگر کانگریس کے ساتھ

اتحاد و اشتراک کو ملک و ملت کے لیے مفید خیال کرتا تھا تو دوسرا گروہ مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم اور کانگریس سے عدم اشتراک و اتحاد کا موید تھا۔ پہلے طبقہ کے قائد مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۵۲۶) اور دوسرے کے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دونوں گروہوں کا یہ اختلاف مبنی بر دیانت تھا اور ہر ایک کے پاس اپنے موقف کے لیے دلائل تھے۔ یہ کہنا تاریخی حقائق کا منہ چڑانا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے تمام خدام یا متعلقین کانگریس کے موید تھے دارالعلوم دیوبند کے سرپرست مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کانگریس کے خلاف مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم کی علی الاعلان حمایت کی اور مسلم لیگ کو مسلمانوں کے لیے بہتر قرار دیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کی نہ صرف حمایت کی بلکہ اگر یہی کہا جائے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے بعد تصور پاکستان کے خاکہ میں رنگ بھرنے کا سب سے موثر عمل علامہ عثمانیؒ ہی کا تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ نے قرارداد پاکستان (۱۹۴۰ء) کے حق میں بیان جاری فرمائے۔ جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد رکھی، مضامین لکھے۔ پرزور تقاریر کیں۔ پیرانہ سالی میں ہمت کو جوان کرکے قائداعظم محمد علی جناح کا پورا پورا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ ہندوستان کی فضائیں پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی سحر آفریں خطابت کا جواب مسلم لیگ کے پاس علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وجد آفریں زبان تھی اور سابق مشرقی پاکستان (۱۵۲۷) کا علاقہ سلہٹ (۱۵۲۸) کا مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور صوبہ سرحد (۱۵۲۹) کا ریفرنڈم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جیتا تھا۔

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور علامہ عثمانیؒ پاکستان کی حمایت نہ کرتے اور علامہ عثمانیؒ ان علاقوں کے ریفرنڈم کے لیے جدوجہد نہ کرتے تو آج یہ علاقے بھی ہندوستان کے پاس ہوتے۔ صوبہ سرحد (۱۵۳۰) اور سلہٹ (۱۵۳۱) کی شمولیت علمائے دیوبند کا پاکستان پر احسان عظیم ہے۔ حلقہ دیوبند سے علامہ عثمانیؒ ہی پاکستان کی حمایت میں نہیں نکلے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۵۳۲)، مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۵۳۳)، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (۱۵۳۴) (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا محمد حسن امرتسریؒ (۱۵۳۵)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۵۳۶) اور مولانا تھانویؒ کے دوسرے سب خلفاء پاکستان کے حامی تھے دارالعلوم دیوبند کے چار بڑے عہدے داروں سرپرست، صدر مہتمم، صدر مدرس اور مہتمم میں سے تین مسلم لیگ کے ہم خیال تھے سرپرست مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ تھے۔ ان میں صدر مدرس مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کانگریس میں تھے اور باقی سب مسلم لیگی تھے۔

"پاکستان کی مخالفت میں جو لوگ علماء دیوبند کا نام لیتے ہیں ان لوگوں کو یہ کیوں یاد نہیں رہتا کہ پاکستان بنانے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ، اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے تقریباً سبھی خلفاء قائدانہ حیثیت رکھتے تھے بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ پاکستان کی حمایت نہ کرتے تو شاید بانی پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر ہی نہ ہوتا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بانی پاکستان کی نماز جنازہ پڑھائی (۱۵۳۷)۔ کراچی (پہلا دارالخلافہ) میں پرچم کشائی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۵۳۸) نے اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے کی۔ (۱۵۳۹)

تحریک دیوبند میں علماء دیوبند کا کردار اپنی جگہ ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے جو کام کیا وہ تاریخ کے صفحات پر رقم ہو چکا ہے۔

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۵۴۰) میں ادارۂ الرشید کی طرف سے ایک تقریب ماہنامہ الرشید ''دارالعلوم دیوبند نمبر'' کے افتتاح کے لیے منعقد کی گئی تھی، اس تقریب میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی خدمت میں جناب مولانا عبدالرشید ارشدؒ نے جو سپاسنامہ پیش کیا، اس کے چند جملے ملاحظہ فرمایئے جو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریک پاکستان میں خدمات انجام دینے کی ایک مختصر جامع تحریر ہے۔ ارشد صاحب سپاسنامہ میں فرماتے ہیں کہ:

''معزز مہمان! آپ کے شیخ اور سرپرست دارالعلوم دیوبند مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند)، آپ کے رفیق خاص اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا محمد شفیعؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور آپ نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا قائدانہ ساتھ دیا جس سے پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ ورنہ شاید پاکستان کا قیام عمل میں نہ آتا۔'' (۱۵۴۱)

مسلم لیگ کے حق میں فتویٰ:

تحریک پاکستان کا نازک ترین دور وہ تھا جب پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن بالکل قریب آ گئے تھے اور کانگریس اس الیکشن میں مسلم لیگ کو ناکام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ اس وقت حالات کتنے پریشان کن تھے ان کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے باآسانی لگایا جا سکتا ہے جو خواجہ آشکار حسین کے مضمون سے نقل کیا جاتا ہے (۱۵۴۲)، جو انہوں نے لیاقت علی خان کی برسی پر رسالہ ''نقاد'' میں شائع کرایا تھا اور جسے بعد میں اخبار پیام مورخہ ۱۹ / اکتوبر ۱۹۵۵ء نے نقل کیا۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن میں سب سے زیادہ مقابلہ خود لیاقت علی خان کے حلقہ میں تھا۔ مقابل امیدوار ''محمد احمد کاظمی'' تھے۔ کانگریس کی جانی و مالی امداد انہیں حاصل تھی۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا۔ مزید برآں یہ علاقہ مولوی زادہ اور پیرزادہ سے بھرپور تھا اور ان کی اکثریت مسٹر کاظمی کے ساتھ تھی، لیکن مقابلہ میں لیگ کی انتخابی مشنری کا کوئی پرزہ بھی درست نہ تھا۔ لیاقت علی خان دہلی سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ انہیں پورے ملک کے انتخابات کی فکر تھی۔ اپنے حلقہ کا کیسے خیال ہوتا؟ جب حالات بدتر ہونے لگے تو انہیں سنبھالنے کے لیے علی گڑھ سے طلباء کی یلغار کی گئی۔ مجھے بھی پروفیسر اے بی حلیم (ابوبکر حلیم ۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۵ء) نے ایک وفد کے ساتھ روانہ کیا۔ خود بلند شہر، ہاپوڑ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حالات کا کہیں نام و نشان نہیں۔ آخر مظفر نگر (۱۵۴۳) پہنچ کر ہدایات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا وہاں بھی یہی بدحالی تھی۔ لیاقت علی خان کے منیجر سردار اکرم خان، ان کے صاحبزادے امیر اعظم خان اور طلباء علی گڑھ کے سربراہ پروفیسر عمر سب دم بخود تھے۔ فیصلہ ہوا کہ پروفیسر عمر دہلی جا کر لیاقت علی خان کو لائیں اور دوسری طرف کسی نہ کسی طرح مولانا قاری محمد طیب

قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ اپنی موافقت کا حاصل کیا جائے کیوں کہ تنہا علامہ عثمانیؒ کی تائید اس حلقہ میں خصوصاً مظفر نگر اور سہارنپور (۱۵۴۴) میں ناکافی تھی۔ دیوبند جاتے ہوئے سب کو ڈر لگتا تھا قرعہ فال میرے نام پر پڑا۔ پروفیسر عمر وہاں پہنچے، دو دن کی ردوقدح کے بعد انہوں نے فتویٰ حاصل کیا اور اسے اخبارات کو بھیج کر اور ضروریات کے مطابق پوسٹر چھپوا کر یہ لوگ سہارنپور پہنچے، وہاں حامیانِ لیگ نے کہا کہ یہاں مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا بھی فتویٰ ضروری ہے اس کے بغیر بھی کام نہ چلے گا۔ میں نے دیوبند جا کر مفتی کا بھی فتویٰ حاصل کیا اور سہارنپور پہنچ کر اس کی طباعت کے انتظامات کرائے۔ ۱۳۶۴ھ۔ ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو پولنگ ہونے والی تھی (۱۵۴۵)۔ ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو لیاقت علی خان سہارنپور پہنچے۔ میں فوراً ڈاک بنگلے پہنچا۔ لیاقت علی خان نے مصافحہ کیا اور بغل گیر ہوئے اور پھر سب سے پہلے انہوں نے مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ والے فتویٰ کی مبارک بادی۔ پروفیسر عمر نے فوراً مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا فتویٰ بھی پیش کر دیا جسے دیکھ کر وہ اچھل پڑے۔

اس اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم لیگ کے لیے مولانا قاری محمد طیبؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے تائیدی فتووں اور ان علماء ربانی کی تائید وحمایت حاصل کیے بغیر یہ تاریخی الیکشن جیتنا قریباً قریباً ناممکن تھے۔ ان اکابر علماء کے فتووں اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے دوروں نے رائے عامہ کو مسلم لیگ کی تائید پر مجبور کر دیا اور لیاقت علی خان اپنے بے غرض اور مخلص دوستوں، ہمدردوں اور علمائے کرام کی مساعی جمیلہ سے تین ہزار ووٹوں کی اکثریت سے کانگریس کے نمائندہ کے مقابلہ میں جیت گئے۔ یہ کانگریس کی حامی جمعیت علماء ہند کے مقابلہ جمعیت علماء اسلام کی پہلی شاندار کامیابی تھی۔ جو انہی دنوں تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر قیادت مسلم لیگ کی تائید وحمایت کے لیے قائم کی گئی تھی اگر جمعیت علمائے اسلام کے یہ اکابر علماء ہر محاذ پر مسلم لیگ کے شانہ بشانہ کام نہ کرتے تو یہ الیکشن جیتنا آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ لیاقت علی خان نے اس عظیم الشان کامیابی پر ان علمائے کرام کو مبارک باد کے تار بھیجے اور بعد میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (نائب صدر جمعیت علمائے اسلام) کے نام ایک مفصل خط شکریہ کے طور پر لکھا جس میں کھلے الفاظ میں ان علماء ربانی کی خدمات کا اعتراف کیا ہے آپ نے خط میں لکھا ہے کہ:

’’اس کامیابی پر میں آپ علماء کو مبارکباد پیش کرتا ہوں خصوصاً ان حلقۂ انتخاب میں جہاں سے ہماری لیگ نے مجھے بھی کھڑا کیا تھا آپ علماء کی تحریروں اور تقریروں نے باطل کے اثرات بہت بڑی حد تک ختم کر دیے۔ لیاقت علی خان کا یہ خراج تحسین ان ارباب غرض کے لیے جو آج پاکستان سے علمائے کرام کا اثر ورسوخ مٹانے کے درپے ہیں۔ سرمۂ بصیرت اور تازیانہ عبرت کی حیثیت رکھتا ہے۔‘‘ (۱۵۴۶)

مورخ منشی عبدالرحمٰن خان (۱۵۴۷) اس سلسلے میں اپنی تالیف ’’معمارانِ پاکستان‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’پاکستان کے نام پر جو پہلا الیکشن نومبر ۱۹۴۵ء میں لڑا گیا تھا اگر اس الیکشن کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ خود باہر نہ نکلتے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ جو لیاقت علی خان کے حلقۂ انتخاب سہارنپور (۱۵۴۸) دیوبند (۱۵۴۹)، مظفر نگر (۱۵۵۰) اور بلند شہر (۱۵۵۱) وغیرہ کے بے تاج بادشاہ کی حیثیت رکھتے

تھے۔ لیاقت علی خان کی پشت پناہی نہ کرتے تو کانگریس مسلم لیگ کو برلوں، ٹاٹاؤں کے روپوں اور دوسری مسلم جماعتوں کے تعاون سے شکست فاش دینے میں کامیاب ہوجاتی۔ ان علمائے کرام کے فتووں اور تقریروں سے لیاقت علی خان تین ہزار ووٹوں کی اکثریت سے یہ الیکشن جیت گئے اور مسلم لیگ کو بے نظیر اور جمعیت علماء اسلام کو پہلی تاریخی فتح نصیب ہوئی جس پر سب سے پہلے لیاقت علی خان نے ان علمائے کرام کو مبارکبادی کا تار دیا اور پھر مفصل خط مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے نام ارسال کیا جس میں ان حضرات کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور خدمات جلیلہ کا کھلا اعتراف کیا گیا۔

بہرحال ان لوگوں کے لیے یہ حقائق سرمۂ بصیرت کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں میں علماء ربانی کے اظہر من الشمس کارناموں پر دھول ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ (۱۵۵۲)

مولانا سید عبدالقادر آزادؒ (۱۵۵۳) فرماتے ہیں کہ:

”برصغیر میں مسلمانوں نے جب اپنے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا اور قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ نے مسلمانوں کی قیادت کا بیڑہ اٹھایا تو اس وقت جن علمائے کرام نے مسلمانوں کی اس نمائندہ جماعت کا ساتھ دیا اور اپنی خدمات ان کے سپرد کیں۔ ان میں دارالعلوم دیوبند کے سرپرست مولانا اشرف علی تھانویؒ (صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)، مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دوسرے تمام خلفاء و مجازین مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور دیگر اکابر دیوبند کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان علماء دیوبند نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پاکستان کے پرجوش حامی رہے اور کانگریس کی مخالفت کی۔ پاکستان کا وجود انہی حضرات کا مرہون منت ہے اگر یہ حضرات پاکستان کے قیام کے لیے جدوجہد نہ کرتے تو پاکستان کا قیام بہت مشکل تھا۔“ (۱۵۵۴)

آزادیٔ ہند کے موقع پر قاری محمد طیب قاسمیؒ (حکیم الاسلام) کا خطاب:

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں علمائے کرام کو جو مقام حاصل رہا ہے اس میں کوئی متابل جماعت ان کی حریف نہیں کہی جاسکتی۔ ۱۸۵۷ء (۱۵۵۵) کے ہنگامہ خیز انقلاب کے بعد صرف یہی ایک جماعت تھی جس نے آزادی کے تصور کو ملک میں زندہ رکھا اس کی مسلسل جدوجہد نے بالآخر پورے ملک میں آزادی کی روح پھونک دی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس تصور کے سب سے بڑے داعی اور اس تحریک کے سب سے بڑے مبلغ تھے انہوں نے جس سرگرمی کے ساتھ اس تصور کو پروان چڑھایا افسوس ہے کہ جنگ آزادی کی تاریخ لکھنے والوں نے اس بارے میں انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے موقع پر مولانا محمد قاسم نوتویؒ کی تیار کی ہوئی جماعت کو جس قدر مسرت ہونی چاہیے تھی اس کا اندازہ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مہتمم دارالعلوم دیوبند کی اس تقریر سے ہوسکتا ہے جو مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے جشن آزادی کے موقع پر ۱۵، ۱۶؍ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب میں طلبائے دارالعلوم دیوبند

اور اہل شہر کے مجمع میں فرمائی تھی چونکہ اس تقریر سے آزادی کی جدوجہد میں علمائے دیوبند کی خدمات کی تاریخ پر فی الجملہ روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے تقریر کا مختصر حصہ پیش کر دینا مناسب ہوگا۔ حضرت حکیم الاسلامؒ نے فرمایا: بزرگانِ ملت، علمائے کرام اور عزیز طلبائے دار العلوم!

آج کا مبارک دن ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا ایک عظیم الشان سلطنت جس کے متعلق مسلمہ تھا کہ اس میں کسی وقت آفتاب غروب نہیں ہوتا اور جس کے بارے میں خود اس سلطنت کے ایک مغرور اور متکبر نمائندے گلیڈ اسٹون نے پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ ہماری سلطنت آج اس قدر طاقتور ہے کہ اگر آسمان بھی اس پر گرنا چاہے تو ہم اسے بھی اپنی سنگینیوں کی نوک پر روک لیں گے اور وہ ہماری سلطنت کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ وہی سلطنت آسمان کے گرنے سے نہیں محض زمین کے چند ذروں کے اڑنے سے اس سہولت سے ختم ہو رہی ہے کہ تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی، ہم اس انقلاب پر پورے ملک کو مبارک باد دیتے ہیں پورا ملک عموماً اور خصوصیت سے وہ جوان اور بوڑھے اس مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی قربانیوں اور مساعی نے یہ شیریں ثمر ہندوستان کے سامنے لا رکھا۔

ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر ہم ان اکابر ملت کی مساعی کا تذکرہ نہ کریں جنہوں نے حقیقتاً اس آزادی کا سنگ بنیاد رکھا اور اس وقت رکھا جب آزادی کے تصور سے بھی اس ملک کے دل و دماغ خالی تھے۔ یہ شاہ ولی اللہ (۱۵۵۶) کے جانباز شاگردوں کی مجاہد جماعت ہے جو دو سو برس سے اس سعی میں نہ صرف قلم اور روشنائی سے بلکہ شمشیر اور خون سے اس کی راہ نوری کر رہی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزی اقتدار مکمل ہو کر پوری طرح اس ملک پر چھا گیا تو صرف یہی ایک جماعت تھی جس نے آزادی کے تصور کو اس ملک میں زندہ رکھا اور بالآخر اس تصور کا سب کو دیوانہ بنا کر چھوڑا۔ ۱۸۵۷ء میں بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بقول مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اس تصور کے سب سے بڑے حامل اور اس جوش کے سب سے بڑے امین تھے۔ انہوں نے اپنے شیخ حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ (۱۵۵۷) کی قیادت میں تلوار اٹھائی اور آزادی کی راہ میں سرفروشی کے ساتھ میدان میں اترے لیکن راہ کی مشکلات کے باعث فتح کا سلسلہ "شاملی" (۱۵۵۸) کی تحصیل تک رہ گیا اور دہلی کے تخت تک نہ پہنچ سکا اور ملک آزادی سے محروم رہ گیا، لیکن یہ جماعت اپنے تصور سے غافل نہ ہوئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس دنیا سے گئے تو ان کے صحیح اور سچے جانشین شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے جوان کے علم اور نظریات کے جائز وارث تھے، اس پوری جماعت کے ساتھ تحریک آزادی کو جاری رکھا۔ مدینہ کے گورنر جمال پاشا (۱۵۵۹) کے قول کے مطابق "شیخ الہند کی مٹھی بھر ہڈیوں اور مختصر سے جسے" میں کیا کرامت رکھی ہوئی تھی کہ اس نے پوری دنیائے اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

بہر حال ان بزرگوں کا جذبہ انگریزوں کے اقتدار کے خلاف نہ جاہ و منصب کے لیے تھا۔ نہ وزارت کی کرسیوں کے لیے تھا نہ کسی ایک پارٹی کے اقتدار کے لیے تھا بلکہ صرف اس لیے تھا کہ جابر قوم کی گرفت سے مظلوم ملک کو نکالا جائے اور حق بہ حق دار کے طور پر جس کی امانت ہو اسے سپرد کیا جائے۔ جس سے حق کا کلمہ بلند ہو۔ ان بزرگوں کا سب سے بڑا مشغلہ ذکر و فکر ہر وقت رہتا تھا کہ انگریزوں کا جوا کس طرح کندھوں سے اتارا جائے اسی کے بارے میں پیش گوئیاں اور مکاشفات

تھے اور اسی کے بارے میں عام نظم اور انتظام، ایک دن چھتے کی مسجد میں سب بزرگ جمع تھے۔ انگریزوں کے تسلط اور غیر معمولی طاقت کو دیکھ کر حضرت حاجی سید محمد عابدؒ نے فرمایا کہ:

''انگریزوں نے گہرے پنجے جمائے ہیں۔ دیکھیے کس طرح اکھڑیں گے۔''

اس پر مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۱۵۶۰) نے جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے شیخ الحدیث تھے فرمایا:

''حاجی! آپ کس خیال میں ہیں وہ وقت دور نہیں جب کہ ہندوستان صف کی طرح لوٹ جائے گا، کوئی جنگ نہ ہوگی بلکہ بحالت امن وسکون یہ ملک صف کی طرح پلٹ جائے گا رات کو سوئیں گے، ان کی عملداری میں صبح کریں گے دوسری عملداری میں۔''

میں آج کے جانبازوں کی ناقدری نہیں کرتا، لیکن اس سے کسی حالت میں بھی ہٹ نہیں سکتا کہ آج آزادی کی تمام مساعی ایک عمارت ہے جس کی بنیاد یہ بزرگ رکھ گئے تھے اور اس لیے میں بانگ دہل کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کی آزادی کی یہ جدوجہد صرف مسلمانوں نے شروع کی اور انہوں نے ہی اسے پروان چڑھایا۔ شاہ عبدالعزیزؒ (۱۵۶۱) نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ دیا۔ ہندوستان کو ''دارالحرب'' (۱۵۶۲) قرار دیا۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ (۱۵۶۳) اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس فتویٰ کو استعمال کیا اور اس نسخۂ شفا کو خاص ترکیب سے پیا اور پلایا۔ شیخ الہندؒ نے اسی نسخے کو معجونِ مرکب کی صورت میں کیا اور اس قابل کردیا کہ ہرکس و ناکس اسے استعمال کرسکے۔ چنانچہ وہ استعمال شروع ہوکر عام ہوگیا۔ تحریک خلافت (۱۵۶۴) میں بھی نسخہ گو تلخ تھا مگر سب نے استعمال کیا اور بہرحال عام استعمال شروع ہوکر آزادی کا جذبہ مسلمانوں سے گزر کر ابنائے وطن تک پہنچا۔ وہ بھی سرگرم ہوگئے تھے۔ مگر آج دراصل مسلمانوں کی انتھک مساعی اور قربانیوں کا ثمرۂ شیریں ملک کی آزادی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جس پر ہم تمام مسلمانوں کو مبارک باد دیتے ہیں اور ان بزرگانِ مرحومین کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں جن کی تخم ریزی سے یہ درخت تناور ہوا۔ آج اس کا پھل سب کھا رہے ہیں۔ ہندوستان کی آزادی تمام دنیائے اسلام کی آزادی ہے۔ اس لیے ہماری مبارک باد کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہے۔ ہماری مبارکباد کی مستحق ہندوستان و پاکستان دونوں سلطنتیں ہیں۔ ہم پاکستان کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے اور ہندوستان کو وطن ہونے کی حیثیت سے مبارکباد دیتے ہیں۔ میں اس تصور کو بھی ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہندوستان میں اب مسلمان ایک معمولی اقلیت میں رہ گئے ہیں اور آج کی آزادی میں جہاں ان کے لیے یہ انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ انگریز کا دو سو سالہ اقتدار ختم ہوگیا جس کے لیے وہ بے چین تھے وہیں اس فکر کا موقع بھی ہے کہ اب ان کی حیات اجتماعی کی اس ملک میں کیا صورت ہوگی؟ اس کے لیے انہیں ابھی سے قدم اٹھانا چاہیے۔ شریعت مقدسہ کی روشنی میں صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنے شرعی نظام کو قائم کرنے کے لیے اپنے میں سے کسی امام اور متدین امیر کا انتخاب کریں۔ ہندوستان کی مسلم جماعتیں منتشر رہنے کی بجائے متحد ہوں۔ ایک ہوجائیں اور اسلام کے کلمے پر ایک ہوں۔ ایک امیر کے ماتحت شرعی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کریں۔ اسی ایک جملے میں ان کی حیات اجتماعی کی لمبی چوڑی تفسیر پنہاں ہے، ان کے لیے سب سے مقدم یہ ہے کہ ماضی کے واقعات فراموش کردیے جائیں۔ ہم طعن وطنز کا سلسلہ ترک کریں ایک دوسرے پر الزام

رکھنے کی فکر نہ کریں بلکہ صرف مستقبل کو سامنے رکھ کر اس پر غور کریں کہ متحد ہونے کے لیے اخوت و مساوات کی کیا تدابیر ہو سکتی ہیں جن کو وہ آج عمل میں لا سکتے ہیں۔ میرے خیال میں پہلے سے زیادہ اب اس کے امکانات ہیں کہ ہم متحد ہو سکیں۔ وہ پارٹیاں جن پر آویزشوں کی بنیادیں ہیں اس انقلاب سے منقلب ہو چکی ہیں اور حقیقتاً ہندوستان کے بدلنے سے بھی بدل گئی ہیں۔ اس لیے اب بجائے اس کے ہم نئی پارٹیوں کی بنیادیں رکھ کر اختلافات کی تخم ریزی کریں یہ مناسب بلکہ ضروری ہے کہ وحدتِ جماعت کا سنگ بنیاد رکھ کر ان تمام مسائل کو حل کریں جو نئے ہندوستان میں پیدا ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کے سیاسی وملیّ نظریات کا دفاع:

دارالعلوم دیوبند مسلمانوں کی ایک مذہبی درسگاہ اور ایک عظیم الشان علمی ادارہ ہے جس نے ملکی سیاسیات کے ہنگاموں میں بھی اپنی تعلیم اور تعلیمی کاموں کی ہمیشہ حفاظت کی ہے اور تعلیمی سلسلوں میں کسی وقتی تحریک سے مغلوب ہو کر کبھی خلل نہیں پڑنے دیا، لیکن اس کے باوجود اس نے برطانوی غلبۂ اقتدار کی مخالفت کی حد تک کبھی اپنی قوم اور قومی تحریکات سے بیگانگی نہیں برتی بلکہ ذمہ دارانہ طریق پر اس قسم کے قومی معاملات میں مناسب حصہ لیا۔ ہندوستان کی وطن آزادی کا واقعہ اور برطانوی سامراج کے استیلاء و تسلط سے اس کی نجات کا پہلا قدم کوئی ایسی چیز نہیں کہ دارالعلوم سے الگ رہ سکے۔ دارالعلوم وطن کی آزادی پر نہ صرف مسرور ہی ہے بلکہ اسے مستقبل کی حقیقی آزادی کے لیے فال نیک تصور کر رہا ہے اور آئندہ کی بہت سی مسرتوں کا پیش خیمہ بھی رہا ہے۔ اس لیے ہندوستان کے اس ابتدائی آزادی کے واقعے اور انتہائی آزادی کی پوری توقع پر اظہارِ مسرت کرنے کے لیے طے کیا ہے کہ ۱۵/اگست کو عام تعطیل منائی جائے چنانچہ تعطیل کے ذریعے ملک کی اس عام مسرت میں دارالعلوم شریک ہے۔ ہندوستان دو سو سالہ دورِ غلامی کے بعد آج آزادی کی پہلی قسط حاصل کر رہا ہے۔ ہم ان تمام دوست افراد کو جنہوں نے ملک کی آزادی کی خاطر قربانیاں دی ہیں، مبارک باد دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی مساعی کو قبول فرما کر آزادی کی دولت سے بہرہ ور فرمایا۔

ہمیں امید ہے کہ ملک کے یہ جان باز اس وقت تک برابر جدوجہد کو جاری رکھیں گے جب تک کہ ہندوستان مکمل آزادی حاصل نہ کرلے اور انہیں آزادی کے ساتھ اپنے تمام شعائر ملی و مذہبی کو بلند کرنے کا موقع حاصل نہ ہو جائے۔ (۱۵۶۵)

”دستوری مسائل“ میں حکومت پاکستان کی رہنمائی:

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے لیے پاکستان کوئی اجنبی اور نیا ملک نہیں تھا۔ انہوں نے تو اس کے لیے قربانیاں دی ہیں اور وہ اپنے شیخ مولانا تھانویؒ (۱۵۶۶) اپنے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۵۶۷) اور ہم عصر علمائے کرام مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۱۵۶۸)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۵۶۹)، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۵۷۰)، مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۵۷۱)، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۵۷۲)، مولانا شبیر علی تھانویؒ (۱۵۷۳) اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۵۷۴) اور دیگر علماء کی طرح قیام پاکستان کے لیے کوشاں رہے۔ تحریک پاکستان میں بڑی سرگرمی سے عملی حصہ

لیا۔ پاکستان کے حق میں فتویٰ دیا۔ کانگریس کی مخالفت کی اور دوقومی نظریہ کی بھرپور تائید وحمایت کی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے پاکستان ہی میں مستقل قیام کے آرزو مند تھے مگر دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم علمی درسگاہ جوان کے آباؤ اجداد کی ایک عظیم یادگار تھی، اس کی خدمت کے لیے مجبوراً دیوبند ہی میں مقیم رہے، لیکن آپ کے بہت سے عزیز واقارب پاکستان ہی میں موجود ہیں۔ یہ ان کا اپنا وطن اور اپنا گھر تھا۔ وہ یہاں متعدد بار تشریف لائے۔ خاص طور پر اپنے رفیق خاص مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے ہاں دارالعلوم کراچی، مولانا مفتی محمد حسنؒ کے (مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور) اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے مدرسہ خیر المدارس ملتان (۱۵۷۵) کے سالانہ جلسوں میں اکثر شرکت فرماتے رہتے تھے۔ یہاں ان کے ہزاروں تلامذہ ومریدین موجود ہیں اور ان مذکورہ بالا علمائے کرام سے آپ کے بڑے گہرے روابط تھے۔ یہ سب علماء آپ کے ہم مسلک وہم مشرب تھے۔ ایک ہی شیخ مولانا تھانویؒ کے سب فیض یافتہ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد یہ یہاں اسلامی نظام کی جدوجہد میں مصروف ہوگئے اور اس سرزمین پاکستان پر اسلام کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے ان حضرات علماء نے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ ''قرارداد مقاصد'' (۱۹۴۹ء)(۱۵۷۶) کی منظوری اور ۲۲ نکات (۱۵۷۷) پر ہر مکتب فکر کے علماء کا اتفاق کرانا انہی علمائے کرام کے وہ قابل قدر کارنامے ہیں جن پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ اسلامی نظام کے بارے میں پاکستانی علماء نے جتنی بھی سعی وکاوش کی ہے، خاص مسائل میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سے بھی بذریعہ خط وکتابت مشورہ ورائے لیتے رہتے تھے۔ ۱۹۵۶ء (۱۵۷۸) کا دستور بھی انہی علماء کی جدوجہد کا نتیجہ تھا مگر یہاں کا مفاد پرست طبقہ اور لادینی نظریات رکھنے والے ہمیشہ اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹ بنے رہے۔ ارباب حکومت نے قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کے بعد اس طرف توجہ نہیں دی اور اسلامی نظام کے نفاذ میں ٹال مٹول سے کام لیتے رہے۔ اس سلسلے میں جناب منشی عبدالرحمٰن خان فرماتے ہیں کہ:

ابتداء میں جنرل اسکندر مرزا اسلامی آئین کے قائل نہ تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے اخبار ''تنویر'' لکھنو کے نامہ نگار کو جو بیان دیا تھا، اس پر ہند اور پاکستان میں پرزور احتجاج کیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۵۵ء میں مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں ایک عشائیہ کی تقریب پر حسن اتفاق سے ان کی میجر جنرل اسکندر مرزا سے ملاقات ہوگئی۔ جنرل نے اسلامی آئین کے بارے میں چند اشکالات مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے سامنے پیش کیے، تو انہوں نے ان کے اشکالات کا ایسا کافی شافی مدلل اور موثر جواب دیا کہ جنرل اسکندر مرزا بے تابانہ کہہ اٹھے کہ اگر واقعی اسلام کے بنیادی اصول یہی ہیں تو ہم انہیں ہر قیمت پر منظور اور نافذ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ (۱۵۷۹)

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے فرمایا کہ قرآن کی رو سے اسلامی دستور صرف ۱۷۔۱۸ دفعات پر مشتمل ہے۔ باقی سب بائی لاز یا رولز ہیں جن کو لوگ غلط فہمی سے اسلامی آئین سمجھ رہے ہیں۔ اس پر جنرل اسکندر مرزا نے خواہش ظاہر کی کہ وہ ہندوستان واپس جانے کا ارادہ منسوخ کر کے یہاں رہیں اور اسلامی آئین مرتب کرنے میں ہماری مدد اور رہنمائی کریں۔

مگر دارالعلوم دیوبند کی ذمہ داریوں کی وجہ سے مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، جنرل اسکندر مرزا کے اصرار کے باوجود یہاں

ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور فرمایا یہاں اس سلسلے میں اعانت کے لیے دوسرے علماء موجود ہیں۔ بہر حال مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی ایک ہی ملاقات نے اس اہم مسئلے کے متعلق جنرل اسکندر مرزا کی تمام غلط فہمیاں دُور کر دیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنرل اسکندر مرزا جو پہلے اسلامی دستور کے قائل ہی نہ تھے۔ پھر اسلامی دستور جلد از جلد پاس کرانے میں بڑی دلچسپی لیتے رہے اور بالآخر مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۶ء کو انہوں نے ایک شاندار اور پُر وقار تقریب میں آئینی بل پر اپنے دستخط اور مہر تصدیق ثبت کر کے اسے قانونی شکل دے دی اور جنرل اسکندر مرزا کی اس شاندار خدمات پاکستان کے اعتراف کے طور پر انہیں بلا مقابلہ "جمہوریہ اسلامیہ پاکستان" کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔

اسلامی آئین کے سلسلے میں جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے پہلے صدر جنرل اسکندر مرزا کی غلط فہمی دور کرنے کی سعادت بھی دربار اشرفیہ کے مولانا تھانویؒ کے خلیفہ ارشد مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کو ہی نصیب ہوئی۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ مفکر پاکستان مولانا تھانویؒ کے فیض سے اب تک پاکستان اور ارباب پاکستان فیض یاب ہو رہے ہیں اور جناب اسکندر مرزا بھی مستحق تحسین ہیں کہ انہوں نے صحیح بات سمجھ میں آجانے کے بعد بلا تامل اپنا نظریہ بدل لیا۔ جو ان کی سلیم الفطری پر دلالت ہے۔ اسی لیے مولانا تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ انگریزی خوانوں کی گفتگو میں مزہ آتا ہے کیوں کہ یہ سمجھ میں آنے سے بات مان لیتے ہیں۔ (۱۵۸۰)

حج کی سعادت:

مولانا قاری محمد طیّب قاسمیؒ ایک بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں متعدد مرتبہ حج بیت اللہ ادا کیا۔ دنیا کے بیشتر ممالک آپ کے تبلیغی دورے میں شامل رہے اور اپنی علمی تقریروں سے اپنی علمی قابلیت کا لوہا منوا چکے ہیں۔

تصانیف کے نام:

مولانا محمد قاری طیّب قاسمیؒ نے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے بے شمار کتب تحریر کیں، جن کے نام اس طرح ہیں۔

التشبہ فی الاسلام، سائنس اور اسلام، تعلیماتِ اسلام اور مسیحی اقوام، مسئلہ زبان اور ہندوستان، خطبۂ صدارت جمعیۃ العلماء سندھ کانفرنس، اصول دعوت و اسلام، مشاہیرات، کلمات طیبات، تاریخ دارالعلوم دیوبند، اسلامی مساوات، مسئلہ تقدیر اور سفر نامہ افغانستان وغیرہ آپ کی شاہکار تصانیف ہیں۔ (۱۵۸۱)

وفات

آخر کار ۶ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء میں آپ رحلت فرما گئے۔

* * *

مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۴۰ھ بہ مطابق ۱۹۲۰ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۳ھ بہ مطابق ۱۹۸۳ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ (۱۵۸۲) اعوان برادری کے چشم و چراغ تھے۔ آپ ۱۹۲۰ء میں بلند ترین گاؤں ضلع سرگودھا (۱۵۸۳) میں پیدا ہوئے۔ (۱۵۸۴) آپ کے والد کا نام مولانا عبدالحکیمؒ تھا (۱۵۸۵) جب کہ دادا کا نام مولانا مہر محمدؒ تھا (۱۵۸۶) جو ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔

تعلیم و تربیت:

مولانا عبدالحکیم قاسمیؒ ۱۹۲۶ء میں جامع مسجد سرگودھا میں ابتدائی تعلیم کے لیے داخل ہوئے۔ حفظِ قرآن اور ابتدائی دینی تعلیم فارسی کتب اور صرف ونحو، نورالایضاح، قدوری، کنزالدقائق وغیرہ کتب آپ کے والد ماجد نے خود پڑھائی۔ ۱۹۳۷-۳۸ء میں ثانوی تعلیم کے لیے مدرسہ مظاہرالعلوم سہارن پور (۱۵۸۷) میں داخلہ لیا۔ تین سال تک آپ نے مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (۱۵۸۸) اور مولانا عبدالشکور کامل پوریؒ (۱۵۸۹) کے زیرِ سایہ مروجہ کتب پڑھیں۔

اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند چلے گئے جہاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۵۹۰)، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ (۱۵۹۱)، مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۵۹۲)، مولانا ابراہیم بلیاویؒ (۱۵۹۳)، مولانا محمد شفیعؒ (۱۵۹۴) جیسے اکابر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ۱۳۵۹ھ۔ ۱۹۴۰ء میں سند الفراغ حاصل کی۔ ۱۳۶۰ھ۔ ۱۹۴۱ء میں دیوبند سے واپسی پر مولانا حسین علیؒ سے ترجمہ قرآن پاک پڑھا اور پھر مولانا ولی اللہؒ کی زیرِ نگرانی میں تدریس کا آغاز کیا۔

حیات وخدمات کا مختصر جائزہ:

مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز مدرس کی حیثیت سے کیا، اس کے بعد مسجد لال شاہ گوجرانوالہ (۱۵۹۵) میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں مولانا محمد علی چراغ (۱۵۹۶) کی زیرِ سرپرستی شرح تہذیب، کنزالدقائق، اصول الشاشی اور مسلم شریف پڑھاتے رہے۔

۱۳۶۲ھ۔ ۱۹۴۳ء میں مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالعلیم قاسمیؒ کے ساتھ مل کر لاہور (۱۵۹۷)

جیسے مرکزی شہر میں ''ٹمپل روڈ'' لاہور کی ایک غیر آباد مسجد میں مدرسہ حنیفہ قائم کیا، جس کا اعلان ''روزنامہ احسان''(۱۵۹۸)لاہور میں کیا گیا۔ ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ حنیفہ واقع بہاول پور(۱۵۹۹)ہاؤس کا قیام عمل میں آیا جو مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ کے زیر اہتمام جاری ہے۔ ۱۳۷۶ھ مارچ ۱۹۵۷ء میں آپ نے ایک اور مدرسہ ''جامعہ قاسمیہ'' کے نام سے گلبرگ نمبر۲ لاہور میں قائم کیا۔ جس کا سنگ بنیاد مولانا احمد علی لاہوریؒ (۱۶۰۰)کے دستِ مبارک سے رکھا گیا بعد میں جگہ کی کمی کے باعث مدرسہ کو گلبرگ ۳ میں منتقل کیا گیا اور اس کا سنگ بنیاد مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۱۶۰۱)نے رکھا۔ اس مدرسہ میں درس نظامی کی تمام کتب پڑھائی جاتی ہیں اور طلباء کی سہولت و آرام کا بہترین انتظام ہے۔

جامعہ کے متصل ایک جامعہ مسجد حنیفہ تعمیر کی گئی ہے، اس کے علاوہ مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ نے کئی مدارس و مساجد کا قیام عمل میں لایا۔ آپ نے دینی و علمی خدمات کے علاوہ سیاسی و ملّی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، سیاسی نظریات میں آپ اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ(۱۶۰۲)، مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۶۰۳)اور مولانا محمد شفیعؒ (۱۶۰۴)کے نظریات کے حامی و علمبردار تھے۔ تحریکِ ختمِ نبوتؐ(۱۶۰۵)اور تحریکِ نظامِ اسلام میں بھی آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔(۱۶۰۶)

تصانیف:

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے دوسری دینی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ ایک شعبہ تالیف و تصنیف بھی آپ نے قائم کیا تھا، جس کے ذریعے متعدد دینی کتب و رسائل شائع کیے گئے جن کی وضاحت یہ ہے۔

(۱) اقامت الصلوٰۃ (۲) فضائل رمضان (۳) مسائل قربانی (۴) اسلامی پردہ (۵) اسلام کا معاشی نظام (۶) اشرف الملفوظات (۷) ارشادات رسول (۸) تذکرہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۹) آخری مجاہد ماہنامہ حنیفہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

وفات:

مولانا عبدالحلیم قاسمیؒ مرتے دم تک مرکزی جمعیت العلمائے اسلام سے وابستہ رہے، مرکزی جمعیت علمائے احناف پاکستان کے صدر بھی رہے آخر کار ۱۴۰۳ھ۔ ۲۳ نومبر ۱۹۸۳ء بروز پیر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔(۱۶۰۷)

* * *

مولانا قاضی شمس الدینؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۲۳ھ بہ مطابق ۱۹۰۱ء

تاریخ وفات: ۱۴۰۵ھ بہ مطابق ۱۹۸۳ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا قاضی شمس الدینؒ گوجرانوالہ (۱۶۰۸) ۱۹۰۱ء میں پڑی دانخلی ناڑا پنڈی گھیپ ضلع اٹک (۱۶۰۹) میں پیدا ہوئے (۱۶۱۰)۔ آپ کے والد کا نام قاضی شیر محمدؒ تھا (۱۶۱۱) اور قومیت کے لحاظ سے آپ اعوان (۱۶۱۲) فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے قرآن کریم تو بعد از فراغ علوم پنڈی گھیپ میں تدریس کے زمانہ میں حفظ کیا۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے بھائی مولانا قاضی نور محمدؒ سے پڑھی اور درس نظامی کی بعض کتب مولانا غلام رسول الٰہیؒ شریف والوں سے پڑھی۔ اس کے بعد وہاں بھچراں ضلع میانوالی (۱۶۱۳) میں مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر قرآن سمیت مثنوی مولانا روم (۱۶۱۴) اور کچھ مسلم شریف پڑھی۔

۱۹۲۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے اپنا تعلیمی رشتہ استوار کیا، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے صحیح بخاری اور جامع ترمذی مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۶۱۵) صدر مدرس دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۶۱۶) سے آپ نے صحیح مسلم پڑھی۔ سنن ابی داؤد (۱۶۱۷) مولانا سیّد اصغر حسینؒ (۱۶۱۸) کے پاس اور تفسیر بیضاوی اور معانی آثار طحاوی اور شمائل ترمذی مولانا رسول خان ہزارویؒ (۱۶۱۹) سے حاصل کی۔ اس طرح کچھ کتابیں مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۶۲۰) سے پڑھی اور سند فراغ حاصل کی۔ (۱۶۲۱)

حیات وخدمات کا مختصر جائزہ:

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ایک سال مدرسہ انوار العلوم (۱۶۲۲) جامع مسجد ''شیرانوالہ باغ'' گوجرانوالہ (۱۶۲۳) میں مدرس رہے اور یہاں آپ نے ''شرح جامی'' اور ''ہدایہ شریف'' وغیرہ کتب پڑھائی۔ پھر ۹۱ برس تک مدرسہ خادم الاسلام شریعہ محلہ دار بے والی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۳۶۱ھ۔۱۹۴۲ء میں اکابر دیوبند کی دعوت پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں ملا حسن، شرح مسلم العلوم، ہدایہ اخیرین، حاشیہ شرح عقائد اور قاضی مبارک وغیرہ کتب زیر درس رہیں، بعد ازاں ایک سال پنڈی گھیپ میں اور دو سال مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد فیصل آباد (۱۶۲۴) میں پڑھاتے رہے پھر وہاں سے ۱۳۶۶ھ۔۱۹۴۶ء میں گوجرانوالہ تشریف لے آئے اور بارہ برس تک مختلف مدارس میں علوم دینیہ پڑھاتے رہے۔ (۱۶۲۵)

۱۹۶۰ء میں آپ نے جامعہ صدیقیہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی اور آخر دم تک بحیثیت شیخ الحدیث والتفسیر حدیث رسولؐ کے چراغ جلاتے رہے، اس دوران تدریس میں ہزاروں طالبان علوم وحدیث وتفسیر نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

تصانیف کے نام:

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور آپ کے قلم فیض سے کئی شاہکار تصانیف منظر عام پر آئیں۔ جن میں قرآن کریم کی تفسیر بھی شامل ہے۔ ان کے تصانیف کے نام کچھ اس طرح ہیں۔

قرآن کریم کی تفسیر، تفسیر القرآن، بخاری کی شرح، الہام الباری، مسلم کی شرح الہام الملہم، کشف الاوردو، شرح سنن ابی داؤد، تسکین الصدور، شرح مشکوٰۃ، شرح عبدالرسول، رسالہ تراویح، مسالک علماء فی حیات الانبیاء، انوار البیان فی اسرار القرآن، افادیت حسینیہ وغیرہ۔

وفات:

مولانا قاضی شمس الدینؒ نے ہمیشہ حق اور صداقت کا علم بلند رکھا۔ ذاتی غرض وعناد سے نہ صرف اپنی نجی زندگی بلکہ جماعتی زندگی کو بھی پاک رکھا۔ آخر کار دینِ اسلام کا یہ سپاہی ۱۱ رمضان المبارک بروز جمعہ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۲۱ مئی ۱۹۸۳ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ (۱۶۲۶)

❀❀❀

......حواشی وحوالہ جات، فصل سوم......

(۱) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۲۸
(۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۳) خان، عبدالرحمٰن منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۷۷۔۱۸۰
(۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۸ء، ص ۷
(۵) امجد علی شاکر/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۷
(۶) خان، ظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۲
(۷) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ندارد
(۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۵
(۹) خالد ارمان/ انسانی تاریخ کے بڑے قتل، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۴
(۱۰) عبدالباری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، صوابی، اکوڑہ خٹک، فاروقی کتب خانہ، سن ندارد، ص ۱۳۵
(۱۱) آفاقی، مقدر/ اسلامی اخلاق اور تصوف، لاہور، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، سن ندارد، ص ۲۸۹
(۱۲) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۵۰
(۱۳) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ملتان، طیب اکیڈمی، سن ندارد، ص ۲۹۷
(۱۴) ایضاً
(۱۵) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۸۸۔۲۹۵
(۱۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۷) سید اشتیاق اظہر/ فخر العلماء گنگوہی کی سوانح وخدمات، کراچی، میزان ادب، ۱۹۹۱ء، ص ۴۳
(۱۸) خان، ظفر حسین/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۲
(۱۹) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ندارد
(۲۰) عبدالباری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۱۳۶
(۲۱) صحاح ستہ: حدیث کی کتابوں کے جو چھ مشہور ہیں ان کو صحاح ستہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان صحاح ستہ کی کتابوں کے مختلف راویان ہیں جو سب مستند طور پر تسلیم کیے جاتے ہیں
(۲۲) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۶۹
(۲۳) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۱۳۹
(۲۴) مختار احمد، مکی، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، لاہور، چوہدری غلام علی اینڈ سنز، ص ۲۲۰
(۲۵) سید محمد میاں، مولانا/ علماء ہند کے شاندار کارنامے، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۳۲۷
(۲۶) سید قاسم محمود/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ۴۱۵
(۲۷) ادروی، اسیر، مولانا/ دارالعلوم دیوبند احیاء اسلام کی عظیم تحریک، لاہور، مکتبہ خلیل، ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۷

(۲۸) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۰۲

(۲۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۴۲

(۳۰) سید محمد میاں/ تحریک ریشمی رومال، ص ۲۴۳

(۳۱) محمد اشرف، آغا/ مشاہیر کی تقریریں، لاہور، مشتاق بک کارنر، سن ندارد، ص ۱۷۲

(۳۲) خان، منشی عبدالرحمٰن/ معماران پاکستان، ص ۱۷۷۔۱۸۲

(۳۳) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۵۵

(۳۴) خورشید احمد/ چراغ راہ/ نظریہ پاکستان نمبر، کراچی، دسمبر ۱۹۶۰ء، ص ۲۸۲

(۳۵) غلام جیلانی، برق، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء، ص ۳۲۶

(۳۶) غلام محمد مصطفیٰ/ مسلمانان سہارن پور اور تحریک دارالعلوم دیو بند، کراچی، ساؤتھ ایشین پرنٹرز، ۱۹۹۰ء، ص ۳۰۱

(۳۷) قدر آفاقی/ اسلامی اخلاق اور تصوف، ص ۲۹۲

(۳۸) ادروی، اسیر، مولانا/ دارالعلوم دیو بند احیاء اسلام کی ایک عظیم تحریک، ص ۱۲۷

(۳۹) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان ایک قوم کا المیہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۵

(۴۰) سید میاں، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، ص ۲۵۵

(۴۱) ایضاً

(۴۲) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق، ۱۹۸۵ء، ص ۱۳۶

(۴۳) یمین، علی نواز/ ملت اسلامیہ، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۱ء، ص ۵۷

(۴۴) ورک، محسن/ بڑے لوگوں کی آپ بیتیاں، لاہور، علم دوست پبلی کیشنز، سن ندارد، ص ۱۸۹

(۴۵) عبدالباری، ابو ہشام/ دس اکابر دیو بند کا تذکرہ، ص ۱۳۷

(۴۶) جیلانی، برق، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، ص ۱۹۳

(۴۷) مثالی، یوسف/ مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، مشتاق بک کارنر، سن ندارد، ص ۶۳

(۴۸) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان ایک قوم کا المیہ، ص ۱۷۴

(۴۹) آزاد، ابوالکلام/ آزادی ہند، لاہور، مکتبہ جمال، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۴

(۵۰) ایضاً

(۵۱) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۰۳

(۵۲) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۱۳

(۵۳) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۲۳

(۵۴) سید قاسم محمود/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد

(۵۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۹۳

(۵۶) عبدالباری، ابو ہشام/ دس اکابر دیو بند کا تذکرہ، صوابی، ص ۱۳۷

(۵۷) انصاری، محمد ضیاء الدین، ڈاکٹر/ مولانا آزاد، سر سید اور علی گڑھ، نئی دہلی، انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۲ء، ص ۵۹

(۵۸) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۸

(۵۹) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۳۶۹

(۶۰) محمد میاں، سید، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، ص ۱۳۳

(۶۱) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۰۲

(۶۲) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۱۵
(۶۳) شوکت علی/ مشاہیر مرادآباد، لاہور، تخلیقات، ۱۹۶۵ء، ص ندارد
(۶۴) جاوید، قاضی/ سرسید سے اقبال تک، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص ندارد
(۶۵) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۴۹
(۶۶) عزیز الرحمٰن، مفتی/ تذکرہ شیخ الہند، لاہور، الجمعیت پبلی کیشنز، ۱۹۶۷ء، ص ندارد
(۶۷) خان، منشی عبدالرحمٰن/ معماران پاکستان، ص ۱۵۹
(۶۸) مدنی، حسین احمد/ نقوش حیات، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء، ص ۱۳۵۔۱۳۶
(۶۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۶۸
(۷۰) مثالی، یوسف/ مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۴۷
(۷۱) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۹۔۱۰
(۷۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۰۳
(۷۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۷۴) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۸۱
(۷۵) خان، منشی عبدالرحمٰن/ معماران پاکستان، ص ۱۸۰
(۷۶) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۴۶
(۷۷) بٹ، منصور احمد/ قائداعظم کے آخری دو سال، لاہور، علی ہجویری، سن ندارد، ص ۱۲۴
(۷۸) وسیم سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۶
(۷۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۵۸
(۸۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۳
(۸۱) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۹۶
(۸۲) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۳۱۹
(۸۳) خان، مظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا نظام تعلیم، ص ۱۱۳
(۸۴) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۳
(۸۵) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۱
(۸۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۶
(۸۷) ایضاً
(۸۸) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، لاہور، بیت العلوم، ۲۰۰۶ء، ص ۵۵۵
(۸۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۵۸
(۹۰) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۳
(۹۱) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۳۱۱
(۹۲) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۹۹۲ء، ص ۱۱۷۔۱۱۸
(۹۳) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے پاک دیوبند، ص ۱۳۹
(۹۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۱۱۲
(۹۵) محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، کراچی، ادارۃ المعارف، ۲۰۰۲ء، ص ۲۹

(۹۶) ایضاً
(۹۷) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ بزرگان دار العلوم دیو بند، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ص ۱۱۷
(۹۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۱۹
(۹۹) ایضاً
(۱۰۰) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیو بند، ص ندارد
(۱۰۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، ص ندارد
(۱۰۲) محمد طیب، قاری/ دیو بند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۱۷
(۱۰۳) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۱۴
(۱۰۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۶۰۔۳۶۱
(۱۰۵) رضوی، سعید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۱۷۱
(۱۰۶) مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۲۲۰
(۱۰۷) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیو بند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۱۷
(۱۰۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۶۰۔۳۶۳
(۱۰۹) زاہد الحسینی/ علمائے دیو بند عہد ساز شخصیات، فیصل آباد، سیرت مرکز، ۲۰۰۴ء، ص ۹۳
(۱۱۰) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۷
(۱۱۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، ص ۱۴۹
(۱۱۲) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیو بند، ص ۲۱۳
(۱۱۳) عبد الرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۰۲
(۱۱۴) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد
(۱۱۵) محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ۲۹
(۱۱۶) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، کراچی، ادارہ ابلاغ علوم و افکار، ۱۹۹۰ء، ص ۸۹
(۱۱۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۵۴۷
(۱۱۸) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۳۶۵
(۱۱۹) حقانی، عبد الرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۲۸۳
(۱۲۰) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۳۶۵
(۱۲۱) عبد الرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۹۰۸
(۱۲۲) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۳۷
(۱۲۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۶۱۔۳۶۴
(۱۲۴) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۳۲
(۱۲۵) محمد مجیب/ ہندوستانی مسلمان، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۶ء، ص ۵۸
(۱۲۶) وسیم سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۶
(۱۲۷) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۶۳
(۱۲۸) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۵۲
(۱۲۹) خان، آصف/ اللہ کے سفیر، نئی دہلی، اعتقاد پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۰ء، ص ندارد

(۱۳۰) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۱۳۱) ایضاً
(۱۳۲) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۱۳۹
(۱۳۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۲۸
(۱۳۴) اشتیاق اظہر/ فخر العلماء گنگوہی کی سوانح اور خدمات، ص ۱۳۹
(۱۳۵) خان، ظفر حسین/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۲
(۱۳۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۸۳
(۱۳۷) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۹
(۱۳۸) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۹۴
(۱۳۹) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۳۶
(۱۴۰) عبدالباری، ابوہشام/ دس اکابر علماء دیوبند، ص ۸۸
(۱۴۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۷
(۱۴۲) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۳۳۹
(۱۴۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۰۴
(۱۴۴) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۱۵
(۱۴۵) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، کراچی، ادبی پریس، ۱۹۵۱ء، ص ۸۶
(۱۴۶) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۳۱۹۔۳۲۴
(۱۴۷) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۴۸۔۳۵۰
(۱۴۸) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ۲۰۰۶ء
(۱۴۹) ایضاً
(۱۵۰) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۲۶۱
(۱۵۱) احمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۰۲
(۱۵۲) حقانی، عبدالقیوم/ مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ۱۷۶
(۱۵۳) خان، منشی عبدالرحمٰن/ معماران پاکستان، ص ۳۵۵
(۱۵۴) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، لاہور، بیت العلوم، ص ۵۸۱
(۱۵۵) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۸۰
(۱۵۶) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۵۳۹
(۱۵۷) بٹ، منصور احمد/ قائداعظم کے آخری دو سال، ص ۱۳۶
(۱۵۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۸۵
(۱۵۹) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۱۶۰) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۱۱۲
(۱۶۱) محمد طیب، قاری/ ۵۰ مثالی شخصیات دارالعلوم دیوبند، ص ۴۵
(۱۶۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۰۷
(۱۶۳) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۵۷

(۱۶۴) عبدالحیٔ، مولانا، حکیم/نزہۃ الخواطر، حیدرآباد، انڈیا، جلد ۸، ۱۹۷۰ء، ص ۲۵۵_۲۶۶

(۱۶۵) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/برصغیر کے علمی وادبی تعلیمی ادارے، ص ندارد

(۱۶۶) رضوی، سید محبوب/تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۹

(۱۶۷) عبدالباری، ابوہشام/دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۱۳۵

(۱۶۸) بخاری، اکبر شاہ/تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۱۳۹

(۱۶۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۷۰۶

(۱۷۰) اشتیاق اظہر، سید/فخر العلماء، گنگوہی کی سوانح وخدمات، ص ۵۲

(۱۷۱) رضوی، سید/تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۳۲

(۱۷۲) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ندارد

(۱۷۳) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/بزرگان دارالعلوم دیوبند، ص ۴۵

(۱۷۴) خان، منشی عبدالرحمٰن/معماران پاکستان، ص ۶۳_۱۵۷

(۱۷۵) رضوی، سید محبوب/تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۲۹

(۱۷۶) ایضاً

(۱۷۷) آزاد، ابوالکلام/آزادی ہند، ص ۱۵

(۱۷۸) خان، محمد اکرم/پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، کراچی، دی انڈی شٹیرز لمیٹڈ، ۱۹۸۷ء، ص ۱۷

(۱۷۹) وسیم احمد سعید/ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۲۴

(۱۸۰) رضوی، سید محبوب/تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۲۶_۲۳۰

(۱۸۱) ایضاً

(۱۸۲) محمد مجیب/ہندوستانی مسلمان، ص ۲۷۰

(۱۸۳) جاوید، قاضی/سرسید سے اقبال تک، ص ۱۵۲

(۱۸۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ندارد

(۱۸۵) ایس ایم شاہد/پاکستان کا تناظرات تعلیم، لاہور، مجید بک ڈپو، ص ۳۵

(۱۸۶) نندکشور، منشی/تاریخ سہارن پور، باندہ یوپی، ۱۸۷۷ء، ص ۷۱_۱۲۷

(۱۸۷) رضوی، سید محبوب/تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۵

(۱۸۸) چراغ، محمد علی/سیرت حضرت عثمانؓ، لاہور، نذرسنز، ص ندارد

(۱۸۹) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/بزرگان دارالعلوم دیوبند اور جہاد شاملی، ص ۸۸

(۱۹۰) اشتیاق اظہر، سید/فخر العلماء، گنگوہی کی سوانح اور خدمات، ص ۲۰۵

(۱۹۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۳۴

(۱۹۲) غلام محمد مصطفیٰ/مسلمانان سہارن پور اور تحریک دارالعلوم دیوبند، ص ۱۶۵

(۱۹۳) بخاری، اکبر شاہ/سو بڑے علماء، لاہور، نیشنل بک سروس، ۲۰۰۲ء، ص ۱۳

(۱۹۴) بخاری، اکبر شاہ/تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۱۳۹

(۱۹۵) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۳۴

(۱۹۶) ایضاً

(۱۹۷) محمد شفیع، مفتی/میرے والد میرے ماجد، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۹۵ء، ص ۱۶_۱۹

(۱۹۸) گیلانی، سید مناظر احسن/ احاطۂ دار العلوم دیو بند میں بیتے ہوئے دن، کراچی، مکتبہ،، شاہ فیصل، ۱۹۹۵ء، ص ۲۶۵
(۱۹۹) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۲۰۰) ایضاً
(۲۰۱) محمود ظفر، حکیم/ علما، میدان سیاست میں، ص ۵۲۵
(۲۰۲) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۱۲۸
(۲۰۳) رضوان احمد/ میرے قائد اعظم، کراچی، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۵ء، ص ۳۶
(۲۰۴) محمود احمد ظفر، حکیم/ تعمیر پاکستان میں حکمرانوں کا کردار، لاہور، تخلیقات پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۶۹
(۲۰۵) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۱۶۹۔۱۷۰
(۲۰۶) سنگوری، سید محمد طفیل/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۲۰۰۱ء، ص ۴۰۰
(۲۰۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۲۷
(۲۰۸) اشتیاق اظہر، سید/ فخر العلماء گنگوہی کی سوانح و خدمات، ص ۱۶۰
(۲۰۹) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۵۵
(۲۱۰) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۱۲۹۔۱۷۰
(۲۱۱) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۲۱۲) قریشی، اشتیاق حسین/ جدو جہد پاکستان، ص ۴۵
(۲۱۳) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۴۶
(۲۱۴) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۲۱۵) ایضاً
(۲۱۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۲۱۷) ایضاً
(۲۱۸) خان، ظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۲
(۲۱۹) اظہر، اشتیاق/ فخر العلماء گنگوہی کی سوانح حیات، ص ۲۹۰
(۲۲۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۶۵
(۲۲۱) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۲۲۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہر علماء، ص ندارد
(۲۲۳) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۲۴۹
(۲۲۴) ایضاً
(۲۲۵) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۶۔۱۷
(۲۲۶) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۳۶۹
(۲۲۷) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۱۵۰
(۲۲۸) ایضاً
(۲۲۹) محمود احمد، حکیم/ علماء دیو بند کا ماضی، ص ۱۳۱
(۲۳۰) قاسم محمود، سید/ پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۸۲۸
(۲۳۱) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۶۔۱۷

(۲۳۲)رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۴۸
(۲۳۳)عثمانی، محمد تقی مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، کراچی، ص ندارد
(۲۳۴)ایس ایم شاہد/ پاکستان میں تعلیم کے تناظرات، ص ۴۸
(۲۳۵)ادروی، اسیر/ دارالعلوم دیوبند احیاء اسلام ایک عظیم تحریک، ص ۳۲۶
(۲۳۶)خان، ایچ بی، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۱۰
(۲۳۷)شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ حیات عثمانی، ص ندارد
(۲۳۸)چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
(۲۳۹)محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۳۰
(۲۴۰)بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۶
(۲۴۱)رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۳۰
(۲۴۲)سعید احمد، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۵
(۲۴۳)بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۹۱
(۲۴۴)عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد
(۲۴۵)عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، ص ۶۳
(۲۴۶)محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ۳۱
(۲۴۷)حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۲
(۲۴۸)محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۴۰
(۲۴۹)فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۹۱۔۹۳
(۲۵۰)رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۶۲
(۲۵۱)بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۶۶
(۲۵۲)بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۶۷
(۲۵۳)الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، لاہور، قومی کتب خانہ، ۱۹۶۴ء، ص ۲۰
(۲۵۴)چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
(۲۵۵)عبدالرؤف، ڈاکٹر/ بچوں کے لیے حدیث، ص ۱۹
(۲۵۶)بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۶۸
(۲۵۷)اعظمی، فضل الرحمن/ تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۲۰۰۰ء، ص ۲۳
(۲۵۸)حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۰
(۲۵۹)چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۴۲
(۲۶۰)رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۶۱
(۲۶۱)بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۶۹
(۲۶۲)صدیقی، محمد نیاز، پروفیسر/ مطالعہ پاکستان، کراچی، احمد اکیڈمی، ص ۳۵
(۲۶۳)ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۱
(۲۶۴)عادل، الیاس/ دنیا کے ملکوں کا تعارف، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ص ۲۷
(۲۶۵)رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۱۰۹

(۲۶۶) سعید الدین، قاضی/ پاکستان اور دنیا، نیو یارک، سلور برڈ کمپنی ۱۹۵۴ء، ص ۲۵۰
(۲۶۷) قریشی، سمیع اللہ/ قیام پاکستان کا تاریخی اور تہذیبی پس منظر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۱۱۲
(۲۶۸) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، ص ۱۹۴
(۲۶۹) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، ص ۲۳۱
(۲۷۰) نواب، اعجاز احمد/ ۱۰۰ عظیم مسلمان، راولپنڈی، اشرف بک ایجنسی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۹۳
(۲۷۱) صدیقی، محمود الحسن/ تاریخ اسلام، امریکہ، نیو یارک، سلور برڈ کمپنی، ۱۹۵۰ء، ص ۲۳۴
(۲۷۲) سعید الدین احمد، قاضی/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۹۴
(۲۷۳) مفتی اعظم نمبر/ ماہنامہ البلاغ، کراچی، سن ندارد، ص ندارد
(۲۷۴) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۳۵
(۲۷۵) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۴۲
(۲۷۶) دفتر تنظیم دار العلوم دیو بند/ دار العلوم دیو بند، انڈیا، اکتوبر ۱۹۶۴ء، ص ۳۴_۳۵
(۲۷۷) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۹۰
(۲۷۸) محمد طاہر، قاری، ڈاکٹر/ عائلی قوانین اور پاکستانی سیاست، کراچی، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص ۸۱
(۲۷۹) رسالہ ماہنامہ البلاغ/ مفتی اعظم نمبر، کراچی، ص ندارد
(۲۸۰) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ علماء دیو بند، ص ۷۸۷
(۲۸۱) بخاری، اکبر شاہ/ بیس علماء حق، لاہور، مکتبہ رحمانیہ ۲۰۰۳ء، ۸۱
(۲۸۲) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علمائے دیو بند، ص ۴۲۸
(۲۸۳) بجنوری، عزیز الرحمن، مفتی/ تذکرہ مشائخ دیو بند، ص ندارد
(۲۸۴) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۳۷
(۲۸۵) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ علماء دیو بند، ص ۷۸۲
(۲۸۶) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۴۵۹
(۲۸۷) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۴۵۹
(۲۸۸) بخاری، اکبر شاہ، حافظ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۴۷۳
(۲۸۹) ابدالی، محمد رضی، سید/ رہبران پاکستان، کراچی، ابدالی اکیڈمی ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۳
(۲۹۰) ماہنامہ البلاغ/ مفتی اعظم پاکستان نمبر، کراچی، ص ندارد
(۲۹۱) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۰
(۲۹۲) ایضاً
(۲۹۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۲۹۴) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۵۵
(۲۹۵) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۲۵۵
(۲۹۶) ایضاً
(۲۹۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۲
(۲۹۸) ماہنامہ البلاغ، کراچی، مفتی اعظم پاکستان نمبر
(۲۹۹) خان، عبد الرحمن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۷۲

(۳۰۰)محمد میاں، سید/ حیات شیخ الاسلام، لاہور، الجمعیۃ پبلشرز، ۲۰۰۱ء، ص ۲۸
(۳۰۱)محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ۹
(۳۰۲)بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۳
(۳۰۳)ایضاً
(۳۰۴)رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۱۰۲
(۳۰۵)بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۱۳۶
(۳۰۶)احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۵
(۳۰۷)بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۵
(۳۰۸)محمد شفیع/ کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ، انڈیا، ۱۹۴۵ء، ص ندارد
(۳۰۹)محمد شفیع، مفتی/ افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، ص ندارد
(۳۱۰)محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق مجلس اساتذہ پاکستان، ۱۹۸۵ء
(۳۱۱)ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۲۷
(۳۱۲)رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۵ء، ص ۲۲۷
(۳۱۳)محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ اردو، ۲۰۰۶ء، ص ندارد
(۳۱۴)ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۳۹
(۳۱۵)آشکار حسین، خواجہ/ ماہنامہ نقاد، کراچی، اکتوبر ۱۹۵۲ء، ص ندارد
(۳۱۶)شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، فیصل آباد، ۱۹۶۷ء، ص ۱۱۸
(۳۱۷)شفیق صدیقی/ حیات علامہ شبیر احمد عثمانی، لاہور، ادارہ پاکستان شناسی، ص ۱۷۱
(۳۱۸)بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۷
(۳۱۹)الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، لاہور، قومی کتب خانہ، ۱۹۶۳ء، ص ۱۹
(۳۲۰)قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یکجہتی، لاہور، فیروز سنز، سن ندارد، ص ۲۸
(۳۲۱)محمد شفیع، مفتی/ مسلم لیگ اور کانگریس کے متعلق شرعی فیصلہ، انڈیا، ۱۹۴۵ء، ص ندارد
(۳۲۲)شیخ اعظم/ برصغیر کے عظیم لوگ، لاہور، مشتاق بک کارنر، ص ندارد
(۳۲۳)نثار احمد، چوہدری/ تاریخ پاکستان، لاہور، اسٹینڈرڈ بک سینٹر، ۱۹۹۹ء، ص ۵۶
(۳۲۴)خان، عبد الرحمٰن، مفتی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۱۹
(۳۲۵)ماہنامہ البلاغ/ مفتی اعظم پاکستان نمبر، کراچی
(۳۲۶)بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۹
(۳۲۷)خان، عبد الرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۱۰
(۳۲۸)قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یکجہتی، ص ۳۴
(۳۲۹)ایضاً
(۳۳۰)ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۳۰_۳۱
(۳۳۱)محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۷۴
(۳۳۲)الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۳۱
(۳۳۳)شیخ اعظم/ برصغیر کے عظیم لوگ، لاہور، مشتاق بک کارنر، سن ندارد، ص ندارد

(۳۳۴) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، فیصل آباد، مکتبہ العارفی، ۱۹۹۹ء، ص ۶۰

(۳۳۵) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۸۰

(۳۳۶) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۲۷

(۳۳۷) محمود احمد ظفر، ڈاکٹر/ علماء میدان سیاست میں، لاہور، بیت العلوم، ۲۰۰۶ء، ص ۵۰۷

(۳۳۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

(۳۳۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ندارد

(۳۴۰) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۶۰

(۳۴۱) ایضاً

(۳۴۲) اعظمی، الطاف احمد/ احیائے ملت اور دینی جماعتیں، لاہور، دار التذکیر، ۲۰۰۲ء، ص ۳۸۲

(۳۴۳) صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان تاریخ و سیاست، کراچی، جنگ پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۴۸۔۱۵۲

(۳۴۴) ایضاً

☆ **زئی پختون:**

پٹھانوں کا ایک دینی قبیلہ ہے جس کی مذہب سے وابستگی کی بہت سخت ہے لیکن یہ گروہ کانگریس میں شامل تھا

(۳۴۵) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، ص ۱۷۱

(۳۴۶) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۸۲

(۳۴۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۳۴۸) مجاہد حسینی، مولانا/ علماء دیوبند کا عہد ساز شخصیات، فیصل آباد، سیرت مرکز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۹۳

(۳۴۹) عبدالقیوم/ پاک و ہند کے لوگ، نیویارک، سلور برڈ کمپنی، ۱۹۵۴ء، ص ۲۴۱

(۳۵۰) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۳۵

(۳۵۱) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۸۳

(۳۵۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۴

(۳۵۳) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۲۹

(۳۵۴) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ابتدائیہ

(۳۵۵) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۶۵

(۳۵۶) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۷۱

(۳۵۷) صفدر محمود، ڈاکٹر/ مسلم لیگ کا دور حکومت، لاہور، جنگ پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۷

(۳۵۸) بخاری، اکبر شاہ/ حیات ظفر احمد عثمانی، کراچی، دار العلوم قرآن اسلامیہ، ۱۹۹۴ء، ص ۳۱

(۳۵۹) انجم، زاہد حسین/ ہمارے اہل قلم، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۶۴

(۳۶۰) عبدالباری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۳۲۶

(۳۶۱) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد

(۳۶۲) شیخ محمد ارشد/ ڈاکٹر حمید اللہ، فیصل آباد، المیزان پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳

(۳۶۳) خان، مفتی عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۴۹

(۳۶۴) سوری، خان، محمد اکرم/ قرارداد مقاصد میں دراڑیں، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۵۰

(۳۶۵) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، کراچی، غضنفر اکیڈمی، ۲۰۰۵ء

(۳۶۶) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۸۶

(۳۶۷) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۱۳

(۳۶۸) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم کے رفقاء کار، ص ۸۵

(۳۶۹) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۳۷۰) قطب الدین، خواجہ/ عالم اسلام کے نامور سپوت، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کراچی، فرید پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص ۲۷

(۳۷۱) خان، منشی عبد الرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۶۳

(۳۷۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی علمی کردار، ص ۳۷۶

☆ ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ندارد

(۳۷۳) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ندارد

(۳۷۴) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۸۸

(۳۷۵) قاری محمد/ دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۱

(۳۷۶) محمود قاسم، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ۳۷۵

(۳۷۷) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۵۵۱

(۳۷۸) نیازی، کوثر/ مشاہدات و تاثرات، کراچی، جنگ پبلشرز، ص ۲۲۵

(۳۷۹) خان عبد الرحمٰن، مفتی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۲۳

(۳۸۰) محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، لاہور، اسٹینڈرڈ بک سینٹر، ۱۹۹۹ء، ص ۳۳۳

(۳۸۱) خورشید احمد/ پاکستان میں نفاذ اسلام، ص ۱۰

(۳۸۲) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۶

(۳۸۳) ماہنامہ ابلاغ/ مفتی اعظم پاکستان نمبر، کراچی

(۳۸۴) قاسم محمود، سید/ پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۲ء۔

(۳۸۵) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد

(۳۸۶) ایضاً

(۳۸۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۹۴

(۳۸۸) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ندارد

(۳۸۹) ماہنامہ البلاغ/ مفتی اعظم پاکستان نمبر، کراچی

(۳۹۰) سعید احمد، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۶۰

☆ فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵

☆ حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۳۱

☆ محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۲۷

☆ محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۹۵

(۳۹۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۲۱۵

(۳۹۲) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ندارد

☆ قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد

☆ فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، حصہ دوم، ص ۵

☆احمد سعید، پروفیسر/ بزمِ اشرف کے چراغ، ص ندارد

(۳۹۳) عبدالباری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۸۰

☆بدایونی، نظامی/ مشاہیر مشرق، لاہور تخلیقات، ۱۹۹۹ء، ص ندارد

(۳۹۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۹

(۳۹۵) مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، فیصل آباد، ص ندارد

☆حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۹

☆امداد، حیات اللہ/ Allah, Hayyat Imdad/ The Deoband Svhool and Demand for Pakistan. PP.23.24

(۳۹۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۹۸

(۳۹۷) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۶۰

☆حقانی، عبدالقیوم/ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، جامعہ ابوہریرہ، اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۲

☆چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۲۲۸

☆قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات عثمانی، ص ۲۱۴

(۳۹۸) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۱۵۳

☆حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد

☆محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ندارد

(۳۹۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۱۶

☆خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۱۰

☆ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ندارد

(۴۰۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۲۵

☆محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۷۰

(۴۰۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ بیس علمائے حق، ص ۲۱۰

(۴۰۲) سعید، وسیم احمد/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۳

(۴۰۳) عبدالمجید ساجد/ روزنامہ جنگ، مورخہ ۲۹ جون ۲۰۰۸ء، ص کراچی، ص ۱۲

(۴۰۴) جامع مسجد دہلی:۔ ہندوستان کی تاریخی مسجد دہلی میں واقع ہے۔ جو خاندان غلامان کے بادشاہ قطب الدین ایبک نے تیرہویں صدی میں تعمیر کرائی تھی۔ آج بھی یہ مسجد مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی نشانی کے طور پر ہندوستان کے دارالخلافہ میں موجود ہے۔

(۴۰۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۳۲۴

(۴۰۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، لاہور، گوشہ ادب، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵

(۴۰۷) طوسی، انور رشید، ڈاکٹر/ اسلام کے معاشی و معاشرتی نظام کا ادراک، کراچی، اردو اکیڈمی

☆ندوی، محمد حنیف، مولانا/ مطالعہ قرآن، لاہور، علم و عرفان، ۲۰۰۶ء، ص ندارد

☆مقبول ارشد/ مشہور لوگوں کی عظیم مائیں، لاہور، حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۲۹

☆خورشید احمد، پروفیسر/ اسلامی نظریہ حیات، ص ندارد

☆ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، کراچی، ص ندارد

(۴۰۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، لاہور، گوشہ ادب، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵

(۴۰۹) جمعیت العلماء اسلام: جمعیت العلمائے اسلام ۱۹۴۵ء میں قائم ہوئی۔ اور علامہ شبیر احمد عثمانی کو متفقہ طور پر اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس جماعت نے تحریک پاکستان میں مرکزی کردار ادا کیا۔

☆فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصورِ پاکستان بانیانِ پاکستان کی نظر میں، ص ۱۱۸
☆محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۸۹
☆تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، سرگودھا، دیدہ ور اکیڈمی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۷۵
(۳۱۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۳۲۵
(۳۱۱) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد
☆ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ندارد
☆خان، منشی عبد الرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۲۸
☆محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ندارد
(۳۱۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۳۲۵
(۳۱۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۲۷
(۳۱۴) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۳۲۵
☆عرفی، عبد العزیز، علامہ/ قیام پاکستان کی غایت، کراچی، گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۷ء، ص ۸۳
☆حقانی، عبد القیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی ۶۴،
(۳۱۵) عبد الرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد
☆گیلانی، سید مناظر احسن/ احاطہ دار العلوم دیو بند میں بیتے ہوئے دن، کراچی، ص ۱۷۲
☆فیوض الرحمٰن، قاری ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۹۸
(۳۱۶) شیخ محمد راشد/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ندارد
☆قطب الدین، خواجہ/ عالم اسلام کے نامور سپوت، حمید اللہ، ص ندارد
☆ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ندارد
(۳۱۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۳۲۵
(۳۱۸) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ندارد
☆خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ندارد
☆خورشید احمد، پروفیسر/ اسلامی نظریہ حیات، ص ۴۰۲
☆خان، منشی عبد الرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۵۶
(۳۱۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، لاہور، ص ۳۲۵
(۳۲۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۱۹
☆بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، لاہور، گوشہ ادب، ص ۴۴
☆محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ندارد
(۳۲۱) عبد الرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد
(۳۲۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۳۲۳) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۵۷۴
☆بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیو بند، ص ۶۷۹
(۳۲۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۸۵
(۳۲۵) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، کراچی، ابدالی اکیڈمی

☆قاسم محمود، سید/انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد
☆حقانی، عبدالقیوم/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص۱۱۹
(۴۲۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/تذکرہ اولیاء دیو بند، ص۷۹۱
(۴۲۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/اکابر علماء دیو بند، ص۳۲۵
(۴۲۸) ایضاً
(۴۲۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص۱۴۹
☆محمد سلیم، پروفیسر/تاریخ نظریہ پاکستان، ص۲۱۹
☆صفدر محمود، ڈاکٹر/پاکستانی تاریخ وسیاست، ص۱۵۱
(۴۳۰) ابدالی، سید محمد رضی/رہبران پاکستان، ص۲۱۹
☆ثواب، اعجاز احمد/۱۰۰ نامور پاکستانی، ص۸۳
☆چراغ، محمد علی/مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
☆لودھی، محمد اسلم/قومی ہیروز، لاہور، وقا پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص۲۲
(۴۳۱) خان، انعام اللہ/پاکستان کا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص۷۵۸
☆محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص۲۵۱
☆فاروقی، عبدالرزاق، ڈاکٹر/پاکستان کا نظام حکومت وسیاست، کراچی، فریدی بک سینٹر، ص۲۱۹
(۴۳۲) ابدالی، سید محمد رضی/رہبران پاکستان، ص۲۱۱
☆خان، انعام اللہ/پاکستان کا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص۱۱۹
☆تبسم، ہارون الرشید/قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص۴۶
(۴۳۳) اصفہانی، مرزا ابوالحسن/قائد اعظم میری نظر میں، کراچی، اردو پرنٹ ایجنسی، ۱۹۶۸ء، ص۴۲۶
☆محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص۲۷۱
☆ چراغ، محمد علی/مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص۲۰۲
☆حقانی، عبدالقیوم/تذکرہ وسوانح عمری علامہ شبیر احمد عثمانی، ص۱۹
(۴۳۴) بخاری، اکبر شاہ/حیات احتشام الحق، ص۲۱۹
(۴۳۵) انبالوی، فیض احمد/علامہ شبیر احمد عثمانی، ص۲۱۹
☆خان، منشی عبدالرحمن/تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص۱۱۹
☆احمد سعید، پروفیسر/بزم اشرف کے چراغ، ص۵۰
(۴۳۶) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص۵۱۶
(۴۳۷) میمن، علی نواز/ملت اسلامیہ، کراچی، انجمن ترقی اردو، ص۲۷۸
(۴۳۸) سعید الدین احمد، قاضی/پاکستان اور دنیا، ص۲۶۸
☆محمد رفیق، شیخ/تاریخ پاکستان، لاہور، اسٹینڈرڈ بک سینٹر، ۱۹۹۹ء، ص۱۸۸
☆الطاف شوکت/ہمارا پاکستان، ص۱۱
☆سحاب منظر، ڈاکٹر/بین الاقوامی سیاست، ص۳۳
(۴۳۹) یوسف مثال/مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، ص۲۱۲
(۴۴۰) صدیقی، محمد عبدالسلام/سیرت رسولؐ، کراچی، علمی کتاب گھر، سن ندارد، ص ۱

☆ قاضی، گوہر ممتاز/ مقالات خواتین کے مختلف کردار، تعلیمات نبوی کی روشنی میں، کراچی، پرنٹ نک لمیٹڈ، ۱۹۹۵ء، ص ۱۵۰

☆ انصاری، خیر الدین، مخدوم زادہ/ ماہنامہ مسیحائی، ہادیٔ اعظمؐ اشاعت خاص، کراچی

☆ عباد اللہ اختر/ مشاہیر اسلام، لاہور، تخلیقات

(۴۴۱) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

☆ قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۵۹

☆ الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۱۰

(۴۴۲) بدایونی، نظامی/ مشاہیر مشرق، ص ۱۹

☆ مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص ۱۵

☆ صدیقی، راہی، احمد مصطفیٰ/ مسلمان فاتحین، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۴ء، ص ۲۰

☆ امیر علی، سید/ روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۶۷

(۴۴۳) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۱۸

☆ الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۱۵

(۴۴۴) نثار احمد، چوہدری/ تاریخ پاکستان، لاہور، اسٹینڈرڈ بک سینٹر، ۱۹۹۹ء، ص ۲۲۴

☆ مہتاب منظر، ڈاکٹر/ بین الاقوامی سیاست، ص ۲۲

☆ حیدر جاوید، سید/ قائداعظم ایک مورخ اور بیوروکریٹ کے درمیان، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۴ء، ص ۶۸

☆ محمد اشفاق حسین، سید/ مطالعہ پاکستان، لاہور، نیو بک پیلس، ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۴

(۴۴۵) محمد یوسف، حکیم/ ہندو مسلم مسئلہ، پٹنہ، انڈیا، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۷

☆ ریاض الاسلام/ ہندوستان کے لوگ، ص ۲۳۹

☆ خان، سرشار احمد/ آبادی کے مسائل، لاہور، نیو بک پیلس، سن ندارد، ص ۹۷

☆ محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۱۷

(۴۴۶) مہتاب منظر، ڈاکٹر/ بین الاقوامی سیاست، ص ۱۳۲

☆ تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۲۴

☆ چوہدری، نثار احمد/ تاریخ پاکستان، ص ۷

☆ جالندھری، شمیم/ سقوط آزادی سے حصول آزادی تک، لاہور، ادارہ مصنفات، ۱۹۸۴ء، ص ۶۳

(۴۴۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۰

(۴۴۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ندارد

☆ تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۷۵۔۲۷۴

(۴۴۹) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۲۴

☆ شریف المجاہد، پروفیسر/ قائداعظم حیات و خدمات، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۱

☆ تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۹۴

☆ مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، ص ۸۵

(۴۵۰) ریاض الاسلام/ ہندوستان کے لوگ، نیویارک، امریکہ، سٹور برز کمپنی، ۱۹۵۱ء، ص ۲۵۷

☆ سعید، وسیم احمد/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۵۹

☆ محمد مجیب/ ہندوستانی مسلمان، ص ۷۱۹

(۴۵۱) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۴۴

☆ خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۳۷

☆ عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد

(۴۵۲) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ندارد

☆ انجم، زاہد حسین/ مشاہیر تحریک پاکستان، ص ندارد

☆ عرفی، عبدالعزیز، علامہ/ قیام پاکستان کی غایت، ص ۳۳

☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۳۷

(۴۵۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

(۴۵۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۱۹

☆ مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۲۶۸

☆ محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۵۴

☆ انجم، زاہد حسین/ ہمارے اہل قلمکار، ص ۲۶۴

(۴۵۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۱۱۶

(۴۵۶) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۵۵

(۴۵۷) محمود، سید قاسم/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ۱۱۹

(۴۵۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۴۳۷

(۴۵۹) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح سید حسین احمد مدنی، ص ۵۱

(۴۶۰) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۱۶۴

(۴۶۱) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۷۷

(۴۶۲) انصاری، ظفر احمد، مولانا/ نظریہ پاکستان نمبر، ص ۲۲۷

(۴۶۳) رضوی، محبوب، سید/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۷۴

(۴۶۴) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۱۶

(۴۶۵) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۲۷

(۴۶۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۳۸

(۴۶۷) بٹ، منصور احمد/ قائداعظم کے آخری دو سال، ص ندارد

(۴۶۸) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۲۰

☆ نظامی، بدایونی/ مشاہیر مشرق، لاہور، تخلیقات، ص ۲۲۷

(۴۶۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۱۱۲

(۴۷۰) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۳۲

☆ عبداللہ، سید، ڈاکٹر/ پاکستان تعمیر و تعبیر، لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۷ء، ص ۲۷

☆ جعفری، حسین محمد، ڈاکٹر/ پاکستانی معاشرہ اور ادب، کراچی، پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۱۹۸۷ء، ص ۱۹۸

☆ مشتاق علی، چوہدری/ قائد مطالعہ پاکستان، لاہور، اولس پبلشرز، سن ندارد، ص ۳۹

(۴۷۱) ریاض الاسلام/ ہندوستان کے لوگ، نیو یارک، سلور برڈ کمپنی، ۱۹۵۱ء، ص ۲۲۷

(۴۷۲) ریاض الاسلام/ ہندوستان کے لوگ، ص ۲۳۷
(۴۷۳) جالندھری، شمیم/ سقوط آزادی سے حصول آزادی تک، ص ۲۶
(۴۷۴) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۹۹
(۴۷۵) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۵۰
(۴۷۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ علامہ ظفر احمد عثمانی اورا کے اکابرین، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۱۹۹۴ء، ص ۶۲
(۴۷۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۳۹
(۴۷۸) گیلانی، سید اسعد/ تشکیل پاکستان، لاہور، یونیورسل بکس، ۱۹۸۷ء، ص ۲۳
(۴۷۹) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۳۷
(۴۸۰) بخاری، اکبر شاہ/ حیات احتشام الحق، لاہور، گوشہ ادب، ص ۱۳۵
(۴۸۱) ایضاً
(۴۸۲) محمد اشفاق حسین، سید/ مطالعہ پاکستان، لاہور، ص ۳۶
☆ قریشی، سمیع اللہ/ قیام پاکستان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۳۵
☆ شریف المجاہد/ قائد اعظم حیات وخدمات، ص ۱۰۰
☆ رضوان احمد/ میرے قائد اعظم، کراچی، اخبار جہاں پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۳_۱۱۵
(۴۸۳) قرآن مجید/ پارہ ۲۸/ سورہ حشر
(۴۸۴) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۱۱۳
(۴۸۵) گیلانی، سید مناظر احسن/ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن، ص ۲۱
(۴۸۶) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ سید سلیمان ندوی، ص ندارد
(۴۸۷) ایس ایم شاہد/ تعمیر پاکستان، لاہور، نیو بک پیلس، سن ندارد، ص ۵۳۴
(۴۸۸) شیخ، راشد محمد/ ڈاکٹر حمید اللہ، فیصل آباد، المیزان پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳
(۴۸۹) انجم، زاہد حسین/ ایک سو ایک بڑے شہر، لاہور، خزینہ علم وادب، ۲۰۰۳ء، ص ۳۰۱
(۴۹۰) بخاری، اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۱۳۷
(۴۹۱) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۹۲
☆ تالبوٹ، آئن/ تاریخ پاکستان، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲۵
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، کراچی، الحمد اکیڈمی، ص ۲۳۷
☆ خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ندارد
☆ حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی، ص ۲۰۰
☆ ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت وسیاست، ص ندارد
(۴۹۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، کراچی، ص ۲۰۴
☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
☆ محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ۱۶۹
☆ بخاری، محمد صدیق شاہ/ رواداری اور پاکستان، لاہور، علم وعرفان، ۲۰۰۰ء، ص ۳۹۳
(۴۹۳) بخاری، حافظ اکبر/ حیات احتشام، ص ندارد
(۴۹۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۶۳۵

(۴۹۵) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، کراچی، مکتبۃ المعارف القرآن، ۲۰۰۳ء، ص ۵۲

(۴۹۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد

(۴۹۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۱۹

(۴۹۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۶۵

(۴۹۹) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ندارد

(۵۰۰) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۹۲

(۵۰۱) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۵۰۲) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۴۰

(۵۰۳) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۹۱

(۵۰۴) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۳۱۴

(۵۰۵) خان، عبد الرحمٰن، منشی/ چند نا قابل فراموش شخصیات، ملتان، عالمی ادارہ اشاعت العلوم اسلامیہ، سن ندارد، ص ۴۷

(۵۰۶) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ملتان، طیب اکیڈمی، ص ۵۳۶

(۵۰۷) سعید احمد، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۵۷

(۵۰۸) خان، عبد الرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۲۷۱

(۵۰۹) بخاری، اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۱۷۳

(۵۱۰) خان، انعام اللہ/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۶۴۰

(۵۱۱) ٹالبوٹ، آئن/ تاریخ پاکستان، ص ۴۹۵

(۵۱۲) نور احمد، سید/ مارشل لاء سے مارشل لاء تک، کراچی، دانیال اکیڈمی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۱۲

(۵۱۳) بخاری، مسعود محمد، سید/ تاریخ پاکستان، لاہور، سٹینڈرڈ بک سینٹر، ۱۹۹۹ء، ص ۷۵

(۵۱۴) خان، عبد الرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۲۳۹

(۵۱۵) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۳۱

(۵۱۶) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۰۲_۸۱۵

(۵۱۷) دیوبندی علماء: وہ علماء جن کا تعلق مدرسہ دار العلوم دیوبند سے ہے۔

(۵۱۸) بریلوی علماء: وہ علماء جو مکتبہ بریلی اور احمد رضا خان بریلویؒ کے مسلک سے منسلک ہوں۔

(۵۱۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۷

(۵۲۰) ایضاً

(۵۲۱) محمد شفیع، مفتی/ پاکستان کے علماء کا متفقہ فیصلہ، اسلامی حکومت کے بنیادی اصول، جماعت اسلامی، ص ۱۰_۱۲

(۵۲۲) مودودی، سید ابو الاعلیٰ، مولانا/ خطبات، کراچی، ادارہ معارف اسلامی، ۲۰۰۳ء، ص ندارد

☆ قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات عثمانی، لاہور، دار الشعور، ص ۲۳۵

☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

☆ کوثر نیازی/ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں، کراچی، قومی کتب خانہ، سن ندارد، ص ۷۰

☆ خورشید احمد/ چراغ راہ، نظریہ پاکستان نمبر، ۱۹۶۰ء، ص ۳۶۵

(۵۲۳) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۱۵_۸۲۵

(۵۲۴) خان، عبد الرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۷۵

(۵۲۵) چوہدری، زاہد/ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا آغاز، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۵ء، ص ۲۵

(۵۲۶) بخاری، سید مسعود/ تاریخ پاکستان، ص ۱۷۵

(۵۲۷) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، س ن دارد

(۵۲۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ملتان، طیب اکیڈمی، س ن ندارد، ص ۸۰۹

(۵۲۹) خورشید احمد، پروفیسر/ پاکستان میں نفاذ اسلام، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۸۸ء، ص ۱۵۱

(۵۳۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۷۰

(۵۳۱) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۷۹۔۷۸

☆ حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، لاہور، البیان، ۱۹۶۵ء، ص پیش لفظ

☆ خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور اسلامی تشخص، ص ۹۵

☆ عبداللہ، سید، ڈاکٹر/ پاکستان تعبیر و تعمیر، ص ۲۵۲

☆ خورشید احمد، پروفیسر/ پاکستان میں نفاذ اسلام، ص ۱۵

(۵۳۲) حسن ریاض، سید/ پاکستان ناگزیر تھا، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۵۰۶

☆ قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۳۹

☆ رضوی، حسن عسکری/ تحریک قیام پاکستان، لاہور، علمی کتب خانہ، س ن ندارد، ۲۹۱

☆ زاہد، چوہدری/ مشرقی پاکستان کی تحریک علیحدگی کا آغاز، ص ۱۹۰

(۵۳۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد

(۵۳۴) جگتو فرنٹ: سابقہ مشرقی پاکستان کی ایک سیاسی جماعت کا نام ہے جو علیحدگی پسند نظریات کی حامی تھی اور اس نے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

☆ محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ۱۱۳

(۵۳۵) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ندارد

☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۳۱۵

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۳۵

☆ انبالوی، شفیق/ سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، لاہور، ادارہ پاکستان شناسی، ص ۹۳

☆ صدق جدید: ہندوستان کا ایک روزنامہ جس نے تحریک آزادی کے زمانے میں مسلم لیگ اور مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کی اور ان کی خبروں کو مکمل حمایت فراہم کی۔

(۵۳۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ندارد

(۵۳۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تذکرہ خطیب الامت، ص ۶۳۔۲۶۲

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے مجاہدین عظیم، ص ۸۱۳

(۵۳۸) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۶۱۷

☆ حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد

☆ حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، لاہور، البیان، ۱۹۶۵ء، ص ابتدائیہ

☆ انبالوی، شفیق/ سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۲۵

☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۳۲۵

☆ عبدالباری، ابو ہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، پشاور، فاروقی کتب خانہ، س ن ندارد، ص ۳۴۸

(۵۳۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۵۔۸۱۴

(۵۴۰) خان، انعام اللہ/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۷

☆ شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک وہند کے علمی وادبی تعلیمی ادارے، ص ۱۰۵

☆ سعید، پروفیسر احمد/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۹۰

☆ جعفری، سید حسین محمد، ڈاکٹر/ پاکستانی معاشرہ اور ادب، ص ۳۷

(۵۴۱) صدیقی، راہی، احمد مصطفیٰ/ مسلمان فاتحین، ص ۱۳۳

☆ قادری، اکبر علی خان/ برصغیر میں صحابہ کرامؓ، لاہور، علمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۱

☆ عرفی، عبدالعزیز، علامہ/ قیام پاکستان کی غایت، ص ۳۸۔۳۹

☆ اعوان، یوسف/ پاکستان کا سیاسی بحران، لاہور، دین گارڈ بکس لمیٹڈ، ۱۹۸۳ء، ص ۱۷۸

(۵۴۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۱۵

(۵۴۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفائے کرام، ص ۱۸۱

(۵۴۴) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۵۹

(۵۴۵) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۳۰

(۵۴۶) تقی عثمانی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، کراچی، ص ۴۱

(۵۴۷) سلیم احمد/ تاریخ پاکستان کے سیاسی قتل، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۱۱۰

☆ شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک وہند کے علمی وادبی تعلیمی ادارے، ص ۱۷۴

(۵۴۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۵۴۹) سلیم احمد/ تاریخ پاکستان کے سیاسی قتل، ص ۳۷

☆ شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، فیصل آباد، ص ۳۱۵

☆ مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے مسلم مجاہدین، ص ۳۶۳

☆ عمر زبیری، پروفیسر/ تاریخ وتحریک مطالعہ پاکستان، ص ۳۷۰

(۵۵۰) یمین، علی نواز/ ملت اسلامیہ، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۱ء، ص ۲۲۳

(۵۵۱) صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان کیوں ٹوٹا، لاہور، سنگ میل، ۱۹۸۷ء، ص ۱۸

(۵۵۲) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد

(۵۵۳) ایضاً

(۵۵۴) سعید احمد، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد

(۵۵۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۱۹۶

(۵۵۶) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۹۸

(۵۵۷) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۲۸۲

(۵۵۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۱۰

(۵۵۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۹۸

(۵۶۰) پاریکھ، اقبال/ جونا گڑھ، اجڑے دیار کی کہانی، کراچی، جونا گڑھ پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۵

(۵۶۱) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۰۱

(۵۶۲) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۵۲

(۵۶۳) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۳

(۵۶۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص۴۶۹
(۵۶۵) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص۵۹۸
(۵۶۶) میاں، سید محمد، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، ص۱۱۲
(۵۶۷) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص۳۷۰
(۵۶۸) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص۴۷
(۵۶۹) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص۹۰
(۵۷۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص۵۸۹۔۵۹۹
(۵۷۱) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص۲۳۸
(۵۷۲) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک وہند کے تبلیغی ادارے، ص۶۰
(۵۷۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص۵۹۹۔۶۰۱
(۵۷۴) خان، افتخار عالم/ مسلم یونیورسٹی کی کہانی، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۶ء
(۵۷۵) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص۱۲۳
(۵۷۶) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص۲۳۸
(۵۷۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص۵۹۹
(۵۷۸) محمود، سید قاسم/ شاہکار انسائیکلوپیڈیا، ص۱۲۳
(۵۷۹) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص۱۵
(۵۸۰) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص۲۸۳
(۵۸۱) شیخ محمد راشد/ ڈاکٹر حمید اللہ، ص۸۵
(۵۸۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص۵۹۸
(۵۸۳) آفاقی، نذر/ اسلامی اخلاق وتصوف، ص۳۰۵
(۵۸۴) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، کراچی، ص۲۱۵
(۵۸۵) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص۵۹۹
(۵۸۶) نواب، اعجاز احمد/ ۱۰۰ عظیم مسلمان، ص۲۶۲
(۵۸۷) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک وہند کے علمی ادبی اور تعلیمی ادارے، ص۲۳۶
(۵۸۸) ایضاً
(۵۸۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص۵۵۹
(۵۹۰) ایضاً
(۵۹۱) شیخ، اعظم/ برصغیر کے عظیم لوگ، ص۹۱
(۵۹۲) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
(۵۹۳) آفاقی، نذر/ اسلامی اخلاق وتصوف، ص۱۵۵
(۵۹۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص۵۹۹
(۵۹۵) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد
(۵۹۶) حقانی، مولانا عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۵۹۷) زاہد الحسینی/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ندارد

(۵۹۸) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۹۱
(۵۹۹) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۱۴
(۶۰۰) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان، لاہور، سنگ میل، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۶
(۶۰۱) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر دیو بند، ص ۳۱۹
(۶۰۲) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد
(۶۰۳) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۳۵
(۶۰۴) عبدالرسول، صاحبزادہ/ جدید دنیائے اسلام، ص ۲۸۷
(۶۰۵) سراج الاسلام، سید/ عہد قدیم کی تہذیبیں، ص ۶۹
(۶۰۶) نوناری، سید عارف/ دنیا کے ملکوں کا تعارف، ص ۷۱
(۶۰۷) سید امیر علی/ روح اسلام، لاہور، ص ۷۳
(۶۰۸) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۳۵
(۶۰۹) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۰_۳۱
(۶۱۰) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک ہند کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ۱۵۸
(۶۱۱) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، لاہور، ص ۲۲۰
(۶۱۲) ادروی، مولانا اسیر/ دارالعلوم دیو بند احیاء اسلام کی عظیم تحریک، ص ۲۲۵
(۶۱۳) ایضاً
(۶۱۴) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۶۱_۶۳۵
(۶۱۵) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۹۱
(۶۱۶) نظامی، قیوم/ پاکستان امریکہ بنتے بگڑتے تعلقات، ص ۱۰۰
(۶۱۷) امجد علی شاکر/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ندارد
(۶۱۸) مہتاب منظر، ڈاکٹر/ بین الاقوامی سیاست، ص ۱۹
(۶۱۹) یمین علی نواز/ ملت اسلامیہ، کراچی، ص ۲۵
(۶۲۰) بخاری، اکبر شاہ/ بیس علمائے حق، ص ندارد
(۶۲۱) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۸۶
(۶۲۲) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، لاہور، ص ۶۳۵
(۶۲۳) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۴۳۶
(۶۲۴) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۸۰۶
(۶۲۵) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۰۶
(۶۲۶) بخاری، اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۱۱۵
(۶۲۷) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۰
(۶۲۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۴
(۶۲۹) یمین علی نواز/ ملت اسلامیہ، کراچی، ص ۴۴
(۶۳۰) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۳۶
(۶۳۱) ایضاً

(۶۳۲) احمد سعید، پروفیسر/ بزمِ اشرف کے چراغ، ص ۴
(۶۳۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۱۶
(۶۳۴) محمود، سید قاسم/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد
(۶۳۵) حقانی، عبد القیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۲۲
(۶۳۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۳۶ـ ۶۳۷
(۶۳۷) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۲۳۵
(۶۳۸) عبد الباری، ابوہشام/ دس اکابر علماء دیوبند، صوابی، فاروقی کتب خانہ، اکوڑہ خٹک، ص ۱۲۹
(۶۳۹) فضل محمد، مولانا/ فتوحاتِ مصر و فارس، الفیصل، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱۱
(۶۴۰) مثالی، یوسف/ مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۸۳
(۶۴۱) ریاض احمد/ جدید دنیائے اسلام، اسلام آباد، ص ۱۹۷
(۶۴۲) امیر علی، سید/ روحِ اسلام، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ص ۷۳
(۶۴۳) راہی احمد مصطفیٰ صدیقی/ مسلمان فاتحین، ص ۱۳۱
(۶۴۴) شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ندارد
(۶۴۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۶
(۶۴۶) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۱۵
(۶۴۷) سندھی، غلام رسول/ نظریہ پاکستان، لاہور، افضل شریف پرنٹرز، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۸
(۶۴۸) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ علمائے دیوبند، ص ۶۹۶
(۶۴۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ندارد
(۶۵۰) عبد الرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۷۸۵
(۶۵۱) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۶۵۲) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۱۷
(۶۵۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۲۷
(۶۵۴) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر/ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۲ء، ص ۱۹۶
(۶۵۵) حقانی، عبد القیوم، مولانا/ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، ص ۳۰
(۶۵۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۹۶
(۶۵۷) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۱۹
(۶۵۸) انجم، زاہد حسین/ ایک سو ایک بڑے شہر/ لاہور، خزینہ علم و ادب، ص ۱۳۳
(۶۵۹) احمد سعید، پروفیسر/ بزمِ اشرف کے چراغ، ص ۹۲
(۶۶۰) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر دیوبند، ص ۲۰۴
(۶۶۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۲۹۸
(۶۶۲) خطیب، محمد حسین/ ماہنامہ البلاغ، ص ندارد
(۶۶۳) سید محمد میاں، مولانا/ حیات شیخ الاسلام، ص ۲۰۳
(۶۶۴) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۲۲۰
(۶۶۵) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۶۶۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۹۳

(۶۶۷) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۳۶۴

(۶۶۸) میاں، سید محمد، مولانا/ حیات شیخ الاسلام، ص ۲۰۷

(۶۶۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ اشرف علی تھانوی کے خلفاء کرام، ص ۴۹

(۶۷۰) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۷۰

(۶۷۱) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۱۶

(۶۷۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۴۷

(۶۷۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۰۲

(۶۷۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۰

(۶۷۵) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ندارد

(۶۷۶) خان، ظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۵

(۶۷۷) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مجاہدین، ص ۴۱۹

(۶۷۸) جالندھری، شمیم/ سقوط آزادی سے حصول آزادی تک، ص ۱۷

(۶۷۹) جاوید، قاضی/ ہندی مسلم تہذیب، لاہور تخلیقات، ۱۹۹۵ء، ص ۲۳۲

(۶۸۰) امیر علی، سید/ روح اسلام، ص ۱۹۹

(۶۸۱) میمن، علی نواز/ ملت اسلامیہ، ص ۳۹

(۶۸۲) انجم، زاہد حسین/ ایک سو ایک بڑے شہر، ص ۲۱

(۶۸۳) محمود، سید قاسم/ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۶۸۴) ایضاً

(۶۸۵) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۲۷

(۶۸۶) اشرف، آغا/ مشاہیر عالم کی تقریریں، ص ندارد

(۶۸۷) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ حیات عثمانی، ص ۱۵۰

(۶۸۸) اعظمی، فضل الرحمٰن، مولانا/ تاریخ اسلامیہ، جامعہ ڈابھیل/ ۲۰۰۰ء، ص ۱۰۳

(۶۸۹) حقانی، عبدالقیوم/ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، ص ۶۹

(۶۹۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۱

(۶۹۱) زاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۴۳

(۶۹۲) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۰-۳۵

(۶۹۳) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۴۶

(۶۹۴) ایضاً

(۶۹۵) ورک، محسن/ بڑے لوگوں کی آپ بیتیاں، ص ۳۲

(۶۹۶) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی کہانی، ص ۳۲

(۶۹۷) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۳۴۳

(۶۹۸) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر/ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص ۱۹۷

(۶۹۹) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۱۱۱

(۷۰۰) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۵۲
(۷۰۱) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۰۵
(۷۰۲) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۲۹۴
(۷۰۳) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۲۶۸
(۷۰۴) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۱۶۴
(۷۰۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۴۸
(۷۰۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء کرام، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۷ء، ص ۱۶۷
(۷۰۷) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۵
(۷۰۸) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷۸
(۷۰۹) محمد شفیع، مولانا/ چند عظیم شخصیات، ص ۸۴
(۷۱۰) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ندارد
(۷۱۱) گیلانی، مناظر احسن، مولانا/ احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن، ص ۲
(۷۱۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۰۷
(۷۱۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وملی کردار، ص ۲۸۷
(۷۱۴) بخاری، اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۱۳۵
(۷۱۵) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد
(۷۱۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۱۷
(۷۱۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۰۷
(۷۱۸) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، کراچی، ص ۴۹۵
(۷۱۹) شوکت، الطاف/ ہمارا پاکستان، ص ۱۵
(۷۲۰) علوی، خالد، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۷۱
(۷۲۱) بخاری، اکبر شاہ/ علامہ ظفر احمد عثمانی، ص ۸۴
(۷۲۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۳۵
(۷۲۳) علوی، خالد، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۲۶۱
(۷۲۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۴
(۷۲۵) الطاف شوکت/ ہماری پاکستان، ص ندارد
(۷۲۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وعلمی کردار، ص ۸۸۴
(۷۲۷) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۸۷
(۷۲۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۸
(۷۲۹) محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ۲۰۰
(۷۳۰) منیر احمد/ جنرل محمد یحییٰ خان، حیات و خدمات، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۷ء، ص ۱۱۳
(۷۳۱) زاہد، چوہدری/ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی تحریک کا آغاز، لاہور، ادارہ مطالعہ تاریخ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۹۰
(۷۳۲) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۳۱۷
(۷۳۳) صوفی، ایم اے، پروفیسر ڈاکٹر/ محترمہ فاطمہ جناح، حیات وافکار، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ص ۲۰۶

(۷۳۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۹
(۷۳۵) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۷۱
(۷۳۶) محمد شفیع، مفتی/ مجالس حکیم الامت، کراچی، دارالامت، ۱۹۷۴ء، ص ۲۸۷
(۷۳۷) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۴۷
(۷۳۸) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۱۶۴
(۷۳۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۲۷۷۔۲۸۰
(۷۴۰) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، ص ۴۷
(۷۴۱) الحسینی زاہد، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ندارد
(۷۴۲) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر/ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص ۲۰۱
(۷۴۳) بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے علماء، ص ۱۱۹
(۷۴۴) محمود ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۹۱
(۷۴۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۲۸۰
(۷۴۶) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ۱۶۶
(۷۴۷) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۳۱۳
(۷۴۸) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۲۵
(۷۴۹) ایم صوفی، پروفیسر، ڈاکٹر/ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح، حیات و افکار، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۱
(۷۵۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۱۳
(۷۵۱) قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات عثمانی، ص ۳۳
(۷۵۲) سورتی، محمد اکرم خان/ قرارداد مقاصد میں وائرس، ص ۲۶۰
(۷۵۳) خان، ڈاکٹر عبدالرحمن/ تحریک پاکستان میں علماء اور علماء ربانی، ص ۱۵۶
(۷۵۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۰
(۷۵۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۱۶۴
(۷۵۶) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۷۷
(۷۵۷) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۳۲
(۷۵۸) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۸۹
(۷۵۹) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۹۲
(۷۶۰) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۷۷
(۷۶۱) بخاری، اکبر شاہ/ بیس علمائے حق، ص ندارد
(۷۶۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ مکتوبات افغانی، نوشہرہ، جامعہ ابوہریرہ، ۲۰۰۵ء، ص ۴۸
(۷۶۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۳۲۴
(۷۶۴) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۳۲۱
(۷۶۵) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۱۵
(۷۶۶) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۳۱۳
(۷۶۷) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۱

(۷۶۸) سعید احمد/مولانا ظفر احمد عثمانی اور تحریک پاکستان، ماہنامہ ابلاغ کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۴۹

(۷۶۹) محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۵۸۰

(۷۷۰) محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۵۷۷

(۷۷۱) ٹالبوٹ، آئن/تاریخ پاکستان، ص ۱۸۷

(۷۷۲) نیازی، کوثر/مشاہدات و تاثرات، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۰ء، ص ندارد

(۷۷۳) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۱۶

(۷۷۴) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر/مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، ص ۲۰۱

(۷۷۵) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، حصہ دوم، ص ۳۶۴

(۷۷۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۳۲۴

(۷۷۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/حیات عثمانی، ص ندارد

(۷۷۸) ابدالی، سید محمد رضی/رہبران پاکستان، ص ۲۴۵

(۷۷۹) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۸۔۷۱۷

(۷۸۰) خان، عبدالرحمٰن، منشی/تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۴۷

(۷۸۱) ایضاً

(۷۸۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۴۸۹

(۷۸۳) ایضاً

(۷۸۴) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۸۔۷۱۷

(۷۸۵) چراغ، محمد علی/مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۴۷۷

(۷۸۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، ص ۱۶۷

(۷۸۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و ملی کردار، ص ۴۸۵

(۷۸۸) خان، محمد اکرم/پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۷۸۹) احمد سعید الدین، قاضی/پاکستان اور دنیا، ص ۱۸۹

(۷۹۰) حقانی، عبدالقیوم/مکتوبات افغانی، ص ندارد

(۷۹۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۲۲۷

(۷۹۲) بخاری، اکبر شاہ/تحریک اکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۰

(۷۹۳) محمد سلیم، پروفیسر/تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۰۲

(۷۹۴) پاشا، احمد شجاع/افغانستان ایک قوم کا المیہ، ص ۹۱

(۷۹۵) عبدالرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۴۷۰

(۷۹۶) انبالوی، شفیق/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۹

(۷۹۷) عثمانی، تقی، مفتی/اکابر دیوبند کیا تھے، ص ۵۴

(۷۹۸) احمد سعید، پروفیسر/بزم اشرف کے چراغ، ص ۵۱

(۷۹۹) بخاری، اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، ص ۳۱۴

(۸۰۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۲۲۷

(۸۰۱) محمد رفیق، شیخ/تاریخ پاکستان، ص ۱۱

(۸۰۲) علی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۹
(۸۰۳) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۲۷
(۸۰۴) پاریکھ، اقبال/ جوناگڑھ، اجڑے دیار کی کہانی، کراچی، جوناگڑھ پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۹۳
(۸۰۵) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۲
(۸۰۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۸۰۷) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۵
(۸۰۸) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ندارد
(۸۰۹) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، اسلام آباد، دعوۃ الشریعہ اکیڈمی، ۲۰۰۴ء، ص ۹۴
(۸۱۰) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۰
(۸۱۱) امیر علی، سید/ روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۳۶۵
(۸۱۲) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ۴۷
(۸۱۳) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۳۲
(۸۱۴) نیازی، کوثر/ مشاہدات و تاثرات، ص ندارد
(۸۱۵) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۳۹۹
(۸۱۶) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۳۹
(۸۱۷) جاوید، قاضی/ ہندی مسلم تہذیب، ص ۳۰
(۸۱۸) الطاف شوکت/ ہماری پاکستان، ص ۳۲
(۸۱۹) ادروی، مولانا اسیر/ دارالعلوم دیوبند احیاء اسلام کی عظیم تحریک، ص ندارد
(۸۲۰) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۸
(۸۲۱) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸
(۸۲۲) شیخ محمد ارشد/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، فیصل آباد، المیزان پبلشرز، ص ندارد
(۸۲۳) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۲۸
(۸۲۴) محمد، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، لاہور، ص ۱۹۱
(۸۲۵) پاریکھ، اقبال/ جوناگڑھ اجڑے دیار کی کہانی، ص ندارد
(۸۲۶) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، لاہور، ص ۲۱۵
(۸۲۷) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۴
(۸۲۸) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۸۸
(۸۲۹) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ برصغیر کے تعلیمی و ادبی ادارے، ص ندارد
(۸۳۰) حقانی، عبدالقیوم/ مکتوبات افغانی، ص ۵۳
(۸۳۱) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۵
(۸۳۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۵
(۸۳۳) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۴
(۸۳۴) ایضاً
(۸۳۵) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۲۱۳

(۸۳۶) عبدالرزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت و سیاست، ص ۲۷۹
(۸۳۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۲۸
(۸۳۸) احمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ۳۳۰
(۸۳۹) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۷
(۸۴۰) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۵
(۸۴۱) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص ۲۲
(۸۴۲) محمد میاں، سید، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، ص ۲۵۰
(۸۴۳) محسن علی نواز/ ملت اسلامیہ، ص ۴۴
(۸۴۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۳۳
(۸۴۵) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۱۱
(۸۴۶) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۱۰۴
(۸۴۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۶
(۸۴۸) میرٹھی، ادریس/ اردو شاعری کا جائزہ، ص ندارد
(۸۴۹) علوی، خالد، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۳۶
(۸۵۰) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم کے سیاسی رفقاء، ص ندارد
(۸۵۱) خورشید احمد/ چراغ راہ، نظریہ پاکستان نمبر، کراچی، دسمبر ۱۹۶۰ء، ص ۲۶۲
(۸۵۲) شاہ، سید اشتیاق حسین/ مطالعہ پاکستان، ص ندارد
(۸۵۳) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۲
(۸۵۴) عثمانی، تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، ص ۳۷
(۸۵۵) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۹۰
(۸۵۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۵
(۸۵۷) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۱
(۸۵۸) حقانی، عبدالقیوم/ مکتوبات افغانی، ص ۸۵
(۸۵۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۷۱-۴۷۰
(۸۶۰) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۸۷
(۸۶۱) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۵۱۰
(۸۶۲) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۵۰
(۸۶۳) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷۲
(۸۶۴) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۹۰
(۸۶۵) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۰
(۸۶۶) رحیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۵۹
(۸۶۷) قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات عثمانی، ص ندارد
(۸۶۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۳۷
(۸۶۹) حقانی، عبدالقیوم/ مکتوبات افغانی، ص ۱۲۰

(۸۷۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

(۸۷۱) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۵

(۸۷۲) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ندارد

(۸۷۳) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۹

(۸۷۴) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۲۷

(۸۷۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۱

(۸۷۶) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ندارد

(۸۷۷) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۹۷

(۸۷۸) پاریکھ، اقبال/ جونا گڑھ، اجڑے دیار کی کہانی، ص ۱۵۸

(۸۷۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۱۵۴

(۸۸۰) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۱

(۸۸۱) ستالی، یوسف/ مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۱۵

(۸۸۲) میمن، علی نواز/ ملت اسلامیہ کراچی، ص ۴۵

(۸۸۳) محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ۱۳۰

(۸۸۴) خورشید احمد/ اسلامی نظریہ حیات، ص ندارد

(۸۸۵) خورشید احمد/ پاکستان میں نفاذ اسلام، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۶

(۸۸۶) فیروز الدین، مولوی/ فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز، ص ندارد

(۸۸۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۱

(۸۸۸) قاسم محمود، سید/ پاکستانیکا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۸۸۹) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۰

(۸۹۰) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۹

(۸۹۱) حقانی، عبدالقیوم/ حیات حسین احمد مدنی، ص ۸۱

(۸۹۲) عثمانی، تقی احمد، مفتی/ اکابر علماء دیوبند کیا تھے، ص ۹

(۸۹۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی علمی کردار، ص ندارد

(۸۹۴) شاہجہان پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ برصغیر کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ۴۲

(۸۹۵) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۲

(۸۹۶) محمد اشرف، آغا/ مشاہیر عالم کی تقریریں، ص ندارد

(۸۹۷) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۸۲

(۸۹۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۲۸۰

(۸۹۹) خان، عبدالرحمن، منشی/ تحریک پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۷۵

(۹۰۰) زاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۲۰۰

(۹۰۱) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۴

(۹۰۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۱۰۱

(۹۰۳) غفور احمد، پروفیسر/ جنرل ضیاء کے دس سال، کراچی، جنگ پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص ندارد

(۹۰۴) ایس ایم شاہد/ ٹیچر ایجوکیشن ان پاکستان، لاہور، مجید بک ڈپو، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۱
(۹۰۵) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۳
(۹۰۶) ایضاً
(۹۰۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۲۸
(۹۰۸) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ علم و آگہی، ص ۱۷۸
(۹۰۹) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
(۹۱۰) حقانی، عبدالقیوم/ مکتوبات افغانی، ص ۱۱۷
(۹۱۱) میاں، سعید محمد/ جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۲۵
(۹۱۲) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۲۷
(۹۱۳) ایضاً
(۹۱۴) بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے علماء، ص ۱۱۹
(۹۱۵) ایضاً
(۹۱۶) صدیقی: ایسے خاندان کے لوگ جو خود کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اپنا رشتہ استوار کرتے ہیں
(۹۱۷) فاروقی: ایسے لوگ یا خاندان فاروقی خاندان کا حصہ ہیں جو خود کو فاروقی النسل یعنی حضرت عمر فاروقؓ سے خود کو روشناس کراتے ہیں
(۹۱۸) برقی، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، لاہور، سن ندارد، ص ۲۱۳
(۹۱۹) بدایونی نظامی/ مشاہیر مشرق، لاہور تخلیقات، ص ندارد
(۹۲۰) ایضاً
(۹۲۱) بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے علماء، ص ۱۱۹
(۹۲۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۹۲۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۰۴
(۹۲۴) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۴۳
(۹۲۵) خان، مظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۳
(۹۲۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۷۳
(۹۲۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۱۲
(۹۲۸) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۳۷ـ۱۳۸
(۹۲۹) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۷۰
(۹۳۰) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۳۶
(۹۳۱) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۴۰۹
(۹۳۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۸۰
(۹۳۳) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۸۹
(۹۳۴) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۵۵
(۹۳۵) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان/ برصغیر کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ۶۳
(۹۳۶) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۱۳۱
(۹۳۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۶۱

(۹۳۸) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۳۳۵
(۹۳۹) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۴۵۰
(۹۴۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۵۰۰۔۵۵۶
(۹۴۱) ادروی، مولانا اسیر/ دارالعلوم دیوبند احیاء اسلام کی عظیم تحریک، ص ۲۸۱
(۹۴۲) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۲۴
(۹۴۳) رضوی، سید محبوب/ تراجم دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۳
(۹۴۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۹۴۵) ایضاً
(۹۴۶) بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے علماء، ص ۱۱۹
(۹۴۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۵۲۷
(۹۴۸) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ برصغیر کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ۱۱۵
(۹۴۹) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۴۳۱
(۹۵۰) محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ۲۹
(۹۵۱) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۰۴
(۹۵۲) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ برصغیر کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ندارد
(۹۵۳) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۳
(۹۵۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۳۶
(۹۵۵) ایضاً
(۹۵۶) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۵۲۷
(۹۵۷) محمد شفیع، مفتی/ ختم نبوت پر مناظرہ، ص ندارد
(۹۵۸) صدیقی، محمد میاں، مولانا/ تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ص ندارد
(۹۵۹) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۶۹
(۹۶۰) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تحریک پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۷۹
(۹۶۱) اقبال صدیقی/ قائداعظم کے سیاسی رفقاء، ص ۸۳۔۸۸
(۹۶۲) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۳۹
(۹۶۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۹۶۴) محمود احمد ظفر، حکیم/ تعمیر پاکستان میں حکمرانوں کا کردار، ص ۱۰۴
(۹۶۵) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ندارد
(۹۶۶) صدیقی، محمد میاں، مولانا/ تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ص ندارد
(۹۶۷) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، ص ۹۴
(۹۶۸) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۲۸
(۹۶۹) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۳۸
(۹۷۰) سہربانی بلوچ، عبدالحق/ مسلم پر قوم پرستی کے اثرات، ص ۲۱
(۹۷۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، لاہور، فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی، ص ۵۲۷

(۹۷۲) میمن، علی نواز/ملت اسلامیہ، ص ۲۳۵
(۹۷۳) برقی، غلام جیلانی، ڈاکٹر/فلسفیان اسلام، ص ۴۹
(۹۷۴) برقی، غلام جیلانی، جیلانی/فلسفیان اسلام، ص ۵۲
(۹۷۵) ایضاً، ص ۷۷
(۹۷۶) چراغ، محمد علی/مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۲۷
(۹۷۷) محمد طیب، قاری/دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۷۷
(۹۷۸) بخاری، اکبر شاہ/سو بڑے علماء، ص ۱۱۹
(۹۷۹) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ندارد
(۹۸۰) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/تحریک و تاریخ پاکستان کا مطالعہ، ص ۲۲۲
(۹۸۱) وسی احمد/اسباب تقسیم ہند، ص ۱۱۹
(۹۸۲) زاہد، چوہدری/مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی تحریک کا آغاز، ص ۳۱
(۹۸۳) بخاری، اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، ص ۳۰۹
(۹۸۴) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۸۰
(۹۸۵) خان، مظفر حسین/پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۳
(۹۸۶) مصطفیٰ، غلام محمد/مسلمان سہارنپور اور تحریک دارالعلوم دیوبند، ص ۸۱ .
(۹۸۷) احمد سعید، پروفیسر/بزم اشرف کے چراغ، ص ۲
(۹۸۸) عبدالرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۳۰۴
(۹۸۹) الطاف شوکت/ہمارا پاکستان، ص ۲۰
(۹۹۰) خان، مظفر حسین، پروفیسر/پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۲
(۹۹۱) بخاری، اکبر شاہ/اکابر دیوبند، ص ۲۳۶
(۹۹۲) محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۵۷۹
(۹۹۳) فیوض الرحمن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۱۹۳
(۹۹۴) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۸۲
(۹۹۵) عبدالرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۳۷۰
(۹۹۶) شفیق صدیقی/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۵
(۹۹۷) بخاری، اکبر شاہ/سو بڑے علماء، ص ندارد
(۹۹۸) ایضاً
(۹۹۹) الطاف شوکت/ہمارا پاکستان، ص ۲۰
(۱۰۰۰) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/برصغیر کے علمی ادبی تعلیمی ادارے، ص ۲۲۹
(۱۰۰۱) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۸ـ۷۸۰
(۱۰۰۲) فیروز الدین، مولوی/فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز، ص ندارد
(۱۰۰۳) ایضاً
(۱۰۰۴) فیروز الدین، مولوی/فیروز اللغات، ص ندارد
(۱۰۰۵) بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۸۳

(۱۰۰٦) فیروز الدین، مولوی/ فیروز اللغات، لاہور، ص ندارد
(۱۰۰۷) ایضاً
(۱۰۰۸) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۲۳۰
(۱۰۰۹) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۳۰۹
(۱۰۱۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۷۴
(۱۰۱۱) بخاری، اکبر شاہ/ ۱۰۰ بڑے علماء، ص ندارد
(۱۰۱۲) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۳٦
(۱۰۱۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸٦
(۱۰۱۴) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۵۰
(۱۰۱۵) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۷۸
(۱۰۱٦) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۱۴۰
(۱۰۱۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۴
(۱۰۱۸) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ندارد
(۱۰۱۹) ابدالی، سید محمد/ رہبران پاکستان، ص ۱۳۲
(۱۰۲۰) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۸۰
(۱۰۲۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان ک عظیم مجاہدین، ص ۷۸۴
(۱۰۲۲) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۰۲۳) خان، عبد الرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۷۵
(۱۰۲۴) حقانی، عبد القیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ۱۹٦
(۱۰۲۵) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۹۲
(۱۰۲٦) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۸۴_۸۵
(۱۰۲۷) ایضاً
(۱۰۲۸) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ندارد
(۱۰۲۹) ایضاً
(۱۰۳۰) خان، ظفر حسن، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۱۲
(۱۰۳۱) زاہد الحسینی/ علماء دیو بند، عہد ساز شخصیات، فیصل آباد، ص ندارد
(۱۰۳۲) خان، عبد الرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۳۳
(۱۰۳۳) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان لاہور، ص ۳۲
(۱۰۳۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۲۲۱
(۱۰۳۵) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، ص ۳۰۹
(۱۰۳٦) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ندارد
(۱۰۳۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۰۳۸) صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان تاریخ وسیاست، ص ۱۲۸
(۱۰۳۹) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، ص ۲۳۹

(۱۰۴۰)قاسم محمود، سید/انسائیکلوپیڈیا آف پاکستانیکا، ص ندارد
(۱۰۴۱)الطاف شوکت/ہمارا پاکستان، ص ۱۹
(۱۰۴۲)احمد سعید، پروفیسر/بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد
(۱۰۴۳)بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۸۶
(۱۰۴۴)حسن ریاض، سید/پاکستان ناگزیر تھا، ص ۲۱۵
(۱۰۴۵)محمد سلیم، پروفیسر/تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۳۶
(۱۰۴۶)خان، عبدالرحمن، منشی/تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۶۰
(۱۰۴۷)ٹالبوٹ، آئن/تاریخ پاکستان، ص ۱۳۶
(۱۰۴۸)عبدالرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۱۷۳
(۱۰۴۹)حقانی، عبدالقیوم/تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۷۳
(۱۰۵۰)شفیق صدیقی/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۵
(۱۰۵۱)بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۷ـ۷۸۵
(۱۰۵۲)قاسمی، ابوحمزہ/خطبات عثمانی، ص ۱۰۷
(۱۰۵۳)خان، عبدالرحمن، منشی/تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۲۵
(۱۰۵۴)محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۱۸۶
(۱۰۵۵)محمد سلیم، پروفیسر/تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۷۳
(۱۰۵۶)ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۱۰۵۷)محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۵۲۵
(۱۰۵۸)شیرکوٹی، انوار الحسن/حیات عثمانی، ص ۳۹۵
(۱۰۵۹)چراغ، محمد علی/مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۷۷
(۱۰۶۰)عثمانی، محمد تقی، مفتی/اکابر دیوبند کیا تھے، ص ۲۹
(۱۰۶۱)فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۳۸۸
(۱۰۶۲)احمد سعید، پروفیسر/بزم اشرف کے چراغ، ص ۹۲
(۱۰۶۳)بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۲۰۹
(۱۰۶۴)رضوی، سید محبوب/تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد
(۱۰۶۵)ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۲
(۱۰۶۶)چوہدری، زاہد/مشرقی پاکستان کی تحریک علیحدگی کے آغاز، ص ۵۸
(۱۰۶۷)شاکر، امجد علی/متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۸۳
(۱۰۶۸)محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۵۲۵
(۱۰۶۹)حقانی، عبدالقیوم/تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۰۷۰)خان، عبدالرحمن، منشی/تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۱۰
(۱۰۷۱)ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۸۵
(۱۰۷۲)محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ۲۰۰۶ء، ۵۵۹
(۱۰۷۳)قاسمی، ابوحمزہ/خطبات عثمانی، ص ۱۳۰

(۱۰۷۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۳۱۲
(۱۰۷۵) رضوان احمد/ میرے قائد اعظم، کراچی، اخبار جہاں پبلی کیشنز، ص ۱۹۹
(۱۰۷۶) علوی، خالد، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۲۱۹
(۱۰۷۷) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے رفقا، ص ۱۵۹
(۱۰۷۸) سوری، خان، محمد اکرم/ قرار داد مقاصد میں وارثین، ص ۷۸
(۱۰۷۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، کراچی، الحمد اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۶۶
(۱۰۸۰) ایضاً
(۱۰۸۱) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، لاہور، قومی کتب خانہ، ۱۹۶۴ء، ص ۲۳
(۱۰۸۲) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۸ـ۷۸۴
(۱۰۸۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان کا آئین و تجزیہ، ص ندارد
(۱۰۸۴) قریشی، سمیع اللہ/ قیام پاکستان، تاریخی و تہذیبی پس منظر، ص ۱۲۷
(۱۰۸۵) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۱۶۳
(۱۰۸۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، کراچی، ادارہ المعارف، ص ۵۳۴
(۱۰۸۷) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۹۰
(۱۰۸۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۸۸
(۱۰۸۹) عبدالباری، ہشام ابو/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۳۲۶
(۱۰۹۰) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۸۳۲
(۱۰۹۱) محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ۹۵
(۱۰۹۲) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۹۲
(۱۰۹۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۷
(۱۰۹۴) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۹۵
(۱۰۹۵) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۶۱
(۱۰۹۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۹۰ـ۵۸۰
(۱۰۹۷) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۲۷
(۱۰۹۸) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے قائدین و مسلم مجاہدین، ص ۳۰۰
(۱۰۹۹) محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ۹۷ـ۹۸
(۱۱۰۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان کے علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۶
(۱۱۰۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۳۹ـ۱۴۸
(۱۱۰۲) ایضاً
(۱۱۰۳) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۸۹
(۱۱۰۴) بنوری، سید محمد یوسف/ شمس الحق فرید پوری ایک مایہ ناز شخصیات، کراچی، ماہنامہ البلاغ، ۱۹۶۹ء
(۱۱۰۵) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۱۲
(۱۱۰۶) عبدالرشید/ بیس بڑے مسلمان، ص ۱۱۲
(۱۱۰۷) محمد طیب، قاری/ دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۸۲

(۱۱۰۸) ایضاً

(۱۱۰۹) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۳۳

(۱۱۱۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۸۲

(۱۱۱۱) انباوی، فیض/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۳

(۱۱۱۲) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۴

(۱۱۱۳) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۲۳۸

(۱۱۱۴) الحسینی، مجاہد، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، فیصل آباد، سیرت مرکز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۵۱

(۱۱۱۵) محمود صفدر، ڈاکٹر/ مسلم لیگ کا دور حکومت، ص ۱۶

(۱۱۱۶) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت و سیاست، ص ۷۱

(۱۱۱۷) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد

(۱۱۱۸) کشمیری، انظر شاہ/ نقش دوام، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۶

(۱۱۱۹) قاسمی، عزیز احمد/ عقائد الاسلام، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۵۲ء، پیش لفظ

(۱۱۲۰) صدیقی، انیس احمد، حکیم/ ماہنامہ الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ندارد

(۱۱۲۱) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۰

(۱۱۲۲) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان، ص ۱۵

(۱۱۲۳) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۴۰

(۱۱۲۴) امیر علی، سید/ روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۵ء، ص ندارد

(۱۱۲۵) بدایونی، نظامی/ مشاہیر مشرق، ص ۲۴

(۱۱۲۶) مہتاب منظر، ڈاکٹر/ بین الاقوامی سیاست، دہلی، عفیف پرنٹرز، ۱۹۹۹ء، ص ۳۳

(۱۱۲۷) محسن علی نواز/ ملت اسلامیہ، ص ۲۳۰

(۱۱۲۸) رشک، عبدالقدیر/ یادوں کے چراغ، لاہور، ص ۷۳

(۱۱۲۹) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء، ص ۳۸

(۱۱۳۰) صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان کیوں ٹوٹا، ص ۲۰۲

(۱۱۳۱) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد

(۱۱۳۲) علوی، خالد، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۵۶

(۱۱۳۳) صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان تاریخ سیاست، ص ۴۳

(۱۱۳۴) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۹۸

(۱۱۳۵) خان، سکندر حیات، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان ابتداء و ارتقاء، ص ۳۵

(۱۱۳۶) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۴

(۱۱۳۷) زیدی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، لاہور، ص ندارد

(۱۱۳۸) ایضاً

(۱۱۳۹) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۳۹

(۱۱۳۰) ایضاً

(۱۱۴۱) محمد مجیب/ ہندوستانی مسلمان، نئی دہلی، کونسل برائے فروغ اردو، ۱۹۹۸ء، ص ۶۱۹

(۱۱۴۲) ارشد، عبدالرشید/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد
(۱۱۴۳) اشتیاق اظہر، سید/ فخر العلماء، ص ۳۷
(۱۱۴۴) مونس یاراں/ بحوالہ مضمون ضامن شہید، نومبر ۱۹۶۱ء، ص ۱۱۰
(۱۱۴۵) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیو بند، ص ندارد
(۱۱۴۶) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۳۵
(۱۱۴۷) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۵۶
(۱۱۴۸) ایضاً
(۱۱۴۹) محمد اشرف، آغا/ مشاہیر عالم کی تقریریں، ص ۱۷۲
(۱۱۵۰) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۳۴
(۱۱۵۱) الحسینی، مجاہد/ علماء دیو بند عہد ساز شخصیات، ص ۱۶۵
(۱۱۵۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، ص ۱۸۴
(۱۱۵۳) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۱
(۱۱۵۴) اعظمی، محمد الطاف/ احیائے ملت اور دینی جماعتیں، ص ۳۳۵
(۱۱۵۵) سعید احمد، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۲۵۷
(۱۱۵۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء کرام، ص ۱۶۷
(۱۱۵۷) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۴۲۸
(۱۱۵۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۲۵
(۱۱۵۹) انبالوی، شفیق/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۱۶۰) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۹۸
(۱۱۶۱) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ادارہ المعارف القرآن، ۱۹۹۵ء، ص ندارد
(۱۱۶۲) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۵۸
(۱۱۶۳) ایضاً
(۱۱۶۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۰۰
(۱۱۶۵) محمد شفیع، مفتی/ کانگریس اور مسلم لیگ، لاہور، ۱۹۴۵ء، ص ندارد
(۱۱۶۶) سید محمد میاں، مولانا/ جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۶
(۱۱۶۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۲۸
(۱۱۶۸) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۹۶
(۱۱۶۹) اعظمی، الطاف احمد/ احیائے ملت اور دینی جماعتیں، ص ۲۲
(۱۱۷۰) آزاد، ابوالکلام، مولانا/ آزادی ہند، ص ۳۷۸
(۱۱۷۱) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۷۱
(۱۱۷۲) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۰۰
(۱۱۷۳) اشتیاق اظہر، سید/ فخر العلماء گنگوہی کی سوانح حیات، ص ۵۲
(۱۱۷۴) تھانوی، نجم الحسن/ مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی، مظفر نگر، یوپی، انڈیا، ص ۲۲۔۲۳
(۱۱۷۵) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۵۷

(۱۱۷۶) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۳۶

(۱۱۷۷) ہفت روزہ صوت الاسلام، لاہور، ۱۹۷۹ء

(۱۱۷۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۳۲

(۱۱۷۹) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۹۴۔۹۶

(۱۱۸۰) قاسمی، طاہر، مولانا/ مکالمۃ الصدرین، کلکتہ، ۱۹۴۵ء، ص ندارد

(۱۱۸۱) حقانی، عبدالقیوم/ حسین احمد مدنی، نوشہرہ، جامعہ ابوہریرہ، ۲۰۰۵ء، ص ۳۰

(۱۱۸۲) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۵۳

(۱۱۸۳) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۰۵

(۱۱۸۴) ایضاً

(۱۱۸۵) انصاری، ضیاء الدین، ڈاکٹر/ مولانا آزاد اور سر سید اور علی گڑھ، نئی دہلی، انڈیا، انجمن ترقی اردو دہلی

(۱۱۸۶) محمد طاہر/ مکالمۃ الصدرین، ص ندارد

(۱۱۸۷) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ندارد

(۱۱۸۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۱

(۱۱۸۹) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ۲۰

(۱۱۹۰) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۳۹

(۱۱۹۱) ہزاروی، غلام غوث/ خود نوشت سوانح حیات، ص ۱۸

(۱۱۹۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

(۱۱۹۳) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۳۵۱

(۱۱۹۴) خان، محمد اکرام/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۸

(۱۱۹۵) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۳۲

(۱۱۹۶) حقانی، عبدالقیوم/ حیات غلام غوث ہزاروی، ص ۲۱

(۱۱۹۷) ایضاً

(۱۱۹۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۷

(۱۱۹۹) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۹۳

(۱۲۰۰) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۷۰

(۱۲۰۱) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد

(۱۲۰۲) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۶

(۱۲۰۳) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی و سیاسی اسباب و محرکات، ص ۱۳۰

(۱۲۰۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۲۵

(۱۲۰۵) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۵۶

(۱۲۰۶) سعید احمد، مولانا/ نظریات، ماہنامہ برہان، دہلی، جنوری ۱۹۶۰ء، ص ۴

(۱۲۰۷) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۸

(۱۲۰۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۲۶

(۱۲۰۹) محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ۲۱

(١٢١٠) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد

(١٢١١) عبدالرشید ارشد/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ٢٣

(١٢١٢) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ٢٣

(١٢١٣) قاسم محمود، سید/ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا، لاہور، ص ١٢٣٣

(١٢١٤) عبداللہ اختر/ مشاہیر اسلام، لاہور تخلیقات، ١٩٩٩ء، ص ندارد

(١٢١٥) شاہ، بخاری، محمد صدیق/ رواداری اور پاکستان، ص ١٧٥

(١٢١٦) محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ١٣٠

(١٢١٧) ٹالبوٹ، آئن/ تاریخ پاکستان، ٢٠٠٧ء، ص ٣٨١

(١٢١٨) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ٧٩

(١٢١٩) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ١٢٧١

(١٢٢٠) ایضاً

(١٢٢١) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ٣٩٥

(١٢٢٢) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ٣٨١

(١٢٢٣) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد

(١٢٢٤) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلو پیڈیا، ص ٤٢

(١٢٢٥) عبدالرشید ارشد/ بیس مردان حق، ص ٢٦٣

(١٢٢٦) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ١٨٨

(١٢٢٧) ایضاً

(١٢٢٨) محمد اقبال، علامہ/ کلیات اقبال، لاہور، شیخ بک ایجنسی، ص ندارد

(١٢٢٩) سید احمد میاں، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، ص ١٢٨

(١٢٣٠) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ١٧٩

(١٢٣١) سید احمد میاں، مولانا/ جمعیت العلماء کیا ہے، ص ٨٤

(١٢٣٢) انصاری، ضیاء الدین، ڈاکٹر/ مولانا آزاد، سرسید اور علی گڑھ تحریک، نئی دہلی، اردو ترقی بورڈ، ٢٠٠٢ء، ص ١٠٧

(١٢٣٣) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر کے علمی و تعلیمی ادارے، ص ندارد

(١٢٣٤) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ٧٨٣

(١٢٣٥) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ٣٥١

(١٢٣٦) چوہدری، زاہد/ مشرقی پاکستان کی تحریک علیحدگی کے اسباب آغاز، ص ٥٦

(١٢٣٧) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ٢٢٣

(١٢٣٨) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ١٢٣

(١٢٣٩) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ١٨٥٧ء، ص ١٧٩

(١٢٤٠) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ١٢٧

(١٢٤١) شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ٢٠٠٦ء، ص ٨٣

(١٢٤٢) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ٧١

(١٢٤٣) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ٣١

(۱۲۴۴) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم تاریخی شہروں کی کہانی، ص ۲۰۸

(۱۲۴۵) حقی، ممتاز احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۱۵

(۱۲۴۶) منگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۱۵۹

(۱۲۴۷) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد الملت غلام غوث ہزاروی، ص ۱۹۸

(۱۲۴۸) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۴۱

(۱۲۴۹) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، لاہور، ص ۳۱

(۱۲۵۰) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان، ایک قوم کا المیہ، ص ۱۱۷

(۱۲۵۱) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۴۶

(۱۲۵۲) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد الملت غلام غوث ہزاروی، ص ۱۹۹

(۱۲۵۳) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۹۲

(۱۲۵۴) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ندارد

(۱۲۵۵) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۲۸

(۱۲۵۶) غزنوی، سید ابوبکر/ داؤد غزنوی، لاہور، مکتبہ غزنویہ، سن ندارد، ص ۲۳۵۔۲۳۹

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۲۴

(۱۲۵۷) محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، ص ۹۵

(۱۲۵۸) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۶۱

(۱۲۵۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۶۹

(۱۲۶۰) فاروقی، طاہر منصور/ تاریخ پاکستان ۱۹۴۷ء۔ ۱۹۹۷ء، ص ۶۷

(۱۲۶۱) ایس ایم شاہد/ تعمیر پاکستان، ص ۶۶۳

(۱۲۶۲) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۶۴

(۱۲۶۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۳۱۳

(۱۲۶۴) محمد طاہر، قاری، ڈاکٹر/ عائلی قوانین اور پاکستانی سیاست، ص ۴۱

(۱۲۶۵) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۶۰

(۱۲۶۶) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ۲۰۰

(۱۲۶۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۴۶

(۱۲۶۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۴۳۸

(۱۲۶۹) تالبوٹ آئن/ تاریخ پاکستان، ص ۲۳۵

(۱۲۷۰) قرآن مجید/ سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۳۰

(۱۲۷۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد

(۱۲۷۲) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ۲۰۵

(۱۲۷۳) ایضاً

(۱۲۷۴) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۸۱۴

(۱۲۷۵) محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، ص ۱۳۵

(۱۲۷۶) وثیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا سیاسی منظر، ص ۳۹

(۱۲۷۷) بدر، بدر الزماں/تعارف سیاسیات، ص ۴۶۰

(۱۲۷۸) امیر علی، سید/روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰، ص ۱۸۸

(۱۲۷۹) بخاری، شاہ محمد صدیق/رواداری اور پاکستان، ۲۸۳

(۱۲۸۰) حقانی، عبد القیوم/سوانح مجاہد ملت غلام غوث ہزاروی، ص ۲۰۷

(۱۲۸۱) محمد رفیق، شیخ/تاریخ پاکستان، ص ۲۳۶

(۱۲۸۲) بخاری، اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، ص ۲۹۵

(۱۲۸۳) بخاری، اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، ص ۴۵۳

(۱۲۸۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۳۳

(۱۲۸۵) عبد الرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۲۷۰

(۱۲۸۶) حقانی، عبد القیوم/تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۹۶

(۱۲۸۷) سید محمد میاں، مولانا/تحریک ریشمی رومال، ص ۱۴۳

(۱۲۸۸) رضوی، سید محبوب/تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ۹۳

(۱۲۸۹) محمد طیب، قاری/دار العلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۷۰

(۱۲۹۰) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی ادارے، ص ۶۳

☆ مدرسہ امینیہ: دہلی مدرسہ امینیہ دہلی کو حیدر آباد دکن کے ایک ممتاز فارغ التحصیل دیوبند جناب امین الدین نے تعمیر کی، مدرسہ امینیہ دہلی "سنہری مسجد" کے اطراف (چاندنی چوک) اور سنہری مسجد کے قریب تعمیر ہونا شروع ہوئی اور پھر بہت جلد ہی قدرت نے اس کو عروج بخشا۔ انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ دہلوی اور ڈپٹی نذیر احمد جیسے نامور شخصیات نے اس دینی مدرسے سے سینکڑوں پروانہ علم کے چراغ کو روشن کیا

(۱۲۹۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، ص ۴۵۳

(۱۲۹۲) مشتاق علی، چوہدری/مطالعہ پاکستان، ص ۲۲۳

☆ شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/برصغیر پاک و ہند کے تعلیمی و علمی ادبی ادارے، ص ۲۶۷

☆ قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۸۱

☆ محمد شفیع، مفتی/چند عظیم شخصیات، کراچی، ادارہ المعارف کراچی، ۲۰۰۲، ص ۸۹

(۱۲۹۳) قاسم محمود، سید/انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ۱۳۸

☆ عثمانی، محمد تقی، مفتی/اکابر دیوبند کیا تھے، ص ۱۸

(۱۲۹۴) چراغ، محمد علی/مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۴

(۱۲۹۵) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ۳۱۵

(۱۲۹۶) بخاری، حافظ اکبر/اکابر علماء دیوبند، ص ۴۵۳۔۴۵۴

(۱۲۹۷) قاسم محمود، سید/پاکستانیکا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۱۲۹۸) رضوی، سید محبوب/تاریخ دار العلوم دیوبند، ص ندارد

(۱۲۹۹) بخاری، اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص ۴۵۳

(۱۳۰۰) بخاری، اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، ص ۴۴۹

(۱۳۰۱) ابدالی، سید محمد رضی/رہبران پاکستان، ص ۳۸

(۱۳۰۲) بخاری، اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، ص ۴۴۹۔۴۵۰

(۱۳۰۳) ایضاً

(۱۳۰۴) عبد الرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۲۲۸

(۱۳۰۵) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی تعلیمی ادارے، ص ندارد
(۱۳۰۶) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۱۲۳
(۱۳۰۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۰۹
(۱۳۰۸) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۳
☆ فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۹۴
(۱۳۰۹) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۲۹۹
(۱۳۶۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۵
(۱۳۱۱) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۹۹
(۱۳۱۲) محمد اشرف، آغا/ مشاہیر عالم کی تقریریں، ص ۱۷۲
(۱۳۱۳) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۹۸
(۱۳۱۴) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۳۱۹۔۳۲۰
(۱۳۱۵) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۸
(۱۳۱۶) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد
(۱۳۱۷) محمود ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۸۲
(۱۳۱۸) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، لاہور، ص ۴۴۹۔۴۵۰
(۱۳۱۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۴۲۵۔۴۲۷
(۱۳۲۰) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۸
(۱۳۲۱) ایضاً
(۱۳۲۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۳۹
(۱۳۲۳) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص ۳۹۵۔۳۹۶
(۱۳۲۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۳۲۵) عمر زبیری، پروفیسر/ مطالعہ تاریخ تحریک پاکستان، ص ۱۱۱
(۱۳۲۶) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۳۸۵۔۳۸۷
(۱۳۲۷) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، لاہور، ص ۳۲
(۱۳۲۸) ایضاً
(۱۳۲۹) زاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، فیصل آباد، سیرت مرکز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۱۸
(۱۳۳۰) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۷۰
(۱۳۳۱) صدیقی، شفیق/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۷
(۱۳۳۲) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۶
(۱۳۳۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۳۸۵۔۳۸۸
(۱۳۳۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۸۔۹
(۱۳۳۵) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
(۱۳۳۶) بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۳۸۶۔۳۸۷
(۱۳۳۷) ایضاً
(۱۳۳۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۷۸

(۱۳۳۹) مصطفیٰ، غلام محمد/ مسلمانان سہارنپور اور تحریک دارالعلوم دیوبند، ص ۱۷۰

(۱۳۴۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد

(۱۳۴۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ خطبات مالک کاندھلوی، ص ۱۴

(۱۳۴۲) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۴۴

(۱۳۴۳) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۵

(۱۳۴۴) ارشد، عبدالرشید/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۰۴

(۱۳۴۵) غلام محمد مصطفیٰ/ مسلمانان سہارنپور اور تحریک دارالعلوم دیوبند، ص ۶۳

(۱۳۴۶) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ بزرگان دارالعلوم دیوبند، ص ۲۰

(۱۳۴۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۷۳

(۱۳۴۸) ایضاً ص ۳۳۶

(۱۳۴۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد

(۱۳۵۰) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ۵۳۷

(۱۳۵۱) خان، ظفر حسین/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ندارد

(۱۳۵۲) سید محمد میاں، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، ص ۱۳۶

(۱۳۵۳) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ۲۰۰۲ء

(۱۳۵۴) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۵۱

(۱۳۵۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۶۵

(۱۳۵۶) بخاری، اکبر شاہ/ ۱۰۰ بڑے علماء، ص ۱۸۱

(۱۳۵۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۲۵

(۱۳۵۸) ایضاً

(۱۳۵۹) چراغ محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۵۳۷

(۱۳۶۰) بخاری، اکبر شاہ/ خطبات مالک کاندھلوی، ص ۱۴

(۱۳۶۱) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۹۱

(۱۳۶۲) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۶۰

(۱۳۶۳) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۶

(۱۳۶۴) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلو پیڈیا، ص ندارد

(۱۳۶۵) محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ۲۰۰۵ء

(۱۳۶۶) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد

(۱۳۶۷) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۸۳۲

(۱۳۶۸) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۲۱۳

(۱۳۶۹) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد لاہور سے قیام پاکستان تک، ص ۸۹

(۱۳۷۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۰۹

(۱۳۷۱) صدیقی، احمد مصطفیٰ راہی/ مسلمان فاتحین، ص ۱۴۱

(۱۳۷۲) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ لاہور، ص ۱۱۶

(۱۳۷۳) بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے مسلمان، ص ۱۱۶
(۱۳۷۴) ایضاً
(۱۳۷۵) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۸۱
(۱۳۷۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۳۷۷) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد
(۱۳۷۸) بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے علماء، ص ۴۲
(۱۳۷۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۲۱۴
(۱۳۸۰) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۶۱
(۱۳۸۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۲۱۲
(۱۳۸۲) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد
(۱۳۸۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۳۶
(۱۳۸۴) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ندارد
(۱۳۸۵) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۷۰
(۱۳۸۶) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۹۱
(۱۳۸۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ندارد
(۱۳۸۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۸۵
(۱۳۸۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۵
(۱۳۹۰) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
(۱۳۹۱) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۶۶
(۱۳۹۲) حقانی، عبدالقیوم/ مکتوبات افغانی، ص ۱۴
(۱۳۹۳) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۰
(۱۳۹۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۳۵
(۱۳۹۵) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۷۵
(۱۳۹۶) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، ص ندارد
(۱۳۹۷) بخاری، اکبر شاہ، بیس علماء حق، ص ندارد
(۱۳۹۸) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۸۰۔۵۹۰
(۱۳۹۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۲۷
(۱۴۰۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۱۸۔۶۱۹
(۱۴۰۱) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۳۴
(۱۴۰۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۱۸۔۶۱۹
(۱۴۰۳) ایضاً
(۱۴۰۴) غلام محمد مصطفیٰ/ مسلمان سہارن پور اور تحریک دارالعلوم دیوبند، ص ۱۳۷
(۱۴۰۵) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۶۸
☆ رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۳۱

(۱۳۰۶) شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۱۰۱

(۱۳۰۷) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۱۲-۴۱۵

(۱۳۰۸) انبالوی، فیض/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۲۴

(۱۳۰۹) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۰

(۱۳۱۰) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۶-۱۶۷

(۱۳۱۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ۳۱۹

(۱۳۱۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۱۸-۶۲۰

(۱۳۱۳) خان، محمد اکرم/ پاکستان کا پہلا سیاسی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۷

(۱۳۱۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۸

(۱۳۱۵) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ۸

(۱۳۱۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۶۱۸-۶۱۹

(۱۳۱۷) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۱

(۱۳۱۸) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۴۱

☆ محمود احمد، حکیم/ علماء دیوبند کا ماضی، ص ۸۲

☆ یاسر جواد/ مذہب کی ابتدائی تاریخ، ص ۱۱

☆ صدیقی، جمال محمد/ شودر طبقہ، لاہور، ص ۴۸

(۱۳۱۹) رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۲۷۴

(۱۳۲۰) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۱

(۱۳۲۱) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان/ برصغیر پاک وہند کے علمی وادبی تعلیمی ادارے، ص ۶۳-۶۴

(۱۳۲۲) حقانی، عبدالقیوم/ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، ص ندارد

☆ شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۱۸

☆ محمد اشرف، آغا/ مشاہیر عالم کی تقریریں، ص ۱۷۲

(۱۳۲۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۰۹

☆ مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نامور مسلم مجاہدین، ص ۳۰۰

(۱۳۲۴) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۵۳

(۱۳۲۵) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۶۷-۲۶۵

(۱۳۲۶) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ علماء دیوبند، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص ۲۰۶

☆ چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۴۷

☆ فیوض الرحمٰن، قاری ڈاکٹر/ دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۷۷

(۱۳۲۷) شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۶۵

☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۹۷

☆ محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۳۷

(۱۳۲۸) صابر براری/ تاریخ رفتگان، ص ۱۷۶

(۱۳۲۹) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد

(۱۳۳۰) چوہدری، زاہد/ مشرقی پاکستان کی تحریک علیحدگی کا آغاز، لاہور، ص ندارد
☆احمد سلیم/ پاکستان کے سیاسی قتل، ص ندارد
☆ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۷۸
☆بخاری، شاہ محمد صدیق/ رواداری اور پاکستان، ص ۵۱۱
(۱۳۳۱) چوہدری، زاہد/ مشرقی پاکستان کی تحریک علیحدگی کا آغاز، ص ۶۵
(۱۳۳۲) ایضاً ص ۵۱۵
(۱۳۳۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۱۵
(۱۳۳۴) ایضاً
(۱۳۳۵) اعظمی، الطاف احمد/ احیائے ملت اور دینی جماعتیں، ص ۳۶۹
(۱۳۳۶) بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیوبند، ص ۳۲۵
(۱۳۳۷) مجسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۱۱
Thomson, Edward, Enlist India, for Freedom, London, 1940
(۱۳۳۸) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۱۵
(۱۳۳۹) سید نور احمد/ مارشل لاء سے مارشل لاء تک، لاہور، ص ۳۱۴
(۱۳۴۰) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۱۰۱
(۱۳۴۱) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۳۲
☆ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت و سیاست، ص ۵۰۰
Rushbrook Willim, The East Pakistani Tragedy, London 1980☆
☆قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۵۰
☆چوہدری، نثار احمد/ تاریخ پاکستان، ص ۲۰۰
(۱۳۴۲) صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان تاریخ و سیاست، ص ۱۳۸
☆صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان کیوں ٹوٹا، ص ندارد
(۱۳۴۳) ٹالبوٹ، آئن/ تاریخ پاکستان، ص ندارد
(۱۳۴۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۱۰۴
(۱۳۴۵) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۵۰
☆نیازی، کوثر، مولانا/ مشاہدات و تاثرات، ص ۱۹۸
☆ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت و سیاست، ص ۵۰۷
(۱۳۴۶) قاسم محمود، سید/ پاکستانیکا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۳۸
(۱۳۴۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۳۴۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۱
(۱۳۴۹) ایضاً
(۱۳۵۰) آئن ٹالبوٹ/ تاریخ پاکستان، ص ۳۵۸
(۱۳۵۱) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۶۸
(۱۳۵۲) خورشید احمد، پروفیسر/ پاکستان میں نفاذ اسلام، ص ۴۳

(۱۳۵۳) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص۳۲۸
(۱۳۵۴) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیو بند، ۲۳۵
(۱۳۵۵) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، کراچی، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ص۳۲۹
(۱۳۵۶) خان، ظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص۱۳
(۱۳۵۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص۲۳۷
(۱۳۵۸) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص۷۱
(۱۳۵۹) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ابتدائیہ فہرست
(۱۳۶۰) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص۔۳۵۔۲۳۷
(۱۳۶۱) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص۱۲۴
(۱۳۶۲) ایس ایم شاہد/ پاکستان میں تعلیم کے تناظرات، ص۴۸
(۱۳۶۳) خان، ظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ندارد
(۱۳۶۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد
(۱۳۶۵) چراغ، محمد علی/ شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، نذر سنز، ۲۰۰۵ء
(۱۳۶۶) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیو بند، ص ۲۳۵
(۱۳۶۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۳۶۸) میاں، سید محمد، مولانا/ حیات شیخ الاسلام، ص۱۰۱
(۱۳۶۹) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص۱۱۷
(۱۳۷۰) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ندارد
(۱۳۷۱) انبالوی، نفیس/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص۹۲
(۱۳۷۲) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیو بند کیا تھے، ص۵۴
(۱۳۷۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص۲۳۵
(۱۳۷۴) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ بزرگان دارالعلوم دیو بند، ص۱۵۷
(۱۳۷۵) ایضاً
(۱۳۷۶) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص۴۲۷
(۱۳۷۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، ص۸
(۱۳۷۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص۳۰۔۲۳۵
(۱۳۷۹) ایضاً
(۱۳۸۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص۲۳۶
(۱۳۸۱) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیو بند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص۱۲۱
(۱۳۸۲) محمد اشرف، آغا/ مشاہیر عالم کی تقریریں، ص ندارد
(۱۳۸۳) بخاری، رضوی، سید احمد/ تاریخ دارالعلوم دیو بند، ص۲۳۵
(۱۳۸۴) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یکجہتی، ص۶۱
(۱۳۸۵) محمد یوسف، بریگیڈیئر/ شکست روس، کراچی، جنگ پبلشرز، ص ندارد
(۱۳۸۶) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص۳۰

(۱۴۸۷)بخاری، حافظ اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۳۶

(۱۴۸۸)شاکر، امجد علی/متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۱۸

(۱۴۸۹)ایضاً

(۱۴۹۰)احمد سعید، پروفیسر/بزم اشرف کے چراغ، ص ۲

(۱۴۹۱)بخاری، حافظ اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۳۷

(۱۴۹۲)خان، ظفر حسین، پروفیسر/پاکستان کا تناظر تعلیم، ص ۴۴

(۱۴۹۳)الحسینی، مجاہد/علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۵۴

(۱۴۹۴)وسیم احمد سعید/ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۰۸

(۱۴۹۵)امیر علی، سید/روح اسلام، ص ۵۳

(۱۴۹۶)حقانی، عبدالقیوم/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۵۱

(۱۴۹۷)الطاف شوکت/ہمارا پاکستان، ص ۱۱

(۱۴۹۸)مثالی، یوسف/مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۳۵

(۱۴۹۹)

(۱۵۰۰)بخاری، حافظ اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۳۶

(۱۵۰۱)فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۵۳۱

(۱۵۰۲)ایضاً

(۱۵۰۳)محمد رفیق، شیخ/تاریخ پاکستان، ص ۱۷

(۱۵۰۴)بٹ، منصور احمد/قائد اعظم کے آخری ۲ سال، لاہور، ص ندارد

(۱۵۰۵)صفدر محمود، ڈاکٹر/مسلم لیگ کا دور حکومت، کراچی، جنگ پبلشرز، ص ندارد

(۱۵۰۶)علوی، خالد، ڈاکٹر/قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۶۱

(۱۵۰۷)شیخ، اعظم/برصغیر کے عظیم لوگ، ص ندارد

(۱۵۰۸)عبدالرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ندارد

(۱۵۰۹)محمد علی/مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۱۵۱۰)محمد سلیم، پروفیسر/تاریخ ونظریہ پاکستان، ص ۴۷

(۱۵۱۱)بخاری، حافظ اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۴۸

(۱۵۱۲)خان، سکندر حیات، ڈاکٹر/تحریک پاکستان۔ ابتداء اور ترقی، ص ۵۲

(۱۵۱۳)اکرم، مسز نفیس/پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۴۵۶

(۱۵۱۴)خان، عبدالرحمٰن، منشی/تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۸۲

(۱۵۱۵)فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، ص ۲۱۵

(۱۵۱۶)ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۸۳

(۱۵۱۷)خان، عبدالرحمٰن، منشی/معماران پاکستان، ص ندارد

(۱۵۱۸)محمد زاہد، مولانا/تحریک پاکستان کے دینی اسباب وتحرکات، ص ۶۸

(۱۵۱۹)وصی احمد/اسباب تقسیم ہند، ص ۱

(۱۵۲۰)محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ندارد

(۱۵۲۱) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۰۳
(۱۵۲۲) شیخ، اعظم/ برصغیر کے عظیم لوگ، ص ۲۵۰
(۱۵۲۳) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۷۳
(۱۵۲۴) شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، ص ۷۹
(۱۵۲۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۳۔۷۳۹
(۱۵۲۶) الحسینی، مجاہد/ علماء دیوبند، عہد ساز شخصیات، ص ۷۲
(۱۵۲۷) الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۱۹
(۱۵۲۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۲۷
(۱۵۲۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۸۳
(۱۵۳۰) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۵۹
(۱۵۳۱) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۴۷
(۱۵۳۲) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ندارد
(۱۵۳۳) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر علماء دیوبند کیا تھے، ص ۴۸
(۱۵۳۴) الحسینی، مجاہد/ علماء دیوبند، عہد ساز شخصیات، ص ۱۲۷
(۱۵۳۵) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۶۱
(۱۵۳۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۷۸
(۱۵۳۷) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے رفقاء، ص ندارد
(۱۵۳۸) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۳۰۔۱۲۷
(۱۵۳۹) بخاری، سید حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے مجاہدین، ص ۵۰۔۲۳۳
(۱۵۴۰) ایضاً
(۱۵۴۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۳۰۔۷۳۵
(۱۵۴۲) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۳۰۔۱۲۷
☆ حسین، خواجہ آشکار/ اخبار سیام، انڈیا، ۱۹/ اکتوبر ۱۹۵۵ء
(۱۵۴۳) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ بزرگان دارالعلوم دیوبند، ص ۲۹
(۱۵۴۴) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ حضرت مولانا اکابرین کی نظر میں، ص ۶۸
(۱۵۴۵) آئن ٹالبوٹ/ تاریخ پاکستان
(۱۵۴۶) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد
(۱۵۴۷) قاسم محمد، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد
(۱۵۴۸) غلام محمد مصطفیٰ/ مسلمانان سہارنپور اور تحریک دارالعلوم دیوبند، ص ۴۲
(۱۵۴۹) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۹
(۱۵۵۰) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء، ص ۸
(۱۵۵۱) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہر، ص ۵۷
(۱۵۵۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۳۳۲
(۱۵۵۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۱۹

(۱۵۵۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ / ذکر طیب، ص ۲۹۴
☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ / تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۵۹
(۱۵۵۵) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر / بزرگان دارالعلوم دیو بند، ص ۸۸
(۱۵۵۶) ایس ایم شاہد / پاکستان میں تعلیم کے تناظرات، ص ۴۷
(۱۵۵۷) خان، عبدالرحمٰن، منشی / سیرت اشرف، ص ۵۴
(۱۵۵۸) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر / بزرگان دارالعلوم دیو بند، ص ۱۱
(۱۵۵۹) چراغ، محمد علی / مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد
(۱۵۶۰) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر / بزرگان دارالعلوم دیو بند، ص ۸۸
(۱۵۶۱) گل، مختار احمد، ڈاکٹر / تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۲۸۵
(۱۵۶۲) ایضاً
(۱۵۶۳) فیوض الرحمٰن، قاری / مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۵۶۴) مبارک علی، ڈاکٹر / علماء اور سیاست، ص ۹۴
(۱۵۶۵) بخاری، اکبر شاہ / تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۶۴
(۱۵۶۶) خان، عبدالرحمٰن، منشی / تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۲۸
(۱۵۶۷) حقانی، عبدالقیوم / تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۴
(۱۵۶۸) خالد علوی، ڈاکٹر / قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۷۰۔۷۱
(۱۵۶۹) ایضاً
(۱۵۷۰) بخاری، اکبر شاہ / سو بڑے علماء، ص ۷۱
(۱۵۷۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی / سیرت اشرف، ص ۳۰۲
(۱۵۷۲) بخاری، اکبر شاہ / اکابر علماء دیو بند، ص ۲۱۵
(۱۵۷۳) خان، عبدالرحمٰن، منشی / تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۳
(۱۵۷۴) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر / مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفائے کرام، ص ۱۶۷
(۱۵۷۵) ایضاً
(۱۵۷۶) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر / پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۲۰۹
(۱۵۷۷) Safder, Mehmood / Pakistan Political Roots and Development / London, 1984
(۱۵۷۸) ایم اے رزاق، ڈاکٹر / پاکستان کا نظام حکومت وسیاست، ص ندارد
(۱۵۷۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر / اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ندارد
(۱۵۸۰) بخاری، اکبر شاہ / تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۶۷
(۱۵۸۱) رضوی، سید محبوب / تاریخ دارالعلوم دیو بند، کراچی، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۵ء، ص ۲۳۵
(۱۵۸۲) ایضاً
(۱۵۸۳) شاہ جہاں پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر / برصغیر پاک وہند کے علمی ادبی اور تعلیمی ادارے، کراچی، نیشنل کالج، ۱۹۷۴ء، ص ۳۹۰
(۱۵۸۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ / اکابر علماء دیو بند، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۹ء، ص ۴۲۱
(۱۵۸۵) ایضاً
(۱۵۸۶) رضوی، سید محبوب / تاریخ دارالعلوم دیو بند، ص ندارد

(۱۵۸۷)رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء، ص ۴۲
(۱۵۸۸)محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۲۸
☆بخاری، سید اکبر شاہ/ تذکرہ اولیاء دیوبند، لاہور، مکتبہ رحمانیہ ۲۰۰۲ء، ص ۴۳۳
(۱۵۸۹)
(۱۵۹۰)فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۱۴۹
☆فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، لاہور، فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی، سن ندارد
☆محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ندارد
(۱۵۹۱)حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ حیات مولانا سید حسین احمد مدنی، ص ندارد
☆چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، نذر سنز، ۲۰۰۵ء، ص ۲۲۸
☆منگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۴۰۱
(۱۵۹۲)محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۵۵
(۱۵۹۳)رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۱۵
☆محمد شفیع، مفتی/ چند عظیم شخصیات، کراچی، ص ۸۳
(۱۵۹۴)محمد طاہر، قاری، ڈاکٹر/ عائلی قوانین اور پاکستانی سیاست، ص ۶۲
☆بخاری، حافظ اکبر شاہ/ خطبات کاندھلوی، ص ۲۶۵
☆ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۲۹
(۱۵۹۵)محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، ص ابتدائیہ
(۱۵۹۶)فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۰۳
(۱۵۹۷)قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۳۱
☆محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۳۷
☆الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، ص ۳۵
☆علوی، خالد، ڈاکٹر/ قائداعظم اور اسلامی تشخص، ص ۶۹
(۱۵۹۸)قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد
(۱۵۹۹)شاہجہان پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر/ برصغیر پاک و ہند کے علمی ادبی و تعلیمی ادارے، ص ندارد
(۱۶۰۰)ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، کراچی، ص ۲۹
(۱۶۰۱)خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۷۰
(۱۶۰۲)حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۶۰۳)ایضاً
(۱۶۰۴)عثمانی، محمد تقی، مفتی/ اکابر دیوبند کیا تھے، ص ۹۲
(۱۶۰۵)صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان مسلم لیگ کا دور حکومت، ص ۷۶
(۱۶۰۶)بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ندارد
(۱۶۰۷)بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، ص ندارد
(۱۶۰۸)بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تذکرہ علمائے دیوبند، ص ندارد
(۱۶۰۹)فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد

(۱۶۱۰) ایضاً

(۱۶۱۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ندارد

(۱۶۱۲) یاسر جواد/ ذاتوں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۸ء، ص ۳۰

(۱۶۱۳) بخاری، حافظ، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۷۵

(۱۶۱۴) قاسم محمود، سید/ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ندارد

(۱۶۱۵) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۲۴

(۱۶۱۶) عبدالباری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۳۲۰

☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۹۰

☆ محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۱۳

(۱۶۱۷) عبدالرؤف، ڈاکٹر/ بچوں کے لیے حدیث، ص ۱۹

(۱۶۱۸) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۴۰

(۱۶۱۹) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۵۱

(۱۶۲۰) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۴۵

(۱۶۲۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۳۷

(۱۶۲۲) ایضاً

(۱۶۲۳) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ علماء کی کہانی خوردان کی زبانی، ص ۶۵

(۱۶۲۴) صابر براری/ تاریخ رفتگان، کراچی، ص ۷۹

(۱۶۲۵) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد

(۱۶۲۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ اکابر علماء دیوبند، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص ۶۷۵

باب
2

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی

علمی و تصنیفی خدمات

باب دوم

علامہ عثمانیؒ کی علمی و تصنیفی خدمات

فصل اوّل

(الف)   علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی خدمات:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دستارِ فضیلت پانے کے بعد کچھ عرصہ تک دہلی کی مشہور عربی درس گاہ "فتح پوری" (۱) میں استاد مقرر ہوگئے۔ آپ بیس سال کی عمر میں ۱۹۰۵ء میں تعلیم سے فراغت پا چکے تھے۔ آپ کی ذہانت طبع اور علمی قابلیت کا شہرہ دہلی (۲) اور دیوبند (۳) سے نکل کر ہندوستان کے اطراف میں پھیل چکا تھا۔ ہر شخص آپ کی علمی قابلیت، ذہانت، فطانت اور تبحرِ علمی کا معترف تھا۔ دہلی کے مدرسہ فتح پوری میں آپ دو سال تک علم کی ضیاء پاشیاں بکھیرتے رہے اور تعلیم کے چراغ روشن کرتے رہے۔ آپ کی علمی قابلیت کو مدِ نظر رکھ کر آپ کو اس مدرسے کا صدر مدرس بھی بنایا گیا۔ لیکن کئی سالوں کے بعد آپ کی علمی قابلیت اور صلاحیت کی بناء پر آپ کو مدرسہ دیوبند کی خدمت کے لیے بلا لیا گیا، جہاں پر آپ ایک کامیاب معلّم کی حیثیت سے تعلیمی فرائض کی ادائیگی میں مصروفِ عمل رہے۔ جملہ علوم کی تحقیق و تدوین کا سلسلہ جاری رکھنے سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت عطا فرمائی کہ آپ اپنے دیگر علماء اساتذہ کے مقابلے میں قابلِ رشک امتیازی شان کے مالک ہوگئے۔ (۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ درسِ حدیث میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اس لیے مدرسہ دیوبند میں آپ کے ذمّے حدیث کی تعلیم کا فریضہ سونپا گیا، چنانچہ آپ نے حدیث کی مشہور کتاب "مسلم شریف" کا باقاعدہ درس دینا شروع کیا۔ دینیات میں قرآن کریم کے بعد بخاری شریف کا دوسرا اور مسلم شریف کا تیسرا درجہ شیخ کا ہوتا ہے۔ آپ نے دیوبند میں حدیث کے درس کے ساتھ ساتھ مسلم شریف کی شرح بھی تالیف کرنا شروع کردی۔ مسلم شریف کی شرح آپ نے عربی زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ (۵)

علماء و مشائخ کے فرائض منصبی:

علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے عہد زمانہ کا باریک بینی سے مشاہدہ فرما رہے تھے، چنانچہ درپیش حالات و واقعات کے پیشِ نظر آپ نے علماء و مشائخ کی ذمّے داریوں کے سلسلے میں فرمایا:

”ہم مسلمانوں اور خاص طور پر علمائے اُمت کو اپنی مجالسِ عامہ میں تبلیغ کرنا چاہیے، قرونِ اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا ان کی مختصر مگر پُر مغز تقریروں اور طویل و عریض سلسلۂ عمل کا، ان کی مشاورت اور متبادل آراء و افکار کے بہترین اصول کا، ان کی نہایت ہی مخلصانہ ”وتواصو بالحق اور وتواصو بالصبر“ کا، ان کے ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کا اور اصلاح ذات البین کی مفید و منتج گفتگوؤں کا، غرض کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس مطہر و مقدس ارشاد پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہونے کا۔ (۶)

"لا خیر فی کثیر من نجواھم الامن امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس"

ترجمہ: ان کی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں، بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی اور معقول بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔ (۷)

حضرت عثمان غنیؓ کا تاریخی فیصلہ:

علامہ شبیر احمد عثمانی علمائے کرام سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

”اے حضرات علمائے کرام، میں نہ کوئی خطیب ہوں، نہ انشاء پرداز، نہ سیاست داں اور نہ گویائی کی ایسی مختار قوت رکھتا ہوں جس سے دوسرے حضرات محروم ہوں بلکہ اگر آپ مجھے مجبور نہ کریں تو اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بولنا چاہتا جو میرے جد امجد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸) نے مدینہ طیبہ (۹) کے منبر پر فرمایا تھا۔

"ایھا الناس انکم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال"

ترجمہ: اے لوگو! یقیناً تم کو زیادہ کلام کرنے والے رہنما سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے رہنما کی ضرورت ہے۔“ (۱۰)

مگر جب آپ حضرات نے محض اپنی مہربانی اور حسنِ ظن سے مجھے اس مقام پر کھڑا ہونے کے لیے مامور فرمایا ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ تمام ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہنے والے مسلمانوں کی صلاح و فلاح سے متعلق نظر بحالات موجودہ جو میرے ناچیز خیالات ہیں، وہ مختصراً بلا کم و کاست آپ کے سامنے رکھ دوں۔

میں آج زندہ دلان پنجاب کے ماحول میں اپنے اندر بھی ایک قسم کی زندہ دلی محسوس کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ پاکستان کے قلب و جگر سے جو صدائے حق بلند ہوگی، اس کی گونج اخوۃ اسلامی کی ”عروق شرائین“ کے ذریعے بہت تیزی کے ساتھ تمام جسد پاکستان بلکہ ہندوستان کے تمام اعضاء میں پھیل جائے گی، اس وقت پورا حوالہ مجھے یاد نہیں رہا لیکن پورے عزم و وثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال (۳۵۰) پہلے حضرت مجدد الف ثانی (۱۵۶۴ء-۱۶۲۴ء)(۱۱) نے اپنی کسی تحریر میں از راہِ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آج کل رسول مقبول ﷺ کی خصوصی توجہ یا نظر التفات شہر لاہور پر مرتکز ہیں۔ (۱۲)

رحمۃ للعالمین ﷺ کی نظر کرم:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

”میں سوچتا ہوں کہ لاہور (۱۳) کے حق میں کیا اس محبوب خدا اور آقا دو جہاں ﷺ کی وہ نظر کیمیاء خالی جا سکتی ہے؟ وہ نگاہ لطف و کرم جس کی ایک معمولی جھلک ہزار سالہ بُت پرست کو ایک آن میں ولی کامل بنا دے، جو مدت کے بگڑے ہوئے شیطانوں کو ایک لمحہ میں درست اور پاک وصاف بنا کر فرشتوں کے زمرے میں شامل کر دے، جو ذرا سی دیر میں قلوب وارواح کی دنیا بدل ڈالے۔ ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دے، کیا چند صدیوں کی مسافت زمانی نے لاہور کے مستقبل کو اس انقلاب آفریں نگاہ تلطف (باریک بینی) کی عظیم تاثیر وتصرف کے فیض سے بالکل محروم کر دیا ہوگا؟ ہرگز نہیں ان کی شان تو یہ ہے۔

درفشانی نے تری قطر و فکر دویا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر دنیا کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

غور کیجیے مُردے اس نظر سے صرف زندہ نہیں ہوئے بلکہ مسیحا بن گئے جن کی مسیحائی سے کروڑوں مُردہ دلوں کو حیات تازہ حاصل ہوئی۔ (۱۴)

اکبر کا خود ساختہ دینِ الٰہی اور مجدد الف ثانیؒ کا نعرۂ حق:

مجدد الف ثانیؒ (۱۵) جنہوں نے اکبر (۱۶) کے دین الٰہی (۱۷) کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی، ان کے بلند کیے ہوئے نعرۂ حق کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

”یہ چیز بھی لائق غور ہے کہ مجدد الف ثانیؒ جن کو لاہور کی یہ سعادت حاصل ہوئی، وہی بزرگ ہیں جنہوں نے مغل فرماں رواں شیخ جلال الدین محمد اکبر (اکبر اعظم) کی بنائی ہوئی ”قوتِ متحدہ“ اور نام نہاد ”دینِ الٰہی“ کے مقابلے پر تاریخی جہاد کیا تھا، ممکن ہے ان کے مذکورہ بالا کشف سے ادھر بھی اشارہ ہو کہ آگے چل کر جب قوت متحدہ ایک دوسرے رنگ میں اور اکبر کا دین الٰہی ”گاندھی ازم“ کی شکل میں ظہور کرے گا، اس وقت رسول کریم ﷺ کی توجہ گرانی اور التفات خصوصی کی بدولت لاہور میں وہ تمام ہوگا جہاں سے ان نئے بُتوں کے توڑنے کی پہلی آواز بلند ہوگی، پھیلے گی، پھلے گی، پھولے گی۔

”شیخ الہند“ مولانا محمود حسنؒ کا آخری پیغام:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۱۸) کے آخری پیغام کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’بہر حال آج اس نئی مہم کا ابتدائی منظر ہمارے سامنے ہے، جداگانہ قومیت کا عقیدہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے جذبہ قلوب میں بطور ایک مفروع عنہ مسئلہ کے مرتسم و متمکن ہے اور کانگریس کے چند سالہ شور وغل سے پہلے کوئی اس پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ سمجھتا تھا، چنانچہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے آخری پیغام صدارت میں جو جمعیت العلماء ہند کے اجلاس دہلی کے موقع پر حضرت کی وفات سے نو دن پہلے پڑھا گیا۔ ہندو مسلمان کے دو قوم ہونے کی تصریح موجود ہے، کسی شخص نے آج تک اس پر حرف گیری نہیں کی۔‘‘ وہاں ہندوستان کے مسئلہ کا پاکستانی حل ابتداً لاہور کی آرام گاہ میں سونے والے ڈاکٹر علامہ اقبال (۱۹) کے قلم سے ۱۹۳۰ء میں سامنے آیا، لیکن یہ نام ’’پاکستان‘‘ علامہ اقبال کا تجویز کردہ نہیں ہے بلکہ پیام اقبال کے ایک پرجوش علمبردار چوہدری رحمت علی (۱۸۹۷ء۔۱۹۵۱ء) (۲۰) نے ۱۹۳۳ء میں اس تجویز کو یہ نام دیا جو آگے چل کر اختصار کی وجہ سے لوگوں میں مقبول عام ہوگیا۔

تقسیم ہند کی اس تجویز پر جس کا اصطلاحی نام پاکستان ہے اور جس کا اصل واضع علامہ اقبال تھے، آخر کار قدر ترمیم و تغیر کے ساتھ آپ کے اس تاریخی شہر لاہور (۲۱) میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مہر تصدیق ثبت کردی اور آج پاکستان جمہور مسلمانان ہند کے لیے محض ایک گرمی اور جوش پیدا کرنے والا نعرہ نہیں بلکہ ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے، اب پاکستان کا نام آنے پر ان کے دلوں میں جذبات مسرت وابتہاج کی لہر دوڑ جاتی ہے اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا درخشاں مستقبل گویا ہماری طرف کو تیزی سے بڑھا چلا آ رہا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علمی نقطہ نظر سے متعدد خطوط تحریر کیے جن میں پوچھے گئے سوالات کا مدلل اور پُرمغز جواب عنایت کیا۔ ذیل میں ان کے چند علمی مکتوبات وخطوط کو پیش کیا جاتا ہے۔

مکتوباتِ عثمانیؒ پر ایک نظر:

پہلا خط

دارالعلوم دیوبند کے کسی نامعلوم اور سم فاضل اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے کسی خاص شاگرد کے نام۔ یہ خط رسالہ القاسم اگست ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا۔ (۲۲)

’’دارالعلوم دیوبند کے ایک ذی استعداد و فہیم فیض یافتہ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں درشنے تحقیق کی غرض سے پیش کیے تھے۔ مولانا ممدوحؒ نے باوجود کثرت مشاغل محققانہ جواب تحریر فرمایا چونکہ اس قسم کے شبہات علمی دنیا میں اکثر پیش آتے رہتے ہیں اور مولانا ممدوحؒ نے جس تحقیق اور جدت سے جواب تحریر فرمایا ہے وہ مفید اور حقائق علمیہ سے معمور ہونے کے باوجود حسن بیان میں بھی اپنی نظیر آپ ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کے نامعلوم شاگرد کا خط حسب ذیل ہے:

مجمع الحسنات والکمالات مخدومنا المکرم حضرت استاذی صاحب قبلہ دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب الخیر بعافیت ہے چونکہ خاکسار خدمت عالی میں کبھی ارسال نہ کر سکنے کی وجہ سے سخت نادم ہے، اس لیے اولاً نہایت مستدانہ لہجہ میں اپنی سابقہ غفلت وتساہل کی معافی کی درخواست ان الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ قلم عفو برگناہم کش اور بعدازیں حسب ذیل مسائل کی جانب آنجناب کی توجہ منعطف کرنا چاہتا ہے اُمید ہے کہ بلحاظ مشفقت استادانہ میرے خلجان وانتشار کو زائل کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

(۱) حقیقت اور بطلان واقعی اعتبار معتبر پر مبنی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حیثیات اعتبار پر مبطل یا متغیر حقائق نفس الامری نہیں ہو سکتے چنانچہ اس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جب مذاہب ائمہ اربعہ کی حقیقت پر غور کرتا ہوں جس کو ہر خاص وعام میں شہرت کا فخر حاصل ہے تو عقل نارسا اور ایک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے کیوں کہ ان مذاہب میں باہم بعض ایسے مسائل نظر آتے ہیں جن میں کم از کم نسبت تضاد کی پائی جاتی ہے اور یہ مسلم الثبوت امر ہے کہ الضد اولا یجتمان پس ان مذاہب کو حق تسلیم کرنے پر عالم واقع میں اجتماع، اضداد حالات واحدہ میں لازم آتا ہے جس کا بطلان ابدہ البدیہات سے ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ حقائق واقعیہ پر حیثیات زائدہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا پس ان کے حق ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۲) ایک وہ شخص ہے جو دوزخ وجنت پر تو ایمان رکھتا ہے مگر جو امور قرآن شریف وکتب احادیث میں جنت کے متعلق مذکور ہیں ان کو صرف تمثیلات پر محمول کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ چونکہ دنیاوی نقطہ نظر سے وہ انتہائی انعامات تھے اس لیے ان کو بیان کر کے اس امر کی جانب اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اہلِ جنت کے لیے جنت میں تمام آرام وآرائش کی چیزیں مہیا کی گئیں ہیں ورنہ جنت کی حقیقت نہ کسی کو معلوم ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ اسی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"لا عین رات ولا اذن سمت ولا خطر علی قلب بشر الغرض" (حدیث نبویؐ)

الغرض اس سے ثابت ہو گیا کہ "رویت سماعت" خطور بالبال خلاصہ یہ کہ کسی ذریعے سے جنت کی حقیقت کسی پر منکشف نہ ہو سکی۔ بعینہ یہی خیال اس شخص کا جہنم کے متعلق بھی ہے پس یہ خیالات کہاں تک درست اور صحیح ہیں اور شرعاً اس شخص کا کیا حکم ہے؟ (۲۳)

بنام شاگرد نامعلوم الاسم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون آنکہ۔ آپ کا حقایت نامہ پہنچا ممنون کیا حق تعالیٰ شانہ مجھ کو اور آپ کو اور تمام

مسلمانوں کو اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے جن مسائل کی بابت آپ نے دریافت فرمایا ہے مجھ کو حیرت ہے کہ باوجود وہاں ماشاء اللہ بہت سے اہلِ علم اور اہلِ علم کے فیض یافتہ موجود ہیں جو بفضل تعالیٰ مشکل سے مشکل مسائل کو مجھ سے زیادہ زور اور قوت کے ساتھ حل کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں، آپ ان سے مشافہۃً بہت جلد اور بسہولت اس قدر اطمینان حاصل کر سکتے تھے جو شاید میرے متعدد خطوط سے بھی حاصل نہ ہو سکے۔ پھر آپ نے مجھ کو خط لکھنے کی زحمت کیوں اٹھائی۔ حالانکہ آپ دیوبند میں رہ چکے ہیں میری حالت سے بھی بہر حال واقف ہیں کہ میرے ہیچ دان اور لا اُبالی پن حد سے زیادہ گزرا ہوا ہے۔ اس لیے کبھی کبھی یہ خیال ہوا کہ آپ کا خط یہاں کسی عالم جید کے حوالے کر دوں تا کہ وہ آپ کی تسکین کر دے لیکن یہ خیال کر کے کہ یہاں سے جانے کے بعد یہ آپ کی پہلی عنایت ہے دل گوارا نہیں کرتا کہ کچھ بھی جواب نہ لکھا جائے، لہٰذا جس طرح ان مسائل کو میں اب تک سمجھے ہوئے ہوں مختصراً قلمبند کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اگر شفا ہو جائے تو حق تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے اور بصورت دیگر مناسب ہوگا کہ دوسرے علماء متبحرین سے رجوع کیا جائے۔

مسئلہ اوّل کی وضاحت:

مسئلہ اوّل یعنی مذاہب اربعہ کی حقیقت کے متعلق جو کچھ بندہ نے اہلِ سنت والجماعت کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اب تک منقح کیا ہے اس کو پیش کر دوں گا۔

"فان یک صواباً فمن اللہ سبحانہ و تعالیٰ وان یک خطأ فمنی و من الشیطان ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم لا الٰہ اللہ غیر ولا خیر الا خیرہ"

سب سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سوال اوّل میں غور و تنقیح کے بعد دو جزو نکلے ہیں۔

(۱) کسی چیز کا حق یا باطل ہونا اعتبار معتبر و لحاظ لاحظہ پر مبنی نہیں ہو سکتا اور حیثیت زائدہ اعتبار حقائق واقعیہ کے لیے مبطل یا مغیر نہیں ہو سکتی۔

(۲) مذاہب ائمہ اربعہ واقع میں سب حق ہیں حالانکہ ان مذاہب میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو باہم متضاد ہیں، مثلاً سب سے بڑا تضاد یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک امام واجب قرار دیتے ہیں اور دوسرے امام اسی کو مکروہ تحریمی یا حرام وعلیٰ ہذا القیاس تو اضداد کا اجتماع ایک ہی چیز کے اندر اور ایک ہی وقت میں کیسے حق ہو سکتا ہے اور ان میں باہم حیثیات کا فرق نکالا جائے تو وہ بحکم مقدمہ اولیٰ صحیح نہیں ہے۔

آپ کے یہ دونوں دعوے تشریح طلب ہیں، الفاظ ایسے مجمل اور ذو الوجوہ اختیار کیے گئے ہیں کہ جن سے کئی معنی کا احتمال ہوتا ہے پس جب تک ہر ایک لفظ کی کما حقہ تشریح اور محتملات عبارت میں سے بعض کی تعیین نہ ہو جائے کچھ رائے زنی کرنا بے سود ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ذات گرامی بڑی باغ و بہار، شگفتہ اور دل کش تھی ان کی مجلس میں اکتاہٹ کا گزر نہیں تھا، وہ بڑے حاضر جواب، بذلہ سنج اور خوش کلام عالم تھے۔ سیاست میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے انداز فکر و عمل سے کس کو اختلاف ہوسکتا ہے لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شخصیت جن خوبیوں کا مجموعہ تھی، انہوں نے پاکستان میں جو دینی، سیاسی و ملّی خدمات انجام دیں اور ملک کی سیاسی تاریخ پر جو اثرات مرتب کیے، ان سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے مخالفین کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ ان کی پوری حیات مسلمانوں کی اصلاح اور خیر خواہی کے لیے گزری۔ ان کی شخصیت نہ صرف برصغیر میں بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی شہرت کی حامل تھی۔ (۲۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علم و تصنیف کے میدان میں جو بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیے وہ اپنی جگہ مسلمہ حقیقت ہے۔ آپ نے درجنوں کتب تحریر کیں، لیکن اپنے استاد کے نامکمل تفسیر قرآن کو آپ نے مکمل کرکے مسلمانوں پر ایک زبردست احسان عظیم کیا۔ آپ نے ''تفسیر عثمانی'' لکھی (۲۵)۔ ''تفسیر عثمانی'' علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زبردست علمی شاہکار کا مقام و درجہ رکھتی ہے۔ ''تفسیر عثمانی'' علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علمی مقام و مرتبہ کا تعین زبردست طور پر کرتا ہے۔ ''تفسیر عثمانی'' سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ایک مفسر (تفسیر کرنے والا) کی حیثیت سے عظمت و شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی ''تفسیر عثمانی'' کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سفر کے اس گلشن علم و فضل کے پھولوں کی سیر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ان کی طرب انگیز خوشبوئیں اور پُر کیف مناظر کس طرح دماغوں اور نگاہوں کو معطر اور مسحور کرلیتے ہیں، جس طرح دلفریب وادیوں کے نظارے دیکھ کر انسان بے ساختہ ''سبحان اللہ'' کے نعرے بلند کرنے لگتا ہے اسی طرح علمی پھولوں کی بہاریں بھی قدم قدم پر دامنِ دل کو کھینچ کر کہتی ہیں کہ ''جا ایں جا است'' بس ٹھہرنے کی یہی جگہ ہے۔ وہ سینے کتنے خوش نصیب ہیں جن کے اندر ایسے دل ہیں جن میں حکمت و دانش کے غنچے کھلتے ہیں اور ظاہری باغوں کے سیر و تماشا سے بے نیاز ہوکر اپنا دل کھولتے اور اس کی سیر کرتے ہیں۔ (۲۶)

''تفسیر عثمانی'' علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا وہ شاہکار عظیم قرآنی نسخہ ہے جس کے فوائد کے بارے میں اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ ''تفسیر عثمانی'' برصغیر پاک و ہند کے تمام ممالک میں شائع ہوا جو اس کی عظمت اور افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تفسیر عثمانی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب بنایا ہے۔ مولانا موصوف کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، بے مثل تحریر، عجیب و غریب حافظہ و تبحر اور علمی کمالات ایسے ہیں کہ کوئی منصف مزاج اس میں تامل کرسکے۔ قدرت کریمہ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ موصوف کی توجہ تکمیل فوائد اور ازالہ مغلقات کی طرف منعطف فرما کر تمام عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر کے لیے عدیم النظیر حجت البالغہ قائم کردی ہے۔ یقیناً علامہ نے بہت سی ضخیم ضخیم تفسیروں سے مستغنی کرکے سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ (۲۷)

ہندوستان کا ماہنامہ ''معارف'' اپنی روئیداد ۱۹۵۰ء میں لکھتا ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں جو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں، ان حواشی سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دل نشین کرنے کے لیے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے۔ (۲۸)

تفسیری نکات اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نماز کے متعلق اپنے تفسیری نکات میں فرماتے ہیں۔

نماز کا بُرائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے، اوّل بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر یہ رکھی ہو کہ نماز کو گناہوں اور بُرائیوں سے روک دے، مثلاً جس طرح کوئی دوا کا استعمال بخار وغیرہ جیسے امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہیے کہ دوا کے لیے ضروری نہیں کہ اسی ایک ہی بیماری کو روکنے کے لیے کافی ہو جائے۔ نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے، جو رُوحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ (۲۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نماز سے متعلق فرماتے ہیں کہ جب انسان مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا ہے تو وہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ اللہ کو خشوع و خضوع کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ نماز انسان کو اس بات کی مکمل آگہی و شعور عطا کرتی ہے کہ وہ مسجد سے باہر آ کر کسی قسم کی بُرائی، بدعہدی اور معاشرتی خرابیوں میں گرفتار نہ ہو جائے بلکہ اس خدا واحد کی ذات و صفات کی خصوصیات کا باہر بھی آ کر اعتراف کرے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اسی نماز کے حوالے سے آگے مزید فرماتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز بندگانِ خدا کو اس بات کا حکم اور درس دیتی ہے کہ وہ واقعی غلاموں اور بندگی کرنے والوں کی طرح زندگی بسر کرے اور بے حیائی و سرکشی سے خود کو محفوظ رکھے۔ بے شک نماز انسان کو بُرے اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے، نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں ہے بلکہ سب سے بڑی اور اہم چیز اس میں خدا کی یاد ہے جو انسان کو اچھے کاموں کی طرف مائل کرتی ہے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ (۳۰)

حواشی قرآن مجید اور علامہ عثمانیؒ:

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۱۸۵۳ء۔ ۱۹۲۰ء) (۳۱) نے قرآن مجید کا ترجمہ اور اس پر حواشی تحریر کرنے کا آغاز کیا لیکن ان کی یہ کوشش ''سورۃ النساء'' تک ہی پہنچ پائی تھی کہ ان کا وصال ہو گیا لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوڑے ہوئے بقیہ حواشی قرآن مجید کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے (تفسیر عثمانی) مکمل کیا۔ آپ کے حواشی قرآن مجید کو نہ صرف برِصغیر بلکہ

دیگر اسلامی ملکوں میں بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

تفسیر عثمانی پر علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کے تاثرات:

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ (۱۸۸۴ء۔۱۹۵۳ء) (۳۲) جو کہ اپنے عہد اور زمانے کے ایک بہت بڑے عالم دین تھے اور آپ نے علامہ شبلی نعمانیؒ کے نامکمل کام کو مکمل کیا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ''تفسیر عثمانی'' پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے تاثرات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے مضامین اور چھوٹے رسائل تو متعدد ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآن مجید کے حواشی ہیں جو مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں۔ ان حواشی قرآن مجید سے علامہ عثمانیؒ کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دل نشین کرنے کے لیے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے، ان کے قرآن مجید کے حواشی سے مسلمانانِ عالم کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ ان حواشی میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جا بجا اپنے ایک معاصر (سیّد سلیمان ندویؒ) کی تصنیف کا حوالہ صاحب ارض قرآن کے نام سے دے کر اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ وہ معاصرانہ رقابت سے کس قدر اپنا دامن بچاتے تھے، میں نے اپنے حلقۂ درس میں ان کے حواشی کی افادیت کی ہمیشہ تعریف کی ہے اور اس کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ (۳۳)

''یُسبّح الرّعد'' کی تفسیر:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ''یُسبّح الرّعد'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''یعنی گرجنے والا بادل یا فرشتہ زبان حال یا قال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے اور تمام فرشتے ہیبت و خوف کے ساتھ اس کی حمد و ثناء میں مشغول رہتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کہتے ہیں کہ تمام نظامِ عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی اسباب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کارفرما ہے جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے، لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے، اس کے ادراک تک عام کی رسائی نہیں ہے، صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اسے دیکھتے ہیں۔ بہر حال سائنس نے جس چیز کی محض صورت کو سمجھا وحی نے اس کی رُوح اور حقیقت پر مطلع کر دیا۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف یا مقابل قرار دیا جائے۔ (۳۴)

شہد کا طبّی نقطۂ نظر:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ شہد کے متعلق طبی نقطۂ نظر کی وضاحت ''تفسیر عثمانی'' میں اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

''فیہ شفاء للنّاس''

ترجمہ: اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔

شہد کی افادیت اور اہمیت بنی نوع انسان کے لیے بہت زیادہ ہے، اس میں بے شمار امراض کا علاج ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کہتے ہیں کہ حدیث صحیح میں ہے کہ:

''ایک شخص کو دست آرہے تھے اس کا بھائی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس کو شہد کے استعمال کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں اضافہ ہوگیا، اس شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا زیادہ آنے لگے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''صدق اللہ و کذب بطن اخیک'' ترجمہ:۔ (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے)

پھر پلاؤ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی تو آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے۔ طبیعت صاف ہوگئی، گویا حضور ﷺ کا مشورہ طبی اصول کے موافق تھا۔ (۳۵)

شریعت اسلامیہ کی واقفیت:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی شان کمال یہ تھی کہ وہ ہر مشکل سے مشکل شریعت کے مسئلے کو پیش نظر افتادہ حقیقت کی طرح سمجھا دیتے تھے۔ آپ شریعت کے مزاج سے پوری طرح آشنا تھے اور ان کی انگلیاں، قرآن و سنت، فقہ اور کلام کی نبضوں اور ان کی دھڑکنوں سے بخوبی شناسا تھی۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ:

''دو چار جڑی بوٹیوں کی خاصیت جاننے سے کوئی شخص طبیب نہیں بن سکتا جب تک کہ طب کے مزاج کلی سے پوری طرح واقفیت نہ ہو۔ وہ طبیب کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح چند مسائل جاننے سے انسان عالم نہیں بن جاتا۔ جب تک کہ شریعت کے مزاج کلی سے واقفیت حاصل نہ کرے۔''

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے مضامین ''اسلام کے بنیادی عقائد'' ''اسلام اور معجزات''، ''اعجاز القرآن''، ''الروح فی القرآن''، ''المعراج فی القرآن''، ''العقل والنقل''، ''ھدیہ سنیہ''، ''تحقیق الخطبہ''، ''سجود الشمس''، ''مسئلہ تقدیر''، الشہاب پر اپنے علمی جوہر کے شاندار نقوش مرتب کیے ہیں اور ان موضوعات پر مدلل اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے معرکۃ الآراء قرآنی موضوعات پر یہ زبردست علمی شاہکار رسائل تصنیف فرمائے ہیں جن کے اکثر اقتباسات تفسیر عثمانی میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں جو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی کے ترجمے کے ساتھ چھپے ہیں۔ ان حواشی کو دیکھ کر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کی دل نشینی کے لیے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے۔ (۳۶)

تاریخ وجغرافیہ کے متعلق علامہ عثمانیؒ کا نظریہ:

تاریخ وجغرافیہ کے حوالے سے تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"الٓمٓ غُلِبت الرّوم فی ادنیٰ الارض وھُم من بَعد غلبھم سیغلبُون."

ترجمہ: "مغلوب ہوگئے رومی ملتے ہوئے ملک میں اور وہ اس میں مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ "مکہ والوں میں جنگ روم وفارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں، اسی دوران میں نبی کریم ﷺ کے دعویٰ نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لیے جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردی۔ جب کہ ولادت نبوی ﷺ کو قمری حساب سے تقریباً ۴۵ سال اور نبوت کے پانچ سال گزر گئے خسرو پرویز (شاہِ فارس) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ (۳۷)

جرم وسزا کے متعلق علامہ عثمانیؒ کا نظریہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جرم وسزا کے متعلق فرماتے ہیں:

جرم وسزا کے باہمی تعلق پر آج کل دنیا میں بڑا زور دیا جاتا ہے اور اسلامی سزاؤں کو بے رحمانہ اور ظالمانہ کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت اسلام نے جرم وسزا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بہتر تصور آج تک کسی نظام میں نظر نہیں آتا ہے، ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کے خالق نے جو سزا تجویز فرمائی ہے اور پھر اس کی جو حکمت بیان کی ہے اس کے مقابلہ میں خود مخلوق کی تجویز کی ہوئی سزاؤں کو اپنے پیدا کرنے والے اور معبود برحق کی تجویز کردہ سزاؤں سے بہتر تصور کرے۔

اللہ پر یقین رکھتے ہو تو اس کے احکام وحدود جاری کرنے میں کچھ پس وپیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک دو یا اس میں کوتاہی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر موثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے، خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم مجموعہ عالم کے حق میں حکمت اور رحمت سے خالی نہیں ہوسکتا اگر تم اس کے احکام وحدود کے اجراء میں کوتاہی کرو گے تو آخرت کے دن تمہاری پکڑ ہوگی۔

علامہ عثمانیؒ کا علمِ تفسیر میں مقام:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی وتصنیفی خدمات بے شمار ہیں۔ آپ کی تفسیر عثمانی مایہ ناز تصنیف ہے جو علمی شاہکار کا نادر مجموعہ تصور کیا جاتا ہے۔ "تفسیر عثمانی" علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علم تفسیر میں مقام کی ایک گواہ ہے، جس کے آثار سے مفسر کی عظمت شان کا پتہ چلتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں علم الحدیث کے سب سے بڑے ماہر کو شیخ الحدیث اور صدر مدرس مانا جاتا ہے اور یہ

ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں جن علمائے حدیث کے نام لیے جا سکتے ہیں اپنے اپنے دور میں دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیائے اسلام میں سب سے بڑی حیثیت کا مالک اگر تسلیم کیا جائے تو یہ حقیقت مبالغہ سے خالی ہوگی۔ چنانچہ دیوبند کے علماء میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۸۲۹ء-۱۹۰۵ء)(۳۸)، مولانا قاسم نانوتویؒ (۱۸۳۳ء-۱۸۸۰ء) (۳۹) مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۱۸۳۴ء-۱۸۸۶ء)(۴۰) شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ (۱۸۵۳ء-۱۹۲۰ء) (۴۱) مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۱۸۷۶ء-۱۹۳۴ء)(۴۲) مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء)(۴۳) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸۸۵ء-۱۹۴۹ء)(۴۴) اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۹۰۰ء-۱۹۷۴ء)(۴۵) بلند پایہ محدثین تسلیم کیے گئے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں مختلف علوم وفنون کی اعلیٰ کتابوں کے پڑھانے کے بعد صرف علم حدیث کی تعلیم دینے کے لیے خود کو دارالعلوم دیوبند کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ علم حدیث میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگرد رشید ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے مقام جلیلہ پر فائز ہوئے۔ انہوں نے حدیث کی تعلیم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی جب کہ محمد قاسم نانوتویؒ نے علم حدیث کی تعلیم شاہ عبدالغنیؒ محدث دہلوی سے حاصل کی اور یہ سلسلہ حدیث شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء)(۴۶) تک پہنچ جاتا ہے، مولانا شاہ ولی اللہؒ سے حضرت محمد ﷺ تک حدیث کی سند مقدمہ بخاری شریف میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

علامہ عثمانیؒ کا مطالعہ حدیث:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حدیث کی درج ذیل کتب کا مطالعہ کیا۔

(۱) بخاری شریف
(۲) مسلم شریف
(۳) ابوداؤد
(۴) ابن ماجہ
(۵) ترمذی
(۶) موطا امام مالک
(۷) موطا امام احمد
(۸) نسائی
(۹) شمائل ترمذی (۴۷)

درس حدیث کا سلسلہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم کے بعد جامعہ ڈابھیل سورت گجرات سے وابستہ ہوگئے اور وہاں پر آپ نے درس حدیث کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا۔ دو سال بعد واپس آپ کو دارالعلوم بلا لیا گیا جہاں پر آپ کو معقول و منقول کی بڑی بڑی کتابیں

پڑھانے کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم دینے کے لیے بطور استاذ حدیث آپ کا تقرر کیا گیا۔ چنانچہ اس دوران آپ نے حدیث کی کتابیں ’’مسلم شریف‘‘ اور ’’ترمذی شریف‘‘ دارالعلوم میں پڑھائیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی وفات کے بعد مستقل طور پر دارالعلوم دیوبند میں ’’مسلم شریف‘‘ پڑھاتے رہے۔

جامعہ ڈابھیل میں صدر مدرس:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جامعہ ڈابھیل میں بھی بطور مدرس درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۸۷۳ء-۱۹۳۳ء) کی وفات کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو صدر مدرس اور شیخ الحدیث کا عہدہ ملا اور بخاری شریف کا درس جس کا مرتبہ و مقام قرآن کریم کے بعد ہے، آپ کے سپرد ہوا اور آپ وہاں پر مستقل شیخ الحدیث ہو گئے۔

۱۹۱۱ء(۴۸) میں موتمر الانصار کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا پہلا اجلاس ہندوستان کے شہر مرادآباد(۴۹) میں منعقد ہوا۔ مرادآباد کے اس جلسہ عام میں علی گڑھ(۵۰) ندوہ(۵۱) اور دیوبند(۵۲) کے اکثر رجال علم و عمل جمع ہوئے اور تمام ہندوستان سے مسلمانوں کا بہت بڑا مجمع اس میں شریک تھا۔ ندوہ سے علامہ شبلی نعمانیؒ (۱۸۵۷ء-۱۹۱۳ء)(۵۳) شریک ہوئے تھے۔ یہی وہ جلسہ تھا جہاں پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنا کلام ’’العقل والنقل‘‘ کے نام سے ایک پُر مغز مضمون پڑھا۔ آپ کے مضمون کو سن کر اہلِ جلسہ نے شان دار انداز میں آپ کی پزیرائی کی۔ اس مضمون میں گو جدید معلومات شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے مضامین سے لیے گئے تھے مگر اس کا نتیجہ اس کے برعکس برآمد ہوا۔ یہ گویا حامیان عقل کے اس کلام کا رد تھا جس میں خرق عادت کے وجود اور معجزات کے صدور پر ناک بھوں چڑھائی جاتی تھی۔

دیوبند کے حلقہ میں اس زمانے میں یہ بات عام طور پر کہی جاتی تھی کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم و معارف پر پورا پورا عبور ہے، وہ مولانا قاسم نانوتویؒ کے مضامین و معنیٰ کو لے کر اپنی زبان اور اپنی طرز ادا میں اس طرح ادا کرتے تھے کہ وہ دل نشین ہو جاتے تھے۔ اس بات کو ذہن میں رکھا جائے کہ مولانا قاسم نانوتویؒ کے مضامین نہایت دقیق اور مشکل ہوتے تھے، جن تک عوام کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے ان کے مضامین اور حقائق کو سمجھنا، پھر زمانہ کی زبان میں اس کی تعبیر و تفہیم کوئی آسان بات نہ تھی اور اسی بنیاد پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر و تحریر کی دھوم سارے ہندوستان میں وقت کے ساتھ مقبول ہوتی رہی۔ (۵۴)

عبارت و مضامین میں ہم آہنگی:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بڑے خطیب و مقرر تھے، عالمانہ استدلال کے ساتھ بڑے دلچسپ لطیفے بھی بیان کیا کرتے تھے، جس سے اہلِ محفل کو بڑی دلچسپی ہوتی تھی اور ظریفانہ فقرے اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود نہیں ہنستے تھے مگر دوسرے کو ہنسا دیتے تھے، ان کی تقریروں میں کافی دلائل بھی ہوتے تھے اور سیاسی و علمی و تبلیغی اور واعظانہ ہر قسم کے بیان پر ان کو قدرت حاصل

تھی۔ ذہانت وطباعی اور بدیہہ گوئی ان کی تقریروں سے نمایاں ہوتی تھی۔ اکبر الہ آبادی (۱۸۴۶ء۔۱۹۲۱ء)(۵۵) کے ظریفانہ اور فلسفیانہ شعر ان کو بہت یاد تھے وہ اپنی تقریروں میں عمدگی سے اکبر الہ آبادی کے اشعار کو جگہ دیتے تھے۔

طرزِ تحریر میں ملکہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو نہ صرف تقریر بلکہ طرزِ تحریر میں بھی خاص کمال حاصل تھا۔ ان کی تحریر صاف وشائستہ ہوا کرتی تھی اور آپ نے اس زمانے کے اچھے لکھنے والوں کے لٹریچر کو غور سے پڑھا تھا اور ان کی طرزِ تحریر وطرزِ بیان سے بھرپور استفادہ حاصل کیا تھا۔ جمعیت وخلافت کے جلسوں میں علماء کی بعض تجویزوں کی انگریزی بنانے میں بڑی پریشانی ہوتی تھی، اس موقع پر مولانا محمد علی جوہرؒ (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء)(۵۶) نے کہا تھا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی عبارت اور طرزِ تحریر کی انگریزی بنانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے کیوں کہ اس کی ساخت انگریزی طرز پر ہوتی ہے۔(۵۷)

تقویٰ کا مظاہرہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیات زندگی عہدِ نو کے لیے ایک مثال کی مانند ہے۔ ۱۹۱۷ء میں انجمن اسلامیہ اعظم گڑھ (۵۸) کی دعوت پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اعظم گڑھ تشریف لے گئے اور ان کا قیام "شبلی منزل" میں ہوا۔ اس وقت ان کی شرح مسلم کے کچھ اجزاء ساتھ تھے، جن میں قرأت، فاتحہ خلف الامام وغیرہ اختلافی مسائل پر مباحث تھے۔ شبلی منزل میں قیام کے دوران جب آپ کو چائے پیش کی گئی تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا۔ انکار کی وجہ کسی کو معلوم نہ ہوسکی۔ مگر بعد میں اس جانب خیال گیا کہ چائے کی پیالیاں جو جاپانی تھیں ان پر جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اس لیے ان میں چائے پینے سے انکار کر دیا، ان باتوں سے ان کے تقویٰ اور بزرگوں کی صحبت کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔(۵۹)

علامہ عثمانیؒ کے علمی وتصنیفی جواہر پارے:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند کی وہ تاریخ ساز اور تابناک شخصیت ہیں کہ نہ صرف دارالعلوم دیوبند بلکہ اُمّتِ مسلمہ کے مسلمان بھی ان پر فخر کر سکتے ہیں اور کیوں نہ کریں کیوں کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسی ہستیاں دعالمِ دین قدرت روز روز پیدا نہیں کرتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا جوہر زیرِ قلم رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایسی عقل وفکر رسا کے مالک تھے کہ جس سے بجز عطر بیز گوہر ریزی کے اور کچھ صادر نہیں ہوتا تھا اور وہاں جو بھی علم کی وافر دولت سے بھی مالا مال تھا اور ان کی صحت ومجالست علم کی قدر افزائی اور تعلق مع اللہ کا سبب تھی، غرض علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ذات مجموعہ محاسن تھی۔ بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبال:

تیری متاعِ حیات علم و ہنر کا سرور
میری متاعِ حیات ایک دلِ ناصبور

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پر ماہر، محقق، مدقق مفسر متکلم اور علامہ جیسے الفاظ اگر اپنی حیثیت نہیں کھو چکے تو یہ القابات اپنی پوری جامعیت کے ساتھ صادق آتے ہیں۔ بقول شاعر:

سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آداب خداوندی(۶۰)

ماہنامہ ”الفرقان“ کے معتبر اور دیدہ ور عالم دین مولانا منظور نعمانی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علمی و تصنیفی خدمات کے متعلق فرماتے ہیں:

”استاذ جلیل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہندوستان اور پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کی جن چند ہستیوں کے علمی رسوخ اور دینی بصیرت پر اس دور میں اعتماد کیا جا سکتا تھا، بلاشبہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان ہستیوں میں سے ایک تھے۔ نظر و مطالعہ کی وسعت، فکر کی وقعت و سلاست اور زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت و حلاوت کی صفات اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان میں جمع کر دیں تھی کم از کم اس عاجز نے تو ابھی تک اس میں ان کا ثانی نہیں دیکھا۔ بارہا اپنے پر یہ گزرا کہ کسی علمی اشکال کو لے کر حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت برجستہ جو کچھ فرما دیا وہی اس اشکال کا آخری اور شافی جواب تھا۔ کبھی کسی مسئلے کی سند کی تلاش و جستجو میں رجوع کیا گیا تو فوراً جواب ملا کہ فلاں فلاں کتاب میں اس کی تفصیل موجود ہے جن لوگوں کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے علمی استفادے کا موقع ملا ہوگا انہیں اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ ذہانت و ذکاوت، فکر کی وقعت و متانت اور دماغ کے سلجھاؤ میں وہ آپ ہی اپنی نظیر تھے۔ اس طرح اپنے مدعا کو بہترین اسلوب اور نہایت دل نشین انداز میں بیان کرنے اور دقیق سے دقیق علمی حقیقتوں کو آسان کر کے سمجھا دینے کا جو خاص ملکہ اللہ تعالیٰ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو عطا کیا تھا، وہ ان کے لیے ان کے رب کا خاص عطیہ تھا۔ ایک مبصر ناقد نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بعض تقریریں سن کر ایک زمانہ میں کہا تھا اور بالکل صحیح کہا تھا کہ جب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ غیبی حقیقتوں کو دلیلوں اور مثالوں سے سمجھانے اور منوانے کی کوشش کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیب اب غیب نہیں رہے گا بلکہ مشہود بن کر سامنے آ جائے گا۔“(۶۱)

لاہور کا تاریخی جلسہ سیرت النبیؐ:

لاہور میں انجمن (۶۲) ”حمایت الاسلام“ کے زیر اہتمام سیرت کا جلسہ تھا۔ سر محمد شفیع (۶۳) جن کا پنجاب خاص طور پر لاہور شہر میں طوطی بولتا تھا۔ اس جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سیرت جیسے اہم اور نازک موضوع پر عوام الناس کے علاوہ اہلِ علم اور اعاظم رجال کے بھرپور اجتماع اور قدیم و جدید طرز فکر کے خوبصورت اور حسین امتزاج میں کئی گھنٹے تقریر کی۔ اس کے بعد صدارتی خطبہ دینے کے لیے سر محمد شفیع تشریف لائے۔ انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے طویل خطاب کے بعد صدارتی خطبہ دینا تھا۔ علامہ اقبال نے کہا اور خوب کہا:

”پروانے کی منزل سے بہت دور ہے جگنو
کیوں آتش بے سوز پہ مغرور ہے جگنو“(۶۴)

ہاں ایک حسرت کا اظہار ضرور کیا اور ایک کسک جو خطاب کے سننے سے پیدا ہو چلی تھی، اسے ان الفاظ کا جامہ پہنایا فرماتے ہیں۔

’’کاش کہ میری ماں بھی تعلیم کے لیے مجھے اسی مدرسے میں داخل کراتی جس مدرسے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ماں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو داخل کرایا تھا۔‘‘ یہ اس مکتب فکر کے کسی معمولی آدمی کی بات نہیں بلکہ یہ اس کی بات ہے کہ جس کا اپنے حلقہ یاراں میں اس دور میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس حسرت کے اظہار سے جہاں علامہ عثمانیؒ کا سیرت اور علم سیرت سے گہری عقیدت کا پتہ لگتا ہے وہاں اس سے کہیں زیادہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ملکہ تقریر، رسوخ فی العلم اور سیرت طیبہؐ پر عمیق اور گہری نظر کا حسین اعتراف بھی ہے۔ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

زمانہ عقل کو سمجھا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک
تو بے بصر ہو تو یہ مانعِ نگاہ بھی ہے
وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس و خاشاک(۶۵)

فلسفہ، ’’علم الکلام‘‘ اور علامہ عثمانیؒ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو جہاں فن تقریر میں بادشاہت کا ملکہ حاصل تھا اور آپ جوہر خطابت سے آراستہ و پیراستہ تھے، وہاں آپ کی تحریر مولانا قاسم نانوتویؒ کے قلم کو اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھی۔ اسی حوالے سے اہل علم و فضل نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو مولانا قاسم نانوتوی کا جانشین تسلیم کیا ہے کسی نے ’’قاسم ثانی‘‘ کہا اور کسی نے یہاں تک لکھ دیا کہ اگر مولانا روم شمس تبریز کی اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی زبان فیض ترجمان تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ کی لسان (زبان) تھے، مولانا قاسم نانوتویؒ علم الکلام کے امام اور مجتہد تھے اور آپ نے علم الکلام کو ایک نیا رنگ دیا۔ اگر وسعت نظر سے کام لیا جائے تو صاف دکھائی دے گا کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی جدید علم الکلام ہیں۔ آپ کی تصانیف تقریر دل پذیر، آب حیات، تصفیہ العقائد، حجۃ الاسلام اور ہدایۃ الشیعہ اس پر شاہد عادل ہیں(۶۶) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے متعلق انوار الحسن شیرکوٹی اپنے مضمون میں فرماتے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا قاسمی علوم پر اتنا عبور اور ملکہ حاصل تھا کہ پانی کی طرح ان کے مضامین درس و تقریروں میں بہاتے تھے۔(۶۷)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علم حدیث:

دار العلوم دیوبند کا شمار دنیائے اسلام کی عظیم درس گاہوں میں ہوتا ہے۔ اس درس گاہ نے بے شمار عظیم ہستیوں کو پیدا کیا جنہوں نے اپنی علمی و فقہی، سیاسی و مذہبی، ہر شعبہ حیات میں مسلمانوں کی رہبری اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان میں

ایک نام "علامہ شبیر احمد عثمانیؒ" کا بھی ہے آپ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۰۸ء میں حدیث کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند کے طالب علموں کو خصوصی طور پر حدیث کی تعلیم سے مستفید کیا۔ (۶۸)

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں جو "شیخ الہند" محمود حسنؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں۔ ان حواشی سے علامہ شبیر احمد عثمانی کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دل نشین کرنے کے لیے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے۔ (۶۹) روزنامہ "احسان" کے ایڈیٹر ابو سعید بزمی لکھتے ہیں: "علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ذات گرامی ہی وہ ذات تھی جس نے عقل و دانش کی روشنی میں اسلامی احکام کی مصلحتیں آشکار کیں اور متحدہ ہندوستان کے طول و عرض سے متفقہ طور پر متکلم اسلام کا لقب حاصل کیا۔ (۷۰) علم الحدیث میں آپ کی زبردست تصنیف "فتح الملہم" (عربی) حنفی نقطہ نظر سے صحیح مسلم کی پہلی شرح ہے جس کو ہندوستان و پاکستان کے علاوہ عرب ممالک میں بھی خاص طور پر پسند کیا گیا۔ (۷۱)

علم فقہ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شخصیت علماء دیدہ ور میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ آپ معقول و منقول دونوں علوم میں نور بصیرت سے ممتاز تھے۔ ایسی جامعیت قدرت کی خاص عنایت اور خالق فطرت کی رحمت کا اثر ہو سکتا ہے، آپ کو تفسیر اور حدیث کے میدان میں خاص ملکہ اور عبور حاصل تھا۔ آپ کو منطق و فلسفہ، تفسیر و حدیث اور کلام میں طبعی ذوق تھا۔ علم فقہ کے میدان میں بھی آپ بالکل منفرد نظر آتے ہیں۔ علمائے اہلِ نظر میں جب فقہی مسائل اور ان کے عہد کے ہنگامہ نظریوں کا سوال پیش آتا تو ان کا تفقہ اور فقہی معلومات و تحقیقات کا دریا ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا۔ آپ فقہی مسائل کو اپنی دور اندیشی سے حل فرماتے تھے اور آپ کے جوابات لوگوں کے دلوں میں اس طرح پیوست ہوتے کہ انسانی دماغوں کے پردے بآسانی صاف اور روشن ہو جاتے تھے۔ (۷۲)

مسلمانِ ہند کو جب کسی ہنگامی دور کے نازک لمحات اور تقاضے درپیش ہوتے تو اس موقع پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ شرعی احکام کی تشنگی فرماتے۔ آپ لوگوں کے مسائل اور مشکلات کو سمجھتے ہوئے غور کرتے اور قرآن و سنت کی کسوٹی پر مسائل کو جانچتے اور پھر پورے غور و خوض، نقد و نظر کے بعد جب کہ ظاہری تحقیق و تدقیق کے فیصلے باطن نگاہوں کے ساتھ نگاہیں ملا کر شنائے قلبی کے ساتھ متفق ہو جاتے تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس پر ڈٹ جاتے اور پھر ان کی علمی قوت، قوتِ فیصلہ، قوتِ استدلال کے سامنے جو مخالف دوسرا نظریہ لے کر آتا اس کو پسپا ہونا پڑتا تھا، اسی لیے میرے نزدیک فقہ میں دسترس کے باعث اگر ان کی ذات کو فقیہ دانشمند کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

تفقہ اور دین میں بصیرت ایک تنویر ربانی یا موہبت کبریٰ ہے جس کو اللہ تعالیٰ جس کے دل و دماغ میں چاہیں روشن

کردیں، اسی نور بصیرت یعنی دین کو سمجھنے کا نام فقہ ہے، ائمہ ہدیٰ نے قرآن و سنت کے نشیب و فراز سے جو کچھ سمجھ کر احکام نکالے اس کو فقہ کہا جانے لگا اور ان احکام کے لیے جو اصول وضع کیے ان کو اصول فقہ کا نام دیا گیا۔ (۷۳)

علماء کے قافلہ سالار:

دین کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور اور ہر صدی میں مجدد اور علمائے اہلِ نظر نے اللہ کی طاقت اور مدد سے دین اسلام کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ہندوستان و پاکستان میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (۱۷۴۶ء-۱۸۲۳ء) (۷۴)، مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء) (۷۵) مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ (۱۹۰۲ء-۱۹۶۵ء) (۷۶) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۸۲۹ء-۱۹۰۵ء) (۷۷) مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۱۹۲۸ء) (۷۸) مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۸۵۷ء-۱۹۵۳ء) (۷۹) مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۸۹۷ء-۱۹۷۶ء) (۸۰) اپنے اپنے دور کے حسب مقام و وقت فقہ میں صاحب علم گزرے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی پوری حیات زندگی ایک علمی زندگی کی آئینہ دار ہے۔ آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں اور شعبوں پر مکمل کلام کیا جائے تو ہر ایک کے لیے ایک طویل وقت اور سرمایہ ورقلم درکار ہوگا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جہاں علم تفسیر اور علم حدیث میں بلند مقام و مرتبہ پر فائز تھے، وہیں علم فقہ اور علم الکلام میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا معمول فتاویٰ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند اور پاکستان میں بھی یہی رہا کہ فتاویٰ سب اس ناکارہ کے حوالے فرماتے تھے اور کوئی خود لکھنے پر اصرار بھی کرتا تو عذر فرما دیتے تھے اور غایت و تواضع سے فرماتے تھے کہ مجھے کبھی فتویٰ کے کام میں اشتغال کا اتفاق نہیں ہوا، اس لیے احتیاط کا راستہ اختیار کرتا ہوں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو قدرت نے کمالاتِ علمی اور اعلیٰ پایہ ظرف عطا کیا تھا اور ساتھ ہی اخلاق فاضلہ اور تواضع میں بھی آپ کو بلند مقام و رتبہ پر فائز کیا تھا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فقہی مقام میں بھی اعلیٰ درجہ پر براجمان ہیں۔ (۸۱)

علم الکلام اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے علمی دل و دماغ سے نوازا تھا۔ آپ علم معقول و منقول دونوں سے لبریز تھے۔ علم الکلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا مایہ ناز علم اور قابلِ فخر سرمایہ ہے۔ علماء پاک و ہند اور بعض ممالک اسلامیہ میں شریعتِ اسلامیہ کے عقائد و اعمال پر عقلی دلائل اور امثال کے ذریعے صحت واقعیہ کی روشنی میں صاف اور مستقیم راہ دکھانا، علامہ عثمانیؒ کی قوتِ استدلال اور کلام جوہر کا خاص عمل رہا ہے۔ علامہ عثمانیؒ کو علم الکلام میں خصوصی رغبت اور دلچسپی و ذوق تھا ان کی ذہنی ساخت، معقولات سے بہت زیادہ مناسبت رکھتی تھی اور اس وقت آپ اپنے ہم سبقوں کو منطق وغیرہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ منطق و فلسفہ کے ذوق و شوق کو دیکھ کر مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے آپ کو تفسیر و حدیث اور فقہ کی طرف مائل کیا۔ (۸۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک طرف قرآن کریم کے بہترین مفسر اور علم حدیث میں مہارت کے باعث اعلیٰ پایہ کے محدث اور فقہ میں دسترس کے باعث بلند مقام فقیہ تھے تو دوسری طرف علم منطق وفلسفہ اور علم الکلام میں پوری بصیرت کے باعث منطقی وفلسفی اور بہترین متکلم تھے حالانکہ معقولات اور منقولات دونوں طرح کے علوم پر حاوی اور جامع شاذ و نادر ہی کوئی ہستی ہے، حکم تو فلسفہ کی ہستیں، امام رازیؒ (۱۱۴۹ء–۱۲۱۰ء) (۸۳)، امام غزالیؒ (۱۰۵۸ء–۱۱۱۱ء) (۸۴)، شیخ محی الدین ابن عربیؒ (۱۱۶۵ء–۱۲۴۰ء) (۸۵) شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء–۱۷۶۲ء) (۸۶) اور خاص طور پر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے وابستہ تھیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان عظیم ہستیوں کے فلسفہ اسلام کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا، یہی وجہ تھی کہ اسلام کا کوئی مشکل سے مشکل اور دقیق سے دقیق مسئلہ بھی ان کی تحقیقی نظر کی زد سے باہر نہ تھا، ان کو نزاکتِ حالات، نزاکتِ احکام اسلامی اور نزاکتِ وقت کے ساتھ ساتھ طبائع کی مناسبتوں کو ٹٹولتے ہوئے اسلام وسائنس کی نکتہ آرائیوں پر پوری دسترس حاصل تھی۔ (۸۷)

قاسم ثانی علامہ عثمانیؒ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو محمد قاسم نانوتویؒ سے خاص انسیت تھی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تصنیفات اور علوم پر گہری نظر اور مکمل بصیرت رکھتے تھے۔ مولانا محمد قاسمؒ کی نگاہ کیمیا اثر نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسا متکلم اسلام پیدا کیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے جو باتیں اپنی زندگی میں شامل کیں وہ یہ ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طبیعت ابتدا ہی سے معقولات، مباحث سے دلچسپی کلام کرنے کی قوت کمال کی طرف رخ رکھتی تھی۔ ذکاوت وذہانت فطرت میں قدرت نے ودیعت کی تھی۔ زبان شائستہ، صاف، فصیح وبلیغ اور قوت گویائی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے لیے قدرت کا عطیہ اور انمول تحفہ تھی۔ (۸۸)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زندگی نے دو عظیم شخصیتوں کے اثرات کو اپنے اندر جذب کیا۔ ایک تو ان کے استاد مولانا محمود حسن دیوبندیؒ تھے جب کہ دوسرے کا اثر کتابوں کے ذریعے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا اثر قبول کیا۔ چنانچہ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا محمد قاسمؒ اور مولانا محمود حسنؒ کے علوم کے حاصل اور ترجمان علامہ عثمانیؒ ہی کی ذات مبارک تھی، ایک طرف وہ حجۃ الاسلام کی زبان تھے اور دوسری طرف شیخ الہندؒ کے وہ ترجمان تھے اور یہ دونوں اعزاز علامہ عثمانیؒ کو اپنے زمانے میں حاصل تھی۔ شریعت اسلامی کے ادق سے ادق اور مشکل سے مشکل مسئلہ کو فیض قاسمی کی برکت سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حل فرمایا کرتے تھے، اسی وجہ سے علماء نے ان کو قاسم ثانی کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

خطیب کی حیثیت سے علامہ عثمانیؒ کا مقام:

دار العلوم دیوبند کے علماء میں یوں تو کتنے بہترین مقرر اور خطیب گزرے لیکن متوسط دور میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسا بادل کی طرح برسنے والا اور بجلی کی طرح گرجنے والا آتش بیان خال ہی خال

ہندوستان میں پیدا ہوا ہو۔ تحریکِ خلافت کے جلسے (۱۹۱۹ء۔۱۹۲۲ء)(۸۹) ترکِ موالات (۱۹۲۰ء)(۹۰) کے پلیٹ فارم جمعیت العلماء کے پنڈال (۱۹۱۹ء۔۱۹۴۳ء) مدارس عربیہ کی وجد آور درس گاہیں، مسلم لیگ کی کانفرنس، ہندو مسلم سیاسیات کی نبرد گاہیں تبلیغ و ارشاد کی مجلسیں، موتمر کی محفلیں، دارالعلوم دیوبند کی مسندیں، موتمر الانصار (۱۹۱۱ء)(۹۱) کے ہنگامے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی فضائیں اور مرکزی پارلیمنٹ پاکستان کی مشاورت گاہیں کسی درمیان کی سحر آگہی تقریر کے اشتیاق میں آج بھی سراپا انتظار ہے، آج بھی فضائیں ان ہی تقریروں سے گونج رہی ہیں، مگر وہ آتش بار زبان اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکی ہے، آج دارالعلوم دیوبند سے مسئلہ تقدیر حقیقت رُوح، خوارق عادات، تحقیق ایمان اتحاد، عقل و نقل، اعجاز القرآن کی تحقیق کے تشنہ کام اور دردِ دل رائے اپنی درائے درد کے لیے اس مسیحا کا پتہ پوچھ رہے ہیں لیکن دارالعلوم زبان حال سے کہہ رہا ہے:

”ہم نفسو اجڑ گئیں مہر و وفا کی بستیاں
پوچھ رہے ہیں اہلِ دل مہر وفا کو کیا ہوا“(۹۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر اور خطابت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تقریر بانی میں جادوگر تھے۔ آپ کی خطابت اور تقریر کے حوالے سے پنجاب کے نامور ادیب مولانا نصر اللہ خان عزیزؒ اپنے اخبار ”تسنیم“ کے مضمون میں لکھتے ہیں:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دیوبند کے مدرسہ علم و فقہ سے تعلق رکھتے تھے، ان کے سینے میں ایک دل بیدار و صحت یاب تھا، جوان کی تمام احتیاطوں کے باوجود ان کو میدانِ عمل میں لیے پھرتا تھا، سب سے پہلے وہ تحریکِ خلافت و عدم تعاون میں عوام الناس کے سامنے آئے، وہ ایک جادو بیان مقرر تھے۔ لاہور میں جو مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں جمعیت العلمائے ہند کی کانفرنس ہوئی تھی، اس میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر نہایت معرکۃ الآراء تھی۔“(۹۳)

مشاہیر علماء کی نظر میں علامہ عثمانیؒ کی خطابت کے جوہر:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ خطابت کے شہنشاہ تھے۔ آپ کی خطابت اور تقریر پر مشاہرین نے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا ظفر علی خانؒ (۱۸۷۳ء۔۱۹۵۶ء)(۹۴) اپنے مقالہ ”آہ شیخ الاسلام“ میں لکھتے ہیں:

”جن لوگوں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریریں سنی ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ علامہ عثمانیؒ کے ایک لفظ میں علم و عرفان کا سمندر موجزن ہوتا تھا اور ایک ایک بات میں دنیا بھر کے حقائق پوشیدہ ہوتے تھے۔“(۹۵)

مفتی کفایت اللہؒ کی نظر میں علامہ عثمانیؒ کا مقام و مرتبہ:

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے علامہ عثمانیؒ کی خطابت کے متعلق فرمایا:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وقت کے بڑے عالم، پاک باز محدث، مفسر اور خوش بیان مقرر تھے۔“(۹۶)

قاری محمد طیب قاسمیؒ اور علامہ عثمانیؒ کی خطابت:

قاری محمد طیب قاسمی (۱۸۹۷ء-۱۹۸۵ء) (۹۷) مہتمم دارالعلوم دیوبند علامہ عثمانیؒ کی خطابت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی فصیح و بلیغ تقریروں سے لاکھوں باشندگانِ وطن، آزادی وطن کی حقیقت سے آگاہ ہوئے۔“ (۹۸)

علامہ سید سلیمان ندویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زورِ خطابت کے بارے میں فرماتے ہیں ”ایک میلاد کی مجلس میں، میرا اور علامہ عثمانیؒ کا ساتھ ہو گیا، اس جلسہ میں خود نظام دکن بھی آنے والے تھے، میری تقریر ہو رہی تھی کہ وہ آگئے میرے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تقریر شروع کی۔ نظام دکن نے بڑی داددی اور اہلِ محفل محظوظ ہوئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بڑے خطیب و مقرر تھے۔ ان کی تقریروں میں کافی دلائل ہوتے تھے اور سیاسی و علمی اور تبلیغی واعظانہ ہر قسم کے بیان پر ان کو قدرت حاصل تھی۔ ذہانت و طباعی اور بدیہہ گوئی ان کی تقریروں سے کافی نمایاں ہوتی تھی۔ (۹۹)

مولانا احمد سعیدؒ اور علامہ عثمانیؒ کی خطابت:

آزاد اخبار میں مولانا احمد سعیدؒ، علامہ عثمانیؒ کی خطابت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حلقہ علماء میں ایسا قادر الکلام مقرر اور ایسا بلیغ ایمان خطیب شاید عرصہ تک میسر نہ ہو، جب آپ تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ علم و کمال کا سمندر موجیں مار رہا ہے اور علم و عرفان کی سوتیں رہ رہ کر اُبل رہی ہیں، وہ تقریر و تحریر میں اپنے وقت کے امام تھے، عربی و فارسی دونوں زبانوں پر آپ کو اردو کی طرح عبور حاصل تھا، وہ بے تکان بولتے اور لکھتے چلے جاتے تھے۔“ (۱۰۰)

عبدالماجد دریابادیؒ اور علامہ عثمانیؒ کی خطابت:

عبدالماجد دریابادیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خطابت کے بارے میں بیان میں لکھتے ہیں:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر واعظ، محدث، مفسر اور سب ہی کچھ تھے۔“ (۱۰۱)

خطابت عثمانیؒ کے جوہر کا جائزہ:

(۱) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر کے کمالاتی اجزاء میں ان کا استدلال اور محققانہ طرز قابلِ تحسین تھا۔ آپ یقیناً ایک پُرجوش خطیب اور مقرر تھے، مگر آپ کا منطقیانہ طرزِ خطابت مخاطبین کے جذبات سے کھیلنے کی بجائے زیادہ تر دماغ کو حرکت میں لاتا تھا۔

(۲) علامہ عثمانیؒ کے خطابت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مخاطبین کے پیمانۂ فکر کا اندازہ لگاتے اور اس انداز کے مطابق جلسے کو لے کر چلتے۔ علامہ عثمانیؒ کی تقریر میں اہلِ علم اور عوام دونوں کے لیے یہ جوہر یکساں تھا کہ وہ تقریر میں ایسا اعتدال قائم رکھتے تھے کہ جس سے طبقات انسانی یکساں طور پر دلچسپی حاصل کرتی تھی۔

(۳) علامہ عثمانیؒ کی تقریر و خطابت میں اتنی کشش اور جاذبیت ہوتی تھی کہ کوئی مخاطب نہ اکتاتا تھا اور نہ کشش سے چھوٹ کر بھاگ سکتا تھا۔ تحریر کی طرح تقریر بھی کانوں کے راستوں تہوں کو چیر کر دل اور رگ و جاں میں پیوست ہو جاتی تھی۔

(۴) علامہ عثمانیؒ کا دماغ اس قدر سلجھا ہوا تھا کہ تقریر کے تمام گوشوں پر اس کی گرفت بہترین ترتیب کے ساتھ اپنا کام کرتی تھی اور مقام و محل کی مناسبت کا خاص خیال رہتا تھا۔

(۵) علامہ عثمانیؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ مافی الضمیر کی وضاحت بڑی سادگی سے کیا کرتے تھے۔ افہام و تفہیم میں آپ کی تقریر بے نظیر تھی، مشکل سے مشکل مضمون کو ایسے آسان طریقے اور تمثیل و تشبیہ کے ساتھ سمجھاتے تھے کہ کوئی اَن پڑھ سے اَن پڑھ بھی ناکام ہو کر نہ جاتا تھا اور اپنی جھولی میں کچھ نہ کچھ انمول موتی لے کر جاتا تھا۔

(۶) علامہ عثمانیؒ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ کا تقریر کے دوران برمحل اشعار کا استعمال کرنا آپ کا انتہائے کمال تھا۔ فنِ خطابت کے اصول کے پیشِ نظر خشک سے خشک مضمون کو عربی، فارسی اور اردو اشعار سے دلچسپ بناتے تھے۔ اکبر الہ آبادی کی شاعری سے آپ کو بے حد دلچسپی اور مناسبت تھی لیکن ان اشعار سے آپ کی عالمانہ ثقاہت میں قطعاً کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

(۷) علمی طاقت و لسانی طاقت کے ساتھ الفاظ کی شوکت مسلسل فضاؤں میں ارتعاش پیدا کر دیتی تھی جس سے دلوں پر جادو ہوتا چلا جاتا تھا، وہ اپنی اعجاز بیان سے سامعین کو تصویرِ حیرت بنا دیتے تھے کہ کیا مجال جو، ان کے چہرے سے نگاہیں اور ان کے بیان سے دل ہٹ جائیں۔

(۸) علامہ عثمانیؒ کے بیان میں فصاحت، بلاغت، سلاست، شگفتگی اور ہلکی ہلکی بحروفت ہوتی تھی، ہاتھوں کی مناسب حرکت، جسم کی گردش، بائیں ہاتھ کی پہلو پر نشست اور دائیں ہاتھ کی جھنک نگاہوں میں ایک خاص کشش اور دندان مبارک کی ایک خاص تبسم کے ساتھ اثنائے تقریر میں چمک، یہ سب آپ کی تقریر کے انداز تھے۔ (۱۰۲)

علامہ عثمانیؒ کی حق گوئی:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر اور حق گوئی کی وضاحت فرماتے ہوئے پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی اپنے مضمون "علامہ شبیر احمد عثمانیؒ" میں تحریر کرتے ہیں:

"علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر کی رُوح اور خطابت کا جوہر بے باکانہ حق گوئی ہے، تحریر میں بھی جس چیز کو پوری تحقیق اور غور

وفکر کے بعد صحیح خیال فرماتے، عالمانہ شان سے صاف صاف اور حق بات فرماتے اور جس بات کو حق فرماتے اور جس چیز کو حق سمجھتے پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو مرعوب نہیں کرسکتی تھی اور نہ ہی ان کو ان کے مرکز خیال سے ہٹا سکتی تھی۔ علامہ عثمانیؒ اکثر تقریروں میں حق گوئی اور بے باکی کے سلسلہ میں (افضل الجہاد من قال کلمۃ الحق عند سلطان جائر)

ترجمہ: (افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا ہے) کی حدیث پر عجب شان سے تقریر کرتے ہوئے سنا ہے۔

علامہ عثمانیؒ کی حق گوئی پر مولانا سعید احمد دہلویؒ کا اعتراف:

مولانا سعید احمد دہلویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حق گوئی وصداقت کے متعلق فرماتے ہیں:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر ہو یا تحریر، حق گوئی اور صاف بیانی کا مرقع ہوتی تھی، علمی تحقیقات اور قوتِ بیانیہ مافی الضمیر کی ادائیگی اور وضاحت مضمون آفرینی اور قدرت الفاظ اس پر حق گوئی یہ وہ اوصاف و جوہر کے کرشمے تھے جو علامہ عثمانیؒ کی تقریر وتحریر کو چار چاند لگا دیتے تھے، بڑے بڑے اجتماعات میں شیخ الہند (مولانا محمود حسن دیوبندیؒ) کے ترجمان اور نمائندے کی حیثیت سے علامہ عثمانیؒ نے جو تقریریں عوام الناس کے سامنے کیں انہوں نے ملک کے گوشے گوشے میں آپ کی عظمت و برتری کا سکہ بٹھا دیا۔ (۱۰۳)

علامہ عثمانیؒ کی حق گوئی اور حق بیانی کی ایک خاصیت یہ بھی تھی کہ تقریر کے وقت عقل کو کبھی جذبات سے مغلوب نہیں ہونے دیتے تھے، جو بات کہتے تھے ذمے داری کے پورے احساس کے ساتھ بہت ناپ تول کر کہتے تھے۔

''تحریک خلافت'' کا زمانہ برصغیر کی تاریخ میں نہایت ہی اشتعال انگیز اور پرجوش واقعات سے لبریز ہے۔ تحریک خلافت نے مسلمانانِ ہند کے اندر قومی یک جہتی اور دینی وملی اور سیاسی شعور کو بیدار کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ علامہ عثمانیؒ نے تحریکِ خلافت کے پلیٹ فارم سے بھی ہمیشہ حق گوئی کا مظاہرہ کیا، آپ حق بات کہنے میں کسی قسم کے تحمل سے کام نہیں لیتے تھے، ہر معاملے میں اپنی رائے کو بڑی آزادی کے ساتھ عوام الناس کے سامنے بیان فرماتے تھے۔

دہلی کا عظیم الشان جلسہ جس میں پنڈت مدن موہن مالویہ (۱۸۶۱ء۔۱۹۴۶ء) (۱۰۴) کے مقابلے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ۱۹۲۲ء میں ہندوستان کے صوبہ بہار کے علاقے ''گیا'' میں جمعیت العلمائے ہند کا سالانہ جلسہ ہوا، اس جلسے کے موقع پر جب کونسلوں کے بائیکاٹ کی باتیں اہم مسئلہ بن کر سامنے آئیں تو آپ نے حکیم اجمل خان (۱۸۶۳ء۔۱۹۲۷ء) (۱۰۵) کی مخالفت میں معرکۃ الآراء اور پرمغز تقریر سے عوام الناس کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ (۱۰۶)

مناظر اسلام کی حیثیت سے علامہ عثمانیؒ کا مقام:

قدرت کی ذات اپنے بندوں پر حد درجہ مہربانی ہوتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زندگی پر قدرت کی بے انتہا مہربانیاں اور عنایتیں تھیں۔ علامہ عثمانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے وہ تمام اوصاف وخصوصیات سے نوازا تھا جو ایک اچھے اور بڑے عالمِ دین میں

ہونی چاہیے۔ علامہ عثمانیؒ کو مناظر اسلام کے القابات سے نوازنا ان کی عظمت کا حقیقی اعتراف ہے۔ اگر دنیا کے مذاہب کی سچائی کا عالمگیر طور پر مناظرہ منعقد کر دیا جائے تو علامہ عثمانیؒ کا نام اپنے عہد زمانہ میں سب سے اوّلین فہرست میں شمار کیا جائے گا، کیوں کہ آپ نے اپنے عہد میں اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے مسائل اور مشکلات کو اپنے روشن خیال اور پختہ دلائل سے دوسرے مذاہب کے اثرات کو زائل کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔

دارالعلوم دیوبند کی جماعت کو جب کسی آل انڈیا مسلم لیگ کے اہم مسئلہ یا بحث بڑے بڑے اہل فہم اور سلجھے ہوئے لیڈروں کے مقابلہ میں ضرورت پیش آتی تو سب کی نگاہیں علامہ عثمانیؒ کی طرف ہی مرکوز ہوتی تھیں اور علمائے دیوبند کو میدان جیتنے کا اطمینان ہو جاتا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کی تاریخ شاہد ہے کہ علامہ عثمانیؒ نے فن مناظرہ کے بڑے بڑے میدان اور معرکے اپنے نام کیے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے نہ صرف دارالعلوم دیوبند کا وقار بلند کیا بلکہ اسلام کی عظمت کے مینار کو بھی بلند کیا۔ علامہ عثمانیؒ کی زندگی جہاں شریعت کے مطالعہ، درس قرآن وحدیث، وعظ وتقریر میں گزری، وہاں اسلام کی وکالت اور تائید میں بھی ایک پختہ کار مناظر کی حیثیت سے آپ کی عمر کا بڑا حصہ وقف ہوا۔ (۱۰۷)

علامہ عثمانی کی قوت علمیہ اور زور بیانی:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قوتِ علمیہ اور زورِ بیان کے ساتھ قوتِ استدلال کے سامنے شاید ہی کوئی دوسرا ٹھہر پاتا تھا۔ علامہ عثمانیؒ مخاطب اور مناظر کی مختصر سی گفتگو میں اس کی تمام علمی طاقتوں اور من کے خیالات کو جانچ لیتے تھے اور اپنے مخالف کو ایسے دلائل یا سوالات سے چاروں طرف سے گھیر لیتے تھے کہ مخالف اپنے آپ کو قید میں پا کر آپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے مناظروں اور مباحثوں کے اثرات اور نتائج سے آپ ان کے فن مناظرہ اور مباحثہ کا بخوبی طور پر اندازہ لگا سکتے ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے مناظرے اور مباحث کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ ہندوستان کے مختلف مذاہب اور دیگر مکتبہ خیال کے ساتھ آئے روز مذاکرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے، چنانچہ اس غرض سے دارالعلوم دیوبند نے اپنے طالب علموں کو خصوصی طور پر مشق اور تیاری مناظرے ومذاکرے کے لیے کرایا کرتے تھے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان امور کے انچارج ہوا کرتے تھے۔ آپ طلبہ کو ان فتنوں کے نشیب وفراز سے آگاہ کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے عہد میں اس قسم کی مختلف جماعتیں ظہور میں آتی رہتی تھیں۔ تحریکِ خلافت کے زمانے کے بعد جب حکومتِ برطانیہ نے ہندو مسلم اتحاد کے خرمن پر فساد اور پھوٹ کی بجلی گرائی اور پنڈت شردھانند (۱۰۸) نے آگرہ (۱۰۹) اور اس کے اطراف میں شدھی (۱۱۰) کی تحریک شروع کی تو علامہ عثمانیؒ بھی وہاں پہنچے اور دارالعلوم میں طلباء کے سامنے مناظرانہ شان کی تقریریں شروع فرمائیں اور اس کے نتیجے میں علامہ عثمانیؒ کا اعجاز القرآن (۱۹۱۶ء) (۱۱۱) جیسا مقالہ علمی خزانے لے کر ہمارے سامنے آیا، اس زمانے میں دارالعلوم میں ہندی کی تعلیم کا بھی سلسلہ شروع ہوا اور آپ نے جہاں قادیانیوں کے رد میں بہت کچھ کام کیا، وہاں

آریوں کے متعلق بھی آپ کے مضامین مناظرہ کرنے والوں کے لیے خاص ہتھیار ہیں۔ قادیانیوں کے درمیان آیات کے ماتحت آپ کی تفسیر عثمانی میں بہت کچھ بیان ہوا ہے اور خاص طور پر آپ کی کتاب ''الشہاب'' صدائے ایمان اور دیگر تحریریں اور تقریریں اپنی مثال آپ ہیں۔ (۱۱۲)

شاعری وادبی خصوصیات:

ہندوستان کی تاریخ میں خصوصاً انیسویں اور بیسویں صدی کے ابتدائی زمانے میں بے شمار عظیم ادیب وشاعروں کو اللہ تعالی نے پیدا کیا۔ یوں تو شاعری میں بہت بڑے بڑے نام ہیں لیکن بیسویں صدی میں سرسیّد (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) (۱۱۳)، آزاد (۱۱۴)، ڈپٹی نذیر احمد (۱۱۵)، مولانا شبلی نعمانیؒ (۱۱۶) اور مولانا الطاف حسین حالیؒ (۱۱۷) نے اپنے عہد زمانہ میں ادب وشاعری کے ذریعے ملّتِ اسلامیہ کی رہنمائی کا کام لیا۔ تعلیمی اور علمی انجمنوں اور ادبی ماہ ناموں میں ان لوگوں کی بڑی قدر ومنزلت ہے ان کے کارناموں کے سبب ان کو عقیدت کا تاج پہنایا گیا۔ ان ہی نامور ادباء وشعراء کے معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ادبی گلکاریوں کا ادب نواز نگاہیں فیصلہ کرسکتی ہیں کہ باغ اردو کو اپنی تصانیف میں علامہ عثمانیؒ نے کس طرح گلدستہ بنا کر پیش کیا ہے۔ اہلِ علم ودانش نے علامہ عثمانیؒ کے ادبی ذوق پر اپنے خیالات وتصورات کو اہلِ ادب کے سامنے پیش کیا ہے، ذیل میں ان کے علم وادب کے خیالات کو پیش کرتے ہیں۔

علامہ عثمانیؒ اور ادارہ فروغِ اردو لاہور:

ادارہ فروغ اردو لاہور جس نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بعض مقالات جن میں الاسلام (۱۹۱۱ء) (۱۱۸) اعجاز القرآن (۱۹۱۶ء) (۱۱۹) العقل والنقل (۱۹۱۶ء) (۱۲۰) الروح فی القرآن (۱۹۲۷ء) (۱۲۱) کو ایک جگہ جمع کر کے چھاپا ہے اور ان کے شروع میں ایک مختصر سا تعارف پیش کیا ہے۔ ادارہ علامہ عثمانیؒ کے بارے میں کہتا ہے کہ علامہ عثمانیؒ اپنے عہد کے ایک جہاں دیدہ ادیب کی حیثیت سے بلند مقام پر فائز ہیں۔ ادارہ لکھتا ہے کہ:

''علماء کی جماعت سے باہر بہت کم اصحاب کو اس خوشگوار حقیقت کا علم ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ محض خطابت وتقریر پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ آپ نے دینی مسائل اور حکمت وفلسفہ کے نکات پر ایک جہاندیدہ ادیب اور پختہ کار حکیم کی حیثیت سے قلم کا استعمال کیا ہے۔ (۱۲۲)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر کی اردو زبان کے متعلق لکھا ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زبان اور طرزِ بیان نہ خشک نہ مغلق نہ مولویانہ بلکہ عام طور پر سلیس، شگفتہ اور ادیبانہ ہے۔ (۱۲۳)

مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریر کی شگفتگی مسلّمہ حقیقت تھی اور ان کی ادبی جامعیت شگفتگی اور بلاغت کو خود ان کے اکابر اور ہم

عصر بھی مانتے تھے اور اس کی داد دیتے تھے۔" (۱۲۴)

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں:

"علامہ عثمانیؒ کی تحریر شائستہ تھی۔ علامہ کی تحریر کے بارے میں مولانا محمد علی جوہرؒ (۱۸۷۸ء-۱۹۳۱ء) (۱۲۵) نے کہا تھا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی عبارت کی انگریزی بنانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے (۱۲۶) کیوں کہ اس کی ساخت انگریزی طرز پر ہوتی ہے۔ (۱۲۷)

علامہ عثمانیؒ اردو ہی کے ادیب نہ تھے بلکہ عربی و فارسی زبان کے بھی بہترین ادیب و شاعر کی حیثیت سے انہوں نے اپنا لوہا منوایا۔ علامہ عثمانیؒ کی شعر و شاعری کے متعلق مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

علامہ عثمانیؒ شعر و شاعری سے بھی عاری نہ تھے، گو اس کا ذوق نہ تھا مگر چند ایسے مواقع بھی پیش آئے کہ جذبات دل کی ترجمانی آپ نے نظم میں فرمائی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جو کہ علامہ عثمانیؒ کے استاد تھے، ان کی وفات پر آپ نے "نامہ دل" کے نام سے ایک نظم تحریر کی جو بہت زیادہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ علامہ اشرف علی تھانویؒ کی وفات پر علامہ عثمانیؒ کے قلم سے سوز و اور دل کی بے تابی میں نکلے ہوئے غم کے آنسو نہایت مقبول ہوئے، ان کے علاوہ کئی اکابر کی وفات پر مرثیے لکھے، جو مشہور عام ہوئے۔ (۱۲۸)

علامہ عثمانیؒ کی شاعری کے چند نمونے:

علامہ عثمانیؒ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں جائیں جو علامہ عثمانیؒ نے عبدالرحیم رائے پوری (۱۲۹) اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۳۰) کے بارے میں ارشاد کیا:

بہت اچھا ہمیں سب چھوڑ کر تنہا چلے جاؤ
کہ حامی ہم غریبوں بیکسوں کا بھی خدا ہوگا
کلیجہ منہ کو آجاتا ہے جب یہ سوچتا ہوں میں
کہ کیا حال تیرا اے اسیر مالٹا ہوگا
تمہارے ذکر سے جس کے بدن میں جان آجاتی تھی
تمہاری فکر میں ہی کیا خبر تھی وہ فنا ہوگا

✲

واحسرتا کہ شیخ زمانہ نہیں رہا
اُمت کا وہ حکیم یگانہ نہیں رہا

جائیں کہاں ازالہ شبہات کے لیے
اب کوئی اپنا ایسا ٹھکانہ نہیں رہا

*

امداد حق لطف کا نظارہ کدھر گیا
یعقوب کی نگاہ کا تارہ کدھر گیا
فیض رشید و قاسم و محمود شیخ الہند
ہم بے کسوں کا آہ سہارا کدھر گیا(۱۳۱)

زہدوتقویٰ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طبیعت بڑی نازک طبع اور رقیق القلب تھی۔ خوف وخشیت کا اکثر طبیعت پر غلبہ رہتا تھا، اس لیے نماز بڑے خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے اور توبہ استغفار کی سخت تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”تمام احکام بجالا کر پھر اللہ سے معافی مانگو کیوں کہ کتنا ہی محتاط شخص ہو اس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے، کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے بلکہ جتنا بڑا بندہ ہو اسی قدر اپنے کو تقصیر وار سمجھے اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہیے کہ اے ”غفور الرحیم“ تو اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما۔“

تعلق باللہ پر آپ زیادہ زور دیتے تھے اور یہاں تک فرماتے تھے:

”علاوہ قیام اللیل کے دن میں بھی (گو مخلوق سے معاملات وعلائق رکھنے پڑتے ہیں لیکن دل سے) اسی پروردگار کے تعلق کو سب پر غالب رکھیے اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اس کی یاد میں مشغول رہیے۔ غیر اللہ کا کوئی تعلق ایک آن کے لیے ادھر سے توجہ کو نہ ہٹنے دے بلکہ سب تعلقات سے کٹ کر باطن میں اسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے یا یوں کہہ لو کہ سب تعلقات اسی ایک تعلق میں مدغم ہو جائیں۔“

تعلق باللہ سے ہی خوف خدا پیدا ہوتا ہے، جس کے حصول کا طریقہ علامہ عثمانیؒ نے فرمایا ”ایسا عدل وانصاف جسے کوئی دوستی یا دشمنی نہ روک سکے اور جس کے اختیار کرنے سے آدمی کے لیے متقی بننا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر اور اس کی شان انتقام کا خوف ہے اور یہ خوف ”ان اللہ خبیر بما تعملون“ کے مضمون کا بار بار مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین ہوگا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں تو قلب خشیت الٰہی سے لرزنے لگے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام معاملات میں عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرے گا۔“

یہ وہ چند اصول وقوانین اور ضوابط حیات تھے جن پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ہمیشہ عمل کیا اور دوسروں کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب وتبلیغ فرماتے رہے۔(۱۳۲)

علامہ عثمانیؒ کی اخلاقی صفات:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا شمار ان علماء ربانی میں ہوتا ہے کہ جن کے دل میں دین وملت کا جذبۂ خدمت بے پایاں تھا، جہاں ان کے دل میں قوم کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، وہاں ان کا دل اپنے ادنیٰ ترین خادموں اور کفش برداروں کی محبت و شفقت سے معمور بھی تھا۔ وہ ان سے بھائیوں کی طرح پیش آتے اور ان کی دلجوئی کی ہر ممکن کوشش کرتے، جس کی مثال مشاہیر قوم میں ملنی مشکل ہے۔ ''تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی'' کے مصنف منشی عبدالرحمٰن خان، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اخلاقی اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ہم فرودگاہ، محمد بن قاسم سے واپس آرہے تھے کہ انہیں راستہ میں میری دکان ''دارالقرآن'' کا علم ہوا تو سیدھے وہاں پہنچے، موٹر سے اترے، بروقت تخت پوش پر چڑھ کر دکان کے اندر تشریف لے گئے، کافی دیر بیٹھے رہے اور کلام پاک کے مختلف نسخے ملاحظہ فرماتے رہے۔ لوگ باہر جمع ہوگئے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اس چھوٹی سی دکان میں موجود پاکر حیرت کا اظہار کرتے رہے کہ یہ دکان پر کیوں تشریف لائے، انہیں ضرورت کی ہر چیز وہاں دکھلانی چاہیے تھی، وہ شخصیت پرستی کے زیرِ اثر ان کی محنت ومشقت اور اخلاق کریمانہ کا جائزہ نہ لے سکے۔ (۱۳۳)

اس قسم کا ایک اور واقعہ جو کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اخلاقی اوصاف کا مظہر ہے، بیان کرتے ہوئے منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی فرماتے ہیں:

عصر کے وقت دوسرا واقعہ پیش آیا۔ جلسہ کے اختتام پر جب وہ واپس ہونے لگے تو اچانک سامنے ایک شخص عبدالستار نامی آگیا اور اس نے آپ کو یعنی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو دیرینہ وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب ملتان آؤں گا تو تمہارے پاس ضرور چائے نوش کروں گا۔ آپ کے چند ہمرائیوں نے انہیں یہ دعوت ٹالنے کی ترغیب دی، کیوں کہ وہ بیچارہ ایک مسکین سا آدمی تھا، جسے کوئی خاطر میں نہ لا رہا تھا، لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ میں نے وعدہ کیا تھا، اس لیے میں اس کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتا، وہاں سے وہ اس کے ساتھ موٹر میں روانہ ہوئے، میں ساتھ تھا، اس غریب آدمی نے ہمیں چٹائیوں پر بٹھایا اور جو کچھ ہوسکتا تھا، تیار کر کے سامنے لایا، ایک غریب مسکین سے جو کچھ ہوسکا، اسے آپ نے بڑی محبت سے نوش فرمایا اور واپسی پر مجھ سے فرمانے لگے کہ ہمارے جانے سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا مگر اس کا جو دل خوش ہوا ہے، اس کا یہ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ یہ ان کے علم وفضل کی ایک معمولی سی جھلک تھی جو اتنا بھی برداشت نہ کرسکی کہ جسے محض غربت ومسکینی اور پھٹے پُرانے کپڑوں کی وجہ سے بنظرِ حقارت دیکھا جارہا ہے، اس کی دل شکنی کی جائے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جب ملتان سے واپس کراچی تشریف لائے تو کسی صاحب نے ان کو اپنے سوہن حلوے کی دکان کے افتتاح پر مجبور کیا۔ آپ اس شخص کے خلوص کی وجہ سے اس کی درخواست مسترد نہ کرسکے اور وقتِ مقررہ پر ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء کے

دن وہاں تشریف لے گئے، جس سے متاثر ہو کر اسد ملتانی نے لوگوں کو شعری انداز میں یوں قیمتی مشورے سے نوازا۔

علم کا مخزن ہے مولانائے عثمانی کی ذات
پوچھیے ان سے مسلمان معنی فوز و فلاح
پوچھیے ان سے کہ کیا ہے فرد و ملت کے لیے
فتنہ ہائے عصر نو میں صورت خیر و صلاح
پوچھیے ان سے کہ لادینی سے کرنے کو جہاد
دینِ فطرت نے مہیا کر دیے کیا کیا سلاح
پوچھیے ان سے کہ ہے اہلِ تجارت کے لیے
نفع کس حد پر حرام اور کون سی جب تک مباح
تانہ ہونے پائے کوئی بحث قرآن کے خلاف
ہر نئی تجویز پر لیتے وزیر ان سے صلاح
ملک میں کیوں کر ہو آئین شریعت کا نفاذ
مشورہ ان سے یہ کرتے قائداعظم جناح
دیکھیے اہلِ کراچی کا مگر ذوق مطف
چاہتے ہیں ان سے حلوے کی دکاں کا افتتاح
خوب ان لوگوں نے پہچانی ہے مولانا کی قدر
خوب ان اللہ کے بندوں کو سوجھا ہے مزاح
کیا عجب ہے کچھ دنوں جب ان سے پڑھوانے لگیں
بس جنازے کی نماز اور خطبہ عقد نکاح(۱۳۴)

حقیقت یہ ہے کہ جس انسانی دل میں نور علم روشن ہوتا ہے وہاں خود رائی وخود نمائی نہیں ہوتی بلکہ اس کی روشنی میں اسے دوسرے اپنے سے اچھے نظر آنے لگتے ہیں اور اس لیے وہ اس کے بندوں کی دلجوئی کو فرض عین سمجھتے تھے اور اس کی عظمت و فضیلت اس فرض کی ادائیگی میں مزاحم نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لوگوں کی دلجوئی کے باعث ان کی جائز اُمیدوں کے آئینے کو چکنا چور نہیں کر پاتے تھے اور ان کی خواہشوں پر لبیک کہتے ہوئے ان کے کام آتے تھے۔

علامہ عثمانیؒ کا نظریہ وطن:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک روز ''وطن'' پر تقریر کرتے ہوئے اپنے خیالات کو اس طرح سے اُجاگر کیا۔ ہر شخص کے تین

وطن ہیں۔ اوّل جسمانی وطن، دوم ایمانی وطن، سوم رُوحانی وطن۔

اوّل جسمانی وطن:۔ جسمانی وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ پیدا ہوا۔

دوم ایمانی وطن:۔ ایمانی وطن سے مراد مومن کا مدینہ منورہ ہے جہاں سے اس کو نورِ ایمان ملا۔

سوم رُوحانی وطن:۔ رُوحانی وطن سے مراد جنت ہے، جہاں عالمِ ارواح میں اس کا اصلی مستقر تھا اور پھر پھرا کر وہیں جاتا ہے۔(۱۳۵)

مشاہیر و اکابرین کی نظر میں علامہ عثمانیؒ کا مقام:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسی ہستیاں قدرت روز روز پیدا نہیں کرتی۔ قدرت نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور خصوصیات سے نوازا تھا۔ مذہب ہو یا سیاست، معاشرت ہو یا معیشت، ادب ہو یا فلسفہ، ہر میدان میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا اعتراف کرایا۔ آپ کی خوبیوں کو دیکھ کر بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے حقیقی جانشین ٹھہرے۔ آپ کی شخصیت اور خصوصیات خصوصاً آپ کی علمی اور تصنیفی خدمات کے حوالے سے مشاہیر اور اکابرین نے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں۔

مولانا محمد شفیعؒ کی نظر میں ”علامہ عثمانیؒ“ کا مقام:

مولانا محمد شفیعؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے متعلق اپنے تاثرات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو تحریر اور تقریر دونوں کا منفرد ملکہ عنایت فرمایا تھا، خاص طور سے آپ کی خطابت انتہائی مؤثر اور دل نشین ہوتی تھی اور آپ مختلف جملوں کے ذریعے اپنی بات دلوں میں اتار دیتے تھے۔ علامہ عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ

”حق بات اگر حقانیت سے اور حق طریقہ سے کہی جائے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی، اس کا کچھ اثر ضرور ہوتا ہے، بات جب بھی بے اثر ہوگی یا تو وہ خود حق بات نہ ہوگی یا حق بات ہوگی مگر کہنے والے کی نیت حق نہ ہوگی یا بات بھی حق ہوگی نیت بھی حق ہوگی لیکن کہنے کا طریقہ صحیح نہیں ہوگا اگر یہ تینوں شرائط موجود ہوں تو بات کے غیر مؤثر ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔“(۱۳۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ علم و فضل کے پہاڑ تھے اور اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کو جو علوم مذہبی عطا فرمائے تھے، خاص طور سے فلسفہ و کلام اور حکمت دین کے بارے میں ان کو جو گہرائی ملی تھی، وہ اچھے اچھے علماء کی سمجھ سے باہر تھی، لیکن علماء دیوبند کے دو بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے حکمتِ قاسمی کی شرح و توضیح اور اسے ''اقرب الی الفہم'' بنانے میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، ان بزرگوں میں ایک نام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرا نام مولانا محمد قاری طیب قاسمیؒ(۱۳۷) کا ہے۔

علامہ عثمانیؒ اور شرح ''فتح الملہم'':

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے صحیح مسلم پر اپنی شہرہ آفاق شرح ''فتح الملہم'' تالیف فرمائی اور اس کا مسودہ حرمین شریفین لے کر گئے تو وہاں روضۂ اقدس ﷺ کے سامنے بیٹھ کر اس کی ورق گردانی کی اور پھر روضۂ اقدس ﷺ پر بھی اور حرم مکہ میں ملتزم پر بھی مسودہ سر پر رکھ کر دعا کی تھی کہ ''یہ مسودہ احقر نے بے سر و سامانی کے عالم میں مرتب کیا ہے یا اللہ اس کو قبول فرما لیجیے اور اس کی اشاعت کا انتظام فرما دیجیے۔'' (۱۳۸)

علامہ عثمانیؒ کی خطابت پر مولانا محمد شفیعؒ کا اظہارِ خیال:

مولانا محمد شفیعؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خطابت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو خطابت کا غیر معمولی کمال عطا فرمایا تھا لیکن ساتھ ہی طبیعت میں نزاکت اور نفاست بھی بہت تھی چنانچہ جب ذرا طبیعت میں ادنیٰ تکدر ہوتا تو وعظ اور تقریر پر آمادگی ختم ہو جاتی تھی۔ (۱۳۹)

''قادیانیوں'' کے خلاف علامہ عثمانیؒ کا مذاکرہ:

فیروز پور میں جب قادیانیوں کے ساتھ علماء کا مناظرہ ختم ہوا تو اہلِ شہر نے رات کے وقت ایک بڑے جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ خیال یہ کیا جا رہا تھا کہ اس وقت فیروز پور میں اکابر علماء دیوبند جمع ہیں جن میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۱۴۰)، مولانا مرتضیٰ خانؒ (۱۴۱) اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ جیسے آفتاب و ماہتاب شامل ہیں، اس لیے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہلِ شہر کو ان سے مستفید کیا جائے، یوں یہ تمام علماء بھی علم و فضل میں آپ ایک خاص مقام رکھتے تھے لیکن جہاں تک خطابت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں سب کی نگاہیں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ذاتِ مبارکہ پر لگی ہوئی تھیں کیوں کہ ان کی تقریر عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی ہوتی تھی اور عام لوگ اس کا اثر زیادہ قبول کیا کرتے تھے، چنانچہ جلسہ کے پروگرام میں آپ کی تقریر کا بھی اعلان کرا دیا گیا۔ لیکن جب جلسہ کا وقت قریب آیا تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی، تقریر کے لیے انشراح باقی نہ رہا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تقریر سے معذرت کر لی۔ جلسہ گاہ میں اس وقت جتنے علمائے کرام موجود تھے، ان سب نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو آمادہ کرنا چاہا مگر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تقریر کے لیے آمادہ نہ ہوئے، اس بناء پر مولانا مرتضیٰ حسن خان چاند پوری، علامہ عثمانیؒ پر ناراض بھی ہوئے۔ (۱۴۲)

علامہ عثمانیؒ کی تقریر کی خاصیت یہ تھی کہ وہ از خود آمادگی تقریر ہوا کرتے تھے۔ قادیانیوں کے خلاف جلسہ عام میں بھی کچھ ایسا ہی واقعہ رونما ہوا۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے آخر کار ان کو جلسہ گاہ میں جانے پر رضا مند کر دیا اور جلسہ گاہ پہنچ گئے۔ جلسہ گاہ میں دوسرے علمائے کرام تقریر کرتے رہے یہاں تک کہ مجمع کا ذوق و شوق دیکھ کر علامہ عثمانیؒ کے دل میں خود بخود آمادگی تقریر

پیدا ہوگئی اور پھر خود ہی اسٹیج سیکریٹری سے کہا کہ "میں بھی کچھ اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں" اس کے بعد علامہ عثمانیؒ نے ڈیڑھ گھنٹہ تک کی تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر سن کر حاضرین مستفیض ہوئے اور آپ کی خطابت کے داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ (۱۴۳)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور "خطیب اعظم" کا مقام:

برِصغیر پاک و ہند میں یوں تو بے شمار علماء و مقررین گزرے، لیکن تاریخ کے صفحات نے جن چار ہستیوں کو خطابت میں ممتاز مقام پر فائز کیا، ان میں ایک نام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا بھی ہے۔ ان کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۴۴)، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (۱۴۵) اور مولانا سعید احمد دہلویؒ (۱۸۸۸ء۔۱۹۶۰ء) (۱۴۶) "سبحان الہند" کے نام سرِفہرست ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بلند پایہ کے خطیب تھے ایک مرتبہ نظام حیدرآباد دکن (۱۴۷) کے یہاں علامہ عثمانیؒ مدعو تھے اور وہاں پہ آپ کا خطاب بھی تھا، نظامِ دکن کے ماحول میں قدر تشیع کے اثرات زیادہ تھے۔ علامہ عثمانیؒ نے مناقب صحابہ پر خطاب فرمایا، آپ نے اپنے خطاب کے دوران فرمایا کہ حضرت بلالؓ کا اتنا بلند و بالا مقام تھا، خدا تعالیٰ و رسول کریم ﷺ کے یہاں اس قدر بلند مقام قریب پر فائز تھے کہ نواب نظام صاحب ان کی خاک پائے کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس پر نظام حیدرآباد دکن نے کھڑے ہو کر خوشی کا اظہار کیا اور کہا، واقعی حضرت بلالؓ (۱۴۸) اور دیگر صحابہ کرامؓ کی خاک پائے کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنانا میری سعادت اور میرے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔

خطاب کا وقت مقرر تھا، نواب دکن نے اس وقت میں مزید ایک گھنٹہ کا اضافہ کر دیا۔ علامہ عثمانیؒ کی ایک تقریر سے صحابہ کرامؓ کے حق میں ماحول اور فضا تبدیل ہوگئی۔ علامہ عثمانیؒ بحیثیت مدرس کے "برِصغیر میں دینی تعلیم کے لحاظ سے ممتاز ترین دارالعلوم دو تھے، ایک دارالعلوم دیوبند اور دوسرا جامعہ ڈابھیل (۱۴۹)۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے منقولات اور معقولات کی اہم کتابیں ۴۷ برس تک دیوبند اور ڈابھیل میں مسلسل پڑھاتے رہے۔ ہزاروں علمائے کرام نے آپ سے کسبِ علم حاصل کیا اور وقت کے مفسر اور محدث کے مقام پر فائز ہوئے اور اپنی تعلیمات سے انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ علامہ عثمانیؒ کو حدیث پر اتنا عبور حاصل تھا کہ ایک دفعہ بخاری شریف کی ایک حدیث پر آپ نے اٹھارہ (۱۸) روز تک درس دیا۔ اس کی خاص بات یہ تھی کہ بخاری کا یہ درس علامہ عثمانیؒ کی رہائش گاہ پر ہوا تھا۔ (۱۵۰)

علامہ عثمانیؒ کی حسنِ خطابت جوہر:

علامہ عثمانیؒ بڑے خوش بیاں مقرر تھے، جب آپ تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تو مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا اور ہر طرف آپ کے جلوے نظر آنے لگتے۔ آپ کا ایک ایک لفظ علم و عرفان کا سفینہ اور ایک ایک بات حقائق معارف کا دفینہ ہوا کرتی تھی۔ آپ کی جادو بیانی کا مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۵۱) بھی برملا اعتراف کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں قاری محمد کامل عثمانیؒ

دیوبندی کہتے ہیں:

”تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء-۱۹۲۴ء) (۱۵۲) کے زمانے میں الہ آباد (۱۵۳) کے مقام پر ایک جلسہ منعقد ہوا، اس جلسہ میں مولانا محمد علی جوہرؒ (۱۸۷۸ء-۱۹۳۱ء) (۱۵۴) اور مولانا ابوالکلام آزاد دونوں ہی شریک تھے۔ دونوں قریب ایک کرسیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ علامہ عثمانیؒ اپنی تقریر جاری رکھے ہوئے تھے کہ اچانک علامہ عثمانیؒ کی تقریر کے کسی حصے نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کو چونکا دیا اور اپنی طرف جذب کر لیا، گردن جھک گئی اور مولانا ابوالکلام آزادؒ ایسے محوِ تقریر ہوئے کہ علامہ عثمانیؒ کی تقریر ختم ہوگئی اور سر اسی طرح نیچے جھکا رہا، جب مولانا ابوالکلام آزادؒ کے کان آواز سے لطف اندوزی نہ کر سکے تو سر اٹھا کر دیکھا تو علامہ عثمانیؒ اپنی تقریر ختم کر کے بیٹھ چکے تھے۔ آپ کی تقریر کا بڑے سے بڑا انسان معترف تھا۔ (۱۵۵)

مدیر ”برہان“ دہلی کے مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، علامہ عثمانیؒ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تقریر کے وقت عقل کو کبھی جذبات سے مغلوب نہیں ہونے دیتے تھے، جو بات کہتے تھے ذمے داری کے پورے احساس کے ساتھ، ناپ تول کر کہتے تھے، تحریکِ خلافت کا زمانہ حد درجہ جذباتی اور اشتعال انگیزی کا زمانہ تھا، اس زمانے میں آپ نے کبھی بھی تقریراً یا تحریراً ایسی کوئی بات نہ کہی جو صرف جذبات کا نتیجہ ہو۔ (۱۵۶)

علامہ عثمانیؒ کی شوخیِ تحریر:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو قدرت نے خاص مقصد کے لیے پیدا فرمایا تھا اور آپ کے وجود زندگی میں ہر قسم کی خصوصیات پیدا کیں تھیں، آپ کی تحریر کی شوخی اور اس کے ادبی رنگ کا اندازہ ہم آپ کے ایک مضمون کے مندرجہ ذیل ٹکڑے سے کر سکتے ہیں جو آپ نے دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث کی تعمیر کے سلسلہ میں متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو متوجہ کرنے کے لیے لکھا اور یہی رنگ آپ کی کم و بیش ہر تحریر پیش کر رہی ہے۔ علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں:

”عشق و محبت کی بحث میں تم نے ”لیلیٰ مجنوں“ کے تذکرے پڑھے، ”شیریں و فرہاد“ کی داستانیں سنیں اور یہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ رات کے وقت جب شمع روشن ہوتی ہے تو ہزاروں پروانے اپنی چھوٹی چھوٹی ہستیوں کو کس اشتیاق اور بے تابی کے ساتھ شمع کی لَو پر نثار کرنے اور تن من کو جلا دیتے ہیں، لیکن تم کو کبھی ایسے پروانوں کو دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا جنہوں نے شمع کی آگ میں اپنے آپ کو اس لیے جلایا ہو کہ وہ جلنے سے بچ جائیں اور اس لیے فنا کیا ہو کہ وہ پھر کبھی فنا نہ ہوں۔ چمن میں خاموش پھولوں کے اردگرد سینکڑوں دفعہ بلبلوں کے چہچہے سنے ہوں گے پر ایسا ایک دفعہ بھی نہ سنا ہوگا کہ شاید گل تو خود چہچہا رہا ہو اور شور مچانے والی بلبلیں ساکت رہ کر اس کے ایک ایک لفظ کو چن رہی ہوں۔“ (۱۵۷)

ایک اور مرحلہ پر علامہ عثمانیؒ کی شوخیِ تحریر ملاحظہ ہو۔

”عرب کے خشک ریگستانوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں میں خدا کی قدرت دیکھ کہ ایک غنچہ میں چٹک ہوئی اور ایک ایسا پھول کھلا جس کی مست کر دینے والی مہک کے سامنے مشک و گلاب کی بھی حقیقت نہ رہی اور جب بلبلوں کے دماغوں میں

اس کی مدہوش کر دینے والی خوشبو پہنچی تو انہوں نے جمع ہو کر خوب شور مچانا شروع کیا۔ اس چمنستان نبوت کا وہ گل سرسبد گویا ہوا اور اپنے لحن طرب افزا سے سب کی زبانیں خاموش کر دیں، پھر کیا تھا بلبلیں اس کے لحن داؤدی سننے کے لیے گردنیں جھکا جھکا کر اور پر سمیٹ کر بیٹھ گئیں اور جو لفظ بھی اس کی زبان سے نکلا اس کو اٹھا لیا اور جو کلمہ بھی سنا اس کو فوراً دل کی تختی پر لکھ لیا۔ (۱۵۸)

یہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے شوخیِ تحریر اور ادبیات کے وہ شاہکار ہیں جو پورے شوکت و دبدبہ کے ساتھ حقائق کو حسین استعاروں میں پیش کر رہے ہیں، یہی رنگ آخر وقت تک آپ کی تحریروں میں موجود رہا۔ (۱۵۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ علم و عمل، زہد و تقویٰ، انکساری و تواضع اور جامعیت کے پیکر جمیل تھے، وہ دینی علوم میں ایک بحر ناپید اکنار تھے، تفسیر، حدیث اور فقہ پر آپ کو مکمل عبور اور دسترس حاصل تھا۔ اس طرح فروعی اور فقہی مسائل میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، تمام علمائے دیوبند میں ان کو امتیاز حاصل تھا کہ ان کو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۶۰) بانی دار العلوم کے علوم و معارف پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔ بقول علامہ سید سلیمان ندویؒ:

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد قاسمؒ کے مضامین کی تعبیر و تفہیم آسان پیرائے میں کیا کرتے تھے کہ وہ خود ہی دلنشین ہو جاتے تھے۔“ (۱۶۱)

مولانا ماہر القادریؒ کی نظر میں علامہ عثمانیؒ کا مقام:

مولانا ماہر القادریؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی حیاتِ زندگی کو مختصر طور پر قلمبند کرتے ہوئے علامہ عثمانیؒ کی تقریر و خطابت کے بارے میں یوں اپنے اظہارِ خیال کو بیان کیا۔

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اندازِ تقریر بے حد دلنشین اور اثر انگیز تھا، ”از دل خیزد بر دل ریزد“ کی کیفیت ان کی تقریر میں ہر سننے والے کو محسوس ہوتی۔ سادہ سادہ باتیں، بناوٹ تکلف اور آورد سے دُور، داد و ستائش حاصل کرنے کے لیے سامعین کے جذبات سے وہ نہ کھیلتے بلکہ شروع سے آخر تک تقریر میں وقار و متانت کا سلسلہ قائم رہتا۔ اکبر الہ آبادی کے اشعار نہایت سلیقے کے ساتھ استعمال فرماتے اور ان کی باریکیوں اور حکیمانہ نکتوں کی شرح بھی کرتے جاتے۔ علامہ عثمانیؒ کی تقریریں اگر منضبط کر لی جاتیں تو علم و ادب کا یہ بہت بڑا سرمایہ ہوتیں۔“ (۱۶۲)

علامہ عثمانیؒ کے ہم عصر رفقاء و علماء:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو غائبانہ یا حاضرانہ جن علماء و مشائخ سے ان کو علمی افکار کی ترجمانی یا شاگردی و عقیدت مندی کے سلسلے میں خصوصی نسبتیں حاصل تھیں، جن سے علامہ عثمانیؒ کا مقام علم و فضل واضح طور پر متعین ہو جاتا ہے لیکن جن معاصرین نے علامہ عثمانیؒ کی علمیت پر ان کی زندگی یا وفات کے بعد خراجِ تحسین پیش کیا، ان کا مختصر طور پر تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے، جس

سے علامہ عثمانیؒ کی شخصیت کے پہلو مزید زیادہ روشن ہوں گے۔ (۱۶۳)

امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ:

علامہ انور شاہ کشمیریؒ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔ (۱۶۴) آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے اور آپ کی ہستی علماء میں مسلّم تھی۔ آپ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (وفات ۱۹۲۰ء) (۱۶۵) کے معتمد علیہ میں سے تھے۔ خود علامہ عثمانیؒ "فتح الملہم" میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے متعلق معراج النبی علیہ السلام کے ماتحت لکھتے ہیں:

"شیخ علامہ تقی النقی کہ ان جیسی ہستی آنکھوں نے نہیں دیکھی اور نہ خود انہوں نے اپنی جیسی کوئی شخصیت دیکھی اور اگر آپ پہلے زمانہ میں ہوتے تو اہلِ علم کے طبقہ میں آپ کی بڑی شان ہوتی اور وہ ہمارے سردار مولانا انور شاہ کشمیریؒ دیوبندی ہیں، میں نے ان سے سورۂ نجم کی ابتدائی آیات کی تفسیر کے متعلق درخواست کی۔ (۱۶۶)

مولانا انور شاہ کشمیریؒ "شیخ الہند" کی وفات (۱۹۲۰ء) (۱۶۷) کے بعد اور پہلے "اسارت مالٹا" کے زمانہ سے ان کے درس بخاری و ترمذی پر تقریباً نو دس سال تک مسند نشین رہے ہیں جب کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دوسرے قائم مقام تھے، جنہوں نے شیخ الہند کی حیات میں ہی اور بعد ازاں مسلم شریف جیسی جلیل القدر کتاب کا جس کو بخاری کے بعد حدیث کی سب سے بڑی اور صحیح کتاب تسلیم کیا گیا ہے، درس دیتے رہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے دل میں علامہ عثمانیؒ کی جو علمی قدر و منزلت تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے تفسیر اور حدیث کے کتنے ہی مشکل اور دقیق مسائل کو ان سے ان کی لیاقت علمی، وضاحت تحریر و تقریر اور ملکہ افہام و تفہیم کے باعث لکھوانے کی فرمائش کرتے رہے اور یہی فرمائش مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۶۸) نے بھی کی تھی۔ علامہ عثمانیؒ سے رہی کہ وہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۸۳۲ء-۱۸۷۹ء) (۱۶۹) کے مضامین کی سلیس اور عام فہم انداز میں ترجمانی کریں اور نہ صرف یہ حضرات بلکہ دارالعلوم پر جب بھی کسی معاند اور معترض کے حملے ہوئے تو مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۱۷۰) مہتمم دارالعلوم دیوبند علامہ عثمانیؒ ہی کو جواب لکھنے اور دارالعلوم کی ترجمانی کرنے کے لیے فرمایا کرتے تھے اور علامہ عثمانیؒ اپنی خداداد صلاحیت اور قابلیت کے باعث ان امور سے بخوبی عہدہ برآں ہوتے تھے۔

علامہ عثمانیؒ سب ہی اکابر کے محب و محبوب تھے اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے دل میں علامہ عثمانیؒ کی جو قدر تھی اس کا اندازہ انور شاہ کشمیریؒ کی بعض تحریروں سے بھی بخوبی ہو جاتا ہے۔ علامہ عثمانیؒ کی "فتح الملہم" شرح مسلم پر ایک طویل تقریظ میں انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں۔

"علامہ عثمانیؒ عصر خود مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دیوبندی محدث و مفسر و متکلم ایک عصر اند۔" (۱۷۱)

اسی طرح سے مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے علامہ عثمانیؒ کے مایہ ناز متکلمانہ اور فلسفیانہ مقالے "خوارق عادات" کی تقریظ میں علامہ عثمانیؒ کے مقالہ کی جس طرز میں داد دی ہے، وہ علامہ عثمانیؒ کے علم و فضل پر مہر تصدیق ہے۔ (۱۷۲)

مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ:

مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ (۱۷۳) مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی ذات ستودہ صفات سے کون ہے جو واقف نہیں ہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ شیخ الہند کے ان جانثاروں اور مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے، جن پر تاریخ برصغیر پاک و ہند ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا تھا کہ ”مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ہماری جماعت میں ایک مجاہد شخصیت ہے۔“ مولانا حسین احمد مدنیؒ ۲۸ برس سے زائد عرصے تک دارالعلوم دیوبند میں مسند شیخ الہند کی نمائندگی علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بعد کرتے رہے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دونوں ایک مادر علمی ایک ہی شیخ کے رُوحانی فرزند ہیں۔ دونوں کی شخصیت پر دلالت مطابقی کی نسبت صادق آتی ہے۔ یعنی شبیر اور حسین، احمد اور احمد اب غور و فکر کا مقام ہے کہ ایک شبیر اور دوسرے حسین احمد ہوتے ہوئے ان میں کوئی فرق معلوم ہوتا ہے جس ہستی کا نام حسین تھا اس نام بھی شبیر تھا۔ (۱۷۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رحلت پر دارالعلوم دیوبند کے تعزیتی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے خیالات کو اس طرح کوزے میں بند کیا۔

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شخصیت بے مثال تھی۔ علم و فضل میں آپ کا پایہ بلند و ارفع تھا اور ہندوستان کے چیدہ علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ علامہ عثمانیؒ کے علم و فضل اور بلند پایہ شخصیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ علمی طور پر ان کی شخصیت مسلمہ کل تھی۔ تحریر و تقریر کا خداداد ملکہ علامہ عثمانیؒ کو خدا نے عنایت کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی ذات میں بے شمار خوبیاں قدرت نے رکھی تھیں۔ (۱۷۵)

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی نگاہ میں علامہ عثمانیؒ کا مقام بلند مرتبہ پر فائز تھا اور ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کی نگاہ میں علامہ عثمانیؒ کا علمی مقام اظہر من الشمس ہے۔ علامہ عثمانیؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ دونوں علم و آفتاب کے ستارے، شیخ الہند کی آنکھ کے تارے اور دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزند ہیں، جن پر نہ صرف دارالعلوم دیوبند بلکہ برصغیر کی تمام ملتِ اسلامیہ ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ دارالعلوم دیوبند ہمیشہ ان دونوں کی علمی و سیاسی خدمات جو انہوں نے مسلمانوں کے لیے سرانجام دیں، تاریخ ہمیشہ ان پر فخر کرتی رہے گی۔ دونوں علماء ہمیشہ ایک دوسرے کی قدر کیا کرتے اور ایک دوسرے کے علم و فضل کے قائل تھے۔ (۱۷۶)

”تجلیاتِ عثمانی“ کے مصنف پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی علامہ عثمانیؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

”وہ نفوس سعادت سے بہت دُور ہیں، جو ان میں باہمی آویزش کے نذر کرنے اور افتراق کی خلیج کو وسیع کرنے میں کوشاں رہے۔ رہا سیاسی نظریات و افکار کا اختلاف یہ علم و فضل اور دانش و عقل کے خلاف نہیں اختلاف نظر و فکر سے انسانی فطرت کو رونق نصیب ہوتی ہے یہ کسی دانا نے بتایا ہے کہ ایک گلشن علم کے دو خوبصورت پھولوں کو گلے کا ہار بنانے کی بجائے ان کی پتیوں کو

افتراق کی بادِ خزاں میں اڑا دیا جائے۔ ان دونوں مایہ ناز شخصیتوں کو قریب سے دیکھیے اور قریب لانے کی کوشش کیجیے اور علامہ عثمانیؒ کے پیغام کلکتہ (۱۹۴۵ء)(۱۷۷) اور خطبہ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ (۱۹۴۵ء)(۱۷۸) کی وہ عبارت پڑھیے جس میں علامہ عثمانیؒ نے مسلم لیگ کے حامیوں کو مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسی جلیل القدر شخصیتوں کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کی پرزور مذمت کی ہے اور اسی طرح قائداعظم محمد علی جناح کو مغلظات کہنے والے کانگریسیوں کی بھی قطعاً حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ (۱۷۹)

علامہ عثمانیؒ اور حدِ اعتدال کا نظریہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ (۱۹۰۶ء)(۱۸۰) اور آل انڈیا کانگریس (۱۸۸۵ء)(۱۸۱) کے معتقدین اور سیاستدانوں کو حدِ اعتدال اور دائرہ و تہذیب میں رہ کر کام کرنے کی طرف پورے خلوص اور حسنِ نیت سے توجہ دلائی۔ خطبہ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ (سن ۱۹۴۳ء) میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

”بعض مقامات پر جو ناشائستہ برتاؤ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ کیا گیا ہے، میں اس پر اظہار بیزاری کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی سیاسی رائے خواہ کیسی ہو ان کا علم و فضل بہرحال مسلم ہے اور اپنے نصب العین کے لیے ان کی عزیمت و ہمت اور انتھک جدوجہد کو جیسے کاہلوں کے لیے قابلِ عبرت ہے۔ اگر مولانا کو اب مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی وجہ سے میرے ایمان و یقین میں بھی خلل نظر آئے یا میرے اسلام میں شبہ ہو تو مجھے ان کے ایمان اور ان کی بزرگی میں کوئی شبہ نہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ فرمانا نہ صرف ان کی اپنی ذات کی اعلیٰ ترجمانی کرتا ہے بلکہ اپنے ہم عصر علماء کی عزت و توقیر کے مقام و مرتبہ کی اعلیٰ ترجمانی کرتا ہے۔ (۱۸۲)

مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن اشرفیؒ فرماتے ہیں:

شیخ العرب والعجم مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی بصیرت اور راہ گو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مزاج اور طبیعت کے مختلف تھی لیکن قدرت نے دونوں ممتاز شخصیات کو برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی و ملی بیداری کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ دونوں ایک دوسرے کے حدود کا احترام کرتے تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی بصیرت کے پورے شرح صدر سے قائل تھے۔ مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، علامہ عثمانیؒ کے متعلق اپنے خیالات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے علامہ زماں، محقق دوراں، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو دنیائے اسلام خصوصاً برصغیر کے لیے اسلام کا عظیم درخشاں ستارہ بنا کر پیدا فرمایا۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا موصوف کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، بے مثل تحریر، عجیب و غریب تبحر وغیرہ کے کمالات علمیہ سے ایسے نہیں کہ کوئی شخص منصف مزاج انہیں شامل کر سکے گا، جن

لوگوں کو علامہ عثمانیؒ سے کبھی بھی کسی قسم کے استفادہ کی نوبت آئی، وہ اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں۔" (۱۸۳)

مولانا عبیداللہ سندھیؒ:

مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ (۱۸۴) آپ کے والد کا نام رام سنگھ تھا (۱۸۵) آپ ابتدائی عمر میں ہی والد کے دست شفقت سے محروم ہو گئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں آپ کی والدہ کا نمایاں حصہ رہا۔ مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا محمود حسنؒ کے ساتھیوں میں سے تھے اور محمود حسنؒ کے ساتھ طویل عرصہ تک جلاوطن رہے۔ آپ کا شمار بھی علامہ عثمانیؒ کے معاصرین میں ہوتا ہے اور حسنِ اتفاق سے مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور علامہ عثمانیؒ کے استاد مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہی تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے علامہ عثمانیؒ کے مقالہ "الروح فی القرآن" (۱۹۲۷ء) (۱۸۶) کے بارے میں مکہ معظمہ کے قیام کے دوران بذریعہ ڈاک اپنے خیالات تحریر فرمائے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اس کتاب کا ایک ایک لفظ میرے لیے نہایت بصیرت افروز ثابت ہوا اور اس مشکل مسئلہ کو اس قدر آسان بیان کرنے کی داد جس قدر میرا دل دے رہا ہے، اس برصغیر میں انہیں ایسے بہت کم ملیں گے، میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی قوت بیانیہ کا مثل جانتا ہوں۔ (۱۸۷) مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے علامہ عثمانیؒ کے رسالہ پر ان کے انتہائے کمال کا اعتراف کر کے علامہ عثمانیؒ کی شخصیت اور ان کی ملی، سیاسی اور تحریری خدمات کو عوام الناس کے سامنے اجاگر کیا۔ (۱۸۸)

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ:

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ (۱۸۹) ان کے والد کا نام شیخ عنایت اللہ تھا (۱۹۰) آپ کا شمار بھی شیخ الہند کے مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے عظیم ترین تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہم عصر علماء میں بلند مقام پر فائز تھے اور اپنے عہد زمانہ کے زبردست فقیہ، فرشتہ سیرت اور مرنجان مرنج بزرگ تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات پر مدرسہ امینیہ کے تعزیتی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات حسرت آیات ایک سانحہ عظمیٰ اور واہیہ کبریٰ ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی وقت کے بڑے عالم، پاکباز محدث، مفسر اور خوش بیان مقرر تھے۔ ملتِ اسلامیہ خاص طور پر اہلِ برصغیر کے مسلمان ایک عظیم انسان سے محروم ہو گئے۔ (۱۹۱)

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ:

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ ارضِ "بہار" کے ایک عظیم فرزند، عالمِ دین اور علامہ شبلی نعمانیؒ کے مشہور شاگرد تھے۔ آپ بہار کے علاقے میں ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ (۱۹۲) آپ کے والد کا نام سید ابوالحسنؒ تھا (۱۹۳) آپ کا شمار مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں ہوتا ہے، آپ بحیثیت ایک بڑے عالم و محقق اور مورخ کے طور پر آسمان برصغیر کی سرزمین پر نمودار

ہوئے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہم عصر اور قریبی احباب میں سے تھے۔ آپ نے علامہ عثمانیؒ کی وفات پر ایک تفصیلی مضمون اپنے رسالہ ''معارف'' میں شائع کیا، جس میں علامہ عثمانیؒ کی خدمات اور شخصیات پر مولانا سید سلیمان ندویؒ نے زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ سیّد سلمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ ''شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ جیسے نادر روزگار، صاحبِ کمال صدیوں میں قدرت پیدا کرتی ہے۔ ان کے علمی کارنامے دنیا میں انشاء اللہ حیاتِ جاوداں پائیں گے۔ زبانِ خلق نے ان کو ''شیخ الاسلام'' کہہ کر پکارا جو اسلامی سلطنت میں ''قاضی القضاۃ'' کا لقب رہا ہے۔ شبیر احمد عثمانیؒ کے علمی کمال کا نمونہ ''تفسیر عثمانی اور فتح الملہم شرح مسلم'' میں ہیں۔ (۱۹۴)

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ:

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ تحریکِ پاکستان کے ان علماء کی صف میں شامل تھے کہ جنہوں نے قائداعظم، مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ آپ ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ (۱۹۵) آپ کے والد کا نام شیخ لطیف احمد عثمانیؒ تھا۔ (۱۹۶) آپ اپنے عہد زمانہ کے عظیم مداح، مفسر، فقیہ اور صادق کامل تھے۔ تحریکِ پاکستان کے نامور مجاہد تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہم عصر اور قریبی ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، خاص طور پر تحریکِ پاکستان کے حوالے سے آپ دونوں کی جدوجہد تاریخ پاکستان میں ہمیشہ سنہرے الفاظ میں تحریر کی جاتی رہیں گی۔ آپ تحریکِ پاکستان کے سیاسی معرکوں اور جلسوں میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہر محاذ پر برابر شریک رہے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کے بعد مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ہی کو یہ اعزاز سونپا گیا۔ آپ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند ہے، اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علم و کمال کے معترف رہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رحلت پر اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا:

''موت کے ظالم ہاتھوں نے ایک ایسی ہستی کو ہم سے جدا کر دیا ہے، جس سے ملک کے تمام مذہبی رہنما ہدایت حاصل کرتے رہے تھے۔ قوم ایک باعمل اور مذہبی پیشوا سے محروم ہوگئی ہے۔'' آپ ہماری جماعت مرکزی جمعیت الاسلام پاکستان کے صدر تھے۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ہم نے کلکتہ میں جمعیت العلمائے الاسلام کی بنیاد ڈالی۔ اس زمانے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سخت علیل تھے مگر اپنی بیماری کے باوجود علامہ نے اپنا پیغام ظہور احمد دیوبندی کے ہاتھ اجلاس میں پڑھنے کے لیے روانہ کیا، میں نے دیوبند جا کر آپ کو جمعیت کی صدارت کے لیے عرض کیا، آپ نے صدارت قبول فرمائی اور علامہ عثمانیؒ نے جمعیت العلمائے الاسلام کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے سلسلے میں مرکزی اور کلیدی کردار ادا کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں رسم پرچم کشائی بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے زیر ہاتھوں سرانجام پائی جب کہ ڈھاکہ میں پرچم کشائی کا فریضہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے سرانجام دیا اور یہ دونوں شخصیات تاریخ پاکستان میں ہمیشہ کے لیے اس اعزاز کے مستحق ٹھہرے کیوں کہ اب یہ اعزاز کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا ہے۔ (۱۹۷)

......حواشی وحوالہ جات، باب دوم، فصل اول......

(۱) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۵۰
(۲) رشک، عبدالقدیر/ یادوں کے چراغ، لاہور، تخلیقات، ۱۹۹۹ء، ص ۱۳۴
(۳) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۴۱
(۴) شیرکوٹی، انوارالحسن/ حیات عثمانی، ص ۹۲
(۵) ایضاً ص ۱۴۴
(۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۰۔۱۱
(۷) ایضاً
(۸) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۵
(۹) محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر/ رسول اکرم کی ازدواجی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۲ء، ص ۲۶؛
(۱۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۱
(۱۱) میاں محمد، سید/ علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۹
(۱۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۴۹
(۱۳) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد لاہور سے قیام پاکستان تک، فیصل آباد، دیدور اکیڈمی، ۱۹۹۰ء، ص ۴۵
(۱۴) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۵۰
(۱۵) عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۴۸۵
(۱۶) میاں محمد، سید/ علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۹
(۱۷) نفیس اکرام/ پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۱۴۷
(۱۸) خان، عبدالرحمن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۵۷
(۱۹) ورک، محسن/ بڑے لوگ کی آپ بیتیاں، ص ۳۲
(۲۰) فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۱۷۵
(۲۱) کی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۲۰۳
(۲۲) ماہنامہ القاسم، انڈیا، اگست، ۱۹۱۸ء، خط بنام علامہ عثمانی
(۲۳) ایضاً
(۲۴) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۳۰
(۲۵) عثمانی، شبیر احمد/ تفسیر عثمانی، ص ندارد
(۲۶) شیرکوٹی، انوارالحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۴۴
(۲۷) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۴۸
(۲۸) ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۵۰ء، ص ندارد
(۲۹) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۵۵

(۳۰) ایضاً

(۳۱) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ بزرگان دارالعلوم دیوبند، ص ۱۴۶

(۳۲) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان ص ۲۱۵

(۳۳) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۳

(۳۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۵۶

(۳۵) ایضاً

(۳۶) شیرکوٹی، انوارالحسن/ کمالات عثمانی، ص ندارد

(۳۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۹۱۔۹۸

(۳۸) اشتیاق اظہر، سید/ فخر العلماء کی حیات وخدمات، ص ۴۳

(۳۹) بابری، ابو ہشام/ دس اکابر علماء دیوبند کا تذکرہ، لاہور، ص ۲۴

(۴۰) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۷۱

(۴۱) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۷۵

(۴۲) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۲۲

(۴۳) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ حسین احمد مدنی، ص ۱۷۶

(۴۴) اعظمی، فضل الرحمٰن/ تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ملتان، ص ۱۲۹

(۴۵) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۷۷

(۴۶) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، ص ۳۲۶

(۴۷) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۵

(۴۸) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۱۲

☆ رضوی، سید محبوب، تاریخ دیوبند، دہلی، سن ندارد، ص ۷۸۔۱۷۷

☆ ندوی، سید سلیمان/ یاد رفتگاں، ص ۵۴۔۳۳۲

☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۶۲

☆ وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، کراچی، ادبی پریس، ۱۹۵۱ء، سن ندارد

☆ شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷

(۴۹) شیرکوٹی، انوارالحسن، پروفیسر/ حیات عثمانی، ص ۱۰۵

☆ قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۳۷

☆ وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۱۵

(۵۰) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۵۳

☆ علی گڑھ:۔

علی گڑھ ہندوستان کا ایک تاریخی اور علمی شہر ہے علی گڑھ کا نام آتے ہی فوراً سرسید احمد خاں کا تصور ذہن میں اجاگر ہوتا ہے۔ سرسید نے جن تعلیمی اداروں کی بنیاد رکھی تھی اس میں ایک علی گڑھ کالج بھی تھا جو شہر علی گڑھ میں قائم کیا گیا تھا اور آخر کار یہی کالج سرسید کی وفات ۱۸۹۸ء کے بعد ۱۹۲۱ء میں علی گڑھ یونیورسٹی بن گیا گویا سرسید اور علی گڑھ کا نام لازم وملزوم ہے جب بھی علی گڑھ کا تصور سامنے آتا ہے تو تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کی تاریخ ذہنوں میں چھا جاتی ہے اسی علی گڑھ تحریک نے قیام پاکستان میں مرکزی کردار ادا کیا۔

(۵۱) میاں شمس الدین، پروفیسر/ تحریک وتاریخ پاکستان، ص ۸۲

☆ ایس ایم شاہد/تعبیر پاکستان، لاہور، نیو بک پیلس، سن ندارد، ص ۲۹۲

☆ شیر کوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/حیات عثمانی، ص ۳۲۵

ندوۃ العلماء:

۱۸۹۴ء میں علماء کی ایک تنظیم قائم ہوئی جس کا نام ندوۃ العلماء رکھا گیا علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس کے قیام میں بڑی دلچسپی لی۔ ندوۃ العلماء کا نصاب تعلیم مشرقی اور مغربی علوم کا حسین امتزاج تھا خاص کر سائنسی علم کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ سید سلیمان ندویؒ نے اسی ندوۃ العلماء سے فراغت پائی۔

(۵۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/بیس علمائے حق، ص ۱۶

☆ محمد میاں، سید، مولانا/حیات شیخ الاسلام، ص ۳۷

☆ خان، عبدالرحمن، منشی/تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۵۸

☆ دیوبند ۱۸۶۶ء:

دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۸۶۶ء میں ہوا اور اس کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے اول شاگرد کا فخر مولانا محمود حسن دیوبندی کو حاصل ہوا۔ دارالعلوم دیوبند نے سینکڑوں نامور طالب علموں کو متعارف کرایا، جن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید حسین احمدؒ، مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ۔ ان علماء نے تحریک پاکستان اور متحدہ ہندوستان کے دفاع میں بھرپور طور پر حصہ لیا۔

(۵۳) ایس ایم، شاہد/تعبیر پاکستان، ص ۲۹۴

(۵۴) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۷

(۵۵) قاسم محمود، سید/انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، ص ۲۳۱

☆ ہاشمی، انوار/میزان تنقید، کراچی، کراچی بک سینٹر ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۳

☆ صدیقی، ادریس/اردو شاعری کا تنقیدی جائزہ، کراچی، شیخ سنز، ۱۹۸۵ء، ص ۵۵۷

(۵۶) عبدالرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۷۸۲

☆ شاہد، ایس ایم/تعبیر پاکستان، ص ۲۰۷

☆ مجاہد، شریف/قائداعظم، حیات و خدمات، ص ۵۸

☆ عبدالرسول، صاحبزادہ/پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۸۰

(۵۷) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۵۳

(۵۸) وسیم احمد سعید/ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۰

(۵۹) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۵۷

(۶۰) ایضاً

(۶۱) نعمانی، منظور/ماہنامہ الفرقان، ۱۳۶۹ھ، بحوالہ دارالعلوم دیوبند نمبر

(۶۲) ایس ایم شاہد/تعبیر پاکستان، ص ۲۹۶

(۶۳) قاسم محمود، سید/انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، ص ندارد

☆ سر محمد شفیع:

تحریک پاکستان کے ایک رہنما جن سے سائمن کمیشن ۱۹۲۸ء کے متعلق قائداعظم سے اختلافات ہو گئے تھے اور مسلم لیگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی تھی ایک کی قیادت سر محمد شفیع یعنی شفیع لیگ تھی جب کہ دوسرے کی قیادت قائداعظم کے پاس تھی جو جناح لیگ کہلائی۔

(۶۴) حقانی، مولانا عبدالقیوم، تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۵۶

(۶۵) ایضاً

(۶۶) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۵۷

(۶۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۴۹

(۶۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۶

(۶۹) ندوی، سید سلیمان، مولانا/ ماہنامہ المعارف، اعظم گڑھ، انڈیا، اپریل ۱۹۵۰ء، ص ندارد

(۷۰) بزمی، ابوسعید/ روزنامہ احسان، اشاعت خاص، ۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء

(۷۱) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، دہلی، سن ندارد، ص ۷۸ـ۱۷۷

(۷۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۸ـ۶۷

(۷۳) ایضاً

(۷۴) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷۸

(۷۵) مجذوب، عزیز الحسن، خواجہ/ اشرف السوانح، جلد اول، لاہور، سن ندارد، ص ۱۷ـ۴۵

(۷۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۶۳

(۷۷) زبیر احمد، ڈاکٹر/ ہندوستان کے علماء اور ان کے عربی تصانیف و تالیف، لاہور، ارمغان علمی، ۱۹۵۵ء، ص ۹۵

(۷۸) عزیز الرحمٰن، مفتی، مولانا/ تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۲۰۳

(۷۹) قادری، محمد طیب قاسمی/ مشاہیر دارالعلوم، ص ۵۵

(۸۰) شاہ، سید محمد ازہر/ دارالعلوم دیوبند، دیوبند، جنوری ۱۹۶۵ء، ص ۶۷ـ۶۶

(۸۱) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۹

(۸۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، فیصل آباد، ۱۹۶۷ء، ص ۳۸۶

(۸۳) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، ص ۱۳۷

(۸۴) علی، سید امیر/ روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۱۹۹۰ء، ص ۶۳۰

(۸۵) قدر آفاقی/ اسلامی اخلاق و تصوف، لاہور، ص ۲۸۰ـ۲۸۵

(۸۶) صدیقی، عبدالقیوم/ پاکستان اور دنیا، نیویارک، سلور برو کمپنی، ۱۹۵۱ء، ص ۲۰۵

(۸۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ۳۸۶

(۸۸) حقانی، مولانا عبدالقیوم، تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷۱

(۸۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۶۹

(۹۰) میاں شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۳۵

(۹۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کے سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

(۹۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷۵

(۹۳) خان، نصر اللہ عزیز/ شیخ السلام علامہ شبیر احمد عثمانی، روزنامہ اخبار تسنیم، لاہور، ۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ء

(۹۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ندارد

(۹۵) خان، ظفر علی/ آہ شیخ الاسلام مضمون، روزنامہ زمیندار، لاہور، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء

(۹۶) کفایت اللہ، مفتی/ روزنامہ الجمعیۃ، دہلی، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء

(۹۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۲۸

(۹۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۹

(۹۹) ندوی، سید سلیمان، مولانا/ ماہنامہ المعارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۵۰ء

(۱۰۰) سعید احمد، مولانا/ روزنامہ آزاد، دہلی، ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء

(۱۰۱) آبادی، عبدالماجد، اخبار صدق، دہلی، ۱۹۳۹ء
(۱۰۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷۸_۷۷
(۱۰۳) سعید احمد، مولانا/ روزنامہ آزاد، دہلی، ۲۳ دسمبر ۱۹۳۹ء
(۱۰۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، کراچی، عبداللہ اکیڈمی ۱۹۹۳ء، ص ۲۷
(۱۰۵) انجم، زاہد حسین/ مشاہیر تحریک پاکستان، ص ۳۵
(۱۰۶) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۰
(۱۰۷) ایضاً
(۱۰۸) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۰۷
(۱۰۹) نعیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۵
(۱۱۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۹۱
(۱۱۱) ہاشمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۱۳۴
(۱۱۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۱۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۱۱۴) صدیقی، ادریس/ جدید اردو شاعری کا تنقیدی جائزہ، ص ۱۸۷
(۱۱۵) سراج الاسلام/ تذکرے و تبصرے، ص ۲۶۰
(۱۱۶) ہاشمی، نسیم انوار/ میزان تنقید، کراچی، کراچی بک سینٹر ۲۰۰۳ء، ص ۲۰۹
(۱۱۷) حالی، خواجہ الطاف حسین/ حیات جاوید، دہلی، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۹ء، ص ۲۱۷
(۱۱۸) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، لاہور، ص ندارد
(۱۱۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۱۲
(۱۲۰) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، دہلی، ص ۷۸_۱۷۷
(۱۲۱) قاسمی، محمد طیب، مولانا/ مشاہیر دارالعلوم دیوبند، ص ۷۱
(۱۲۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۲
(۱۲۳) دریابادی، عبدالماجد، مولانا/ مقدمہ قرآن کریم، مطبوعہ بجنور، ۱۹۵۱ء، ص ندارد
(۱۲۴) قاسمی، محمد طیب، مولانا/ رسالہ دارالعلوم، مئی ۱۹۵۶ء، ص ندارد
(۱۲۵) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، ص ۲۶
(۱۲۶) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۷۰۱
(۱۲۷) ندوی، سید سلیمان، مولانا/ معارف ماہنامہ، اعظم گڑھ، ۱۹۵۰ء، ص ۲۱۹
(۱۲۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۳
(۱۲۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۸۱
(۱۳۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۱۰
(۱۳۱) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۵
(۱۳۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۶
(۱۳۳) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ندارد
(۱۳۴) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۵۵_۱۵۴

(۱۳۵) تھانوی، احتشام الحق، مولانا/ نقوش و تاثرات، ص ۵
(۱۳۶) قاسمی، محمد طیب، قاری/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۴۷
(۱۳۷) عزیز الرحمٰن، مفتی، مولانا/ تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ندارد
(۱۳۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۹
(۱۳۹) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۹۰
(۱۴۰) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دیوبند، ص ۱۵۳
(۱۴۱) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۲۶
(۱۴۲) لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا/ مفتی اعظم اور ردمرزائیت، ماہنامہ البلاغ، کراچی، دارالعلوم، سن ندارد
(۱۴۳) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۹۱
(۱۴۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۷۱۳
(۱۴۵) سنگھانوی، اعجاز احمد/ شاہ جی کے علمی و تقریری جواہر پارے، ص ۱۶
(۱۴۶) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۲
(۱۴۷) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۱۵
(۱۴۸) چراغ، محمد علی/ خلفائے راشدینؓ، لاہور، نذیر سنز، ۲۰۰۰ء، ص ۳۱
(۱۴۹) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۱
(۱۵۰) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۵۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۰۳
(۱۵۲) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۲۹
(۱۵۳) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۳
(۱۵۴) عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص ۷۸۳
(۱۵۵) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۲۸
(۱۵۶) اکبر آبادی، سعید، مولانا/ ماہنامہ برہان، دہلی، ۱۹۳۹ء، ص ندارد
(۱۵۷) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۰-۳۱
(۱۵۸) ماہنامہ القاسم، ماہ فروری ۱۹۱۷ء، ص ندارد، س ندارد
(۱۵۹) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۱
(۱۶۰) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد
(۱۶۱) ندوی، سید سلیمان، مولانا/ یادرفتگاں، کراچی، ۱۹۵۵ء، ص ندارد
(۱۶۲) ماہر القادری/ ماہنامہ فاران، کراچی، جنوری ۱۹۵۰ء، ص ندارد
(۱۶۳) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۱۹
(۱۶۴) باری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۱۲۹
(۱۶۵) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۶۵
(۱۶۶) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۶۷) اقبال حسن/ شیخ الہند محمود حسن دیوبندی، علی گڑھ، سن ندارد، ص ۱۵۳
(۱۶۸) عبدالقیوم، پروفیسر/ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان ہند، لاہور، جامعہ پنجاب، ۱۹۷۲ء، ص ۴۰۹-۱۰

(۱۶۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند، پچاس مثالی شخصیات، ص ۳۵
(۱۷۰) قاسمی، محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند، ص ۹۶
(۱۷۱) عثمانی، شبیر احمد/ فتح الملہم شرح مسلم، ص ۲
(۱۷۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۲۱
(۱۷۳) سنگھانوی، اعجاز احمد/ سوانح حیات مدنی، کراچی، ۱۹۷۳ء، ص ۲۱۵
(۱۷۴) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۲۲
(۱۷۵) مدنی، سید حسین احمد، مولانا/ اخبار الجمعیۃ، دہلی، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء
(۱۷۶) عثمانی، محمد تقی، مولانا/ شیخ الاسلام کے اوصاف کمالات، تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، القاسم اکیڈمی، ۲۰۰۶ء، ص ندارد
(۱۷۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۳۳
(۱۷۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خلبات ومکتوبات عثمانی، ص ۳۳
(۱۷۹) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ تجلیات عثمانی، ص ندارد
(۱۸۰) زبیری، بلال احمد/ جدوجہد پاکستان، کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۵ء، ص ۳۱
(۱۸۱) شاہین، رحیم بخش/ نقوش قائداعظم، لاہور، شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص ۹۸
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ علماء کا سیاسی وعلمی کردار، ص ۱۶۱
☆ خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۴۲
(۱۸۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ندارد
(۱۸۳) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۲_۲۲۳
(۱۸۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۸۷
☆ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۳۳
☆ محمد میاں، مولانا/ علمائے حق، مرادآباد، ۱۹۴۶ء، ص ۳۳
☆ محمد طفیل/ رسالہ نقوش (اشاعت خصوصی) جلد اول، لاہور، سن ندارد، ص ۲۱۱
☆ محمد سرور/ تعلیمات مولانا عبیداللہ سندھی، لاہور، سن ندارد، ص ۶
☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ بیس علماء حق، ص ندارد
(۱۸۵) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۰۲
(۱۸۶) محمود ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ندارد
(۱۸۷) سندھی، عبیداللہ/ صدائے ایمان، کراچی، مجلس علمی، سن ندارد
(۱۸۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ندارد
(۱۸۹) احمد رشید، حافظ/ مولانا کفایت اللہ، بیس بڑے مسلمان، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ندارد
(۱۹۰) قاسمی، محمد طیب، قاری/ مشاہیر دارالعلوم، ص ندارد
(۱۹۱) ندوی، سید محمد سلیمان، مولانا/ یادرفتگان، ص ندارد
(۱۹۲) ابدالی، محمد رضی، سید/ رہبران پاکستان، کراچی، ابدالی اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۵
(۱۹۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم کی پچاس مثالی شخصیت، ص ۱۵۴
(۱۹۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۱۲
(۱۹۵) محمد ازہر، سید، مولانا/ دارالعلوم دیوبند، ماہ فروری ۱۹۷۰ء، ص ۴۷
(۱۹۶) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، جلد اول، ص ۲۳۷
(۱۹۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۳۲

فصل دوم

علامہ عثمانیؒ کی تصنیفی وتالیفی خدمات، ایک جائزہ:

شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ گو کہ اولاد کی نعمت سے محروم رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی معنوی اولاد سے سرفراز فرمایا جسے تا قیامت موت نہیں چھین سکے گی اور اس سدا بہار پھول پر کبھی خزاں نہ آئے گی۔ اس میں سرفہرست آپ کی تحریر شدہ "تفسیر عثمانی" ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے ترجمہ قرآن کے بعد حواشی لکھنے شروع کیے، ابھی آپ کی کوششیں سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء تک ہی فوائد مکمل کر پائے تھے کہ آپ کے خالق حقیقی نے واپس بلا لیا اور اس نامکمل قرآن پاک کی تفسیر کو آپ کے عظیم شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تکمیل کے مراحل پر پہنچایا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بقیہ ۲۶ پاروں کے حواشی تحریر فرمائے جس کا افغانستان میں فارسی زبان میں ترجمہ وتفسیر ہے جس کو بغیر استاد کے پڑھنے کی اجازت ہے، اس کے بعد آپ نے بہ دوران قیام ڈابھیل بخاری شریف بھی مکمل اور تین جلدوں میں مسلم شریف کی مستند شرح فتح الملہم تحریر فرمائی، جسے پوری دنیا کے مسلمانوں نے پسند کی نگاہ سے دیکھا۔(۱)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تحریر کردہ علمی مقالات:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نہ صرف یہ کہ تقریر وخطابت اور سیاست کے مرد عظیم تھے بلکہ قدرت نے آپ کو تحریری خصوصیات سے بھی سرفراز کیا تھا، آپ نے اسلامیانِ ہند کی مذہبی وملی خدمات اور اصلاح معاشرہ کے لیے نہ صرف مقالات کو تحریر کیا بلکہ بعض اہم خطبات سے بھی عوام الناس کی رہنمائی کا فرض ادا کیا۔

الاسلام	مطبوعہ شوال ۱۳۲۸ھ بہ مطابق اپریل ۱۹۱۱ء	(۲)
العقل والنقل	مطبوعہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ بہ مطابق ۱۹۱۶ء	(۳)
الشہاب	مطبوعہ ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ بہ مطابق ستمبر ۱۹۲۳ء	(۴)
معارف القرآن	مطبوعہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ بہ مطابق ۱۹۱۶ء	

الدار الآخرہ	مطبوعہ ۱۸ ربیع الاثانی ۱۳۳۰ھ بمطابق ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء	(۵)
ہدیہ سنیہ	مطبوعہ شوال ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۸ء	(۶)
قرآن کریم میں تکرار	مطبوعہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ۔ بمطابق ۱۹۱۰ء	
تحقیق خطبہ جمعہ	مطبوعہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۱۴ء	(۷)
سیف ابن لطائف الحدیث	مطبوعہ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ بمطابق اپریل ۱۹۱۵ء	
تشریح واقعہ دیوبند	مطبوعہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۵ء	
حجاب شرعی	مطبوعہ ۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۲۷ء	(۸)
سجود الشمس	مطبوعہ ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۵ء	(۹)
خوارق عادات (معجزات)	مطبوعہ ۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۲۷ء	
الروح فی القرآن	مطبوعہ ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۴ء	(۱۰)
اعجاز القرآن		

معاصرین عثمانی تحریر فرماتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی برصغیر کی ان چند نامور ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی نمایاں علمی، ملی، سیاسی اور عظیم ودینی خدمات روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (۱۱)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی ذاتِ عالیہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علامہ عثمانی علمی وعملی کمالات کا مجموعہ، زہد وتقویٰ کی تصویر اور شرافت ودیانت کا نادر نمونہ تھے۔ آپ کی تفسیر عثمانی اور ''فتح الملہم'' علمی دنیا میں ہمیشہ اپنی روشنی کی کرنیں پھیلاتی رہیں گی۔ ہم یہاں پر علامہ شبیر احمد عثمانی کی چند تالیفات کا ذکر کریں گے، جوانہوں نے مختلف عنوانات کے تحت قلمبند کیں ہیں اور ہر عنوان گویا خود ایک تصنیف کا درجہ رکھتی ہے، ہم یہاں پر علامہ شبیر احمد عثمانی کے ان تصنیفی خدمات کا جائزہ لیں گے۔

اسلام کے بنیادی عقائد اور علامہ عثمانیؒ کے افکار ونظریات:

یوں تو اس عنوان کے تحت ہمارے اکابرین واسلاف سے لے کر آج تک ہر ایک نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ عوام کے اذہان کو دلچسپ انداز میں اس سے معمور کریں اور مخالفین کو رد کریں، مگر علامہ شبیر احمد عثمانی نے جس تحقیقی، علمی اور ادبی انداز میں بیان کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی ابتداء میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ مبارک عنوان جس کی بقدر مناسب تفصیل لکھنے پر آج میری خوش قسمتی اور سعادت نے مجھ کو آمادہ کیا ہے جس قدر اپنے تلفظ کی حیثیت سے چھوٹا، مختصر اور منفرد دکھائی دیتا ہے، اسی قدر اپنی معنوی وسعت کے اعتبار سے تفصیل طلب اور دقت خیز ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

اسلام کی تاریخ کا اس کی صداقت اس کے فوائد و اس کے برکات اور اس کی ترقی و تنزلی کی داستان بے حد پرنتائج اور دلچسپ ہونے کی وجہ سے اگرچہ اس قلیل وقت میں پوری نہیں ہوسکتی جو اس تحریر کے لکھنے میں، میں اپنے پاس سے صرف کرسکتا ہوں۔ میں جس حد تک اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں سمجھ سکا ہوں۔ اپنی قوم اور احباب کے روبرو اسلام کے اصولوں کی وضاحت کردوں تاکہ عوام الناس بنیادی عقائد اسلام کو بہتر انداز میں سمجھ سکے اور ساتھ ہی ہمارا یہ مجموعہ اسلام جس کے تحریر کرنے کی تحریک مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے پیدا کی تھی ان کے سامنے گناہ گار ہونے سے خود کو محفوظ کرسکوں۔

اسلام کے فیوض و برکات اور فیض رسانی پر اظہار خیال کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

''اسلام کی فیض رسانی ہر خاص و عام اور ہر عالم و جاہل کے واسطے ہے اور اس کے اسرار و فیوض عامہ کسی شخص پر ختم ہونے والے نہیں ہیں، وہ اسلام جس کے چشمہ سے قطرہ قطرہ آب حیات بن کر نکلا ہے۔ جس کے خزانے میں سے علم و معرفت کے لعل و جواہر تقسیم ہوتے رہے ہیں، جس کی عالمگیر روشنی سے دنیا کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا ہے، وہ اپنے اخیر زمانہ کے پیروؤں کو اپنی فیاضی سے محروم رکھے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ میری تقریر کا روشن عنوان خود میری رہنمائی و معاونت کرے گا بلکہ میری تقریر اور مضمون کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ (۱۲)

اسلام کے بنیادی اصول کا نظریہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے مضمون ''اسلام کے بنیادی عقائد'' میں اسلام کے اصول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اسلام کے یا اور کسی مذہب کے غیر متناہی فروع کا احاطہ کرنا اور ہر ایک جز کو دلائل یا قیاسات سے ثابت کر دکھانا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ فضول اور بے کار بھی ہے کیوں کہ جب ایک مذہب کے تمام اصول بروئے عقل والبنات تسلیم کرلیے گئے تو فروعات اور جزئیات کے ماننے میں انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے یہ امر لازمی ہے کہ ہر مذہب و ملت کی جانچ اس کے اصول اور کلیات ہی کی صداقت سے کی جائے گی اور اس کی حقانیت کی پڑتال کا یہی بہتر اور آسان ذریعہ قرار پائے گا۔ (۱۳)

چنانچہ ان اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول بلکہ اصل الاصول کہاں تک عقل صحیح اور فطرت کے زیر حمایت ہیں وہ انسان کی فلاح و بہبود کی کس حد تک کفالت کرسکتے ہیں دنیا کے دوسرے شاندار مذاہب سے ان کو کیا فوقیت اور امتیاز حاصل ہے۔ انہوں نے بندوں کے دلوں میں خدا کی کیسی قدر و منزلت قائم کرائی ہے اور پیغمبروں کا کس قسم کا احترام منوانے کی کوشش کی ہے اگر ہم نے اپنی تحقیق کو نیک نیتی سے کیا تو ہم اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیاب ہوجائیں گے تو یوں سمجھا جائے کہ ہم نے اپنی زندگی کا ایک بڑا بھاری فرض ادا کرلیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اسلام کے بنیادی عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کے برگ و بار اگرچہ بہت دُور تک پھیلے ہوئے ہیں مگر ان سب کی جڑ صرف ایک کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے، ان ہی درجوں میں تمام اسلامی معتقدات کا خلاصہ اور لب لباب نکل آتا ہے اور یہی حکم دراصل شریعت اسلام کا جوہر ایمان کا رُوح، راستی کا نشان، ہدایت کی زندہ تصویر اور علوم حقائق کا سرچشمہ ہے اور اس کلمہ واحد سے انسان کو دائمی راحت وسکون میسر آتا ہے۔ (۱۴)

اللہ کے وجود کی حقیقت:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے مضمون ''اسلام کے بنیادی عقائد'' کے حصے میں خدا کے وجود کی حقیقت پر اپنے گوہر علم کے موتی بکھیرے ہوئے فرماتے ہیں:

''خدا کے وجود کی تائید تمام ادیان و مذہب نے ایک زبان ہو کر کی ہے لیکن ساتھ ہی ملاحدہ جن کو دوسرے معنوں میں منکرین مذہب کہتے ہیں، وہ خدا کے وجود کے نفی پر بضد ہیں۔ یورپ میں مادہ پرستوں کی جو جماعت تیار ہوئی ہے اس نے آج کل مذہبی دنیا میں ایک عام ہلچل ڈال رکھی ہے اور نہایت بے باکی کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے کہ خدا کا وجود ہرگز کوئی واقعی وجود نہیں ہے بلکہ وہ بھی ان وہمی اشیاء میں سے ایک ہے جن کو انسانی تخیل نے قوانین طبعیہ سے مرعوب ہو کر اختدیم کر لیا تھا حقیقت تو یہ ہے کہ کائنات کے ہر ذرے میں خدا کا حکم ہوتا ہے اور بغیر خدا کی مرضی کے کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مادہ پرست خیالات پر بھی کافی طویل بحث کرتے ہوئے خدا کے وجود اور اس کی حقیقت کے حوالے سے اپنے خیالات کو واضح کیا ہے آپ کہتے ہیں کہ انسان کی اوّلین ذمے داری یہ ہونی چاہیے کہ وہ نہ صرف خدا کو پہچانے بلکہ خدا کی قدرت اور اس کے سارے نظام پر غور و فکر کرے۔ (۱۵)

توحید کا نظریہ و فلسفہ:

توحید کے عنوان سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ رقم طراز ہیں:

یہی وہ بحث ہے جس کے ضمن میں اسلام کے چمکتے ہوئے امتیازات ظاہر ہوتے ہیں یہی وہ مقام ہے جس میں آ کر تمام مذاہب کے قدم لغزش کیے گئے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دین برحق کے کارناموں کی آزمائش ہوتی ہے۔ علامہ عثمانیؒ توحید کے حوالے سے اپنے مضمون اسلام کے بنیادی عقائد میں تحریر کرتے ہیں، مذہب اسلام کی خصوصیات کو نہایت واضح طور پر ظاہر کیا جائے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جملہ مذاہب سے علیحدہ ہو کر محض عقلی حیثیت سے اس مسئلہ کو سمجھا جائے۔ (۱۶)

خدا کی حقانیت کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کے پیدا کرنے والے دو یا دو سے زائد خدا ہو جائیں

گے تو ہرگز کوئی چیز بھی وجود میں نہ آسکے گی اور یہ سارا قدرتی کارخانہ بالکل درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔ اسی بناء پر یہی کہنا پڑے گا کہ ہر ایک خدا پوری پوری خدائی کا مالک ہے۔ (۱۷)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ایک بہت ہی اہم خدمت ''تبلیغ اسلام'' ہے جس کا تعلق زبان سے ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کے جملہ بنی اسی موثر ترین ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خالق کائنات کا پیغام پہنچایا، پیغمبر اسلام ﷺ نے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اس خدمت کو امت کے سپرد کردیا، کیوں کہ آپ آخری نبی ﷺ تھے۔ تبلیغ اسلام قرآن کے حوالے سے ایسے ہی فرض ہے جیسے نماز، روزہ قرآن کریم میں تبلیغ کے حوالے سے حکمت موعظہ حسنہ اور جدال احسن کی تلقین کے ساتھ ہی پیغمبر اسلام ﷺ نے سامعین کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھنے کی تلقین کی۔ ایک کامیاب مبلغ وہی ہوتا ہے جو ہر سطح کے عوام کو متاثر کرسکے۔ اور ان کو پیغام حق پہنچا سکے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو قدرت نے یہ ملکہ خوب عطا کیا تھا۔ (۱۸)

نبوت و رسالت:

نبوت و رسالت کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اسلام کے بنیادی عقائد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

نبوت کا مطالعہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ نبوت کے سلسلے میں ہر زمانے میں بحث رہی ہے۔ نبوت پر بحث کرنے کے لیے طویل وقت درکار ہے لیکن اس وقت کا عشر عشیر بھی ہمارے پاس موجود نہیں ہے لیکن اس پر بھی ہم نے یہ کسی حال میں مناسب نہیں سمجھا کہ اسلام کے اتنے بڑے رکن اعظم کو بالکل نظر انداز کردیا جائے۔

نبوت کا عقدہ حل ہونے سے پہلے ہر انسان پر یہ فرض ہے کہ وہ اسباب اطاعت پر غور کرے یعنی یہ کہ آدمی کی اطاعت دوسرے پر کن حالتوں میں اور کن وجوہات سے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اس بارے میں جہاں تک تامل سے کام لیا گیا، کل تین سبب اس کے متعین ہوئے۔

(۱) جلب منفعت

(۲) دفع مضرت

(۳) عشق و محبت

چنانچہ نوکر اپنے آقا کی اطاعت ملازمت کی اُمید پر کرتا ہے اور رعیت اپنے حاکم کے اندیشہ تکالیف سے اور عاشق اپنے محبوب کی بہ تقاضا محبت کرتا ہے اور اطاعت کی کوئی ایک فرد بھی ایسی نظر نہیں آتی جو ان تینوں وجوہات سے خالی ہو اب اگر یہ تینوں سبب فرض کریں کسی ایک ہی شخص میں جمع ہوجائیں تو فطرت انسانی یقیناً اس کی خدمت و اطاعت کو فرض عین قرار دے گی۔ (۱۹)

یہ عین حکمت و رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مختلف تخم ہائے اخلاق کی (جو ازل سے قلوب، بنی آدم کی زمینوں میں ڈال

دیے گئے ہیں) تربیت ونشوونما کے واسطے اپنی رحمت کے بادل بھیجے اور بادلوں کے برسنے سے جس زمین میں جیسا کچھ اچھا یا بُرا بیج بویا گیا ہے، اس کو ترقی ونشوونما حاصل ہو وہ ابرہا کے رحمت جیسا کہ حضرت بلالؓ (۵۷۹ء۔۶۳۹ء) (۲۰) اور حضرت سلمان فارسیؓ (۳۶ھ/۶۵۶ء) (۲۱) کے کھیتوں کو سرسبز و شاداب کریں ایسے ہی ابوجہل (۵۵۳ء۔۶۲۳ء) (۲۲) وغیرہ کے دلوں میں جو کفر وشقاوت کا بیج بکھیرا گیا ہے، اس میں بھی جان تازہ ڈال دیں ان ہی سحابائے معارف کو انبیاء کہا جاتا ہے ان کے اثر کو تقویت پہنچانے والوں کا نام ملائکہ ہے اور ان کی تدابیر کی رہزنی کرنے والوں کو شیاطین کا لقب دیا جاتا ہے۔ (۲۳)

مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بڑی اہم اور مدلل تحریر ہے جس کا مطالعہ ہر صاحب علم و دانش مسلمان کے لیے از بس ضروری ہے۔

ملائکہ اور شیاطین کے درمیان فرق:

ملائکہ اور شیاطین کے حوالے سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

خدا کی وہ مخلوق جس میں ہمیشہ امور خیر اور نیکی ہی کی طرف توجہ پائی جائے اور ان کا طبعی اقتضا اطاعت ہی ہو اور ان کی صرف یہی شان ہو کہ:

"لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ"

اسی مخلوق کو ہم ملائکہ اور فرشتوں سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کے مقابلے میں وہ گروہ جس کی طبیعت میں معصیت ہی معصیت رکھی ہو اور اطاعت وعبادت سے اس کا پیمانہ بالکل خالی ہو اور اس کی حالت محض "وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا" ہی سے ادا کی جاسکتی ہو ایسے گروہ کو ہم شیاطین کا لقب دیتے ہیں۔ (۲۴)

آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک بہت بڑا واقعہ معراج ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان کی اکثریت معراج نبوی ﷺ کی قائل ہے مگر بعض مسلمان حضور ﷺ کے جسمانی معراج کے قائل نہیں ہیں چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے معراج کی عقلی دلائل سے معراج کی حقیقت کو ثابت کیا جس کی بنیاد پر معترضین کی نفی ہوتی ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے علمی دلائل اور قرآن وحدیث کی روشنی میں معراج کی حقیقت کو ثابت کیا جس سے آپ کی علمی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ (۲۵)

نبی کی علامات:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تصنیف "اسلام کے بنیادی عقائد" کے حصے میں نبی کی علامات کے ضمن میں اپنے خیالات کی

وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کسی شخص کو رسول برحق ماننا کن شرائط پر موقوف ہے، آیا جو کوئی بھی دعوۂ نبوت زبان سے کرنے لگے یا جو کوئی بھی دنیا کو چند عجیب و غریب تماشا دکھلا دے یا جو کوئی بھی دو چار ہزار مرید جمع کرے اسی کو ہم نبی یا پیغمبر مان لیں یا نبوت کے واسطے کوئی معیار ایسا تجویز کیا گیا ہے جس کے ذریعے سے ماہر طبیبوں کو، اشتہاری حکیموں سے جدا کہا جا سکے۔ رہبر اور رہزن کے پہچاننے میں دھوکہ نہ لگے اور محافظوں کی جماعت پر لٹیروں کا اشتباہ نہ ہو۔ (۲۶)

نبی کی علامات کا غور و فکر کے ذریعے پتہ چلانے سے جب یہ معلوم ہوا کہ انبیائے کرام خدا کے معتمد، اس کے وکیل، اس کے رازدار اور اس کے نائب ہیں تو ان کی ذات میں ایسے پاکیزہ اوصاف اور حقیقی خوبیاں مجتمع ہونی چاہیے جو ایک ایسے باخبر شہنشاہ اعظم کو قرب حاصل کرنے کے لیے درکار ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ زمانے کے سوچ پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے زمان کے بعض عقلاً کو معجزات کے ممکن الوقوع ہونے سے انکار ہے اور طرفہ تماشہ یہ کہ وقوع کی صورت میں وہ ان کے نزدیک دلیل نبوت بھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان کو اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے اور لاٹھی کے سانپ بن جانے میں کیا تعلق پایا جاتا ہے جو ایک دوسرے پر استدلال ہو سکے۔ (۲۷)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریری عبارت اور الفاظ میں فصاحت، بلاغت، جامعیت اور چستی پائی جاتی ہے۔ آپ کی تحریروں میں علمیت کا پہلو نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ (۲۸) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ کمال ہے کہ آپ نے شیخ الہندؒ کے کام کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علمی اور سیاسی میدان کے علاوہ تصنیفی شعبے میں آپ نے قرآن کریم کے حواشی کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اہل اسلام اور مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ دین کے بنیادی ماخذ پر کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن و سنت اور رسول اللہ ﷺ ہی وہ مستحکم بنیادیں ہیں جن پر دین اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ (۲۹)

حضرت محمد ﷺ کی رسالت و نبوت:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نبی کی علامات اور خصائص کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ رسالت کے مان لینے کے بعد حضور ﷺ کی رسالت کا ثبوت بالکل آسان ہو جاتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے بے شمار علمی و عملی کارنامے اس وقت بھی دنیا کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہیں اور نہ ہی ابتداء سے لے کر آخر تک کے انبیاء علیہ السلام کے معجزات آپ ﷺ کے معجزات اور رحمتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کے فہم و اخلاق کا موافق اور مخالف کو اعتراف کرنا پڑا ہے اور دنیا کے ہر کونے میں آپ ﷺ کی صداقت کا سکہ بیٹھ گیا ہے۔ اور آج چودہ سو سال کے بعد بھی دنیا کے ہر خطہ میں آپ ﷺ کا آفتاب فیض اپنی کرنوں سے انسانیت کے قلوب کو روشن کر رہا ہے۔

جب ایک غیر متعصب اور عقل مند آدمی آپ کے احوال کا انبیاء سابقین کے احوال سے اور آپ ﷺ کی تعلیم کا ان کی تعلیم سے

اور آپ کی قوت و ہمت کا ان کی قوت و ہمت سے مقابلہ کرے گا تو یہی اس کے لیے ضروری ہوگا کہ آپ کی محض صداقت کا نہیں بلکہ رسالت کا اور رسالت کا نہیں بلکہ ختم رسالت کا زبان و دل سے اقرار کرے۔ (۳۰)

اسلام اور علم وفن:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مذہب اسلام اور اس کے علم وفن پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد جو علوم وفنون دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں پھیلا اور تمدن کے شعبوں کو ترقی ہوئی اس کا بھی غیروں نے اعتراف کیا ہے۔ لیکن بعض اسلام دشمن طاقتیں اور اسلام اور مسلمانوں کو علم وتمدن کا دشمن تصور کرتے ہیں جو کہ حقیقت کے برخلاف ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانوں کی ترقی علوم وفنون کے متعلق انسائیکلو پیڈیا کے حوالے سے فرماتے ہیں:

۱۳۲ھ - ۷۴۹ء (۳۱) میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم وادب وفنون وحکمت کا ظہور ہوا اور المنصور ۱۳۶ھ - ۷۵۴ء (۳۲) کے ایام حکمرانی سے ہارون الرشید ۷۸۶ء (۳۳) تک بڑی فیاضی سے اس کی تربیت ہوئی، بہت سے ممالک سے اہل علم طلب کیے گئے، اہلِ یونان وشام وایران قدیم کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئیں۔ خلیفہ مامون الرشید (۷۸۶ھ-۸۳۳ء) (۳۴) نے سلطان روم کو ساڑھے بارہ من سونا دے کر فلسفہ علم حاصل کرنے کی زر خطیر رقم خرچ کی تاریخ میں اس قسم کی مثال نہیں ملتی۔ (۳۵)

عربوں کی ملک گیری میں ایک خاص بات ہے جو ان کے بعد کے ملک گیروں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ دیگر اقوام نے بھی مثل بربریوں کو جنہوں نے روم کے ملک کو فتح کیا یا ترکوں وغیرہ نے ملک گیری کی ہے لیکن انہوں نے کبھی کوئی تمدن نہیں قائم کیا اور ان کی ساری ہمت اسی طرف مصروف رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہوا اقوام مفتوحہ کے مال سے فائدہ اٹھائیں برخلاف اس کے عربوں نے قلیل مدت میں ایک جدید تمدن کی شاندار عمارت کھڑی کر دی۔ (۳۶)

اسلام اور اس کے معجزات:

خوارق عادات پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقریظ ہے، اس خوارق عادات میں اسلام اور معجزات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جو وضاحت بیان کی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ بڑے آسان اور دلنشین انداز میں عوام الناس کے لیے معجزات کی حقیقت کی وضاحت فرمائی آپ لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ شانہ کا جو فعل عام سنن طبعیہ کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہو، وہ اس کی عام سنت اور عادت کہلاتی ہے اور جو اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہو وہ خرقِ عادت ہے اور یہی خرق عادت جب کسی شخص کے دعویٰ نبوت کے بعد اس سے یا اس کے کہنے کے موافق صادر ہو یہ معجزہ ہے کہ جو من جانب اللہ اس کے دعویٰ کی فعلی تصدیق

ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ بڑی اہم تحریر فرمائی ہے جس میں معجزات کی حقیقت واہمیت واضح کی گئی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اپنے اس مضمون میں فرماتے ہیں:

خوارق کا وجود: قوانین فطرت کا دشمن نہیں:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ موجودہ سائنس کی ساری عمارت کی بنیاد یہ ہے کہ فطرت یکساں اور باقاعدہ کام کرتی ہے۔

معجزہ قوانین فطرت کی حمایت کرتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس حوالے سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی احمق کائنات کی پراسرار ہستی میں نہایت محکم اور مرتب قوانین فطرت کی موجودگی سے انکار کرے تو معجزہ اسی وقت اس کی تائید کرنے کے اس کو رد کرنے کی کوشش کرے گا کیوں کہ معجزہ اسی وقت معجزہ کہلایا جاسکتا ہے جب کہ دنیا میں تکوین کا کوئی ضابطہ اور قانون موجود ہو اور پھر وہ معجزہ اپنے کو اس ضابطہ اور قانون سے اعلیٰ ترین ثابت کرے۔ (۳۷)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ انسان کو عالم بالا کی چمک دکھاتا ہے۔ معجزات کا بڑا مقصد یہ ہے کہ اس مزاج اور رُوح کے خلاف ہم کو آگاہ کریں جو ان چمکاروں کو بے اعتبار سمجھتی اور ان کا انکار کرتی اور ادنیٰ طبقہ ہی میں زندگی بسر کرنا پسند کرتی ہے۔ انسان جانداروں، درختوں، پھولوں کی تصویر کھینچ لیتا ہے مگر مچھلی کی آنکھ، مکھی کا پر، مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ تمام عالم مل کر بھی نہیں بنا سکتا، لاکھوں مسیحے، کروڑوں بیل بوٹے، دنیا کے صناع بناتے ہیں مگر مچھر کا ایک پر بنانے سے بالکل عاجز ہیں چنانچہ ثابت ہوا کہ یہ سب خدائی فعل ہے اور جب ایسا فعل بدون توسط ان اسباب کے جو اس کی تکوین کے لیے متعارف ہیں کسی مدعی نبوت کے ہاتھوں پر ظاہر ہو اس کا نام معجزہ ہو جاتا ہے۔ (۳۸)

معجزہ موسیٰؑ اور علامہ عثمانیؒ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے حوالے سے کہتے ہیں:

جب حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں کے درمیان مقابلہ ہوا تو ایک موقع پر حضرت موسیٰؑ نہ صرف ڈر گئے بلکہ ان پر خوف طاری ہو گیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی مدد کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے موسیٰ ڈرو مت، تم ہی سربلند ہو کر رہو گے۔''

غرض کہ معجزہ درحقیقت خدا کی طرف سے نبوت کی فعلی تصدیق ہوتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے معجزات کے ضمن میں کافی دلائل اور ٹھوس بنیادوں پر اس کی وضاحت فرمائی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہے اور وہی اس کار منصب کا مالک و مختار ہوتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے طرز استدلال ترتیب مضمون، عبارت کا ادبی شکوہ اور شوکت ہے۔ جس سے ان کے دماغ کی صفائی کا

پتہ چلتا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا علم حدیث، علم اصول فقہ، علم عقائد، علم نحو، علم معانی، علم ادب، علم لغت، پر عبور کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۶۷ء) (۳۹)، کہتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تفسیر کا مدار اہل سنت والجماعت کے مسلک پر رکھا ہے۔ آپ حضرت عیسیٰؑ کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو کتنی محنت اٹھانی پڑی اور کتنی کتابوں سے استفادہ کرنا پڑا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سیر حاصل بحث کر کے ہر چیز کو ثابت کر دیا جس سے ان کی علمی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (۴۰)

اعجاز القرآن:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ برصغیر پاک و ہند کی ان چند نامور ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی ملی، علمی، سیاسی اور عظیم دینی خدمات روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دین علوم پر گہری دسترس رکھتے تھے اور قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ عقلی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، اعجاز القران جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نام اور موضوع کے اعتبار سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بہترین تصنیفات میں شمار کی جاتی ہے۔ (۴۱) اس میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

اسلام کے عام اصول وقواعد کی تحقیق اور قرآن کی حکیمانہ تعلیم اور اس کی عظمت شان ظاہر کرنے والی حقائق زیادہ سے زیادہ واضح، معقول اور دل نشین پیرایہ میں بیان کی جائیں۔ (۴۲)

ایک اور مقام پر علامہ عثمانیؒ بڑے دل نشین اور آسانی سے سمجھا دینے والے انداز میں رقم طراز ہیں۔

”جو لوگ خدا کے یہاں وجیہ ہیں، اپنی جان، اپنی آبرو ہتھیلی پر رکھ کر خدا کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور خدا ہی ان سے یہ دعویٰ کراتا ہے کہ آج تمہاری سب کی نجات میرے اتباع میں منحصر ہے، ضرورت ہے کہ ان کی وجہ سے عام عادت سے بالاتر کارنامے خدا کی قدرت کے ظاہر ہوں جو کہ تمام دنیا کو اپنی نظیر پیش کرنے سے تھکا دیں اور تمام مخلوق کو عاجز کر دیں، یہی معنی جس معجزہ کے یاد رکھے کہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے، اس کو نبی کا فعل سمجھنا سخت غلطی کے مترادف ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے تحریر اعجاز القرآن میں معجزہ خدا کے ضمن میں فرماتے ہیں:

معجزہ قانون عادت عامہ کے خلاف اور عادت خاصہ کے موافق اللہ کا ایک فعل ہے جو کہ تمام مخلوق کو تھکا دینے اور عاجز کر دینے والا ہوتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ سچے مدعی نبوت کا وہ مرتبہ تمام جہاں پر واضح کر دے جو کہ اس کے یہاں اس کو حاصل ہے، مثال کے طور پر ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ جو عادت برتے گا وہی کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہیں کرے گا، کیوں کہ تعلقات کی نوعیت دونوں کی حیثیت سے مختلف ہوگی اور یہی دراصل معجزہ کی حقیقت ہے۔ (۴۳)

وحی کی ضرورت اور علامہ عثمانیؒ:

وحی کی ضرورت سے انکار کرنے والوں کے بارے میں علامہ عثمانیؒ رقم طراز ہیں کہ ان کی مثال ایسی ہے کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو بھوک پیاس جیسے فطری اور طبعی امور بھی اس سے کنارہ کر لیتے ہیں، ٹھیک اسی طرح وہ ملاحدہ جو کہ دنیا کی زندگی

اور لذت میں محو ہو چکے ہیں شاید ان کو معرفتِ الٰہی کی بھوک اور رُوحانی پیاس نہیں رہتی ہے اور اسی لیے ایسے رُوحانی بیماروں کا وجود کسی خاص زمانہ یا مکان میں ایسی وبا کی کثرت ہمارے فطری ہونے کے دعویٰ کو مخدوش نہیں کر سکتی۔

"اعجاز القرآن" دراصل علامہ عثمانیؒ کے وہ تحریری مقالات ہیں جو علامہ عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں اپنے طلباء کے سامنے بیان کی تھیں۔ آپ طلباء کو مناظرے اور تقریروں کے لیے تیار کرنے کے لیے ایسے عنوانات پر تقریریں کیا کرتے تھے جو اسلام کے اہم اور نازک مسائل سمجھے جاتے ہیں ان ہی مسائل میں یہ بھی مسئلہ نہایت اہم ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام کیونکر ہے۔ علامہ عثمانیؒ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم خدا کا ہی کلام ہے۔ (۴۴)

اعجاز القرآن کے آخر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بطور چیلنج تمام قرآن کے منکرین و ملحدین سے کہتے ہیں کہ "سورۂ عصر، سورۂ کوثر، سورۂ اخلاص تین چھوٹی سورتیں پیش کرنے کا تمام مذاہب کو دعوت دیتا ہوں کہ ان سورتوں میں سے کسی ایک کے مقابلہ میں کوئی ایک پرانا یا نیا کلام سب مل کر لے آئیں۔ مختصر یہ کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ نابغہ روزگار تصنیف ہے جس کا ہر انسان کو مطالعہ کر کے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ (۴۵)

الروح فی القرآن:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تحریر کردہ یہ مقالہ جو آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (۴۶) ضلع سورت (۴۷) میں شعبان ۱۳۵۰ھ بہ مطابق ۱۹۳۲ء میں تحریر کیا تھا۔ آپ نے اس رسالہ میں رُوح کیا ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور قرآن پاک کا اس سلسلے میں موقف کیا ہے؟ اس رُوح کے نکتہ نظر کی قرآنی آیات کی روشنی میں تصنیفی طور پر وضاحت پیش کی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اتنے مشکل اور اہم موضوع کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بڑے آسان، سہل اور دلنشین انداز میں بیان فرمایا ہے۔

اس ضمن میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک حوالے سے فرماتے ہیں: "موضح القرآن میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے آزمانے کو یہود نے پوچھا سو اللہ تعالیٰ نے (کھول کر) نہ بتایا کیوں کہ ان کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا آگے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باریک باتیں نہیں کیں اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی وہ جی اٹھا۔ جب نکل گئی وہ مر گیا۔" (۴۸)

ایک اور مقام پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ رقم طراز ہیں:

"ہر چیز میں جو "من" کی مخاطب ہوتی رُوح حیات پائی جائے بے شک میں یہی سمجھتا ہوں کہ مخلوق کی ہر نوع کو اس کی استعداد کے موافق قوی یا ضعیف زندگی ملی ہے، یعنی جس کام کے لیے وہ چیز پیدا کی گئی ڈھانچہ تیار کر کے اس کو حکم دیتا "کن" (اس کام میں لگ جا) بس یہی اس کی رُوح حیات ہے جب تک اور جس حد تک یہ غرض ایجاد کو پورا کرے گی اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی اور جس قدر اس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی اسی قدر موت سے نزدیک یا مُردہ کہلائے گی۔

مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ بڑی اہم اور مشکل مسئلہ پر بڑی اہم اور محققانہ تحریر و کاوش ہے اور

بہت سے شکوک وشبہات کا مثبت جواب ہے۔ (۴۹)

المعراج فی القرآن:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے اس مختصر رسالے میں دلائل عقلی ونقلی سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو حالت بیداری میں بجسدہ الشریف معراج کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی معراج کے حوالے سے علامہ عثمانیؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”زمین یا سورج چوبیس (۲۴) گھنٹے میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں، روشنی کی ایک شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے، بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے اور اس سرعت سیر وسفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو ہرگاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی، جس خدا نے یہ چیزیں پیدا کیں وہ قادر مطلق اپنے حبیبؐ کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت وآسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا۔ (۵۰)

مختصر یہ کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ بڑی اہم اور محققانہ تحریر ہے اور اس کی روشنی میں بہت سے شکوک وشبہات جو انسانی ذہن میں پیدا ہوتے ہیں ان کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ اسی رسالے کے ذریعے سے علامہ عثمانیؒ نے شکوک وشبہات کو دُور کرنے کے لیے مثبت اور محققانہ اندازِ تحریر سے واضح جواب دے دیا ہے۔

العقل والنقل:

”العقل والنقل“ رسالہ کو زمانے کے ماحول اور حالات نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے تحریر کرایا۔

تہذیب الاخلاق (۱۲۸۳ھ۔۱۸۶۷ء) (۵۱) جو کہ سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) (۵۲) نے مسلمانانِ ہند کی اصلاح وتربیت کے لیے نکالا تھا۔ علی گڑھ (۵۳) سے شائع ہونے والا سرسید کا یہ پرچہ ہندوستان میں جس قسم کے عقلی اور فلسفی مضامین کے ذریعے اسلام کے صاف اور سچے معجزات وغیرہ کے خلاف خطرناک نوعیت کے منفی پروپیگنڈے اور جراثیم پھیلا رہے تھے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اسلامیانِ ہند کی رہنمائی اور اصلاح سازی کے لیے العقل والنقل کو لکھ کر اثباتی رنگ میں یہ ثابت کیا ہے کہ عقل صحیح اور نقل صحیح میں کبھی مخالف نہیں ہو سکتی۔ (۵۴)

اس مختصر رسالے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے عقل اور مذہب کے درمیان باہمی تعلق کے نازک مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے، یوں تو علمائے کرام کے قدیم طبقہ میں سے متکلمین نے ہمیشہ یونانیوں فلسفیوں کو جو اسلام پر حملہ آور ہوتے آڑے ہاتھوں لیا اور ان کے باطل توہمات کی قلعی کھول دی لیکن جب ملاحدہ نے علومِ جدیدہ کے ذریعے ابطال مذاہب کی کوشش کی تو علمائے ربانیین نے یہ ثابت کیا کہ علوم جدیدہ اسلام کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ علامہ عثمانیؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”فرض کرلو عناصر کی تعداد (٦٧) سے بھی کچھ زیادہ ہے اور یہ بھی تسلیم کرلو کہ زمین ساکن نہیں متحرک ہے، یہ بھی مان لو کہ

کواکب سیارہ سات میں منحصر نہیں مگر کیا اس سے توحید کے ثبوت میں کچھ خلل آیا یا نبوت کا دعویٰ باطل ہوگیا کسی آیت قرآنی کی مخالفت ہوئی یا حدیث رسول اللہ ﷺ کا انکار کیا گیا جب ان میں سے کچھ بھی نہیں تو اب یہ دیکھو کہ علوم جدیدہ نے اسلامی مسائل کے متعلق ردا یا قبولاً کسی چیز کی زیادتی کی۔"

العقل والنقل کے حوالے سے ایک اور جگہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

سرورِ کائنات ﷺ کی ہدایت کی ایسی عجیب و غریب تاثر اور ایسی حیرت انگیز نتائج کو دیکھ کر منکرین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت سے خارج تھی چنانچہ کوئی ان میں کہتا ہے کہ وہ پیام جو آپ ﷺ لائے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا جس کا مخرج وہی ہستی تھی جس کی تھاہ کبھی کسی نے نہیں پائی۔" کوئی لکھتا ہے قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔"(۵۵)

بلاشبہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "العقل والنقل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بڑی اہم اور معرکۃ الآراء تصنیف ہے کیوں کہ علامہ عثمانیؒ نے عقل اور مذہب کے درمیان باہمی تعلق کے نازک مسئلہ پر پُرمغز اور سیر حاصل بحث کر کے اسلامیانِ ہند کی شاندار علمی، ملی اور مذہبی خدمت کا حق ادا کیا۔

☆ہدیہ سنیہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ آسمان علم و آفتاب کے درخشندہ ستارے کی مانند تھے۔ آپ نے اپنی علمی اور مذہبی خیالات سے اسلامیانِ ہند کی رہنمائی کا عظیم فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کے خطبات اور مذہبی و دینی رسائل کے مطالعہ سے آپ کی علمی قابلیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جو قدرت نے آپ کے دل و دماغ کو عطا کیا تھا۔ ھدیہ سنیہ آپ کی بڑی اہم اور نابغہ روزگار تصنیف ہے جس میں آپ نے مذاہب اربعہ کے درمیان اختلاف کی حقیقت اور تمام ائمہ کا حق ہونا اور جنت اور دوزخ کی حقیقت سے متعلق بعض اہم سوالات کے جوابات دیئے جو اتنے اہم اور مدلل اور مفصل ہے کہ اس نے ایک رسالہ کا رُوپ دھار لیا۔ آپ ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جیسا کہ حاکم جب اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ دے اور وہ فیصلہ واقع میں بھی درست ہو تو اس کے واسطے دہرا ثواب ہے اور اگر اس میں خطا ہوئی تو اکہرا ثواب تب بھی ہے۔" ایک اور جگہ علامہ عثمانیؒ اپنی علمیت کے موتی بکھیرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مذاہب اربعہ حق میں باوجود یہ کہ حق عنداللہ کے اعتبار سے ہر ایک مسئلہ میں کوئی ایک ہی مجتہد مصیب ہوتا ہے لیکن عملاً سب حق پر ہیں یعنی حق تعالیٰ شانہ نے یہ وسعت دی ہے کہ یہ مجتہد اپنے اجتہاد کے اوپر عمل کرے، اگرچہ اس کا اجتہاد باوجود پوری کوشش کے ٹھیک نشانہ پر نہ بیٹھا ہو۔"(۵۶)

عامۃ الناس کو سمجھانے کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا جلال الدین رومیؒ (۱۲۰۷ء-۱۲۷۳ء)(۵۷) کی مثال نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "مولانا جلال الدین رومیؒ نے سچ فرمایا ہے کہ یہی جنت اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے

والے جب رحم مادر میں تھے اس وقت ان سے اگر کوئی جا کر کہتا کہ اس تنگ وتاریک کوٹھڑی سے تم باہر نکلو اور یہ حیض کا ناپاک خون کھانا چھوڑ دو۔ تم کو باہر ایک ایسا وسیع زمین وآسمان پر نظر پڑے گا جس کی وسعت سے تمہاری اس حجرے کی بہ نسبت ایک اور کروڑ کی بھی نہ ہوگی اور جب تم یہ ناپاک غذا چھوڑ دو گے تو تم کو نہایت خوش رنگ اور خوش ذائقہ لطیف غذا دی جائے گی جس کے بعد تم اس غذا کو کبھی نہ یاد کرو گے تو یہ منکرین ہی انصاف سے بتلا دیں گے کہ کیا وہ رحم مادر میں ان باتوں کو باور کر سکتے تھے۔

وہ نیچے اوپر ادھر اُدھر نظر دوڑاتے اور رحم کی جھلی کے کچھ نہ دیکھتے۔ جن غذاؤں کا ان سے وعدہ لیا جاتا تھا وہ یہی کہتے جو کہ جنت کے کھانوں کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ سب تمہارے خیالات واوہام ہیں، نہ اس مکان سے وسیع کوئی مکان ہے اور نہ اس غذا کے سواء کوئی غذا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بالغہ سے ان کو بطن مادر سے باہر نکالا اور انہوں نے وہ سب چیزیں دیکھ لیں جن کی ان کو خبر دی جاتی تھی اور اب کوئی تردد اس میں باقی نہ رہا پس ٹھیک ٹھیک یہی مثال ہمارے نزدیک ان تنگ نظروں اور کور باطنوں اور دنیا کے بدمستوں کی ہے، یہ ہرگز ان چیزوں کو تسلیم نہ کریں گے جب تک کے ان کو دیکھ نہ لیں گے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حدیہ سنیہ میں نہایت اہم اور نازک مسئلے کی وضاحت بیان فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے اس مقالے میں مذاہب اربعہ کے درمیان اختلاف کی حقیقت اور جنت و دوزخ کی حقیقت سے متعلق بعض اہم سوالات اور پیچیدہ مسائل کے نہایت شافی اور بلیغ انداز میں جوابات دیے ہیں۔ علامہ عثمانیؒ نے بڑی خوب صورتی اور دلآویز انداز سے ان مسائل میں علمائے حق کا صحیح موقف واضح کیا ہے۔ عامۃ الناس کے شبہے اور ازالے کے لیے علامہ عثمانیؒ کی یہ بڑی اہم اور گراں قدر تصنیف ہے۔ (۵۸)

تحقیق الخطبہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نقطہ نظر سے اپنا جواب خوب رکھتے تھے۔ علامہ عثمانیؒ نے اپنے اس رسالے میں جو کہ تحقیق الخطبہ کے نام سے تحریر کیا ہے، بڑے واضح اور موثر انداز میں عربی زبان میں خطبہ دینے کی اہمیت پر تحقیقی انداز میں اور عام فہم انداز میں گفتگو فرمائی ہے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ خطبہ عربی زبان ہی میں ہونی چاہیے۔ علامہ عثمانیؒ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ کیا خطبہ اردو زبان میں جائز ہے؟ اس کے علاوہ آپ نے اپنے اس مقالے میں خطبہ جمعہ اور جمعہ سے متعلق بعض اہم اور ضروری سوالات کے تشفی بخش جواب تحریر فرمائے ہیں۔

علامہ عثمانیؒ کا رسالہ دراصل ایک استفتاء کا جواب ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کا اتنا محققانہ اور مدلل جواب تحریر فرمایا ہے کہ اس نے ایک تحقیقی مقالہ کا روپ دھار لیا ہے۔ علامہ عثمانیؒ نے اس کا جواب دلائل نقلی و عقلی دونوں سے دیا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ خطبہ دراصل عربی زبان میں ہی ہونا بہترین ہے، یہ دراصل ایک فتوے کا جواب ہے جو بڑے تحقیقی انداز میں مقالے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ خطیب، علما، طلباء اور عامۃ الناس کے معلومات کے لیے علامہ عثمانیؒ کا یہ رسالہ بڑا مفید ہے۔ (۵۹)

سجود الشمس:

حدیث میں ہے کہ سورج شام کو جب غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جا کر سربسجود ہوتا ہے اور بارگاہِ خداوندی میں طلوع سے پہلے عرض کرتا ہے کہ میں اب کہاں سے طلوع ہوں، حکم ہوتا ہے کہ مشرق سے تا آنکہ ایک وقت آئے گا کہ اس کو مغرب سے طلوع ہونے کا حکم ہوگا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ رسالہ اس موضوع پر محققانہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ (۶۰)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا حدیث ''سجود الشمس'' پر ایک انتہائی بصیرت افروز مقالہ ہے اور اس پر دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا سیّد حسن نے مقدمہ بھی پُر مغز اور مدلل ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مختلف حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حدیث سجود الشمس صحیح ہے اور سورج کا عرش کے نیچے روزانہ سجدہ کرنے کا ایک انداز ہے آپ تحریر فرماتے ہیں ''پس اب ہم اسی اصول کی بناء پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب کے لیے ہی ممکن ہے کہ ایک ایسا ہی نفس مقدس ہو جو اس کے مشاہدے کا ہر وقت زیرِ عرش رہنا یا ہر آن میں طلوع و غروب کا ہونا یا لیل و نہار میں اختلاف پایا جانا وغیرہ۔ (۶۱)

مسئلہ تقدیر:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو قدرت نے علمی کمالات و فیوضات کے جواہر سے نوازا تھا۔ مسئلہ تقدیر جیسے حسّاس اور نازک ترین موضوع پر آپ نے اپنی علمی نقوش کے زبردست موتی بکھیرے۔ آپ نے اپنے اس رسالے میں بڑی بصیرت افروز اور عقلی و نقلی دلائل سے بحث کی ہے اور اس پر مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا مقدمہ ہے جس نے علامہ عثمانیؒ کے اس رسالے کی اہمیت اور بھی بڑھا دی ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے مقدمے میں رقمطراز ہیں ''اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ رسالہ اس موضوع میں بے نظیر ہے اور دفع شبہات کے لیے اکسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے مستفید فرمائے۔'' (۶۲)

الشہاب:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس رسالے میں نہایت سلیس، معقول اور منصفانہ طریقے سے مرزائیوں کے ارتداد کا ثبوت، قتل مرتد کے شرعی دلائل اور اس کا عقلی فلسفہ اور جہاد بالسیف کی حکمت اور حدود اور دولت مستقلہ خداداد افغانستان (۶۳) کے فیصلے دوبارہ تعزیرِ مرتد کی تحسین و تصویب اور ان تمام شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو اس فیصلے پر کیے جا رہے ہیں، دراصل کابل (۶۴) میں نعمت اللہ قادیانی (۶۵) کو سنگسار کیا گیا جس پر جماعت احمدیہ کی طرف سے علمائے ہند خصوصاً دیوبند اور افغانستان کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی اور اپنے کفر کی پردہ پوشی کی گئی۔ علامہ عثمانیؒ نے قادیانی کتب اور ان کے پیشوا کی تحریروں سے قادیانیوں کو آئینہ دکھایا ہے اور حقیقت کو واضح کیا ہے۔ علامہ عثمانیؒ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں:

تم ہزار بار برا کہو جو کاری ضرب ''الشہاب'' نے تمہارے اصل بنیاد پر لگائی ہے وہ خدا کے فضل سے بے اثر نہیں گئی جن

کروڑوں مسلمانوں کو آپ کے مرزا نے دائرہ اسلام سے نکالا تھا وہ اس رسالے سے اطمینان پا رہے ہیں اور دنیا میں جو چند نفوس مرزا صاحب نے مسلمان چھوڑے تھے ان کے دلوں میں حق تعالیٰ نے ایسا رعب ڈال دیا ہے کہ وہ اب الشہاب کے کسی مطالع کرنے والے سے اپنے ارتداد کو نہیں چھپا سکے۔

ایک طرف اگر مرزائی اور آریہ اور عیسائی چند جاہلوں کو مرتد بنا رہے ہیں تو دوسری طرف خدا تعالیٰ کا نور پھیلا رہا ہے، بہت سے غافلوں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں اور بہت سے لوگ اسلام کی فطری کشش سے اسلام کی طرف جذب ہوتے جاتے ہیں۔

"کُلًّا نمدُّ ھٰؤ لآء من عطاء ربک و ما کان عطاء ربک محظوراً۔"

تم جلتے رہو اور غیظ کھاتے ہو ہماری طرف سے یہ جواب ہے۔

"مُوتوا بغیظکم ان اللّٰہ علیم بذات الصُّدور(۶۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے نعمت اللہ قادیانی کو جب ۱۳۴۲ھ۔۳۱ راگست ۱۹۲۴ء کو کابل میں شاہ امان اللہ کے حکم سے سنگسار کیا گیا تو قادیانیوں کی طرف سے بہت شور مچا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں، آپ نے اس موقع پر دلائل سے ثابت کیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ الشہاب رسالہ چھپوا کر شاہ امان اللہ کے پاس بھیجا گیا تھا جو ۱۸ صفر ۱۳۴۳ھ بہ مطابق ستمبر ۱۹۲۴ء کو لکھا گیا تھا۔(۶۷)

تصنیفات عثمانیؒ اور مقالات، خطبات، مضامین...... مختصر جائزہ:

علامہ عثمانیؒ کو قدرت نے اگرچہ اولاد سے محروم رکھا، لیکن اس کے عوض ان کو ایسی معنوی اولاد سے سرفراز فرمایا جس کا سلسلہ اس وقت قائم رہے گا، اہل وعیال بھی اپنے آباء واجداد کی یادیں تازہ رکھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ہیں ان کی علمی یادگاریں جو لوگوں کے لیے ہمیشہ جنت نگاہ رہیں گی۔ یہ وہ سدا بہار پھول ہیں جن کو کبھی خزاں کے ظالم ہاتھ چھو نہیں سکتے۔

کسی عالم، مورخ، سائنس دان اور ماہر فنون کی یادگاریں، باغات و مال و دولت کے انبار نہیں ہوتے بلکہ وہ افکار کا خزانہ ہوتا ہے جس کے سامنے قارون (۶۸) کے گنجہائے فرومایہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ مولانا عثمانیؒ نائب پیغمبر تھے اور ہر چیز کوئی مال وراثت میں نہیں چھوڑتے۔ اس لیے آپ نے بھی جو ورثہ چھوڑا ہے اس کا نہ صرف آپ کا خاندان بلکہ تمام اُمّتِ مسلمہ وارث ہے۔ چنانچہ مذکورہ عنوان کے تحت مولانا کی تصنیفات، مقالات، مضامین اور خطبات کو مختصر طور پر بیان کیا جائے گا جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) الاسلام

شوال ۱۳۲۸ھ اپریل ۱۹۱۱ء(۶۹)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ مقالہ ہے، جو مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۷۰) کی فرمائش پر شوال ۱۳۲۸ھ مطابق اپریل ۱۹۱۱ء میں آپ نے تحریر فرمایا، جس میں وجود باری، توحید رسالت، ملائکہ کے اثبات پر زبردست محققانہ رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ یہ

مقالہ موتمر الانصار مراد آباد (۷۱) کے ہنگامہ خیز اجلاس منعقدہ ۱۴، ۱۵، ۱۶، اپریل ۱۹۱۱ء کی تیسری نشست میں شام کے وقت ۱۴ اپریل کو آٹھ بجے سے دس بجے تک سینکڑوں علماء اور فضلاء کے سامنے مولانا نے خود سنایا تھا اور یہیں سے ان کی شہرت کا پبلک میں آغاز ہوا تھا۔ مولانا سیّد سلیمان ندویؒ (۷۲) لکھتے ہیں:

”۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۱ء اس کے پس وپیش زمانہ میں مراد آباد (۷۳) میں بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں علی گڑھ (۷۴)، ندوہ (۷۵) اور دیوبند (۷۶) کے اکثر رجال علم وعمل جمع ہوئے اور تمام ہندوستان سے مسلمانوں کا بڑا مجمع اس میں شریک تھا۔ اسی جلسہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ”الاسلام“ کے نام سے اپنا ایک کلامی مضمون پڑھ کر سنایا۔ حاضرین نے بڑی داد دی۔“ (۷۷)

۲۔ العقل والنقل:

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۶ء

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ تصنیف بھی علم کلام میں معیاری تصنیف ہے، جس میں محققانہ مباحث کے بعد ثابت کیا گیا ہے کہ عقل سلیم اور نقل صحیح میں کبھی اختلاف نہیں ہوسکتا اور کبھی عقل کی سلامتی یا نقل کی صحت میں قصور ہوجانے کی وجہ سے اختلاف پیش آئے۔ تو اس وقت اس کا فیصلہ کس طرح ہونا چاہیے۔ اس پر کلام کیا ہے، دراصل یہ مقالہ اس زمانے کے ماحول کو درست کرنے کے لیے لکھا گیا تھا جبکہ بعض اطراف یعنی علی گڑھ (۷۸) کالج کے بانی سرسیّد (۷۹) کے مسلک پر چلنے والوں کی طرف سے عقلیات کا غلغلہ بلند تھا اور شریعت کے وہ تمام نظریات جو ان کو اپنی عقل کے خلاف معلوم ہوتے تھے ان کو رد کر کے اسلام سے خارج کرتے چلے جارہے تھے جیسا کہ میں انتخابات میں آگے چل کر پیش کروں گا۔

بعض تحقیق کنندہ کے مطابق مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے یہ تصنیف اس مجوزہ اسکیم کے مطابق تحریر فرمائی ہے۔ جو ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۱ء کی جمعیۃ الانصار (۸۰) کی میٹنگ میں درجہ تکمیل کے سلسلے میں ممبران مجلس نے پاس کی تھی۔ اس میٹنگ میں درجہ تکمیل کے نصاب کے لیے مولانا شاہ ولی اللہؒ (۸۱) کی حجۃ اللہ البالغہ (۸۲)، شاہ رفیع الدینؒ (۸۳) کی تکمیل الاذہان، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۸۴) کی تصنیفات اور ادب، تاریخ، کلام وتفسیر کی ”مستند کتابوں کا مطالعہ، اردو، عربی لٹریچر اور مناظرہ وتدریس کی ممارست کو واجبات میں سے قرار دیا گیا تھا چنانچہ ۱۵ ذیقعد ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۱ء کو عام جلسہ میں اس درجہ کا افتتاح ہوا۔

مولانا محمود حسن مدنیؒ نے تقریر فرماتے ہوئے کہا:

”درجہ تکمیل جس کے فوائد عرصہ دراز سے تسلیم ہوئے تھے آج تو کلا علی اللہ اس کی ابتداء ہوئی ہے اور اپنے مقدس بزرگوں کی تصانیف اس کے نصاب میں شامل کی گئی ہیں۔ ان کے پڑھنے والوں سے ہم کو امید ہے کہ وہ اسلام کے اصول وفروغ کے متعلق واقفیت پیدا کریں گے۔ عموماً عقل ونقل کے اہم مسائل میں ان کو ایک خاص بصیرت حاصل ہوگی۔“

شیخ الہندؒ کی تقریر کا تحقیق کنندہ کے نزدیک مولانا عثمانیؒ سے العقل والنقل لکھوانے کا باعث بنا، معلوم ہوتا ہے اور یہ تصنیف القاسم میں بالاقساط مضامین کی شکل میں چھپتی رہی اور بالآخر ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ۔۱۹۱۹ء تک علامہ عثمانیؒ نے اس کو مکمل کر دیا۔ اور پھر کتابی شکل میں طبع ہوئی۔ آخری قسط کے اوّل میں مدیر القاسم کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔ جو ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ۔۱۹۱۶ء کے اول میں چھپی ہے:

''مدت ہوئی کہ القاسم میں اس معرکۃ الآراء مضمون العقل والنقل کے کچھ حصے شائع ہوئے تھے۔ اہل ملک اور بالخصوص انگریزی دان طبقہ پر جو گرویدگی اور مقبولیت کے آثار ہویدا ہوئے تھے، ان کی صداقت ان خطوط سے معلوم ہوتی ہے جو اس مضمون کے متعلق دفتر میں موصول ہوئے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے عنان توجہ دوسرے امور کی طرف منعطف کی تھی، یہ مضمون ناتمام رہ گیا تھا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، ان کو جن کے اصرار نے آج ہماری دیرینہ آرزو کو پورا کیا اور یہ نایاب مضمون تمام ہو کر ہم کو ملا جو درج ذیل ہے۔'' (مدیر)

مولانا عثمانیؒ کی اس تصنیف سے پہلے عقل ونقل کی مطابقت میں ایسی جامع تقریر غالباً موجود نہ تھی۔ (۸۵)

۳۔ اعجاز القرآن:

۲۲ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ۔۱۹۱۶ء''

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اعجاز القرآن اپنی نوعیت کی نہایت مدلل تصنیف ہے، جس میں قرآن کریم کے اعجاز اور اس کے خدا کا کلام ہونے پر فاضلانہ اور روجانہ بحث کی گئی ہے۔ بحثوں اور تنقیدوں کے ضمن میں قرآن کریم کے معجز بیان ہونے کو جس رنگ کے ساتھ پیش فرمایا ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد ایک منصف مزاج غیر مسلم قرآن کریم کو خدا کا کلام تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بعض اردو فارسی اور عربی کے شعراء پر تنقیدیں بھی کی گئی ہیں۔ مولانا اپنی تفسیر میں فاتوا بسورۃ من مثلہ کے ماتحت سورۂ یونس میں اس تصنیف کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے ''اس مسئلہ پر ہم نے ''اعجاز القرآن'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، جسے شوق ہو ملاحظہ کرے۔''

۴۔ الشہاب:

۱۸صفر ۱۳۴۴ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۴ء

اس مقالہ میں اصول اربعہ فقہ یعنی قرآن (۱) حدیث (۲) قیاس (۳) اور اجماع (۴) سے قتل مرتد کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ۱۳۴۴ھ۔ ۳۱ راگست ۱۹۲۴ء کو بعد نماز ظہر اتوار کے دن شیر پور (چھاؤنی کابل) میں شاہ امان اللہ خان نے نعمت اللہ خان قادیانی اور اس کے جاسوس رفیق عبداللطیف کو مرتد قرار دیکر ہزاروں کے مجمع میں سنگسار کرا دیا تھا، جس پر لاہوری اور قادیانی مرزائی چلا اٹھے۔ اور انہوں نے اس سزا کو خلافِ شریعت ثابت کرتے ہوئے سخت احتجاج کیا۔ اخباروں اور رسالوں میں

بحثیں رہی مولانا عثمانیؒ نے یہ مقالہ اسی سلسلے میں تحریر فرمایا تھا۔ اس تصنیف کا حوالہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تفسیر "حاشیہ قرآن مجید" میں دیا ہے اور کچھ خلاصہ رسالہ "الشہاب" میں درج کیا ہے" اس کتاب کے آخر میں شبیر احمد عثمانیؒ ۱۸ صفر ۱۳۴۴ھ۔۱۹۲۴ء درج ہے۔ (۸۶)

۵۔ معارف القرآن:

جمادی الاول ۱۳۳۱ھ تا رمضان ۱۳۳۱ھ۔۱۹۱۳ء (۸۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ پُر مغز اور اعلیٰ بصیرت کا ترجمان مبسوط مقالہ ہے جو رسالہ القاسم کے پرچوں میں بالاقساط ماہ جمادی الاوّل، جمادی الآخر، رجب، شعبان وغیرہ ۱۳۳۱ھ۔۱۹۱۳ء میں مسلسل چھپتا رہا ہے اہلِ علم جانتے ہیں کہ علامہ عثمانیؒ ہندوستان میں مفسرِ اعظم کا لقب رکھتے ہیں۔ اس لیے معارف القرآن ان کے مایہ مضامین کا مجموعہ ہے۔

۶۔ الدار الآخرہ:

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۷/اپریل ۱۹۱۲ء (۸۸)

یہ مقالہ دراصل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیۃ الانصار کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ میرٹھ (۸۹) میں موتمر الانصار کے سہ روزہ اجلاس کے موقع پر تیسرے اجلاس میں ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۷/اپریل ۱۹۱۲ء کو پڑھا تھا۔ مولانا عثمانیؒ یہ زبردست تقریر فلسفیانہ رنگ میں دار آخرت کے اثبات میں لکھ کر لے گئے تھے۔ آپ کی یہ تحریر جو کافی طویل ہے، رسالہ القاسم جمادی الاوّل رجب وغیرہ ۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۲ء کے پرچوں میں بالاقساط چھپ چکی ہے چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۹۰) برادر بحیثیت مدیر رسالہ القاسم ماہ جمادی الاوّل ۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۲ء کے پرچے میں اس مضمون کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"مضمون ذیل برادر عزیز مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اجلاس موتمر الانصار میرٹھ (۹۱) میں پڑھا تھا، چونکہ یہ ایک مفید اور کارآمد مضمون ہے اور بعض بہی خواہانِ قوم کا تقاضا بھی ہے، اس لیے القاسم میں اس کا درج کرنا قرین مصلحت معلوم ہوا۔" (مدیر)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے یہ تحریر مولانا عبیداللہ سندھیؒ (۹۲) کی فرمائش اور تقاضوں پر لکھی تھی چنانچہ تقریر کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"ہمارے محترم بزرگ مولانا عبیداللہ سندھیؒ ناظم جمعیۃ الانصار جنہوں نے کسی نامعلوم مصلحت اور حسن ظن کی بنا پر یہ عنوان میرے سپرد کیا ہے، اس کے گواہ ہیں کہ میں نے اس جلسہ سے تین روز پہلے بنام خدا یہ تحریر لکھنا شروع کر دی۔" (۹۳)

۷۔ ہدیہ سنیہ:

شوال ۱۳۳۶ھ۔ اگست ۱۹۱۸ء (۹۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا بیس صفحات کا یہ ایک مدلل مضمون ہے جو رسالہ القاسم شوال ۱۳۳۶ھ۔ ۱۹۱۸ء میں چھپا ہے اور جس کو مولانا عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک فیض یافتہ نامعلوم القاسم کے دو سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ اوّل یہ کہ ائمہ میں کتنے مسائل ایسے ہیں جن کو بعض امام حلال اور بعض حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ اجتماع ضدین کیسے درست ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص جنت و دوزخ پر تو ایمان رکھتا ہے، لیکن ان کو تمثیلات پر محمول کرتا ہے۔ پس یہ خیالات کہاں تک ٹھیک ہیں، یہ دونوں سوالات ایک خط کے ذریعے مولانا عثمانیؒ سے کیے گئے تھے، حضرت موصوف نے اپنے جوابی خط میں بیس صفحات پر اس کا جواب عنایت فرمایا تھا، سائل کا خط اور مجیب کا مضمون دونوں القاسم شوال ۱۳۳۶ھ۔ ۱۹۱۸ء میں مولانا اعزاز علی امروہویؒ شیخ الادب، اور معتمد مدیر کے تعارف سے صفحہ ایک سے بیس تک چھپے ہوئے ہیں۔

۸۔ قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے (اعتراض کا جواب):

۲۴ رمضان ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۱ء (۹۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ ایک مدلل مضمون ہے، جس میں اس زمانہ کے معترضین کا جواب دیا گیا ہے، جو یہ اعتراض کرتے تھے کہ اگر قرآن کریم خدا کا کلام ہوتا تو اس میں کتنے ایک قصص اور آیات کا بار بار تکرار نہ ہوتا۔ موصوف نے اس اعتراض کا شافی جواب دیا ہے۔ یہ مضمون ۲۴ رمضان ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۱ء کو تحریر فرمایا جو القاسم شوال ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۱ء میں بارہ صفحات پر چلا گیا ہے اور جس کا حوالہ موصوف نے اپنے فوائد تفسیری مطبوعہ قرآن مجید مدینہ پریس میں دیا ہے۔

۹۔ تحقیق خطبۂ جمعہ:

۸ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ، اکتوبر ۱۹۱۴ء (۹۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ تحقیقی مضمون تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ۔ ۱۹۱۴ء کو تحریر فرمایا۔ جو القاسم ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ۔ ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۲ھ۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء کے پرچے میں شائع ہوا ہے جس میں دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ خطبہ وعیدین عربی میں ہی مسنون ہے۔ اس کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے بہت پسند فرما کر اپنے دستخط کیے ہیں۔

۱۰۔ تشریح واقعہ دیوبند:

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ۔ ۱۹۱۵ء (۹۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ مضمون سترہ صفحا پر مشتمل ہے، جو مولانا ابوالکلام آزادؒ (۹۸) کے ان اعتراضات کا جواب ہے، جو انہوں نے سر جیمس میسٹن گورنر یوپی کی دارالعلوم دیوبند میں بتاریخ یکم مارچ ۱۹۱۵ء آمد کے موقع پر مضمون کی شکل میں

زمیندار (۹۹) میں چھپوائے تھے۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ مضمون بھی زمیندار القاسم رمضان ۱۳۳۳ھ۔ ۱۹۱۵ء اور الرشید میں چھپا اور اسے پمفلٹ کی شکل میں چھپوا کر بکثرت شائع کیا گیا۔

۱۱۔ سینما بینی:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سینما کے بارے میں یہ ایک بصیرت افروز مضمون تحریر کیا ہے جس میں فقہی دلائل کے ماتحت بتایا گیا ہے کہ سینما دیکھنا جائز نہیں، یہ مضمون اخبار مدینہ" بجنور (۱۰۰) میں شائع ہوا تھا۔

۱۲۔ لطائف الحدیث:

جمادی الاول ۱۳۳۳ھ اپریل ۱۹۱۵ء

لطائف الحدیث کا نام بتا رہا ہے کہ اس مضمون میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حدیث کے نکتے اور لطائف بیان کئے ہوں گے۔ آپ کا یہ مضمون القاسم کے تین پرچوں یعنی ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں پہلی قسط دوسری قسط کا علم نہ ہوسکا کہ کون سے ماہ کے پرچہ میں شائع ہوئی البتہ تیسری قسط پر مضمون ختم ہو چکا تھا اور آخری قسط جمادی الاول ۱۳۳۳ھ کے القاسم میں شائع ہوئی۔

ان مقالات اور مضامین کے علاوہ رسالہ "المحمود" اور مہاجر اخبار میں کتنے ایک مضمون شائع ہوئے ہیں اور خدا جانے پاکستان اور دیگر ہندوستان کے رسالوں اور اخبارات میں کتنے شائع ہوئے ہوں گے جن کا علم اللہ ہی کو ہے یا مولانا عثمانیؒ جانتے ہوں گے۔

۱۳۔ حجاب شرعی:

۱۳۴۶ھ۔ ۱۹۲۷ء (۱۰۱)

مولانا عثمانیؒ کا پردۂ نسواں پر مولانا عثمانیؒ کا یہ نہایت ہی بصیرت افروز مدلل مضمون ہے، یہ اس وقت تحریر کیا گیا تھا جبکہ شاہ امان اللہ (۱۰۲) غالباً ۱۹۲۷ء کے آغاز میں اپنی بیگم ثریا کے ہمراہ یورپ (۱۰۳) کی سیر کو گئے تھے۔ ملکہ ثریا کے متعلق افواہیں گرم ہوئیں کہ وہاں انہوں نے پردہ کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور بالآخر یہ پروپیگنڈہ ان کو تخت سے معزول کر کے رہا۔ افغانیوں میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ مولانا عثمانیؒ نے یہ مقالہ اسی سلسلے میں تحریر فرمایا تھا جس میں دلائل شرعیہ اور مصلحت عامہ کے ضمن میں پردۂ شرعی پر روشنی ڈالی ہے

۱۴۔ سجود الشمس:

(ربیع الاول ۱۳۳۳ھ۔ ۱۹۱۵ء) (۱۰۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ مضمون جس کا حوالہ حسب ذیل الفاظ میں انہوں نے اپنی تفسیر "تفسیر عثمانی" میں دیا ہے۔ حدیث

میں ہے کہ سورج شام کو جب غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جا کر سربسجود ہوتا ہے۔ اور بارگاہ خداوندی میں طلوع سے پہلے عرض کرتا ہے کہ میں اب کہاں سے طلوع ہوں حکم ہوتا ہے کہ حسب دستور مشرق سے تا آنکہ ایک روز وقت آئے گا کہ اس کو مغرب سے طلوع ہونے کا حکم ہوگا۔

اس آیت والشمس تجرب لمستقر لھاذلک تقدیر العزیز العلیم کی تفسیر میں ایک حدیث آئی ہے جس میں شمس کے تحت العرش سجدہ کرنے کا ذکر ہے یہاں اس کی تشریح کا موقع نہیں اس پر ہمارا مستقل مضمون ''سجود الشمس'' کے نام سے چھپا ہوا ہے ملاحظہ کرلیا جائے۔ یہ مقالہ رسالہ القاسم، ماہ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ جلد نمبر ۵ میں طبع ہوا تھا۔

۱۵۔ خوارق عادات:

(۱۳۴۶ھ - ۱۹۲۷ء)(۱۰۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ رسالہ علم جدید وقدیم کی وسعتوں کا آئینہ دار ہے۔ جس میں معجزات وکرامات اور قانون قدرت کے باہمی تعلق پر عقلی ونقلی حیثیت سے ایک جدید طرز میں تبصرہ کیا گیا ہے گزشتہ صفحات میں مولانا انور شاہ (۱۰۶) محدث دارالعلوم دیوبند کی تقریظ اس مقالے کے متعلق گزر چکی ہے۔ مولانا عثمانیؒ نے اپنی تفسیر میں اس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے ''خوارق عادات'' پر ہم نے ایک مستقل مضمون لکھا ہے اس کو پڑھ لینے کے بعد اس قسم کی جزئیات میں الجھنے کی ضرورت نہیں رہتی''۔

۱۶۔ الروح فی القرآن: (۱۰۷)

قرآن کریم اور شریعت اسلامیہ کے دقیق اور نازک مسائل پر عالمانہ اور نازک مسائل پر فاضلانہ اور شگفتہ طرز میں قلم اٹھانا مولانا عثمانیؒ ہی کا کام تھا۔ آپ نے ''الروح فی القرآن'' میں مسئلہ روح پر جس میں بڑے بڑے فضلا کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اتنے لطیف اور فلسفیانہ پیرایہ میں بحث کی ہے کہ جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۰۸) نے دوران قیام مکہ معظمہ میں جب مولانا عثمانیؒ کے اس مقالہ (۱۸۷۲ء-۱۹۴۴ء) کو پڑھا تو جو رائے لکھ کر بھیجی وہ ابھی گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے، اس رسالے کو مجلس علمی ڈابھیل (۱۰۹) نے ۱۳۹۴ھ میں دوسری مرتبہ طبع کرایا۔

۱۷۔ تفسیر عثمانی:

(ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ - ۱۹۳۱ء)(۱۱۰)

مذکورہ تصانیف کے علاوہ ایک روح مجسم، ایک رحمت اعظم، ایک پیکر علم وتحقیق، ایک مرقع اسرار ورموز، ایک بحر مطالب ومعانی، ایک خلاصۂ زندگانی، ایک ذریعہ فلاح وکامرانی تفسیر عثمانی ہے جس کو دیکھ کر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور کی موجیں

امنڈنے لگتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت اور مسلمہ حقیقت ہے کہ ایسی جامع ومانع، متوسط قدیم وجدید خیالات وروایات کی سیرابی کا سامان اور نئے تقاضوں کا مداوی اور کوئی تفسیر اس سے بہتر اردو زبان میں نہ ملے گی۔ اگر کوئی صرف قدامت پسند ہے تو کوئی جدت پسند کسی میں قدیم زمانے کی ضروریات کا علاج ہے تو کسی میں اپنی طبیعت کے اجتہادات کا زور مگر عقل ونقل روایت ودرایت کا مجموعہ جیسی بے نظیر تفسیر یہ ہے شاید ہی اور کوئی دوسری ہو۔

اس سائنس اور اقتصادیات کے بے حد مصروف دور اور لامذہبیت کے زمانہ میں طویل وضخیم تفسیریں قارئین کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کی بجائے ہمتوں کو پست کرنے کا سامان فراہم کرسکتی ہیں۔ مولانا عثمانی کی تفسیر حسب ضرورت وحسب عمل مختصر الفاظ اور مدلل ہونے کی حیثیت سے عین حکمت کے تقاضے پوری کرتی ہے۔ آج جبکہ مصروف مادی دنیا کے پاس نفسانی محرکات کو بھڑکانے والے ناولوں کے لیے بھی وقت نہیں اور اس لیے افسانوں کی دنیا تعمیر کرنے کی ضرورت پڑی۔ تو اس مادی دور میں مذہب کی تفصیلات میں جانا کون گوارا کرے گا۔ (۱۱۱)

شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن اور تفسیر عثمانی کا تاریخی پس منظر:

مولانا عثمانیؒ کی تفسیر شیخ الہندؒ مولانا محمود حسنؒ (۱۱۲) کے مترجم قرآن کریم کے حاشیہ پر لکھوا کر چھاپی گئی ہے جیسا کہ مولوی مجید حسن مالکؒ مدینہ پریس بجنور ناشر تفسیر وترجمہ نے قرآن کریم کے شروع میں تحریر کیا ہے۔ شیخ الہندؒ نے ربیع الاول ۱۳۲۷ھ میں ترجمہ کرنا آغاز فرمایا۔ سوا تین سال میں صرف دس پاروں کا ترجمہ ۲۵ جمادی الاخر کو سورۂ توبہ تک پہنچا پھر اتفاقات زمانہ سے مولانا محمود حسنؒ (اسیر مالٹا) ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ۔ ۱۹۱۷ء کو اسیر کردیے گئے۔ شوال ۱۳۳۵ھ سے وہاں ترجمہ کا کام شروع ہوا اور ۲ شوال ۱۳۳۶ھ کو ختم ہوا۔ جیسا کہ ترجمہ کے خاتمہ پر تاریخ سے معلوم ہوتا ہے ترجمہ سے فراغت کے بعد حواشی تحریر کرنا شروع کیے اور سورۂ بقرہ اور سورۃ النساء کے فوائد لکھے۔ بعد ازاں ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ سنہ۱۹۲۰ء کو ہندوستان روانہ ہوئے اور ہندوستان پہنچ کر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۸ء کو انتقال فرمایا اور فوائد نامکمل رہ گئے۔" ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۲۳ء کو مولوی مجید حسنؒ نے یہ ترجمہ مولانا کے ورثہ سے حاصل کیا۔ چنانچہ ترجمہ اور تفسیر تا سورۃ النسا کا پہلا ایڈیشن مع بقیہ فوائد موضح القرآن از شاہ عبدالقادرؒ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

اب قرآن کریم کی تفسیر کا مسئلہ قابل حل تھا۔ مولانا محمد یحییٰؒ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ سب سے پہلے مولوی مجید حسنؒ مالک اخبار مدینہ نے تفسیر کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے عرض کیا تھا، لیکن آپ نے معذوری کا اظہار فرمایا۔ بعد ازاں انہوں نے مولانا حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء) کی طرف رجوع کیا۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے غالباً ایک سورت کے فوائد تحریر فرمائے، لیکن مولانا حسین احمد مدنیؒ کی گوناگوں مصروفتیں اس عظیم الشان خدمت سے محروم رکھنے کا سبب بن گئیں، جب مایوسی نے ہر طرف سے گھیر لیا تو مولانا عبدالرحمٰن امروہوی مشہور مفسر کی خدمت میں مولوی مجید حسنؒ نے عرض کیا۔ انہوں نے قبول فرماتے ہوئے طبع آزمائی کی لیکن تفسیر پر عبور اور بات ہے اور زمانے کے تقاضوں کے ساتھ شگفتہ عبارت اور پُر مغز

انداز میں جدید تشنگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے تفسیر کرنا اور بات ہے۔ اس لیے قرعہ فال بالآخر مولانا عثمانیؒ کے نام ہی نکلا۔ مولوی مجید حسن نے پھر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے تفسیر کے لیے تمنا کا اظہار کیا چنانچہ آں محترم نے ساڑھے تین سال کی شب و روز محنت شاقہ اور خداداد علم و فضل اور بے نظیر فہم قرآن کے باعث تفسیر کے موتی اور در ہائے شاہوار اور گہر ہائے آبدار صفحات قرطاس پر بکھیرے ہیں کہ ۱۳۵۵ھ۔ ۱۹۳۶ء سے آفتاب ربانی، ماہتاب قلب عثمانی سے چھن چھن کر، کروڑوں ایمان والوں کی آنکھوں اور دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ (۱۱۳)

مولانا عثمانیؒ نے کس تاریخ سے یہ تفسیر لکھنا شروع کی، گمنامی کے پردے میں چھپی ہوئی ہے۔ بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق تفسیر کے مسودے مولانا عثمانیؒ کی وفات کے بعد آپ کے برادر خورد بابو فضل حقؒ کے پاس موجود تھے، لیکن تاریخ کی ابتدا کا پتہ نہ چل سکا۔ البتہ تفسیر کی ریسرچ سے ایک نشان یہ ملا کہ جب مولانا عثمانیؒ گیارہویں پارے میں سورۂ یونس کی تفسیر لکھتے لکھتے فرعون (۱۱۴) کے دریائے قلزم (۱۱۵) میں غرق ہونے کی آیات پر پہنچے تو فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ کی تفسیر لکھتے ہیں:

"(اتفاق) بنی اسرائیل کے نجات پانے اور فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ "عاشورہ" (۱۱۶) کے دن ہوا اور اتفاق سے آج بھی جب بندہ یہ سطریں لکھ رہا ہے یوم عاشورہ ۱۳۴۸ھ ہے، خدا ہم کو دنیا و آخرت میں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور دشمنانِ دین کا بیڑا غرق کرے۔ آمین

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ مولانا عثمانیؒ نے تقریباً کم و بیش سات پاروں کی تفسیر ۱۰ محرم ۱۳۴۸ھ تک کر لی تھی اور دشمنانِ دین کا بیڑہ فرعون کی طرح مولانا عثمانیؒ کی ساعت مقبولیت دعا کے باعث جس میں مولانا عثمانیؒ کی کوششوں کو بھی بہت دخل ہے۔ ڈوب گیا یعنی انگریز ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ کو پاکستان کی حدیں متعین کر کے ہندوستان سے بستر بے گول کر گئے۔

بہر حال ۱۰ محرم ۱۳۴۸ھ کے بعد یہ سلسلہ تیسویں پارے تک چلتا رہا بالآخر مولانا عثمانیؒ نے جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو قرآن کریم کی تفسیر بمقام دیوبند ختم فرمائی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اس رب کریم کا شکر کس زبان سے ادا کروں جس کی خالص توفیق و تفسیر سے آج یہ مہتم بالشان کام انجام پہنچا۔ الٰہی آج عرفہ کے مبارک دن (۹ ذی الحجہ) اور وقوف بعرفات (۱۱۷) کے وقت میں تیری بارگاہ قدس میں بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں"۔ ......(۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ دیوبند)۔

اس عبارت سے تفسیر کے اختتام کی تاریخ ۹ ذی الحجہ عرفات کے وقت صاف واضح ہے، بایں حساب گیارہ پارے سے تیسویں پارے کی تفسیر میں مکمل تین سال صرف ہوئے ہیں۔ اب گیارہویں پارے سے پہلے کی تفسیر کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا عثمانیؒ نے یہ تفسیر ۱۳۴۷ھ کے ابتدائی حصہ سے شروع کی ہوگی یا ۱۳۴۶ھ کے آخری حصے سے، اس اثنا میں آں مفسر ڈابھیل (۱۱۸) ضلع سورت (گجرات) (۱۱۹) میں مقیم تھے۔ چنانچہ سورۂ فرقان (۱۲۰) کے رکوع نمبر ۳ کی آیت

"مرج البحرین هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج" کے تحت لکھتے ہیں، یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ۔ آج کل مقیم ہے (ڈابھیل سملک ضلع سورت) سمندر تقریباً دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے، ادھر کی ندیوں میں برابر مدوجزر (جوار بھاٹا) ہوتا رہتا ہے۔"

بہرحال مولانا عثمانیؒ نے ۱۳۵۰ھ-۱۹۳۱ء میں قرآن کریم کی تفسیر ختم کی اور آپ کی تفسیر کا مولوی مجید حسن بجنوریؒ نے ۱۳۵۵ھ میں پانچ سال کے بعد پہلا ایڈیشن شائع کیا، جیسا کہ ۱۳۶۹ھ کے ایڈیشن کی ابتدائی اوراق میں تقاریظ علماء سے پہلے مجید حسن لکھتے ہیں۔

"قرآن مجید کا جو ایڈیشن ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں مولانا شیخ الہند کے ترجمہ اور سورۂ بقرہ اور سورۃ النسا کے حواشی کے علاوہ باقی ۲۶ پاروں کے حواشی سلطان المفسرین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے زورِ قلم کا نتیجہ تھے۔

مولانا عثمانیؒ کی اس تفسیر کے فارسی ترجمہ کو افغانستان (۱۲۱) میں تین جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ ہر جلد میں دس دس پارے رکھے گئے ہیں۔ یہ ترجمہ ٹائپ سے عربی رسم الخط میں مطبع عمومی کابل (۱۲۲) میں چھاپا گیا ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۳۶۶ھ مروجہ سن مطابق ۱۹۴۷ء میں چھاپی گئی، جو مولانا عثمانیؒ کو دیوبند کابل سے موصول ہوئی۔ دوسری جلد ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں طبع ہوئی اور مولانا عثمانیؒ کو دیوبند بھیجی گئی لیکن مولانا عثمانیؒ پاکستان بننے کے بعد کراچی تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ یہ جلد بھی دیوبند سے ہجرت کر کے کراچی پہنچی۔ تیسری جلد ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی اور یہ اس وقت کراچی پہنچی جب مولانا عثمانیؒ کراچی سے عالم جاودانی کے لیے رخصت ہو چکے تھے۔

فارسی ترجمہ کی تینوں جلدیں نہایت عمدہ، نفیس کاغذ پر طبع ہوئی ہیں۔ پہلی جلد ۱۱۴۴ صفحات کی ہے، دوسری جلد ۱۲۳۰ صفحات اور تیسری جلد ۱۰۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد کے آخر میں ہندوستان (۱۲۳)، تہران (۱۲۴) اور افغانستان (۱۲۵) کے علماء کی تقریظیں ہیں لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت افغانستان نے فارسی میں ترجمہ کرنے والے علماء کے اسمائے گرامی کا نہ معلوم کس مصلحت کے باعث کہیں نام تک درج نہیں کیا ہے۔ البتہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۱۲۶) اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اصل مترجم اور مفسر کے اسمائے گرامی ٹائٹل پر درج کیے گئے ہیں۔

مولانا محمد یحییٰؒ (۱۲۷) نے راقم الحروف کے معلومات میں مزید اضافہ یہ کیا کہ مدراس کے کسی صاحب نے بھی مولانا عثمانیؒ کو اطلاع دی تھی کہ میں مدارسی زبان میں تفسیر کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ کوئی صاحب پشتو (۱۲۸) میں بھی اس کے ترجمہ میں مصروف کار تھے اور اب پاکستان میں تاج کمپنی اور حاجی وجیہ الدین نے بھی یہ تفسیر قرآن کریم کے حاشیہ پر شائع کی ہے۔

۱۸۔ شرح بخاری شریف:

(۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء)

کلام الٰہی اور کلام پیغمبر ﷺ اور ان کی خدمات سے بڑھ کر اور کون سی سعادت ہو سکتی ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ (محدث

دارالعلوم دیوبند) (۱۲۹) کے انتقال کے بعد مولانا عثمانیؒ جامعہ ڈابھیل میں بخاری شریف (۱۳۰) کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور زمانہ اہتمام دارالعلوم دیوبند میں بھی اپنے دولت خانہ پر بخاری کا درس دیا کرتے۔ کتب حدیث میں بخاری شریف کا مقام تمام کتابوں سے اونچا ہے اور کلام الٰہی کے بعد اس کی تقدیس وعظمت مسلم ہے۔ مولانا عثمانیؒ نے اثناء درس بخاری میں جو تقاریر درسا درسا فرمائی ہیں، یہ شرح انہی تقریری تحقیقات کا تحریری نقش ہے۔ مولانا عثمانیؒ کے علمی سرمایہ اور خزانہ میں یہ شرح ان کا مایہ ناز سرمایہ ہے، لیکن افسوس کہ آپ اپنی زندگی میں اس شرح کے مسودہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ مکمل مسودہ مولانا عثمانیؒ کے برادر خورد بابو فضل حق عثمانیؒ پنشنر محکمہ ڈاک کے پاس بحفاظت موجود تھا۔ میں نے مسودے کو مختلف جگہ سے دیکھا۔ اللہ اللہ شرح کیا ہے علم وعرفان، تدقیق وتحقیق کے سمندر اپنے پورے جوش سے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اس میں نظر آتے ہیں۔ یہ مسودہ جس میں بخاری شریف کا متن شامل نہیں ہے۔ تقریباً گیارہ سو صفحات پر ہے اور اردو زبان میں ہے۔ عبارتیں صاف اور واضح ہیں معرکۃ الآراء مسائل پر حسب عادت مولانا عثمانیؒ نے نہایت بسط وتفصیل سے بحثیں کی ہیں۔ آٹھ سو صفحات تک مسودہ پر مولانا عثمانیؒ نے نظر ثانی بھی فرمائی تھی۔ نظر ثانی میں دست مبارک سے جابجا ترمیمیں کی گئی ہیں۔

۱۹۔ فتح الملہم شرح مسلم:

(جلد اول ۔ ۱۳۵۲ھ، جلد دوم ۔ ۱۳۵۴ھ، جلد سوم ۔ ۱۳۵۷ھ)

ایک اور سعادت عظمٰی جو مولانا عثمانیؒ کے مقدر میں دست قدرت نے رقم فرمائی۔ وہ تھی ”مسلم“ کی شرح ”فتح الملہم“ یہ شرح آں موصوف نے عربی زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ مذہب اسلام کی مقدس کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تیسری اور بخاری شریف کے بعد دوسری کتاب علم حدیث میں ”مسلم“ ہے۔ اس کتاب کی شرح سے مولانا عثمانی کے علم کی وسعتوں، بلندیوں، گہرائیوں اور مبلغ علم وفکر کا پتہ چلتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا عثمانیؒ کی ذہنی اور علمی قوتیں ہر دقیق اور نازک مسئلہ پر اپنا پورا عمل دکھلاتی ہیں۔ احناف میں آج تک مسلم کی کوئی شرح موجود نہ تھی۔ نہ معلوم کیا راز تھا کہ قدرت نے یہ خدمت مذہب حنفیہ کی طرف سے صرف مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے لیے رکھ چھوڑی تھی، اگرچہ آپ سے پہلے ”مسلم“ کی کئی شرحیں شوافع کی طرف سے لکھی گئیں، لیکن سب سے زیادہ جامع شرح مولانا عثمانیؒ کی ہے۔ جیسا کہ آپ مولانا عثمانیؒ کے مقام حدیث کے عنوان کے ماتحت پڑھیں گے۔ اس کتاب کی تین جلدیں شائع ہوئیں اور افسوس دو باقی رہ گئیں، لیکن اکثر حصہ جو مہتم بالشان مباحث پر شامل تھا، ختم ہو چکا۔ فتح الملہم کی تین جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ پہلی جلد ۱۳۵۲ھ۔ ۱۹۳۳ء میں مدینہ پریس بجنور میں پانچ سو صفحات پر چھپی ہوئی ہے۔ جلد اوّل کے آغاز میں ایک سو آٹھ صفحہ کا مبسوط مقدمہ اصول حدیث پر ہے، جو مولانا عثمانیؒ نے لکھا ہے اور جو دیگر اصول حدیث کی کتب نخبۃ الفکر وغیرہ سے زیادہ نافع ہے۔ اس مقدمہ میں اقسام حدیث ادوات کی صفات تدوین حدیث اور دیگر متعلقہ علم حدیث کے متعلق سیر حاصل تبصرہ ہے۔ بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق مولانا عثمانیؒ نے مسلم کے مقدمہ کی شرح لکھی ہے۔ پہلی جلد کتاب الایمان سے کتاب الطہارت تک ہے۔ دوسری جلد کتاب الصلوۃ سے باب الجنائز

پانچ سو بارہ صفحات پر ہے۔ یہ بھی مدینہ پریس میں ۱۳۵۴ھ-۱۹۳۵ء میں طبع ہوئی۔ دوسری جلد کتاب الزکوۃ سے کتاب النکاح تک پانچ سو بیس صفحات پر ہے جو ۱۳۵۷ھ-۱۹۳۸ء میں مولانا عثمانیؒ نے فتح الملہم کو پانچ جلدوں میں لکھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن کچھ تو نقل مکانی کے سلسلہ نے مدت تک چین لینے نہ دی۔ کچھ مسلسل بیماری نے اور بہت زیادہ سیاسی کشمکش نے تالیف وتصنیف کی طرف سے توجہ دوسری طرف پھیر دی۔ (۱۳۱)

فتح الملہم شرح مسلم مولانا عثمانیؒ نے کب سے لکھنی شروع کی، اس کے لیے کوئی خاص ماہ یا سن تو متعین کرنا مشکل ہے، لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مسلم کے درس کے ابتدائی دور سے آپ نے اس کی شرح لکھنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ۱۳۳۶ھ یا ۱۹۱۶ء سے بہت پہلے ہی اس مبارک کام کو شروع فرما دیا ہوگا۔ مولانا سیّد سلیمان ندویؒ (۱۳۲) لکھتے ہیں: ”مجھے خیال آتا ہے کہ علامہ عثمانیؒ ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انجمن اسلامیہ اعظم گڑھ (۱۳۳) کی دعوت پر اعظم گڑھ آئے اور شبلی منزل میں میرے ہی پاس ٹھہرے اس وقت ان کی شرح مسلم کے کچھ اجزاء ساتھ تھے جن میں قرات فاتحہ خلف الامام وغیرہ اختلافی مسائل پر مباحث تھے، جن کو بجا سے مجھے سنایا۔“ (۱۳۴)

انوار الحسن شیرکوٹی کہتے ہیں کہ: مولانا سید سلیمان ندویؒ کے اس بیان سے جیسا کہ وہ وثوق سے لکھ رہے ہیں صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں علامہ عثمانیؒ قرأت فاتحہ خلف الامام (امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرات) کے مسائل سے مباحث سے فارغ ہو چکے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ قرات خلف الامام جو کتاب الصلوٰۃ کے مسائل میں سے ہے، وہ فتح الملہم کی دوسری جلد میں ہے، کیونکہ جلد کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہوکر کتاب الجنائز پر ختم ہوئی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ فتح الملہم کی جلد اول کے جس میں متن حدیث بھی شامل ہے، پانچ سو صفحے اور قرأت خلف الامام کے صفحات جو جلد ثانی میں ہیں، جن میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے، وہ انیس صفحہ سے چونتیس صفحے تک چلے گئے ہیں۔ گویا ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء سے پہلے پانچ سو چونتیس صفحات علامہ عثمانیؒ لکھ چکے تھے، نتیجہ یہ ہے کہ فتح الملہم کی جلد اوّل کا آغاز مذکورہ سنوں سے کئی سال پہلے ہو چکا ہے، کیونکہ یہ ایک عظیم الشان تحقیقات اور مباحث کا طویل کام ہے۔ جس میں کتاب الایمان کی زبردست بحثیں ہیں۔ اس تحقیق کی اثناء میں فتح الملہم کی جلد اوّل میں خود علامہ عثمانیؒ کی ایک عبارت الطھور شطر الایمان کی بحث کے تحت آنکھوں کے سامنے آئی: جس نے مقصد کے قریب پہنچانے میں سہولت بخشی۔ علامہ عثمانیؒ اس مضمون کو حدیث کے مطابق طہر ایمان کا نصف کس طرح ہوسکتا ہے: سمجھانے کے لیے لکھتے ہیں:

ترجمہ ”اور یہ اس طرح جیسا کہ اس زمانہ میں یورپ کے نصاریٰ کی سلطنت عثمانیہ (۱۳۵) کے ترکوں کی جنگ کے دوران میں جبکہ ہندوستان کے مسلمان سلطنت محروسہ (ترکی) کی مدد کے لیے بکثرت اموال کے ذریعہ امداد کرنے کو اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے روپیہ، سونا، چاندی، برتن، کپڑے اور چوپائے وغیرہ جمع کئے اور جس کو خدا نے جو توفیق دی تھی اور دیا تھا مسلمانوں کی جماعتوں نے اللہ کی راہ میں دیا۔ پھر مسلمانوں نے اس سامان اور چوپایوں کو نیلام کیا تو جس نے زیادہ بولی دی اسی کے ہاتھ بیچا گیا۔ بخدا ایک مسلمان فقیر نے جن کے پاس بمشکل ہی کچھ ہوتا ہے ایک بھیڑ کا بچہ دیا تھا جس کی قیمت

پانچ سو روپیہ بلکہ اس سے زیادہ کو پہنچ گئی۔ اس وقت یہ کہنا درست ہے کہ ایک بھیڑ کا بچہ گھوڑے کی قیمت کو پہنچ گیا یعنی اس کی عارضی وقتی قیمت گھوڑے کی اصلی قیمت کو پہنچ گئی حالانکہ وہ اس قیمت کے مقابلہ کا کیا، اس کے قریب کا بھی نہیں، اسی طرح وضو کا بھی حال ہے۔ جب اللہ اپنے مومن بندوں پر ان کی نیکیوں کے اجراء کو اپنی انتہائی شفقت وسیع رحمت اور کامل مہربانی سے دوگنا کر کے احسان کا ارادہ کرتا ہے تو طہور کا بھی ثواب وہ بڑھا سکتا ہے۔"

فتح الملہم کی عبارت سے جہاں ایک باریک مسئلہ ہو گیا، وہاں ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ علامہ جنگ عظیم اول (۱۳۶) کے دوران میں جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک رہی، کتاب الطہارت کے مضامین کی شرح میں مصروف تھے کیونکہ اس جنگ میں ترکوں کی اعانت کے لیے بہت کچھ امداد ہندوستان کے مسلمانوں نے دی تھی جس میں علامہ کی کوششوں کو بھی بہت کچھ دخل تھا۔ اب اعظم گڑھ (۱۳۷) کا ۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۷ء کا سفر جس میں وہ قرأت خلف الامام کا مسئلہ لکھ چکے ہیں اور الطہور شطر الایمان کا مسئلہ دونوں کے دونوں دوران جنگ کے ہیں ان دونوں میں پچاس صفحوں کا فاصلہ ہے گویا ۱۹۱۶ء میں اغلباً اور قیاساً علامہ عثمانیؒ ان حصوں کی شرح سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اب تین سو چوراسی صفحات ۱۹۱۶ء سے پہلے کے لکھے ہوئے مان لیے جائیں اور ان میں سے مقدمہ اصول حدیث کے ایک سو آٹھ صفحے بھی خارج کر دیے جائیں اور ان میں سے مقدمہ اصول حدیث کے ایک سو آٹھ صفحے بھی خارج کر دیے جائیں جو بعد میں اغلباً لکھے گئے ہیں تو دو سو چھہتر صفحات پہلے کے لکھے ہوئے ہیں۔ اب اس طرح اندازہ لگایا جائے کہ علامہ عثمانیؒ مدرسہ فتح پوری سے ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مدرسی پر بلا لیے گئے جیسا کہ مولانا حبیب الرحمنؒ (۱۳۸) دارالعلوم دیوبند کی سالانہ روئیداد (رپورٹ) ۱۳۳۳ھ میں بیان کیا ہے۔

۱۳۲۶ھ میں آپ (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) مدرسہ فتح پوری کے مدرس اوّل مقرر ہو کر گئے (اور ۱۳۲۸ھ میں دیوبند بلائے گئے۔" (۱۳۹)

بعض دینی حلقوں کے مطابق ۱۳۲۸ھ سے شوال ۱۳۳۳ھ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے سفر حجاز تشریف لے جانے تک مولانا عثمانیؒ کبھی ابوداؤد شریف اور کبھی مسلم شریف پڑھاتے رہے اور جب شیخ الہندؒ شوال ۱۳۳۳ھ میں حج کو تشریف لے گئے تو بخاری و ترمذی کے پڑھانے کی خدمات مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور مسلم شریف کی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو سپرد کی گئیں۔ (روئیداد دارالعلوم ۱۳۳۳ھ ص ۱۷) چنانچہ علامہ عثمانیؒ ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۴۴ھ گیارہ سال تک مسلسل دارالعلوم دیوبند میں مسلم شریف کو پڑھاتے رہے البتہ کئی سال تک مسلم کے ساتھ دیگر علوم وفنون کی متوسط اور اعلیٰ کتابیں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم شریف کی شرح فاضل محدث نے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء کے لگ بھگ شروع فرمائی ہے۔

علامہ عثمانیؒ کے سیاسی مکاتیب، اس سے متعلق خطبات وبیانات کا مختصر جائزہ:

مولانا عثمانیؒ کو سیاسیات میں گہرا ادراک اور وسیع بصیرت حاصل تھی، آپ کے سیاسی نظریات اور سیاسی اقدار پر مستقل عنوان کے ماتحت انشاء اللہ تبصرہ آپ آئندہ اوراق میں پڑھیں گے، تاہم جو خطبات صدارت آپ نے سیاسی جلسوں میں

تحریر فرمائے وہ آج تک سیاسی پلیٹ فارموں سے گونج رہے ہیں۔ یہ خطبے سیاست کا آب زلال ہیں جن کو قاری پڑھ کر سیاست عثمانیؒ کا جائزہ لے سکتا ہے، خطبات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ترک موالات:

(۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ۔ ۱۹۲۰ء)(۱۴۰)

یہ خطبہ علامہ عثمانیؒ نے ۷، ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹، ۲۰، ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء کے منعقدہ اجلاس جمعیۃ العلماء دہلی (۱۴۱) میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ارشاد پر لکھ کر پڑھا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب کہ ترکِ موالات اور خلافت (۱۴۲) کی ہنگامہ خیزیاں شباب پر تھیں۔ اس خطبہ میں انگریزوں سے موالات دوستی اور تعاون کے ترک کرنے پر شرعی اور سیاسی حیثیت سے تبصرہ کیا گیا۔ جو اٹھائیس صفحات پر ہے اور اسی جلسہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا خطبہ صدارت بھی پڑھا گیا۔ (۱۴۳)

۲۔ پیغام بنام مؤتمر کل ہند جمعیۃ العلماء اسلام کلکتہ:

(۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ ذیقعد ۱۳۶۴ھ، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

۱۲ ذیقعد ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء بھیجا تھا اس پیغام نے ملک میں مسلم لیگ کی تائید میں ایک جوش و خروش برپا کر دیا۔ در حقیقت علماء میں مولانا عثمانیؒ کی ہستی نے وہ طاقت پیدا کر لی تھی کہ لیگ کو انہوں نے تھوڑے سے عرصہ میں بلندی پر پہنچا دیا تھا۔ سیّد محمد قریشی شمسیؒ ناظم کل ہند جمعیۃ علماء اسلام نے اپنے پیش لفظ میں اس خطبہ کے متعلق لکھا ہے۔

عظیم الشان پنڈال، سارا محمد علی پارک (۱۴۴) اور اطراف و جوانب کے علاقے کے مسلمانوں سے معمور تھے۔ پیغام نے ایک عالم بے خودی پیدا کر دیا۔ عجیب محویت و کیفیت سبھوں پر طاری ہوگئی۔ بار بار نعرہائے تکبیر و علامہ شبیر احمد عثمانیؒ زندہ باد بلند ہوتے رہے، اکثر جملوں کو مکرر پڑھنے کی درخواست ہوتی رہی ہے اور تقریباً پون گھنٹہ تک اجلاس کی کوئی کارروائی نہ ہو سکی، پنڈال کے ہر گوشہ سے لوگ اس کے خیر مقدم کے لیے وفود جوش سے اچھلتے رہے اور اس کے شائع کرنے کے لیے چندہ پیش کرنے لگے ایک صاحب نے بنگلہ زبان میں ترجمہ و اشاعت کا ذمہ لیا اور دوسرے بزرگ نے گجراتی زبان میں۔

اس پیغام پر اخبار "عصر جدید (۱۴۵)" کلکتہ (۱۴۶) کے ایڈیٹر کے نوٹ کا کچھ حصہ درج کرتا ہوں جو حسب ذیل ہے۔

"پیغام سنائے جانے کے وقت اس عظیم الشان مجمع کی محویت کے نظارہ میں جو حلاوت ایمانی خود اس اجتماع کے ہر ہر فرد نے محسوس کی اس کا اندازہ کوئی بیان کرنے والی زبان بیان نہیں کر سکتی۔ ٹھیک ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ برسوں اور مدتوں کی سوکھی اور پیاسی زمین پر بڑی امید، بڑے انتظار اور بڑی تمنا کے بعد غیر متوقع طور پر یکبارگی باران رحمت کا نزول ہو رہا ہے"۔

بہر حال مولانا عثمانیؒ نے اس پیغام میں شرعی، سیاسی اور عقلی دلائل سے مسلم لیگ میں شامل ہونے کا مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے۔ پیغام انتیس صفحات پر ہے۔ آپ نے جمعیۃ العلمائے اسلام کی صدارت بھی قبول فرمائی تھی۔

۳۔ مراسلات سیاسیہ:

(۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۴۵ء)

مولانا عثمانیؒ کے پیغام کلکتہ اور شرکت مسلم لیگ کے بعد مولانا عثمانیؒ کے پاس سینکڑوں خطوط اس وقت کی سیاسیات کے متعلق اپنے شبہات رفع کرنے کے لئے اور معترضانہ رنگ میں لوگوں نے بھیجے۔ آپ نے ان کے جوابات ارسال فرمائے ان میں سے چودہ خطوط کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے جن کا نام مراسلات سیاسیہ ہے ان خطوط میں مسلم لیگ اور پاکستان کے سیاسی مسائل کو نہایت ہی غور وفکر سے حل کیا گیا ہے۔

۴۔ مکالمۃ الصدرین:

(یکم محرم ۱۳۶۵ھ ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء) (۱۴۷)

یہ وہ معرکۃ الآراء مکالمہ ہے جو علامہ عثمانیؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ (۱۴۸) ودیگر اکابر جمعیۃ العلماء ہند یعنی مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۴۹) مولانا احمد سعید سیہارویؒ (۱۵۰) مولانا حفظ الرحمٰنؒ (۱۵۱) وغیرہ ہم کے درمیان یکم محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو بمقام دیوبند مولانا عثمانیؒ کے مکان "بیت الفضل" پر تقریبا سوا تین گھنٹے رہا تھا۔ جس میں مولانا عثمانیؒ نے مسلم لیگ کی موافقت اور وفد جمعیت نے کانگریس کی تائید میں اپنے نظریات پیش کئے تھے۔ مولانا محمد طاہر قاسمیؒ (۱۵۲) نے جو گفتگو کے وقت موجود تھے اس مکالمہ کو مرتب کرکے مولانا عثمانیؒ کو دکھایا تھا۔ مولانا محمد طاہر قاسمیؒ پیش لفظ میں لکھتے ہیں:۔

”علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جو اس وقت ہندوستان کے یگانہ روزگار علماء میں سے ہیں اور جو جماعت دیوبند کے مسلم اکابر میں سے ہیں ان کا تجربہ علمی محتاج تشریح نہیں تبحر علمی کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی معلومات سونے پر سہاگہ ہیں۔ علامہ عثمانیؒ اور وفد جمعیۃ العلماء ہند کے درمیان گفت وشنید کو احقر نے قلمبند کیا۔ احقر نے مزید احتیاط یہ کی کہ علامہ عثمانیؒ کو یہ مکالمہ قلمبند کرکے حرفاً حرفاً دکھلا دیا اور علامہ عثمانیؒ نے جہاں جہاں ترمیم یا اضافہ کی ضرورت سمجھی وہ فرما دیا“۔

یہ مکالمہ سیاسیات عثمانیؒ اور ان کے علم وفضل اور حاضر جوابی کا بہترین مرقع ہے۔ (۱۵۳)

۵ خطبہ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ

(۴ محرم ۱۳۵۶ھ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء) (۱۵۴)

یہ منعقد ہونے والی مسلم لیگ کانفرنس میں مولانا عثمانیؒ نے تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ ہے کہ ہماری تحریک شخصیتوں کی

جنگ نہیں اصول کی ہے نیز یہ کہ متحدہ قومیت کے علمبرداروں کو ووٹ دینا ہندو کانگریس کو ووٹ دینا ہے۔ لہذا مسلم لیگ کی حمایت کرنا اور اس کے امیدواروں کو ووٹ دینا ہی مفید ہے۔ یہی وہ خطبہ ہے جس کے اثر سے لیاقت علی خان متحدہ ہندوستان (۱۵۵) کے مرکزی الیکشن یوپی کی ایک نشست سے میرٹھ میں کامیاب ہوئے جسکی طرف مولانا عثمانیؒ نے مکالمۃ الصدرین میں اشارہ فرمایا ہے:۔

> ”ہندوستان میں اگر میری اپیل پر لیاقت علی خان کو دس بیس ووٹ مل ہی گئے تو کیا ہوا آپ (ممبران جمعیت) حضرات تو ماشاء اللہ بااثر ہیں کسی نے کہا یہ بات نہیں ہے آپ کے اعلانات نے ملک میں ہل چل ڈال دی ہے۔“(۱۵۶)

۶۔ ہمارا پاکستان“ خطبہ صدارت جمعیۃ العلماء اسلام کانفرنس لاہور:

(۲۰، ۲۱، ۲۲ صفر ۱۳۶۵ھ ۲۵، ۲۶، ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء)(۱۵۷)

یہ خطبہ کیا ہے ایک مستقل سیاسی شاہکار ہے جو اسی صفحہ پر شامل ہے مولانا عثمانیؒ نے یہ خطبہ اسلامیہ کالج لاہور (۱۵۸) کے گراونڈ میں جمعیۃ العلمائے اسلام کی کانفرنس منعقدہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ صفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء میں پڑھ کر ہر طبقہ کے سامعین کو محو حیرت بنا دیا تھا۔ اس خطبہ میں مسلمانوں کے لئے پاکستان کے فوائد اور مسلمانوں کے لئے الگ آزاد ملک پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ نیز جغرافیائی حیثیت سے پاکستان کی پوزیشن پر زبردست معلومات پیش کی گئی ہیں۔ اس خطبہ سے اگلے روز لاہور کے اخبارات نے جس والہانہ طرز میں اس کی تعریف کی وہ یہ تھی کہ اخباروں نے واضح طور پر لکھا کہ مولانا عثمانیؒ کے خطبے سے ہمیں پاکستان کی حقیقت اور اس کے نظریہ کی صحیح سمجھ حاصل ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے ہم نے پاکستان کا نام ہزاروں بار زبان سے لیا ہے لیکن سچ یہ ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی پاکستان کے معنے نہ سمجھتے تھے۔

۷۔ خطبہ صدارت ڈھاکہ:

(۱۰، ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ مطابق ۹۔ ۱۰ فروری ۱۹۴۹ء)

یہ خطبہ مولانا عثمانیؒ کی زندگی کا آخری خطبہ ہے جو جمعیۃ العلماء اسلام کی کانفرنس مشرقی پاکستان (۱۵۹) ڈھاکہ (۱۶۰) منعقدہ ۱۰، ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ مطابق ۹۔ ۱۰ فروری ۱۹۴۹ء میں پڑھا گیا چونکہ یہ خطبہ پاکستان کے عالم وجود میں آنے کے بعد کا ہے اس میں اسلامی قانون کے نفاذ پاکستان کے بنیادی مقاصد وقت کے اہم تقاضوں اور قانون شریعت کے نفاذ پر مشکلات کے دفعیہ مسئلہ کشمیر (۱۶۱)) وغیرہ پر نہایت محققانہ اور عالمانہ سیر حاصل تبصرہ ہے۔ یہ خطبہ ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ۔ فروری ۱۹۴۹ء کا لکھا ہوا ہے اور ۱۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

۸۔ قرارداد مقاصد کی تائید:

(مورخہ ۹ مارچ ۱۹۴۹ء)

علامہ عثمانیؒ کا یہ وہ زبردست ادیبانہ، سیاسیانہ اور عالمانہ تحریر ہے جو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے وزیر اعظم لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) کی قرارداد مقاصد (آئین اسلامی کی تجویز) کی تائید میں دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں لکھ کر پڑھی تھی اور جس نے پاکستان کے ادبا اور مفکرین پر مولانا عثمانیؒ کے بے نظیر تدبر و فکر اور علم و فضل کا سکہ بٹھا دیا تھا جسے اخباروں نے امتیازی حیثیت دے کر چھاپا اور جو مولانا عثمانیؒ کی تمام سیاسی جدوجہد کی آخری امید تھی۔ ان سیاسی خطوط، خطبوں، مکالمے وغیرہ کے علاوہ نہ جانے کتنے بیانات تحریک جنگ بلقان (۱۶۲)، تحریک خلافت (۱۶۳) اور تحریک پاکستان کے متعلق علامہ عثمانیؒ نے دیے ہوں گے جن کا پتہ چلانا اور شمار کرنا مشکل ہے۔

مولانا عثمانیؒ کا علم تفسیر میں مقام و مرتبہ:

علامہ عثمانیؒ کی تصنیفات اور مقالات پر جو روشنی ڈالی گئی ہے ان میں ان کا زبردست شاہکار تفسیر ہے۔ یہ شاہکار ان کے مقام تفسیر کا ایک منصف گواہ ہے جس کے آثار سے مفسر کی عظمت شان کا پتہ چل سکتا ہے۔ مفسر کے اس گلشن علم و فضل کے پھولوں کی سیر کرنے والے خوب جانتے ہیں اور مسحور کر لیتے ہیں جس طرح دلفریب وادیوں کے نظارے دیکھ کر انسان بیسا ختہ سبحان اللہ کے نعرے بلند کرنے لگتا ہے اسی طرح علمی پھولوں کی بہاریں بھی قدم قدم پر دامن دل کو کھینچ کر کہتی ہیں کہ بس ٹھہرنے کی یہی جگہ ہے۔ وہ سینے کتنے خوش نصیب ہیں۔ جن کے اندر ایسے دل ہیں جن میں حکمت و دانش کے غنچے کھلتے ہیں اور ظاہری باغوں کے سیر و تماشہ سے بے نیاز ہو کر اپنا در دل کھولتے اور اس کی سیر کرتے ہیں۔

تفسیر عثمانی بھی ایک گلشن ہے جس کی سیر جنت فردوس و عدن کی سیر سے کہیں زائد پر بہار ہے اس کی قدر و قیمت کے اندازے ان قدر دانوں سے پوچھیے جو اس کی بہاروں کے مشتاق اور دلدادہ نہیں بلکہ واقف حقیقت ہیں۔ آیئے ان علمائے دانشمند کے خیالات معلوم کریں جو انہوں نے تفسیر عثمانی کے متعلق پیش کیے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور تفسیر عثمانی:

مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۶۴) کی نگاہ میں اس تفسیر کی جو قدر تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ علامہ مفسر کی جب تھانہ بھون میں حکیم الامتؒ سے ان کی وفات سے پہلے حالت مرض میں ملاقات ہوئی تو مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنا تمام کتب خانہ وقف کر دیا ہے۔ البتہ دو چیزیں جن کو میں سمجھتا ہوں اپنے پاس رکھ لی ہیں۔ ایک تو آپ کی تفسیر والا قرآن شریف اور دوسری کتاب ''جمع الفوائد'' اس واقعہ سے آپ کی نظروں میں تفسیر عثمانی کی قدر و منزلت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ (۱۶۵)

مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور تفسیر عثمانی:

مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۳ء) (۱۶۶) نے فرمایا کہ ''مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر قرآن حکیم لکھ کر دنیا ے

اسلام پر بڑا احسان کیا ہے"۔ شاہ کا یہ قول تفسیر عثمانی پر ایک تبصرہ ہے کہ اس سے اچھا اور تبصرہ ایک جملہ میں ہو نہیں سکتا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۶۷) نے دوران قیام مکہ معظمہ میں پہلی مرتبہ ان تفسیری فوائد کو پڑھا تو انہوں نے علامہ مفسر کو لکھ کر بھیجا کہ "آپ نے قرآن کریم کی جو تفسیر تحریر فرمائی ہے اس میں شیخ الہند کی روح کارفرما ہے ورنہ اس جیسی تفسیر کا لکھا جانا میرے خیال سے باہر ہے"۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور تفسیر عثمانی:

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۷ء) تحریر فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے علامہ زماں محقق دوراں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب بنایا ہے۔ مولانائے موصوف کی بے مثل ذکاوت، بے مثل تقریر، بے مثل تحریر، عجیب و غریب حافظہ، عجیب و غریب تبحر وغیرہ کمالات علیہ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص منصف مزاج اس میں تامل کر سکے۔ قدرت قدیمہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی توجہ تکمیل فوائد اور ازالہ مغلقات کی طرف منعطف فرما کر تمام عالم اسلامی اور بالخصوص اہل ہند کے لئے عدیم النظیر حجت بالغہ قائم کر دی ہے۔ یقیناً مولانا عثمانیؒ نے بہت سی ضخیم تفسیروں سے مستغنی کر کے سمندروں کو کوزے میں بھر دیا ہے"۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی مذکورہ عبارت علامہ مفسر کی ذات اور ان کی تفسیر پر گرانقدر تبصرہ کا سرمایہ ہے۔ یہ تقریظ اور اس کے علاوہ دوسری تقریظیں قرآن کریم مطبوعہ مدینہ پریس بجنور سے پیش کی جاتی ہیں۔ (۱۶۸)

خواجہ عبد الحیؒ اور تفسیر عثمانی:

خواجہ عبد الحیؒ تفسیر مولانا عثمانیؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

"یہ تمام تر اس بزرگ کے فیض و برکات کا نتیجہ ہے جو آج ہندوستان میں بلا ریب سرتاج مفسرین اور قرآنی حکم و بصائر کے سب سے بڑے واقف مانے جاتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے قلم حقیقت رقم سے ایک طرف بلاغت قرآن کے دریا بہا دیئے اور دوسری جانب معارف فرقانی کے انمول موتی اوراق پر بکھیر دیئے ہیں"۔

مولانا سعید احمد دہلویؒ اور تفسیر عثمانی:

مولانا احمد سعید دہلویؒ نے اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا۔

"اردو زبان میں قرآن شریف کے مطالب کا اس قدر بہترین مختصر جامع ذخیرہ اس وقت تک فقیر کی نظر سے نہیں گزرا"۔ (۱۶۹)

اکبر شاہ نجیب آبادیؒ اور تفسیر عثمانی:

مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادیؒ مولف تاریخ اسلام تفسیر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ علماء دیو بند میں اپنی قرآن دانی اور تدبر فی القرآن کے متعلق جو خصوصیت رکھتے ہیں اس نے مولانا کو میرا محبوب اور ان کے تصور کو میرے دل کی راحت بنا دیا ہے انہوں نے قرآن مجید کو عام اردو دان لوگوں کے لئے قریب الفہم بنانے کی غرض سے مختصر اور جامع و مانع تفسیر بطور حواشی لکھی ہے سلیس و سادہ و فصیح عام فہم زبان میں آیات قرآنیہ کے مفہوم و مطالب کو سمجھانے کے لئے ضرورت سے زیادہ عموماً کچھ نہیں فرمایا گیا اور کسی مقام کو لاتحل نہیں چھوڑا گیا"۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ اور تفسیر عثمانی:

مولانا سید سلیمان ندویؒ (۱۷۰) تحریر فرماتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں۔ جو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں۔ ان حواشی سے علامہ عثمانیؒ کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دلنشین کرنے کے لئے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے۔ امید ہے کہ ان حواشی سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا ہے"۔ (۱۷۱)

عبدالماجد دریابادیؒ اور تفسیر عثمانی:

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ تفسیر عثمانی اور اس کے ترجمہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اخبار مدینہ (۱۷۲) کے مالک سرکار مدینہ کے خادم محمد مجید حسن بجنوری پر جی بے اختیار رشک کرنے کو چاہتا ہے۔ خدمت قرآن کی کیسی کیسی سعادتیں اپنے لئے سمیٹا، کئی سال ہوئے ترجمہ جو چھاپا شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا ادب تحشیہ جو شائع کیا تو ان کے شاگرد اور ایک عالم (دنیا) کے استاد دیو بند کے سابق اور ڈابھیل کے موجودہ شیخ الحدیث کا وہ ہمیشہ مسلمانوں کے لئے ایک تحفہ بے نظیر یہ جدید خیالات والوں کے حق میں اکسیر ایک اپنے رنگ میں نایاب دوسرا اپنے طرز میں لاجواب۔ نقش اول ایک جلوۂ طور نقش ثانی بلاشائبہ تکلف نور علی نور ذلک اللہ الخ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ شارح مسلم کے حواشی اگر ایک طرف پر مغز ہیں اور مسلک اہل سنت کے مطابق محققانہ تو دوسری طرف ضروریات کے موافق ہیں اور حکیمانہ پڑھتے جایئے اور معاندین اسلام کے پیدا کئے ہوئے شبہات کی جڑ از خود کٹتی چلی جائے گی اور اہل باطل کی اختراع کی ہوئی کج راہیاں آپ ہی آپ ھباءً منثوراً ہوتی جائیں گی پھر کسی فریق کی دل آزاری ہونا کیا معنی۔ ان کا نام تک نہیں آنے پایا"۔

مولانا ظفر علی خانؒ اور تفسیر عثمانی:

مولانا ظفر علی خانؒ (۱۷۳) نے زمیندار مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کے آرٹیکل میں مولانا عثمانیؒ کی مفسرانہ شان پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:۔

"وہ (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) ان چند علماء کرام میں سے تھے جو کتاب اللہ کے حقائق و معارف پر بالغانہ نظر رکھتے تھے جن میں شاہ عبدالعزیزؒ شاہ ولی اللہؒ اور مولانا محمود حسنؒ کے بعد قرآن دانی' قرآن فہمی کی پوری صلاحیت تھی"۔

علامہ عثمانیؒ اور شیخ الہندؒ کے ترجمہ پر شاہ افغانستان(۱۷۴) کی طرف سے فارسی میں ترجمہ ہونے اور چھپنے کے بعد جن انجمنوں اور اہل علم نے شکریہ کے ضمن میں تفسیر پر تبصرہ کیا ہے۔ ان میں سے علمائے ''فخر المدارس'' ہرات (کابل) کی تقریظ جوان کے دستخطوں سے متفقہ طور پر کی گئی ہے۔ قابل قدر ہے۔

علامہ عثمانیؒ کی یہ تفسیر ایک دینی مبلغ ایک علمی مدرس ایک فقہ کے عالم ایک اخلاقی فلسفی کا درجہ رکھتی ہے (اردو سے فارسی میں) حضرات علماء (افغانستان(۱۷۵)) کی چند سالہ ترجمہ کی کاوشیں اور اس کی طباعت میں مطبع والوں کی خدمت قابل قدر و تحسین ہیں یہ تفسیر قومی وملی وحدت کے رابطوں کی شیرازہ بندی اور دینی وعلمی معلومات کی وسعت میں ایک مبارک مقام رکھتی ہے مدرسہ ''فخر المدارس'' کے مدرسین کے نظریہ میں اس تفسیر کی اشاعت اور مطالعہ ہماری مملکت کے خواندہ اور بے سواد دونوں طرح کے افراد کے لئے عموماً معاش اور معاد کے معاملات کی رہبری کا باعث ہے جس قدر اہل ملک اس تفسیر میں دسترس اور مطالعہ کا شوق پیدا کریں گے اسی قدر قوم میں احکام مذہبی کے احترام خالق ومخلوق کی حفاظت اور انصاف کا قیام موثر ثابت ہوگا۔ یہ تفسیر قوم کے تمام لوگوں کے لئے صحیح اخلاق اور دینی رہنمائی کے قائم مقام ہے تا آنکہ عنقریب اس کے اچھے نتائج روشن ہو کر اہل ملک کی ظالمانہ تعدی دوسروں کے حقوق میں زیادتی وظلم اور اخلاقی فساد سے محفوظ رکھیں گے۔ دینی وشرعی دساتیر کی طرح ہماری مملکت کے لئے کہ اس کے اکثر مسلمان باشندے دینی جزئیات اور قرآن کریم کے معانی سے بے خبر ہیں۔ (یہ تفسیر' مجرب نسخے ہیں جو ضعیف الاخلاق بیماروں کے لئے شفا اور رستگاری کا سبب ہوں گے۔ اس تقریظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علمائے ہرات (کابل) (۱۷۶) اس تفسیر کو اپنے ملک سے جہالت' ناانصافی' ظلم کے دور ہونے کا سبب اور اخلاق کی اصلاح اور ملکی توازن کے درست ہونے کا ایک قوی سبب یقین کرتے ہیں۔ بشرطیکہ اس پر عمل کا ارادہ ہو۔

بعض علمی اور مذہبی حلقوں کے نزدیک تفسیر عثمانی پر تقریظات کے سلسلہ کو طول دیا جائے تو یہ اتنا پہنچتا ہے سار رسالہ بن جاتا ہے اس لئے مذکورہ مشاہیر کے خیالات پر بس کر کے قاری کے سامنے یہ نتیجہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا مقام تفسیر کیا ہے۔ اور وہ علماء مفسرین میں کتنا ممتاز امتیاز رکھتے ہیں۔

مشاہیر وعلماء مفسرین کی رائے کا تجزیہ:

مشاہیر علماء مفسرین کی رائے کا تجزیہ کرنے سے حسب ذیل مختصر عبارت میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ:۔

۱۔ مفسر علامہ کی تفسیر جامع ومانع ہے۔ اختصار اور وضاحت وتفصیل کی جگہ اس میں تفصیلات ہیں۔ یعنی حسب موقع ومحل ہے۔ ضرورت سے زیادہ اور ضرورت سے کم تفسیر کا راستہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

۲۔ بڑی بڑی ضخیم تفسیروں سے بے نیاز کر دیتی ہے اور مضامین قرآنی سے واقفیت کے لئے کافی ووافی ہے۔ بلکہ بقول مولانا احمد سعید دہلویؒ (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۹ء) اس قدر بہترین تفسیر کا جامع اور مختصر ذخیرہ دیکھنے میں نہیں آیا (۱۷۷)

۳۔ مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت سلیس اور دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ قاری کے دماغ کو قبول کرنے میں قطعاً دقت محسوس نہیں ہوتی کہ۔ چنانچہ بقول سید سلیمان ندویؒ (۱۸۸۴ء۔۱۹۵۳ء) (۱۷۸) ان کی قوت تفہیم حد بیان سے

بالا ہے۔ یہ تفسیر فطرت صحیحہ اور ذوق سلیم کو اپیل کرتی ہے۔

۴۔ اس تفسیر میں قرآنی حکمتوں اور معارف کے بیش بہا مضامین پیش کیے گئے ہیں۔ (۱۷۹)

۵۔ شیخ الہندؒ کا ترجمہ اگر نور ہے تو بقول مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ مولانا عثمانیؒ کی تفسیر نورٌ علیٰ نور ہے۔ (۱۸۰)

اسی قسم کا خیال ادارۂ اخبار زمیندار نے فارسی ترجمہ کابل کی تقریظ میں ظاہر کیا ہے۔ اخبار لکھتا ہے:۔

”ترجمہ قرآنی کہ از طرف شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ مشعل علمی است کہ دنیائے اسلامی باید ازاں روشنی حاصل نماید۔ ایں ماہتاب ترجمہ را تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی آفتاب گردانیدہ است“۔

قرآن کریم کا ترجمہ جو شیخ الہندؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ ایک علمی مشعل ہے کہ تمام دنیائے اسلام کو اس سے روشنی حاصل کرنی چاہیے اس ماہتاب ترجمہ کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر نے آفتاب بنا دیا ہے۔

۶۔ یہ تفسیر اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہے اس میں ضروریات زمانہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے یعنی جدید وقدیم خیالات والے اہل خیالات والے اہل علم دونوں کے فکری تقاضے پوری کرتی ہے۔

یہ تفسیر نہایت پر مغز محققانہ اور حکیمانہ انداز میں لکھی گئی ہے چنانچہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (۱۸۹۱ء۔۱۹۶۱ء) (۱۸۱) نے فرمایا:

”جب سے یہ تفسیر چھپی ہے اسے ساتھ رکھتا ہوں جب کوئی تعلیم یافتہ کسی خاص مسئلہ کو پوچھتا ہے اس تفسیر کو کھول کر پڑھ دیتا ہوں جس میں اس کا جواب ہوتا ہے“۔

۸۔ کسی اسلامی فرقہ سے اس میں تعرض نہیں کیا گیا ہے نہ ہی اختلافی مسائل کو کھلم کھلا چیلنج دے کر خطاب کر کے بیان کیا گیا ہے۔ ہاں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق اور صحیح تحقیق کے ضمن میں جو چیزیں آگئی ہیں وہ آپ ہی آپ آتی چلی گئی ہیں جن سے مخالفین کے اعتراضات کی جڑیں خود بخود کٹتی چلی جاتی ہیں۔

۹۔ یہ تفسیر نہایت فصیح وبلیغ شستہ اور شگفتہ اردو زبان میں جا بجا ادیبانہ رنگ میں لکھی گئی ہے اس کا طرز بیان مغلق اور خشک نہیں ہے۔ مذکورہ بالا خیالات جس تفسیر کے متعلق ہو سکتے ہیں بعینہ وہ خیالات مفسر کی قابلیت اور کمال پر بھی صاف دلالت کرتے ہیں چنانچہ براہ راست مفسر کے متعلق ان تقریظات میں جو کچھ ملتا ہے وہ یہ ہے۔

۱۔ بقول خواجہ عبدالحیؒ اور دیگر مذہبی شخصیت کے مطابق مولانا عثمانیؒ ہندوستان میں لاریب سرتاج مفسرین اور قرآنی حکم وبصائر کے سب سے بڑے واقف مانے جاتے ہیں۔

۲۔ مشہور مورخ اسلام ومصنف تاریخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادیؒ کو مولانا عثمانیؒ کی قرآن دانی اور تدبر قرآن نے ان کا عاشق بنا لیا تھا چنانچہ محبوب کا تصور جس طرح عاشق کو پیارا ہوتا ہے اسی طرح مولانا عثمانیؒ کا تصور نجیب آبادی (بجنوری) مورخ کے دل کے لئے سامان راحت ہے۔ جیسا کہ ان کی تقریظ سے واضح ہے اسی کو کمال علم کی محبت کہا جاتا ہے۔ (۱۸۲)

……حواشی و حوالہ جات، فصلِ دوم……

(۱) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، نوشہرہ، القاسم اکیڈمی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۴
(۲) ایضاً
(۳) قاسمی، محمد انوار الحسن، مولانا/ کمالات عثمانی، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۲۰۰۷ء، ص ۸۶
(۴) ایضاً
(۵) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۴۳
(۶) عثمانی، شبیر احمد/ العقل والنقل، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۵۶ء، ص ۳۷
(۷) ایضاً
(۸) شیر کوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ص ۸۳۔۸۴
(۹) ایضاً
(۱۰) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸۳
(۱۱) ذکی/ تالیفات عثمانی، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۰ء، ص ۴
(۱۲) عثمانی، شبیر احمد/ اسلام کے بنیادی عقائد، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، ۱۹۹۹ء، ص ۱۷
(۱۳) ذکی/ تالیفات عثمانی، ص ۹
(۱۴) عثمانی، شبیر احمد/ اسلام کے بنیادی عقائد، ص ۱۹
(۱۵) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۲۶۔۲۷
(۱۶) ایضاً
(۱۷) عثمانی، شبیر احمد/ اسلام کے بنیادی عقائد، ص ندارد
(۱۸) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، نوشہرہ، ص ۱۹۹
(۱۹) ذکی/ تالیفات عثمانی، ص ۴۳
(۲۰) خان، اکبر علی، قادری/ برصغیر میں صحابہ کرامؓ، لاہور، طہ پبلی کیشنز، سن ندارد، ص ۴۳
(۲۱) اختر، عباداللہ/ مشاہیر اسلام، لاہور، ادارہ تخلیقات، سن ندارد، ص ۵۷
(۲۲) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۳۹
(۲۳) عثمانی، شبیر احمد/ اسلام کے بنیادی عقائد، ص ۱۷
(۲۴) ایضاً
(۲۵) قاسمی، محمد انوار الحسن، مولانا/ کمالات عثمانی، ص ۴۳۲
(۲۶) عثمانی، شبیر احمد/ اسلام کے بنیادی عقائد، ص ۵۲
(۲۷) ایضاً
(۲۸) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۸۹
(۲۹) مروت، عبدالوہاب فاروقی/ پندرہ روزہ نجات، دیوبند کانفرنس، صوابی، سن ندارد، ص ۲۸۵

(۳۰) عثمانی، شبیر احمد/ اسلام کے بنیادی عقائد، ص ۱۹
(۳۱) اختر، عباد اللہ/ مشاہیر اسلام، ص ۳۴۸
(۳۲) بدایونی، نظامی/ مشاہیر شرق، ص ۹۷
(۳۳) نواب، اعجاز احمد/ ۱۰۰ عظیم مسلمان، ص ۸۵
(۳۴) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخ، ص ۵۰
(۳۵) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۶۲-۶۴
(۳۶) ایضاً
(۳۷) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۷۵-۷۶
(۳۸) ایضاً
(۳۹) شیر کوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ص ۸۳-۸۸
(۴۰) قاسمی، محمد انوار الحسن، مولانا/ کمالات عثمانی، ص ۱۵۲
(۴۱) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۳
(۴۲) ایضاً
(۴۳) عثمانی، شبیر احمد/ اعجاز القرآن، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۰ء، ص ۲۰
(۴۴) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۸۴
(۴۵) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۳۶۰
(۴۶) زاہد الحسینی/ علماء دیوبند، عہد ساز شخصیات، ص ۱۶۱
(۴۷) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۵۷
(۴۸) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، الروح فی القرآن، ص ۱۰۵
(۴۹) ایضاً
(۵۰) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۱۲۳-۱۲۴
(۵۱) محمد طیب، قاری/ اسلامی تہذیب و تمدن، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۰ء، ص ۲۲۹
(۵۲) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۵۵
(۵۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ ص ۱۱۳
(۵۴) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۸۵
(۵۵) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۸۶
(۵۶) ایضاً
(۵۷) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، ص ۲۱۳
(۵۸) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۳-۴
(۵۹) ایضاً
(۶۰) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۸۷
(۶۱) قاسمی، محمد انوار الحسن، مولانا/ کمالات عثمانی، ص ۸۹
(۶۲) محمد شفیع، مفتی/ مقدمہ مسئلہ تقدیر، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۰ء، ص ۵
(۶۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۶۹

(۶۴) اکرام، نفیس/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۲۹
(۶۵) زاہد الحسینی/ علماء دیو بند عہد ساز شخصیات، ص ۲۱۷
(۶۶) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۶۲
(۶۷) قاسمی، محمد انوار الحسن، مولانا/ کمالات عثمانی، ص ۸۵
(۶۸) قاسم محمود، سید/ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص ۷۱۵
(۶۹) عثمانی، شبیر احمد/ الاسلام، لاہور، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ص ۳۷
(۷۰) میاں محمد، سید/ تحریک ریشمی رومال، ص ۳۳۰
(۷۱) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۱۵
(۷۲) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ سلیمان ندوی، ص ۱۲۹
(۷۳) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۱۵
(۷۴) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ برصغیر کے علمی وادبی تعلیمی ادارے، ص ۱۶۰
(۷۵) حقانی، عبد الرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱۵
(۷۶) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دار العلوم دیو بند، لاہور، ص ۳۲۹
(۷۷) شیر کوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ص ۸۷
(۷۸) صفدر محمود، ڈاکٹر/ مسلم لیگ کا دور حکومت، لاہور، ۲۰۰۲ء، جنگ پبلشر، ص ۱۵
(۷۹) قریشی، اشتیاق حسین/ مترجم بلال احمد زبیری/ جدو جہد پاکستان، کراچی، ص ۲۶
(۸۰) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۹۹
(۸۱) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، ص ۳۳۶
(۸۲) ملک، عبد الحمید/ نظریہ اور تحقیق، لاہور، عذر سنز، ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۵
(۸۳) محمد میاں، سید/ علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۲۵۴
(۸۴) خان، عبد الرحمن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۵۸
(۸۵) ظفر محمود احمد، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۸۴۔۸۵
(۸۶) حقانی، عبد القیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۸۶
(۸۷) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۱۰۱
(۸۸) ایضاً
(۸۹) خان، عبد الرحمن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۳۶۱
(۹۰) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۴۱
(۹۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وعلمی کردار، ص ۱۱۷
(۹۲) عبد الرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۰۳
(۹۳) شیر کوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ص ۸۶
(۹۴) ایضاً
(۹۵) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۲۳۱
(۹۶) عبد الرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۴۳
(۹۷) شیر کوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ص ۸۶۔۸۷

Azad, Abulkalam/ India Wins Freedom/ Lahore, 1986, pp.186-87(۹۸)

(۹۹) زمیندار اخبار:

بر صغیر کے مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے بے شمار اخبارات نے اپنا کردار ادا کیا ان ہی اخبارات میں سے ایک اخبار زمیندار بھی تھا جو مولانا ظفر علی خان کے زیر ادارت ملی، قومی اور سیاسی موضوعات کا احاطہ کیا کرتا تھا اس اخبار نے مسلمانوں کی ذہنی آبیاری میں اپنا کردار بھر پور طور پر انجام دیا۔

(۱۰۰) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۶
(۱۰۱) قاسمی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ص ۸۷-۸۸
(۱۰۲) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۳-۱۳۲
(۱۰۳) پیرزادہ، شریف الدین/ پاکستان منزل بہ منزل، ص ۱۱۲
(۱۰۴) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۴۳۱
(۱۰۵) ایضاً
(۱۰۶) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، لاہور، ص ۳۷۰
(۱۰۷) عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، ص ۲۲۳
(۱۰۸) محمد میاں، سید/ تحریک ریشمی رومال، لاہور، ص ۱۱۳
(۱۰۹) اعظمی، فضل الرحمٰن/ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ملتان، ص ۹۸
(۱۱۰) عثمانی، شبیر احمد/ تفسیر عثمانی، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص ندارد
(۱۱۱) شیرکوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، لاہور، ص ۸۶-۸۸
(۱۱۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۵۷
(۱۱۳) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح سید حسین احمد مدنی، ص ۱۵۶
(۱۱۴) عزمی، انوار/ آدم سے محمد تک/ کراچی، مرکزی انجمن سہروردیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۷۹
(۱۱۵) حسرت، چراغ حسن/ تاریخ اسلام، نیویارک، سلور برڈ کمپنی، ۱۹۵۳ء، ص ۵۳
(۱۱۶) صدیقی، محمود الحسن/ تاریخ اسلام، نیویارک، سلور برڈ کمپنی، ص ۹۳-۹۴
(۱۱۷) چراغی، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۳-۳۴
(۱۱۸) اعظمی، فضل الرحمٰن/ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ملتان، ص ۴۳۹
(۱۱۹) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، لاہور، ص ۴۵
(۱۲۰) قرآن مجید: سورۃ الفرقان: آیت ۵۳
(۱۲۱) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان ایک قوم کا المیہ، لاہور، سنگ میل، ص ۱۳۱
(۱۲۲) برقی، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، لاہور، ص ۲۳۹
(۱۲۳) پیرزادہ، شریف الدین/ پاکستان منزل بہ منزل، ص ۲۳۶
(۱۲۴) حقانی، یوسف/ مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، ص ۱۰۸
(۱۲۵) صدیقی، محمد ادریس/ وادی سندھ کی تہذیب، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۳ء، ص ۹۱
(۱۲۶) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، لاہور، ص ۱۵۷
(۱۲۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد
(۱۲۸) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، کراچی، ص ۵۸
(۱۲۹) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، لاہور، ص ۳۷۰

(۱۳۰)ہاشمی، عبدالقدوس/تقویم تاریخی، لاہور، ص ۲۴

(۱۳۱)بخاری، اکبر شاہ/اکابر علماء دیوبند، لاہور، ص ۲۱۵

(۱۳۲)حقانی، عبدالقیوم/سوانح علامہ سید سلیمان ندوی، ص ۱۷۹

(۱۳۳)وسیم احمد سعید/ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۰

(۱۳۴)شیرکوٹی، انوار الحسن/کمالات عثمانی، ص ۸۸_۹۰

(۱۳۵)صدیقی، محمود الحسن/تاریخ اسلام، نیویارک، سلور برڈ کمپنی ۱۹۵۲ء، ص ۲۳۸

(۱۳۶)محمد میاں، سید/تحریک ریشمی رومال، ص ۱۴۸

(۱۳۷)وسیم احمد سعید/ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۳۰

(۱۳۸)محبوب رضوی، سید/تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۵۸

(۱۳۹)شیرکوٹی، انوار الحسن/حیات عثمانی، ص ۹۲

(۱۴۰)قاسمی، ابوحمزہ/خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۰

(۱۴۱)میاں محمد، سید/جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۳۴

(۱۴۲)خان، منشی عبدالرحمن/سیرت اشرف، ملتان، ص ۲۱۴

(۱۴۳)صدیقی، شفیق/حیات شیخ الاسلام، ص ۸۵

(۱۴۴)عثمانی، شبیر احمد/رسالہ پیغام، لاہور، ہاشمی بک ڈپو، ۱۹۴۶ء، سرورق

(۱۴۵)ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وعلمی کردار، کراچی، ص ندارد

(۱۴۶)الیاس عادل/دنیا کے ملکوں کا تعارف، لاہور، الفیصل، ۲۰۰۶ء، ص ۲۲۳

(۱۴۷)قاسمی، محمد طاہر/مکالمۃ الصدرین، لاہور، ہاشمی بک ڈپو، ۱۹۴۶ء، ص ۱۰

(۱۴۸)محمد میاں، سید/حیات شیخ الاسلام، ص ۳۵

(۱۴۹)صدیقی، شفیق/حیات شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی، ص ۹۲

(۱۵۰)حقانی، عبدالقیوم/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۶

(۱۵۱)عبدالرشید ارشد/بیس بڑے مسلمان، ص ۳۸۸

(۱۵۲)بخاری، اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۹۷

(۱۵۳)شیرکوٹی، انوار الحسن/کمالات عثمانی، لاہور، ص ۸۹_۹۵

(۱۵۴)فاروقی، محمد یوسف، ڈاکٹر/تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، ص ۱۴۷

(۱۵۵)رضوی، خورشید مصطفیٰ/جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، لاہور، ص ۳۷

(۱۵۶)قاسمی، ابوحمزہ/خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ندارد

(۱۵۷)عثمانی، شبیر احمد/ہمارا پاکستان، لاہور، ہاشمی بک ڈپو، ۱۹۴۶ء، ص ۶۸_۶۹

(۱۵۸)ایضاً

(۱۵۹)زاہد چوہدری/مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا آغاز، لاہور، ص ۱۴۰

(۱۶۰)خان، عبدالرحمن، منشی/سیرت اشرف، ص ۲۹۶

(۱۶۱)ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وعلمی کردار، ص ندارد

Ahmed, Jamil uddin, Muslim Political movement (Early phase) Lahore, 1967,pp.80-82(۱۶۲)

(۱۶۳)خان، عبدالرحمن، منشی/معماران پاکستان، ص ۱۱۹

(۱۶۴) سعید احمد، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۱۰

(۱۶۵) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۲۰

(۱۶۶) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۶۰

(۱۶۷) ایضاً

(۱۶۸) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، ص ۳۰

(۱۶۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۱۵

(۱۷۰) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۳۱۱

(۱۷۱) ایچ بی خان/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۳۱۵

(۱۷۲) ایضاً

(۱۷۳) ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر/ مولانا ظفر علی خان، حیات و خدمات و آثار، لاہور، سنگ میل، ۱۹۹۳ء، ص ۲۰۔۲۵

(۱۷۴) محمد یوسف، بریگیڈیئر/ شکست روس، لاہور، جنگ پبلشر، ۱۹۸۸ء، ص ۸۷

(۱۷۵) پاشا، احمد شجاع/ افغانستان ایک قوم کا المیہ، لاہور، سنگ میل، ص ۳۷

(۱۷۶) خان، سکندر حیات، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان، ابتداء و ارتقاء، اسلام آباد، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲

(۱۷۷) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ندارد

(۱۷۸) ابدالی، محمد رضی، سید/ رہبران پاکستان، کراچی، ص ۱۳۲

(۱۷۹) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ کمالات عثمانی، ص ندارد

(۱۸۰) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۷

(۱۸۱) حفیظ، گوہر/ شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، گوہر پبلشرز، ص ۳۹

(۱۸۲) شیرکوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ص ۸۷

بابُ
3

قیامِ پاکستان سے پہلے کی
سیاسی اور ملّی خدمات

باب سوم

فصل اول

قیامِ پاکستان سے قبل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی و ملّی خدمات

جمعیت العلمائے ہند سے سیاسی وابستگی:

جنگِ بلقان (۱۹۱۲ء) (۱) اور جنگِ طرابلس (۱۹۱۳ء) (۲) کے بعد جنگِ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس جنگ میں جرمنی (۳) اور ترکی (۴) ایک دوسرے کے حلیف (دوست) تھے اور مد مقابل ان کے برطانیہ تھا۔ ۱۹۱۸ء میں جب جرمن اور ترکوں کو شکست ہوئی اور برطانیہ فاتح بن گیا، اس موقع پر ترکی کی خلافت کے پُرزے پُرزے ہو گئے۔ ۱۹۱۸ء کے بعد برِ صغیر میں تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) (۵) شروع ہوئی اور خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ (۶)

پہلی جنگِ عظیم کے اختتام پر جرمنی کی شکست کی قیمت خلافتِ عثمانیہ (۷) کو بھی ادا کرنی پڑی۔ اسی دوران ۱۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو برِ صغیر میں تحریکِ خلافت کا ایک زبردست طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

تحریکِ خلافت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمان متحد ہو کر انگریزوں کو ان کی غداری کا سبق سکھائیں اور ان ہی جذبات کا نقطۂ عروج تحریکِ ترکِ موالات (۸) تھی مسلم لیگی نظریے کے حامل رہنماؤں کی نظر میں یہ تحریک ۱۹۲۰ء میں درحقیقت مسلمانوں کی اقتصادی کمر توڑنے کے لیے اور ان کو تعلیمی و ثقافتی اعتبار سے پسماندہ کرنے کے لیے شروع کی گئی تھی۔ چنانچہ ان کا موقف تھا کہ تحریکِ ترکِ موالات کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ سیاست کے ساتھ اقتصادی اور تمدنی کمان بھی ہندو علمبرداروں کے ہاتھوں میں چلی جائے۔ (۹)

سرزمینِ ہند کا چپہ چپہ اس بات کا شاہد ہے کہ علماءِ ملت نے اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ سلطنتِ مغلیہ (۱۵۲۶ء۔۱۸۵۷ء) کی طرح ہندوستان کو اسلام، تعلیماتِ اسلام اور تہذیبِ مسلم کا قبرستان بھی بنایا جا سکتا ہے مگر وہ کون سی جماعت تھی جو انگریزوں اور عیسائیوں کے سامنے آئی اور ان تمام ہولناکیوں کو فریب نظر ثابت کر دیا۔ (۱۰) مسلمانوں نے اپنی سیاسی اہلیت اور استعداد سے یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی قومی سیاست میں ان کا حصہ ان کی تناسب آبادی سے کہیں زیادہ رہے گا اور ان کی قربانیوں نے یہ ثابت کر دیا کہ قوم پروری میں وہ ہندوؤں سے کچھ کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہیں۔ (۱۱)

عین اس موقع پر ہندوستان کے اندر یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ ’’ہندوستان دارالحرب‘‘ ہے (۱۲)۔ یہاں سے دین دار مسلمانوں کو ہجرت کر جانا چاہیے۔ (۱۳)

برِصغیر کے علماء اگرچہ خلافت کے جلسوں میں شریک ہوئے، لیکن ان کے لیے خصوصی پلیٹ فارم کی ضرورت تھی جہاں سے خالص مذہبی و دینی آواز بلند ہوتی، اس لیے خلافت اور کانگریس، مسلم لیگ کے علاوہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء تا یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو امرتسر میں جمعیت العلمائے ہند (۱۴) کا قیام مولانا عبدالباریؒ فرنگی محل (۱۵) کے زیرِ صدارت وجود میں آیا۔ (۱۶) جمعیت العلمائے ہند کے قیام اور اس کی غرض وغایت یہ تھی کہ علماء کی ایک متفقہ جماعت ہو۔‘‘

بعض تجزیہ نویسوں کے مطابق ابتدائی ایام میں جمعیت العلمائے ہند مختلف الخیال علماء کی نمائندہ جماعت تھی اور اس کا اظہار اس کی تشکیل و تنظیم سے ظاہر ہوتا ہے۔ علماء میں انتشار تحریکِ خلافت کی ناکامی کے بعد شروع ہوا اور جمعیت پر دیوبندی علماء کا اثر زیادہ ہو گیا۔ (۱۷)

جس زمانے میں یعنی ۱۳۳۸ھ۔ ۱۹۱۹ء میں جمعیت العلمائے ہند کا قیام عمل میں آیا، اس وقت تحریکِ خلافت تمام برِصغیر میں اپنے پورے شباب پر تھی۔ اتحادی طاقتوں نے ترکی کی قسمت کا فیصلہ مسلمانانِ ہندوستان کے مطالبات اور جذبات کا خیال کیے بغیر کر دیا تو خلافت کمیٹی نے عدم تعاون و ترکِ موالات کی تحریک شروع کی۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) (۱۸) اور گاندھی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء) اس تحریک کے روحِ رواں تھے۔

جمعیت العلمائے ہند کا پہلا سالانہ اجلاس ۱۹ تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء (۱۹) کو دہلی میں ہوا۔ اس اجلاس میں جمعیت العلمائے ہند کا خاص نقطہ یہ تھا کہ اس اجلاس میں جلسہ کی صدارت ’’مولانا محمود حسن دیوبندیؒ‘‘ اسیر مالٹا کر رہے تھے، جو رہا ہو کر برِصغیر میں واپس آ چکے تھے۔ اسی دوسرے اجلاس میں مولانا محمود حسنؒ نے ترکِ موالات پر اپنے خطبہ میں زور دیا تھا اور اسی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ترکِ موالات پر اپنا ایک مفصل مضمون پڑھ کر سنایا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اس اجلاس کے آخر میں فرمایا کہ:

’’میں اس وقت آپ سے رخصت ہو رہا ہوں اور جو کچھ مجھے کہنا تھا خطبہ صدارت میں کہہ چکا ہوں اور جو مبسوط مضمون مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے آپ کو آج ہی کے اجلاس میں سنایا ہے، اس کے ضمن میں بھی میرے مقاصد اور محسوسات نہایت خوبی سے ادا ہو گئے ہیں اور حضرات علماء مذہبین نے بحث و تمحیص کے بعد جو امور طے کیے ہیں ان سے بھی یہ بندہ ضعیف عملی طور پر علیحدہ نہیں ہے، اس لیے اب مجھ کو اس سے زائد کہنے کی ضرورت نہیں جو صراطِ مستقیم آپ نے معلوم کر لیا ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں اس پر سیدھے چلے جائیے اور یمین و شمال کی طرف مطلق التفات نہ کیجیے۔ (۲۰)

جمعیت العلمائے ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس کے ایک ہفتہ بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ بمطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بعض محققین اور مصنفین نے آپ کی وفات ۱۹۲۱ء بھی تحریر کی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے استاذ شیخ الہند کی تحریک اور خیالات کو آئندہ بھی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ شیخ

الہند کو اپنے شاگردوں کی علمی قوتوں میں سب سے زیادہ ”مولانا شبیر احمد عثمانیؒ“ پر اعتماد تھا اور وہ ان کی تحریری شگفتگی کے بھی دل سے قائل تھے۔(۲۱)

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اپنی خودنوشت سوانح زندگی ”نقشِ حیات“ میں تحریر کرتے ہیں:

میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا مرتبہ ومقام میرے تمام شاگردوں میں درجہ اوّل تھا۔ جامعہ ملیہ کے افتتاح کے موقع پر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے خطبہ صدارت کا مضمون علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو بتا کر تحریر کرنے کا حکم دیا اور جب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مسودہ لکھ کر لائے تو اس کو حسب منشا ترمیم فرما کر چھپنے کا حکم دیا گیا۔ یہ تھا شیخ الہندؒ کا تحریر اعتماد اور پہلا تھا علمی اعتماد۔“(۲۲)

بعض سیاسی حلقوں کے نزدیک مشترکہ قومیت کے پجاری اسلامی انفرادیت کو سرزمین ہند سے نیست ونابود کر دینے کے خواہاں تھے مگر ہندی مسلمانوں کا اس پر رضامند ہو جانا کچھ آسان نہ تھا، جداگانہ حق نمائندگی سے وہ چند شرائط کے ساتھ دستبردار ہونے کے لیے تیار تھے مگر وہ غیر مشروط طور پر خود کو اکثریت کے حوالے نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں اپنی انفرادیت اور جداگانہ ہستی عزیز تھی لیکن وہ ہندوستان کے سیاسی ارتقاء میں سدراہ بننا نہیں چاہتے تھے۔ ہندوؤں سے زیادہ مسلمان آزادی کی قدر جانتے تھے کیونکہ انہیں آزادی کے حق (۱۸۵۷ء) سے محروم ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا جب کہ اس کے برعکس ہندوؤں میں صدیوں غلام رہنے کے بعد اب جذبۂ آزادی بیدار ہوا تھا۔ حصول آزادی کے لیے مسلمان متحدہ جدوجہد کے خواہاں تھے کیونکہ بغیر ہندو مسلم اتحاد اور حکومت کے خلاف مشترکہ محاذ کے آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا۔(۲۳)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی دینی وسیاسی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور جب بھی آپ کو موقع ملا آپ نے مسلمانوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا۔ اپنی سوچ وخیالات اور علمی خیالات سے اہل برصغیر کو اپنا گرویدہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔

جامعہ ملیہ کا افتتاح اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ بہ مطابق ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۰ء

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

۱۲ صفر ۱۳۳۹ء بمطابق ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو جامعہ ملیہ کی افتتاحی اجلاس کی تاریخ مقرر کی گئی۔ حضرت شیخ الہند مولانا سید محمود حسنؒ نے شرکت اور صدارت فرمائی۔ بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے وہ خود چلنے سے معذور تھے، دو آدمیوں کے کندھوں پر ٹیک لگا کر چلنا ہوتا تھا۔ جامعہ ملیہ کا خطبہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھا۔(۲۴)

شیخ الہند سید محمود حسنؒ کی وفات کے چھ ماہ بعد دیوبند اور بیرون دیوبند میں جوش وخروش تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے ایام

شباب میں دھواں دھار اور ملی و دینی جذبات سے پُر خیز تقریریں دیوبند میں سناتے تھے۔ خلافت اور آزادی ہند کے سلسلے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریریں اوّل اوّل ہوتی تھیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقاریر پر اہلِ ہند کے مسلمانوں کے جذبات کو درست سمت میں لے جانے کا کام کر رہی تھیں۔ ان کی تقریروں کے اثرات اہلِ ہند کے مسلمانوں پر مرتب ہو رہے تھے۔ (۲۵)

علمائے کرام کی ملی و سیاسی تقاریریں ایوانِ حکومت پر اثر انداز ہو رہی تھیں چنانچہ حکومت وقت نے چند علماء کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے۔ کیونکہ علمائے کرام کی تقریریں سننے کے لیے عوام الناس کا ایک نہ ٹھہرنے والا سمندر جمع ہو جاتا تھا، فساد و ہنگاموں کا قوی اندیشہ پیدا ہوتا گیا۔ اس لیے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ مسلمانوں نے اس موقع پر کہا کہ ہم مولانا کو گرفتار نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کو پولیس والے گرفتار کر کے لے گئے جب کہ باقی علماء حضرات گرفتاری کے انتظار میں مطبخ قاسمی میں ٹھہرے رہے۔ لیکن تمام دن گزرنے کے بعد جب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس نہ آئی تو آپ شام کو مغرب کے وقت گھر تشریف لے گئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ والدہ گرفتاری سے بہت پریشان ہوتی، اس لیے گھر پر گرفتاری پیش کرنے سے پس و پیش سے کام لیا کیونکہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ قید و بند اور جیل و چکی کے مرد نہ تھے۔ (۲۶)

تحریکِ خلافت (۲۷) کے پُر آشوب زمانے میں ہندوستان کے تمام مسلمان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح انگریز سامراج کے مقابلہ میں سر سکندری بن کر ڈٹ گئے تھے لیکن اُمتِ اسلامیہ کے بعض قابلِ احترام بزرگ اس تحریک کو مسلمانوں کے لیے مضر (نقصان دہ) قرار دیتے تھے۔ ان ہی میں مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء) (۲۸) بھی تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فتویٰ کا جو عالمانہ جواب دیا، اس سے تحریک موالات یا تحریک عدم تعاون پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ روئے زمین کے سارے کلمہ گو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنے والے مسلمانوں کی فلاح سے متعلق شرعی حیثیت سے جو میری معلومات اور خیالات ہیں ان کو بلا کم و کاست آپ کے سامنے رکھ دوں اور اس بات کی بالکل پرواہ نہ کروں کہ حق برادران یا کوئی ہندو یا مسلمان مجھ سے بگڑ بیٹھے گا اگر چہ اپنے بھائیوں سے مجھے ایسی توقع نہیں (۲۹) آج وہ وقت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد کو جماعت اسلام کی حقیقی خیر خواہی میں اپنی شخصی عزت اور عارضی وجاہت و مقبولیت سے قطع نظر کر لینا چاہیے۔ (۳۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اہلِ ہند کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ میرا مشورہ سب سے پہلے یہ ہے کہ تمام علماء مل کر مسلمانوں کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں فشل (بزدلی) تنازع (نا اتفاقی) اور عصیان یعنی نافرمانی اور اعجاب اور غرور سے بچانے کی کوشش کریں اور ان کا شیرازہ مجتمع کریں جو اختلافات خود علماء میں ہوں، ان کو اخلاص اور صاف دلی سے آپس میں طے کریں، اگر آپ ایسا

کریں گے تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ ہتھیار ہے جس کے آگے کوئی ہتھیار نہیں چل سکتا۔ (۳۱) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے اس خطبہ میں علماء اسلام کو درج ذیل اصول ونظریات کی ہدایت فرمائی:

(۱) اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہے، جس سے ترک موالات فرض ہے۔

(۲) تحفظ ملت اور تحفظ خلافت کے خالص اسلامی مطالبہ میں اگر برادران وطن ہمدردی اور اعانت کریں تو جائز اور مستحق شکریہ ہیں۔

(۳) استخلاص وطن کے لیے برادران وطن سے اشتراک عمل جائز ہے مگر اس طرح کہ مذہبی حقوق میں رخنہ واقع نہ ہو۔ (۳۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا فرمان ہے کہ کسی قوم کے فتح وظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہوسکتے ہیں، اوّل مادی دوم رُوحانی اور یہ دونوں "واعدو لهم ما استطعتم" میں داخل ہیں اس لیے آپ اپنے اندر رُوحانی طاقت پیدا کریں تا کہ خدا کے فرشتے آسمان سے تمہاری مدد کو آئیں۔ (۳۳)

شبیر احمد عثمانیؒ کے خیالات کی روشنی میں رُوحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتھیار ہے جس کو ترکِ موالات یا "ترکِ تعاون" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ "ترکِ موالات" کی تحریک انشاء اللہ یقیناً موثر ہے بشرطیکہ قوم متفق ہوکر اس کو انجام دے۔ اگرچہ سیاسی لیکن جس قدر اس مسئلہ پر نکتہ چینی کی جاری ہے اسی قدر وہ زیادہ واضح اور قوی ومضبوط ہوتا جاتا ہے۔ (۳۴)

تحریکِ ترکِ موالات کی جو لوگ مخالفت کر رہے ہیں، خواہ دانستہ طور پر یا ناسمجھی کی بنا پر ہم ان کے بھی ایک طرح سے ممنون ہیں کہ ان کے اعتراضات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اپنی معلومات بڑھانے کا ہمیں اور زیادہ موقع ملتا ہے۔ (۳۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانوں کی غلط فہمیوں پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج کل سب سے زیادہ جو غلط فہمی پھیل رہی ہے وہ یہ ہے کہ ترکِ موالات دوستی اور محبت چھوڑنے کا نام ہے لیکن تعلقات اور معاملات کا چھوڑنا اس میں داخل نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ موالات کے لغوی معنی باہم ایک دوسرے کو ولی بنانے کے ہیں اور ولی کے معنی قاموس اللغت میں دیکھیے دوست کے بھی ہیں اور ناصر و مددگار کے بھی ہیں اور قریب کے بھی اور متصرف کے بھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیات موالات میں ان سے کس معنی کا قصد کیا گیا ہے۔ (۳۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس دور کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہنگامہ (۱۸۵۷ء) کے بعد ایسی بری طرح ہم کو کچلا گیا کہ مدت تک موت کی سی بے ہوشی سارے ملک پر طاری رہی کچھ افاقہ ہوا تو چاروں طرف مایوسی کی گھٹا چھائی دیکھی، مایوسی کے بعد حکومت کے سامنے چاپلوسی اور خوشامد کا دور آیا پھر

مدت کے دبے ہوئے جذبات کچھ ابھرنے لگے یہاں کے حاکموں نے جب دیکھا کہ موت کی نیند سونے والے کچھ کروٹیں بدلنے اور جھرجھری لینے لگے ہیں تو انہوں نے معروضات اور گزارشات پیش کرنے کا راستہ سجھا دیا، مبادا یہ تازہ حرکت اٹھے ہوئے جذبات اور بیدار کن احساسات کے نکلنے کا کوئی دوسرا خطرناک راستہ اختیار کرے۔ معروضات کی منزل سے گزر کر پھر نرم گرم لہجہ میں مطالبات کا آغاز ہوا۔(۳۷)

جمعیت العلمائے ہند دہلی کی مجلس عاملہ میں علامہ عثمانیؒ کی رکنیت:

کانگریس اور مسلم لیگ سے علیحدہ صرف علماء کے لیے متحدہ پلیٹ فارم کی ضرورت کے باعث علمائے ہند دہلی کا وجود ۱۹۱۹ء میں عمل میں لایا گیا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس مجلسِ عاملہ کے ممتاز رکن تھے۔ آپ اکثر جمعیت العلماء کے سالانہ اجلاس وجلسوں میں شریک ہوتے۔ مجلسِ عاملہ کی تجویزوں پر بحث کرتے، اختلاف رائے پیش کرتے، جمعیت کے خاص ارکان میں ابوالکلام آزادؒ(۳۸)، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ(۳۹)، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ(۴۰)، مولانا سعید احمد دہلویؒ(۴۱)، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ(۴۲)، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ(۴۳)، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ(۴۴) وغیرہ شامل تھے۔(۴۵) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۲۵ء تک جمعیت العلمائے ہند سے مسلم اتحاد کے پلیٹ فارموں پر زبردست تقریریں فرمائیں۔(۴۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں عدم تعاون یا ترک موالات کی تجویز پر عمل پیرا ہونے کے لیے "موالات" کی قدر وضاحت کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ آگے چل کر سوراج(۴۷) کے ذکر کے ساتھ اپنے مضمون میں ہندو مسلم مشترکہ مفاد پر یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

"بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہندو یہ سب کوششیں "سوراج" حاصل کرنے کے لیے کر رہے ہیں جب کہ میں کہتا ہوں کہ نہ فقط ہندوؤں کا بلکہ بعض مسلمانوں کا بھی یہی مقصد ہے، لیکن آپ اس مقصد کو برا کیوں سمجھتے ہیں؟ اگر ہندوستان کو سوراج یعنی حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائے تو ہندوستان کے محاصل و وسائل ہندوستان کی مرضی کے خلاف صرف نہیں کیے جا سکیں گے اور عراق وفلسطین وقسطنطنیہ پر انگریزی قبضہ بہت دشوار ہو جائے گا اور ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ پر ہندوستان نہ جا سکے گا۔(۴۸)

اس موقع پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی نیت سے کیا غرض ہے جب کہ خود ہمارا مقصد درست ہو۔ وطن پرستی اور قوم پرستی بے شک اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں اور یہ اصطلاحیں شاید یورپ سے لی گئی ہوں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنی قوم اور وطن کا تحفظ ہمارے فرائض سے خارج ہے۔(۴۹) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ابتدائی ایام جمعیت العلمائے ہند سے وابستگی کا بڑا سنہرا دور ہندو مسلم اتحاد کے حوالے سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس دور کو برِ اعظم کی

تاریخ میں ہندو مسلم اتحاد کے سنہرے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دور میں مسلمانوں میں تحریک خلافت کے جوش وخروش کو دیکھ کر ہندو قوم کو بھی جھرجھری آئی اور مسلمانوں کے ساتھ ملکر آزادی کی تحریک کا جھنڈا بلند کیا، یہاں سے ہندو مسلم اتحاد کا ولولہ اٹھا اور دونوں قوموں میں ایسی یگانگت پیدا ہوئی کہ ایک دوسرے پر قربان ہونے کو تیار تھے۔ ہندو مسجدوں کے منبروں پر بیٹھ کر تقریریں کرتے اور مسلمانوں کو ہندو مندروں میں خوش آمدید کہتے۔ اس زمانے میں مسلمان اور ہندوؤں کی زبان پر اس قسم کے نعرے بھی آئے تھے۔

مندر میں اذانیں دلوادیں گے مسجد میں ناقوس بجادیں گے(۵۰)

مسلمان مندروں میں گئے، مساجد کو چھوڑ کر وہاں نمازیں پڑھی گئیں، دعائیں مانگی گئیں، کیا بت خانہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہے یا صنم خانہ میں دعا مقبول ہوتی ہے۔ تحریکِ ترکِ موالات کے دوران گاندھی جی کی جانب سے تحریکِ خلافت کی جس انداز میں حمایت کی گئی مسلمانوں نے سمجھا کہ گاندھی جی اسلام کے اس ستون کی حمایت کر رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا یہ سارا ڈھونگ وڈرامہ مسلمانوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے گاندھی نے رچایا، جو شخص اسلام ہی کا مخالف ہو، وہ خلافتِ تحریک کی حمایت کیسے کرے گا؟ خلافت کے تحفظ اور عدم تحفظ سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود گاندھی نے تحریکِ خلافت میں مسلمانوں کی رہبری کا بیڑا اٹھایا۔(۵۱)

تحریکِ ترکِ موالات کی بات آتی ہے تو یہ یاد رہے کہ اس تحریک کو اٹھانے اور بڑھانے میں اخبار ”زمیندار“(۵۲) نے بہت اہم کام کیا۔ زمیندار اخبار کے فائل اس حقیقت کے شاہد ہیں۔ ”ہندو مسلم اتفاق“ کے جوش میں ہندو لیڈر گاندھی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اسلام اور کفر کا فرق تک فراموش کر دیا گیا۔ روزنامہ زمیندار جیسے معروف اخبار کے صفحہ اوّل پر اس قسم کے اشعار شائع کیے جاتے تھے۔

وہ رتبہ گاندھی کو ملا خدمت دیں سے
مسلم کو بھی ہے رشک کہ کافر نہ ہوا تھا(۵۳)

روزنامہ زمیندار گاندھی کو اس طرح مذہبی رواداری کے طور پر پیش کرتا ہے۔

دلوں میں گھر ہے تو آنکھوں میں تیری جا گاندھی
تو ملک و قوم کا ہے درد آشنا گاندھی
زمانہ کیوں نہ ترے حکم کی کرے تعمیل
کہ مانتا نہیں تو نفس کا کہا گاندھی
صد آفریں ہے تجھے اے مہاتما گاندھی(۵۴)

اس نازک اور پُر آشوب دور میں عصبیت اسلامی کی جب تحریک اور دورِ اکبری (دین الٰہی) کی فتنہ سامانیوں کی تجدید

ہونے لگی تو مسلم قوم کے بہی خواہوں نے اس طوفان بے تمیزی کو روکنے اور غیر اسلامی نظریہ کی بیخ کنی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو داؤ پر لگا دیا جس میں انہیں کافی حد تک کامیابی بھی ملی جب کہ بعض مسلمان لیڈر ہندوؤں کے ساتھ مل کر غیر اسلامی شعائر اختیار کر رہے تھے۔ (٥٥)

مسلمانانِ ہند کا کانگریس سے اختلاف کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس پر ہندووانہ رنگ کا غلبہ تیزی سے پروان چڑھ رہا تھا اور جمہوری طریقہ سے کوئی غیر ہندو اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا تھا جب کہ مسلم لیگ اتنی فعال اور منظم نہیں ہو پائی تھی کہ وہ ایک عوامی جماعت کی حیثیت سے بھرپور کردار ادا کرے۔ (٥٦)

ہندوستان کی تاریخ کے اس لمحہ میں یگانگت، رواداری، خلوص اور اعتماد نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی تمام جماعتوں کو متحد کر دیا تھا، عوام برطانوی سامراج سے نبرد آزما تھے، مسلم لیگ اور کانگریس نے حکومت کے دروازے پر اپنے مورچے قائم کر دیے تھے الغرض ترک موالات اور عدم تعاون کی انقلابی تحریکیں سارے ہندوستان پر چھائی ہوئی تھیں۔ (٥٧)

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے یہ فتویٰ دیا کہ ان حالات میں پولیس اور فوج میں انگریزوں کی ملازمت کرنا حرام ہے ہندو اخبارات نے اس فتویٰ کا خیر مقدم کیا کیونکہ وہ فوج اور پولیس میں مسلمانوں کی بالادستی کو پسند نہیں کرتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ان محکموں میں مسلمانوں کا زور نہ ہونے پائے۔ (٥٨)

بیشتر مورخین کے خیال کے مطابق اگرچہ ٢٠ ویں صدی میں مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے اور ان کے قومی وجود کو ختم کرنے کی نیت سے ہندوؤں نے اس نظریہ کا پرچار (متحدہ) کیا لیکن عملاً وہ ہر زمانے میں اس کے خلاف عمل کرتے رہے انہوں نے کسی بھی مسلم حکومت اور مسلمانوں کو دل سے قبول نہیں کیا اور ہمیشہ ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ (٥٩)

اس دور ابتلا کی صورتحال کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”بہت سے خیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب یا عواقب کے بعد اور عوام الناس اور بعض لیڈروں کی ان غلط کاریوں پر متنبہ فرما رہے ہیں جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی ہیں، مثلاً قربانی گاؤ میں بعض جگہ تشدد یا مزاحمت کیا جانا یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضا کاران خلافت کا گئوشالہ میں پہنچانا یا یہ کہنا کہ امام مہدی کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی ہی نبی ہوتے یا قرآن وحدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو نثار بت پرستی کرنا یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہ میں بھی جب اپنی قوم کے بڑے بڑے سربرآوردہ افراد کو سنتا ہوں کہ وہ اس قسم کے محرکات یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بے دھڑک نکال دیتے ہیں جن کو سن کر ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا ہے اور قصد کرتا ہوں کہ اس طوفان بے تمیزی کا روکنا جب اپنی قدرت میں نہیں تو ان معاملات سے بالکل یکسوئی بہتر ہے۔“ (٦٠)

تجزیہ نویسوں کے خیال میں ہندوستانی تاریخ کا یہ پہلا اور آخری دور تھا جس میں ہندو مسلم اتحاد اپنے عروج کو پہنچا اگرچہ یہ بہت مختصر دور تھا۔ ۱۹۱۹ء تا ۲۶۔۱۹۲۵ء کے عرصہ میں مسلمانوں نے ہندوؤں کی دلجوئی کی ہر ممکن کوشش کی مسلمان رضا کاروں نے رام لیلا کا بندوبست کیا، مسلمانوں نے مندروں میں دعائیں مانگیں۔ ویدکو الہامی کتاب تسلیم کیا۔ رامائن کی پوجا میں شرکت کی۔ مسلمانوں نے اپنے ماتھے پر تلک (سرخ) بندی لگائے۔ گنگا پر پھول اور بتاشے چڑھائے گئے، گائے کی قربانی کو موقوف کرنے کی تجاویز پیش کی گئی اور دہلی کی جامع مسجد میں منبر رسولؐ پر ایک متشدد اور متعصب ہندو شردھانند سے تقریر کرائی۔ (٦١)

اسی شردھانند نے بعد میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی غرض سے شدھی تحریک کا آغاز کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے اختیار کردہ ان تمام غیر شرعی رسومات کے باوجود ہندو ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ ایک طرف تو مسلمان ہندو کو خوش کرنے کی خاطر گائے کی بجائے بکری کی قربانی کا فتویٰ دے رہا تھا جب کہ دوسری جانب گاندھی کہہ رہا تھا کہ:

"ہندو مذہب کے نقطۂ نظر سے گائے کی حفاظت بہت ضروری ہے۔"

صرف ترک موالات ہی ان کو سوراج حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے اور سوراج کے ذریعے وہ گائے کی حفاظت کر سکیں گے۔ (٦٢) مولانا اشرف علی تھانویؒ اس دور کے مسلمان لیڈروں کی مصلحت آمیز پالیسیوں اور مندرجہ بالا حرکات پر خاص طور پر علماء سیاسی کے سکوت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خصوصاً ان پر زیادہ افسوس ہے کہ جو مسلمانوں کے راہبر اور مقتدا کہلاتے ہیں اور جن کے ہاتھ میں ان کی نکیل ہے جو ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں جو ان کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ وہ ان کے لیڈر ہیں، لیکن ایسے لوگ کیا رہبری کریں گے، جب خود گم کردہ راہ ہیں تو دوسروں کو کیا راہ بتائیں گے۔ انہوں نے کافروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر مسلمانوں کو پسوا دیا اور مسلمانوں ہی کو کیا خود بھی ان چیزوں کا ارتکاب کیا جو ایمان اور دین کو خراب اور برباد کرنے والی تھیں، جے کے نعرے لگائے۔ پیشانیوں پر قشقے لگائے، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا۔ رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلمان رضا کاروں نے کیا، بیہودہ اور کفریات کلمات زبان سے کہے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو نبی ہوتا۔ (٦٣)

کہا جاتا ہے کہ ابتدائی طور پر کئی بیدار مغز مسلم مشاہیر ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار رہے، لیکن ان لیڈروں کی آواز پر کسی نے کان نہ دھرے مگر جب اس تحریک میں علماء نے شمولیت اختیار کی تو تحریکِ ہجرت، تحریکِ ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد اور یگانگت نے زور پکڑ لیا کیونکہ ان تحریکوں کو مسلمانوں میں محبوب و مقبول بنانے کے لیے بالکل مذہبی رنگ دے دیا گیا تھا۔ اسلام کے نزدیک مسلمان کا کوئی فعل انفرادی ہو یا اجتماعی، مذہب کی ہمہ گیری سے آزاد نہیں۔ قومی زندگی کی کوئی حالت ایسی نہیں جس پر فقہائے اسلام نے حیرت انگیز چھان بین نہ کی ہو۔ اسلام مکمل مذہب ہے ظاہر ہے کہ اس پر دو رائے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مسئلہ ترک موالات کی توضیح و تشریح کے سلسلے میں اپنے مضمون کی ابتداء میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

''اسلام ایک مکمل دین ہے اور جس میں قیامت تک آنے والی ضرورتیں مسلمانوں کو سمجھا دی گئی ہیں، کوئی حالت تنگی اور آسانی کی ایسی نہیں جس کا بیان کسی نہ کسی طور پر خدا کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے کلام میں نہ ہو اور ہماری سہولت کے لیے فقہا، مجتہدین نے کتاب وسنت کے بے شمار احکامات مستنبط کر کے اپنی کتابوں میں درج فرما دیئے ہیں، اس لیے یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اسلام کی جو ضروریات مہمہ اس وقت پیش نظر ہیں ان کے متعلق کوئی حکم اور کوئی تبصرہ حق تعالیٰ کے کلام میں نہ ہو۔''(۶۴)

رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بہت سے منافق لوگ ایسے تھے جو زبان سے کلمہ پڑھتے تھے اور بجائے خود وہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں، لیکن جب کوئی تکرار اور نزاع پیش آتی تو وہ بجائے کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے اپنے معاملات کفار کے پاس لے جانے کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ ان کے حسب خواہش فیصلہ کر دیں۔ اب آپ دیکھ لیجیے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے معاملات کی باگ کفار اور شیاطین کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے ہاتھ میں دے دی ہے، انسانی قوانین اور شیطانی احکام کے آگے وہ گردنیں جھکا دیتے ہیں لیکن جب ان کو کوئی آسمانی حکم اور قدوسی پیغام دیا جاتا ہے تو وہ تیوریاں چڑھا کر کھسکنے لگتے ہیں۔ (۶۵)

اوپر بیان کردہ اقتباسات میں تحریک ترک موالات، تحریک خلافت کے اہم اور نازک دور کی واضح جھلک نظر آتی ہے، تاہم یہ دور یقیناً ہندوستان کی تاریخ کا پہلا اور آخری دور تھا۔ مسلمانوں کا اس وقت ہندوؤں کے ساتھ اتحاد ناگزیر تھا، اس لیے شبیر احمد عثمانیؒ بھی مجبور تھے۔ ایک وہ ہی کیا سارے علماء اور مسلمان سیاست داں اتحاد میں شامل تھے۔ (۶۶) کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں ایک جنون سا پیدا ہو گیا تھا، ان کی سوچنے کی قوت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمیشہ کے لیے سلب ہو چکی ہے۔ (۶۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ان غیر اسلامی شعائر سے خود کو بچانے کی کوشش کرتے رہے کیونکہ اس نازک موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خیال تھا کہ شیخ الہندؒ بہت بڑے سیاسی اور دینی رہنما ہیں اور استاذ گرامی کی فضیلت علم اور بصیرت فی الدین مسلم ہے۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہنا چاہیے کیونکہ علامہ اقبال کے بقول:

''یہ امر بڑا افسوس ناک ہے کہ کسی شخص کا علم و فضل یا احترام ذات ہمیں حق گوئی سے باز رکھے اور وہ بھی ان مسائل میں جن کا تعلق اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہے۔ (۶۸)

جمعیت العلمائے ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۱۳۳۸ھ۔ ۱۹، ۲۰، ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں منعقد ہوا، جس میں ہندوستان کے طول و عرض سے پانچ سو (۵۰۰) سے زائد علمائے کرام شریک ہوئے، اسی اجلاس نے انگریزی حکومت کی چولیں ڈھیلی کیں کیونکہ انگریز کی غلامی اور ہندو کی مکاری سے آزاد ہونے کے لیے انتہائی جذبہ ملی سے سرشار ہو کر متعدد قراردادیں منظور کی گئیں جن میں ترک موالات اور عدم تعاون کے مشہور و معروف اور معرکۃ الآراء فیصلے بھی شامل تھے۔ (۶۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت العلمائے ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ نومبر ۱۹۲۰ء میں ترکِ موالات کے سلسلے میں اپنا شاندار مضمون پڑھا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے سیاسی کردار کا آغاز شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی جماعت جمعیت العلمائے ہند کے پلیٹ فارم سے کیا اور اسی پلیٹ فارم سے آپ انگریز سامراج کے خلاف ''ہندو مسلم اتحاد'' کے زبردست داعی رہے۔ (۷۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریکِ ترکِ موالات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دوسرے علماء دیوبند کے ساتھ مل کر اس تحریک کی تائید و موافقت میں کام کرتے رہے۔ شیخ الہند محمود حسنؒ نے دہلی کے خطبہ میں پڑھا جانے والا مضمون و مقالہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا سب سے زیادہ پسند فرمایا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ترکِ موالات پر ایک خطبہ تحریر کیا، جو آپ نے اسے جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔ علماء نے اس کو بیحد پسند فرمایا۔ (۷۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے مبسوط مضمون یا پھر خطبہ ترکِ موالات کے آخر میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک کو کامیاب بنانے کی غرض سے بعض ان ناخوشگوار واقعات کی جانب بھی اشارہ کیا ہے جو اس سے پہلے آرہ، شاہ آباد، بلیا، اعظم گڑھ اور کٹاپور وغیرہ میں ہندو مسلم فسادات کی صورت میں پیش آئے تھے۔ چنانچہ برادرانِ وطن (ہندوؤں) کے ایسے ناپاک و ہولناک مظالم جس میں بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کیے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے ایسی ہی وہ باتیں جن کا ذکر کریں تو کلیجہ منہ کو آئے، دلوں سے محو نہ ہوئے تھے۔ (۷۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ان واقعات پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آخر میں مجھے اس قدر اور عرض کرنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مظالم مسلمانوں پر انگریزوں سے کم نہیں اور وہ آرہ، شاہ آباد، کٹاپور وغیرہ کے دردناک واقعات کو یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترکِ موالات نصاریٰ کی طرح ہندوؤں سے بھی ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ بھی ''قاتلوکم فی الدین'' میں داخل ہیں اس خیال کی صورت کو ایک حد تک میں تسلیم کرتا ہوں، لیکن اس قدر گزارش ہے کہ کٹاپور وغیرہ کے تلخ واقعات کے بعد ہندوؤں کے ممتاز لیڈروں اور جمہور نے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کو ناممکن بنانے میں پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ اس لیے جب پچھلی کارروائیوں پر اظہار تاسف کرکے انہوں نے ہماری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور تحفظِ خلافت کے اہم معاملہ میں ان کی مصالحت سے ہمیں ایک بڑی تائید حاصل ہوئی۔ تو ہماری قوم کے بہت سے افراد نے بھی ان کے ساتھ مصالحت اور رواداری کی روش اختیار کرلی اور معیرہ واقساط (یعنی نیکی اور انصاف) سے پیش آنے میں حرج نہیں سمجھا کیونکہ قرآن شریف میں ہے:

(ترجمہ) ''اگر وہ مصالحت کے لیے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔''

اور یہ خیال کہ ہندو ہم کو اس مصالحت کے پیرایہ میں دھوکہ دیں گے اگرچہ ممکن ہے درست ہو جائے مگر جب تک ان کا

کوئی فریب اور بد عہدی ثابت نہ ہو یہ احتمال نکالنا اس قوم کی پوزیشن پر ایک حملہ ہے جسے وہ آپ پر بھی لوٹا سکتے ہیں۔(۷۳)

تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کے بعد ہندو مسلم اختلافات پہلے سے بھی زیادہ شدت سے ابھرے اور مسلمانوں کے خلاف ہندو سنگھٹن اور شدھی جیسی تحریکوں نے جنم لیا، تحریکِ خلافت اور ہندو کانگریس میں بیک وقت شامل سابق رکن اراکین چوہدری خلیق الزمان کے بقول:

''مسلمانوں میں نا اُمیدی، ہراس اور جمود کا بھیانک دور شروع ہوگیا، ان حالات میں جب خلافت کا بند ٹوٹا اور عوام بلا کسی تنظیم کے باقی رہ گئے تو پانی کے سوت مختلف سمتوں میں پھوٹ نکلے، کوئی خشکی تلاش کرتے ہوئے اپنی اصل کی طرف بھاگے، کسی نے دریا کا رخ کیا، کچھ ڈوبنے پر قانع ہوئے، کچھ اِدھر اُدھر پھرنے کے بعد اصل سوتے ڈھونڈنے لگے۔ کچھ لوگ کانگریس کی طرف اس عقیدہ کے ساتھ ڈھل آئے کہ مسلمانوں کا ہندوستان میں تحفظ صرف نیشنلزم میں ہے۔(۷۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز جمیت العلمائے ہند کے پلیٹ فارم سے کیا۔ اس میں ہر مکتبہ فکر (دیوبند، بریلی اور اہلِ حدیث) کے علماء شامل تھے۔(۷۵) لیکن تحریکِ خلافت کے بعد اس میں دیوبندی علماء کا غلبہ نظر آنے لگا اور آخرکار دیوبند تحریک نے ایک الگ فرقہ کی حیثیت اختیار کرلی۔(۷۶) جمیت کے قیام کا پہلا اور آخری مقصد تو شریعت کا تحفظ اور مسلمانوں کو سیاسی اور مذہبی قیادت فراہم کرنا تھا مگر جمیت العلمائے ہند نے گاندھی کی قیادت قبول کی۔(۷۷)

۱۳۳۷ھ۔۱۹۱۹ء کی چیمسفورڈ اصلاحات کے بعد برصغیر پاک و ہند کی سیاسی فضا مکدر ہونے لگی۔ لکھنو میں میثاق لکھنو ۱۳۳۴ھ۔۱۹۱۶ء کے تحت ہندو مسلم اتحاد کی جو بنیاد رکھی گئی تھی وہ ۱۹۲۱ء میں کمزور ہونے لگی اس اتحاد کو آخری دھکا ۱۳۳۹ھ۔۱۹۲۱ء کو ''موپلا بغاوت'' سے لگا۔ موپلے قبیلہ کے افراد غیر تعلیم یافتہ اور جوشیلے لوگ تھے۔ جنوبی ہند میں آباد تھے ان کو ورغلانا زیادہ آسان تھا۔ خلافت کے مسئلے پر موپلے مشتعل ہوچکے تھے انہیں پتہ چلا کہ ان کی آبادیوں میں رہنے والے ہندو افراد انگریزوں کے جاسوس ہیں تو وہ یک دم بھڑک اٹھے اور انہوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کردی اور ہندوؤں کو بڑی تعداد میں ہلاک کردیا۔ عین اس وقت ہندو متعصب لیڈروں نے فرقہ وارانہ فسادات کو تیز کرنے کے لیے مذہبی تحریکیں شروع کردیں۔ سوامی دیانند نے شدھی کی تحریک چلائی جس کا مقصد اسلام قبول کرنے والے ہندوؤں کو دوبارہ ہندومت میں واپس لانا تھا اسی زمانے میں ڈاکٹر مونجے نے سنگھٹن کی تحریک چلائی جس کا مقصد ہندو نوجوانوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے فنون حرب سکھانا تھا۔(۷۸)

جمیت العلمائے ہند میں کچھ لوگ مسلم مشاہیر کو منظم انداز کرکے گاندھی کو ہندوستان کی آزادی کے لیے موزوں ترین لیڈر گمان کرنے لگے اور جب کہ جنگ آزادی کے نام پر ایک ایسے مدرسہ میں جہاں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ درس و تدریس کے

فرائض سرانجام دے رہے تھے کھلم کھلا کانگریسی نظریات کا پرچار شروع ہوا تو جمعیت العلمائے ہند میں کانگریس پسند خیالات اور مسلم پسند نظریات کی ترجمانی دو مختلف گروہوں کی صورت میں ہوئی جن کے لیڈر بالترتیب مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تھے، یہ دونوں علماء شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے معتمد تلامذہ (شاگرد) میں سے تھے۔ (۷۹)

۱۹۲۲ء میں جب ''گیا'' میں جمعیت العلمائے ہند کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا تو مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند صدر) بنائے گئے اور آپ کا خطبہ صدارت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھا جس سے محفل کا رنگ بدل گیا۔ اس جلسے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک زبردست تقریر کی جو اس تجویز کے رد میں تھی کہ آئندہ کو بائیکاٹ کی بجائے ہندوستانیوں کو اسمبلیوں میں شریک ہوکر اپنے حقوق کے حصول میں جدوجہد کرنی چاہیے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ خلافت، جمعیت، ہندو مسلم اتحاد اور مسلم لیگ کے معاملات میں صرف ایک سیاست پیش نظر رکھتے تھے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت اور شریعت اسلامی کے احکام اور اسلام کا اقتدار باقی رکھا جائے اور وہ اس کے لیے ہمیشہ کوششیں کرتے رہے۔ (۸۰)

خلافت تحریک کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد میں جو مذہبی بے اعتدالیاں مسلمانوں اور ان کے لیڈروں کی طرف سے ہوئیں، جن میں مسلمانوں کا تلک لگانا، گائے کی قربانی سے دست بردار ہونا، ارتھیوں کے ساتھ رام رام کہتے ہوئے چلنا وغیرہ، آپ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی۔ جمعیت العلمائے ہند سے بھی آپ کا اس سلسلے میں ہمیشہ اختلاف رہا کہ وہ جمعیت کی پالیسی کو علماء کی حیثیت سے کسی کا تابع، متحمل بنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ (۸۱)

خلافت کے آخری سالوں میں شبیر احمد عثمانیؒ کی جولاہ نگاہ زیادہ تر جمعیت العلمائے ہند کا میدان ہی تھا۔

پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء، ۱۹۱۸ء) کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے سامنے خلافت اسلامیہ کے زوال نے ایک نئی اور بھرپور تحریک کھڑی کردی۔ تحریک خلافت کا سیلاب اس زور وشور سے امڈا جس کی نظیر اس سے پہلے کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ملک کا گوشہ گوشہ خلافت اور ترک موالات کے نعروں سے گونج اٹھا، یوں کہیے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے اس قدر ہمہ گیر، شجاعانہ، گرم جوش اور بے پناہ مظاہرہ یہاں کی زمین وآسمان نے نہ دیکھا تھا، نام نہاد انڈین نیشنل کانگریس نے موقع کو غنیمت دیکھ کر اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی تحریک کو اپنالیا کوئی ہوش مند باخبر اور ذی انصاف آدمی انکار نہیں کرسکتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح لڑتے ہوئے مسلمانی جوش وایثار نے اس وقت کانگریس کے قلب میں روح حیات پھونکی اور برطانوی قہرمانیت کا خوف وہراس عام پبلک کے دلوں سے نکالا۔ اب لوگوں کو جیل بلکہ پھانسیوں کا ڈر بھی خوف زدہ نہ کرتا تھا۔ یہ بہت بڑا فائدہ تھا جو اس تحریک سے پبلک کو پہنچا مسلمانوں کی سیاست بغیر کسی تمیز اور تمحیص کے کچھ عرصہ تک یوں ہی چلتی رہی۔ (۸۲)

برصغیر کے مسلمانوں نے انتہا پسند ہندوؤں کی تحریکوں کا جواب ''تبلیغ اسلام'' اور ''تنظیم نو'' سے دیا۔ چنانچہ ان حالات کی بدولت فرقہ وارانہ فسادات میں اضافہ ہوا۔ دوسرے لفظوں میں تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون کی بدولت ہندو مسلم اتحاد کی جو فضا پیدا ہوچکی تھی وہ تحریک خلافت کے بعد محو ہونا شروع ہوگئی ان دنوں ہندو مسلمان اتحاد کے لیے کئی اتحاد کانفرنسیں ہوئیں لیکن تمام

کانفرنسیں قطعی طور پر ناکام رہیں۔ ملک کے سیاسی حالات کی روشنی میں مسلم لیگ کے (۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۶ء) سے یہ ظاہر ہونے لگا کہ مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس کا راستہ ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہے لہٰذا جوں جوں وقت گزرتا گیا مسلم لیگ اور کانگریس ایک دوسرے سے دور ہوتی گئیں۔ یوں تو مسلمانوں کو ہندوؤں کے اصلی عزائم کا احساس "عدم تعاون کی تحریک" ختم کرنے کے زمانے سے ہی ہو چکا تھا۔ (۸۳)

جمعیت العلمائے ہند میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی خدمات:

(۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۵ء)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت العلمائے ہند میں رہ کر ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۵ء تک خاصی خدمات سرانجام دیں اور اس کا اظہار آپ نے "مکالمۃ الصدرین" میں پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اوّل کے سلسلے میں جب کہ یورپ کی فرنگی طاقتوں نے ترکی کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا، حجاز مقدس پر قبضہ جمانے کا ارادہ کر لیا، اس وقت جمعیت العلمائے ہند کے رہنماؤں نے اپنی بصیرت سے ترکِ موالات اور عدم تعاون کے قدیم اسلامی حربے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور تمام مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے عدم تعاون کے پروگرام کے متعلق ایک متفقہ فتویٰ تیار کیا جس کو لے کر خلافت کمیٹی اور کانگریس کے رہنما اور کارکن حکومت کے مقابلے میں صف آراء ہوئے۔ (۸۴)

حجاز پر شریف مکہ کی بجائے ابنِ سعود کا قبضہ ہو گیا تو جمعیت العلمائے ہند نے ان کو ایک موتمر اسلامی منعقد کرنے کا مشورہ دیا تا کہ وہاں صحیح طریقے پر نظام حکومت قائم ہو، چنانچہ سلطان ابنِ سعود نے اس مشورے کو قبول کیا اور موتمر اسلامی منعقد کی جس میں جمعیت العلمائے ہند کا ایک نمائندہ وفد شریک ہوا۔ (۸۵) اس وفد میں شبیر احمد عثمانیؒ نے مختلف مجلسوں میں اور شاہ ابنِ سعود کے سامنے عربی میں زبردست تقریر کی۔ یہ موتمر دراصل نظامِ حکومت کے سلسلے میں مشورے کے لیے نہیں بلکہ ابنِ سعود نے صحابہؓ کی قبروں پر بنے ہوئے قبّوں اور دیگر آثار کو منہدم کرا دیا تھا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا، اس لیے ابنِ سعود نے تمام دنیائے اسلام کے جید علماء کو دعوت دی تھی، ہندوستان سے مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۸۶)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۸۷)، مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ (۸۸)، مولانا عرفان ہزارویؒ (۸۹) اور مولانا احمد سعید دہلویؒ (۹۰) جمعیت کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے تھے۔

جو حضرات نمائندہ بن کر مختلف حیثیتوں سے شریک تھے جس کی وضاحت اس طرح سے کی جا سکتی ہے۔

(۱) مولانا کفایت اللہ دہلویؒ، رئیس وفد

(۲) مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ (پرائیویٹ سیکریٹری، رئیس وفد)

(۳) مولانا عرفان ہزارویؒ (سیکریٹری وفد)

(۴) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (رکن وفد)

(۵) مولانا احمد سعید دہلویؒ (رکن وفد)

(۶) مولانا نثار احمد کان پوریؒ (رکن وفد)

غرض کہ اس وفد نے موتمر کی کارروائی میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے علم و فضل اور اعتدال پسندی کا نقش تمام شرکاء کے دلوں پر چھوڑا۔ (۹۱)

جمعیت العلمائے ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس:

جمعیت علمائے ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں ۱۳۴۳ھ۔ ۱۸ تا ۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء کو لاہور میں ہوا۔ (۹۲) اس اجلاس میں یہ تجویز بھی شامل تھی کہ مسلمانوں کو کسی غیر مسلم کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرنا جس سے کفر کی شوکت بڑھتی ہے اور اسلام کی قوت کو صدمہ پہنچتا ہے، قطعاً حرام ہے۔ اس تجویز کی تائید میں شبیر احمد عثمانیؒ پیش پیش رہے، یہی وہ جلسہ ہے جس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی معرکۃ الآرا تقریر ہوئی جو تمام علماء کی تقریروں سے بڑھ کر تھی۔ اس اجلاس میں ایک کمیٹی قائم ہوئی اس کمیٹی میں شبیر احمد عثمانیؒ بھی شامل تھے۔ (۹۳)

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۳۴۱ھ۔ ۱۹۲۳ء میں اس بات کا اعلان کیا کہ ”میری یہ خواہش نہیں ہے کہ میں حکومت سے کوئی عہدہ یا مرتبہ حاصل کروں یا کوئی خطاب حاصل کروں۔ میرا اصل مقصد یہ ہے کہ میں ملک کے مفاد کے لیے حتی الامکان خدمت بجا لاتا رہوں۔“

اس زمانے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات بد سے بدترین صورت حال کی طرف بڑھنا شروع ہوئے اور گروہی و مذہبی فسادات ہندوستان کے چاروں طرف پھیلے اور بہت شدت اختیار کرتے چلے گئے۔ (۹۴)

جمعیت العلمائے ہند کا چوتھا اجلاس اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

(۱۳۴۰ھ۔ ۱۹۲۲ء)

جمعیت العلمائے ہند کا چوتھا سالانہ اجلاس صوبہ بہار ”گیا“ (۹۵) میں ۱۳۴۰ھ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۲ء سے شروع ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کونسلوں اور اسمبلیوں کے مسلسل بائیکاٹ پر تقریر کی اور فرمایا کہ گورنمنٹ برطانیہ کا مقاطعہ جاری رہنا چاہیے۔ دوسری طرف علماء کے ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ کونسلوں اور اسمبلیوں پر قبضہ کرنا چاہیے لیکن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کثرت رائے سے اپنی بات تسلیم کرانے میں کامیاب ہوئے۔ اس اجلاس میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کا خطبہ صدارت

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا تھا جنہوں نے خطبے میں حیات تازہ پھونک کر سامعین کو محو حیرت کر دیا تھا۔ (۹۶)

مجلس منتظمہ کے اجلاس اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شرکت:

(۹،۸ صفر ۱۳۴۴ھ۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۵ء)

علمائے ہند دہلی کی یہ مجلس منتظمہ کا اجلاس تھا جس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی شرکت، نیز مجلس منتظمہ کا ممبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مجلس منتظم کے اس اجلاس میں خصوصی تجویز جزیرۃ العرب سے غیر مسلم کا اقتدار اور اثر دور کرنے کے لیے طے کی گئی اور التوائے حج کے مسئلے پر غور کرنا بھی طے کیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ حسب ذیل کمیٹی ایک فتویٰ مرتب کر کے جمعیت منتظم کے سامنے پیش کرے۔ (۹۷)

کمیٹی کے ارکان یہ ہیں۔

مولانا کفایت اللہ دہلویؒ (۹۸)
مولانا محمد سجاد بہاریؒ (۹۹)
مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۱۰۰)
علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۰۱)
مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (۱۰۲)
مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۱۰۳)
مولانا عبدالباریؒ (۱۰۴)
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۰۵)
مولانا مظہر الدینؒ (۱۰۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہندوستان کی سیاست اور حالات کا بخوبی مشاہدہ کر رہے تھے، وہ ایک سچے عالم دین تھے، اس لیے مسلمانوں کی حالت خستہ اور اسلام پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لے رہے تھے جب کہ دوسری جانب جمعیت العلمائے ہند اپنی سیاست ملی کو کامیاب کرانے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ شبیر احمد عثمانیؒ جمعیت کے لیے ہراول دستہ کے طور پر کام کر رہے تھے۔

جمعیت العلمائے ہند کا پانچواں اجلاس اور شبیر احمد عثمانیؒ:

(۱۳۴۱ھ۔ ۲۴-۱۹۲۳ء)

جمعیت العلمائے ہند کا پانچواں اجلاس بمقام کوکناڈا میں ۱۳۴۱ھ۔ ۳۱ دسمبر تا ۲ جنوری ۲۴-۱۹۲۳ء میں منعقد ہوا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت العلمائے ہند کے اس پانچویں سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ کوکناڈا کے اس جلسہ میں جو مختلف تجاویز پاس ہوئیں وہ یہ ہیں۔

(۱) ہندوستان کی آزادی کے لیے ہندو مسلم لیڈروں نے دہلی کے اسپیشل کانگریس اجلاس اور بنگال صوبائی کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں قومی معاہدہ یا میثاق ملی مرتب کیا۔

(۲) جمعیت العلمائے ہند نے تجویز کیا کہ دونوں مسودوں پر غور کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی مرتب کی جائے۔ جو

انصاف مذہبی آزادی اور حفاظت حقوق کے مضبوط اصول کو پیش نظر رکھ کر اپنی تجویز جمعیت العلماء کو پیش کرے، چنانچہ اس کمیٹی کے لیے جو حضرات منتخب کیے گئے ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۵۷ء) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸۸۵ء ۱۹۴۹ء) مولانا سیّد سلیمان ندویؒ (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۵۳ء) مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۳ء) مولانا عبدالقادر آزاد سبحانیؒ (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۵۲ء) حکیم اجمل خان (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۲۷ء)

دہلی میں مجلس منتظمہ کا اجلاس اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

(۱۳۴۲ھ۔ ۱۹۲۴ء)

مجلس منتظمہ کا اجلاس ۱۳۴۲ھ۔ ۲۷/ اگست ۱۹۲۴ء کو جمعیت العلمائے ہند دہلی کے دفتر میں منعقد ہوا۔ (۱۰۷) مجلسِ منتظمہ کے اس اجلاس میں جہاں بہت سی تجاویز پیش ہوئیں، ان میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کے فرقوں میں باہمی اختلاف کے سبب اور اس کے رفع کرنے کی صورتوں پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے۔ مولانا محمد میاں (۱۹۲۶ء۔ ۱۹۷۰ء) اس مجلسِ منتظم کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جمعیت العلماء کا یہ اجلاس ان ناگوار فسادات کو جو مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں پیش آتے رہتے ہیں، سخت افسوس کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے رفع کرنے کے لیے حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی منتخب کرتا ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) مولانا ابراہیمؒ
(۲) مولانا داؤد غزنویؒ
(۳) مولانا مرتضٰی حسن چاندپوریؒ
(۴) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
(۵) مولانا عبدالباریؒ
(۶) مولانا عبدالقادر آزاد سبحانیؒ
(۷) حکیم اجمل خان

مذکورہ تجویز سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شرکت اور اس کمیٹی میں انتخاب ان کی اہمیت اور خدمات پر واضح دلیل ہے۔

برصغیر میں ۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۴ء کا زمانہ تحریک خلافت کی مناسبت سے سیاسی اعتبار سے بہت زیادہ سرگرم رہا۔ تحریک خلافت زوروں پر تھی، لیکن آخر کار ۱۹۲۴ء میں مصطفٰی کمال پاشا اتاترک کے برسر اقتدار آنے کے بعد برصغیر پاک و ہند میں تحریک خلافت اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔

مراد آباد میں مجلسِ منتظمہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی نمائندگی:

جمعیت العلمائے ہند کی مجلسِ منتظمہ کا ایک اجلاس خصوصی ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء کو بوقت ۱۱ بجے دن واقع مراد آبادی میں ہوا اور

جہاں بہت سی تجاویز پاس ہوئیں۔ ایک یہ بھی تجویز پاس ہوئی کہ جمعیت کے رپورٹر لکھتے ہیں:

تجویز نمبر ۲۴/۲۱ جمعیت العلمائے ہند کا یہ اجلاس عدم تعاون کے پروگرام پر غور کرنے کے لیے حسب ذیل کمیٹی مقرر کرتا ہے۔ یہ کمیٹی اپنی رپورٹ مرتب کر کے آئندہ جمعیت مرکزیہ کے اجلاس میں پیش کرے۔ ارکان کمیٹی یہ ہیں۔

(۱) مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (۲) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۳) مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
(۴) مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۵) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

حکیم اجمل خان کے مکان پر مجلسِ منتظمہ کا اجلاس اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شرکت:

مجلس عاملہ جمعیت العلماء کا ایک ہنگامی اور خصوصی اجلاس ۱۳۴۴ھ۔ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء بروز منگل حکیم اجمل خان کے گھر پر دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں گورنمنٹ برطانیہ کی حجاج پر پاسپورٹ اور واپسی ٹکٹ کی پابندیوں کے خلاف گورنمنٹ سے احتجاج کرنا تھا۔ رپورٹر کی رپورٹ کے مطابق اس میں مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، حکیم اجمل خان وغیرہ شامل ہوئے، چونکہ آخری جنوری کو یہ قانون اسمبلی میں پیش ہونا تھا اس لیے دیگر ارکان مجلس منتظمہ کو تار دیئے گئے۔ اس حوالے سے رپورٹر لکھتا ہے:

اس تجویز/۲۰ کے بعد مولانا مرتضٰی حسن چاند پوریؒ تشریف لائے اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی جانب سے متفقہ طور سے تحریری رائے پیش کی، جس کا مقصد قانون ہذا کو صریح مداخلت مذہبی ظاہر کرنا تھا۔ ڈھائی بجے جلسہ ختم ہوا۔ (۱۰۸)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو دارالعلوم دیوبند میں اپنے استاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اسیر مالٹا سے سیاست وراثت میں ملی تھی اور شیخ الہند کے حصے میں جذبہ حریت و جہاد اپنے استاذ مولانا قاسم نانوتویؒ کی طرف سے آیا اور خود دارالعلوم کا بنیادی مقصد تبلیغ دین واشاعت اسلام، تخلیق علماء اور تعمیر ملت اسلامیہ رہا ہے۔ (۱۰۹)

دارالعلوم دیوبند برصغیر پاک و ہند میں وہ مرکزی درس گاہ کا درجہ رکھتا ہے جس نے اپنے اندر سے بے شمار گوہر نایاب تخلیق کیے اور وہ گوہر نایاب آخر کار دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل کر ملت اسلامیہ کی ترویج اور تبلیغ دین کے حوالے سے اپنا فریضہ سر انجام دہی میں ہمہ تن مصروفِ عمل ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا ہر فاضل اور تعلیم یافتہ ہمیشہ اس جذبۂ حریت و سیاست سے سرشار رہا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے مرشد حاجی امداد اللہؒ کی کمان میں ۱۲۷۴ھ۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف شاملی ضلع مظفر نگر کے میدان میں جہاد کا میدان گرم کیا تھا، اس کے بعد جب ترکی کی خلافت پر روس یا دوسرے غیر مسلم یورپین سلاطین سے جنگ کا معرکہ آرائی ہوئی، کیونکہ اس زمانے میں زار روس نکولس اوّل سلطنت ترکی پر قبضہ کرنے کا خواہش مند تھا، لیکن ترکی پر اس کے قبضے سے فرانس اور برطانیہ کو بھی خطرہ تھا، چنانچہ ان حالات میں برطانیہ اور فرانس نے ترکی کی مدد کی۔

جنگِ کریمیا:

جنگِ کریمیا کے نام سے ترکی اور روس کے درمیان جنگ ہوئی۔ ترکی کی مدد فرانس اور برطانیہ کر رہے تھے، لیکن اس کے باوجود ترکی کے کچھ علاقوں پر روس کا قبضہ ہوگیا اور ترکی کے بحری بیڑہ کو تباہ کردیا گیا، چونکہ یہ جنگ بحیرہ اسود کے جزیرہ نما کریمیا میں لڑی گئی، اس لیے تاریخ میں اس کو کریمیا کی جنگ سے یاد کیا جاتا ہے۔

بلغاریہ کی جنگی کارروائی:

بلغاریہ نے ترکی کے خلاف جنگ چھیڑ دی، روس نے اس موقع پر بلغاریہ کا مکمل طور پر ساتھ دیا۔ ترکی کے جانباز مردِ آہن دلیر غازی عبدالکریم قاسم نے دشمنوں کے عزائم کو ناکام کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ اس جنگ کے موقع پر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بڑی مالی اور قلمی اعانت ترکوں کی کی۔ یہ زمانہ ترکی میں خلیفہ سلطان عبدالحمید کا تھا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس سلسلے میں عربی اور اُردو قصائد میں سلطان عبدالحمید اور غازی عبدالکریم قاسم سپہ سالار کی بڑی تعریف بیان کی۔(۱۱۰)

مولانا محمد قاسم نانا توئیؒ نے ترکی کے خلیفہ اور سپہ سالار کے اعزاز میں جو اشعار کہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

غرور روس کو تھا اپنی سخت جانی پر   یہ تیغ ترک میں نکلا اجل کا اصل خمیر
فرار سے نہ ملی جب نجات دنیا میں   تو بھاگنے لگے روس سوئے حصار سعیر
جو آرزو ہے تو یہ ہے کہ سر پہ ہو سلطان   وہ بادشاہ ہو یہ اس کے آگے حکم پذیر
وہ کون قیصر عالی گہرا کرم گستہ   وہ کون حضرت عبدالحمید خان
فلک پہ اس کے لیے مہر و ماہ نور افشاں   تو ہے زمین پر عبدالکریم عالمگیر
اس کی ہمت مردانہ تھی کہ سرویہ کو   ذرا سی دیر میں پھر ہٹ کے کرلیا تسخیر
کرے ہے قاسم کیں دعا پہ ختم کلام   مدد یہ اس کی ہمیشہ رہے خدائے قدیر

ان اشعار سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا جوش اسلامی اور خلافت ترکی کی حمایت کا ولولہ صاف طور پر نظر آتا ہے۔(۱۱۱)

جنگِ بلقان:

۱۳۳۰ھ-۱۹۱۲ء

خلافتِ عثمانیہ ترکی (۱۱۲) اور یورپ (۱۱۳) کے دوسرے ملکوں میں جنگ کا سلسلہ چلتا ہی رہا (۱۱۴)۔ ۱۳۳۰ھ - ۱۹۱۲ء میں بلقان کی ریاستوں، بلغاریہ، سربیا اور یونان نے اٹلی کے بھڑکانے سے ترکوں پر حملہ کردیا۔(۱۱۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس سے تھوڑے عرصے پہلے ہی ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۱۰ء میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کر چکے ہیں، آپ نے ۱۱۔۱۹۱۰ء میں جمعیت الانصار کے قیام کے ساتھ ساتھ ہی خود کو اس جماعت میں شامل کیا اور اس کے بعد جنگ بلقان ۱۹۱۲ء اور جنگِ طرابلس کی شروعات ہوئی۔ اس جنگ میں برِ صغیر کے علماء نے اور مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ علماء نے ترکوں کی مدد کے لیے پورے برِ صغیر کا دورہ کرنا شروع کیا۔ ۱۳۔۱۹۱۲ء میں تحریک یہ تھی کہ خلافتِ عثمانیہ کو یورپ کی گرفت سے محفوظ کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بڑے بڑے شہروں میں دورے کر کے تقاریر کیں، آپ کی پُر جوش تقریروں سے مسلمانانِ ہند میں ترکوں کے لیے ہمدردی اور محبت کا جذبہ مزید مضبوط تر ہوتا گیا۔(۱۱۶)

جنگِ بلقان میں علمائے دیوبند کا کردار ۱۹۱۲ء:

۱۹۱۲ء میں جنگِ بلقان پر دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ اور طلبہ نے بھی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۱۱۷) کی تحریک پر دن رات اپنی کوششیں صرف کیں۔ اس زمانے میں ریڈ کراس سوسائٹی کی سطح پر خلافتِ ترکیہ میں "ہلالِ احمر" کے نام سے انجمن قائم ہوئی تھی۔ اسی ہلال احمر انجمن کے نقشِ قدم پر برِ صغیر پاک و ہند کے شہروں میں بھی مسلمانانِ ہند نے اس نام کی انجمنیں قائم کیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس انجمن کے نام پر بے شمار روپیہ جمع کر کے ہلال احمر (۱۱۸) کو روانہ کیا۔

دارالعلوم دیوبند کو اس دوران بند کر دیا گیا تھا، کیونکہ اس وقت علمائے دیوبند کے سامنے تعلیم سے زیادہ سلطنتِ عثمانیہ کی حفاظت و حمایت اور اس کا دفاع عزیز تھا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور آپ کے دیگر جاں نثار شاگردوں نے اس زمانے میں ہندوستان بھر کے دورے کیے اور روپیہ جمع کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اپنی تصنیف شدہ کتاب ”سفرِ ہند“ میں فرماتے ہیں:

”بلقان کے خوں خوار اور طرابلس کے سنگین واقع نے مولانا محمود حسنؒ (شیخ الہند) کے دل و دماغ پر نہایت عجیب مگر بے چین کن اثر ڈالا۔ چنانچہ اس وقت حسبِ طریقہ استاذِ اکبر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے شاگرد مولانا محمود حسنؒ نے پوری جان توڑ کوشش امدادِ اسلام میں فرمائی، مسلمانوں کے حق میں اور خلافتِ ترکیہ کی حمایت میں فتوے صادر کیے گئے (عارضی طور پر دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی سرگرمیاں معطل کی گئیں) طلبہ کے وفود روانہ کیے گئے، مولانا محمود حسنؒ خود بھی وفود کی قیادت کرتے ہوئے میدان میں وارد ہوئے۔ ترکی کے مسلمانوں کے لیے چندے جمع کیے اور ترکی کے مسلمانوں کی مدد میں ہر ممکن تعاون کے سلسلے کو جاری کیا اور دوسروں کو بھی امداد کی ترغیب دے کر ایک اچھی خاصی رقم روانہ کی، مگر اس پر بھی چین نہ پڑا کیونکہ جنگِ بلقان کے نتیجے میں دُور اندیش اور دُور بینوں کو بالکل غیر مطمئن کر دیا تھا اور اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ یورپ کے سینۂ عفریت اسلام کے ٹمٹماتے چراغ کو گل کر دینے کی فکر میں ہیں، پھر فتنے دارانِ برطانیہ اور مسٹر اسکوتھ وغیرہ کی روباہ بازیاں خرس دارس کی جفا کاریاں تو اس بات کا واضح یقین دلاتی تھیں کہ تقسیم ترکی اور اجارہ رعایا گلیڈ اسٹون کا زمانہ سر پر ہی آ گیا ہے۔(۱۱۹)

۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۲ء جنگ بلقان کے وقت روپیہ کی بے حد قدر و قیمت تھی، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے ایک زر خطیر رقم جمع

کر کے ترکی بھجوایا تھا، جو تقریباً ایک لاکھ کے لگ بھگ یا زائد پر مشتمل تھا، اس حوالے سے مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

> الحمدللہ کہ دارالعلوم نے اپنے محترم بانیوں کی اس سنت حسنہ کو مرنے نہیں دیا جو ۱۸۷۷-۷۸ء کی جنگِ روس و بلغاریہ کے موقع پر فراہمی چندہ میں ان بزرگوں نے جاری کی تھی، اس وقت باوجود تمام بے حسی کے بعض خاصان حق نے لاکھ سے زیادہ روپیہ قونصل خانہ بمبئی کی معرفت ترکی روانہ کیا تھا۔ (۱۴۰)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی زندگی کا پہلا دور:

جنگِ بلقان کے دوران علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ترکی کے مسلمانوں کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے ساتھ دیگر اکابرین دیوبند کو بھی سلطنت ترکیہ کی خلافت کے حق میں اٹھ کھڑے ہوئے، جنگِ بلقان کی اس نازک اور مصیبت کی گھڑی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے ہمدرد اور مبلغ دین و اسلام پرست انسان کس طرح خاموش بیٹھ سکتا تھا، چنانچہ آپ نے ہندوستان کے مختلف شہروں، گاؤں، قصبوں اور دیہاتوں کے طوفانی دورے کیے اور اس مجاہدانہ کارنامے میں بھرپور حصہ لیا اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقیقی معنوں میں اس جنگ بلقان (۱۲۱) کی حمایت نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی تربیت میں مرکزی کردار ادا کیا اور آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور خلافتِ عثمانیہ کا دفاع:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمانانِ عالم کا احیاء اور ان کا اقتدار سلطنتِ عثمانیہ کے بقاء و سلامتی میں ہے اگر خدانخواستہ سلطنتِ عثمانیہ (۱۲۲) ختم ہو جاتی ہے تو خلافتِ ترکیہ کے ختم ہو جانے سے مسلمانوں کی مرکزیت کا خاتمہ ہو جائے گا، چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے استاذ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اشارے اور خود اپنے ذاتی شوق و جستجو اور جذبہ اسلامی سے سرشار ہو کر آپ نے جنگِ بلقان میں تاریخی کردار ادا کیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خلافتِ عثمانیہ کی حمایت کے حوالے سے کراچی کا اخبار ''امروز'' لکھتا ہے:

''علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جیسے جید عالم باعمل کے آگے زانوں تلمذ تہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ وہ عظیم بزرگ و عالم دین تھے، جنہوں نے تعلیماتِ قرآنی کی روشنی میں مسلمانوں کو نہ صرف یہ کہ سچے دین کا انعام دیا بلکہ اس دور کے مخصوص سیاسی حالات کے متعلق اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی مسلمانوں کو ایک سیاسی لائحہ عمل کی طرف بلایا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ برِصغیر پاک و ہند اور وسطی ایشیا کے تیزی سے تبدیل ہوتے ہوئے حالات کا بغور مشاہدہ کر رہے تھے، آپ کے دل میں ایک حقیقی مسلمان کا جذبہ دیگر اسلامیانِ ممالک کے لیے دھڑک رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے ان کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے عملی طور پر میدان میں آنے کا فیصلہ کیا اور اپنی تمام تر توانائیاں مسلمانوں خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیں اس سلسلے میں آپ نے گاؤں، دیہات، قصبات، چھوٹے بڑے شہروں ہر طرف اور ہر جگہ پر اپنی

سیاسی وعلمی خطبات اور وعظ سے مسلمانوں کو مستفید کیا اور حقیقی معنوں میں آپ کی سیاسی زندگی کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔

علامہ عثمانیؒ کا نظریہ اور عالمِ اسلام کا احیاء:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تاریخ برصغیر پاک و ہند میں ایک جلیل القدر ہستی کے طور پر ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے، کیونکہ آپ نے ایک ایسے وقت میں مسلمانوں کی رہبری کا فریضہ سرانجام دیا جب مسلمانوں کی سیاسی طاقت کمزور اور بکھر چکی تھی، علماء کے آپس کے اختلافات نے ان کے اپنے اندر اور معاشرے کے لوگوں کو مختلف دھاروں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمانانِ عالم کا احیاء اور ان کا اقتدار سلطنتِ عثمانیہ کے بقاء میں ہے، اس لیے سلطنتِ عثمانیہ کے تحفظ اور اس کی بقاء کے لیے کام کرنا ضروری ہے، اگر سلطنتِ ترکیہ باقی نہیں رہتی تو خلافتِ ترکیہ کے ختم ہو جانے سے مسلمانوں کی مرکزیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور مسلمان بے یار و مددگار دوسری اقوام کے رحم و کرم پر ہو جائیں گے، چنانچہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس نازک موقع پر اپنے استاد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے اشارے پر اور اپنے ذاتی خواہشات و جذبہ اسلامی سے لبریز ہو کر آپ نے جنگِ بلقان کے موقع پر کھل کر مسلمانانِ ترکیہ کی حمایت میں صدا بلند کی، گو کہ ابھی برصغیر میں تحریکِ خلافت کی شروعات نہیں ہوئی تھی، لیکن آپ نے ترکی کے تحفظ و بقاء کے لیے اپنا تاریخی کردار ادا کیا۔ (۱۲۳)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جو کہ مسلمانانِ ترک اور خلافتِ عثمانیہ کا دُکھ اپنے دل میں جو تڑپ اور جذبہ رکھتے تھے، اس کو حقیقی مذہبی و اسلامی رُوح میں تبدیل کرنے کے لیے آپ نے ہر شعبے میں کام کیا، خصوصاً آپ کی سیاسی بصیرت و اصلاحات و تعلیمات نے برصغیر کے مسلمانوں کے اندر مسلمانانِ عالم کے لیے ہمدردی اور اخوت کے پیغام کو نئے سرے سے زندہ و تعبیر کیا، آپ نے مسلمانوں کو ان کی اہمیت اور مساوات و اخوت کا سبق دوبارہ ذہن نشین کرایا۔ علماء کی اصلاح کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ (۱۲۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سیاسی خیالات کے حوالے سے روزنامہ ''امروز'' کراچی اپنے صفحات میں لکھتا ہے:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جیسے عالم باعمل کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ وہ بزرگ تھے کہ جنہوں نے تعلیماتِ قرآنی کی روشنی میں مسلمانوں کو نہ صرف یہ کہ سچے دین کا انعام دیا بلکہ اس دور کے مخصوص سیاسی حالات کے متعلق اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی مسلمانوں کو ایک سیاسی لائحہ عمل کی طرف مائل کیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی اس سے متاثر ہوئے اور جنگِ بلقان کے زمانے میں ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں آپ نے انجمن ہلال احمر کی تحریک میں نمایاں سرگرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے مثال کردار ادا کیا۔ (۱۲۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور انجمنِ ہلال احمر:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانانِ ہند اور خلافتِ عثمانیہ کے تحفظ و بقاء کے لیے اپنے دل میں بڑی ہمدردی و جذبہ کا احساس رکھتے تھے، جب اہلِ یورپ کی طاقتوں نے مل کر خلافتِ ترکیہ کو ختم کرنے کا فیصلہ کر بیٹھی تھیں تو آپ نے اس مصیبت اور

نازک موقع پر مسلمانوں کی مدد کا بیڑا اٹھانے کا تہیہ کیا، ترکی کے مسلمانوں کو مالی امداد فراہم کرنے کے سلسلے میں آپ نے خود ہلال احمر کے لیے چندہ جمع کیا۔ تاریخ کے صفحات آپ کی خدمات کو سنہرے حرفوں سے تحریر کرتے رہے، چنانچہ ہلال احمر کو آپ نے اپنی شب و روز کی محنتوں اور کوششوں سے خطیر رقم چندہ حاصل کر کے دی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اس انجمن ہلال احمر کے لیے کیے گئے کوششوں کے حوالے سے روزنامہ ''احسان'' (۳ ۱۹۳۴ء) کے ابوسعید بزمی لکھتے ہیں:

''جب یورپ کی طاقتیں ترکی کے مسلمانوں کے خلافت عثمانیہ کو تباہ و برباد کرنے پر متفق ہو کر ان پر حملہ آور ہو گئیں تو برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں جذبات ہمدردی کا جوالہ مکھی پھٹ پڑا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے جذبۂ اخوت و ہمدردی میں جوش پیدا ہوا اور آپ مسلمانانِ ترکیہ کی مدد کرنے کی خاطر میدان میں نکل پڑے اور ہلال احمر کے لیے بہ نفسِ نفیس چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ ہلال احمر کے کاموں میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ہلال احمر کو زیادہ سے زیادہ چندہ فراہم کرنے کی غرض سے آپ نے دن رات ایک کر دیا اور ایک سچے مومن مردِ آہن اور مردِ مجاہد کی طرح مردانہ وار ترکوں کی مدد کرنے کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ (۱۲۶)

چنانچہ ان اخباری خبروں کی روشنی میں اور اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر ہم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا جنگِ بلقان میں حصہ لینا ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے اس حوالے سے خود کو پیش پیش رکھا، حتیٰ کہ دارالعلوم نے اپنے فنڈز اور چندے کی رقم ہلال احمر اور جنگِ بلقان کو ادا کر دی۔ دارالعلوم کو عارضی طور پر بند کر دیا گیا۔ یہ تھا مسلمانوں کا جذبۂ حریت و ہمدردی جس کی مثال اب نہیں ملتی۔ (۱۲۷)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ہلال انجمن احمر، جنگِ بلقان اور خلافتِ ترکیہ سے گہری محبت کے حوالے سے دارالعلوم دیوبند کے استاد رسالہ القاسم دارالعلوم دیوبند کے نائب مدیر مولانا سراج احمد فرماتے ہیں:

''سال گزشتہ یعنی ۱۳۳۱ھ-۱۹۱۳ء میں چونکہ جنگِ بلقان کی وجہ سے ترک مظلوموں کی امداد کی طرف عام مسلمین متوجہ و مصروف تھے، ہر شہر اور ہر قصبہ و گاؤں، دیہات میں ہلال احمر کی انجمنیں قائم ہو گئیں تھیں اور ان کے وفود و اراکین ہر طرف چندہ و امداد کے لیے سرگرمِ عمل تھے، اس طرح دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ و طالب علم اور اس کی جمعیت کے دیگر لوگ اس کارِ خیر کے لیے خود کو وقف کر چکے تھے، اس لیے دارالعلوم دیوبند کی آمدنی ایک مدت تک بند رہی۔ (۱۲۸)

جنگِ بلقان اور ترکیہ کے مسلمانوں کی حمایت و ہمدردی میں نہ صرف یہ کہ علمائے دیوبند مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء و شاگردوں نے بھرپور حصہ لیا بلکہ خاطر خواہ چندہ جمع کر کے خلافتِ ترکیہ کو روانہ کیا، حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند کے اپنے خزانے اس مد میں خالی ہو گئے تھے اور چندہ صرف اور صرف ہلال احمر اور خلافتِ ترکیہ کے لیے کیا جا رہا تھا اور مسلمانانِ ہند پوری طرح جنگِ بلقان کے چندے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

جنگِ بلقان اور علمائے دیوبند کا فتویٰ:

۱۳۳۰ھ-۱۹۱۲ء میں جنگِ بلقان زوروں سے جاری تھی، چنانچہ اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر علمائے

دیوبند نے جنگِ بلقان سے متعلق لٹریچر اور پمفلٹ و دیگر مواد کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا تھا، دارالعلوم دیوبند کے علماء نے فتویٰ جاری کیا، جن کی رو سے ترکوں کی مدد اور امداد کو فرض قرار دیا گیا۔ فتویٰ کی ایک لاکھ سے زائد کاپی کو چھپوا کر پورے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا گیا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ جو کہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے شاگرد اور قریبی رفیق خاص تحریک "ریشمی رومال" فرماتے ہیں:

"دارالعلوم کا فتویٰ جو گزشتہ (القاسم نمبر) میں شائع کیا گیا تھا، آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اب تک مختلف طور پر ایک لاکھ سے زیادہ شائع ہو کر تقسیم ہو چکا ہے، دارالعلوم اور اس کے متعلق مدارس کے مدرسین اور طلبہ کے وفود قصبات اور دیہات تک ہندوستان کے اطراف میں دورہ کر کے رؤسا علماء و مشائخ اور عوام کو متوجہ کرتے رہے ہیں، محض ان لوگوں، (وفود دارالعلوم دیوبند) کے مواعظ اور اس جماعت کی سائی جمیلہ سے ایک بڑی مقدار جس کا تخمینہ ۳ لاکھ روپیہ سے کم نہیں کیا جاتا، مقامی انجمنوں اور اخبارات کے ذریعے سے بھیجا گیا ہے۔ (۱۲۹)

ان شواہد و بیانات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر رفقاء علمائے دیوبند نے اس قومی اور اسلامی خدمت کے لیے جنگِ بلقان کے موقع پر ترکی سلطنت عثمانیہ کی خاطر کیا کچھ نہ کیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر علمائے دیوبند نے دینِ اسلام اور قومی جذبے کے تحت مسلمانانِ ترکیہ کے لیے خود کو وقف کیا ہوا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علاوہ دیگر بہت سارے علمائے دیوبند اس کام میں سرفہرست نظر آتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتویؒ ۱۸۵۷ء کے جذبۂ جہاد میں سرشار ہو کر انگریزوں کی حکومت کو ہندوستان سے نکال کر سلطنتِ مغلیہ کو دوبارہ برسرِ اقتدار لانے کے لیے بیتاب تھے، جب کہ دوسری طرف کریمیا کی جنگ میں بھی پوشیدہ طور پر ترکوں کی طرف سے جہاد میں شامل ہو کر جہاد کے لیے روانہ ہوا تھا اور ان کے ساتھ علماء دیوبند کی ایک جماعت حج کو روانہ ہوئی تھی، جس میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد یعقوبؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے علاوہ دیگر ساٹھ (۶۰) کے قریب عالم تھے اور یہ زمانہ کریمیا کی جنگ کا تھا، ہندوستان میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ علماء حج کے ارادے سے جہاد کے لیے روانہ ہوئے ہیں، چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۹ شوال ۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۷ء کو وطن واپس روانہ ہوئے، آپ نے اپنے شاگرد حکیم رحیم اللہ بجنوری (۱۸۶۰ء۔۱۹۲۱ء) کو ایک خط لکھا۔ (۱۳۰)

جمعیت الانصار تنظیم کا قیام ۱۹۰۹ء:

تقسیمِ بنگال (۱۳۱) کی منسوخی ۱۳۲۹ھ۔ ۱۹۱۱ء، جنگِ بلقان ۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۲ء وغیرہ کی صورتحال نے مسلمانانِ ہندوستان کے اندر سیاسی شعور کو جلا بخشنا شروع کیا، مسلم لیگ کا قیام ڈھاکہ ۱۹۰۶ء (۱۳۲) میں پہلے ہی عمل میں آچکا تھا۔ شیخ الہند محمود

حسنؒ کی یہ خواہش بڑھتی چلی گئی کہ کسی طرح انگریزوں کو ہندوستان کی سرزمین سے نکال باہر کیا جائے اور ممالکِ اسلامیہ ترکی، ایران، افغانستان اور آزاد قبائلی علاقوں کو متحرک کر کے ہندوستان پر انگریزوں کے خلاف حملہ کر دیا جائے اور پھر دوبارہ مسلمانوں کی حکومت قائم کی جائے۔ اس تحریک کا نام حکومتِ برطانیہ نے ”ریشمی رومال تحریک“ سازش قرار دیا۔ (۱۳۳)

مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے پہلے مسلمانانِ ہند کے اندر بیداری اور دینداری کا جذبہ پیدا کرنے کی سوچی اور اس مقصد کے لیے انہوں نے جنگِ بلقان ۱۹۱۲ء سے پہلے ۱۹۰۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں ”جمعیت الانصار“ نامی تنظیم کا قیام عمل میں لایا، اسی سال ۱۹۰۹ء میں منٹو مارلے اصلاحات کا نفاذ برصغیر میں عمل میں آیا۔ (۱۳۴)

جمعیت الانصار اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ:

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اپنے شاگرد مولانا عبیداللہ سندھیؒ (۱۳۵) کو جو ان کے خاص وفادار شاگرد تھے، اس الانصار نامی تنظیم کا کنوینر مقرر کیا۔ جمعیت الانصار کا سب سے پہلا اجلاس شوال ۱۳۲۹ھ بہ مطابق ۱۵ راپریل تا ۱۷ راپریل ۱۹۱۱ء (۱۳۶) تک ہندوستان کے شہر مرادآباد (۱۳۷) میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں علی گڑھ، ندوہ، دارالعلوم دیوبند اور ہندوستان کے اعظم رجال شامل ہوئے۔ جب کہ جمعیت الانصار کا دوسرا اجلاس ۱۹۱۲ء میں میرٹھ میں ہوا اور اس کے بعد اجلاس شملے میں منعقد ہوا۔ جمعیت الانصار کے ان ابتدائی خطبوں میں عوام کا جمِ غفیر حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ الہند محمود حسنؒ کے منصوبے اور لائحہ عمل پر عمل درآمد کیا جاتا تھا اور آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کیا جاتا۔ جمعیت الانصار کے ان جلسوں کی کامیابی اور مسلمانوں کی ان میں شرکت و بیداری سے حکومتِ برطانیہ پریشان اور چونک اٹھی۔ (۱۳۸)

برصغیر پاک و ہند میں ۲۰ ویں صدی کا ابتدائی ۲ عشرہ سیاسی اعتبار سے بہت اہمیت اختیار کر چکا تھا، مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ قائم ہو چکی تھی، قائداعظم محمد علی جناح کانگریس اور مسلم لیگ میں شامل ہو چکے تھے اور برصغیر کی سیاست پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے، خصوصاً اہلِ ہند کے مسلمانوں کے لیے اپنے دل میں خاص جذبات رکھتے تھے۔ تقسیم بنگال اور پھر اس کی منسوخی، منٹو مارلے اصلاحات (۱۹۰۹ء)، جنگِ بلقان (۱۹۱۲ء) کی شروعات، جنگِ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء)، میثاقِ لکھنؤ (۱۹۱۶ء) وغیرہ وہ سیاسی حالات تھے، جس نے اہلِ ہند کے علماء اور سیاسی رہنماؤں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ”جمعیت الانصار“ میں شمولیت:

برصغیر پاک و ہند کے حالات خصوصاً سیاسی حالات نے برصغیر کے انگریز حکمرانوں کو ہندوستانی مسلمانوں کے حالات میں نرم رویہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کی دینی و ملی رہنمائی کے لیے دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابرین صف باندھ کر میدان میں آ چکے تھے، ان ہی علمائے دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے شیخ الہند محمود حسنؒ کے قائم کردہ ”جمعیت الانصار“ کے لیے بہت کام کیا۔ مرادآباد ۱۳۲۹ھ۔ ۱۹۱۱ء کے اجلاس میں

آپ نے اپنا ایک زبردست مقالہ ''الاسلام'' (۱۳۹) کے عنوان سے پڑھا۔ آپ کے اس مقالے نے ہندوستان کے مسلمانوں کے اندر مذہبی شعور کو تقویت فراہم کی۔ آپ نے اپنے پیش کردہ مقالہ الاسلام میں مذہب اسلام کی صداقت اور اس کے اصول پر عقلی حیثیت سے بحث کی تھی، اس مقالے کو سن کر بڑے بڑے علماء متاثر ہوئے۔ حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ (۱۴۰) نے آپ کی تقریر کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہوتے ہوئے اب ہمیں کوئی فکر اور غم نہیں رہا۔'' (۱۴۱)

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر کے حوالے سے اپنے خیالات کو اس طرح بیان کیا:

''جمعیت الانصار کا بہت بڑا جلسہ مرادآباد میں ہوا، جس میں علی گڑھ، ندوہ اور دیوبند کے اکثر رجال علم و عمل جمع ہوئے اور تمام ہندوستان سے مسلمانوں کا بڑا مجمع اس میں شریک تھی، ندوۃ سے حضرت الاستاذ مولانا شبلی نعمانیؒ (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) مرحوم شریک ہوئے تھے۔ اس جلسے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ''الاسلام'' کے نام سے اپنا ایک کلامی مضمون پڑھ کر سنایا، حاضرین نے بہت داد دی۔ (۱۴۲)

جمعیت الانصار کا پہلا اجلاس اور علامہ عثمانیؒ کی تقاریر:

جمعیت الانصار کا پہلا اجلاس ہندوستان کے شہر میرٹھ میں ۱۵/اپریل تا ۱۷/اپریل ۱۹۱۱ء تک منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنا مقالہ ''الاسلام'' کے نام سے حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ (۱۴۳)

جمعیت الانصار کا دوسرا اجلاس اور علامہ عثمانیؒ:

جمعیت الانصار کا دوسرا اجلاس ہندوستان کے شہر میرٹھ میں ۱۶، ۱۷/اپریل ۱۹۱۲ء (۱۴۴) کو منعقد ہوا۔ شیخ الہند محمود حسنؒ اس جلسہ کی صدارت فرمارہے تھے، جب کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ اس جلسہ کے کنوینر تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس جلسہ میں اپنا مقالہ ''الدارہ آخرۃ'' کے عنوان سے حاضرین کے سامنے پڑھا، حاضرین نے آپ کے علمی اور ذہنی قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی زبردست تائید و پزیرائی فرمائی۔

جمعیت الانصار کا شملہ میں اجلاس:

جمعیت الانصار کا تیسرا اجلاس شملہ میں دوبارہ ہوا۔ یہاں پر بھی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تقریر فرمائی، آپ کی تقریر سے حاضرین جلسہ متاثر ہوئے اور آپ کی پزیرائی کی گئی، حتیٰ کہ لوگوں نے دوبارہ تقریر کرنے کی فرمائش کی۔ بعدازاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے شہر کراچی میں جمعیت الانصار کی شاخ قائم کی تھی، گوکہ جمعیت الانصار شیخ الہند کی تحریک تھی، جس کو کامیاب کرنے میں آپ کے شاگردوں خاص طور پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا بڑا دخل حاصل رہا، ان جلسوں نے ہندوستان کے

مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی بیداری کو ابھارنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔

ریشمی رومال تحریک کا آغاز:

ہندوستان کی سیاسی فضا وقت کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے تبدیل ہوتی جا رہی تھی، شیخ الہند محمود حسنؒ نے ریشمی رومال تحریک کا آغاز کر دیا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو افغانستان اور آزاد قبائل علاقے کی طرف مہم پر روانہ کیا گیا۔ آزاد قبائل میں تحریک کو کامیاب کرنے کے لیے مولانا منصور انصاریؒ کو روانہ کیا گیا اور مولانا محمود حسنؒ خود حجاز کے علاقوں میں تحریک کو پھیلانے کی غرض سے حجاز مقدس کا سفر ۱۳۳۳ھ۔ ۱۹۱۵ء میں کیا، اس زمانے میں حجاز سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے زیر ماتحت تھا۔ مولانا محمود حسنؒ نے گورنر مدینہ منورہ و دیگر اکابرین سے ملاقات کی، لیکن انگریزوں نے شریف مکہ کے ذریعے آپ کو گرفتار کر لیا اور مقدمہ چلا کر مالٹا (اٹلی کی ایک ریاست) میں قید کر دیا، آخر کار ۱۹۱۹ء میں آپ کی رہائی ہوئی، ان حالات و واقعات سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ علمائے دیوبند نے جہاں مذہبی، تبلیغی، اصلاحی خدمات سرانجام دیں وہاں سیاسی انقلاب برپا کرنے اور ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم کرنے کا برابر سلسلہ جاری رکھا۔ (۱۴۵)

مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حسرت موہانیؒ کی ہمدردیاں بھی اس تحریک سے وابستہ تھیں گو کہ یہ تحریک ابھی برسر پیکار بھی نہیں آئی تھی کہ حکومت نے اس کو کچل دیا۔ یہ تحریک مخفی تھی مگر ہندوستان میں سینکڑوں افراد کسی نہ کسی طرح اس تحریک سے متاثر ہوئے اور بہت سارے لوگوں نے اس ریشمی رومال تحریک کی خاطر جان و مال کی قربانی پیش کی۔ اس تحریک سے مسلمانان ہند کو یہ فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ اسلامی افکار و نظریات کا فروغ حاصل ہوا۔ (۱۴۶)

تحریکِ خلافت میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا کردار:

تحریکِ خلافت کا بنیادی مقصد سلطنتِ ترکیہ کے تحفظ کا دفاع تھا۔ علمائے دیوبند نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، تحریکِ خلافت کو کامیاب بنانے کے لیے بڑی بڑی شخصیات نے اپنا کردار ادا کیا، ان ہی شخصیات میں ایک نام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے خطبات سیاست نے تحریکِ خلافت اور مسلمانانِ ہند کے مذہبی خیالات کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور یہ حقیقت ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریکِ خلافت میں پیش پیش رہے اور اس دور کا کوئی خاص اجتماع ان کی شرکت سے خالی نہیں رہا۔ سلطنتِ عثمانیہ اور خلافتِ ترکیہ کی تباہی اور تقسیم جب ہو رہی تھی اور مصطفیٰ کمال پاشا اتاترک (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۸ء) نے نوجوان ترکوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے فوجی تربیت کے بعد یورپ کو للکارا تو ادھر سے مسلمانانِ ہند نے بھی حکومتِ برطانوی ہند کو خوب جھنجوڑ کر رکھ دیا تا آنکہ انگریز کے خلاف ہندوستان میں نفرت کا بازار گرم ہو گیا۔ جمعیت العلمائے ہند جو ۱۹۱۹ء میں معرض وجود میں آئی، اسی سال تحریکِ خلافت شروع ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ برطانوی ہند کا قانون چیمسفورڈ (۱۹۱۹ء) کی اصلاحات کے نام سے نافذ کیا گیا۔

اگرچہ تحریک خلافت (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۴ء) نے کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کی تاہم وہ مسلم عوام میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کا ایک گراں قدر ذریعہ ثابت ہوئی۔ اس نے ایک وسیع سیاسی قیادت پیدا کی اور مسلمانوں کو ایک عوامی تحریک منظم کرنے کی مہارت سکھائیں اور ان ہی چیزوں نے تحریک پاکستان میں مسلمانانِ ہند کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس تحریک سے یہ جذبہ لیے ہوئے ابھرے کہ وہ نہ تو برطانیہ پر اعتماد کر سکتے ہیں اور نہ ہندوؤں پر اور یہ کہ اپنی بقاء اور آزادی کے لیے انہیں خود ہی اپنی قوت پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ (۱۴۷)

جمعیت العلمائے ہند کا قیام:

جمعیت العلمائے ہند کا قیام ۱۹۱۹ء میں عمل میں آیا، اس میں ہر مکتبۂ فکر دیوبند، بریلوی اور اہلِ حدیث کے علماء شامل تھے۔

جمعیت العلمائے ہند نے اس قدر کام کیا کہ اس کی تاریخ میں تحریکِ خلافت کا کارنامہ قابل اور یادگار رہے گا۔ علمائے ہند خاص طور پر دارالعلوم دیوبند نے تحریکِ خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ، ہندو مسلم اتحاد اور مسلم وغیر مسلم اجتماعات میں حصہ لیتے اور بھرپور انداز میں مسلمانوں کی وکالت کرتے ہوئے تقریر کرتے تھے۔ حکیم اجمل خان کی دعوت پر تمام زعماءِ قوم دہلی میں جمع ہوئے۔ مولانا فضل الحقؒ (بنگال) کی صدارت میں خلافت کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں علمائے کرام کی ایک جداگانہ تنظیم "جمعیت العلماء ہند" کے نام سے عمل میں آئی۔ ۲۵ نومبر ۱۹۱۹ء اس کے صدر مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور سیکریٹری مولانا سعید احمد دہلویؒ مقرر ہوئے تاکہ علماء ہند پوری قوت کے ساتھ سرگرم عمل ہو کر سیاسی امور میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ (۱۴۸)

تحریکِ خلافت کی بنیاد و اجلاس:

تحریکِ خلافت کی شروعات برِ صغیر میں ۱۹۱۹ء میں ہوئی تھی۔ اس کے متعدد اجلاس ہوئے۔

جمعیت العلماء کے اجلاس:

جمعیت العلماء کے اجلاس بھی مسلمانانِ ہند کی بیداری میں نمایاں کردار ادا کر رہے تھے۔ جمعیت العلماء کے جو اجلاس منعقد ہوئے۔

جمعیت العلماء کے آخری تین چار اجلاس چھوڑ کر تحریکِ خلافت کے اجلاس اور جمعیت العلماء کے تمام ہی جلسوں میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زبردست تقریریں ہوتی تھیں۔ مولانا سلیمان ندویؒ رسالہ معارف کے مضمون میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

> "خلافت اور جمعیت کے جلسوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ آتے جاتے رہتے تھے اور تقریریں بھی کیا کرتے تھے۔ (۱۴۹)

☆ گاؤکشی کے فتویٰ پر علامہ عثمانیؒ کی دلیل:

آریہ تحریک جو مہاراشٹر اور بنگال کے حصوں میں فروغ پاتی رہی یہی تحریک بعد میں آریہ سماج میں تبدیل ہوگئی جس کا مقصد مسلمانوں کو شدھ کر کے ہندومت میں داخل کرنا تھا اور ساتھ ہی ہندو عوام کو مسلم اثرات سے بچانا تھا۔ آریہ تحریک کا ایک جزو گاؤ رکھشا تھا جس پر سب سے پہلے "سوامی دیانند" نے لیکچر دیا اور بھارت میں قانوناً گاؤکشی بند کرانے کی آواز بلند کی جس کی تائید کانگریس کے کرتا دھرتا مہاتما گاندھی نے کی۔ اس تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو "حوالہ شمشیر و آتش" کرنے میں بڑی آسانی ہوگئی اور گاؤ رکھشا کے سوال پر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ (۱۵۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مذہبی اور سیاسی معاملات پر اسلامیانِ ہند کی رہنمائی اپنی بصیرت سے کر رہے تھے ۱۳۳۹ھ۔۱۹۲۱ء کے جمعیت کے اجلاس کے موقع پر مولانا ابوالکلام آزادؒ نے مصلحتِ ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنانے کی خاطر ترک کر دینے کی تجویز دی تھی۔ اس موقع پر علامہ عثمانیؒ نے اپنی دلیل اور موقف کو اس طرح سے اسلامیانِ ہند کے سامنے پیش کیا۔

مولانا نصر اللہ خانؒ (۱۸۷۷ء۔۱۹۷۶ء) ایڈیٹر اخبار "تسنیم" کے پرچے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۵۱) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"لاہور میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں جمعیت العلمائے ہند کی جو کانفرنس ہوئی تھی، اس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر نہایت معرکہ آرا تھی، وہ جمعیت العلماء کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ (۱۵۲)

☆ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی برتری:

ہندوستان میں گاؤں کشی کو ترک کرنے کا مسئلہ دہلی کے ایک جلسے میں حکیم اجمل خاں (۱۸۲۸ء۔۱۹۲۷ء) اور مولانا محمد علی جوہرؒ (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء) نے بھی اٹھایا تھا اور اس مسئلے پر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو دہلی آنے کی دعوت دی تھی، مگر شیخ الہند نے شبیر احمد عثمانیؒ کو اپنا نائب بنا کر دہلی بھیجا تھا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ معارف کے مضمون میں اس گاؤکشی کے حوالے سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے خیالات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گائے کی قربانی کرنے کے مسئلے میں بھی جس کو حکیم اجمل خاں نے اٹھایا تھا، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی طرف سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے نہایت واضح اور واشگاف تقریر فرمائی تھی۔ یہ ترجمانی اور نیابت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے لیے نہ صرف فخر و شرف کا باعث بنا بلکہ ان کی سعادت اور ارجمندی کی بڑی دلیل ہے۔ (۱۵۳)

۱۳۴۰ھ۔۲۴ دسمبر ۱۹۲۲ء کو ہندوستان کے صوبہ "بہار" کے ضلع "گیا" میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے برادر بزرگ مولانا حبیب

الرحمٰن عثمانیؒ جو کہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم کے عہدے پر فائز تھے، ان کی صدارت میں جمعیت العلمائے ہند کا سالانہ اجلاس ہوا اور جس کا خطبہ صدارت خود مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھا تھا۔ اس خطبہ صدارت میں ''ترکِ موالات'' کے بجائے اسمبلیوں میں ہندوستانیوں کی شرکت کی تجویز پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مخالفت کی کامیابی کے متعلق سیّد سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''تجویز کے حامیوں (موتی لعل، سی آر داس، حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری) کی طرف سے خاکسار (سیّد سلیمان ندویؒ) نے اور مخالفوں کی طرف سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تقریریں کیں اور عوام سے اس سلسلے میں ووٹ لیے گئے جس کے نتائج کی روشنی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مخالفت کامیاب ہوئی۔ (۱۵۴)

ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے اس پُرآشوب دور میں ہندو مسلم مشترکہ جلسوں خلافت کے پلیٹ فارموں اور جمعیت کی کانفرنسوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریریں اور خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ملتِ اسلامیانِ ہند کے لیے خدمات کے حوالے سے دہلی کا اخبار ''الجمعیۃ'' لکھتا ہے:

''مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے اور قومی تحریکات میں ہمیشہ خود کو آگے رکھا۔ تحریکِ خلافت ۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء تک جمعیت العلماء کو آپ کے تعاون کا فخر حاصل رہا۔ بہت سی کمیٹیوں میں صدارت کے فرائض انجام دیے۔ (۱۵۵)

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے سیاسی اور مذہبی نائب:

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو انگریز سرکار نے تحریک ریشمی رومال کے سبب مالٹا میں قید کر دیا تھا، آپ جب مالٹا سے رہا ہو کر ہندوستان تشریف لائے اور ہندوستان میں خلافت تحریک اس وقت اپنے پورے شباب پر تھی، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے ملک کا طوفانی دورہ کیا، مولانا محمود حسنؒ کے دورے کے دوران علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے استاذ کے ہمراہ رہے اور انہوں نے اپنی تقریروں سے ملک بھر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے خون کو گرما دیا۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ (فاضل دیوبند صدر شعبہ اسلامیات علی گڑھ) لکھتے ہیں:

''شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے مالٹا سے رہائی کے بعد واپس ہندوستان آنے کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء کے آخر اور ۱۳۳۸ھ-۱۹۲۰ء کے شروع میں سہارنپور، غازی پور، لکھنو، بنارس، کانپور، علی گڑھ، دہلی کے بڑے بڑے اجتماعات میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمان کی حیثیت سے جو بلند پایہ تقریریں کیں، انہوں نے ملک کے گوشے گوشے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی عظمت و برتری کا سکہ بٹھا دیا۔ (۱۵۶)

جمعیت العلمائے ہند کے مختلف اجلاس:

جمعیت العلمائے ہند سرگرم اور ملی جذبے سے سرشار ہو کر دینِ اسلام اور مسلمانوں کی حتی المقدور فلاح و نجات میں برسرِ

پیکار تھی۔ اس سلسلے میں جمعیت العلمائے ہند کے مختلف اجلاس برصغیر کے بڑے بڑے شہروں میں منعقد کیے گئے جس میں سے چند ایک اجلاس کی وضاحت حسب ذیل پیش خدمت ہیں۔

(۱) ۱۳۳۸ھ۔ نومبر ۱۹۱۹ء بمقام دہلی، (۲) ۱۳۳۹ھ۔ ستمبر ۱۹۲۰ء بمقام کلکتہ، (۳) ۱۳۴۰ھ۔ نومبر ۱۹۲۱ء بمقام لاہور، (۴) ۱۳۴۱ھ۔ فروری ۱۹۲۲ء بمقام دہلی، (۵) ۱۳۴۱ھ۔ فروری ۱۹۲۳ء بمقام دہلی، (۶) ۱۳۴۲ھ۔ مارچ ۱۹۲۴ء بمقام علی گڑھ، (۷) ۱۳۴۳ھ۔ جنوری ۱۹۲۵ء بمقام مراد آباد، (۸) ۱۳۴۴ھ۔ جنوری ۱۹۲۶ء، (۹) ۱۳۴۶ھ۔ جولائی ۱۹۲۷ء بمقام لاہور۔

تحریکِ ترکِ موالات اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

جمعیت علمائے ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۷، ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں منعقد ہوا اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس شان و شوکت اور امن و اطمینان سے ہوا وہ دیکھنے والوں کے دل خوب جانتے ہوں گے۔ ہندوستان، بنگال، سندھ، صوبہ سرحدی۔ غرض کہ ہر گوشہ ملک کے نمائندے علمائے کرام موجود تھے۔ پانچ سو سے زیادہ شائع ہوگئی۔ چند حضرات علماء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محمد عبدالباریؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد عبدالماجد بدایونیؒ، مولانا آزاد سبحانیؒ، مولانا عبدالکافی الہ آبادیؒ، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، مولانا فضل اللہ مدراسیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوریؒ، مولانا مرتضیٰ حسن مراد آبادیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ۔

تجویز نمبر ۱:

جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ احکام شرعیہ کا پورا احترام اور عمل کرنے کی دل سے سعی کیا کریں۔ وضع، لباس، اخلاق، برتاؤ، بالخصوص فرائض میں اس کا التزام نہایت ضروری سمجھیں۔

تجویز نمبر ۲:

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس کامل غور کے بعد مذہبی احکام کے مطابق اعلان کرتا ہے کہ موجودہ حالت میں گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ موالات اور نصرت کے تمام تعلقات اور معاملات رکھنے حرام ہیں، جس کے ماتحت حسب ذیل امور بھی واجب العمل ہیں:

ا۔ خطابات اور اعزازی عہدے چھوڑ دینا۔

۲۔ کونسلوں کی ممبری سے علیحدگی اور امیدواروں کے لیے رائے نہ دینا۔

۳۔ دشمنانِ دین کو تجارتی نفع نہ پہنچانا۔
۴۔ کالجوں اسکولوں میں سرکاری امداد قبول نہ کرنا اور سرکاری یونیورسٹیوں سے تعلق قائم نہ رکھنا۔
۵۔ دشمنانِ دین کی فوج میں ملازمت نہ کرنا اور کسی قسم کی فوجی امداد نہ پہنچانا۔
۶۔ عدالتوں میں مقدمات نہ لے جانا اور وکیلوں کے لیے ان مقدمات کی پیروی نہ کرنا۔

تجویز نمبر ۳:

جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ ترکِ موالات کے سلسلے میں طلبہ کے ان اسکولوں اور کالجوں کے چھوڑنے کو جو گورنمنٹ سے امداد حاصل کرتے اور سرکاری یونیورسٹی سے الحاق رکھتے ہیں، شرعی حیثیت سے ضروری سمجھتا ہے اور جن طلباء نے ایسے کالجوں اور اسکولوں کو چھوڑ دیا ہے ان کے اس فعل کو اسلامی احکام کی تعمیل سمجھتا ہے۔

تجویز نمبر ۴:

جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ اپنے ملکی بھائیوں کی خلافت کے مسئلے میں شرکت عمل کو بنظر امتنان دیکھتا ہے اور مسلمانوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے ہم وطن بھائیوں سے حدودِ شرعیہ کے اندر رہ کر اور زیادہ خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھیں گے۔

تجویز نمبر ۵:

جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ خلافت اسلامیہ کی حمایت اور دوسری قومی و ملی ضروریات کی کثرت کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کا ایک قومی بیت المال قائم کیا جائے اور سردست اس کا نظام مرتب کرنے کے لیے ایک خصوصی جماعت معین کردی جائے جو اپنی رپورٹ تین ماہ کے اندر جمعیت علمائے ہند کے دفتر میں ارسال کردے۔

تجویز نمبر ۶:

جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ترکِ موالات کے سلسلے میں تبلیغ کا شعبہ خاص اہتمام سے جاری کیا جائے اور تمام اطراف میں وفود بھیجے جائیں اور مجلس منتظمہ مبلغین و دعاۃ کا جلد سے جلد انتخاب عمل میں لائے۔

تجویز نمبر ۷:

جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ علی گڑھ کالج کی ذمہ دار جماعت کے اس فعل کو کہ مسجد میں قومی یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ

کے نماز پڑھنے سے تعرض کرتے ہیں، اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی اور مسجد کی حرمت کو زائل کرنے والا سمجھتا ہے۔

تجویز نمبر ۸:

جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ حکام کی اس جابرانہ کارروائی پر جو اس نے علمائے کرام اور خدام خلافت کے ساتھ روا رکھی ہے حقارت ونفرت کا اظہار کرتا ہے، نیز جو تکلیفیں کہ ان بے گناہوں کو جیل خانہ میں دی جاتی ہیں ان کو انسانی اور اخلاقی شرافت کے خلاف سمجھتا ہے۔ اور ان مظلوموں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ ان مصائب کا پورے استقلال اور استقامت سے مقابلہ کریں گے۔

تجویز نمبر ۹:

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس نہایت افسوس اور درد کے ساتھ بعض علماء زمانہ کے اس طرز عمل سے مخالفت اور بریت کا اظہار کرتا ہے جنہوں نے ترکِ موالات جیسے صریح و واضح حکم شرعی کے وجوب اور نفاذ سے انکار کیا ہے یا اس بارے میں شکوک وشبہات عارض کیے ہیں۔ نیز اعلان کرتا ہے کہ علمائے ہند ان کے اس فعل کے ذمے دار نہیں ہیں۔

تجویز نمبر ۱۰:

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس ان تمام قومی درسگاہوں کے منتظمین اور ارکان کی نسبت جنہوں نے سرکاری اعانت اور سرکاری یونیورسٹیوں کے ساتھ الحاق کے ترک کرنے اور اس بارے میں احکام شرعیہ کی سماعت واطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ یہ اعلان کرتا ہے کہ انہوں نے اہلِ اسلام کو چھوڑ کر اعداء اسلام کا ساتھ دیا ہے پس جب تک وہ اپنے اس فعل سے رجوع نہ کریں تمام مسلمانوں کو ان کی اعانت وامداد سے دست بردار ہونا چاہیے۔

تجویز نمبر ۱۱:

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس ارکانِ ندوۃ العلماء کے اس کمال جذبہ حق وصداقت کو جس کی وجہ سے سرکاری امداد لینے سے انہوں نے انکار کر دیا ہے، نہایت استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے قومی وملی ایثار کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

ترکِ موالات کا رُوح پرور خطبہ:

مولانا شبیر احمد عثمانی نے ۷ ربیع الاول تا ۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ۔ ۱۹ نومبر سے ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء دہلی کے جمعیت العلمائے ہند کے دہلی اجلاس میں جو اپنا پہلا خطبہ ترکِ موالات کے نام سے پڑھ کر سنایا، اس ترکِ موالات کے رُوح پرور خطبہ کو مختصر طور

پر اس طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔

مادی و رُوحانی کامیابی کا ذریعہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

☆ کسی قوم کی فتح و ظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہو سکتے ہیں، اوّل مادی یا رُوحانی، پس اگر دوسری قوموں کے جواب میں کوئی مادی (اسلحہ کی) طاقت آپ مہیا نہیں رکھتے تو رُوحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجیے۔

☆ ترکِ موالات کی وضاحت:

ترکِ موالات کی وضاحت اور اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ: ’’ان ہی رُوحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتھیار ہے، جس کو ترکِ موالات یا ترکِ تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔‘‘

ہندوستانی علماء نے اس کو ترک کا نام دیا۔ ۲ جون ۱۳۳۹ھ۔ ۱۹۲۰ء کو آل پارٹیز کانفرنس الہ آباد میں سب نے متفق ہو کر ترکِ موالات کے طریقہ کار کو قبول کر لیا اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کا رویہ اتنا شدید تھا کہ وہ فرماتے ہیں ’’اگر مسلمانوں کے دل میں ایک آخری چنگاری بھی ایمان کی باقی ہے تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صلح یا صفائی کا ہاتھ انگریزوں کی طرف بڑھا سکے۔ وہ مسلمان اپنے آباد گھروں کو چھوڑ دے، جنگلوں میں جائے۔ وہاں سانپ اور بچھوؤں کے ساتھ صلح کر لے مگر انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ صلح نہیں کر سکتا۔‘‘ (۱۵۷)

موالات کی تشریح:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ موالات کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’موالات کے لغوی معنی دوست کے بھی ہیں اور ناصر و مددگار کے بھی ہیں اور قریب کے بھی ہیں اور متصرف کے بھی ہیں۔ (قاموس اللغات)

☆ موالات (بالکفار) صرف محبت قلبی تک محدود نہیں بلکہ ہر ایسا معاملہ اور ہر ایسی اعانت و امداد جس سے ایک دوسرے کی رفاقت مترشح ہوتی ہو، موالات کے تحت میں داخل ہے۔

☆ ترکِ موالات کا حکم ایک دائمی اور عام حکم ہے، لیکن اس قوم کے مقابلے میں وہ اور بھی زیادہ موکد ہو جاتا ہے، جس نے اعلانیہ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور ان کو ان کی بستیوں سے نکالا۔

☆ سب علماء افراط و تفریط سے خالی ہو کر مصالح اسلامیہ کی حمایت پوری طاقت کے ساتھ کریں۔

☆ مسلمان بے شک اس (انگریز قوم) سے مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ اپنے حتمی عہد کے

موافق خلافتِ اسلامیہ اور ان مقامات مقبوضہ سے ہاتھ اٹھالے جن کے زوال کی حسرت ناک داستان آج مسلمانوں کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے۔ (۱۵۸)

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے ترک موالات کے بابت ایک فتوٰی جاری کیا جس پر پانچ سو (۵۰۰) علمائے کرام نے دستخط ثبت کیے۔ قوم نے اس پروگرام پر سختی سے عمل کیا۔ سرکاری خطابات واپس کر دیے گئے۔ انتظامات کا بائیکاٹ کیا، عدالتیں ویران ہوگئیں، طلبا اور اساتذہ نے تعلیمی اداروں کو خیر باد کہہ دیا۔ سرکاری ملازمت سے استعفٰی پیش کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ حتیٰ کہ فوج سے بھی بعض لوگوں نے استعفٰی دے دیا۔ گرفتاریاں پیش کی گئیں۔ جیل خانے بھر دیے گئے۔ (۱۵۹)

ترکِ موالات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا پہلا خطبہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانوں کی ستم ظریفی اور ان کی پریشانیوں کا بغور مشاہدہ فرماتے رہے، چنانچہ آپ نے جمعیت العلمائے ہند کے سیاسی پلیٹ فارم سے جو پہلا خطبہ اسلامیانِ ہند کے سامنے پیش کیا وہ ترکِ موالات سے متعلق تھا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اس خطبہ کو بیان کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آپ نے ترکِ موالات کے حوالے سے پُر مغز خطبہ ارشاد فرمایا، ترکِ موالات کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں۔

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدالمرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین○

امابعد:

معزز صدر اور حضرات علمائے کرام اور حاضرین والا مقام:

جلسوں کی شریعت کا حکم یہ ہے کہ میں سب سے پہلے آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کروں، جو آپ نے مجھ پر اس مجلس علماء وفقاء میں بولنے کی اجازت دینے سے کیا ہے، لیکن آپ جانتے ہیں کہ شکر کا مفہوم خاص زبان تک محدود نہیں، اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرے تو اس کا شکریہ دل سے زبان سے ہاتھ پاؤں سے غرض افعال قلوب اور افعال جوارح میں سے ہر ایسے فعل سے ادا ہو سکتا ہے، جو محسن کے مقابلے میں شاکر کی ممنونیت کا اعلان کرتا ہو۔

اس لیے آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنے میں جب یہ حق انتخاب میرے لیے ہوا کہ میں جس طریقہ سے پسند کروں قضائے حق شکریہ سے سبکدوش ہو جاؤں تو میں اپنی اصل فطرت اور وقت کی قلت اور سب سے بڑھ کر اس اعلیٰ وارفع مطمحِ نظر کی اہمیت کو (جس نے مجھے اور آپ کو یہاں جمع کیا ہے) محسوس کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس یورپ کی تقلید کے لیے اتنا فضول وقت نہ بچنا چاہیے، جس میں ہم ضروری مقاصد کو چھوڑ کر محض رسمی اور

زبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔ (۱۶۰)

ہندوستان کی سیاسی فضا بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں بڑی ہنگامہ خیز اور بے شمار واقعات سے لبریز تھی۔ گاندھی جی جو کانگریس کی نمائندگی کا برملا اعلان کیا کرتے تھے ان کے اعلان نے مسلمانان ہند کی تحریک کو بری طرح نقصان پہنچایا البتہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں اس بات کا احساس پیدا ہوگیا کہ ہندوستان کے مسلمان باشعور ہیں اور باعمل ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو "گاندھی" کی مکاری اور فریب کاری کا درست طور پر اندازہ ہوگیا۔ (۱۶۱)

مسلمانانِ ہند کی فلاح وکامیابی کا ذریعہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے خطبہ ترکِ موالات میں مسلمانانِ ہند کی فلاح اور کامیابی کے تفکرات کے حوالے سے فرماتے ہیں:

ہم مسلمانوں کو خصوصاً علمائے اُمت کو اپنی مجالسِ عامہ وخاصہ میں تتبع کرنا چاہیے قرونِ اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا، ان کی مختصر مگر پُر مغز تقریروں اور طویل وعریض سلسلہ عمل کا، ان کی مشاورت اور مبادلہ آراء کے بہترین اصول کا، ان کی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر، ان کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اصلاح ذات البین کی مفید اور منتج گفتگوؤں کا، غرض کہ اللہ جل شانہ کے اس مطرود منعکس ارشاد پر پوری پوری طرح عمل کرنے کا۔

" لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ"

"ان کی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔"

اے حضرات علمائے کرام میں نہ کوئی خطیب ہوں نہ انشاء پرداز اور نہ گویائی کی کوئی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں، جس سے آپ حضرات محروم ہوں بلکہ اگر آپ کا حکم نہ ہوتو میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورینؓ (۱۶۲) نے مدینہ کے منبر پر فرمایا تھا کہ

"یا ایھا النّاس انکم الیٰ امام فعال احوج منکم الیٰ امام قوال."

ترجمہ:۔ اے لوگو، یقیناً تم کو بہت زیادہ کلام کرنے والے پیشوا سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے پیشوا کی ضرورت ہے۔

مگر جب آپ نے مجھ جیسے ناکارہ کو اس جگہ کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ روئے زمین کے سارے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنے والے مسلمانوں کی فلاح کے متعلق، شرعی حیثیت سے جو میری معلومات اور خیالات ہیں، ان کو بلاکم وکاست آپ کے سامنے رکھ دوں اور اس کی بالکل پرواہ نہ کروں کہ حق کی آواز سنتے سے حضور وائسرائے بہادر مجھ سے برہم ہوجائیں گے یا مسٹر گاندھی (۱۶۳) یا علی برادران (۱۶۴) یا کوئی اور ہندو مسلمان مجھ سے بگڑ بیٹھے گا اگرچہ اپنے بھائیوں سے مجھے ایسی توقع نہیں۔ (۱۶۵)

اسلام کی حقیقی زندگی کی وضاحت:

علامہ شبیر احمد عثمانی اپنے خطبہ ترکِ موالات میں اسلام کی حقیقی زندگی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات! آج وہ وقت ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو جماعت اسلام کی حقیقی خیر خواہی میں اپنی شخصی عزت اور عارضی وجاہت و مقبولیت سے قطع نظر کر لینا چاہیے۔ آلِ عثمان (۱۶۶) کے بڑے بڑے سردار اور خلافت رسول اللہ ﷺ (۱۶۷) کے سب سے بڑے مسند نشین کی عزت و شوکت جب خاک میں ملا دی جائے تو آپ کی عزت و وجاہت کس شمار میں ہے۔ تھریس اور سمرنا کے مسلمان زن و مرد جب بے آبرو کیے گئے ہوں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ بے آبرو نہیں ہوئے۔

جس قوم نے عراق، شام، فلسطین، تھریس، ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تمام دنیا کی مقدس ترین مساجد کو خلیفۃ المسلمین کے ہاتھوں سے چھینا اور اس چھیننے کے لیے جو جنگ کی گئی اس کو کروسیڈ (صلیبی جنگ) سے تعبیر کیا۔ مکے اور مدینے پر اسلام کے ایک ایسے باغی کی حکومت قائم کرائی جس کے حکم سے اس خانۂ خدا اور آرام گاہِ مصطفیٰ ﷺ کی بے حرمتی ہوئی اور جس حرم سے امن سے ایک ادنیٰ جانور کا پکڑنا بھی گناہ ہے، وہاں سے بہتیرے غریب الوطن پرستارانِ خدا کو گرفتار کر لیا گیا۔ پھر یہی نہیں کہ جو کچھ گزر گیا بلکہ اس منٹ تک بھی جب کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں، اس قوم کی ہوس ملک گیری اور درندگی میں کچھ کمی نہیں آئی، اس کی توپیں ابھی تک دجلہ اور فرات کے دہانوں پر خاموش نہیں ہوئیں، اس کے جہازوں نے ابھی تک عراق وغیرہ کے کلمہ پڑھنے والوں کو پناہ نہیں دی، اگر واقعی ہندوستان کے مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ ایسی قوم ہماری جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہے، اس لیے ہمیں اس کے مقابلے پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت اور اس مضبوط رشتہ اتحاد و اخوت سے محض جاہل یا غافل ہیں، جس نے جہالت کی تمام رسوم مخالفت و مواخاۃ کو اٹھا کر مشرق و مغرب کے مسلمانوں میں ایک خالص رُوحانی برادری قائم کی اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کو آپ بار بار پڑھیے۔

انما المومنون اخوۃ ○ المسلم اخو المسلم ○ المومنون ید علیٰ من سواھم المومنون کرجل واحد ان اشتکیٰ عینہ اشتکیٰ کلہ ○ وان اشتکیٰ راسہ اشتکیٰ کلہ.(حدیث بخاری و حدیث مسلم)

یہ احکام سلطان المعظم سے لے کر ادنیٰ انسان تک بدون تخصیص حبشی اور رومی اور ہندی اور افغانی کے سب پر حاوی ہیں اور مغرب کے مسلمان پر اگر کوئی ظلم ہو تو مشرق کے مسلمان پر اس کی حمایت و نصرت ہر ممکن طریق سے واجب ہے۔ (۱۶۸)

علماء کے باہمی اختلافات:

علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے خطبہ ترکِ موالات میں علماء کے باہمی اختلافات پر وضاحت کرتے ہوئے اپنے خیالات کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں:

"بہت دنوں تک ہندوستان میں یہ بحث ہوتی رہی کہ ہندوستانی رعایا اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان کچھ ایسے معاہدات ہیں، جن کی بناء پر یہاں کے مسلمان انگریزوں کے مقابلے میں دوسری جگہ کے مسلمانوں کو مدد دینے سے معذور ہیں اور ان حضرات کا استدلال اس آیت کے عموم الفاظ سے تھا۔

" وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاق "(سورۃ انفال، آیت۷۲)

میں علماء کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا، ہاں اگر گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب ان اختلافات کا فیصلہ خود برٹش گورنمنٹ نے کر دیا ہے، پچھلے زمانے کو چھوڑ کر اس نے جو عہد ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ترکی کی حکومت سے برسر جنگ ہونے کے وقت کیے تھے، ان کا جو حشر ہوا، وہ اس وقت آپ کے سامنے ہے اگر وہ وعدے ایسی بے دردی سے فراموش نہ کر دیے جاتے، جن پر مغرور مفتوں ہو کر بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے اپنے ہم مذہب لوگوں کو تباہی کی طرف دھکیلا تو آج آپ کا اور ہمارا اجتماع اس ہیئت کذائی سے نہ ہوتا اور نہ آج ساری دنیا کے مسلمان مصائب کے اس اضطراب انگیز طوفان میں غلطاں و پیچاں نظر آتے۔

بہر حال اب ہم کو یہ شکوہ نہیں رہا کہ دوسروں نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اب ہم کو ان کے ساتھ بلکہ خود اپنے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آپ میں سے ہر شخص غالباً دل ہی دل میں یہ کہتا ہوگا کہ میں آپ کو اس درد کا کوئی انوکھا علاج بتاؤں گا یا کوئی نرالی ترکیب جو ہمارے مصائب کا خاتمہ کر دے گی۔ تلقین کروں گا لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اس انتظار کی تکلیف نہ اٹھائیں، میں آپ سے صرف ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کو کہوں گا، جس کو آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پہلے سے حاصل ہے یعنی میں مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہو جائیں، ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ آپ شاید اس کو تحصیل حاصل قرار دیں، مگر میں فی الحقیقت آپ کو خدا کا یہ کلام سنا رہا ہوں۔

"یا یہا الذی امنوا آمنوا با اللہ و رسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل"

ترجمہ:۔ اے ایمان والوں، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی۔(۱۶۹)

ایمان باللہ کی وضاحت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایمان باللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

ایمان باللہ کے معنی یہ نہیں کہ آدمی محض زبان سے "آمنت باللہ" کا دعویٰ کرے اور جب اس آمنت کا موقع آئے تو خدا کے روبرو جھوٹا ثابت ہو، اگر ایمان باللہ کا مصداق بتایا جاتا اور اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

" الم ○ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ○(سورۂ عنکبوت، آیت ۱۔۲۔۳)(۱۷۰)

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ محض (ہم ایمان لائے) کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کا امتحان کیا ہے تو ضروری ہے کہ جانچ کرے گا، اللہ ان کی جو سچ بولتے ہیں اور ان کی جو جھوٹ بولتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو زبان سے کلمہ پڑھتے تھے اور بجائے خود وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں، لیکن جب کوئی تکرار اور نزاع پیش آتی تو وہ بجائے کتاب اللہ اور رسول اللہؐ کے اپنے معاملات کفار کے پاس لے جانے کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ ان کے حسب خواہش فیصلہ کردیں چنانچہ ایسے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ○ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا"(۱۷۱)

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا، ایمان رکھتے ہیں (اور پھر بھی) وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے نزاعات کو شیطان کی طرف لے جائیں، حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس سے بیزار رہے اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کی گمراہی کو بہت دور تک پھیلاتا چلا جائے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف بڑھو جو خدا نے نازل کی اور رسولؐ کی طرف (جسے خدا نے بھیجا) تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجیے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے معاملات کی باگ ڈور کفار اور شیاطین کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ انسانی قوانین اور شیطانی احکام کے آگے وہ گردنیں جھکا دیتے ہیں، لیکن جب ان کو کوئی آسمانی حکم اور قدوسی پیغام دیا جاتا ہے تو وہ تیوریاں چڑھا کر کھسکنے لگتے ہیں۔

اے خدا کی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے رہنے والو، کیا اس شہنشاہ "مطلق احکم الحاکمین" کی حکومت کا حلقہ تمہاری گردنوں میں نہیں رہا جو تم نے انسانی رعب و داب سے خوف زدہ ہو کر اس سے بغاوت پر کمر باندھی ہے، خوب سمجھ لو کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے، جب اس کی شمشیر انتقام بے نیام ہوتی ہے اور اس کے عذاب کا کوڑا برسنے لگتا ہے تو اس کے مجرم کے لیے کہیں پناہ نہیں۔

"لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ وَخَال"

مسلمان اپنے اوپر رحم کھائیں اور ازل میں جو عہد انہوں نے اپنے خدا سے باندھا ہے، اسے پورا کریں اور سب مل کر خدا کی نہ ٹوٹنے والی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیں کہ یہ رسّی ٹوٹ تو نہیں سکتی مگر چھوٹ سکتی ہے۔(۱۷۲)

بعض علماء کے بقول شریعت اسلامی کے مشکل سے مشکل مسئلہ کو فیض قاسمی کی برکت سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایسی فصیح و بلیغ، مدلل و مرتب اور متکلمانہ تقریر و تحریر سے ثابت کرتے کہ مخاطبین کے سامنے مولانا محمد قاسمؒ کے علوم اور شخصیت کا نقشہ

آنکھوں اور دماغ کے پردوں پر کھینچا نظر آتا تھا۔ اسی وجہ سے علماء نے ان کو "قاسم ثانی" کے لقب سے نوازا۔ (۱۷۳)

دین اسلام کی تعلیمات کا درس:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے معرکۃ الآراء خطبہ ترکِ موالات میں مذہب اسلام کی تعلیمات کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

حضرات! مذہب اسلام ایک مکمل مذہب ہے، جس میں قیامت تک پیش آنے والی ضرورتیں مسلمانوں کو سمجھا دی گئی ہیں، کوئی حالت، کوئی سختی اور آسانی کی ایسی نہیں جس کا بیان کسی نہ کسی طور پر خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے کلام میں نہ ہو اور ہماری سہولت کے لیے فقہا مجتہدین نے کتاب وسنت کے بے شمار احکامات مستنبط کر کے اپنی کتابوں میں درج فرما دیے ہیں، اس لیے یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اسلام کی جو ضروریات مہمہ اس وقت پیش نظر ہیں، ان کے متعلق کوئی حکم اور کوئی تبصرہ حق تعالیٰ کے کلام میں نہ ہو۔

قرآن حکیم نے فتح ونصرت اور ہزیمت ومغلوبیت کے سب اسباب اپنے معجز بیان میں بتلا دیے ہیں، اس نے بہ بانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ذلیل وخوار نہیں ہوتی جب تک وہ خود اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں، اس لیے ہمیں بجائے اس کے ہم دشمنوں کے مظالم شمار کریں، ان مظالم کا محاسبہ کرنا چاہیے جو ہم نے خود اپنے اوپر نازل کیے ہیں۔ تنبیہاً عرض کرتا ہوں کہ

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں غالباً دو مرتبہ لشکرِ اسلام کو کفار کے مقابلے میں ہزیمت ہوئی وہ بھی عارضی۔ ایک غزوۂ اُحد (۳ ہجری ۶۲۵ء) (۱۷۴) میں جب کہ تیر اندازوں کی جماعت نے آنحضرت ﷺ کی حکم عدولی کی اور آپس میں مختلف ہو گئے اور دوسرے غزوۂ حنین (۸ ہجری ۶۳۰ء) (۱۷۵) میں جب کہ انہیں اپنی کثرتِ تعداد پر غرور ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتا۔

ان دونوں مواقع میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہزیمت کو نہ تو فوج کی کمی سے منسوب کیا اور نہ ان کی بے سروسامانی سے اور نہ ان کے دشمنوں سے۔ البتہ قرآن مجید میں اُحد کے متعلق تو یہ فرمایا:

"حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ" (۱۷۶)

ترجمہ:۔ تا آنکہ جب تم نے بزدلی کی اور امر دینی میں جھگڑنے لگے اور عدول حکمی کی اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھلائی جس کو تم پسند کرتے ہو تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کو آخرت مطلوب ہے۔

"وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ" (۱۷۷)

ترجمہ:۔ اور حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تمہیں مغرور بنا دیا پھر وہ کثرت تم کو کچھ بھی مستغنی نہ کر سکی اور تم پر

زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ (۱۷۸)

علامہ سید سلیمان ندویؒ ”تفسیر عثمانی“ کے متعلق اپنے خیالات کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآن کے حواشی ہیں جو شیخ الہند (محمود حسنؒ) کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں ان حواشی سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دل نشین کرنے کے لیے ان کی قوت تفہیم حد بیان سے بالا ہے مجھے امید ہے کہ ان حواشی سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔“ (۱۷۹)

صحابہؓ کے ایمان وتقویٰ کی دلیل:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ ترکِ موالات میں صحابہ کے ایمان وتقویٰ کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

حضرات! آپ صحابہؓ کے ایمان وتقویٰ اور صبر وثبات کو دیکھ لیجیے اور یہ بھی کہ ان کے درمیان خدا کے پیارے رسولؐ جلوہ افروز تھے، مگر ایک تھوڑی سی بے اعتدالی سے تمام مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ پس آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ ہم میں وہ کتنے اجزا قوتِ ایمانیہ اور عملِ صالح اور اطاعتِ ربانی کے باقی ہیں جن کی وجہ سے خدا ہم کو اپنا دوست قرار دے اور اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سزا نہ دلائے۔

میرا مشورہ یہ ہے کہ تمام علماء مل کر مسلمانوں کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں فشل (بزدلی) تنازع (نااتفاقی) اور عصیان (نافرمانی) اور اعجاب وغرور سے بچانے کی کوشش کریں اور ان کا شیرازہ مجتمع کریں اور جو اختلافات خود علماء میں ہوں ان کو اخلاص اور صاف دلی سے آپس میں طے کرلیں۔

اگر آپ ایسا کریں گے تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ ہتھیار ہے، جس کے آگے کوئی ہتھیار نہیں چل سکتا، کسی قوم کے فتح وظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہوسکتے ہیں، مادی یا روحانی اور وہ دونوں وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم“ میں داخل ہیں، پس اگر دوسری قوموں کے جواب میں کوئی مادی طاقت آپ مہیا نہیں رکھتے تو رُوحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجیے تا کہ خدا کے فرشتے آسمان سے تمہاری مدد کو پہنچیں۔ (۱۸۰)

ترکِ موالات کی تحریک پر علامہ عثمانیؒ کی دلیل:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریک ”ترکِ موالات“ کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں، انہیں رُوحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتھیار ہے، جس کو ترکِ موالات یا ترکِ تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ ترکِ موالات کی تحریک ان شاء اللہ یقیناً موثر ہے۔ بشرطیکہ قوم متفق ہوکر اس کو انجام دے، اگرچہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے اس میں بہت سے شبہات بھی پیدا کیے گئے ہیں، لیکن جس قدر اس مسئلہ پر نکتہ چینی کی جارہی ہے، اسی قدر زیادہ واضح اور قوی ہوتا جاتا ہے، جو لوگ اس تحریک کی مخالفت کر رہے ہیں، خواہ سمجھ کر یا ناسمجھی سے، ہم ان کے بھی ایک طرح ممنون ہیں کہ ان کے اعتراضات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اپنی

معلومات بڑھانے کا ہمیں اور زیادہ موقع ملتا ہے۔

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندہ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم، اٹھ نہیں سکتا

علی گڑھ کالج کے طلباء کی درخواست پر مولانا محمود حسنؒ نے اس مسئلہ کے متعلق ایک تحریر مرتب کر کے بھیجی تھی، جو شائع بھی ہوگئی ہے، اس کے بعد بعض علماء کے مضامین دیکھ کر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آج اس کی قدرے توضیح کردی جائے۔

میری غرض اس سے اہلِ فہم و انصاف کو مطمئن کرنا ہے کیونکہ بحث و ردوکد سے بجز اس کے کچھ نتیجہ نہیں کہ نا اتفاقی اور اختلافات کو اور ترقی ہو۔

آج کل سب سے زیادہ جو غلط فہمی پھیل رہی ہے، وہ یہ ہے کہ ترکِ موالات دوستی اور محبت چھوڑنے کا نام ہے، لیکن تعلقات اور معاملات کا چھوڑنا اس میں داخل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ موالات کے لغوی معنی باہم ایک دوسرے کو ولی بنانے کے ہیں اور ولی کے معنی قاموس اللغت میں دیکھ لیجیے دوست کے بھی ہیں اور ناصر و مددگار کے بھی ہیں اور قریب کے بھی اور متصرف کے بھی، اب دیکھنا یہ ہے کہ آیات موالات میں ان میں سے کس معنی کا قصد کیا گیا ہے۔ امام ابن جریر کا جن کی تفسیر کو ام التفاسیر کہنا چاہیے، اولیاء کی تفسیر "اعوانا و النصارا وظہرا" سے فرمارہے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ موالات ممنوعہ کے معنی معاونت اور مناصرت کے ہیں۔

سورۂ ممتحنہ کی پہلی آیت سب جانتے ہیں کہ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے واقعہ میں نازل ہوئی، یہ حضرت حاطبؓ وہ ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک تھے، لیکن انہوں نے ایک دنیوی مصلحت کے لیے مدینہ منورہ سے کفار مکہ کو ایک پوشیدہ خط لکھا، جس میں یہ تھا کہ محمد ﷺ کا لشکر تم پر اندھیری رات اور ایک امنڈنے والے سیلاب کی طرح ٹوٹنے والا ہے، تم اپنے بچاؤ کا انتظام کرو۔

واقعہ طویل ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ خط رسول اللہ ﷺ کے حکم سے راستے میں پکڑ لیا گیا اور حضرت حاطبؓ بحیثیت مجرم کے جناب رسالت مآب ﷺ میں حاضر کیے گئے۔ آپ ﷺ نے ان سے وجہ دریافت کی، انہوں نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں، نہ میں دین حق سے پھرا ہوں اور نہ کفر سے راضی ہوا ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے اہل وعیال تنہا تھے، میرا کوئی خاندان وہاں نہ تھا جو ان کی حفاظت کرتا، خط لکھنے سے میری غرض یہ تھی کہ کفار مکہ میرے اہل وعیال کے بارے میں میری کچھ رعایت کریں اور یہ میں یقین رکھتا تھا کہ اللہ ضرور اپنے وعدے کو جو اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کیا ہے، پورا کرے گا اور میرا خط ان لوگوں کو خدا کی سزا سے نہیں بچا سکتا۔

ان واقعات کو پڑھ کر آپ بتائیے کہ کیا حضرت حاطبؓ کو کفار کے ساتھ واقعی محبت قلبی اور دوستانہ تعلق تھا، کوئی شخص اصحاب بدر کی نسبت ایسا یقین نہیں کرسکتا البتہ ایک ظاہری معاملہ معاونت کا انہوں نے کفار کے ساتھ ایسا کیا تھا جو ایک رفیق، رفیق کے ساتھ کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ"(۱۸۱)

ترجمہ:۔ اے مسلمانوں میرے دشمن اور اپنے دشمن کو یار و مددگار مت بناؤ پیغام بھیجتے ہو تو ان کی طرف دوستی کا۔ حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں، اس سچائی کے جو تمہارے پاس آئی ہے۔

پس ہدایت ثابت ہوا کہ موالات صرف محبت قلبی تک محدود نہیں بلکہ ہر ایسا معاملہ اور ہر ایسی اعانت و امداد جس سے ایک دوسرے کی رفاقت مترشح ہوتی ہو، موالات کے تحت میں داخل ہے اگر آپ اس سے زیادہ وضاحت چاہتے ہیں تو "فتح البیان" پر ذیل کا واقعہ پڑھیے۔

ترجمہ۔ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ (خلیفہ دوم) سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اس سے کیا تعلق۔ کیوں تم نے ایک مسلمان کاتب نہ رکھا کہ تم نے اللہ کا یہ کلام نہ سنا۔

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ ٥"

ترجمہ:۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا مذہب اس کے لیے ہے اور اس کی کتابت میرے لیے۔ فرمایا میں ان کا اکرام نہیں کر سکتا جب کہ اللہ نے ان کی اہانت کی ہے اور نہ میں ان کی کوئی عزت کر سکتا ہوں، جب کہ خدا نے انہیں ذلیل کیا ہے اور نہ میں انہیں نزدیک کر سکتا ہوں جب کہ اللہ نے انہیں دور پھینک دیا ہے۔ میں نے عرض کیا، بصرہ کا انتظام بدوں اس کے مکمل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا، نصرانی مر گیا تو تم کیا کرو گے، جو اس کی موت کے بعد کرو وہ اب بھی کر لو اور کسی مسلمان سے کام لے کر اس سے مستغنی ہو جاؤ۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی ایسی صریح تفاسیر کے بعد ہر ایک سمجھدار آدمی یقین کرے گا کہ ترکِ موالات اور ترکِ تعاون متقارب الفاظ ہیں۔ ہاں ترکِ تعلقات یا ترکِ معاملات ان دونوں میں سے کچھ زیادہ تعمیم ہے۔ ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ جو تعلقات اور معاملات موالات اور مناصرت کے تحت آ جائیں، وہ حرام ہیں اور جن تعلیم یافتہ لوگوں نے ترکِ موالات کے خلاف مضامین لکھے ہیں، ان کو بھی انجام کار ایک بڑا حصہ ظاہری افعال و معاملات کا موالات کے تحت میں داخل کرنا پڑا ہے۔

بلاشبہ ترکِ موالات کا حکم ایک دائمی اور عام حکم ہے، لیکن اس قوم کے مقابلے میں وہ زیادہ موکد ہو جاتا ہے جس نے اعلانیہ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور ان کو ان کی بستیوں سے نکالا اور ان کے نکالنے میں مدد دی، ایسے ظالموں کے ساتھ کسی نرمی اور مروت اور بھلائی کی اجازت نہیں۔ چنانچہ سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت جو علی ارجح الاقوال منسوخ نہیں ہے، کفار کی اس تقسیم کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ٥ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوكُمْ فِيْ الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوكُم مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ" ٥

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے کے منصفانہ سلوک کرنے سے نہیں روکتا، جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کی اور نہ تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے، خدا تو تم کو ان لوگوں کی موالات سے روکتا ہے، جو تم سے دین کے معاملے میں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد دی اور جو لوگ ان سے موالات کریں وہ ہی ظالم ہیں۔ (۱۸۲)

حقیقت یہ ہے کہ غلامی کی زندگی سے آزادی حاصل کرنا ہر قوم کا بنیادی حق ہے اور جو قوم کسی دوسری قوم کو غلام بناتی ہے قرآن نے اس کو طغیان و سرکشی اور بغاوت سے تعبیر کیا ہے۔ (۱۸۳) مولانا سعید احمدؒ (سیکرٹری جمعیت العلماء ہند) فرماتے ہیں "اسلامی حکومت کے زوال پر اس ملک میں ہندوؤں کی حکومت قائم ہو جاتی تو مسلمانوں کو چھٹی کا کھانا یاد آ جاتا جو قوم موجودہ غلامی کی حالت میں یہ ستم ڈھا رہی ہے حکمران بن کر خدا جانے مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتی۔" (۱۸۴)

"علمائے وقت" کی اصلاح اور ذمہ داریاں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ خطبہ ترکِ موالات کے ذریعے سے علمائے وقت کی اصلاح اور ان کی ذمے داریوں کے حوالے سے اپنے خیالات کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بہت سے علماء جو ترکِ موالات کو ترکِ محبت کا مترادف کہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اس حکم میں کفار کی کچھ تخفیف نہیں بلکہ تمام فساق و فجار اور اہل بدع اور اہلا ہوا سے بھی محبت ترک کرنا واجب ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر فساق و فجار وغیرہ ان حضرات کے نزدیک مسلمان ہیں تو ان کے اسلام اور بعض اعمالِ حسنہ کی وجہ سے ان سے محبت رکھنا اور فسق و فجور کی حیثیت سے مبغوض سمجھنا واجب ہے، دیکھیے امام غزالیؒ (۱۰۵۸ء-۱۱۱۱ء) احیاء العلوم میں یہی فیصلہ دیتے ہیں کہ

ترجمہ:۔ "اگر تم کہو کہ ہر مسلمان کا اسلام اس کی ایک طاعت ہے، پھر اسلام کے ہوتے ہوئے ہم اس کو کیسے مبغوض سمجھیں تو میں کہتا ہوں کہ تم اسلام کی وجہ سے اس کو محبوب اور معصیت کی وجہ سے مبغوض سمجھو گے اور اس کے ساتھ ایسے انداز پر رہو گے کہ اگر اس کا اور ایک کافر کا موازنہ کرو تو تم دونوں میں فرق پاؤ گے اور یہ فرق اسلام کی محبت اور اس کا حق ادا کرنے کی وجہ سے ہے اور اللہ کے جرم اور اس کی فرماں برداری کو اپنے جرم اور فرمانبرداری کی طرح سمجھو، جو شخص تمہاری ایک غرض میں موافق اور دوسری میں مخالف ہو تو تم اس کے ساتھ ایک توسط کی حالت پر رہو گے کہ نہ پورا انقباض ہی ہوگا، نہ پورا انشراح، نہ پوری توجہ، نہ پورا اعراض، نہ پورا انس، نہ پوری وحشت ان کے بین بین ایک کیفیت ہوگی۔ (۱۸۵)

بہر کیف میں پھر اپنے مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ترکِ موالات مع الکفار ضروری ہے اور ہمیشہ سے ضروری ہے یہ کوئی جدید اور نیا حکم نہیں ہے، البتہ اس کی بعض جزئیات پر حسب ضرورت زمانہ علماء نے متنبہ کر دیا ہے۔ (۱۸۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنی غیر معمولی ذہانت کے بل بوتے پر "حکمت قاسمیہ" کے شارح ہوئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بے مثال خطیب اور بے بدل مبلغ تھے۔ تبلیغ اور خطابت کے میدان میں بے حد مہارت اور دسترس حاصل تھی۔ آپ کے وعظ اور خطاب پر اثر اور تاثیر ہوا کرتے تھے یہ وہ دور تھا کہ جب پورے جنوب مشرقی ایشیا کی سیاسی صورت حال میں بھی نہایت اہم تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں بعض تجزیہ نویسوں کے نزدیک ایک جانب علماء اسلام و دین کی علمی، ادبی اور دینی و سیاسی سرگرمیاں تھیں جب کہ دوسری جانب کانگریس اور ہندوؤں کی چالبازیاں بھی تھیں ان سے بڑھ کر علماء کا ایک ٹولہ کانگریسی نظریات کا حامل تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ان تمام حالات اور سیاسی اتار چڑھاؤ کا بغور مشاہدہ کر رہے تھے آپ کا سیاسی شعور اور بصیرت قابل قدر تھا۔(۱۸۷)

بیشتر مورخین کے خیالات میں برصغیر کے مسلمان ایک عرصے سے اپنے الگ "ملی تشخص" کے لیے جد و جہد کر رہے تھے جب کہ ہندوؤں نے مختلف حیلوں بہانوں سے اس انفرادیت سے باز رکھنے کی کوشش کی کانگریس میں مسلمانوں کی شمولیت مخلصانہ تھی لیکن ہندوؤں نے اسے ہمیشہ مشتبہ سمجھا اور انہیں حقیر تصور کیا یا پھر حقیر بنانے کی کوشش کی۔(۱۸۸)

جس دور میں علماء دیوبند نے ہندوستان کی بعض سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا اس میں تمام مسلمان تحریک خلافت میں سب سے زیادہ متحد نظر آئے۔ اس لیے علماء دیوبند کا اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینا قابل تحسین سمجھا گیا لیکن دوسری طرف آل انڈیا مسلم لیگ (۱۹۰۶ء) اور کانگریس (۱۸۸۵ء) کی کشمکش میں مسلم لیگ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اس لیے کانگریس میں شامل علماء خصوصاً نیشنلسٹ مسلمانوں کی شرکت مسلمانوں کی اکثریت کی نظروں میں کھٹکتی تھی اس لیے علماء دیوبند کا پہلی تحریک میں حصہ لینا قابل اعتراض نہ تھا۔ البتہ کانگریس میں بعض حضرات کی شرکت کو گوارا نہیں کیا گیا۔(۱۸۹)

انگریزی تعلیم کی وضاحت:

انگریزی تعلیم کے حوالے سے علامہ عثمانیؒ نے اپنے خطبہ ترک موالات میں فرمایا:

مروجہ انگریزی تعلیم جس کا اثر یہ ہے کہ مسلمان طلبہ نصرانیت کے رنگ میں رنگ جائیں یا اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں اور وہ سرکاری ملازمتیں جن کا نتیجہ محض سرکاری غلام بنانے والی پالیسی کو مضبوط کرنا ہو، وہ سب موالات کے تحت میں ہمیشہ سے شامل ہیں، البتہ انگریزی حکومت کے موجودہ معاملات نے اس کو اور زیادہ شدید بنا دیا ہے۔(۱۹۰)

انگریزی تعلیم گاہوں کے متعلق ترکِ موالات کے سلسلے میں ہم فی الحقیقت ان ہی شرائط کو پورا کرنا چاہتے ہیں، جن کے بعد ایک اجنبی زبان کا سیکھنا اور دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنا شرعاً جائز ہیں اور محمد علی جناح وغیرہ بھی ایک حد تک اسی کوشش میں رہے۔

یہ بات بہت زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو مسلمان قوم اپنی بدبختی سے کسی کافر قوم کے زیر حکومت آ گئی ہو اور اپنے ہاتھ پاؤں غیر مسلم حکمرانوں سے خوب بندھوا چکی ہو، اس کی قابل "تاسف" بیچارگی کا خیال فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے ترکِ موالات

کے حکم میں موالات کے حکم میں تھوڑی سی گنجائش بھی رکھی ہے، چنانچہ شبیر احمد عثمانیؒ قرآنی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

"لا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقَاةً "(۱۹۱)

ترجمہ:۔ مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا، اس کو اللہ سے کچھ سروکار نہیں مگر یہ کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرتے رہو۔

حافظ عماد الدین ابنِ کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں کو اس سے روک دیا ہے کہ وہ کفار سے "ملاطفت" کا برتاؤ کریں اور مسلمانوں کے سوا ان کو اپنا راز دار نہ بنائیں، مگر یہ کہ کفار ان پر غالب آ جائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اظہارِ لطف کے ساتھ ساتھ مذہبی معاملات میں ان کے مخالف رہیں اور یہی مطلب ہے خدا کے کلام "الا ان تتقوا منھم تقۃ" کا۔

اس قدر رعایت سے یہ سمجھنا چاہیے کہ ترکِ موالات کی مخاطب یہ محکوم قوم بالکل نہ رہی یا موالات کفار کی حرمت اصل سے جاتی رہی بلکہ "الا ان تتقوا انھم تقۃ" کا "استثناء" اگر منسوخ نہیں ہوا جیسے کہ بعض سلف کا قول ہے کہ تو وہ محکوم و "مقہور" مسلمانوں کو محض اس سے آگاہ کرتا ہے کہ ترکِ موالات میں اپنے بچاؤ کا پہلو ملحوظ رکھ سکتا ہے اور اسی اعتبار سے ترکِ موالات کے حکم میں یہ استثناء میرے نزدیک آیتِ جہاد کے اس استثناء سے مشابہ ہوگا جو "ومن یُولّھم منکم یومئذ دُبرہ" کے ساتھ "الا متحرفاً لقتال او متحیزا الیٰ فئۃ" سے کیا گیا ہے۔

ترکِ موالات کے وقت ایک محکوم و مقہور قوم کو حاکم و قاہر قوم کے مقابلے میں اپنے نفع و ضرر کا پورا پورا موازنہ کر لینا چاہیے اور جہاں تک ہو سکے کوئی ایسی صورت نہ اختیار کی جائے جس سے مسلمانوں کی عام ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ یا وہ بحالتِ موجودہ ان کی طاقت سے باہر یا ناممکن العمل ہو اور غالباً اسی مصلحت سے تحریک "ترکِ موالات" کے حامیوں نے اس پر عمل کرنے کے تدریجی منازل قائم کیے ہیں۔

اور شاید اسی طرح کی مصلحت سے آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ میں قریش کی "مقاطعت" ٹوٹ جانے کی دعا فرمائی کہ اس حالتِ ضعف و قلت و مجبوری میں اس سے سراسر مسلمانوں کا نقصان تھا اور اس مجبوری کی وجہ سے مکہ کی زندگی میں آپ کو کفار کے مقابلے پر "سیف لسان سے کام لینے کا حکم نہیں ہوا بلکہ برابر صبر اور کف ید (دست کشی) ہی کی تعلیم دی جاتی رہی۔ اس موقع پر یہ بھی فراموش نہ کیجیے کہ نفس بیع و شراء و اجارہ وغیرہ معاملات موالات میں داخل نہیں۔ ہاں اگر بیع ایسی چیزوں کی کافر "محارب" (جنگ کرنے والا، لڑنے والا) کے ہاتھ کی جائے جس سے وہ مسلمانوں کے مقابلے پر کام لے گا، مثلاً ہتھیار کی یا لوہے کی (جو ہتھیار کا مادہ ہے) اس کو ہدایہ وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے۔

قرآن شریف میں وارد ہے کہ:

"وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فلا تکونن ظهیراً اللکافرین"(۱۹۲)

ترجمہ: گناہ اور ظلم کی مدمت کرو۔ کافروں کے مددگار مت بنو۔

بہرحال جس چیز یا جس معاملہ میں سے کافر کی ''اعانت'' مسلمانوں کی بربادی میں ہوتی ہو، ان ''نصوص'' سے صراحتاً وہ ممنوع ہے۔ اب آپ حضرات بلاشبہ غور فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ کا کسی یہودی سے جو اس وقت مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہ تھا، اپنی زرہ رہن رکھ کر قرض لینا یا حضرت علیؓ (۶۰۰ء۔۶۶۱ء) کا فاقہ کشی کی حالت میں کسی مصالح یہودی کے باغ میں چند چھوہاروں کی اُجرت پر مزدوری کرنا۔ اسی طرح کے معاملات ہیں جیسا کہ آج انگریزی گورنمنٹ کی ملازمت کے ملازم ''طوعاً و کرہاً'' جبر و استبداد کی مشین کا ایک پُرزہ ہیں، جن کو خواہ مخواہ ہی اس ''الثم و عدوان اور تحکیم لغیر ما انزل اللہ'' کی پالیسی کا پہیہ لڑکانا پڑتا ہے، جس سے اقوام کی غلامی کا گلوگیر پھندا روز بروز تنگ ہوتا جا رہا ہے اور جو ابھی ملازم نہیں، مگر سرکاری کالجوں میں پڑھ رہے ہیں یا سرکاری یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنے کی تمنائیں ہیں، وہ بڑی جدوجہد کے ساتھ اس ''ساعت'' کے امیدوار ہیں، جب کہ وہ اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں کی آزادی کو ہمیشہ کے لیے ناممکن بنانے کے قابل ہوں گے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کا سب سے بڑا کام چلانے والا آلہ سرکاری ملازم ہے اور سرکاری تعلیم گاہوں کے طالب علم وہ لوہا ہیں، جن سے یہ آلہ بنتا ہے۔ (۱۹۳)

مسلمان تعلیم کے معاملے میں بری طرح مفلوج ہو گئے۔ مسلم (اسلامی) نظام تعلیم کو سہارا دینے کے لیے تین بڑے رسائل تھے۔ حکومت علماء و فضلاء کی پرورش کے لیے نقد رقم اور اراضی کی امداد دیا کرتی تھی جو انہیں مالی فکر سے آزاد کر دیا کرتی تھیں۔ انگریزوں نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ مقامی مسلمانوں کو ایسی تعلیم سے روشناس کرایا جائے جو صرف دفتروں میں چپراسی اور کلرکی کے کام آسکیں۔ ساتھ ہی مذہبی تعلیم سے بھی مسلمانوں کو دُور کر کے انہیں عیسائیت کی طرف مائل کرنے کے اقدامات کیے گئے۔ (۱۹۴)

ترکِ موالات و تجارتی تعلقات پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی دلیل:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تجارتی تعلقات کو منقطع کرنے کے حوالے سے اپنے خطبہ ترکِ موالات میں فرمایا:

کہا جاتا ہے کہ تجارتی تعلقات کا منقطع کرنا ترکِ موالات میں داخل نہیں ہے، ثمامہ بن اثالؓ نے اسلام لانے کے بعد یمامہ کا غلہ مکہ والوں کے پاس بھیجنے سے روک دیا تو آنحضرت ﷺ نے اس بندش کو توڑا۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اکرم کا یہ ارشاد اس پر تھا کہ مکہ والوں نے تنگ آکر فریاد کی اور یہ لکھا کہ:

''الک تامر بصلۃ الرحم وانک قد قطعت ارحامنا وقد قتلت الآباء بالسیف والابناء بالجوع ۝''

بس اس قسم کی صلہ رحمی کو جو ایسی ''ضیق'' اور ''عجز'' کے اظہار کے بعد کی جائے، کون حرام کہتا ہے۔

ہم تو ان تجارتی تعلقات کو بند کرنا چاہتے ہیں، جن سے یورپ کے سرمایہ داروں کے پیٹ آنتیں بڑے ہو رہے ہیں کہ ان کی جوع البقر نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ہضم کر لینا چاہا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ حکومت اور تجارت کا باہمی تعلق

جو یورپ امریکہ وغیرہ کے حکمرانوں کو عرصہ دراز سے آپس میں ٹکرایا ہے، آپ اس سے تجاہل نہ برتیں گے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ خواہ تجارتی تعلقات کا ان قطاع ترک موالات کے تحت میں آئے یا نہ آئے، لیکن اس زمانہ میں وہ "اعدوا لهم ما استطعتم" کے بہت بڑے افراد میں سے ہے اور اس لیے جس قدر استطاعت ہو، اس میں کوشش ہونی چاہیے، اگر نیک نیتی سے ایسا کیا گیا تو عجب نہیں کہ آپ کی یہ کوشش اس کوشش کی نوع میں داخل ہو جائے، جس کے ذیل میں غزوۂ بدر (۲ ہجری ۶۲۴ء) واقع ہوا۔ میری آرزو ہے کہ آپ زاد المعاد وغیرہ میں ان سرایا (وہ لڑائیاں جن میں حضورؐ شریک نہیں ہوئے) کا حال ضرور پڑھیں جو بدر سے پہلے تجارتی قافلوں کے مقابلے پر بھیجے گئے اور جو آخر کار سب سے زیادہ مبارک غزوہ بدر (۲ ہجری ۶۲۴ء) پر منتہی ہوئے۔ (۱۹۵)

بہر حال ہمارا مقصد یہ ہے کہ تا امکان ہم ظالموں کے بازوؤں کو قوی نہ بنائیں اور احتیاط کے ساتھ اپنے مقدور کے موافق ہر ایسا تعلق منقطع کریں، جس سے اب اور آئندہ ہماری امداد اور تائید اس ظلم و عدوان میں سمجھی جاتی ہو۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ آج کل بہت سے علماء ان تعلقات کو قطع کرنے میں مسلمانوں کو مفلسی سے ڈراتے ہیں اور "کاد الفقران یکون کفرا" کا وعظ سنا رہے ہیں، حالانکہ اب سے چالیس برس پہلے جب یہی وعظ سر سیّد احمد خان (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھتے وقت کہا تھا، اس وقت تمام علماء ربانین نے اس پر کیا کیا فتوے دیئے تھے۔ سر سید بھی تو کہتے تھے کہ اگر مسلمان اس وقت انگریزی تعلیم نہ پائیں گے یا وہ دوسری قسم کے ذلیل افعال مثلاً دھوکا، فریب، گداگری، چوری، ڈکیتی وغیرہ کے مرتکب ہوں گے یا جو کچھ گھر میں سرمایہ ہوگا، اس کو چاٹیں گے اور بقیہ گھر اور جائیدادیں بنیوں کے حوالے کر دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ اکابر علماء نے ایک نہ سنی اور ان بداندیشیوں کا یہی جواب دیتے رہے کہ

"الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا"

ترجمہ:۔ شیطان تم کو افلاس سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ نے تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرمایا ہے۔

"وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ"

ترجمہ:۔ یعنی اگر تم تنگی سے ڈرتے ہو تو اللہ تم کو جلد اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ (۱۹۶)

اخبار "مشرق" کے بیانات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تبصرہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اخبار "مشرق" کے ایک مراسلہ نگار کے تحریر شدہ بیان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا "افسوس لیڈرانِ قوم نے اس وقت اپنے سچے خیر خواہوں کو اور گاندھی (۱۸۶۹ء۔۱۹۴۸ء) (۱۹۷) جیسے حقیقی دشمنوں کو خیر خواہ سمجھ لیا ہے۔ وہ ہماری تو کیا سنیں گے، اپنے مسلم عاقل یعنی سر سیّد احمد خان کو بھی نہیں مانتے، جن تعلقات کی آج یہ لوگ بے قدری کر رہے ہیں، یہ وہ تعلقات ہیں جو سر سیّد احمد خان (۱۹۸) نے اپنا اور ان کا دینی و ایمانی، آبرو عزت بیچ کر قائم کیے تھے، اب تم جان سکتے ہو کہ یہ تعلقات تم کو کس قدر گراں قیمت پڑ رہے ہیں، کیسی سخت غلطی ہوگی کہ ایسی گراں خریدی ہوئی چیز کو یوں

مفت ہندوؤں کے حوالے کر دو۔ اس سے زیادہ اور کیا بے عقلی ہوگی۔

ان فیصلہ کن جملوں خصوصاً خط کشیدہ سطر کو غور سے پڑھیے، یہ لوگ خود اقرار کر رہے ہیں کہ جن سرکاری تعلقات کے ترک پر اس وقت زیادہ زور دیا جا رہا ہے، وہ سرسیّد نے دین و ایمان اور عزت و آبرو بیچ کر خریدے تھے، بس اب میں ان ہی کو حکم ٹھہراتا ہوں کہ کیا ایسے تعلقات کا رکھنا ایک مسلمان کو ایک منٹ کے لیے بھی جائز ہے اور کیا ان تعلقات کا موالات میں داخل ہونا تردد ہے۔

بعض حلقوں کی جانب سے مشورہ دیا گیا ہے کہ ان تعلقات کو ہاتھ سے مت جانے دو اور اپنا کھویا ہوا دین و ایمان واپس لینے کی کوشش کرو، مگر حضرات واضح رہے کہ جس چالاک گاہک کے ہاتھ یہ معاملہ ہوا ہے، وہ اس قدر پاگل نہیں کہ آپ کے پاس اپنی پونجی بھی رہنے دے اور اتنی بڑی قیمت بھی واپس کر دے، اگر اقالہ سے کام چل جائے تب بھی خدا کا ہزار ہا ہزار شکر ادا کریں۔ (۱۹۹)

انگریزوں کے عزائم اور پالیسی کے خلاف علماء کا فتویٰ:

انگریزوں کے عزائم اور پالیسی کے خلاف علماء نے بغیر کسی خوف و خطر کے فتویٰ دیا کہ انگریزوں کے ساتھ مسلمانوں کے دوستانہ مراسم تعاون اور مشنری اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان بچوں کو داخل کرانا ناجائز اور حرام ہے۔ علماء نے مساجد اور مدارس کے پلیٹ فارم سے خطاب کر کے مسلمانوں کو اس مسئلے کی سنگینی سے آگاہ کیا اور سامراجیت کے ساتھ ساتھ عیسائیت سے بھی سخت مقابلہ کی دعوت دی۔ انگریزوں نے علماء کے عزائم اور دعوت کو ختم کرنے کے لیے ہر قسم کے جابرانہ اور سفاکانہ حربے استعمال کیے، علماء کو قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا گیا۔ حتیٰ کہ جلاوطنی اور پھانسی جیسے عمل کا مظاہرہ بھی کیا گیا۔ (۲۰۰)

انگریز ۱۶۰۰ء سے لے کر قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) تک کے عرصہ میں جب برصغیر پر مختلف بہانوں سے اقتدار چلاتے رہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انگریز مسلمانوں کا تاریخی مخالف رہا ہے، اس کی ڈپلومیسی تاریخ میں بدنامی کی حد تک مشہور ہے وہ خوشگوار وعدے کر کے اپنی فضا اور ماحول کو سازگار بناتا ہے پھر اسکے بچھائے ہوئے جال میں کچھ لوگ گرفتار ہو کر اس کی باتوں پر اعتبار کر لیتے ہیں اور جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ چالاکی سے راہِ فرار اختیار کر لیتا ہے وہ انتہائی مکاری اور فریب کاری سے مخالفین کو شہہ دیتا ہے اور مخالف فریق کا مددگار بن جاتا ہے اس نے تاریخ میں بے شمار موقعوں پر مسلمانوں کی کمر میں چھرا گھونپا ہے ایسا لگتا ہے کہ تاریخی طور پر اس کا منشور ہی مسلمانوں کی تباہی اور اغیار کی حوصلہ افزائی ہے۔ (۲۰۱)

تعلیم یافتہ طبقے میں غیر ملکی حکومت کی خرابیوں کا شدت سے احساس کیا جانے لگا۔ ملکی صنعت و تجارت کی تباہی ان لوگوں پر شاق گزر رہی تھی، ملک میں غربت و افلاس کا دور دورہ تھا چونکہ اعلیٰ عہدے انگریزوں کے لیے وقف تھے اس لیے بے روزگاری ان کے پہلو میں کانٹا بن گئی، اس کے علاوہ ہندوؤں میں ”آریہ سماج“ کی تحریک چل رہی تھی۔ مسلمانوں کا ماضی تو شاندار تھا ہی جس پر انہیں بجا طور پر ناز تھا اب اس تحریک نے ہندوؤں میں بھی خود اعتمادی پیدا کر دی تھی اور انہیں بھی اپنے

ماضی پر فخر محسوس ہونے لگا۔ (۲۰۲)

حکومت وقت کے اختیارات پر تبصرہ:

مولانا شبیر احمد عثمانی حکومتِ وقت کے اختیارات کی وضاحت اور مسلمانوں کی ذمے داریوں کے حوالے سے اپنے خطبہ ترکِ موالات میں کہتے ہیں:

''بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہندو یہ سب کوششیں سوراج حاصل کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ نہ فقط ہندوؤں کا بلکہ بعض مسلمانوں کا بھی مقصد ہے، لیکن آپ اس مقصد کو بُرا کیوں سمجھتے ہیں، اگر ہندوستان کو سوراج یعنی حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائے تو ہندوستان کے محاصل و وسائل ہندوستان کی مرضی کے خلاف صرف نہیں کیے جا سکیں گے اور عراق، فلسطین اور قسطنطنیہ پر انگریزی قبضہ بہت دشوار ہو جائے گا، ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلے پر ہندوستان نہ جا سکے گا، اس سب کے علاوہ یہ کہ ہم کو ہندوؤں کی نیت سے کیا تعرض ہے، جب کہ خود ہمارا مقصد صحیح ہو۔ وطن پرستی اور قوم پرستی بے شک اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں اور یہ اصطلاحیں شاید یورپ سے لی گئیں ہیں، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنی قوم اور وطن کا تحفظ ہمارے فرائض سے خارج ہے، آپ جانتے ہیں کہ جو ملک ایک مرتبہ مسلمانوں کے جھنڈے تلے آجائے، اگر اس کا ایک چپہ کفار لینا چاہیں تو بتدریج شرق سے غرب تک کل اہلِ اسلام پر دفاع فرض ہو جاتا ہے، اس لیے اگر تحفظ ملک و قوم کے لیے مسلمان کوئی قربانی کریں تو اس کو ہمیشہ یورپ کی تقلید نہ سمجھ لینا چاہیے۔

☆ بڑی مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تحریکِ ترکِ موالات کے بعض مخالفین انگریزی حکومت کی کوئی تعدی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو دنیا کی تمام موجودہ حکومتوں سے افضل اور بابرکت سمجھ رہے ہیں، چنانچہ مشرق میں ایک صاحب نے لکھا ہے کہ:

جو حکومت مسلمانوں کو ان کے مذہبی شعائر میں پوری آزادی دیتی ہے، ان کے جان و مال و آبرو کی محافظ ہے۔ قرآن و رسول ﷺ کی بے حرمتی کو قانوناً جرم قرار دیتی ہے۔ بیت اللہ و بیت الرسول کی زیارت سے نہیں روکتی اس کے ساتھ تعلقات کس طرح واجب ہو سکتا ہے، باقی شریف مکہ معظمہ یا اس کی فوج نے یا ان کے ساتھ مل کر انگریزی فوج کے مسلمانوں نے جو کچھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کی ہے، اس کی بابت غیروں کو الزام دینا فضول ہے، یہ سب کچھ خود مسلمانوں کے ہاتھوں کے کیے ہوئے کام ہیں اور ہنگامہ کانپور (۲۰۳) میں جو کچھ ہوا، اس کے ذمے دار وہ لیڈرانِ قوم ہیں جنہوں نے گورنمنٹ کو غلط فتویٰ دیا۔ (۲۰۴)

''ہندوستان میں انگریزی حکومت کو سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا، مگر اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین و مذہب پر اس کا کیا اثر ہوا، اس کو سیاحانِ عالم سے پوچھو وہ صاف کہتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان سے زیادہ کسی جگہ کے مسلمانوں میں دین داری کی رُوح نہیں اور اگر ان کو یقین نہ آئے تو خود جا کر ترک، عرب، مصر اور افغانستان کے مسلمانوں کو دیکھ لو کہ آزادی کی زہریلی ہوا نے ان کے دین کو کس طرح چرا لیا۔ مشاہدے کے بعد تم خود کہو گے کہ ہندوستان سے زیادہ دین داری کسی ملک

میں نہیں۔"(۲۰۵)

علماء کے خیالات ونظریات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اصلاحی تبصرہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ ترک موالات میں علماء وقت کی ذمے داریوں، ان کے کردار کو درست کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح فرمایا:

انگریز حکومت کا جو اثر مسلمانوں کے دین و مذہب پر ہوا، اس کو تو آپ نے دیکھ لیا، ہندوستان اس وقت دین داری میں اسلامی ممالک میں سب سے سبقت لیے ہوئے ہے۔"

میں صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ عراق، شام، فلسطین اور دوسرے کلمہ پڑھنے والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کیا مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو نہیں ہے؟

"انما المومنون اخوة المومنون یدعلیٰ من سواهم"

کیا خدا اور خدا کے رسولؐ کا کلام نہیں۔ کیا امرتسر کے بازاروں میں رینگنے والوں میں سے کوئی مسلمان نہیں تھا؟ کیا بیت المقدس شعائر اللہ میں سے نہیں۔ کیا مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں اگر انگریزی فوج کے مسلمان گئے ہیں، وہ بدون انگریزی حکومت کے حکم کے خود بخود چلے گئے، کیا ان مسلمانوں یا شریف مکہ کے مجرم ٹھہرنے سے انگریزی عمال بے قصور ثابت ہو جاتے ہیں۔ کیا کانپور میں صحیح فتویٰ معلوم ہو جانے اور چاروں طرف کے مسلمانوں کی آواز بلند ہونے کے بعد خون ریزی اور گرفتاریاں نہیں ہوئیں۔

یہ صحیح ہے کہ دین کے بہت سے اجزاء میں ہندوستان کئی ممالک اسلامیہ سے فائق ہے، گو یا بعض اجزائے دین یعنی خدا کی راہ میں جانبازی، سرفروشی اور "اعلائے کلمۃ اللہ" کے وظیفہ سے تقریباً محروم ہوا، لیکن یاد رکھیے کہ یہ دین داری انگریزی حکومت کی برکات میں شمار نہیں ہو سکتی بلکہ چند ایسے نفوس قدسیہ کی صرف ہمت اور بذل قوت کا نتیجہ ہے، جو اس سرزمین میں ہماری خوش قسمتی سے پیدا ہوئے۔ اور جنہوں نے اپنی نہایت ہی خداداد صلاحیت و قابلیت، رُوحانی طاقت اور حیرت انگیز جرأت سے نصاریٰ اور مستشرقین کے اثر کا مقابلہ کیا، ان ہی مقدس بزرگوں میں مولانا حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ (۲۰۶) تھے، جنہوں نے آخر کار انگریز حکومت کے دائرہ سے نکل کر حرم شریف کو اپنا مسکن بنایا اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۲۰۷) تھے، جو ایک مدت تک انگریزی حکومت کے احکام گرفتاری کے چکر میں نانوتہ اور دیوبند کا گشت لگاتے رہے اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۲۰۸) تھے، جنہوں نے انگریزی حکومت کی برکات کو محسوس نہ کر کے مہینوں تک موالات کی کوٹھری میں رہنا پسند کیا اور سب سے آخر میں مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ہیں، جن کی دردانگیز داستان آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ (۲۰۹)

نہایت قلق سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب بزرگوں کو جن کے دم سے ہندوستان میں یہ دین داری پھیلی، انگریزی حکومت کی وہ برکات محسوس نہ ہو سکیں جن کا ہمارے دوست اس شد و مد کے ساتھ دعویٰ کر رہے ہیں، شاید ان کا یہ دعویٰ بھی انگریزی

حکومت کے برکات میں سے ایک برکت ہو۔ (۲۱۰)

علماء اسلام کی قربانیاں:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

علماء نے انگریزوں کی طرف سے پیش کی گئی ساری سختیاں صرف اپنی ذات کے لیے برداشت نہیں کی تھیں بلکہ لوگوں کے لیے برداشت کیں تا کہ ان کے ایمان محفوظ ہو جائیں۔ دین کے لیے برداشت کیں تا کہ دین کے دامن پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ اگر وہ لوگ بھی انگریزوں کی حکومت کو، ان کی تہذیب کو، ان کے تمدن اور معاشرت کو یا دوسرے لفظوں میں مغربیت کے الحاد کو برداشت کر لیتے تو انگریز ان کے لیے ہر خوشی کے دروازے کھول دیتا، لیکن تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے پھانسی کے پھندے کو خوشی سے چوما لیکن حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹے اور ظالم انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُس سے بات کی اور اپنی جان کی پروانہ کی لیکن لوگوں کے ایمانوں کو محفوظ کر لیا۔ علماء کو ہر ممکن اذیت پہنچائی گئی۔ لیکن وہ ایمان اور اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے۔ (۲۱۱)

ہندوستان کو "دارالاسلام" بنانے اور اس میں حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لیے سب سے پہلے علماء حق نے مختلف قسم کی تحریکوں کا آغاز کیا۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک اپنے اپنے دور کے تقاضوں کے تحت مصروف جدوجہد رہے اور ناقابل برداشت آلام و مصائب کا شکار رہے۔ مختلف تحریکات کے ذریعے مسلمانوں میں فکر و عمل کی روح پھونکتے رہے۔ اسلامی شعور اور جذبہ آزادی پیدا کرتے رہے۔ (۲۱۲) دین کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اس لیے ہر دور اور ہر صدی میں مجدد اور علمائے اہل نظر نے دین کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ (۲۱۳)

علمائے دین کی افکار و نظریات پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تبصرہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ علمائے ہندوستان کے کردار کو بخوبی اپنے مشاہدے میں رکھے ہوئے تھے۔ علماء جو مختلف طبقات میں منقسم ہو کر رہ گئے تھے اور ان کے اندر مختلف خیالات و نظریات پیدا ہوتے چلے جا رہے تھے، ان پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے خطبہ ترک موالات میں فرمایا:

بہت سے علماء کو یہ شکایت ہے کہ مسلمان خطاب واپس کرتے اور ملازمتیں چھوڑتے ہیں، مگر وہ الحاد و زندقہ، فسق و فجور حب دنیا حب جاہ اور کفار کے وہ اوضاع و اطوار نہیں چھوڑتے جو انہوں نے یورپ سے لیے ہیں اور جو کہ حقیقتاً موالات ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس موالات کو سب سے پہلے چھوڑیں اور اپنی صورت، اپنا لباس، اپنی معاشرت، اپنے خیالات اسلامی طریقوں پر بنائیں اور اوضاع و اطوار کفار اور ان کے خیالات سے پرہیز کریں۔ کانفرنس اور کمیٹیوں کے جلسوں کی ہیئات کذائی میں یورپ کی نقل کرنا اور ان کے طرز پر استقبال اور آرائشیں اور ریزولیشن وغیرہ پاس کرنا، داڑھیاں

منڈھوانا، مونچھیں بڑھانا، انگریزی کوٹ پتلون وغیرہ پہننا، ہندوانہ صورتیں بنانا، صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا پابند نہ ہونا بلکہ اس کا استہزاء کرنا، اپنی نجی مجالس میں بے ضرورت انگریزی بولنا، یہ سب اوضاع واطوار کفار میں داخل ہیں (اگرچہ موالات کا مفہوم ان میں منحصر نہیں) اور یقیناً علماء کا فرض ہے کہ وہ ترک موالات کے نظام عمل میں ان چیزوں کو مقدم رکھیں، لیکن یہ معنی نہیں کہ علماء کی کوشش محض ان ہی مفاسد کی اصلاح تک محدود ہو جائے اور وہ کسی ایسے اسلامی مسئلہ میں دخل نہ دیں جس میں گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا امکان ہو۔

مصالح اسلامیہ کی حمایت وتائید:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مصالح اسلامیہ کی حمایت وتائید کی بابت فرماتے ہیں:

بہت سے خیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب کے بعد عوام الناس اور بعض لیڈروں کی ان غلط کاریوں پر متنبہ فرما رہے ہیں، جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی، مثلاً قربانی گاؤ میں بعض جگہ تشدد و مزاحمت کیا جانا یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضا کاران خلافت کا گئوشالہ میں پہنچانا یا قشقہ لگانا یا ہندوؤں کی ارتھیوں کے ساتھ خصوصاً رام رام ست کہتے ہوئے جانا، یہ کہنا کہ امام مہدی کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں۔ یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی ہی نبی ہوتے (نعوذ باللہ)۔ یا قرآن وحدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو شاریت پرتی کرنا یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں وغیرہ وغیرہ۔

بلا شبہ میں جب بھی اپنی قوم کے بڑے "سربرآوردہ" افراد کو سنتا ہوں کہ وہ اس قسم کے "محرمات" یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بے دھڑک نکال دیتے ہیں، جن کو سن کر ایک سچے مسلمان کے "رونگٹے" کھڑے ہو جائیں تو میرا دل "پاش پاش" ہو جاتا ہے اور "قصد" کرتا ہوں کہ اس طوفان "بے تمیزی" کا روکنا جب اپنی قدرت میں نہیں تو ان معاملات سے بالکل "یک سوئی" بہتر ہے۔

مگر پھر شیطان "اخرس" اور "لجاس النار" والی وعیدیں یاد آتی ہیں اور "فان الذکری تنفع المومنین" امید کی ایک جھلک پیدا کرتی ہے تو ناچار یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ بھی ہوا، اپنے خیالات مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر واشگاف طریقہ سے ظاہر کر دینے چاہئیں۔

اگر حضرات علماء نے ادھر توجہ نہ کی یا باوجود علماء کی کوشش بلیغ کے ان حد سے گزری ہوئی خرابیوں کا کوئی انتظام نہ ہوا تو عجیب نہیں کہ بہت سے نیک نیت لوگ ان مجالس اور تحریکات کی شرکت سے "برداشتہ" خاطر ہو جائیں اور اس تحریک ترکِ موالات کو بڑا صدمہ پہنچ جائے۔ میری درخواست یہ ہے کہ سب علماء "افراط وتفریط" سے خالی ہو کر "مصالح اسلامیہ" کی حمایت اور "مفاسد عامہ" کا استیصال پوری طاقت کے ساتھ کریں اور کسی معاملے میں صرف ایک ہی طرف نہ جھک جائیں کہ اس وقت مسلمانوں کی کشتی بہت گہرے بھنور میں ہے، ناخداؤں کو پوری طرح ہوشیار اور مستعد رہنا چاہیے۔ (۲۱۴)

”ترکِ موالات کے فتوی پر اعتراض کا جواب اور مولانا شبیر احمد عثمانی“:

مولانا شبیر احمد عثمانی نے ترکِ موالات کے فتوی پر جو اعتراضات کیے جارہے تھے، ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اب مجھے صرف اس قدر کہنا ہے کہ ایک اولڈ بوائے صاحب کے مضمون میں جو اخبار ”مشرق“ ”گورکھ پور“ گیارہ نومبر کی اشاعت میں انسٹی ٹیوٹ گزٹ سے نقل کیا گیا تھا۔ شیخ الہند (محمود حسنؒ) کے فتوئ ترکِ موالات پر کچھ اعتراضات کیے گئے ہیں، جن میں سے بعض چیزوں کا ذکر تو بندہ کے اسی مضمون سے ہو چکا ہے اور جو بڑا جزو باقی ہے، وہ والدین کی اطاعت کے متعلق ہے۔

اولڈ بوائے کی طرح ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت کو قرآن حکیم نے ضروری قرار دیا ہے اور جو آیت آپ نے پیش کی ہے، اس پر ہم اور آپ کے شیخ الہند آپ سے زیادہ ایمان رکھتے ہیں اور جو ”صحیح بخاری“ کی حدیث یا درمختار اور ”عالمگیری کی فروع“ آپ نے درج کی ہیں، ان سب کو بھی ہم آپ کی طرح مانتے ہیں (گو آپ نے عالمگیری کی بعض دوسری فروع پر نظر نہیں ڈالی) لیکن گفتگو صرف اس میں ہے کہ اگر والدین ایک فرض عین کے ادا کرنے سے روکیں یا ایک ”محرم“ کے ارتکاب کا حکم دیں تو کیا اس میں بھی اولاد والدین کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور ہے، جس قرآن نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اسی نے یہ بھی فرمایا ہے۔

”وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا٥“

ترجمہ:۔ اور اگر وہ دونوں تجھ کو اس پر مجبور کریں کہ تو اس کو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت مت کر البتہ دنیا میں ان کے ساتھ معقول طریقہ سے رہ۔“

چنانچہ اس سے علماء نے یہ ”کلیہ“ معلوم کیا کہ خدا کی ”معصیت“ میں والدین کی اطاعت نہیں، کیوں کہ خدا کا حق والدین کے حق سے زیادہ ”مقدم“ ہے۔

”لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق“

پس اگر سرکاری تعلیم گاہوں سے طلبہ کا اخراج یا علیحدہ ہونا اس ترکِ موالات میں داخل ہے، جس کو خدا نے فرض قرار دیا ہے تو اس میں طلبہ اس طرح اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں، جس طرح نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اور جس جگہ جہاد میں اذن والدین کو شرط بتایا ہے، وہ اس وقت ہے جب کہ جہاد فرض کفایہ ہو اگر فرض عین ہو جائے تو اس میں بھی ”اذن“ شرط نہیں اسی بناء پر شیخ الہند (محمود حسنؒ) نے ترکِ موالات کو تو اجازت والدین پر ”موقوف“ نہیں رکھا، مگر اس کی تبلیغ میں حقوق والدین کی رعایت فرمائی ہے، کیونکہ ترکِ موالات کی طرح اس کی تبلیغ فرض عین نہیں بلکہ فرض علیٰ کفایہ ہے۔

اولڈ بوائے کو پہلے اسی میں کلام کرنا چاہیے تھا کہ تعلیم گاہوں کا ”مقاطعہ“ ترکِ موالات کے تحت میں داخل ہے یا نہیں، کیوں کہ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر آپ کی یہ سب ”تطویل لاطائل“ ہو گی۔

اولڈ بوائے پر واضح ہو کہ آیت: ”قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ٥“

شیخ الہند (محمود حسنؒ) نے یہ آیت اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش نہیں کی بلکہ جو "ضعیف القلب" طلبہ والدین کی نافرمانی یا ان کے "انقطاع" کا تصور باندھ کر "متوحش" ہوتے تھے، ان کی ہمتوں کو قوی کرنے کے لیے یہ آیت لکھی گئی ہے۔ تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ ایک فرض عین کے انجام دینے میں ماں باپ یا کسی قریب سے قریب رشتہ دار کی خفگی سے ملول نہیں ہونا چاہیے۔

آخر میں مجھے اس قدر اور عرض کرنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مظالم مسلمانوں پر انگریزوں سے کم نہیں اور وہ آرہ، شاہ آباد وغیرہ کے دردناک واقعات کو یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترک موالات نصاریٰ کی طرح ہندوؤں سے بھی ہونا چاہیے، کیوں کہ وہ بھی "قاتلو کُم فی الدین" میں داخل ہیں۔ (۲۱۵)

اس خیال کی صحت کو ایک حد تک تسلیم کرتا ہوں، لیکن اس قدر گزارش ہے کہ کتاپور وغیرہ کے تلخ واقعات کے بعد ہندوؤں کے ممتاز لیڈروں اور جمہور نے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کو ناممکن بنانے میں پوری پوری کوشش کی جائے گی، اس لیے جب پچھلی کارروائیوں پر اظہار تاسف کر کے انہوں نے ہماری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور تحفظِ خلافت کے اہم معاملہ میں ان کی مصالحت سے ہمیں ایک بڑی تائید حاصل ہوئی تو ہماری قوم کے بہت سے افراد اور علماء نے بھی ان کے ساتھ مصالحت اور رواداری کی روش اختیار کر لی اور مبرۃ واقساط (نیکی اور انصاف) سے پیش آنے میں حرج نہیں سمجھا، کیوں کہ قرآن شریف میں ہے:

"وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" (۲۱۶)

ترجمہ۔ اگر وہ مصالحت کے لیے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔

اور یہ خیال کہ ہندو ہم کو اس مصالحت کے پیرایہ میں دھوکا دیں گے، اگرچہ ممکن ہے، درست ہو جائے مگر جب تک ان کا فریب اور بدعہدی ثابت نہ ہو یہ احتمال نکالنا، اس قوم کی پوزیشن پر ایک حملہ ہے، جسے وہ آپ پر بھی لوٹا سکتے ہیں، بہر حال ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس قسم کی تسلی آمیز ہدایت پر اطمینان رکھنا چاہیے۔

"وَإِن يُرِيدُواْ أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ"

اگر وہ لوگ تمہیں دھوکہ دینا چاہیں گے تو خدا تمہارے لیے کافی ہے۔

اگر کہا جائے کہ انگریزوں سے مصالحت اور موافقت کرنے میں پھر کیا چیز مانع ہے تو خوب سمجھ لیجیے کہ یہ قوم فی الحال مسلمانوں کی جماعت سے عراق وغیرہ میں برسرِ پیکار ہے اور مسلم اقوام کی آزادی کا خون کرنے میں اس کی تلوار اس وقت بھی بے دریغ چل رہی ہے، اس وقت تک اس سے مسلمان قوم نے قواعد اسلام کے موافق کوئی جائز صلح نہیں کی۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کی موافقت اس سے کس طرح ممکن ہے۔

مسلمان بے شک اس سے مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ اپنے حتمی عہد کے موافق خلافتِ اسلامیہ اور ان مقامات مغصوبہ سے ہاتھ اٹھائے جن کے زوال کی حیرت ناک داستان آج تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رلا رہی ہے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ اس فرق پر متنبہ ہو جائیں گے، جو قرآن وسنت اور فقہائے کرام نے ایک کافر محارب اور کافر مسالم کی حیثیات میں ملحوظ رکھا ہے اور بعض مفسرین سلف کے اس قول کی طرف بھی توجہ کریں گے، جس میں انہوں نے ''وَلَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ ''
کا مصداق ان کفار کو ٹھہرایا ہے جن سے مسلمانوں نے مصالحت کرلی ہو۔ (۲۱۷)

علمائے امت نے ولایت انبیاء کا فرض ہر دور میں پورا کرنے کی کوشش کی اور امت کی صحیح رہنمائی کے لیے اپنی تمام تر قوت اور توانائی صرف کی۔ برصغیر میں اسلامی سلطنت کے قیام سے لے کر تشکیل کانگریس تک علماء کسی نہ کسی شکل میں سیاست وامارت میں شامل رہے اور نظام قضاۃ میں رہ کر انہوں نے بلا امتیاز وتخصیص ہندو مسلم رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کی ایسی بے مثال اور انمٹ روایات قائم کیں جو اسلام کے عہد عتیق سے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہا تھا اور اسلام اپنے پیروؤں سے عدل وانصاف اور امن وآشتی کا نہ صرف متمنی ہے بلکہ احکامات الٰہیہ اور سنت نبوی ﷺ کے تحت لازم وملزوم قرار دیتا ہے۔ (۲۱۸)

جمعیت العلماء ہند اور دوسری دینی جماعتیں کانگریس کے موقف کی تائید کر رہی تھیں اور وہ متحدہ قومیت کے نظریہ کے تحت کانگریس کے ساتھ تحریک استخلاص وطن میں پورا پورا تعاون کر رہی تھیں اس وجہ سے ان صوبوں میں بھی کانگریس یا اس کی ہم نوا جماعتیں کامیاب ہو رہی تھیں جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی جیسے پنجاب، سندھ اور سرحد وغیرہ اس لیے مسلم لیگ کی ضرورت تھی کہ علماء کا ایک گروہ ان کے ساتھ ضرور ہو جو تحریک کو تیزی سے عوام الناس تک پہنچائے چنانچہ اس سلسلے میں یہ بات علماء تک پہنچ گئی جس کے نتیجے میں جمعیت العلماء اسلام (۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء) کا قیام عمل میں آیا۔ (۲۱۹)

جمعیت العلماء ہند کے قیام اور مقاصد کا مختصر جائزہ:

اس جماعت کی بنیاد اس وقت قائم ہوئی جب کہ ۱۳۳۷ھ-۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس دہلی میں منعقد ہو رہا تھا۔ (۲۲۰) اس میں جشن صلح میں شرکت کے خلاف ایک فتویٰ مرتب کیا گیا، جس پر علمائے کرام کے دستخط ہوئے۔ اس وقت ایک جلسہ شوریٰ منعقد کیا گیا، جس میں طے ہوا کہ صرف مشترکہ مذہبی وسیاسی امور میں علمائے کرام عامہ اہلِ اسلام کی رہنمائی کا فرض ادا کیا کریں اور حاضرین کی اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ''جمعیت العلمائے ہند'' قائم کی جائے اور اس کا آئندہ اجلاس مسلم لیگ کے ساتھ امرتسر میں منعقد ہو۔ جمعیت کے مستقل صدر مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۲۲۱) اور ناظم مولانا احمد سعید دہلویؒ (۲۲۲) قرار پائے۔ امرتسر کے جلسہ کی دعوت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ نے دی تھی۔ قیامِ جمعیت کے وجوہ اور حالات حسب ذیل اقتباس سے معلوم ہوں گے، جو جمعیت کی روئیداد سے لیے گئے ہیں۔

''۱۳۳۷ھ-۲۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو جب دہلی میں خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس اس غرض سے منعقد کیا گیا کہ اتحادیوں سے عموماً اور حکومتِ برطانیہ سے خصوصاً ان وعدوں کے وفا کا مطالبہ کیا جائے جو مسلمانوں سے جنگ عمومی کے وقت کیے گئے

تھے تو خلافت کے اس جلسہ میں علماء نے اس امر کی ضرورت محسوس کی، انہیں ایک رابطہ میں منسلک کیا جائے جن کی اجتماعی قوت کو ۱۲۷۴ھ۔۱۸۵۷ء (۲۲۳) کے انقلاب نے بالکل منتشر کر دیا تھا۔ ہندوستان کی سیاست محض چاپلوسی اور خوشامد اور اظہارِ وفاداری پر محدود ہو چکی تھی، گو کہ مسلمان کا سب سے بڑا سیاست داں وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو حکومت مسلطہ کا سب سے بڑا وفادار ہوتا تھا، یہی وجہ تھی کہ علماء مذہب جو طبعاً خوشامد اور چاپلوسی سے متنفر ہیں اور جو بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے مقابل کلمۃ الحق کے عادی رہے ہیں۔ اس سیاست سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے، نیز ۱۲۷۴ھ۔۱۸۵۷ء میں علمائے حق کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا تھا اور جس بے دردی کے ساتھ علمائے ہند کو پھانسی اور جلا وطنی کی وحشیانہ سزائیں دی گئیں تھیں، ان کا مقتضاء قدرتاً یہ ہوا تھا کہ علماء کو مجبوراً گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرنی پڑی چونکہ مسلمانوں کی سیاست نے ۱۳۳۷ھ۔۱۹۱۹ء میں پھر پلٹا کھایا اور خوشامد و تملق کی پالیسی تبدیل ہوئی تو علمائے اُمت نے دوبارہ سیاسی میدانِ عمل میں قدم رکھا اور جمعیت علمائے ہند کا قیام کیا گیا۔" (۲۲۴)

جمعیت العلمائے ہند کا پہلا اجلاس ۱۳۳۷ھ۔۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو بمقام امرتسر منعقد ہوا۔ (۲۲۵) اسی زمانہ میں امرتسر میں کانگریس، مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کے اجلاس ہو رہے تھے۔ جمعیت العلماء کے اجلاس کے پہلے جلسہ کے صدر مولانا قیام الدین عبدالباری اور دوسرے جلسے کے مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ہوئے، ان جلسوں میں قرار پایا کہ مساجد میں "سلطان المعظم" کا خطبہ پڑھا جائے اور مسائل خلافت کے طے کرنے کے لیے صلح کانفرنس میں لائیڈ جارج وزیر اعظم کے ساتھ وزیر ہند مسٹر ابوالحسن اصفہانی و مسٹر غلام محمد بھرگری اور مسٹر قدوائی کو جانے کی اجازت دی جائے۔ جمعیت کے مقاصد میں حسب ذیل امور شامل کیے گئے۔

"غیر مسلم برادران کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق، مذہبی حقوق کی نگہداشت اور مسلمانوں کی رہنمائی"

ترکِ موالات کے جلسے:

جمعیت العلماء کا دوسرا اجلاس ۱۳۳۸ھ ۱۹ تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء بمقام دہلی منعقد ہوا۔ (۲۲۶) جس میں پانچ سو علماء کے قریب شریک تھے، اجلاس کے صدر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (۲۲۷) تھے جو مالٹا سے رہا ہو کر آئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ (۲۲۸) بھی رہا ہو کر اس جلسے میں شریک ہوئے تھے، جو تجاویز پاس ہوئیں ان میں سے خاص یہ تھیں۔

(۱) مسلمانوں کو احکامِ شرعی کی تعمیل کی طرف متوجہ کیا جائے۔

(۲) حکومت سے ترکِ موالات کر کے خطابات، عہدے، ممبری کونسل، ملازمت، فوج اور سرکاری تعلیم کو چھوڑا جائے۔

(۳) انگلستان سے تجارتی مقاطعہ کیا جائے اور عدالتوں میں مقدمات کی پیروی ترک کی جائے۔

(۴) برادرانِ وطن کے تحریکِ خلافت میں شریک ہونے کو بہ نظر اطمینان دیکھا جائے اور ان سے خوش گوار تعلقات رکھے جائیں۔

(۵) قومی بیت المال اور شعبۂ تبلیغ قائم کیے جائیں۔

(۶) قومی درس گاہیں سرکاری امداد لینا ترک کر دیں، جیسا کہ ندوۃ العلماء نے کیا ہے وغیرہ وغیرہ، اس سلسلے میں پانچ سو علماء کا دستخطی فتویٰ ترکِ موالات کی نسبت شائع کیا گیا، جو حکومت نے ضبط کیا تھا اور اس ضبطی کے خلاف سول نافرمانی کی گئی تھی۔

تیسرا اجلاس ۱۳۳۹ھ ۱۹ نومبر ۱۹۲۱ء کو بمقام لاہور زیر صدارت مولانا ابوالکلام آزادؒ منعقد ہوا۔ اس میں ولایتی پارچہ کا مقاطعہ قرار پایا اور علماء کے فتوے کی ضبطی پر جس کی رو سے فوج اور پولیس کی ملازمت ممنوع کی گئی تھی، حکومت سے ناراضی کا اظہار کیا گیا اور قرار پایا کہ فتویٰ کو دوہرایا جائے اور مسلمانوں کو فوج اور پولیس کی نوکریوں سے منع کیا جائے۔ (۲۲۹)

چوتھا اجلاس بتاریخ ۱۳۴۰ھ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۲ء بمقام گیا، زیر صدارت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ منعقد ہوا۔ (۲۳۰) کانگریس اور خلافت کے اجلاس بھی وہیں ہو رہے تھے۔ خطبہ صدارت میں مولانا موصوف نے فرمایا کہ کونسل میں داخلہ کے خلاف جمعیت العلماء نے اپنا فیصلہ دینے میں کانگریس اور خلافت پر سبقت کی تھی۔ جلسہ کی تجاویز میں خاص امور یہ پاس ہوئے۔

(۱) مصطفےٰ کمال پاشا (اتاترک) کو کامیابی پر مبارکباد (۲) کونسل کی ممبری ناجائز (۳) ہندو مسلم اتحاد کے لیے کمیٹی کا تقرر (۴) مراکش کے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی (۵) ولایتی مال کا مقاطعہ (۶) مولانا ابوالکلام آزادؒ کی گرفتاری پر مبارکباد (۲۳۱)

فرقہ پرست ہندو لیڈروں کی شرانگیزی:

۱۳۴۰ھ مارچ ۱۹۲۲ء میں سول نافرمانی کی تحریک نے دم توڑ دیا اور گاندھی گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیے گئے اس کے بعد ہندو مسلم منافرت پھیلانے والے گروہ نے پھر سر اٹھایا، پنڈت مدن موہن مالویہ، سوامی شردھانند اور دوسرے فرقہ پرست ہندو لیڈروں نے خانہ جنگی کے لیے ہندو عوام کو خوب اکسایا۔ ملتان میں افسوس ناک ہندو مسلم فساد جس کی بنیاد صرف یہ تھی کہ محرم میں "تعزیہ" کے جلوس پر پتھر پھینکے گئے تھے جس نے بعد میں ہندو مسلم فرقہ وارانہ فساد کی خوفناک شکل اختیار کر لی۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے ۱۳۴۰ھ۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۲ء کو امرتسر میں تقریر کرتے ہوتے کہا: "عورتوں کی زندگی بسر نہ کیجیے بلکہ جب آپ پر جبر ہو تو اپنی طاقت استعمال کیجیے۔" انہوں نے ملتان کے فرقہ وارانہ فسادات کی ساری ذمے داری مسلمانوں پر ڈال دی۔ (۲۳۲) انگریزوں کی سرپرستی میں ہندوؤں کو ہر قسم کی مراعات ملیں اور انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا اثر و رسوخ بڑھانا شروع کیا۔ مسلمانوں نے ہر چند کوشش کی کہ ہندو کسی طرح انہیں متحدہ ہندوستان میں جائز حقوق اور باعزت مقام دینے کے لیے رضامند ہو جائیں مگر ہندو انہیں ہر میدان میں نظر انداز کرتے رہے۔ (۲۳۳)

جمعیت العلماء کی استقامت:

پانچواں اجلاس ۱۳۴۱ھ ۳ دسمبر ۱۹۲۳ء سے ۱۳۴۲ھ۔ ۲ جنوری ۱۹۲۴ء تک زیر صدارت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے بمقام کوکناڈا منعقد ہوا، جہاں کانگریس کا اجلاس زیر صدارت مولانا محمد علی جوہرؒ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) ہو رہا تھا۔ جمعیت کے اجلاس میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولوی نثار احمد، پیر غلام مجددؒ، مولانا شوکت علی، محمد علی جوہرؒ اور مجاہدین کراچی اور مولانا

حسرت موہانیؒ کے لیے مبارکباد کے ریزولیشن (قرارداد) پاس ہوئے، جنہوں نے جیل کی تکالیف برداشت کی تھیں۔ اس وقت تمام ملک میں ہندو مسلم بلوؤں کی آگ بھڑک رہی تھی اور جب کہ ملک کی سب سے پرانی جماعت مسلم لیگ کے ممبران یا تو گوشہ نشین تھے یا کونسلوں میں جن کا مقاطعہ طے ہو چکا تھا، شریک ہو کر حکومت سے موالات کر رہے تھے۔ جمعیت العلماء کے کارکن ایک طرف تو ہندو مسلم بلوؤں میں مسلمانوں کی ہر قسم کی امدادیں کرتے تھے اور دوسری طرف وہ کانگریس کے ساتھ ملک کی ترقی کے کاموں میں اتحاد عمل کر کے اپنی استقامت کا پورا ثبوت دے رہے تھے۔ اجلاس کانگریس کا پریذیڈنٹ مسلمان تھا اور جمعیت العلماء میں جو تجاویز پاس ہوئی تھیں، ان میں ایک طرف بلوؤں میں ہندوؤں کی زیادتی کی شکایت تھی تو دوسری طرف ان کے ساتھ سمجھوتہ کے لیے تجاویز پاس کی گئی تھیں۔ (۲۳۴)

چھٹا اجلاس ۱۳۴۳ھ۔ ۱۱ تا ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء زیر صدارت مولانا سید محمد سجادؒ نائب امیر شریعت بہار بمقام مرادآباد میں منعقد ہوا۔ (۲۳۵)

اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات بد سے بدترین صورت حال کی طرف بڑھنا شروع ہوئے۔ گروہی اور فرقہ وارانہ فسادات چاروں طرف پھیلے اور بہت شدت اختیار کرتے گئے۔ ۱۳۴۳ھ۔ ۱۹۲۵ء میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے علی گڑھ اجلاس میں عبدالرحیم نے کہا: ”ہندوؤں نے ہمیشہ کی نسبت کچھ زیادہ اپنی اشتعال انگیزی اور جارحانہ رویے سے یہ واضح کر دیا تھا کہ مسلمان اپنی قسمت کا فیصلہ ان کو نہیں سونپ سکتے اور وہ اپنے دفاع کے لیے ہر ممکن ذرائع اختیار کریں کچھ ہندو قائدین نے تو یہاں تک کہا کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر نکالیں جیسے ہسپانیوں نے ”ہسپانوی مسلمانوں“ کو ملک بدر کیا تھا۔ (۲۳۶)

ہندو اپنی طاقت اور انگریزوں سے دوستی کے ضمن میں مسلمانوں کو کسی بھی قسم کی مراعات دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کا بعض طبقہ کانگریس میں شامل تھا۔ ہندو مسلمانوں کے حقیقی نمائندوں کو کوئی حصہ دینا نہیں چاہتے تھے، کیونکہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کھل کر سامنے آنے لگے تھے اور ہندو اسی موقع سے فائدہ اٹھانے کے خواہاں تھے اور ان کو اس بات کا یقین تھا کہ ”اس وقت مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے لہٰذا اگر ان کو اس کسمپرسی کے عالم میں اور بھی زیادہ منتشر کر دیا جائے تو ان کی سیاسی ہستی کا جنازہ نکل جائے گا۔“ (۲۳۷)

آزادی کی قرارداد:

ساتواں اجلاس ۱۳۴۴ھ۔ ۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء زیر صدارت مولانا سید سلیمان ندویؒ (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۳ء) بمقام کلکتہ منعقد ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے جمعیت العلماء اور کانگریس کا اتحاد عمل نہ رہا تھا، مگر باوجود اس کے جمعیت العلماء نے آزادی کے لیے حسب ذیل اہم تجویز پاس کیں۔

چونکہ برادرانِ وطن کے مخالفانہ طرز عمل سے منافرت کی خلیج وسیع ہو رہی ہے، اس لیے مسلمان اپنی تنظیم کر کے اپنے بل پر

ملک کو آزاد کرائیں، البتہ جو غیر مسلم حضرات اس بارے میں اتحادِ عمل کرنا چاہیں ان کے ساتھ اتحادِ عمل کیا جائے، اس کے لیے عملی کام یہ ہیں۔

(الف) مسلم قوم عموماً اور علماء بالخصوص سیاسی امور میں غور و خوض کیا کریں اور تبلیغ کیا کریں۔

(ب) آزادی ہند کے فریضہ ہونے مذہبی، مالی، ملکی وجوہ واسباب کو نہایت غور و خوض سے دریافت کریں اور لوگوں کو سمجھائیں دیگر مذہبی امور کی اشاعت کی طرح اس کو بھی ضروری سمجھیں، آزادی اور دیگر حقوق کے سلب ہونے کے مضرتوں اور مفاسد کی اشاعت نہایت پُرامن طریقہ سے کر کے ہر مسلمان کو زندہ کریں۔

(ج) قومی اخبارات اور رسائل کا جو آزادی پر روشنی ڈالتے ہیں مطالعہ کیا کریں اور (د) مسلمانوں سے افلاس دُور کرنے کی کوشش کریں۔

آٹھواں اجلاس ۲ تا ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء زیر صدارت مولانا سیّد انور شاہ کشمیریؒ بمقام پشاور منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل تجاویز پاس ہوئیں۔

(۱) حصولِ آزادی ہند (۲) شیعوں، سنیوں کے باہمی جھگڑوں پر اظہار افسوس (۳) سائمن کمیشن سے مقاطعہ (۴) مسٹر جناح کے چودہ نکات کی تائید (۲۲۸)

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا فرقہ وارانہ فسادات کی کثرت اور ان کا پیمانہ بڑھتا گیا۔ ہندوؤں نے شدھی تحریک شروع کی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے بعض مخصوص پس ماندہ گروہوں کو جو اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بعض ہندو رواجات سے وابستہ تھے بڑے پیمانے پر دوبارہ ہندو بنایا جائے اس مقصد کے حصول کے لیے خاص آلہ معاشرتی دباؤ تھا۔ انہوں نے سنگھٹن کا ایک پروگرام بھی جاری کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ہندوؤں کو ایک جنگجو لشکر کی حیثیت سے منظم کیا جائے۔ مسلمانوں نے اس کا جواب تبلیغ اور تنظیم سے دیا، طاقت کے حصول کے لیے جدوجہد شروع ہو چکی تھی مگر مسلم تحریکات نے مادی وسائل کی کمی کے باعث زیادہ زور نہیں پکڑا۔ (۲۲۹)

کانگریس کے ساتھ پھر اشتراک عمل:

نواں اجلاس ۱۳۴۸ھ ۳ تا ۴ مئی ۱۹۳۰ء کو زیر صدارت شاہ معین الدین اجمیریؒ بمقام "امروہہ" منعقد ہوا، اس کی خاص تجاویز یہ ہیں۔

(۱) چونکہ کانگریس نے لاہور میں مکمل آزادی کا اعلان کر دیا اور نہرو رپورٹ (۱۹۲۸ء) کو خارج کر دیا، اس لیے جمعیت العلماء کانگریس سے علیحدہ نہ رہے بلکہ اس کے ساتھ اشتراک عمل کرے (۲) سول نافرمانی کا پروگرام بنایا گیا (۳) ضبط شدہ فتوؤں کی اشاعت قرار پائی (۴) ترک مسکرات کیا جائے (۵) ولایتی مال کا مقاطعہ طے ہوا (۶) کانگریس کمیٹیوں کی مہاسبھائی ذہنیت پر اظہارِ افسوس کیا گیا اور (۷) گول میز کانفرنس کی شرکت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا۔

یہی وہ وقت ہے جب کانگریس سول نافرمانی کی تیاری کر رہی ہے اور جمعیت العلماء ہندوؤں کو مہا سبھائی ذہنیت سے بد دل ہے، لیکن جب کانگریس سول نافرمانی کا تہیہ کرتی ہے تو جمعیت العلماء گوارہ نہیں کر سکتی کہ جنگِ آزادی کے وقت وہ بیٹھی تماشا دیکھے، اس لیے وہ بھی سول نافرمانی کا پروگرام بنا کر کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کرنا طے کرتی ہے، مگر مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو جمعیت العلماء کے اس طرز عمل سے ناراض ہے، وہ امروہہ کے اجلاس کے زمانہ میں پرانی جمعیت سے علیحدہ ہو کر کانپور میں ایک اجلاس بصدارت مولانا محمد علی جوہرؒ منعقد کرتی ہے اور اسے مستقل طور پر قائم کر کے حکومت کو یہ کہنے کا موقع دیتی ہے کہ ایک جمعیت العلماء ایسی بھی ہے جو سول نافرمانی کے خلاف ہے اور گول میز کانفرنس (۱۳۴۸ھ۔ ۱۹۳۰ء) میں جانے کی مخالف نہیں ہے۔ (۲۴۰)

بلاشبہ ہندو جارح قوم پرستی کا آغاز تو انگریزی حکومت کے جواب میں ہوا تھا مگر جلد ہی اس جارحیت کا ہدف اور رخ مسلمانوں کی طرف ہو گیا۔ مسلمانوں کا مذہب، ان کی تہذیب، ان کی سیاست حتیٰ کہ ان کا انفرادی وجود بھی ان قوم پرستوں کی نظر میں خار بن کر کھٹکنے لگا، وہ مسلمانوں کی ہر شے کی مخالفت کرتے تھے۔

کراچی کا اجلاس ۱۳۴۹ھ۔ ۱۹۳۱ء:

جمعیت العلماء کا دسواں اجلاس ۱۳۴۹ھ۔ ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۱۹۳۱ء کو کراچی میں زیر صدارت مولانا ابوالکلام آزادؒ منعقد ہوا، جس میں صوبجات کے علاوہ بنگال و آسام تک کے نمائندگان تعداد کثیر شریک ہوئے تھے۔ اس اجلاس میں بائیس تجاویز پاس ہوئیں، جن میں سے اہم تجاویز کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) سول نافرمانی کا التواء کر کے رضا کاروں کی بھرتی جاری رکھنے، مسکرات اور بدیشی کپڑوں پر پیکٹنگ کرنے اور دیسی کپڑے کے استعمال کی ترغیب دینے کا مشورہ (۲) آئندہ دستور اساس میں مسلمانوں کی تہذیب اور شائستگی اور پرسنل لاء کی حفاظت کا مطالبہ (۳) فلسطین میں برطانیہ کی یہود نواز پالیسی پر پُرزور مذمت کا اظہار (۴) مجلس عاملہ کو ہندو مسلم مفاہمت کا مسودہ مرتب کرنے کا اختیار۔ (۲۴۱)

دہلی کا اجلاس ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۹ء:

کراچی کا مندرجہ بالا اجلاس تو منعقد ہو گیا، مگر اراکین جمعیت العلماء کے بار بار جیلوں میں جانے اور سرکاری افسروں کے مسلسل حملوں سے دفتر جمعیت کے برباد ہونے اور دیگر ناقابلِ برداشت مصائب کی وجہ سے اس کے سالانہ اجلاسوں کا سلسلہ بند ہو گیا، تاہم مجلسِ عاملہ کے جلسے اور بعض صوبوں کے اجلاس بڑے اہتمام سے ہوتے رہے۔ بالآخر اجلاس کراچی کے آٹھ سال بعد ۱۳۵۷ھ۔ ۳، ۴، ۵، ۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو گیارہواں اجلاس زیرِ صدارت شیخ التفسیر مولانا عبدالحق مدنیؒ بمقام دہلی منعقد ہوا۔

یہ اجلاس نہایت وسیع پیمانے پر بڑی شان کے ساتھ ہوا، جس میں شرکائے جلسہ کی کثرت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ صرف دیوبند سے آنے والے طلبہ کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ اکتیس (۳۱) تجویزوں میں سے جو تجاویز اہم تھیں، ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) کلچرل اٹانومی کے اصول پر ایک مسودہ قانون مرتب کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی کا تقرر (۲) آزادی ہند کے لیے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل کرنے کی پالیسی کا اعلان (۳) واردھا تعلیمی اسکیم کو قابل ترمیم قرار دینے کے ساتھ یہ مطالبہ کہ وہ جمعیت العلماء کی منظوری اور اظہار اطمینان کے بغیر مسلمانوں میں جاری نہ کی جائے (۴) ''ودیا مندر'' تعلیمی اسکیم کے نام سے اختلاف رائے کا اظہار (۵) کانگریس کے اس طرز عمل سے اظہار ناراضی کہ اس نے صنعتی کمیٹی میں کوئی مسلمان نہیں رکھا (۶) کارکنان کانگریس سے مطالبہ کہ وہ اجلاسوں کی سجاوٹ اور کارروائیوں میں مخصوص تہذیب کا مظاہرہ نہ کریں (۷) کانگریس سے مطالبہ کہ وہ مسلمانوں کی حق تلفیوں کی تحقیقات کے لیے کمیٹی مقرر کرے (۸) اڑیسہ کی کانگریس حکومت میں کوئی مسلمان وزیر مقرر نہ ہونے پر اور سی پی میں مسٹر شریف کی جگہ دوسرا مسلمان وزیر مقرر نہ کیے جانے پر اظہار افسوس (۹) ہندوستانی زبان کو سنسکرت کے قالب میں ڈھالے جانے پر اظہارِ افسوس (۱۰) جے پور کے خونی حادثہ کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن کے تقرر کا مطالبہ (۱۱) فرقہ وارانہ فسادات بند کرنے کے لیے محبانِ وطن سے اپیل (۱۲) سندھیا جہازی کمپنی کے حصے خریدنے کے لیے مسلمانوں کو مشورہ (۱۳) فیڈریشن قبول نہ کرنے کا مشورہ (۱۴) وزیرستان میں جنگی مہم بند کرنے کا مطالبہ (۱۵) قانون فسخ نکاح کا فیصلہ غیر مسلم حاکم کی عدالت میں ہو سکنے کے خلاف احتجاج (۱۶) جمعیت العلماء اور مجلسِ احرار کی باہمی مفاہمت کے لیے گفتگو کرنے کا مشورہ (۱۷) مدح صحابہ کے متعلق حکومت کے طرز عمل پر اظہار ناراضی۔ (۲۴۲)

ملک میں سیاسی بے چینی کو دُور کرنے کے لیے حکومت برطانیہ نے ہندوستان کو سیاسی اختیارات کی آخری قسط عطا کی یعنی ۱۳۵۲ھ۔۱۹۳۵ء کا دستور نافذ کیا۔ اس کے تحت صوبوں میں وزیر اعظم تمام معاملات میں خود مختار ہوتا تھا البتہ گورنر کو مداخلت کرنے کا حق حاصل تھا۔ اقلیتوں کو چند تحفظات دیئے گئے تھے۔ (۲۴۳)

کانگریس نے مسلم قومیت کی قوت کا صحیح ادراک نہیں کیا۔ (۲۴۴) مسلمانوں سے حقیقی سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی بجائے کانگریس نے اس کامیابی کو ہندوستانی قومیت کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت سے اپنی سیاسی پوزیشن کو مستحکم کیا۔ (۲۴۵) ۱۳۵۰ھ۔۱۲ مئی ۱۹۳۲ء کو نہرو نے چوہدری خلیق الزماں کو کہا کہ انہیں یقین ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ صرف چند مسلم دانشوروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں تک محدود ہے۔ جو اسے ایک مسئلے کے طور پر کھڑا کر رہے ہیں اور جس کا عوام میں کوئی وجود نہیں۔ نہرو نے مجلس قانون کے دائرے میں الگ تنظیم کا مذاق اڑایا۔ (۲۴۶)

ہندو اپنے ذہنی اور روایاتی مذہب پر اسلام کے زندہ فعال وفکری قربانی کا مطالبہ کر رہے تھے وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ہندوؤں کے مذہبی تصورات اپنائیں اور اسلامی فلسفہ پر ''گاندھی ازم'' کو ترجیح دیں وہ گائے کی قربانی کے حق سے دستبردار ہو جائیں اور مشاہیر اسلام کے تذکرے نہ کریں کیونکہ اس سے اکثریت کے جذبات مجروح ہوتے تھے ان کی خواہش تھی کہ

مسلمان ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر سنسکرت کو قومی زبان، بندے ماترم کو قومی گیت اور ودیا مندر کی قومی تعلیم سے اختلاف نہ کریں ہر شعبہ زندگی میں مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت سے انہیں نفرت تھی، مسلم عوام نے محسوس کیا کہ متحدہ ہندوستان کی آزادی مسلمانوں کے لیے پیغام غلامی ہوگا ایسے آزاد ہندوستان میں جو انہیں انگریزوں کے بجائے ہندوؤں کا غلام بنا دے اور وہ اپنے وجود قومی کو برقرار نہ رکھ سکیں ان کے لیے محض بیکار تھا کیونکہ اس ہندو قوم کی آزادی جو نہ صرف مسلمانوں سے کسی شعبہ زندگی میں تعاون نہ کرنے کے لیے تیار تھا بلکہ جس کے مذہبی تصورات تک مذہب اسلام کے لیے چیلنج تھے۔ (۲۴۷)

جونپور کا اجلاس ۱۳۵۹ھ۔ ۱۹۴۰ء:

جمعیت العلماء کا بارہواں اجلاس جون ۱۳۵۹ھ۔ ۱۹۴۰ء کو زیر صدارت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جونپور کی عظیم الشان مسجد اٹالہ میں منعقد ہوا۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے جو خطبہ پڑھا، اسے حکومت نے ضبط کر لیا۔ مسٹر عبدالمجید خواجہ صدر استقبالیہ تھے۔ اپنے خطبہ میں انہوں نے فرمایا کہ ''آج علی گڑھ کا ایک تعلیم یافتہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کی خدمت میں عقیدت کے پھول پیش کر رہا ہے۔'' اجلاس میں جو تجاویز پاس ہوئیں، ان میں سے خاص یہ ہیں۔

(۱) مجلس عاملہ منعقدہ ستمبر ۱۳۵۸ھ۔ ۱۹۳۹ء کے اس بیان کی توثیق کی گئی کہ جنگ میں امداد کرنے کے جواز کی کوئی صورت نہیں جب تک کہ حکومت اپنے وعدوں کو پورا کر کے ملک کو آزاد نہ کر دے۔ (۲) آزاد مسلم کانفرنس دہلی کی تجاویز کی توثیق کی گئی (۳) ان لوگوں کی خدمت کی گئی جو مسلم پیشہ ور برادریوں کو رذیل قرار دے کر اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں (۴) تحریک مدح صحابہ کی صداقت اور جواز کی تصدیق کی گئی۔

لاہور کا اجلاس ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء:

جمعیت العلماء کا تیرہواں اجلاس ۱۳۶۵ھ۔ ۲۰-۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء کو زیر صدارت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ لاہور میں مولانا محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ، ناظم انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔ مولانا عبدالقادر قصوریؒ، صدر استقبالیہ تھے۔ حاضرین کی تعداد بیس پچیس ہزار کے قریب ہوتی تھی، خطبہ صدارت بڑا معرکۃ الآراء اور مقبول تھا۔ اجلاس کے آخری دن مولانا ابوالکلام آزادؒ صدر کانگریس کی پُر جوش اور ولولہ انگیز تقریر ہوئی۔ اجلاسوں میں حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

(۱) عصری ایجادات اور غیر اسلامی اصول اقتصادیات کے پیش نظر جمعیت العلماء جدید پیش آنے والے مسائل کے متعلق ایسے فیصلے مرتب کرائے جن پر علماء بحرین کی زیادہ سے زیادہ جماعت متفق ہو (۲) مسلمانوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں ایک دوسرے کو سب و شتم نہ کریں اور باہمی تعاون کر کے مثل ایک دیوار کے بن جائیں (۳) جمعیت العلماء اسلامی ممالک پر کسی اجنبی طاقت کا تسلط برداشت نہیں کرے گی (۴) جمعیت کا نصب العین ایسی آزادی کامل

ہے، جس میں مسلمانوں کے مذہب وتہذیب کی حفاظت ہو۔ صوبوں کا کامل خودمختاری ہو اور مرکز کو صرف وہی اختیارات میں تمام صوبے متفقہ طور پر اس کے حوالہ کردیں (۵) سر اسٹفیورڈ کرپس کی تجاویز کے متعلق مسلم اداروں کو چاہیے کہ کسی متحدہ فیصلہ پر متفق ہوجائیں (۶) ممبران مرکزی اسمبلی سے استدعا کی جائے کہ کاظمی ایکٹ کی ایسی ترمیم کرائیں کہ ضلع کے دعوؤں کا فیصلہ صرف مسلم جج کی عدالت سے ہوسکے (۷) مسلمانوں کی توجہ دلائی جائے کہ وہ کسی پیشہ یا نسل کے اعتبار سے اپنے ہم مذہبوں کی تذلیل نہ کریں اور سب کو برابر سمجھیں۔ (۸) ایک شہر میں حتی الامکان ایک ہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جائے (۹) عربی مدارس سے درخواست کی جائے کہ وہ مروجہ نصاب میں موجودہ ضرورتوں کے پیش نظر ایک کمیٹی کے ذریعے سے ترمیم کریں۔ (۲۴۸)

انتہا پسند ہندو غلبہ حاصل کرچکے تھے، کانگریس بھی ان کی ہمنوائی کررہی تھی وہ اتفاق واتحاد کی بنیادیں ختم کردینا چاہتے تھے جداگانہ انتخاب کا طریقہ ان کی نگاہوں میں خار بن کر کھٹکتا تھا۔ مفاہمت کی راہ میں آگے بڑھنے کے بجائے کانگریس اب سابق میں طے شدہ مفاہمت کو بھی ختم کرنے پر تل گئی۔ ۱۳۴۶ھ۔ ۱۹۲۷ء میں ایک ہندو ممبر نے قومی اسمبلی میں جداگانہ انتخاب کے خلاف ایک بل پیش کیا کانگریس سے نے اپنے معاہدہ، معاہدہ لکھنؤ ۱۳۳۴ھ۔ ۱۹۲۱ء کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس بل کی ہمنوائی کی۔ مسلمان ممبر سخت پریشانی میں مبتلا ہوگئے۔ موتی لعل نہرو نے قائداعظم محمد علی جناح سے کہا کہ اگر مسلمان مخلوط انتخاب کا طریقہ کار قبول کرلیں تو ہم مسلمانوں کے دوسرے مطالبات قبول کرنے کو تیار ہیں۔ (۲۴۹)

نہرو مسلمانوں کو ورغلانے کی غرض سے عوامی رابطہ مہم کی تحریک چلارہے تھے، یوپی صوبہ میں اس تحریک کو بڑے زور وشور سے چلایا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس صورت حال پر اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرنے، ان کو کمزور کرنے، اپنے قابل قدر قائدین سے بدظن کرنے کی ایک خطرناک مہم ہے۔" کانگریس نے بھی اسی قسم کی مہم شروع کی مگر اس کو خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی۔ البتہ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان اختلافات کی خلیج مزید اور زیادہ وسیع ہوگئی۔ (۲۵۰)

کرپس مشن کے بعد مسلم جدوجہد ایک نئے دور میں داخل ہورہی تھی اب مسلم جدوجہد کے واضح نشانات تھے ایک یہ کہ مسلمان ایک قوم ہیں دوسرا یہ کہ مسلم قومیت کی نشوونما واستحکام کے لیے علیحدہ وطن چاہیے۔

سہارنپور کا اجلاس ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء:

جمعیت العلماء کا چودھواں اجلاس ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ مطابق ۶۔ ۷ مئی ۱۹۴۵ء زیر صدارت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سہارنپور میں نہایت شان وشوکت سے منعقد ہوا، یہ اجلاس سازگار وجود تعطل وجمود میں وہ آپ اپنی مثال ہے، جمعیت کے نمائندوں کے علاوہ آزادی ہند کے طالب ہندوستان کے دور دراز مقامات سے آئے تھے۔ پنڈال میں تیس ہزار نشستوں کا انتظام تھا، جو نہ صرف پورا بھر جاتا تھا بلکہ پنڈال کے باہر بھی اسی قدر تعداد سامعین کی موجود رہتی تھی، جو

مکبر الصوت سے انہیں یکسانیت سے متمتع کرتی تھی۔ مجلسِ استقبالیہ کے صدر خواجہ اطہر حسن صاحب چیئرمین میونسپل بورڈ سہارنپور اور ناظم اعلیٰ مولوی منظور النبیؒ تھے۔ خواجہ اطہر علی نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں تمام مسائل حاضرہ کو بڑی خوبی سے بیان کیا اور مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے خطبہ صدارت میں حسب ذیل نظام عمل پیش فرمایا تھا۔

(۱) مسلمانوں میں عسکری نظم پیدا کرنے کے لیے "انصار اللہ" رضا کاروں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینا۔

(۲) تنظیم مسجد اور ائمہ مساجد کے ذریعے مسلمانوں میں اصلاحی نظام عمل کی ترویج و اشاعت کرنا۔

(۳) مسلمانوں میں نماز اور جماعت کی رغبت پیدا کرنا۔

(۴) شبینہ مکاتب قائم کر کے مسلمانوں میں ضروری دینی اور مفید دینوی تعلیم کا نظم قائم کرنا۔

(۵) مسلمانوں میں سودیشی اور گھریلو صنعتوں کی ترغیب و ترویج کا انتظام کرنا۔

اجلاس کا اعلان پہلے تین دن کے لیے کیا گیا تھا، مگر کام ختم نہ ہونے کی وجہ سے ایک دن اور بڑھایا گیا، جو اجتماع اور رونق کے اعتبار سے کسی دن کے اجلاس سے کم نہ تھا۔ اجلاس کی پاس شدہ تجاویز کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) تجاویز تعزیت (۲) کانگریس وزارت کے بعض اراکین کی اُردو کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کی مذمت (۳) دفتر مرکزیہ کے لیے دہلی میں ایک عمارت کے لیے ایک لاکھ روپیہ کی اپیل، مگر قبل اس کے کہ مجلس مضامین تجویز منظور ہو، مولانا عبدالعزیزؒ نے ایک سو پندرہ روپے کی رقم پیش کی۔ اس وقت ہر طرف سے چندہ کرنا اور وعدوں کا اعلان شروع ہو گیا، جو مجلس مذکور کے محدود جلسہ میں تقریباً دو گھنٹہ تک جاری رہا۔ اس میں بتیس ہزار روپیہ کے وعدے ہوئے اور ایک ہزار تین سو چون روپیہ وصول ہوا۔

جب یہ تحریک اجلاس عام میں پیش ہوئی تو دوران تقریر ہی میں ہر طرف سے چندہ آنے لگا جس کو جلسہ کی کارروائی جاری رکھنے کی غرض سے روکا گیا۔ (۲۵۱)

* * *

……حواشی وحوالہ جات، باب سوم، فصلِ اوّل……

(۱) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ ونظریہ پاکستان، ص ۱۶۶

☆ صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور انکے سیاسی رفقاء، ص ۲۰۵

☆ جنگ بلقان

۲۰ ویں صدی کے پہلے عشرہ میں خلافت عثمانیہ ترکیہ چاروں طرف سے دشمنوں کے یلغار کی زد میں تھی اور یورپی حکومتیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ اطالیہ نے لیبیا پر قبضہ کرلیا تھا ۱۹۱۱ء میں بلقان کی ریاستیں یکے بعد دیگرے خلافت سے کٹ کر آزاد ہو رہی تھیں چنانچہ ان حادثات کا اثر براہ راست طور پر ہندوستان کے مسلمان محسوس کر رہے تھے اس لیے مسلمانان ہند کے جذبات میں اشتعال اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہونا امر قدرتی تھا اس دور میں مسلمانوں نے غیر معمولی جدوجہد کا مظاہرہ کیا اس زمانے میں برصغیر میں جن تحریکوں نے جنم لیا وہ حسب ذیل ہیں

خدام کعبہ ۱۹۱۲ء
ریشمی رومال تحریک ۱۹۱۵ء
خلافت تحریک ۱۹۱۹ء
ترک موالات اور ہجرت ۱۹۲۰ء
سودیشی مال کی تحریک ۱۹۲۱ء

(۲) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ ونظریہ پاکستان، ص ۱۶۷

☆ طرابلس:

۱۹۱۲ء میں اطالیہ نے افریقہ کے ساحل پر طرابلس الغرب (لیبیا) پر قبضہ کرلیا چنانچہ اس موقع پر اطالیہ کے بادشاہ عمانوئل نے کہا تھا ہمارے ہوائی جہاز مسلمانوں کے کعبے سے بھی نمٹ سکتے ہیں اس جملہ نے مسلمانان ہند کے دلوں میں اضطرابی کیفیت پیدا کردی اس دور کے مسلمانوں کا اضطراب علامہ شبلی کے ان اشعار میں جلوہ گر ہے:

”کہیں اڑ کر نہ دامان حرم کو چھو آئے
غبار کفر کی بے محابا شوخیاں کب تک
حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں
تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کے آشیاں کب تک
جو ہجرت کرکے بھی جائیں تو شبلی اب کہاں جائیں
کہ اب امن و امان شام و نجد و قیرواں کب تک“

(۳) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۳۲

(۴) ریاض الاسلام/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۶۵

(۵) چوہدری، ڈاکٹر محمد اعظم/ زعمائے پاکستان، ص ۲۶

☆ تحریک خلافت

جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) کے بعد برصغیر میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا تحریک خلافت کے مقاصد یہ تھے اول خلافت عثمانیہ کو برقرار رکھا جائے، دوم ترکی کی علاقائی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کا تحفظ کیا جائے اور سوئم عرب دنیا سے انگریز سامراج کا تسلط ختم کیا جائے۔ ۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو

ہندوستان کے شہر بمبئی میں خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا اور جلد ہی پورے ہندوستان میں خلافت کمیٹیاں قائم ہو گئیں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء-۱۹۳۱ء) تحریک خلافت کے روح رواں تھے اور گاندھی جی کو خلافت کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا۔

(۶) عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۸۰
(۷) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۶۵
(۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۰۳

☆ترک موالات

۱۹۲۰ء میں ترک موالات خلافت تحریک کے ساتھ ہی شروع کی گئی اور اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مذہبی آزادی مسلمانان ہند کو حاصل ہو۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طالب علموں نے ترک موالات کے سلسلے میں مدرسے کو چھوڑ دیا۔ شیخ الہند کے فتویٰ پر پانچ سو علماء نے دستخط کیے، اسکول کالج چھوڑ دیا گیا، گرفتاریاں پیش کی گئیں۔

(۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۷۶
(۱۰) محمد میاں، سید، مولانا/ جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۸
(۱۱) محمد سرور، پروفیسر/ مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۳۵۲
(۱۲) فتاویٰ عزیزیہ/ جلد اول، دہلی، مجتبائی پریس، ۱۹۰۲ء، ص ۱۷
(۱۳) محمد اسلم، پروفیسر/ تحریک ہجرت، مقام اشاعت ندارد، سن اشاعت ندارد، ص ۱۲۵
(۱۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، ص ۲۸
(۱۵) عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۶۱

☆فرنگی محل

علمائے فرنگی محل خاندان کے بانی مولانا قطب الدین سہالوی تھے جن کے بیٹے ملا اسعد نے اورنگزیب عالمگیر (۱۶۱۸ء-۱۷۰۷ء) سے لکھنو میں فرنگی محل حاصل کیا جہاں کسی زمانے میں فرانسیسی رہا کرتے تھے چنانچہ یہ خاندان وہی محل میں منتقل ہو گیا اور اس تاریخی مدرسہ کی بنیاد پڑی۔ مولانا قطب الدین کے فرزند مولانا نظام الدین نے دینی تعلیم کا ایک مکمل نصاب مرتب کیا جو "درس نظامی" کے نام سے مشہور ہوا اور آج بھی دینی مدارس میں رائج ہے۔ فرنگی محل کا مدرسہ طویل عرصے تک پاک و ہند میں دینی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ علمائے فرنگی محل میں سے مولانا عبدالعلی اور مولانا عبدالحئی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱۶) پروین روزینہ/ جمعیت العلماء ہند، اسلام آباد، ادارہ ثقافت و تاریخ، ۱۹۸۰ء، پیش لفظ
(۱۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۰۸
(۱۸) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۳۲
(۱۹) محمد میاں، سید، مولانا/ جمعیت العلماء ہند کیا ہے، ص ۹۷
(۲۰) پروین روزینہ/ جمعیت العلماء ہند، ص ۷۳-۷۴
(۲۱) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۰۸
(۲۲) محمود حسن، مولانا/ نقش حیات، مقام اشاعت ندارد، سن ندارد، ص ۲۵۶
(۲۳) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۱
(۲۴) محمود حسن، مولانا/ نقش حیات، ص ۵۹
(۲۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۱۰
(۲۶) ایضاً
(۲۷) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۰۶

(۲۸) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۱۳
(۲۹) محمد اشرف سلیمان/ ماہنامہ النور، علی گڑھ، ۱۹۲۱ء، ص ۷۶
(۳۰) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۵
(۳۱) روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور ۳ نومبر ۱۹۲۱ء
(۳۲) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۸۴
(۳۳) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۵
(۳۴) چراغ، محمد علی/ اکابرین تحریک پاکستان، ص ۴۴۶
(۳۵) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۳۸
(۳۶) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، لاہور، ص ۱۷
(۳۷) عثمانی، شبیر احمد، علامہ/ خطبات عثمانی، ص ۱۹
(۳۸) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ۱۵۹
(۳۹) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۱۵
(۴۰) حقانی، عبدالقیوم/ سوانح حسین احمد مدنی، ص ۱۵
(۴۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وعلمی کردار، ص ۱۳۳
(۴۲) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۱۰
(۴۳) محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی ۵۰ مثالی شخصیات، ص ۱۵۸
(۴۴) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۴۵) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۱۲
(۴۶) میاں محمد، سید/ جمعیت علماء کیا ہے؟، ص ۱۳۹
(۴۷) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۳۲

سوراج:۔

ہندوستان کو سوراج بنانے اور آزاد کرانے والے ویش بھگت تو صرف ایسا سوراج چاہتے تھے جس سے مسلمانوں کو غلام بنایا جاسکے مگر ان کو یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہ آیا اس لیے انہوں نے بنگال، سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کی آزادی پر بھی بڑا واویلا مچایا اور ہندوؤں نے اس کو اپنی زندگی اور موت کا سوال بنالیا۔

(۴۸) صدیقی، شفیق/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۸
(۴۹) شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۹۔۲۰
(۵۰) محمد اشرف سلیمان، سید، پروفیسر/ الرشاد، انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج، ۱۹۲۰ء، ص ۱۶
(۵۱) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۱
(۵۲) اخبار زمیندار:

زمیندار اخبار مولانا ظفر علی خان کے والد مولوی سراج الدین احمد نے ۱۹۰۹ء میں جاری کیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنے والد کے انتقال کے بعد زمیندار کی ادارت سنبھالی۔ ۱۹۱۱ء میں مولانا ظفر علی خان اخبار زمیندار کو لے کر لاہور چلے آئے اور یہیں سے مولانا کی سیاسی، ادبی اور صحافیانہ زندگی کا آغاز ہوا۔ زمیندار اخبار نے تحریک پاکستان میں پرجوش اور اثر پر مضامین تحریر کیے جس کی وجہ سے اس اخبار کی ضمانت کئی مرتبہ ضبط ہوئی ۱۹۱۵ء میں اس اخبار کو مکمل طور پر حکومت ہند نے بند کر دیا۔ ۱۹۱۹ء میں زمیندار پر سے پابندی اٹھالی گئی۔

(۵۳) خان، حامد علی/ نظم یاد ایام، روزنامہ زمیندار، لاہور، ۷ انومبر ۱۹۲۱ء، ص ۱

(۵۴) رشید محمود، راجا/بحوالہ تحریک ہجرت، روزنامہ زمیندار اخبار، لاہور، ۲۷ جولائی ۱۹۲۰ء، ص ۱
(۵۵) شفیق، صدیقی/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۳
(۵۶) خالد علوی، ڈاکٹر/قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۴۹
(۵۷) رئیس احمد/اسباب تقسیم ہند، ص ۱۷
(۵۸) شمس الدین، میاں، پروفیسر/تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۵۵
(۵۹) تبسم، ہارون الرشید/قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۷۶
(۶۰) شفیق صدیقی/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۴
(۶۱) محمد سلیمان اشرف، پروفیسر/الرشاد، علی گڑھ، ۱۹۲۰ء، ص ۱۹
(۶۲) احمد سعد، پروفیسر/حصول پاکستان، لاہور، مقام اشاعت ندارد، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۲_۱۲۳
(۶۳) خلیل اشرف، علامہ/پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علماء حق، ساہیوال، مکتبہ فریدیہ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۶_۱۵۵
(۶۴) محمد سلیمان اشرف، پروفیسر/النور، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۲۱ء، ص ۱۵۴_۱۵۵
(۶۵) صدیقی، شفیق/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۸
(۶۶) شیرکوٹی، پروفیسر انوار الحسن/خطبات عثمانی، ص ۵۶
(۶۷) خان، مراد محمد عزیز، چوہدری/حیات قائداعظم، لاہور، سن ندارد، ص ۹۵
(۶۸) نیازی، سید نذیر/اقبال کے حضور، کراچی، اقبال اکیڈمی، ۱۹۷۱ء، ص ۵۴
(۶۹) مجاہد، محمد احسن، صوفی/علماء متحد ہو کر اپنا کام کریں، لاہور، روزنامہ نوائے وقت، ۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء، ص ۱۱
(۷۰) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۲۴
(۷۱) شاہجہان پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/شیخ الہند ایک سیاسی مطالعہ، کراچی، مجلس یادگار شیخ الاسلام شبیر عثمانی، ۱۹۹۴ء، ص ۲۱۰
(۷۲) صدیقی، شفیق/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۸
(۷۳) جعفری، سید رئیس احمد/نام راج سے رام راج تک، لاہور، لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۱ء، ص ۱۶۸_۱۶۹
(۷۴) خلیق الزماں، چوہدری/شاہراہِ پاکستان، کراچی، ۱۹۶۲ء، ص ۳۳۳_۳۳۴
(۷۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/خطبات عثمانی، ص ۲۳
(۷۶) عبدالرشید، میاں/روزنامہ نوائے وقت، برطانوی دور میں برعظیم پاک و ہند کی مسلم سیاست، لاہور، ۸ مئی ۱۹۵۵ء، ص ۵ کالم ۶
(۷۷) شفیق صدیقی/حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۵۴
(۷۸) شمس الدین، میاں، پروفیسر/تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۳۵
(۷۹) روزینہ پروین/جمعیت العلماء ہند، مقدمہ پیش لفظ
(۸۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/حیات عثمانی، ص ۲۱۴
(۸۱) ایضاً
(۸۲) محمد سلیم، پروفیسر/تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۸۱
(۸۳) شمس الدین، میاں، پروفیسر/تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۳۵_۳۶
(۸۴) محمد میاں، مولانا/جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۲_۱۳
(۸۵) ایضاً
(۸۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۵
(۸۷) محمد اشرف، آغا/مشاہیر عالم کی تقریریں، ص ۱۷۲

(۸۸) یوسف الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۷۳

(۸۹) ایضاً

(۹۰) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۶۷

(۹۱) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۴۰۳

(۹۲) میاں، سید محمد/ جمعیت العلماء کیا ہے؟، ص ۱۳۴

(۹۳) ایضاً ص ۱۳۶

(۹۴) خالد علوی، خالد، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۵۰۔۵۱

(۹۵) میاں، سید محمد/ جمعیت العلماء کیا ہے؟، ص ۱۴۷

☆ گیا:

(۹۶) میاں، سید محمد/ جمعیت العلماء کیا ہے؟، ص ۲۱۹۔۲۲۰

(۹۷) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۴۰۳

(۹۸) میاں، سید محمد/ جمعیت العلماء کیا ہے؟، ص ۱۶۲

(۹۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۱۱

(۱۰۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۴۵

(۱۰۱) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۸۵

(۱۰۲) خان، سکندر حیات، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان، تصور و ارتقاء، ص ۲۱۱

M.D.Zafar / Pakistan Studies, text book, Lahore, 1982, pp. 155-60(۱۰۳)

Ibid (۱۰۴)

(۱۰۵) مکی، نثار احمد، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۴۷

(۱۰۶) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۴۲

(۱۰۷) شیرکوٹی، پروفیسر انوارالحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۴۱

(۱۰۸) میاں، سید محمد/ جمعیت العلماء کیا ہے؟، ص ۱۰۵

(۱۰۹) شیرکوٹی، انوارالحسن، خطبات عثمانی، ص ۹

(۱۱۰) ایضاً

(۱۱۱) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۱۹

(۱۱۲) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۹۰

(۱۱۳) سلیم، پروفیسر محمد/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۶۳

(۱۱۴) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۱۲۸

(۱۱۵) شیرکوٹی، انوارالحسن، پروفیسر/ تجلیات عثمانی، ص ۱۴

(۱۱۶) ایضاً

(۱۱۷) شاہجہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ سفرنامہ شیخ الہند، ص ۵

(۱۱۸) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ۹۷۴

☆ ہلال احمر: Red Cresent

بین الاقوامی رفاہی ادارہ۔ انگریزی میں اس "ریڈ کراس سوسائٹی" کہتے ہیں اسے ریڈ کراس کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا اور اسی کا قیام ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء

کو ۱۹۲۰ء کے سوسائٹی کے ایکٹ کے تحت عمل میں لایا گیا۔ ۲۱ جولائی ۱۹۲۸ء کو "ریڈ کراس سوسائٹی" کا الحاق بین الاقوامی کمیٹی آف ریڈ کراس سے ہوا۔ ۱۳ اگست ۱۹۲۸ء کو اسے لیگ آف ریڈ کراس سوسائٹیز کا رکن بنایا گیا۔ فروری ۱۹۷۴ء میں اس کا نام تبدیل کر کے "انجمن ہلال احمر" رکھ دیا گیا صلیب کی جگہ سرخ چاند کے نشان نے لے لی۔ اس انجمن نے ۱۹۴۷ء میں بھارت سے آنے والے مہاجرین کی خوراک، ادویات اور آبادکاری میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں مسلم افواج کے افراد کے لیے عوام کے ارسال کردہ تحائف و اشیائے ان تک پہنچانے کا مناسب طور پر انتظام کیا۔ ملک میں کہیں بھی زلزلہ، سیلاب، طوفان یا کوئی ناگہانی آفت آجائے تو ہلال احمر کے کارکن فوراً مدد کو پہنچتے ہیں۔

(۱۱۹) مدنی، سید حسین احمد/ سفرنامہ شیخ الہند، لاہور، الجمعیت پبلی کیشنز، ص ۵
(۱۲۰) سندھی، عبیداللہ/ ماہنامہ القاسم، دیوبند ۱۳۳۰ھ۔ ۱۹۱۲ء، ص ۲۰
(۱۲۱) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ندارد
(۱۲۲) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۲۰۴
(۱۲۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۱
(۱۲۴) ایضاً
(۱۲۵) روزنامہ امروز، کراچی، ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء، کالم نمبر ۱، ص ۵
(۱۲۶) بزمی، ابوسعید/ روزنامہ احسان، کراچی، ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء، کالم نمبر ۱، ص ۵
(۱۲۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۲
(۱۲۸) سراج احمد/ ماہنامہ القاسم، دارالعلوم دیوبند انڈیا، ۱۹۱۳ء، ص ندارد
(۱۲۹) سندھی، عبیداللہ/ ماہنامہ القاسم، دارالعلوم دیوبند، انڈیا ۱۹۱۲ء، ص ندارد
(۱۳۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۳
(۱۳۱) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۸۹

☆ تقسیم بنگال ۱۹۰۵ء

انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کو ۱۵ سال گزر گئے۔ ۲۰ ویں صدی کا آفتاب طلوع ہوا ہندوستان کی عنان حکومت بیدار مغز وائسرائے لارڈ کرزن کے ہاتھ میں تھی، کچھ حکومت برطانیہ کی مسلم کش پالیسی اور کچھ خود مسلمانوں کی اپنی غفلت کی وجہ سے بنگالی مسلمانوں کی مالی، اقتصادی، معاشی اور تعلیمی حالت ہندو سرمایہ داری کے رہین منت ہو چکی تھی۔ بنگالی ہندوؤں کا بڑھتا ہوا جوش و خروش برطانوی سامراج کے لیے ایک لمحہ فکریہ تھا ہندوؤں کی وفاداری کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ تقسیم بنگال ۱۹۰۵ء کا فیصلہ ایک ایسی کسوٹی تھی جس پر کانگریس کی حکومت کے ساتھ وفاداری اور مشترکہ قومیت کا نظریہ اچھی طرح پرکھا جا سکتا تھا مگر حقائق نے واضح کر دیا کہ ہندو نہ تو حکومت کے وفادار ہو سکتے تھے اور نہ مسلمانوں کو ان سے امید وفا رکھنا چاہیے تھا چونکہ متحدہ بنگال کا رقبہ دوسرے صوبوں کے مقابلے میں اس قدر وسیع تھا کہ اس کی وجہ سے حکومت کو ملکی انتظامات میں سخت دقت اور پریشانی ہوتی تھی اسی انتظامی مصالح کی بناء پر تقسیم بنگال میں بہار اور اڑیسہ بھی شامل تھے، دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(۱۳۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، ص ۲۴
(۱۳۳) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۶۹
(۱۳۴) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۸۵
(۱۳۵) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۸۸
(۱۳۶) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۵۱
(۱۳۷) رحیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۱۵
(۱۳۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۶
(۱۳۹) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۹

(۱۴۰) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۷
(۱۴۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۲۵
(۱۴۲) ندوی، سید سلمان/ ماہنامہ المعارف، اعظم گڑھ، انڈیا، اپریل ۱۹۵۰ء، ص ندارد
(۱۴۳) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۵۱
(۱۴۴) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۵۱
(۱۴۵) محمد میاں، سید/ حیات شیخ الہند، ص ۱۱۵
(۱۴۶) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۲۹
(۱۴۷) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۵۴
(۱۴۸) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۲۹
(۱۴۹) ندوی، سید سلیمان/ رسالہ المعارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۵۰ء، ص ۲۰۲
(۱۵۰) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۴۷
(۱۵۱) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد
(۱۵۲) خان، نصر اللہ، مولانا/ روزنامہ اخبار تسنیم، لاہور، ۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ء، ص ۲، کالم نمبر ۳
(۱۵۳) ندوی، سید سلیمان/ ماہنامہ المعارف، اپریل ۱۹۵۰ء، ص ۳۰
(۱۵۴) ایضاً
(۱۵۵) اخبار الجمعیۃ، دہلی، ۱۸ دسمبر ۱۹۴۹ء
(۱۵۶) آبادی، سعید اکبر، مولانا/ رسالہ برہان، جنوری ۱۹۵۰ء، ص ندارد
(۱۵۷) مالک رام/ خطبات مولانا آزاد، دہلی، ۱۹۷۴ء، ص ۳۹
(۱۵۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۳۰
(۱۵۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۷۷
(۱۶۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۱۷۷
(۱۶۱) وثیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۲۵
(۱۶۲) پراچہ، امتیاز/ تاریخ اسلام، کراچی، ص ۲۰۲
(۱۶۳) رضی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۴

☆ موہن داس کرم چند گاندھی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء)

گاندھی کا پورا نام موہن داس کرم چند گاندھی تھا۔ گاندھی ۱۸۶۹ء میں کاٹھیاواڑ میں پیدا ہوئے۔ گاندھی کے والد ایک ممتاز تاجر کی حیثیت سے کاٹھیاواڑ میں جانے جاتے تھے۔ ابتدائی تعلیم راج کوٹ کے تعلیمی ادارے سے حاصل کی۔ اس کے بعد قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن چلے گئے۔ ۱۸۸۹ء میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ بمبئی واپس آ کر وکالت شروع کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۸۹۳ء میں ایک مسلمان تاجر کا مقدمہ لڑنے جنوبی افریقہ گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی اور وکالت شروع کر دی۔ ۱۹۰۰ء میں وکالت کے پیشہ کو خیرباد کہا اور انگریزوں کی خوشنودی اور ہمدردی حاصل کرنے کے لیے انگریزوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید بہتر کیا۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کی ابتداء کے بعد گاندھی ہندوستان واپس گئے کہ یہاں پر انگریزوں کی مدد کی جائے۔ ۱۹۱۹ء میں پرامن احتجاج، عدم تعاون کی تحریک اور ستیہ گرہ کی تحریک کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۹ء گوشہ نشینی اختیار کیے رکھی۔ ۱۹۳۰ء کے گول میز کانفرنس میں کانگریس کی نمائندگی تحریک پاکستان کے زمانے میں کانگریس کا دفاع کرتے رہے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک ہندو مرہٹے نے دہلی میں سرعام گولی کا نشانہ بنایا اور ہلاک کر دیا۔

(۱۶۴) عبدالرسول، صاحبزادہ/ تاریخ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۲۸۰

(۱۶۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۱
(۱۶۶) پراچہ، امتیاز/ تاریخ اسلام، کراچی، رہبر پبلشرز، ص ۲۰۹
(۱۶۷) خورشید احمد/ اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۳ء، ص ۱۶۲
(۱۶۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۲
(۱۶۹) ایضاً
(۱۷۰) قرآن مجید
(۱۷۱) قرآن مجید
(۱۷۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۵
(۱۷۳) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۷۲
(۱۷۴) پراچہ، امتیاز/ تاریخ اسلام، ص ۶۳
(۱۷۵) ایضاً ص ۱۰۶
(۱۷۶) قرآن مجید
(۱۷۷) قرآن مجید
(۱۷۸) قرآن مجید
(۱۷۹) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۳
(۱۸۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۶
(۱۸۱) قرآن مجید
(۱۸۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۰
(۱۸۳) محمود احمد ظفر/ علماء میدان سیاست میں، ص ۲۷_۲۲۶
(۸۴) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ ونظریہ پاکستان، ص ۱۵۸
(۱۸۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۰_۲۱
(۱۸۶) ایضاً
(۱۸۷) بخاری، سید حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۳۵
(۱۸۸) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۶۰
(۱۸۹) شیرکوٹی، انوارالحسن/ حیات عثمانی، ص ۴۳۹
(۱۹۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۱
(۱۹۱) قرآن مجید
(۱۹۲) قرآن مجید
(۱۹۳) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۳
(۱۹۴) قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ، ص ۲۸۷
(۱۹۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۳
(۱۹۶) ایضاً
(۱۹۷) وشیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۱۹۷
(۱۹۸) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ ونظریہ پاکستان، ص ۱۵۸

(۱۹۹) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۵
(۲۰۰) محمود احمد ظفر/علماء میدان سیاست میں، ص ۲۹۵
(۲۰۱) وثیق احمد، پروفیسر/تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۵۹
(۲۰۲) عبدالرسول، صاحبزادہ/پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۶۵
(۲۰۳) قریشی، اشتیاق حسین/برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۶۴
(۲۰۴) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات ومکتوبات عثمانی، ص عدارد
(۲۰۵) ایضاً
(۲۰۶) بخاری، حافظ سید اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۱۶
(۲۰۷) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۷
(۲۰۸) بخاری، حافظ سید اکبر شاہ/پچاس مثالی شخصیات، ص ۵۵
(۲۰۹) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۷
(۲۱۰) ایضاً
(۲۱۱) محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۲۹۷
(۲۱۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۹
(۲۱۳) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۶۸
(۲۱۴) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۲۸
(۲۱۵) ایضاً
(۲۱۶) قرآن مجید
(۲۱۷) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۳۰۔۳۱
(۲۱۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۹۷
(۲۱۹) محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۴۸۳
(۲۲۰) محمد میاں، سید، مولانا/جمعیت العلماء ہند کیا ہے، ص ۱۱۷
(۲۲۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۵۳
(۲۲۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ملتان، ص ۴۳۶
(۲۲۳) وصی احمد/اسباب تقسیم ہند، ص ۱
(۲۲۴) منگلوری، سید طفیل احمد/مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۴۰۰
(۲۲۵) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۳
(۲۲۶) محمد میاں، سید/جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۲۷
(۲۲۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۲۲
(۲۲۸) حسینی، مجاہد، مولانا/علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۵۳
(۲۲۹) منگلوری، سید طفیل احمد/مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۴۰۱
(۲۳۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/حیات عثمانی، ص ۲۱۳
(۲۳۱) منگلوری، سید طفیل احمد/مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۴۰۱
(۲۳۲) وصی احمد/اسباب تقسیم ہند، ص ۱۹

(۲۳۳) چیمہ، پرویز اقبال/ جدید دنیائے اسلام، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۵۳

(۲۳۴) منگوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۳۰۲

(۲۳۵) محمد میاں، سید/ جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۹۳

(۲۳۶) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۵۱۔۵۲

(۲۳۷) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۴۷

(۲۳۸) منگوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۳۰۳

(۲۳۹) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۴۷

(۲۴۰) منگوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۳۰۳

(۲۴۱) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۸۸

(۲۴۲) منگوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۳۰۳

(۲۴۳) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۰۲

Qureshi, Ishtaiq Hussain/ Struggle for pakistan/ \Karachi(۲۴۴)

V.P. Menon / The Transfor of Power In India. 1945.47(۲۴۵)

Zarwan, Choudhary Khaleeq / Path way of Pakistan / Lahore, 1961, 157(۲۴۶)

(۲۴۷) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۱۴۔۱۱۵

(۲۴۸) منگوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۲۰۷

(۲۴۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۹۷

(۲۵۰) ریاض احسن، سید/ پاکستان ناگزیر تھا، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ کراچی، ص ۲۰۷

(۲۵۱) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۱۳

☆ منگوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۲۱۵

فصل دوم

جمعیت العلمائے اسلام کا قیام، مختصر تجزیہ و پس منظر:

مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ(۱) نے جنگِ عظیم دوم ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۹ء(۲) کے سلسلے میں محمد علی جناح کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ”مسلم لیگ نے حکومت وقت کی راہ میں کسی قسم کی دشواری یا بائیکاٹ یا رکاوٹ پیدا نہیں کی بلکہ اس کے برعکس اس نے سکندر حیات خان (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۳۹ء)(۳) اور مسٹر فضل حق (۴) کو حکومت سے تعاون کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا اور یہ اس طرح بلا واسطہ حکومتِ برطانیہ کی خدمت کا ذریعہ بن رہی تھی۔ یہ بات واضح ہے کہ جمعیت العلمائے ہند نے اس موقع پر حکومت کے ساتھ تعاون نہ کرنے کا واضح اعلان کر دیا تھا۔(۵)

۱۹۴۰ء میں جمعیت العلمائے ہند کا فیصلہ:

جمعیت العلماء کا اجلاس ۱۳۵۸ھ۔ ۲۹۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۰ء کو جون پور میں زیر صدارت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ منعقد ہوا(۶)۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل اعلان کیا گیا۔ برطانیہ کی طرف سے اس نازک ترین موقع پر ہندوستان کی آزادی کو تسلیم نہ کرنا اور بعد از جنگ ہندوستانیوں کو آزادی کا اعلان نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ ہندوستانیوں کو اپنے اوپر حکومت کرنے کا حق اور کسی قسم کا اقتدار دینا نہیں چاہتی۔(۷)

جمعیت العلمائے ہند اپنے وطن ہندوستان کو آزاد دیکھنا چاہتی ہے، یہی ان کا مطمح نظر اور نصب العین ہے، نہ وہ نازی ازم کو ہندوستان پر مسلط دیکھنا چاہتی ہے اور نہ اشتراکیت کو پسند کرتی ہے، لہٰذا وہ اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ جو پالیسی ۱۳۵۷ھ۔ ستمبر ۱۹۳۹ء میں میرٹھ کی تجویز کی شکل میں شائع ہو چکی ہے، اسے عملی شکل میں نافذ دیکھنا چاہتی ہے۔

علماء کی گرفتاریاں:

علماء کا مندرجہ بالا اعلان حکومت سے تعاون نہ کرنے کا واضح اور بیّن ثبوت تھی، نیز حکومت کی پالیسی کے خلاف ایک قسم کی کھلی بغاوت تھی، چنانچہ حکومت نے علماء کی پُر صداقت آواز کو تشدد کے ذریعے سے دبانا چاہا، لیکن جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی، تو اس نے علمائے حق کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ مخصوص اور معروف علماء کو گرفتار کر لیا

گیا اور ان پر مقدمات چلائے گئے، گرفتار شدگان میں مندرجہ ذیل علماء کا نام سرفہرست رہا۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ (۸)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ (۹)

مولانا محمد قاسم شاہ جہاں پوریؒ (۱۰)

مولانا ابوالوفا شاہ جہاں پوریؒ (۱۱)

مولانا سید محمد شاہ فاخر الہ آبادیؒ

مولانا الحاج محمد اسمٰعیل مرادآبادیؒ شامل تھے۔ (۱۲)

مسلم لیگ کی قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء کے بعد علماء کا فیصلہ:

مسلم لیگ کی جدید اسکیم یعنی قرارداد پاکستان آج کی پیداوار نہیں ہے بلکہ برصغیر کی تاریخ میں سب سے پہلے ۱۱۷۴ھ - ۱۷۷۱ء میں مرہٹوں کے سردار بہاؤ نے اور اس کے بعد بتدریج دیگر زعماء نے اسے مختلف ادوار اور مختلف شکلوں میں پیش کیا اور پھر ۱۳۴۰ھ - ۱۹۲۲ء میں جب کہ کانگریس، جمعیت العلمائے ہند اور خلافت کے اجلاس صوبہ بہار کے ضلع ''گیا'' میں ہو رہے تھے تب بیرونِ ہند سے یہ تجویز آئی تھی، جس کو خود مسلمان لیڈروں نے ناقابل التفات تصور کیا پھر ۱۳۴۱ھ - ۱۹۲۳ء میں صوبہ سرحد کے ایک خان صاحب نے پیش کی۔ ۱۳۴۸ھ - ۱۹۳۰ء میں علامہ محمد اقبال نے الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سیاسی پلیٹ فارم سے اس اسکیم کو پیش کیا مگر جب لندن میں ۱۳۴۸ھ - ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس منعقد ہوئی تو یہ اسکیم قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال کو اور دیگر مسلم لیگی قائدین کو یاد نہ رہی، حالانکہ گول میز کانفرنس میں اس کو باور کرانے کا موقع تھا مگر یہ لوگ یورپین یونین طرز کا مشترکہ جمہوریت اور ۱۴ نکات پر ہی زور دیتے رہتے۔ (۱۳)

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ فرقہ وارانہ فسادات ۱۳۳۵ھ - ۱۹۱۷ء سے ۱۳۴۵ھ - ۱۹۲۷ء تک کسی نہ کسی شکل میں پورے ملک (ہندوستان) میں جا بجا ہوتے رہے اور وہ مظالم کانگریسی دور اقتدار ۱۳۵۵ھ - ۱۹۳۷ء تا ۱۳۵۷ھ - ۱۹۳۹ء کے مظالم سے کہیں زیادہ اور پُرتشدد تھے، ان حالات کی روشنی میں یہ کہنا یا سمجھنا کہ ہندوؤں پر اعتماد اور بھروسہ تھا، قابل فہم نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ (۱۴)

قراردادِ پاکستان (۱۹۴۰ء) کے ایک سال بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے مارچ ۱۳۵۹ھ - ۱۹۴۱ء میں مسلم طلبہ فیڈریشن کے اجلاس کانپور میں فرمایا۔ وہ اکثریت والے سات کروڑ مسلمانوں کو آزاد کرانے کے لیے دو کروڑ مسلمانوں کی شہادت کی آخری رسم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ سات کروڑ مسلمانوں کی خاطر دو کروڑ مسلمانوں کو کچل جانے دو۔'' (۱۵)

دو قوموں کی نظریاتی جنگ جاری تھی ہندو سرمایہ دار اپنی دولت کے نشہ حصول اقتدار اور مسلمانوں پر اپنی معاشی گرفت مضبوط کرنے کے لیے بے چین تھے۔ غیر مسلم عناصر کو مسلمانوں کے خلاف منظم کیا جا رہا تھا، لہٰذا جس شدت کے ساتھ مسلمانوں کی جداگانہ قوت کے خلاف آوازیں بلند کر رہے تھے مسلمانوں میں ہندوؤں سے اپنی جداگانہ قوت منوانے کا احساس اتنی ہی شدت سے ترقی پزیر تھا۔ (۱۶) بعض مذہبی حلقوں کے نزدیک علماء کے اکثریتی گروہ خصوصاً علماء دیوبند نے کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کو جائز قرار دے دیا تھا مگر اس فیصلے کے باوجود علمائے کرام کانگریس کے جلسوں میں شریک نہ ہو سکے چونکہ کانگریس کے اجلاسوں کی اکثر کارروائی ان دنوں انگریزی میں ہوتی تھی اور علماء عصر عام طور پر انگریزی زبان کو نہ سمجھتے تھے۔ (۱۷)

ہندوستان بھر میں کانگریس کی بے جا سرگرمیوں اور کانگریس کی ڈھائی سالہ (۱۹۳۷ء۔ ۱۹۳۹ء کانگریسی وزارت) زیادتیوں نے ثابت کر دیا تھا کہ ہندو ایک متعصب قوم ہے اور یہ اپنے مطلب کے لیے مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنا رہی ہے کیوں کہ جب اسے اپنی حکومت ملی نہ تھی اس وقت اس کا نعرہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی حکومت تشکیل کرنا ہے جو کسی بھی مذہبی فرقے میں مداخلت نہ کرے گی اور کسی کی دل آزاری کی کوئی کارروائی نہ کرے گی۔ مسلمان اپنی سادگی اور نیک نیتی کی بناء پر ہندوؤں کی بنائی ہوئی کانگریس کے جال میں پھنس گئے۔ (۱۸)

مسلم لیگ کی جانب سے تقسیم ہند کا مطالبہ:

مسلم لیگ نے اپنے اجلاس منعقدہ لاہور ۱۳۵۹ھ۔ ۱۹۴۰ء میں دو ڈھائی سال کے (کانگریسی دورِ وزارت) غور و فکر کے بعد ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسائل کا آخری حل اپنے نقطۂ نگاہ سے تقسیم ہند قرار دیا۔ مسلم لیگ دو ڈھائی سال سے کانگریس اور ہندو اکثریت کے اصلی یا فرضی مظالم پر ماتم کر رہی تھی اور اس کے علاج کی کوئی تجویز پیش نہ کر سکی تھی، حالانکہ مسلم لیگ کے لیڈروں سے کانگریس نے بارہا اس بات کا سوال اٹھایا کہ مسلم لیگ آخر کیا چاہتی ہے؟ مگر مسلم لیگ کوئی بات مسلم اقلیت والے صوبوں یا بالفاظ دیگر ہندو اکثریت والے صوبوں کی بات لاہور کے اجلاس تک کچھ نہ بتا سکی تھی، مسلم لیگ کی یہ اسکیم آج کی پیداوار نہیں ہے، اس سے پہلے ۱۳۴۰ھ۔ ۱۹۲۲ء میں جبکہ کانگریس، جمعیت العلماء اور خلافت کے اجلاس بہار کے ضلع گیا میں ہو رہے تھے، مورخین کے نزدیک یہ اسکیم بیرونِ ہند سے آئی تھی بلکہ اس کا ظہور و خروج برطانوی اور ٹوڈی برطانوی دماغوں کا مرہونِ منت ہے، جس کو خود مسلمان رہنماؤں نے ناقابل التفات تصور کیا۔ اجلاس لاہور ۱۳۵۹ھ۔ ۱۹۴۰ء کے بعد مسلم اقلیت والے مسلمانوں کو خصوصیت سے غور و فکر کا موقع مل گیا کہ وہ لیگ کی مجوزہ اسکیم پر محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے دیگر لیڈروں کے توضیحی بیانات کی روشنی میں غور و فکر کریں کہ دو ڈھائی سال سے جن امور پر مسلم لیگ نوحہ کناں تھی، کیا اس اسکیم میں اس کے انسداد اور اصلاح کا کوئی امکان موجود ہے۔ (۱۹)

مکمل آزادی کا نعرہ اور فرقہ وارانہ مسائل کا حل:

جمیت العلمائے ہند نے ہندو مسلم مسئلہ کا حل یہ پیش کیا کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی ترقی و بہبود اور مذہب و کلچر کی حفاظت کس طرح یا کس اصول پر ہو سکتی ہے، چنانچہ جمیت العلمائے ہند نے پاکستان کے مقابلہ میں اپنا متبادل فارمولا پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور جمہوریت میں ہندوستان کے کسی ایک گوشہ میں کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی، جس کو صحیح معنوں میں ہندو ریاست یا مسلم ریاست کہا جا سکے۔ حکومت ہر حال میں اس عہد میں مشترکہ ہوگی، کیونکہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں بھی مسلمان ہندوؤں کے محکوم نہیں ہو سکتے۔ (۲۰) بلکہ ہر صوبہ کی حکومت میں چاہے وہ مسلم اقلیت کے ہوں یا مسلم اکثریت کے مسلمانوں کے مخصوص تمدنی و معاشرتی احکام کے نفاذ کے لیے مستقل محکمہ قائم ہوگا اور کسی مشترکہ جمہوریت حکومت کو تمام اندرونی معاملات اور مسلمانوں کے مذہبی و کلچرل امور میں یا ان کے مخصوص نظام میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا، اس کا یعنی مرکز کا تعلق صرف دفاع، خارجہ پالیسی اور کسٹم سے ہوگا۔ (۲۱)

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۳۶۰ھ۔ ۱۹۴۱ء میں تقریر کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا تھا:

''اقلیت والے صوبوں میں (مسلمانوں پر) جو گزرتی ہے گزر جانے دو، لیکن آؤ ہم اپنے بھائیوں کو آزاد کرائیں، جو اکثریت کے صوبوں میں ہیں، تا کہ وہ شریعت کے مطابق وہاں اپنی آزاد حکومت قائم کر سکیں۔'' (۲۲)

ہندوستانی مسلمانوں کے لیے یہ امر کہ کانگریس کا فیصلہ جمہوری اور دانش مندانہ ہے یا اس کے خلاف ہے اتنا اہم نہیں تھا جتنا کہ یہ واقعہ اہم تھا کہ وہ ایک بے رحمانہ ملت پرستی کے اقتدار سے آزاد ہو گئے تھے جسے برداشت کرنا اب ان کے لیے روز بروز زیادہ دشوار ہوتا جا رہا تھا۔ (۲۳) بعض حلقوں کے نزدیک کانگریس کو اپنی غیر فرقہ وارانہ حیثیت پر ناز تھا جو کہ اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ یہ سب مہا سبھائی ذہنیت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ ذہنی اعتبار سے کانگریس اور مہاسبھائی میں کوئی فرق نہ تھا۔ (۲۴)

مسلم لیگ کی دستوری کمیٹی:

یوپی مسلم لیگ نے ۱۳۵۹ھ۔ ۱۹۴۰ء میں ایک دستور ساز کمیٹی مقرر کی جس میں درج ذیل حضرات کو شامل کیا گیا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ (۲۵)

مولانا آزاد سبحانیؒ (۲۶)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۲۷)

اس کمیٹی کا نصب العین یہ تھا کہ مجوزہ پاکستان کے لیے ایک اسلامی دستور مرتب کیا جائے۔ (۲۸)

☆ دوقومی نظریہ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ:

بعض مکاتب کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ پاکستان کی تخلیق یا بنیاد کا سال ۱۳۵۶۔۵۷ھ۔ ۱۹۳۷۔۳۸ء میں کانگریس کے دورِ وزارت میں تعلیمی اور ناموں سے مختلف اسکیموں کا اجراء تھا، جن میں واردھا (۲۹) ودیا مندر (۳۰) اور دیہات سدھار اسکیمیں خاص طور پر شامل تھیں۔ ان اسکیموں کے پس منظر میں ایک قومی نظریہ کار فرما تھا۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے دوقومی نظریہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس انداز میں بیان کیا۔

دوقومی نظریہ کہ مسئلے میں تو دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں کہ مسلمان اور ہندو بلحاظ کلچر اور ثقافت دو جدا اور الگ قومیں ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، لیکن اپنے ملک کو آزاد کرانے اور اجنبی حکومت کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے جو ڈیفنس Defence یا دفاع انڈین نیشنل کانگریس کی جانب سے بصورت پُرامن جنگ جاری ہے، اس نقطہ نظر سے بلا شک ملک کی مختلف المذاہب اقوام سب ایک قوم ہیں اور اس دفاعی متحدہ تحریک کو کانگریس ایک قوم کہتی ہے اور اگر وہ بھی نہ کہے تو آزادی خواہ مسلمان اس مسئلہ کی صرف اتنی ہی حقیقت سمجھتے ہیں۔ (۳۱)

اصل موضوع بحث یہ ہے کہ برطانوی سامراج کے پنجہ استبداد کو توڑنے اور مروڑنے کے لیے ہندو اور مسلمان ایک قوم کی طرح مشترکہ جدوجہد کر سکتے ہیں یا نہیں، آیا ہندو اور مسلمان کو دو قوم قرار دے کر تقسیم ہندوستان کا مطالبہ مسلمانوں کے لیے مفید ہے یا تباہ کن۔ پھر یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک طرف یہ دعویٰ ہے کہ اسلام جغرافیہ اور اس کی تمام بندشوں کو توڑ کر ایک ہمہ گیر عالمگیر مذہب ہے اور دوسری جانب اس کو پاکستان کی جغرافیائی حدود میں محدود کر دیا جائے گا۔ (۳۲)

شیخ مجدد الف ثانیؒ اور متحدہ قومیت کا تصور:

مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (اکبراعظم) (۳۳) نے برصغیر میں دینِ الٰہی (۱۵۸۱ء) (۳۴) قائم کر کے ہندو مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی اور اس نام نہاد دینِ الٰہی کے ذریعے متحدہ قومیت کا پُرفریب نعرہ بھی بلند کیا۔ اکبر کے انتقال کے بعد شہنشاہ نورالدین جہانگیر (۳۵) تخت نشین ہوا، یعنی اکبر کا جانشین ہوا تو جو لوگ اسلام کے فطری اور شرعی نظام سے ناواقف تھے، صرف وہی لوگ دین، الٰہی کی طرف مائل ہوئے، ان ہی ایام میں مجدد الف ثانیؒ (شیخ احمد سرہندیؒ) مسلمانوں میں توحید کا درس دینے کے لیے سرگرم عمل تھے، آپ نے اکبر کی قائم کردہ متحدہ قومیت اور دینِ الٰہی کے مقابلہ میں تاریخی جہاد کر کے اس طلسم باطل کو پاش پاش کیا اور ملت اور اسلامیانِ ہندوستان کو گمراہی سے نجات دلائی۔ (۳۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور پاکستان کی تشریح:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۳۵۹ھ-۱۹۴۰ء کے قرارداد لاہور کے حوالے سے فرمایا:

"۱۳۵۹ھ مارچ ۱۹۴۰ء میں تقسیم ہند کی جو تجویز مسلم لیگ نے لاہور کے اجلاس میں پیش کی ہے اس کے اصل واضع علامہ محمد اقبال تھے اور یہ اسکیم جمہوریہ مسلمانان ہندوستان کے لیے محض ایک گرمی اور جوش پیدا کرنے والا وقتی یا جذباتی نعرہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدہ بھی کارفرما ہے اور اس سیاسی عقیدہ کی حقیقت مسلمانان برصغیر کے لیے مستقبل میں آزاد فکر اور آزاد حکمرانی بھی عطا کرے گی۔" (۳۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی بصیرت بڑی عظیم اور بلند پایہ تھی، جن خواہشوں کا اظہار شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کیا کرتے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اسی آرزو کی تکمیل کی اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اور قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی قیادت میں اس منزل کو حاصل کیا، جہاں پر مسلمان آسانی کے ساتھ اپنے حقوق کا دفاع کر سکتے ہیں۔ (۳۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مزید بیان کیا کہ مسلمان جب یہ محسوس کرنے لگے اور اپنے متعین کردہ نصب العین کے متعلق یہ یقین حاصل کریں اور مطمئن ہو جائیں کہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ صاف، واضح، غیر مبہم اور بے غبار ہے تو پھر اس کے حصول کے لیے اسے کسی قسم کی قربانی جانی، مالی اور وقتی غرض کوئی قربانی بھی بھاری معلوم نہیں ہوتی۔ (۳۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کی مزید صراحت کرتے ہوئے کہا کہ مسلم لیگ یہ حماقت کرنے کے لیے تیار نہیں کہ پہلے آل انڈیا یونین کو جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی، ہندوستان کا اختیار حکومت دلا دے، اس کی فوجیں مرتب کرا دے اور اس کے مقابلے میں مسلم اکثریت کے صوبوں کی وہی حیثیت کر دے جو برطانیہ کے مقابلہ میں تمام ہندوستان کی ہے، آزادی کی حفاظت فوج اور مروجہ مستعمل اسلحہ جنگ سے ہوتی ہے تالیوں اور شیخیوں سے نہیں ہوتی۔ (۴۰) مسلمانوں کے دماغوں میں طاقت اور قوت ہے، لیکن نخوت اور غرور نہیں اس کے برعکس اسلامی جذبہ کے تحت خدمت خلق کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے، مگر دیگر اقوام کی طرح نہیں کہ اقلیتوں (غیر مسلموں) سے اغماض کریں اور ان کے حقوق پامال کریں۔ (۴۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت کرتے ہوئے پاکستان کے قیام کی تائید و حمایت کی۔

- ☆ ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت کا تعلق
- ☆ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کا راستہ
- ☆ ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانی
- ☆ دار الحرب سے ہجرت

- ☆ پاکستان کی اقتصادیات
- ☆ پاکستانی صوبوں کی زرخیزی
- ☆ پاکستان کی صنعت وتجارت

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مندرجہ بالا نکات اس لیے پیش کیے تھے کہ مسلمانانِ ہندوستان اس بات پر غور کریں اور برِصغیر میں ایک آزاد مسلم بااختیار حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں اپنے اختلافات کو ختم کردیں اور پاکستان کے قیام میں اپنی پوری توانائیاں صرف کریں۔ (۴۲)

دوسری جنگِ عظیم اور علمائے ہند کی سیاسی جدوجہد:

دوسری جنگِ عظیم کا باقاعدہ آغاز ۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء(۴۳) میں ہوگیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ برِصغیر کی سیاسی جدوجہد میں باِستثناء چند علماء کے، علماء دیوبند کے علاوہ دیگر علماء کا سیاسی کردار زیادہ نمایاں نظر نہیں آتا ہے۔ وہ اس کے فرنگی محل میں مولانا عبدالباری فرنگیؒ (۴۴) تھے اور مولانا عبدالحامد بدایونیؒ (۱۸۹۸ء-۱۹۷۰ء)(۴۵) کا مسلم لیگ کے ساتھ اشتراک، جنگ آزادی کے آخری ایام میں جذباتی طور پر دہاں جاتا ہے۔ مولانا محمد علی جوہرؒ(۱۸۷۸ء-۱۹۳۱ء)(۴۶) اور مولانا محمد شوکت علیؒ(۴۷) سیاست ہند میں نمایاں طور پر حصہ لے رہے تھے، مگر یہ دونوں افراد مارچ ۱۳۵۹ھ-۱۹۴۰ء کے قراردادِ لاہور سے قبل ہی ربِ حقیقی سے مل چکے تھے۔ (۴۸)

برِصغیر کی سیاسی جنگ آزادی میں جن علماء کا کردار نمایاں اور پیش پیش رہا، ان میں مسلک شاہ ولی اللہؒ(۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء)(۴۹) سے وابستہ افراد سیّد احمد شہیدؒ(تحریک مجاہدین)(۵۰) کی تحریک سے منسلک اور متاثر افراد نیز علماء بہار، علماء دہلی اور علماء دیوبند قابل ذکر ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران پاکستان کی تائید وحمایت میں مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء)(۵۱) کا نام سب سے سرفہرست نظر آتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اگرچہ براہِ راست سیاست میں حصہ لینا پسند نہیں کیا حالانکہ اوائل عمر میں کچھ عرصہ کے لیے آپ شیخ الہند مولانا محمد حسنؒ کی قائم کردہ ''جمعیت الانصار'' میں ضرور شریک رہے، لیکن سیاسی مسائل پر مولانا واضح اور غیر مبہم رائے کے حامل تھے، جس کا اظہار وہ محل وموقع کے لحاظ سے گاہِ بگاہے کرتے رہتے تھے۔ تحریکِ خلافت اور جمعیت العلمائے ہند کی تشکیل کے بعد برِصغیر کی سیاست میں علماء کا سیاسی کردار عملی طور پر سامنے آتا ہے۔ (۵۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حق وصداقت اور صبر واستقلال کے پیکر تھے تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ نے جفاکشی، محنت، ہمت اور صبر وتحمل کا جو شاندار مظاہرہ کیا وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے اس عمل میں کس قدر خلوص کا جذبہ کارفرما تھا قتل کی دھمکی کے باوجود تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے لیے آپ نے خود کو وقف کردیا۔ (۵۳)

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا نظریۂ سیاست:

مولانا اشرف علی تھانویؒ کو کانگریس اور ان کے ساتھی ہم خیال علماء کے طریقہ کار سے اختلاف تھا، لیکن مولانا اشرف علی تھانویؒ موصوف موجودہ حکومت سے گلوخلاصی اور "دارالسلام" کے قیام میں ہمیشہ کانگریسیوں سے بھی آگے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مقصد واضح اور غیر مبہم تھا، وہ یہ کہ حکومت وقت سے مخالفت اس لیے تھی کہ وہ کافرانہ ہے اور آپ تخیل پاکستان اور اسلامی نظام کے مؤید و حامی تھے۔(۵۴) مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو، قائداعظم محمد علی جناح کی تبلیغی و دینی تربیت اور مجوزہ پاکستان کے تصور کو اسلامی نہج پر ڈالنے کے لیے جدوجہد سعی کی اور جمعیت علمائے ہند کی مخالفت کے باوجود آپ مسلم لیگ اور مجوزہ پاکستان کی حمایت کرتے رہے۔(۵۵) مزید برآں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک بیان دیا جو مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ دسمبر ۲۶ ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء میں بمقام "پٹنہ" صوبہ بہار میں پڑھا گیا، اس میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ "اس وقت مسلمانوں کو اپنی جداگانہ تنظیم کی ضرورت ہے، کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ بات ثابت ہے کہ جو قوم اپنی جداگانہ تنظیم نہیں رکھتی، وہ دوسری قوم میں مدغم اور منجذب ہو کر کالعدم ہو جاتی ہے اور ہندوستان کی سرزمین اس بات کی گواہ ہے کہ باہر سے بے شمار اقوام سرزمینِ ہند میں آئیں لیکن تمام قوموں نے اپنی شناخت کو آخر کار ہندو مذہب میں جذب کر دیا، صرف مسلمان ہی وہ واحد قوم ہے جس نے ایک طویل عرصہ تک نہ صرف ان پر حکمرانی کی بلکہ اپنی شناخت کو بھی ہندوانہ اثرات سے محفوظ رکھا۔(۵۶) مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مزید فرمایا کہ "باخبر حلقے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مسلمانانِ ہندوستان اس وقت جس دور سے گزر رہے ہیں، وہ ان کے لیے مشکلات اور پریشانیوں کا دور ہے، یعنی گاندھیوں کی فلسفہ حیات ان پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس لیے مسلم لیگ کی تنظیم نو میں شریک ہونا چاہیے تاکہ مستقبل میں مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت، زبان و تعلیم وغیرہ کو محفوظ کیا جا سکے۔(۵۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت:

۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات کے بعد جب کانگریس نے چھ صوبوں میں وزارتیں قائم کیں تو مسلم لیگ اور کانگریس میں بڑے پیمانے پر نبرد آزمائی (سیاسی جنگ) شروع ہوئی۔ جمعیت العلماء کے کچھ زعماء کانگریس کی پالیسیوں کے مؤید و حامی تھے کچھ حضرات کانگریس کی تمام پالیسیوں سے متفق نہ تھے، مگر ان کی آواز دبی ہوئی تھی، ایسے نازک موقع پر مسلم لیگ کو جمہور مسلم میں اپنی آواز اور اثر قائم کرنے کے لیے مقتدر اور معروف علماء کی تائید و حمایت کی ضرورت تھی۔ قضا و قدر نے یہ تاریخی رول مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے لیے مخصوص کر دیا تھا اور اس مہم کو سرانجام دینے میں انہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تائید حاصل تھی۔ موصوف نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کو مسلم عوام میں مقبول کرانے میں عظیم

کارنامہ سرانجام دیا۔ (۵۸)

یہ وہ زمانہ تھا جب کم و بیش ہر عالم اور ہر لیڈر ہندو مسلم اتحاد کا زبردست مؤید تھا چنانچہ اس موقع پر مولانا اشرف علی تھانویؒ پہلے شخص تھے جو نظریہ پاکستان کے زبردست حامی تھے اور یہی وہ واحد مرد درویش تھے جو پہلے پہل ہندوستان میں پاکستان کی داغ بیل ڈال رہے تھے اور پاکستان کے لیے زمین ہموار کر رہے تھے جس کی بناء پر آپ کو قتل کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں مگر آپ استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے اور مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے۔ (..۵۹)

۶۵-۱۳۶۴ھ-۴۶-۱۹۴۵ء میں جب مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان اسلامیانِ ہند کے دلوں کی دھڑکن و آواز بن کر پورے برصغیر میں گونج چکا تھا۔ ۱۳۶۴ھ- نومبر ۱۹۴۵ء اور فروری ۱۳۶۵ھ- ۱۹۴۶ء میں بالترتیب مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات متوقع تھے۔ (۶۰) اور اس انتخابات میں کامیابی سے ہی پاکستان کا قیام وابستہ تھا۔ چنانچہ پورے برصغیر میں مسلمانانِ ہندوستان عجیب صورتحال سے دوچار تھے۔ مسلم لیگ جس کی قیادت قائداعظم محمد علی جناح جیسے مدبر سیاستدان کے ہاتھ میں تھی، مسلم لیگ کو انتخابات میں کامیابی کے لیے مسلمانانِ ہندوستان کے ووٹوں کی شدید ضرورت تھی۔ (۶۱)

برصغیر میں ۶۵-۱۳۶۴ھ-۴۶-۱۹۴۵ء کے سال بڑی اہمیت کے حامل تھے، خاص کر مسلمانانِ ہندوستان کے لیے کیونکہ قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اس بات کا واضح اشارہ دیا تھا کہ انتخابات میں کامیابی کی صورت میں ہر حال میں پاکستان قائم ہوگا، چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے رہنما و زعما اس بات کے خواہش مند تھے کہ مذکورہ انتخابات کے موقع پر علمائے دیوبند (۶۲) میں سے کچھ نہ کچھ علماء کو آمادہ کیا جائے جو مسلم لیگ کی انتخابات میں حمایت کریں اور وہ جمعیت العلمائے ہند کے مقابل ہوں۔ (۶۳)

انتخابات میں جمعیت العلمائے ہند سے مقابلہ کرنے کی غرض سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۶۴) اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (: ۶۵) و دیگر علماء کے ذریعے جمعیت العلمائے اسلام کی بنیاد رکھی گئی (۶۶)۔

جمعیت العلمائے اسلام کا پہلا اجلاس ۱۹۴۵ء:

جمعیت العلمائے اسلام کا پہلا اجلاس بتاریخ ۱۳۶۴ھ- ۲۶ تا ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو کلکتہ (۶۷) میں مولانا راغب احسنؒ (۱۹۰۶ء-۱۹۷۵ء)(۶۸) بنگال کی دعوت پر انعقاد پزیر ہوا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بوجہ علالت اس اجلاس میں شرکت نہ کرسکے، لیکن آپ نے اپنی طرف سے ایک دستی پیغام ارسال کیا۔

اس پیغام کے بعد آپ کو کل ہند جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت پیش کی گئی، لیکن آپ ہمیشہ صدارتوں کی ذمے داریوں سے علیحدہ رہے۔ آپ کی مرضی حاصل کیے بغیر ہی جمعیت العلمائے اسلام والوں نے آپ کو صدر منتخب کرلیا تھا۔

جمعیت العلمائے اسلام کے پہلے اجلاس بمقام محمد علی پارک کلکتہ، ۱۳۶۴ھ۔ ۲۶ تا ۲۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

اسلام کا دو قوموں کا نظریہ، اسلامی قومیت کا بحرنا پید کنار مسلم لیگ اور پاکستان پر مجتہدانہ تبصرہ اس طرح واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"سب سے زیادہ اشتعال انگیز جھوٹ یہ ہے کہ دس کروڑ مسلمانانِ ہندوستان کی مستقل قومیت کا انکار کر دیا جائے۔"

میں طویل زمانہ کے غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کو حصولِ پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید و حمایت کرنی چاہیے۔

اگر اس وقت مسلم لیگ انتخابات میں ناکام ہوگئی تو شاید پھر مدت دراز تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اس لیے موجودہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان مسلم لیگ کے مضبوط بازو بنیں۔

قائداعظم محمد علی جناح سیاست حاضرہ کے داؤ پیچ سے مسلمانوں میں سب سے زیادہ واقف ہیں۔ (۶۹)

جمعیت العلمائے اسلام کے رُوحِ رواں مولانا راغب احسنؒ (۷۰) جو کہ "جمعیت العلمائے اسلام" کے بانیوں میں پیش پیش تھے۔ مولانا راغب احسنؒ جمعیت العلمائے اسلام کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"جمعیت العلمائے اسلام کی تاسیس و تنظیم نے سالہا سال کی کوشش و کاوش کے ساتھ ۱۱ جولائی ۱۹۴۵ء کو کلکتہ میں کی تھی جب کہ ۱۳۶۴ھ۔ ۲۶ تا ۲۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کلکتہ میں اس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا تھا اور کلکتہ مسلم لیگ کے روشن ضمیر، بیدار مغز باہمت مخلصین و صادقین نے کل ہند جمعیت العلمائے اسلام کی بنیاد رکھی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو ان کی پیشگی منظوری کے بغیر صدر منتخب کر لیا گیا۔ ۱۳۶۴ھ۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کلکتہ کو روانہ کیا۔ (۷۱)

ڈاکٹر ظفر احمد انصاری (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۹۰ء) جو کہ قائدِ ملت کے سیکریٹری کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ جمعیت علمائے اسلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

۱۳۶۴ھ۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمعیت علمائے اسلام قائم ہوئی، اس سلسلہ میں کلکتہ کے احباب نے پیش قدمی کی اور ہندوستان کے تمام علاقوں کے ان علماء کو باعانت مرکزی مسلم لیگ میں مجتمع کرنے کی کوشش کی گئی، جو مسلم لیگ کے حامی تھے۔ کلکتہ میں جمعیت العلمائے اسلام کا پہلا اجلاس ہوا، اس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کے پانچ سو سے زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ (۷۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے علماء اور مسلم لیگ میں شامل طالب علموں کو قیامِ پاکستان کے لیے جدوجہد کرنے کی ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ جمعیت العلمائے اسلام کے پہلے کانفرنس میں جو چار روز تک کلکتہ کے "محمد

حق پارک'' میں ہوتی رہی۔ جس میں بنگال (۷۳) سے مسلم لیگ کے رہنما خواجہ ناظم الدین (۷۴) اور حسین شہید سہروردی (۷۵) نمائندگی کر رہے تھے، اس کے علاوہ مولانا ظفر احمد انصاریؒ (۷۶)، مولانا آزاد سبحانیؒ (۷۷)، مولانا راغب احسنؒ (۷۸)، مولانا شفیق عثمانیؒ (۷۹)، عبدالجبار واحدی (۸۰) کانفرنس میں شرکت کی جبکہ مولانا متین خطیبؒ (۸۱) اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۸۲) اس کانفرنس میں خصوصی طور پر شریک ہوئے۔

جمعیت العلمائے اسلام کے قیام کا پس منظر و محرکات:

بعض حلقوں کے مطابق جمعیت العلمائے اسلام بنائی اس لیے گئی تھی کہ متحدہ ہندوستان کے وقت علمائے دیوبند تحریک آزادی میں کانگریس کے ہمنوا و ہم خیال تھے، دارالعلوم دیوبند کا مسلم عوام پر کافی اثر تھا، چنانچہ اس اثر کو زائل کرنے کے لیے مسلم لیگ نے ہی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ (۸۳) جیسے جید علماء دیوبند کو سیاست میں متحرک کیا۔

جمعیت العلمائے اسلام کے قیام اور اس کی تشکیل وغرض وغایت کے سلسلے میں تحریک پاکستان کے رہنما اور ''شاہراہ پاکستان'' جیسی کتابوں کے مصنف چوہدری خلیق الزماں (۸۴) فرماتے ہیں:

جمعیت العلمائے اسلام ۱۳۶۵ھ۔ جنوری ۱۹۴۶ء کو کلکتہ میں قائم ہوئی اور اس کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مقرر ہوئے اور اس کے قیام کا سہرا ڈاکٹر ظفر احمد انصاری کے سر ہے، کیونکہ ڈاکٹر ظفر احمد انصاری ۶۵-۱۳۶۴ھ۔ ۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات کے سلسلے میں کمیٹی آف ایکشن کے سیکریٹری تھے اور گزشتہ دو برسوں سے کوششوں میں مصروف تھے کہ ہندوستان میں جمعیت العلمائے ہند کا کوئی جواب پیدا کیا جائے تاکہ دیوبند اور مسلمانوں پر اس کا اثر کسی طرح کم ہو، چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر ظفر احمد انصاری نے کئی بار مولانا طاہر عثمانیؒ سے گفتگو کی۔ آخرکار مولانا طاہر عثمانیؒ کی محنت اور کوششوں سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت کے لیے راضی کرلیا گیا۔ نواب اسمٰعیل خان نے بھی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی صدارت کے اقدام کو پسند کیا۔ (۸۵)

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس کے ماتحت کل ہند جمعیت العلمائے اسلام کے صدر پہلے ہی سے منتخب کرلیے گئے تھے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو صدارت کے قبول کرنے پر باوجود انکار کے مجبور کیا گیا تھا اور یہ کہ کل ہند جمعیت العلمائے اسلام کی بنیاد کلکتہ مسلم لیگ نے رکھی تھی۔ (۸۶)

جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت قبول کرنے کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ذمے داریاں وسیع ہوچکی تھیں، مسلم قوم جو اپنے دین اور دنیاوی امور میں مذہب کے احکام اور روشن دل و دماغ علماء کے فیصلوں کے شدت سے منتظر ہوتے ہیں جو علماء کے پیغام کلکتہ کانفرنس ۱۳۶۵ھ۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے بعد فوج در فوج مسلم لیگ میں شامل ہونا شروع

ہو گئے۔ (۸۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ میں شرکت کرنے اور اس کی تائید میں زبردست فتویٰ شائع کیا، جو اخبار "رہبر" حیدرآباد دکن اور "دہلی" کے اخبارات میں ۱۳۶۴ھ۔ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو شائع ہوا۔ (۸۸)

۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۹ء میں علماء کے وفد نے قائداعظم محمد علی جناح سے دہلی میں ملاقات کی، ان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی شریک تھے، لیکن اس سے ایک عرصہ کے بعد ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء میں آپ مسلم لیگ میں شامل ہوئے، مسلم لیگ کے ۱۹۴۶ء کے اجلاس میں آپ کی زبردست پذیرائی کی گئی۔ ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء ہی میں ۱۳۶۶ھ ۱۱ جون ۱۹۴۶ء کو جمعیت العلمائے اسلام کا دوسرا اجلاس "انجمن حمایت اسلام" دہلی میں ہوا۔ جمعیت العلمائے اسلام کے اس دوسرے جلسے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، فاضل بریلوی کے خلیفہ مولوی محمد برہان الحق جبل پوری اور حسین شہید سہروردی وغیرہ شریک تھے۔ (۸۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایک عرصہ تک سیاست سے کنارہ کش رہنے کے بعد جب تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے میدان عمل میں آئے تو آپ کو اس حمایت سے علیحدہ رکھنے کے لیے درج ذیل علماء کا وفد آپ کے دولت کدہ پر آیا۔

(۱)	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	(۹۰)	صدر جمعیت العلمائے ہند
(۲)	مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	(۹۱)	سابق صدر جمعیت العلمائے ہند
(۳)	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	(۹۲)	ناظم اعلیٰ جمعیت العلمائے ہند
(۴)	مولانا احمد سعید دہلویؒ	(۹۳)	سابق ناظم اعلیٰ جمعیت العلمائے ہند
(۵)	مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ	(۹۴)	
(۶)	مولانا عبدالسبحانؒ	(۹۵)	

گفت و شنید کے اس موقع پر مولوی حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ناظم اعلیٰ جمعیت العلمائے ہند نے یہ الزام لگایا کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جس جمعیت العلمائے اسلام سے وابستہ ہیں، وہ انگریز کی ایما پر بنائی گئی ہے، اس بات کے حقائق و شواہد کے سلسلے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے وعدہ پیش کرنے کا کہا، لیکن اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جو جواب فرمایا وہ یہ ہے۔

"جو روایت آپ نے بیان کی ہے میں نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب ممکن ہے کہ آپ صحیح کہتے ہوں"۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں:

"میں نے جو رائے پاکستان وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے، وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔" (۹۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا موقف یہ تھا کہ ہم نے مولانا آزاد سبحانیؒ یا جمعیت العلمائے اسلام کی وجہ سے مسلم لیگ کی تائید

نہیں کی بلکہ دیانتاً یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیے اور علمائے اُمت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جدوجہد کرنی چاہیے۔

مکالمۃ الصدرین وہ معرکۃ الآراء گفت وشنید ہے جو ۱۳۶۵ھ ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو حالاتِ حاضرہ پر بمقام دیوبند جانشین شیخ الہند امام المفسرین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ صدر کل ہند جمعیت العلمائے اسلام اور وفد اکابر جمعیت العلمائے ہند کے درمیان تین گھنٹے تک جاری رہی، جس سے جمعیت العلمائے ہند اور جمعیت العلمائے اسلام کے رجحانات وخیالات واضح ہوکر ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوگئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس موقع پر فرماتے ہیں:

ذرا اس بات پر بھی توجہ مرکوز کریں کہ انہوں نے کیا کچھ کیا دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چھپاں کیے، جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا، آپ لوگوں نے اس قسم کے حرکت کے تدارک کے لیے کوئی اقدام کیا تھا، آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تمام مدرسین، مہتمم اور مفتی سمیت چند ایک کے علاوہ بلا واسطہ یا بالواسطہ مجھ سے تلمذ رکھتے تھے، دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازے میں پھینکے کہ اگر میری ماں، بہنوں کی نظر پڑ جاتی تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتی۔ کیا آپ میں سے کسی نے کبھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا، بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان حرکات پر خوش ہوتے تھے۔(۹۷)

بعض حلقوں کے مطابق دیوبند ہی میں نہیں طبقہ علماء کا حال ہر جگہ قابلِ رحم حد تک پہنچ چکا ہے، اپنی فوج کو خود اپنے ہاتھوں انہوں نے ضائع کیا اب اگر مذہبی بیساکھیوں کی طرف سے کوئی اقدام خدانخواستہ پیش آیا تو مولویوں سے کوئی پوچھے کہ اپنی کس قوت کا دباؤ ڈال کر ان شرارتوں کا مقابلہ کریں گے، جمعیت العلمائے اسلام کلکتہ نے گو ایک محاذ مولویوں کے لیے قائم کردیا ہے، لیکن عوام ان کے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں، اب ان پر قابو پانا آسان نہیں ہے، افسوس کہ خود اپنے ہاتھوں اپنے پیر پر کلہاڑی ان مولویوں نے چلائی۔ تاہم قدرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کا محافظ رہی ہے، جس نے اس کی حفاظت کی ذمّے داری لی ہے، خدا کا شکر ہے کہ علماء ہمارے وہاں کسی نسل کا نام نہیں مجھے تو کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ تعلیم یافتوں کی تعلیم میں دین کا عنصر شریک کرکے علماء کی قیادت کی باگ قدرت اب تعلیم یافتوں کے سپرد کردے گی۔ آئندہ میدان ''ان شاء اللہ'' محمد علیوں اور اقبالوں کے ہاتھ میں رہے گا۔(۹۸)

جمعیت العلمائے اسلام کے اراکین کا خیال تھا کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ چونکہ جمعیت العلمائے ہند دہلی کے قیام (۱۳۳۷ھ۔ ۱۹۱۹ء۔ ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء)(۹۹) تک اس کے اہل رکن رہے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دیگر اراکین جمعیت العلمائے اور کانگریس کا ان کو تعاون حاصل رہا، لیکن اچانک اور انتخابات کے پیش نظر بر موقع محل ایک متوازی جمعیت یعنی جمعیت العلمائے اسلام کا قیام وقت کا تقاضا اور مصلحت محض آل انڈیا مسلم لیگ کے ایماء پر کیا گیا۔

جمعیت العلمائے ہند کے صدر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے جمعیت العلمائے اسلام کے قیام کے حوالے سے سوال کیا کہ کیا مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پوچھا جا سکتا ہے کہ یہ رائے آپ نے اس وقت زمانہ الیکشن ہی میں کیوں فرمائی۔ تحریک خلافت سے لے کر یعنی ۱۳۳۹ھ۔۱۹۲۱ء سے ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء کی اس پوری چوتھائی صدی تک آپ کی دیانت کو جوش کیوں نہیں آیا، کیا مسلمانوں کی جماعتیں متفرق اور مختلف نہیں رہیں اور کیا آپ کے موجودہ اعلان حق سے بہت قبل لیگ نے پاکستان اور ایک پلیٹ فارم کا اعلان نہیں کر دیا تھا اور آپ اس اعلان سے دو تین سال بعد تک مسلم لیگ سے دور بلکہ نفور رہے اور جمعیت العلمائے ہند کے مسلک ہی کے ساتھ وابستہ رہے حتیٰ کہ جمعیت العلمائے اسلام میں پیغام پہنچنے سے قبل مولانا آزاد سبحانیؒ نے جب دیوبند آ کر بالمشافہ گفتگو کی تو آپ نے ان تمام اسلامی ضروریات کے موجود ہونے کے باوجود جس سے بے چین ہو کر آپ نے مسلم لیگ کی حمایت اب شروع کی ہے، مولانا آزاد سبحانیؒ کو نا اُمید نہ کیا تو اب نہ معلوم وہ کون سا داعیہ ہے جس نے اچانک علامہ پر یہ الہام کر دیا۔(۱۰۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جمعیت العلمائے ہند سے کب علیحدہ ہوئے، اس بارے میں مولانا سعید الدین بہاریؒ کے نام ایک خط میں جو ۸ نومبر ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۵ء کو تحریر کیا گیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

میں کچھ مدت سے جمعیت العلمائے ہند دہلی سے علیحدہ ہو چکا ہوں اور سہارن پور سیشن جو کہ ۱۳۶۴ھ ۳ تا ۷ مئی ۱۹۴۵ء میں منعقد ہوا کے بعد ادھر سے جو رکنیت کی دعوت دی گئی تھی، میں نے واضح طور پر جواب دے دیا ہے کہ میں اب اس کا کارکن بننا پسند نہیں کرتا۔‘‘(۱۰۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں تاخیر سے کمر بستہ ہوئے کیونکہ وہ کانگریس کی پالیسیوں سے متفق نہ تھے۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے آپ پر بے جا تنقید کی، مولانا لیکن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ میں جو کہ ۱۳۶۴ھ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء تا ۱۳۶۵ھ۔ ۲ جنوری ۱۹۴۶ء منعقد ہوا تھا، آپ نے ایک نشست کی صدارت کرتے ہوئے مسلم لیگ کی معاونت میں تاخیر سے قدم اٹھانے کا اعتراف کیا، جیسا کہ آپ نے اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد فرمایا:

میں خود ایک مدت دراز تک اسی کشمکش و پیچ میں رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاص تاخیر سے میں نے مسلم لیگ کی حمایت میں قدم اٹھایا، میں نے اپنی قدرت کی حد تک مسئلہ کی نوعیت پر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں غور و فکر کیا، اللہ سے دعائیں کیں اور استخارے کیے، آخرکار ایک چیز میرے اطمینان اور شرح صدر کا سبب بنی اور وہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (۱۰۲) کی ایک تصریح ہے، جو ان کی کتاب ’’السیر الکبیر‘‘ میں موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کا سارا مدار انہیں امام محمد کی تصنیفات پر ہے۔ (۱۰۳)

علمی حلقوں کے نزدیک مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خطبہ صدارت مسلم لیگ میرٹھ کانفرنس کا پڑھا ہوا وہ دستاویزی ثبوت

ہے، جس سے مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلافات کا واضح تعین ہوتا ہے، اسی خطبہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اصل بنیادی اختلاف مسلم لیگ اور کانگریس میں یہ ہے کہ کانگریس کی ساری جڑ (بنیاد) قومیت متحدہ پر قائم ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ ہندو مسلمان ایک قوم ہیں اور پورے ہند کی مخلوط حکومت میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے ایسے نظام حکومت میں جہاں ہر چیز کا فیصلہ محض رائے شماری سے ہوتا ہے تو دس کروڑ مسلمانوں کو اقلیت کی وجہ سے ہمیشہ اور ہر جگہ ان کے رحم وکرم پر رہنا ہوگا۔ (۱۰۴)

دو قومی نظریہ علامہ عثمانیؒ کی نظر میں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دو قومی نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مسلم لیگ کہتی ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ مستقل قومیں ہیں اور پیدائش کے وقت سے مرنے کے بعد تک ان کا نام، ان کے کام، ان کے عقائد، اعمال، عبادات، نکاح وطلاق، رہن سہن کے طریقے، غذائیں، تاریخی روایات، ہیرو، جذبات، تجہیز وتکفین، وراثت کے قاعدے، غرض جملہ معاملات میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمانوں میں سے بڑے سے بڑا صاف ستھرا، پاک نفس، پاک باطن، عالم، متقی اگر اپنی انگلی ہندو کے اس برتن کو لگا دے، جسے کتے چاٹ رہے ہوں تو ہندو اسے مٹی اور گوبر سے مانجھ کر صاف کرتا ہے اور اس چھوت چھات کے دور کرنے کی ادنیٰ ترین کوشش بھی ان کا وہ لیڈر نہیں کرتا جو اچھوت اقوام کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔

چنانچہ اب مسلم لیگ کا کہنا یہ ہے کہ جب دو قومیں جدا جدا ہیں تو آزادی ان میں سے ہر ایک کا حق ہے ان میں سے ایک ہمیشہ دوسرے کے رحم وکرم پر کیوں رہے خصوصاً وہ غیور قوم جس نے اس دوسری قوم پر آٹھ سو برس تک حکومت بھی کی ہے اور آج بھی وہ زمین کے ایک بہت بڑے حصے پر حکمراں ہیں۔

تحریک آزادی ہند کی سیاسی فضا عجائبات سے پر تھی ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ وہ لوگ جو خود کو موحد اور مسلمان کہتے تھے، ان کی ہمدردیاں کفار ومشرکین کے ساتھ تھیں اور جن مسلمانوں کو یہ لوگ کافر ومشرک اور بدعتی تصور کرتے تھے وہ ہمیشہ کفار ومشرکین ہند سے الگ رہے فطری طور پر مسلمانوں کو مسلمان کا خیر خواہ ہونا چاہیے اور کافر ومشرک کو کافر ومشرک کا خیر خواہ، مگر ہندوستان کی سرزمین پر یہ عجوبہ بھی دیکھا گیا کہ اسلام کے دعویداروں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا جو ان سے روٹھے وہ ہمیشہ کے لیے چھوٹے بلکہ مردود اور مغضوب ٹھہرے گویا کفار ومشرکین کی امداد واعانت اسلام کا نشان ٹھہری۔ (معاذ اللہ)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دو قومی نظریہ کی وضاحت کے بعد مزید آگے فرماتے ہیں:

اب جو مسلم اشخاص یا مسلم جماعتیں ہندو اور مسلمان کو ایک کہتے اور سارے ملک کی ایک مخلوط حکومت چاہتے ہیں وہ

سب کانگریس کے ساتھ شامل ہیں، ان کو ووٹ دینا فی الحقیقت کانگریس ہی کو ووٹ دینا ہوگا، ان کے مقابل جو ان کو دو مستقل قومیں مانتا ہے اور دونوں کی الگ الگ آزاد حکومت چاہتا ہے، وہ مسلم لیگ کی طرف رہے گا۔ آگے اس کا فیصلہ ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ آدمی یہاں کے آپس کے معاملات کو دیکھ کر خود کر سکتا ہے کہ یہ سب ایک قوم ہیں یا دو اور بیک وقت مکمل آزادی دونوں قوموں کا حق ہے نا صرف ایک قوم کا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ میرٹھ کے مسلم لیگ کے جلسہ میں فرماتے ہیں:

”ہماری جنگ شخصیتوں کی جنگ نہیں اصول کی جنگ ہے، مسلم لیگ کی مخالف مسلم جماعتیں ہندو اکثریت کی آلہ کار ہیں، متحدہ قومیت کے علمبرداروں کو ووٹ دینا ہندو کانگریس کو ووٹ دینا ہے۔“(۱۰۵)

کانگریسی اور قوم پرست مسلمانوں کے اعتراضات کا جواب:

کانگریسی اور نیشنلسٹ قوم پرست مسلمانوں کے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

”ایک ایسی ہی بات اور سوچنے کی ہے پاکستان یعنی مسلم قوم کی حصہ رسدی و آزادی پر جس قدر اعتراضات قوم پرست مسلمان کر رہے ہیں، وہ سب ان سے پہلے ہندوؤں کے اخباروں اور لیڈروں نے کیے ہیں، جن میں سے اکثر کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان سے صرف مسلم قوم کا نقصان ہے ہندوؤں کو کچھ ضرر نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ اپنے ضمیر کی آواز سے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجیے کہ کیا واقعی آپ کے نزدیک ہندوؤں کو اس قدر بے قراری اور اضطراب اور درد اس کا ہے کہ گو ہمارا تو فائدہ ہے، لیکن پاکستان بننے میں بیچارے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ جائے گا۔ ہم اپنے فائدے کے مقابلے میں مسلمانوں کا نقصان برداشت کریں، اسی لیے تو ہم لاکھوں روپیہ ان جماعتوں کی مدد پر خرچ کر رہے ہیں جو پاکستان کی مخالف ہیں۔“(۱۰۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے خطبہ کے آخر میں فرماتے ہیں:

بطور اتمام حجت یہ ”مقتضائے الدین النصیحہ“ یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے انتباہ کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے کیے ہوئے امیدوار کو ہرگز کامیاب نہ بنائیں، نیز وہ مسلم جماعتیں جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہیں یا جو مسلم افراد اس نازک گھڑی میں بھی کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔

ان تمام صاف اور کھلی ہوئی باتوں کو سمجھ کر بھی اگر کوئی شخص مسلم لیگ کے مخالف کو ووٹ دیتا ہے تو وہ خود اپنے اور اپنی قوم کے آخری انجام کو سوچ لے اور آخرت کی جوابدہی کی بھی فکر کرے کہ اس نے جان بوجھ کر اپنی قوم کو نقصان پہنچایا اور اسے کفار کی نگاہوں میں رسوا اور ذلیل کیا۔ میں ان تمام ووٹ دینے والوں کو جو میرا مشورہ چاہتے ہیں پوری بصیرت اور

غور وفکر کے بعد یہی مشورہ دوں گا کہ وہ بحالت موجودہ صرف مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں اور اس کے خلاف کسی شخصیت اور کسی تعلق کی پرواہ نہ کریں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ کو دعائیہ کلمات سے پہلے موقع کی مناسبت سے اس شعر پر ختم کرتے ہیں:

"گو دعویٰ تقویٰ نہیں درگاہ خدا میں
بت جس سے ہوں خوش ایسا گنہگار نہیں ہوں"(۱۰۷)

کہا جاتا ہے کہ تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے اور اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے میرٹھ کی کانفرنس میں جہاں ہندوستان کے طول وعرض سے مشاہیر تشریف لائے تھے، وہاں اسٹیج پر مقامی علماء ومشائخ بھی تھے، کانفرنس کے صدر مجلس استقبالیہ علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادریؒ تھے۔ علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادریؒ نے جو خطبہ میرٹھ کانفرنس میں پڑھا تھا، جس سے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی پر روشنی پڑتی ہے اور تحریک کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، تحریک پاکستان کے واقعات میں شامل اس کو تحریر میں لانا زیادہ اہم تصور کیا جاتا ہے۔

سرزمین میرٹھ اپنے علماء وصوفیا اور ارباب روحانیت ومردان جانباز کی جو صدیوں سے امتیاز رکھتی ہے، اس کی تفصیل کے بغیر میں اس مکمل تحریک آزادی کی طرف اشارہ کروں گا، جس کو بعد میں انگریزی حکومت اور اس کے ہوا خواہوں نے غدر ۱۲۷۴ھ۔ ۱۸۵۷ء (۱۰۸) کے نام سے پکارنا شروع کیا، لیکن حقیقت میں تحریک آخری بادشاہ ہی کی بے کسی کو ختم کرنے اور بڑھتے ہوئے انگریزوں کے اقتدار کا مقابلہ کرنے کے لیے تھی، یہ تحریک میرٹھ چھاؤنی سے شروع ہوئی اور آزادی کا نعرہ اس صوبہ میں سب سے پہلے میرٹھ ہی کے مسلمانوں نے بلند کیا۔ اس کے بعد علماء ومشائخ کی ایک بڑی جماعت برطانوی استبداد کے خلاف برابر آواز بلند کرتی رہی، یہاں تک کہ تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) شروع ہوئی تو میرٹھ صوبے کے تمام اضلاع مغربی میں پیش پیش تھا اور پھر چند روز کے بعد اضلاع مغربی کا مرکز بھی شہر قرار پایا، چنانچہ جب تحریکِ خلافت وترکِ موالات کی مکمل تاریخ لکھی جائے گی تو ہمارے شہر کے بہت سے مجاہدین ملت کے نام سنہرے حروف میں نظر آئیں گے پھر تحریک مسلم لیگ کے سلسلہ میں میرٹھ نے جس جوش وایثار کا ثبوت دیا، وہ اظہر من الشمس ہے اور سینٹرل اسمبلی کے انتخابات نے تو حال ہی میں یعنی ۱۳۶۴ھ۔ نومبر ۱۹۴۵ء کے مرکزی الیکشن یہ ثابت کردیا کہ میرٹھ کے مسلمانوں میں وہ جذبہ اب بھی موجود ہے جو غدر ۱۲۷۴ھ۔ ۱۸۵۷ء میں کارفرما تھا۔

چنانچہ ہندوستان کے ایک بڑے حصہ کو آزاد کرانے اور اسلامی قوانین کے زیرنگیں لانے کے عزم کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے ہم اس تاریخی شہر میں جمع ہوئے ہیں۔ برادرانِ ملت ہندوستان کے ایک بڑے حصے کو اسلامی قوانین کے زیرنگیں لانے کی کوشش ہی کا نام تحریک پاکستان ہے۔ لفظ پاکستان سنتے ہی بدنصیبی سے مسلمانوں کی بھی ایک مختصر سی جماعت متحدہ ہندوستان کا نعرہ لگاتی ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت پر لمبے لمبے وعظ کہنے لگتی ہے، ہاں ہاں ہندو مسلم اتحاد

ضروری ہے، لیکن یہ اس اتحاد کے فریضہ کو ہمارے ذمے عائد کرنے والے کبھی یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہم نے ہندوؤں سے اتحاد کر کے کیا پایا اور اس ہندو مسلم اتحاد کا جو ردِ عمل ہوا کیا اس کو فراموش کر دیا گیا۔

آج جب کہ ہر ہندو جس طرح "رام راج" کا خواب دیکھ رہا ہے اور ملتِ اسلامیہ کو حرفِ غلط کی طرح مٹانا چاہتا ہے تو کیا اس کی ضرورت نہ تھی کہ پیشِ نظر یہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، جس میں ہندوستان بھر کے جید علماء و مشائخ موجود ہیں، ہمیں اس عظمتِ رفتہ کو واپس لانا ہے جو اس سرزمین ہند میں کھوئی جا چکی ہے، ہم خدا کے قوانین جاری کرنے کے لیے ایسی آزاد فضا چاہتے ہیں کہ جہاں اسلامی حکومت کی بغاوت و غداری کا شائبہ بھی نہ پایا جائے، ہم نے اس سرزمین ہند میں غلامی کی زنجیروں میں مقید ہونے کی وجہ سے اپنی مساجد کو اجڑتے ہوئے دیکھا، اذانوں پر حکومت کی پابندیاں برداشت کیں، فریضہ قربانی ادا کرنے میں مشرکین ہند کو سنگ راہ پایا۔ ناموس شریعت مصطفیٰ ﷺ پر صبر آزما حملے دیکھے اگر ہماری یہ بے کسی و بے بسی صرف ان صوبوں میں ہوتی کہ جہاں ہماری اقلیت ہے تو شاید زیادہ موجب تکلیف نہ ہوتی، لیکن جن صوبوں میں ہماری اکثریت ہے وہاں بھی یہ مظالم ڈھائے گئے، نظر برآں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے یہ طے کیا کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں اپنی تمام تمدنی، معاشرتی اور مذہبی خصوصیات کے ساتھ آزاد حکومت کریں جس کو آپ اسلامی حکومت سے تسلیم کیجیے یا پاکستان کا نام دیجیے، مجھے اس موقع پر یہ بھی کہنے دیجیے کہ پاکستانی غیر مسلم اقلیتوں کا تحفظ مسلمان حکومت کا پہلا فریضہ ہوگا، جس کی بے شمار مثالیں ہیں، مسلمان اپنے عہد حکومت میں پیش کر چکے ہیں۔(۱۰۹)

سابقہ زمانہ میں کانگریس اور مسلمان ساتھ ساتھ (مسلمان اور ہندو) آزادی کی خاطر شیر و شکر ایک ساتھ چل رہے تھے، لیکن اب کانگریس مسلمانوں کے مطالبہ آزادی پر کیوں چراغ پا ہے، اس حوالے سے مولانا عارف شاہ قادری میرٹھ خطبہ کے آخر میں فرماتے ہیں:

"مسلمانوں نے ۱۳۳۸ـ۳۹ھ ـ ۱۹۲۰ـ۲۱ء میں اسی آزادی کی خاطر مشرکین ہند کا وہ ساتھ دیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ ہماری مسجدوں کے منبروں پر گاندھی اور شردھانند کو بٹھایا گیا، قرآن پاک و رامائن کو ایک ڈولہ میں رکھ کر نکالا گیا، مشرکین کی موت پر سوگ منایا گیا، ذبیحہ گاؤ بند کرنے کے مشورے دیے گئے، ہندوؤں کی خوشنودی کو (معاذ اللہ) رضائے الٰہی سے تعبیر کیا گیا۔ ہماری مسجدوں کے سامنے باجے بجائے گئے، فریضہ قربانی کو روکنے کے لیے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی، قرآن کریم کی توہین کی گئی، حضور سرکار محمد ﷺ کی توہین، تنقیص شان کی گئی، یہی نہیں بلکہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں جاری کی گئیں یہ سب کچھ اس لیے ظہور میں آیا کہ مطالبہ آزادی کو کچلا جائے اور ہندوستان میں برطانوی سامراج قائم کرنے کے لیے کانگریس اپنا حق نمک خواری ادا کرے۔

۱۳۳۹ھ ـ ۱۹۲۱ء میں تحریکِ آزادی کی فضا نے نہ صرف شملہ اور دہلی بلکہ قصر بکنگھم میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا، لیکن اس

وقت کے وائسرائے ہندوؤں کی ذہنیت سے واقف تھے۔ پنڈت مدن موہن مالویہ (۱۱۰) کو بلا کر تحریکِ آزادی کو ختم کرنے کی دعوت دی چنانچہ پنڈت مدن موہن مالویہ گاندھی (۱۸۶۲ء-۱۹۴۵ء) کو ساتھ لے کر وائسرائے ہند سے ملے، مسلمانوں نے گاندھی سے شملہ (۱۱۱) کی رازدارانہ گفتگو معلوم کرنا چاہی تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ پرائیویٹ معاملہ تھا، پنڈت مدن موہن مالویہ کے اصرار پر ادھر وائسرائے نے ایک راجہ سے سفارش کرکے دو لاکھ روپے شدھی کے لیے دلا دیا کہ ہندو مسلم اتحاد ختم ہو جائے۔ یہ وہ تمام باتیں اور واقعات ہیں جن کی بناء پر مسلمان لیڈر کانگریس سے علیحدہ ہوئے اور ہمارے لیے ایک علیحدہ خطہ زمین کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں اور اب مسلمانانِ ہندوستان پاکستان کے سوا کسی دوسری چیز کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔

مسلم لیگ کی میرٹھ کانفرنس سے چند روز قبل ۱۳۶۴ھ۔ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۵ء کو دیوبند کے ایک عظیم الشان اجتماع میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر کو عزم شہادت قرار دیا گیا، ان کے بارے میں کہا گیا کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہر اعتبار سے یگانہ اور فرد فرید ہیں اور ہندوستان کے چند گنے چنے خطیبوں اور واعظوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا شمار ہوتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”ایک عرصے سے عافیت نشین تھا اور میری طویل علالت وخرابیٔ صحت کا اقتضا بھی یہی تھا، لیکن آج ملتِ اسلامیہ ایسی جدوجہد سے دوچار ہے، اس کے نتائج وعواقب اس قدر اہم ہیں، جو مجھے اس بیماری کی حالت میں بھی سیاست میں کھینچ لائے۔ تحریکِ خلافت کے بعد سے میں سیاست سے کنارہ کش ہوں، لیکن عرصہ دراز کی کاوشوں اور غور وخوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر حصولِ پاکستان کے لیے میرے خون کی ضرورت ہو تو میں اس راہ میں اپنا خون دینا باعثِ افتخار سمجھوں گا اور اس سے ہرگز دریغ نہ کروں گا اس ملک وملتِ اسلامیہ کا وجود وبقا اور مسلمانوں کی باعزت زندگی قیامِ پاکستان سے وابستہ ہے، میں اپنی زندگی کو کامیاب سمجھوں گا، اگر اس مقصد کے حصول میں کام آجاؤں۔ (۱۱۲)

جمعیت العلمائے اسلام پنجاب سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خطاب:

جمعیت العلمائے اسلام پنجاب شاخ کی پہلی صوبائی تین روزہ کانفرنس ۱۳۶۵ھ۔ مورخہ ۲۵ تا ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء بمقام لاہور (۱۱۳) منعقد ہوئی۔ لاہور کانفرنس کا موضوع تھا۔

”ہمارا پاکستان“:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کانفرنس میں تفصیلی خطبہ دیا، کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کی نظامت اعلیٰ کے فرائض عبدالکریم چوہدری اور قلعہ گجر سنگھ لاہور نے سرانجام دیئے۔ پنجاب کی اس کانفرنس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان کے

تمام پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ کیا اور مخالفین پاکستان کے سوالوں کو احسن طور پر دلیل کے ساتھ رد کیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کانفرنس میں مسلم لیگ کی پالیسی کی پُرزور حمایت و تائید کی۔ کانفرنس میں پنجاب کے علماء و مشائخ مع متوسلین و معتقدین اور متبعین کثیر تعداد میں شریک تھے۔ پاکستان کے قیام کا مطالبہ جمہور مسلمانوں کا تھا، اس لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا:

”یاد رکھیے، مسلمان اب بیدار ہو چکا ہے، اس لیے اس نے اپنی منزل مقصود معلوم کر لی ہے اور اپنا نصب العین خوب سمجھ لیا ہے، وہ اس راستے میں جان و مال نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا، خوش قسمتی سے بہت سے علماء امت اور اکثر مشائخ طریقت نے مذہبی نقطۂ نظر سے پاکستان کی حمایت و تائید کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ اپنے پیروؤں کو برابر یہ تلقین کر رہے ہیں کہ پاکستان اور مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی انتہائی سعی کریں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں، کیوں کہ اس وقت یہ مسلمانانِ ہندوستان کی موت و حیات کا مسئلہ ہے۔“ (۱۱۴)

دو قومی یا دو ملی نظریہ جس کے اوّلین داعی خود نبی کریم ﷺ ہیں، جنھوں نے روئے زمین پر بسنے والوں کو دو حصوں اور دو ملتوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک ملتِ اسلام اور دوسری ملتِ کفر۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ میں مسلمانوں کے دو قومی نظریہ (نظریہ حیات) کے خلاف کی جانے والی سعی کو اپنی ملی خودکشی کے مترادف قرار دیتے ہوئے انتباہ کیا کہ:

”اندریں حالات اگر ہم قومیت متحدہ ہندیہ کے برخور غلط اور خطرناک نظریہ کے لیے اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط ثبت کر دیں تو یہ آئندہ نسلوں سے غداری، اپنی تاریخ سے صریح ظلم اور انسانیت کے خلاف گناہِ عظیم ہوگا۔ (۱۱۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ:

”کیا کوئی حساس مسلمان اپنی خوشی سے یہ منظور کر سکتا ہے کہ دس کروڑ فرزندانِ اسلام انگریز کی جگہ ہندو کے غلام بن کر رہیں یا انگریز و ہندو کی ڈبل غلامی کو ہمیشہ کے لیے قبول کر لیں۔“

۱۳۳۸ـ۳۹ھ ـ ۱۹۲۰ـ۲۱ء کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جس ماحول کا مشاہدہ کیا، اس کا تقاضا تھا کہ وہ ابتدائی مرحلہ میں ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوشش میں شریک ہوں، وہ جمعیت العلمائے ہند میں شریک ہوئے اور جمعیت کے جھنڈے تلے ہندو مسلم اتحاد کے لیے بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ ۱۳۳۸ھ۔ نومبر ۱۹۲۰ء میں جمعیت العلمائے ہند دہلی کے سالانہ اجلاس میں پڑھا جانے والا ان کا خطبہ ”ترکِ موالات“ ان ہی کوششوں کا حصہ تھا، لیکن رفتہ رفتہ جب انہوں نے ہندو کے ہندی مزاج اور مسلمانانِ ہندوستان کے ”اسلامی مزاج“ کو سمجھا تو اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کی اور کانگریسی مزاج سے متنفر ہو کر اسلامی زعما ہند کے طفیل ”اسلامی مزاج“ کے اور قریب آئے تو اسلامی فکر کا وہ دھارا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ (۱۱۶)، شاہ ولی اللہ (۱۱۷) اور دوسرے علماء حقانین سے منتقل ہو کر اسلامیانِ ہند تک پہنچا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے فکر و شعور میں سرایت کر گیا تو وہ ایک قومی نظریہ کے مخالف ہو گئے۔ اندازِ فکر کے اس انقلاب کے بعد ایشیائے کوچک میں اسلام کی بقاء

اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہوگئے۔ انہوں نے اس عظیم مقصد کے لیے ہر خاص و عام کو بڑی دل سوزی کے ساتھ دعوت دی۔ یہاں تک کہ "اعلاء کلمۃ الحق" کی پاداش میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے دیوبندی ساتھیوں کے غصہ کا نشانہ بنے رہے، جس کا ثبوت ان کا وہ مکالمہ ہے، جو انہوں نے دیوبندی علماء سے کیا، اسی لیے مسلم لیگ کے حلقہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی پزیرائی کی یہ شان صرف اس لیے بنی کہ وہ اپنے قافلہ سے تنہا کٹ کر ادھر آئے تھے۔(۱۱۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کیا، جس سے تحریکِ قیامِ پاکستان کے دوران میں جہاں ان کی زبردست پزیرائی ہوئی، وہیں دوسری طرف مذکورہ نظریاتی تبدیلی کو ان کی تنگ نظری، غداری، ملک دشمنی اور ملت دشمنی پر محمول کیا گیا، لیکن حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ نصف صدی سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ان لوگوں نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس "جرم" قیامِ پاکستان کی بات کو آج تک معاف نہیں کیا۔

اس دور کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"شاطرانِ بساطِ حکومت اس سے کب تک غافل ہوسکتے تھے، وہ بھی اس کو توڑنے کے لیے نئے نئے جال بچھاتے رہے، بہادر مسلمانوں کی سادہ دلی اور عیار ہندوؤں کی تنگ نظری کی ذہنیت کو وہ خوب سمجھتے تھے، آخر کبھی شدھی کبھی سنگھٹن اور کبھی نہرو رپورٹ جیسی افتراق انگیز اور اشتعال آمیز تحریکات اور تجاویز سے یہاں کے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا، دریائے سیاست کے یہ مدوجزر برابر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے جاری رہے تا آنکہ ۱۳۵۴ھ۔ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت انتخابات ۱۳۵۵ھ۔ ۱۹۳۷ء کے بعد ہندوستان میں وزارتیں بن گئیں، گویا اب ہندو کو موقع ہاتھ آگیا کہ وہ اپنے صوبوں میں اپنی خود غرضی، تنگ نظری اور اپنی ناپاک خواہشات اور عزائم کا زور اور قوت سے مظاہرہ کرے۔(۱۱۹)

۶۵۔۱۳۶۴ھ۔۴۶۔۱۹۴۵ء کا سال برصغیر کی سیاسی زندگی میں انقلاب کا پیغام لے کر طلوع ہوچکا تھا۔ ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء کے مرکزی الیکشن میں مسلم لیگ نے واضح کامیابی حاصل کرلی تھی اور اس کے مسلم لیگ ارکان زیادہ تر نشستوں پر کامیابی حاصل کر چکے تھے۔(۱۲۰)

مرکزی الیکشن کے بعد ۱۳۶۵ھ فروری ۱۹۴۶ء کو صوبائی اسمبلی کے الیکشن ہونا باقی تھے، چنانچہ اس موقع پر قائدین مسلم لیگ، قائداعظم محمد علی جناح بشمول مسلم لیگ کے حمایت یافتہ علماء دیوبند جن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ سرفہرست نظر آتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ کو کامیابی سے ہم کنار کرانے، قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دینے اور قیام پاکستان کے حقائق و مضمرات کو بڑے واضح اور مدلل انداز میں مسلمانانِ ہندوستان کے سامنے بیان کیا۔ اسی سلسلے میں جمعیت العلمائے اسلام کی عظیم الشان صوبائی کانفرنس پنجاب کے شہر لاہور میں ۱۳۶۴ھ۔ ۲۵ جنوری تا ۲۷ جنوری ۱۹۴۵ء کو منعقد ہوئی تھی۔(۱۲۱)

خطبہ صدارت جو مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ منعقدہ دسمبر ۱۹۴۵ء میں پڑھا گیا

از

مولانا شبیر احمد عثمانی

خطبہ صدارت میرٹھ کانفرنس:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدالمرسلین و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین۝

برادرانِ اسلام اور قابلِ احترام قائدین مسلم لیگ۔

آپ حضرات نے اس کانفرنس کی صدارت مجھے تفویض فرمائی، میں اس کا اہل نہ تھا، بہرحال اس قدر افزائی کا شکر گزار ہوں، ممکن تھا کہ اگر مجھے زیادہ وقت اور مشاغل کثیرہ سے فرصت کا موقع ملتا تو کوئی بسیط خطبہ تیار کر لیتا، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری قوم کچھ زیادہ وضاحت و بلاغت کی بھوکی نہیں، وہ ایک ایسے دور سے گزر رہی ہے جبکہ تھوڑا سا وقت بھی ضائع کیے بدون اس کو اصل مقصد اور اس کے متعلقات سے سیدھے سادے الفاظ میں آگاہ کر دیا جائے۔ بنابریں میں طویل تمہیدات اور رسمی شکریوں میں جانے کی بجائے محض اصل مقصد اور اس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ میری ان چند سطور کو جو بہت عجلت میں اختصار کے ساتھ لکھی گئی ہیں، اگر آپ نے توجہ سے سنا اور سن کر کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ گئے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت بیکار نہیں گئی اور علالت اور مجبوری کے باوجود جو سفر میں نے بادل ناخواستہ اختیار کیا، اس کا پھل مجھے مل گیا، مجھے آپ کے ہاں نہ کوئی منصب چاہیے نہ تحسین وآفرین کے نعرے ایک اور صرف ایک ہی چیز مجھے مطلوب ہے کہ مسلم قوم وقت کی نزاکت اور سامنے آنے والے مسائل کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لے اور جو رکاوٹیں راستے میں حائل ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے اور جس چیز کو حق وصواب سمجھ لے اس کی حمایت میں جان و دل سے سرگرم ہو جائے۔

اب میں اس تاریخی مقام سے جہاں سے ۸۸ برس پہلے ایک غیر منظم فوجی انقلاب کی تحریک اٹھی تھی، آج ایک منظم اور آئینی انقلاب کی طرف آپ کو دعوت دیتا ہوں، اُمید ہے کہ آپ اس کو غور سے سنیں گے۔ (۱۲۲)

۱۳۶۴ھ۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو لارڈ ویول (وائسرائے ہند) نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں جلد مرکزی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوں گے اور پھر دستور ساز اسمبلی اور آزادی کا کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔ شملہ کانفرنس ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء کی ناکامی کے بعد ہندو لیڈران کا اشتعال بہت زیادہ ہو چکا تھا کیوں کہ مسلمانوں کے خلاف انہوں نے لارڈ ویول سے مل کر گہری

سازش کرنا چاہی تھی، وہ قائداعظم محمد علی جناح کے سیاسی تدبر کی وجہ سے ناکام رہی۔ (۱۴۳)

مسلم لیگ نے ۱۳۶۱ھ-۱۹۴۲ء اور ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء کے درمیان قبولیت عامہ کے درجات میں جو حیرت انگیز ترقی کی اس کی داستان ابھی ضبط تحریر میں آنی باقی ہے۔ ۱۳۶۶ھ-۱۹۴۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کا کارنامہ بہت معمولی تھا مگر ہندو صوبوں میں کانگریس راج کے اثر سے مسلمانوں کو خطرے کا احساس ہوگیا تھا، مسلمانوں میں نہرو نے رابطہ عوام کی جو مہم جاری کی تھی اس کے زیر اثر مسلم عوام کا سیاسی شعور بہت بڑھ گیا تھا، قائداعظم محمد علی جناح نے کانگریس کی غلطیوں اور اس کے غلط اندازوں کو بڑی ہوشیاری سے مسلم مفاد کے لیے استعمال کیا تھا اور کانگریسی عقل وفہم کی مہم کی ہر خطا کو مسلم لیگ کی ایک سیاسی فتح میں بدل دیا تھا۔ (۱۴۴)

مرکزی انتخابات کی کامیابی اور مستقبل کے لائحہ عمل کی تیاری:

مولانا شبیر احمد عثمانؒ نے اپنے خطبہ میرٹھ میں مسلم لیگ کی مرکزی اسمبلی میں کامیابی پر سجدہ شکر ادا کرنے اور آئندہ مستقبل کے لائحہ عمل کی تیاری کے حوالے سے فرماتے ہیں:

مرکزی اسمبلی کے انتخابات (۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء) میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے مسلم لیگ کو جو بے مثال کامیابی عطا فرمائی، سب سے پہلے بارگاہ رب العزت میں اس پر شکر ادا کرنے اور اس کی تسبیح وتحمید اور استغفار میں مشغول رہنے کی ضرورت ہے، خداوند قدوس کی نصرت و اعانت سے اس عدیم النظیر کامیابی نے مخالفوں کے حوصلے پست کر دیے اور لیگ کے حامیوں کی ہمتیں بڑھا دیں، مگر صوبہ جاتی الیکشن ابھی باقی ہے، جو پہلے سے کہیں زیادہ طویل وعریض اور سخت جدوجہد، جانفشانی اور تندہی کا محتاج ہے۔ مبادا کامیابی ادھوری رہ جائے، اس لیے چند الفاظ صوبائی الیکشن کے ووٹروں کی خدمت میں بطور مشورہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

موجودہ الیکشن میں جو نمائندے جائیں گے، مستقل دستور بنانے میں ان ہی کا دخل ہوگا، اس لیے ووٹ ڈالنے والوں کو قرابت، پارٹی، لالچ، دوستی، تلمذ، پیری مُریدی اور عقیدت وغیرہ کے تمام تعلقات سے قطع نظر کر کے اپنی عظیم ذمے داری کو اچھی طرح محسوس کر لینی چاہیے، آج شخصیتوں کی جنگ نہیں اصول کی جنگ ہے، اگر صحیح اصول پر نظر کر کے کسی قابل آدمی کو آپ نے ووٹ دیا تو آپ بحسن اسلوب اپنے فرض سے سبکدوش ہوگئے، اس کے برخلاف اگر آپ بنیادی اصول کو عملاً نظر انداز کر کے دوسری زائد بحثوں میں الجھ گئے تو جو عظیم نقصان ایسا بے اصول طریقہ اختیار کرنے سے آئندہ قوم کو پہنچے گا، اس کی تمام تر ذمے داری آپ کے سر پر رہے گی اور آپ ہی اس کے بارے میں مسئول و ماخوذ ہوں گے۔

صورتحال یہ ہے کہ اصل مقابلہ لیگ کا کانگریس سے ہے، دوسری مسلم جماعتوں سے نہیں، لیکن کانگریس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو جماعت یا شخص مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا، کانگریس اس کی حمایت اور امداد کرے گی، اس لیے مسلم

لیگ قدرتی طور پر کانگریس کے ساتھ اس کی امدادی یا معاون جماعتوں اور اشخاص کا مقابلہ کرنے پر بھی مجبور ہوگی، کیونکہ یہ جماعتیں اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہیں وہ فی الحقیقت ہندو اکثریت کے مطلب کی باتیں ہیں، جو ان کی زبانوں سے ادا ہوتی ہیں جدوجہد، محنت و مشقت اور دوڑ دھوپ ان کی ہے اور اس کا میٹھا پھل آخر کار اسی ہندو قوم کو ملنے والا ہے، گویا بقول اکبر الہ آبادی (۱۲۵) ان کی زبان اس طرح گویا ہے:

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات اُن کی
انہی کی محفل سجا رہا ہوں
چراغ میرا ہے رات اُن کی

◆

سنے جو اس کو اسے تردد
جو اس کو دیکھے اسے تحیر
ہماری نیکی اور ان کی برکت
عمل ہمارا نجات ان کی(۱۲۶)

بعض روایتوں کے مطابق یہ حقیقت تھی کہ جب کبھی بھی کانگریس اکثریت میں تھی اور جہاں کہیں اس کو اپنا مفاد نظر آیا اس نے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کیا۔ کانگریس کا مطالبہ دراصل ایک ضد تھا اپنی پارٹی کو چھوڑ دیجئے اپنے پروگرام اور پالیسی کو داغ دھبہ سے بچانے کے لیے مسلم لیگ کو ختم کریں بالکل آغاز ہی میں جب کانگریس کو معمولی سا اختیار اور ذمے داری دی گئی تو اکثریتی گروہ نے واضح طور پر اپنا رجحان ظاہر کردیا کہ ہندو کے مفادات کے لیے کوشاں رہنا ہے۔ (۱۲۷)

قائداعظم محمد علی جناح شملہ کانفرنس میں ایک مدبر اور صاحب کردار سیاست داں کے طور پر ابھرے۔ قائداعظم محمد علی جناح مسلمانان ہندوستان کا سیاسی مقدمہ بڑی دلیری اور بصیرت سے لڑ رہے تھے مسلم لیگ ایک نہایت ہی منظم جماعت کے طور پر ہندوستان کے مسلمانوں میں اپنی جگہ بناتی جارہی تھی الیکشن ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء کے اعلان ہوتے ہی پورے ہندوستان میں ایک سیاسی زلزلہ آگیا۔ کانگریس نے پوری کوشش کی کہ جو جماعتیں اور گروہ مسلم لیگ کا ساتھ دے رہے ہیں ان میں انتشار پیدا کیا جائے، قائداعظم محمد علی جناح نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ان انتخابات کی اہمیت سے آشنا کرایا اور انتہائی عزم و استقلال سے انتخابات کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ (۱۲۸)

قائداعظم محمد علی جناح نے متذبذب مسلمانوں کو اپنی جماعت مسلم لیگ کی طرف کھینچنے کے لیے ہندوستان کے چپے

چپے کا دورہ شروع کیا آپ نے اتحاد قائم کرنے، اختلافات کو دور کرنے، عزم و اعتماد کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے اور ایک متحدہ قوم کی حیثیت سے کھڑے ہوجانے کی شدید ضرورت پر زور دیا۔ آپ نے کہا ”وقت کا ایک اٹل مطالبہ یہ ہے کہ نہ صرف اپنی قومی نوعیت کو بلکہ اپنے قومی دعوے کو بھی ثابت کرو“ آپ نے تمام غیر لیگی مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ اس نازک وقت میں مسلم لیگ میں شریک ہوجائیں۔ (۱۲۹)

مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلافات کی وجہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اختلافات کی نشان دہی اور اس کی وجوہات کو اپنے خطبہ میرٹھ میں اس تناظر میں بیان کیا:

بنیادی اختلاف مسلم لیگ اور کانگریس میں یہ ہے کہ کانگریس کی ساری جڑ بنیاد قومیت متحدہ پر قائم ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ ہندو مسلمان ایک قوم ہیں اور پورے ہند کی خطوط حکومت میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے ایسے نظامِ حکومت میں جہاں ہر چیز کا فیصلہ محض رائے شماری سے ہوتا ہو تو دس کروڑ مسلمانوں کو اقلیت کی وجہ سے ہمیشہ اور ہر جگہ ان کے ساتھ رحم و کرم پر رہنا ہوگا۔

مسلم لیگ کہتی ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ اور مستقل قومیں ہیں اور پیدائش کے وقت سے مرنے کے بعد تک ان کا نام، ان کے کام، ان کے عقائد، اعمال عبادات، نکاح و طلاق، رہن سہن کے طریقے، غذائیں، تاریخی روایات، ہیرو، جذبات، تجہیز و تکفین، وراثت کے قاعدے غرض جملہ معاملات میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں حتیٰ کہ مسلمانوں میں سے بڑے سے بڑا صاف ستھرا، پاک نفس، پاک وطن، عالم، متقی اگر اپنی انگلی ہندو کے برتن کو لگا دے جسے کتے چاٹ رہے ہوں تو ہندو اسے مٹی اور گوبر سے مانجھ کر صاف کرتا ہے اور اس چھوت چھات کو دور کرنے کی ادنیٰ کوشش بھی ان کا لیڈر نہیں کرتا، جو اچھوت اقوام کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔

اب مسلم لیگ کا کہنا یہ ہے کہ جب دو قومیں (ہندو مسلم) جدا جدا ہیں تو آزادی ان میں سے ہر ایک کا حق ہے، ان میں سے ایک ہمیشہ دوسرے کے رحم و کرم پر کیوں رہے، خصوصاً وہ غیور قوم جس نے اس دوسری قوم پر (۷۱۲ء۔ ۱۸۵۷ء) حکومت بھی کی ہے اور آج بھی وہ زمین کے ایک بہت بڑے حصہ پر حکمران ہے۔

اس لیے ہم کم از کم یہ چاہتے ہیں کہ آج کل کے اصول کے موافق جن صوبوں میں جس قوم کی اکثریت ہو وہاں اس کی آزاد حکومت ہو پھر دونوں آزاد قومیں عہد و پیمان اور مضبوط قول و قرار کے ذریعے اس طرح سارے ملک کو خوشحال اور پُر امن بنائیں اور ہر تیسری قوم کو یہاں سے دفع کریں، جس طرح دنیا کی دو چھوٹی بڑی آزاد سلطنتیں آپس میں معاہدہ کر کے اپنی بہتری کی کوشش اور اپنے مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرتی ہیں، ادھر اپنی قوم کے افراد میں جو خرابیاں پائی جائیں اپنی

قوی طاقت اور اچھی تدبیروں سے ان کی اصلاح کرتے رہیں، یہ نہ کریں کہ آپ اپنے بھائیوں سے خفا ہو کر دوسری قوم کی گود میں جا بیٹھیں کہ یہ چیز غیرت ایمانی اور شرافت انسانی دونوں کے خلاف اور اپنی قوم کے لیے سخت ضرر رساں ہے۔(۱۳۰)

پروفیسر سعید احمد، اپنی کتاب ''مولانا اشرف علی تھانویؒ اور تحریک آزادی'' میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک بیان نقل کیا ہے ''میں نے جو اعلان کیا مسلم لیگ کی حمایت کی ہے مگر صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں قابل اصلاح ہیں، ہاں مسلم لیگ نسبتاً کانگریس سے اچھی اور بہت اچھی ہے لہٰذا اس میں اصلاح اور درستی کی نیت سے شامل ہونا چاہیے، میں کانگریس کو اندھے کے مشابہ سمجھتا ہوں اور مسلم لیگ کو کانے کے مشابہ، ظاہر ہے کہ اندھے پر کانے کو ترجیح ہوگی۔(۱۳۱)

ہندو مسلم متحدہ قومیت کے نظریہ کی وضاحت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ میرٹھ میں ہندو مسلم کو ایک قوم کہنے والے اشخاص کے نظریہ کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

''اب جو مسلم اشخاص یا مسلم جماعتیں ہندو اور مسلمان کو ایک قوم کہتے اور سارے ملک کی ایک مخلوط حکومت چاہتے ہیں، وہ سب کانگریس کے ساتھ ملحق ہیں، ان کو ووٹ دینا فی الحقیقت کانگریس ہی کو ووٹ دینا ہوگا، ان کے مقابل جو ان کو دو مستقل قومیں مانتا ہے اور دونوں کی الگ الگ آزاد حکومت چاہتا ہے، وہ لیگ کی طرف رہے گا، آگے اس کا فیصلہ ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ آدمی یہاں کے آپس کے معاملات کو دیکھ کر خود کر سکتا ہے کہ یہ سب ایک قوم ہیں یا دو اور بیک وقت مکمل آزادی دونوں قوموں کا حق ہے یا صرف ایک کا۔

عجیب تر بات یہ ہے کہ ہندوستان کے موجودہ وائسرائے لارڈ ویول (۱۳۲) نے بھی جو برطانوی تاج اور برطانوی حکومت کا سب سے بڑا نمائندہ ہے، اوّل ۱۳۶۳ھ۔ ۱۷ فروری ۱۹۴۴ء کو سینٹرل لیجسلیچر میں اس کے بعد کہ'' ۱۳۶۳ھ۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء کو بمقام کلکتہ اجلاس ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس میں پھر ۱۳۶۴ھ۔ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو بموقع دربار راولپنڈی اپنی دوران تقریر میں یہ اشارات کیے ہیں کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور کوئی بڑا عمل جراحی اس پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مرکز حکومت ایک ہی رہنا چاہیے، نیز ان سے پہلے وائسرائے لارڈ لنلتھگو (۱۳۳) نے ۱۳۶۱ھ۔ ۷ دسمبر ۱۹۴۲ء ''آل انڈیا ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس'' منعقدہ کلکتہ میں یہی بات اجمالاً کہی تھی، گویا اس وقت صورتحال یہ ہوئی کہ کانگریس وائسرائے اور کانگریس کی حامی جماعتیں سب ایک طرف وحدانی حکومت کی حامل ہیں، مسلم لیگ تنہا ان سب کے اجتماعی نظریہ کے بالمقابل کھڑی ہے، کیا ان حالات میں آپ پسند کریں گے کہ مسلم لیگ کے خلاف ووٹ دے کر کانگریس کی

صراحتوں اور حکومت برطانیہ کے سب سے بڑے نمائندے کے اشاروں کی تائید وحمایت کریں۔

ایک ایسی ہی بات اور سوچنے کی ہے پاکستان (یعنی مسلم قوم کی حصہ آزادی) پر جس قدر اعتراضات قوم پرست مسلمان کر رہے ہیں، وہ سب ان سے پہلے ہندوؤں کے اخباروں اور لیڈروں نے کیے ہیں، جن میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ پاکستان سے صرف مسلم قوم کا نقصان ہے، ہندوؤں کو کچھ ضرر نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں (اپنے ضمیر کی آواز سے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجیے) کہ کیا واقعی آپ کے نزدیک ہندوؤں کو اس قدر بے قراری اور اضطراب اور درد اس کا ہے کہ گویا ہمارا تو فائدہ ہے، لیکن پاکستان بننے میں بیچارے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ جائے گا، ہم اپنے فائدے کے مقابلے میں مسلمانوں کا نقصان برداشت کریں، اسی لیے ہم لاکھوں روپیہ ان جماعتوں کی مدد پر خرچ کر رہے ہیں، جو پاکستان کے مخالف ہیں، اگر چہ اس خرچہ کا نتیجہ اب تک یہی ہوا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہی ہوگا۔(۱۳۴)

ہندو قوم اور کانگریس اپنی اکثریت کے نشہ میں چور تھی مغربی جمہوریت کی آڑ لے کر وہ دس کروڑ باشندوں (مسلمانوں) کے قومی وجود کو ہندوستان کی تاریخ سے ہمیشہ کے لیے خارج کر دینا چاہتی تھی وہ مسلم تہذیب وتمدن، رسوم وعقائد، زبان ولباس، مذہب وقومیت تک کو نیست و نابود کر دینے کے لیے کمر بستہ تھی مسلمانوں کی ہر امتیازی خصوصیت ”برہمن ازم“ کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹک رہی تھی ہندو تاج برطانیہ کے زیر سایہ ہر شعبہ زندگی میں منظم ہو چکے تھے اب صرف جمہوریت کے نام پر مسلمانوں کو غلام بنانے کا ”پاسپورٹ“ انہیں حکومت برطانیہ سے حاصل کرنا تھا۔(۱۳۵)

مسلم لیگ کے حق میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ خطبہ میرٹھ میں اپنی مسلم لیگ کی حمایت میں شمولیت کے حوالے سے ملتِ اسلامیانِ ہند کو باور کراتے ہوئے فرمایا:

”إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ“(سورۃ انفال: آیت ۳۶) (۱۳۶)

ترجمہ: ”کافر لوگ اپنے مال اللہ کے راستہ سے روکنے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں تو ضرور وہ مال و دولت خرچ کریں گے پھر ان کو حسرت ہوگی پھر ہاریں گے۔“

ان تمام انصاف اور کھلی ہوئی باتوں کو سمجھ کر بھی اگر کوئی شخص مسلم لیگ کے مخالف ووٹ دیتا ہے تو وہ خود اپنے اور اپنی قوم کا انجام سوچ لے اور آخرت کی جواب دہی کی بھی فکر کرے کہ اس نے جان بوجھ کر اپنی قوم کو نقصان پہنچایا اور اسے کفار کی نظروں میں ذلیل اور رسوا کیا بناء علیہ میں ان تمام ووٹ دینے والوں کو جو میرا مشورہ چاہتے ہیں، پوری بصیرت سے اور غور وفکر کے بعد یہی مشورہ دوں گا کہ وہ بحالتِ موجودہ صرف اور صرف مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ اور اس کے

خلاف کسی شخصیت اور کسی تعلق کی پروانہ کریں۔

یہاں ایک خلش (چبھن، کھٹک) باقی رہ جاتی ہے، جو عموماً مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور پیدا کرائی جاتی ہے اور پیدا ہونی بھی چاہیے، کیونکہ اس کا منشاء خالص دین اور محض جذبہ اسلامیت ہے۔ مسلمان ہر چیز کو برداشت کرسکتا ہے، لیکن وہ کتنا ہی گنہگار ہو یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا کہ دینِ اسلام کو کوئی نقصان پہنچتا دیکھے یا ایسے لوگوں کی تائید کرے جن سے دین کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بہرحال جمہور اہلِ اسلام کا دینی جذبہ کبھی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ دہریوں، بے دینوں، مرتدوں اور باطل پرست فرقوں یا اعلانیہ احکامِ دینیہ سے بے پرواہی برتنے والوں کی ہمت افزائی کریں یا ان کی بے دینی میں مدد کریں۔

مسلم لیگ کا دروازہ چونکہ ہر مدعیٔ اسلام کے لیے کھلا ہوا ہے اور اس میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہوگئے ہیں، جو فی الحقیقت مذکورہ بالا گروہوں میں سے بعض کے ساتھ وابستہ ہیں، اس لیے بہت سے دین دار مسلمان اس میں کشادہ دلی کے ساتھ شامل ہونے سے پرہیز کرتے ہیں، بلاشبہ یہ ایک سچا دینی جذبہ ہے، جو نہایت قابلِ قدر ہے اور میں خود ایک مدت دراز تک اسی کشش و پیچ (حیران و پریشان) میں مبتلا رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاصی تاخیر سے میں نے مسلم لیگ کی حمایت میں قدم اٹھایا۔

میں نے اپنی قدرت کی حد تک مسئلہ کی نوعیت پر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں غور و فکر کیا۔ اللہ سے دعائیں اور استخارے کیے، بالآخر ایک چیز میرے اطمینان اور شرح صدر کا سبب بنی اور وہ حضرت امام محمد بن حنبلؒ اور حسن شیبانیؒ کی ایک تصریح ہے، جو ان کی کتاب ''السیر الکبیر'' میں موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کا سارا مدار انہیں امام احمدؒ کی تصنیفات پر ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ خوارج فرقہ کے باطل نظریات کو رد کرتے ہوئے خطبہ میرٹھ میں فرماتے ہیں:

اس تصریح کے سننے سے قبل میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ جو کثیر التعداد باطل فرقے زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنے والے اور اس کا کلمہ پڑھنے والے ہیں، ان میں خوارج ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس سے بکی اور کھلی کھلی حدیثیں کسی دوسرے فرقے کے بارے میں نہیں آئیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ اس فرقہ کی نسبت کیسے کیسے صاف ارشادات رسول کریم ﷺ کے صحیح بخاری اور ''صحیح مسلم'' وغیرہ میں موجود ہیں، جن میں سے چند الفاظ یہاں نقل کرتا ہوں۔ ان روایات کے حوالے سے فتح الباری اور فتح الملہم میں دیکھ لیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ لئن ادرکتھم لا قتلنھم قتل عاد وفی روایۃ ثمود''

ترجمہ:۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کا جسم چھید کر صاف نکل جاتا ہے اور فرمایا اگر میں نے ان کو پایا تو عاد و ثمود کی طرح ان کا استیصال کروں گا، ''شر الخلق'' اور وہ بدترین خلائق ہیں اور ابغض الخلق الی

اللہ تعالیٰ وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہیں اور ”قد کان ھٰؤلاء مسلمین فصاروا کفارا“ پہلے یہ مسلمان تھے پھر کافر ہو گئے۔

”تم ان کو جہاں پاؤ قتل کردو۔“

اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان کسی ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو، وہ کافر ہے، اس کی جان و مال سب حلال ہیں۔ خیال کیجیے آج اس عقیدہ کے موافق کتنے آدمی مسلمان باقی رہیں گے۔

علامہ ابن عابدین ان کے حالات میں کہتے ہیں:

"یستحلون دماء المسلمین اموالهم ویکفرون الصحابة"

”وہ مسلمانوں کے خون اور ان کے اموال کو حلال سمجھتے ہیں اور صحابہ (حضرت علیؓ وغیرہ) کو کافر سمجھتے ہیں۔ اب خیال فرمائیے کہ ایسے فرقے سے کسی بھی طرح کے تعلقات رکھنا یا ان کی مدد کر کے ان کی شوکت بڑھانا، کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

ان تمام امور کے باوجود حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ ”اگر ان خوارج کی جنگ مشرکین بُت پرستوں کی ساتھ ہو جائے تو اہلِ حق مسلمانوں کو کچھ مضائقہ نہیں کہ ان کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں، کیونکہ وہ اس وقت کفر (صریح) کے فتنہ کو دفع کرنے اور نقش اسلام کو ظاہر کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں۔“ یعنی چونکہ کلمہ گو ہیں اور اس وقت مشرکین کے مقابلہ میں کلمہ کو بلند کرنا ان کا مقصد ہے، خواہ وہ فی الحقیقت وہ کتنے ہی اس سے ہٹے ہوئے ہوں، اس لیے کھلم کھلا کلمہ اسلام سے انکار کرنے والوں کے مقابلہ پر ان کا لڑنا محض اسلام کے نام اور اس کے کلمہ پر لڑنا ہے، لہٰذا ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔

غور کیجیے کہ خوارج کو یہ امداد کیا ان کی تقویت کا سبب نہ بنے گی، مگر دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس وقت ان کا مقابلہ ان لوگوں سے ہے جو نقش اسلام کے نام سے چڑتے ہیں اور کلمہ سے اعلانیہ بیزار ہیں۔ (۱۳۷)

قائداعظم محمد علی جناح کے مضبوط موقف اور سیاسی دور اندیشی کا نتیجہ تھا کہ مسلم عوام نے مسلم لیگ کو اپنے بھرپور اعتماد سے نوازا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے ”ویول پلان“ کو مسترد کر کے اپنی سیاسی قوت کا بھرپور انداز میں دفاع کیا برصغیر کی جدوجہد آزادی میں قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے تدبر اور سیاسی بصیرت سے ہندو اور انگریزوں کی سازش کو ناکام بنایا۔ برصغیر کی آزادی کی جدوجہد ایک ایسے مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں اسے دبانا ممکن نہیں تھا۔ (۱۳۸)

ہندوستان کی کانگریسی حکومت دعویٰ تو یہ کرتی تھی کہ خود لادینی ہے البتہ دوسرے ادیان کو پنپنے کے پورے مواقع حاصل ہیں مگر عمل اس کا یہ تھا کہ حکومت کے تمام ادارے ہندو رسوم و رواج اور ہندو تہذیب و ثقافت کو فروغ دیتے تھے اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ بھی ان رسوم و رواج کا احترام کریں اور ان میں شرکت کریں ان تمام اقدامات کی براہ راست زد مذہب اسلام پر، اسلامی تہذیب پر اور مسلمانوں پر پڑتی تھی، اس لیے مسلمانوں کے

اندر اضطراب کا پیدا ہونا اور حکومت کے ان اقدامات کی مخالفت کرنا ایک فطری اور منطقی عمل تھا۔ (۱۳۹)

اس حقیقت میں تو کوئی شک نہیں تھا کہ انگریز کانگریس کے نکتہ نظر کو ہمیشہ اولیت اور اہمیت دیتا رہا اور اسی جذبے کے تحت اس وقت کے حکام نے بھی کانگریس کے ہم خیال ہونے کا عملی ثبوت دیا۔ وائسرائے اور دیگر حکومتی سربراہوں نے اس بات کا اشارہ دیا کہ ہندوستان میں ایک واحد حکومت قائم ہونا بے حد ضروری ہے اور ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا کسی طور پر بھی جائز نہیں۔ (۱۴۰)

مسلم لیگ کے نزدیک ۱۰ کروڑ ہندوستانی مسلمان اقلیت کے مسئلے کا حل پاکستان تھا جب کہ بعض حلقوں کے مطابق ''احرار'' کا اس سے سیاسی اختلاف تھا، ان کے نزدیک یہ حل ہی نہ تھا، وہ کہتے تھے کہ اس طرح ۲۵ فیصد مسلمان جو ہندوستان میں رہ جائیں گے ایک طاقت ور ہندو ذہن کا شکار ہوں گے اور جو پاکستان میں آئیں گے ان کو بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ (۱۴۱)

مسلم لیگ بمقابلہ کفار و مشرکین:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ میرٹھ میں مسلم لیگ کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا:

اتفاق سے آج ہندوستان میں مسلم لیگ کا مقابلہ کفار و مشرکین سے ہے اور مسلم لیگ میں شریک ہونے والے کلمہ گو مدعی اسلام ہیں جو مسلمانوں کے قومی استقلال، سیاسی اقتدار، نفس کلمہ، اسلام کے اعلاء اور ملت اسلامیہ کو من حیث المجموع، مضبوط، طاقتور اور سربلند کرنے کے لیے ایک آئینی جنگ ان کفار اور مشرکین کے مقابلہ پر کر رہے ہیں پھر مسلم لیگ میں شامل ہونے والے بے شمار آدمیوں میں ان چند باطل پرستوں کی تعداد اہلِ حق کی نسبت عشر عشیر بھی نہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلم لیگ اس کا فتویٰ دے رہی ہے کہ وہ کل آدمی جو مسلم لیگ میں شامل ہوں، فی الواقع اور عنداللہ بھی مومن یا مسلم ہیں؟ اس نے اپنے دستور میں اعلان کر دیا ہے کہ ہماری مراد مسلم کے لفظ سے صرف اس قدر ہے کہ اس میں شریک ہونے والا اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کا کلمہ پڑھتا ہو، کیونکہ مسلم لیگ کوئی مفتیوں کی جماعت نہیں۔ علماء کے فتویٰ اپنی جگہ پر قائم رہیں گے صرف کلمہ گویوں کے مقابلے میں قدر توسیع کی گئی ہے گو واقعتا اس قدر توسیع بھی مستحق نہ ہو، تاہم مسلم لیگ سے کنارہ کشی کے لیے یہ عذر نہیں بن سکتا۔ اب اس کے بعد تمام علماء کا یہ کام ہے کہ وہ سب مل کر لیگ میں آئیں جس طرح پہلے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۷ء میں آ چکے تھے اور معقولیت اور اکثریت کے زور سے اس چیز کی اصلاح کریں اور فاسد عناصر سے اس کو پاک کرنے کی متفقہ کوشش عمل میں لائیں۔ نہ یہ کہ مسلم لیگ سے خفا ہو کر دشمن کے کیمپ میں شامل ہو جائیں، اگر آپ کو تمام علماء مع اپنے متبعین کے ادھر آ جائیں تو سب کا متفقہ مطالبہ یہاں کی ہمسایہ اقوام کو بھی ماننا پڑے گا اور اس طرح تمام ہندوستان مل کر آپ کے معاہدات کے تحت بیرونی طاقت کی غلامی سے تھوڑے سے وقت

میں بآسانی نجات حاصل کرسکیں گے۔

بعض سیاسی تجزیہ نگاروں کے مطابق مسلم لیگ کے موجودہ رہنما اور قائدین جو غلطیاں علمائے اسلام کے نزدیک دین سے بے خبری یا لاپرواہی کی بناء پر کرچکے ہیں یا کر رہے ہیں، ان کے تدارک کی بھی واحد صورت یہی ہوسکتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنا اثر رسوخ لیگ میں بڑھائیں میں یقین رکھتا ہوں کہ "عامۃ المسلمین" اور بہت سے اونچے طبقے کے حضرات کی طاقت ایسی اصلاحی آواز کی پوری قوت کے ساتھ تائید کرے گی۔ (۱۴۲)

عبوری حکومت کا قیام:

جب مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرانے اور حکومت کو راہِ راست پر لانے کے لیے "راست اقدام" کیا جائے، چنانچہ اس مقصد کے لیے ۱۳۶۵ھ ۱۶راگست ۱۹۴۶ء کا دن اور تاریخ مقرر کردیا گیا۔ ۱۳۶۵ھ۔ دسمبر ۱۹۴۶ء کو کانگریسی وزراء نے پنڈت نہرو کی قیادت میں عبوری حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ (۱۴۳)

کانگریس زیادہ عرصہ اپنے موقف پر قائم نہ رہ سکی وہ اپنی مرضی سے اس نظریے سے متفق ہوتی جارہی تھی کہ مسلم لیگ واقعی مسلم ہندوستان کی نمائندہ جماعت ہے اور پاکستان کا منصوبہ عوام کی حمایت پر مبنی ہے اور مسلمانوں سے معاہدہ آئندہ ترقی کے لیے ضروری ہے لیکن مسلمانوں سے سمجھوتہ نیم دلی کے ساتھ کیا جارہا تھا۔ (۱۴۴)

ملتِ اسلامیہ کے نازک ترین حالات پر علامہ عثمانیؒ کا موقف:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے خطبہ میرٹھ میں ملتِ اسلامیہ کے نازک ترین دور کے حوالے سے اپنے خیالات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مسلم قوم کی تنظیم نصب العین کی وحدت ہندی مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال اور ان کی مرکزیت کو مضبوط بنانے کے لیے آپ حضرات نے جو خدمات جلیلہ انجام دیں وہ یقیناً لائق تبریک و تحسین ہیں۔

ہر فرد مسلم جسے اس نازک ترین دور میں ملت کی اجتماعی ضروریات کا صحیح احساس ہے، آپ کے لیے جذبات امتنان اپنے قلب میں موجزن پاتا ہے، اس کے ساتھ اس نازک موقع پر جبکہ نواب محمد اسمٰعیل خاں صدر مجلس آل انڈیا مسلم لیگ علمائے ربانیین سے لیگ کی دستگیری اور حمایت کی پُرزور اپیل کر رہے ہیں، چند اہم امور کی طرف بروقت آپ کی توجہ منعطف کرانا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ علمائے کرام کی ایک معتدبہ جماعت نے خصوصاً جمعیت العلمائے اسلام کے اصل مطمح نظر کو تقویت پہنچانے کے لیے جو آواز بلند کی ہے، اس کا مقصد نہ آپ کو خوش کرنا ہے اور نہ محض لیگ کے بڑھتے ہوئے اقتدار میں حصہ دار بننے کے لیے اس کے ساتھ اپنے دامن کو وابستہ کردینا ہے۔

ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک صحیح اصول کی تائید وحمایت شخصیات سے بے نیاز ہوکر مناسب حد تک کی جائے، مسلم

لیگ کامیاب ہو یا نہ ہو، بلکہ فرض کر لیجیے کہ وہ خود کل اس مسلک کو چھوڑ دے، جسے اس نے آج اختیار کر رکھا ہے، تب بھی انشاء اللہ یہ نہ ہوگا کہ جس چیز کو ہم صحیح سمجھتے ہیں اسے غلط کہنے لگیں۔

حق کہنے والے کو اکیلا رہ جانے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ احادیث صحیح میں ہے کہ بعض انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن ایسے آئیں گے جن کا اتباع کرنے والے صرف ایک یا دو آدمی ہوں گے بلکہ بعض وہ ہوں گے جن کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ ہوگا۔

کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ معاذ اللہ حق پر نہ تھے۔ بہرحال آپ کو یقین رکھنا چاہیے کہ ہم حق کی محض حق کے لیے حق سمجھ کر تائید کر رہے ہیں، جس سے بڑی غرض و غایت یہ ہے کہ اگر مسلم لیگ کو اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے کامیابی عطا فرما دے اور پاکستان قائم ہو جائے تو آپ اور قائدین لیگ اپنے حسب ذیل مشہور اعلانات کے صدق دل سے پابند رہیں۔

عیدالفطر کے موقع پر "قائداعظم محمد علی جناح" کے خطبہ کی وضاحت:

مولانا شبیر احمد عثمانی نے قائداعظم محمد علی جناح کے ۱۳۵۷ھ۔ نومبر ۱۹۳۹ء میں عیدالفطر کے موقع پر بمبئی کے مسلمانوں کے نام پیغام عید کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

مسلم لیگ کے سب سے بڑے قائد محمد علی جناح نے ۱۳۵۷ھ۔ نومبر ۱۹۳۸ء عیدالفطر کے موقع پر بمبئی کے مسلمانوں کو اس طرح مخاطب فرمایا تھا۔

"مسلمانوں، ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے، ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کراچی کے موقع پر انہوں نے ہزارہا مسلمانوں کی موجودگی میں نہایت تاکید سے فرمایا تھا:

"قرآن حکیم تمام مسلم قوم کی پشت پناہ، ملجا و ماویٰ اور قومی کشتی کا کھیون ہار ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ قرآن پاک کو بغور پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور تعلیمات قرآنی کو سب سے مقدم سمجھیں۔ (۱۴۵)

شملہ کانفرنس (۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء) کی ناکامی کے بعد بہت سے وہ لوگ جو اب تک مسلم لیگ سے لاتعلقی قائم کیے ہوئے تھے یا مسلم لیگ کے مخالف تھے جوق در جوق اس کی صفوں میں داخل ہوتے گئے۔ (۱۴۶) جدوجہد پاکستان کا ایک اور عظیم مظہر "یوم راست" اقدام تھا۔ انگریز اور کانگریس کی ملی بھگت سے برصغیر کی زندگی ایک خطرناک موڑ پر آگئی تھی تمام دستوری جدوجہد بیکار ثابت ہو رہی تھی اور مسلم قوت کو ختم کرنے یا ہندوؤں کی غلامی میں دینے کے منصوبے بن رہے تھے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے راست اقدام کا اعلان کر دیا یہ ایک کھلی جنگ تھی اور دستور پسند جناح کا آخری وار تھا۔ (۱۴۷)

اسی طرح کی نصیحتیں علی گڑھ (۱۴۸)، سیالکوٹ (۱۴۹)، دہلی (۱۵۰)، لاہور (۱۵۱) وغیرہ کے مختلف مقامات پر کیں۔

پھر ستمبر ۱۹۴۵ء کی گزشتہ عید کے موقع پر جو پیغام انہوں نے دیا، وہ بہت ہی مفصل اور مشرح ہے۔ اس کا ایک جملہ یہ تھا:

> ہر مسلمان کا فرض اسلامی ہے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرے، تاکہ احکامِ الٰہی سے واقفیت ہو اور ان پر عمل کرنے سے دینوی معاملات میں خیر و برکت اور آخرت میں نجات حاصل ہو۔

ابھی حال میں نواب زادہ لیاقت علی خان(۱۵۲) جنرل سیکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے بمقام پشاور(۱۵۳) بموجودگی ارکان عہدے داران مجلس عمل اعلان فرمایا۔

> ”پاکستانی علاقوں میں تمام نظام و انتظام حکومت قرآن پاک کے احکام کے اصولوں کے بموجب ہوگا۔“(۱۵۴)

چنانچہ ان اعلانات سے متاثر ہو کر ارباب عبدالغفور خان خلیل مع جملہ افغانان جرگہ سرحد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے، مذکورہ بالا اعلانات کی روشنی میں مجھے کہنے دیجیے کہ قرآن حکیم کی ہدایت احکام پر عمل کرنے کے لیے کچھ قیام پاکستان کی ضرورت نہیں بلکہ سچ پوچھیے تو پاکستان کا ملنا احکام شرعیہ اور تعلیماتِ قرآنیہ پر استقامت کے ہمارے عمل درآمد رکھنے کا ثمرہ ہوگا۔

فرض کیجیے کہ پاکستان ملے یا نہ ملے جلد ملے یا دیر سے ملے، قرآنی احکام تو کسی وقت بھی معطل نہیں ہو سکتے۔ تا بحد استطاعت ہم کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمہ وقت احکامِ اسلام کی پابندی ضروری ہے۔ خصوصاً ارکانِ خمسہ (کلمۂ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کا التزام اور شراب، سود، زنا، قمار، غرض تمام منکرات و فواحش سے اجتناب و احتراز بہر صورت لازم ہے اور ان چیزوں کا لزوم جس قدر ”عامۃ مسلمین“ کے حق میں ہے، اس سے زیادہ موکد علماء اور قائدین کے حق میں سمجھنا چاہیے، کیونکہ ان کے ذاتی افعال و اطوار کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے اور ان کی اصلاح و تقویٰ سے قوم کا مزاج درست ہوتا ہے اور اس طرح پوری قوم حق تعالیٰ کی شان کی نصرت کی حمایت کی مستحق ہو جاتی ہے، پھر خدائے قدوس کی نصرت اگر حاصل ہو جائے تو تمام مخالف غائب و خاسر ہو کر رہ جاتے ہیں۔(۱۵۵)

بعض تاریخی حوالوں کے مطابق مسلمانان ہندوستان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں اسلامی احکام سے انحراف اور اختلال بتدریج آیا ہے بہت سست رفتاری کے ساتھ آیا ہے۔ ملوکیت کے زیر سایہ یہ انحطاط اور زوال صدیوں تک بتدریج بڑھتا رہا۔ مسلم لیگ نے مسلم قومیت کے لیے کھل کر کام شروع کیا اور عوامی سطح پر ”مسلم ملی تشخص“ ایک نعرے کی صورت اختیار کر گیا۔ ظاہر ہے کہ جتنا مسلم انفرادیت پر زور دیا جاتا اتنی ہی کانگریس کے خلاف نفرت پیدا ہوئی اور ہندو ذہنیت بے نقاب ہوئی۔(۱۵۶) دنیا کی بدلتی ہوئی حالت (دوسری جنگ عظیم کے بعد بے شمار ملکوں کی آزادی کا سفر) نے حکومت برطانیہ کو مجبور کر دیا کہ وہ ہندوستان کی تمام بڑی جماعتوں سے گفتگو کرے اور ان کو ایک مضبوط مرکز پر جمع کر دے تاکہ ہندوستان مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے اور بوقت ضرورت برطانیہ کی مدد کرے۔(۱۵۷)

مسلمانوں کی اجتماعی وانفرادی کامیابی کا ذریعہ:

مولانا شبیر احمد عثمانی مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی کامیابی کے راستے کا تعین کرتے ہوئے قرآنی آیات سے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے خطبہ میرٹھ میں فرماتے ہیں:

"إِن يَنصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِيْ يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَىٰ اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُون"(سورۃ آل عمران: آیت ۱۶۰)

ترجمہ:۔ "اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر تم کو ذلیل کرے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے اور اللہ پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔" (۱۵۸)

اکبر الہ آبادی (۱۵۹) نے خوب کہا ہے:

ان کے مضبوط جہازوں کی مددگار ہے آگ
میری ٹوٹی ہوئی کشتی کا سہارا اسلام
خوف حق الفت احمد کو نہ چھوڑ دے اکبر
منحصر ہے انہیں دو لفظوں پہ سارا اسلام(۱۶۰)

میں نے جہاں تک قرآن کریم میں تدبر کیا ہے، اجمالی طور پر دو آیتیں ہماری انفرادی واجتماعی کامیابیوں کے لیے کافی ہیں، انہیں کی تفصیلات قرآن کریم کے بہت سے مقامات پر پھیلی ہوئی ہے، ایک آیت:

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيْعُوا وَأَنفِقُوا خَيْراً لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُون" (سورۃ تغابن: ۱۶: ۲۸)(۱۶۱)

دوسری آیت

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُون "(سورۃ انفال۔ ۶۰)(۱۶۲)

حق تعالیٰ کی شفقت وحکمت کو دیکھیے کہ دونوں جگہ استقامت کی شرط کی تصریح فرمادی ہے تاکہ استطاعت کی حد تک تو بندے کوشش میں کمی نہ کرے اور جو تیاری استطاعت سے باہر ہو، اس کے فقدان سے بے دل اور مایوس نہ ہوں۔ اگر آپ ٹھنڈے دل سے یکسوئی کی ساعتوں میں غور فرمائیں گے تو منکشف ہوجائے گا۔(۱۶۳)

۱۲۷۲ھ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہی سے مسلمانان ہندوستان پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹنے شروع ہوگئے اور ان

کو مذہبی طور پر مذہب سے دُور کرنے کی باقاعدہ کوششوں کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں کو نہایت عبرت ناک طریقہ پر پھانسی کے تختے پر لٹکایا گیا۔ ہندوستان کا بیشتر شہر اور گاؤں انگریزوں کی انسانیت سوز درندگی اور چنگیز خانی مظالم کا آئینہ دار تھا۔ بقول شاعر "برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر"(۱۶۴) جس طرح کا مطالبہ کانگریس کر رہی تھی اس کے مطابق اہل ہند کی ایک جمہوری حکومت قائم ہوتی جس میں یقینی طور پر ہندو کو غلبہ حاصل ہوتا اور ہندو کا مسلمانوں پر تسلط انگریز سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں "کافر جتنے ہیں یہ اسلام کے دشمن ہیں، کوئی گورا ہو یا کالا دونوں سانپ ہی ہیں بلکہ گورے سانپ سے کالا سانپ زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔ اگر گورے سانپ کو گھر سے نکال بھی دیا تو کالا سانپ ڈسنے کو موجود ہے جس کا ڈسے ہوئے کا زندہ رہنا مشکل ہے۔"(۱۶۵)

بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق ۱۳۵۹ھ۔۱۹۴۰ء کا قرارداد لاہور پاس ہوتے ہی علماء کے دو بڑے گروہ پیدا ہوگئے۔ ایک گروہ نے قرارداد لاہور (پاکستان) کی حمایت کی جن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر ہم خیال علماء پیش پیش تھے جب کہ دوسرے گروہ میں مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے دیگر رفقاء کار تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ، قائداعظم محمد علی جناح کے خیال ونظریہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ میں قائداعظم محمد علی جناح کے اس نظریہ سے متفق نہیں ہوں کہ ہندوستان میں دو جداگانہ قومیں ہیں، ان کا یہ خیال غلط فہمی پر مبنی ہے۔(۱۶۶) ۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳ء کے اواخر میں ہندوستانی سیاست جمود کا شکار تھی، مسلم لیگ اور کانگریس نے دستوری ترقی روک دینے کے بارے میں انگریزوں کی پیش کش مسترد کر دی تھی۔ ملک کے سات صوبوں میں گورنر راج قائم ہو چکا تھا مگر قائداعظم محمد علی جناح بضد تھے کہ مسلم لیگ کو ہی مسلمانانِ ہندوستان کی واحد نمائندہ تنظیم تسلیم کیا جائے۔(۱۶۷)

پاکستان کے نظام اسلام کی غرض وغایت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ کی حمایت میں کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مختلف علاقوں میں اپنی بصیرت افروز سیاسی و مذہبی تعلیمات سے اسلامیانِ ہند کی تربیت فرما رہے تھے۔ آپ ہندوستان سے الگ ہوکر بننے والے پاکستان کے نظام حکومت کے حوالے سے اپنے خیالات کو اس طرح واضح کرتے ہیں۔

پاکستان کے حاصل ہونے تک یہ درمیانی زمانہ مسلمانانِ ہندوستان کے لیے نہایت سخت آزمائش کا زمانہ ہے، ہم کو بعد پاکستان کے لیے قرآنی تعلیمات وتربیت کا ابھی سے درس حاصل کرنا ہے اور اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے خلاف ان امور کا خوگر بنانا ہے، جو زیادہ وسیع پیانہ پر انجام دینے ہوں گے، اسی میں اسلامیان ہند کی کامیابی ہے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم نے "تمکین فی الارض" یعنی اسلامی حکومت کی کیا غرض وغایت بیان فرمائی ہے، ذرا اس حوالے سے سنیے۔

"اَلَّذِیْنَ إِن مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ "(سورۂ حج: ۴۱)

اگر ابھی سے ہم نے ان چیزوں کی عادت نہ ڈالی تو اس وقت ہمارا نظام کیسے درست ہوگا، اگر ہم آج ہر شعبہ زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کے سامنے کشادہ دلی سے گردن جھکا نا سیکھیں گے تو کل کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ ہم دوسروں کو ان کے فیصلوں کی طرف دعوت دیں گے تو لوگ ہماری دعوت پر لبیک کہیں گے۔ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق:

"فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً"(سورۂ نساء: ۶۵)

ہم اس وقت غیر اللہ کی غلامی میں رہتے ہوئے جس قدر آزاد ہیں جو چاہیں کرتے رہیں، کوئی احتساب اور روک ٹوک نہیں۔ آزادی ملنے کے بعد یہ آزادی نہ رہے گی بلکہ ایک بہت بڑی غلامی اللہ کی عبودیت کا عملی ثبوت دینا ہوگا۔

کیا آپ حضرات اپنے ایک مخلص بھائی کی استدعا پر توجہ فرمائیں گے، خدا کی قسم اگر ہماری قوم کے بڑے آدمیوں نے عملاً قرآنی احکام کی پابندی بلا تاخیر اور بلا کسی ہچکچاہٹ کے شروع کر دی تو موجودہ تحریک میں بے حد وحساب زور پیدا ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ عوائق وموانع اللہ کی مدد سے سب دور ہوتے چلے جائیں گے۔ قرآنی احکام کا الفاظ استعمال کرتے وقت یہ واضح رہنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع اور آپ ﷺ کے ارشادات گرامی کا امتثال بھی اسی لفظ کے تحت میں آجاتا ہے بلکہ سلف صالحین کے طور طریقہ کا تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایسی چیز پر نظر اور اس کی تلاش کرتے ہیں کہ کسی قسم کے پیش آنے والے معاملہ میں حضور ﷺ کا طریقہ کار کیا تھا، کیونکہ وہ حضور ﷺ کی مبین وشارح قرآن ہونے کی حیثیت کو بخوبی سمجھتے تھے پھر یہ چیز بھی عادتہً میں سے ہے کہ کسی معاملہ میں قرآن کا کوئی حکم یا رسول اللہ ﷺ کی تشریح وتشریع صدیاں گزر جانے پر بھی امّتِ مرحومہ کی سمجھ میں نہ آئے اور مرورِ دھود کے باوجود امّت کے تمام اہلِ علم اور ائمہ مجتہدین باوجود انتہائی جدوجہد اور غایت درجہ شغف کے ساتھ اس کی صحیح مراد سے (معاذ اللہ) جاہل رہیں، کسی حکم شرعی کے متعلق جس پر عمل پیرا ہونے کی امّت کو ہدایت ہو ایسا خیال کرنا گویا قرآن مبین کو چیستیاں بنا دیتا ہے۔(۱۶۸)

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور انکے نقطہ نظر سے اتفاق رکھنے والے بے شمار علماء کے نزدیک کانگریس میں شریک فقہی لحاظ سے تو ناجائز تھا اور ساتھ ہی مسلمانوں کی مصالح کے بھی خلاف تھا، اسی طرح یہ لوگ متحدہ جمہوری ہندوستان کو بھی مسلمانوں کے حق میں مفید نہیں سمجھتے تھے۔(۱۶۹) مسلم لیگ اور مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا "انگریزوں نے برصغیر کے تمام ریاستوں کو اپنے ماتحت کیا ہوا ہے اس کے علاوہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت

میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ہندوستان میں مختلف اقوام بستے ہیں اور ہر قوم سیاسی نقطۂ نظر سے اہم ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ اچھوتوں اور دوسری غیر مسلم اقوام نے اتحاد کیا ہوا ہے جب کہ اس کے برعکس مسلمان قوم اپنی انفرادی حیثیت سے ایسی قوم ہے جو کسی میں مدغم ہونے سے بالکل قاصر ہے۔ (۱۷۰)

بیشتر طبقوں کے نزدیک کانگریس ایک منظم جماعت تھی اور اہل حق کی کوئی منظم جماعت نہیں۔ ہر شخص تنہا ہے، اس لیے ہر شخص خوف زدہ ہے، وقت اور حالات کا تقاضا ہے کہ اہل حق کے اندر ایک جماعت ایسی ہو جو ان ظالموں یعنی ہندوؤں کو مزہ چکھا سکے کیونکہ ان کی جرأت اور مظالم حد سے زیادہ بڑھ چکے ہیں ان لوگوں نے بعض علاقوں میں بے قصور مسلمانوں پر حملہ کیا اور وہ بیچارے مسلمان کچھ بھی نہ کر سکے۔ اس لیے ان کی مدد کا کوئی مناسب انتظام ہونا چاہیے۔ (۱۷۱) کانگریس کا رویہ غیر مصالحانہ تھا وہ اس موقع پر مسلمانوں اور انگریزوں، دونوں کو مارنا چاہتی تھی، یہ وہ موقع تھا جب کانگریس کا ہر رہنما ''فرعون'' بنا ہوا تھا وہ مسلم قوم، مسلم ثقافت اور اسلام کا مذاق اڑاتا تھا۔ (۱۷۲) ۱۳۶۳ھ اپریل ۱۹۴۳ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اسلامیہ کالج پشاور میں فرمایا: ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ محض زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا ہے بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلام کے زریں اصولوں کو آزما سکیں۔'' (۱۷۳)

مسلمانانِ ہند سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی فریاد:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ میرٹھ میں مسلمانانِ ہندوستان کو ان کی ذمے داریوں اور فرائض کا احساس دلاتے ہوئے ان سے فریاد کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمام ذمے دار قائدین کو ایک ادنیٰ خادم دین کی حیثیت سے نہایت پُرزور طریق پر دعوت دیتا ہوں کہ خود اپنے اعلان کردہ الفاظ کے مطابق قرآنی احکام کی سراً و اعلانیہ پابندی فرمائیں اور مسلمانوں کو برابر یہ اطمینان دلاتے رہیں کہ الیکشن میں کامیابی کے بعد دستور سازی کے وقت ہم اپنی امکانی حد تک کوئی ایسا قانون بنائے جانے کی اجازت نہ دیں گے، جو ہمارے پرسنل لاء اور شرعی معاملات کے بارے میں علمائے اسلام کے طے کردہ فیصلے کے خلاف ہو اور اس طرح غلطیاں نہ کی جائیں گی جو ماضی میں بعض احکام شرعیہ سے بے خبری یا لاپروائی کی بناء پر آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، اگر خدانہ خواستہ ایسی غلطیوں کا صدور ہو تو یہ چیز عامۃ المسلمین کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ جو مقصد لیگ کی حمایت اور اس کے حق میں ووٹ دینے کا تھا وہ حاصل نہ ہوا۔ بہرحال ہم کو اس کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ اس سلسلے میں ہم عنداللہ و عندالناس ماخوذ نہ ہوں۔ میں اُمیدوار ہوں کہ آپ ایک بے لوث مخلص کی گزارش پر اسی اسپرٹ میں نظر کریں گے، جس میں وہ پیش کی گئی ہے۔

"قُلْ هٰـذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (سورۃ یوسف: ۱۰۸)

خاتمہ کلام پر ایک اور ضروری چیز پر تنبیہ کرتا ہوں، وہ یہ کہ آپ پورے جوش، ولولہ اور عزم و استقلال کے ساتھ مسلم لیگ کو آگے بڑھانے، اُبھارنے، سنوارنے اور نکھارنے میں سرگرم رہیے اور ساتھ ہی اس کے نام کی لاج رکھیے۔ دیکھیے یہ مسلم لیگ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "المسلم من مسلم المسلمون من لسانه ويده"

مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ (۱۷۴)

جو لوگ آپ کے سیاسی افکار کے مخالف ہیں، ان سے بھی آپ کا معاملہ شرافت، صبر و تحمل اور حسنِ اخلاق کے ساتھ ہونا چاہیے گو دوسری طرف سے کچھ زیادتی اور اشتعال انگیزی بھی کی جائے۔ بعض مقامات پر جو ناشائستہ برتاؤ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۷۵) کے ساتھ کیا گیا، اگر اس کے متعلق اخبارات کی روایات صحیح ہیں تو میں اس پر اظہار بیزاری کیے بدون نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی سیاسی رائے خواہ کتنی ہی غلط ہو، ان کا علم و فضل بہرحال مسلم ہے اور اپنے نصب العین کے لیے ان کی عزیمت و ہمت اور ان تھک جدوجہد ہم جیسے کاہلوں کے لیے قابلِ عبرت ہے، اگر مولانا کو اب مسلم لیگ کی تائید کی بناء پر میرے ایمان میں خلل بھی نظر آئے یا میرے اسلام میں شبہ ہو تو مجھے ان کے ایمان اور ان کی بزرگی میں کوئی شبہ نہیں۔ کیا کروں علماء نے لکھا ہے کہ مومن اپنے ایمان میں تو تردد نہیں کر سکتا، ہاں اپنی سیاہ کاریوں کے پیشِ نظر اپنے کو مومن کہتے ہوئے ذرا شرم سی آتی ہے، البتہ ڈرتے ڈرتے اتنا عرض کرنے کی ضرور جسارت کروں گا۔

گو دعویٰ تقویٰ نہیں درگاہِ خدا میں
بُت جس سے ہوں خوش ایسا گناہ گار نہیں ہوں (۱۷۶)

قرارداد لاہور (۱۹۴۰ء) کے پاس ہوتے ہی ہندوستان بھر میں ایک قیامت بچ گئی ہر طرف سے مسلمانوں پر لعن طعن اور سوالات کی بوچھاڑ تھی قائدین مسلم لیگ نظریہ پاکستان کی وضاحت اور تشریح کر رہے تھے مگر ہندو زعما سنجیدگی کے ساتھ ان دلائل تک کو سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ (۱۷۷) ویول پلان کی ناکامی سے بلاشبہ قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی پوزیشن مضبوط و مستحکم ہوگئی اور اس وقت ہوا جب ان کے حالات اچھے نہ تھے، اس لیے ان مسلمانوں کی پوزیشن کمزور ہوگئی جو مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے تھے خصوصاً پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی اور چونکہ یہ بات واضح ہوگئی کہ محض قائداعظم محمد علی جناح ہی ایک ایسے شخص ہیں جو کچھ کر سکتے ہیں اس لیے مزید مسلمان اہل سیاست مسلم لیگ کی طرف جھک پڑے۔ (۱۷۸)

جمعیت العلمائے اسلام کی مخالفت و سازشیں:

بعض حلقوں کے خیال کے مطابق مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء کو جمعیت العلمائے اسلام میں شمولیت

اختیار کی، لیکن بعض حاسد لوگ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نام اس جماعت سے حذف کرنے میں مصروف عمل ہیں اور حد تو یہ ہے کہ وہ لوگ یا جماعتیں جو تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے سخت مخالف تھے، ان کو جمعیت العلمائے اسلام کا سرگرم سیاست دان تصور کر کے ان کو اولیت دی جا رہی ہے۔ بعض ناقدین تو علامہ عثمانیؒ کے کردار و کارنامے سے اتنے خائف اور بدظن ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ تک کرنا گوارا نہ کیا اور جو افراد اس جماعت سے وابستہ نہ تھے، ان کو ہیرو بنا کر پیش کر کے آج کے نسلوں کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے کی ایک گہری سازش معلوم ہوتی ہے۔

بعض حاسد اور گمراہ کن نظریات کے حامل افراد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مسلم لیگ کی تائید و حمایت کے ''جرم'' کو ابھی تک معاف نہ کر پائے ہیں۔ کیونکہ بقول عبداللطیف سیٹھی:

> ''پاکستان کا آزاد و خود مختار ملک کی حیثیت سے عالم وجود میں آجانا اور ازروئے اسلام پاکستان کا بن جانا ان لوگوں کے نزدیک غیر اسلامی حرکت تھی اور یہ مخالفت وقتی اور فروعی اور سیاسی نوعیت کی نہ تھی بلکہ خالص دینی نوعیت کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بعض پاکستان کے قیام کو ''گناہ'' سے تعبیر کرتے ہیں، تاریخ پاکستان میں ان کا یہ عمل بھی رقم ہو چکا اور ہو رہا ہے، لیکن شاید وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔''(۱۷۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور بعض پاکستان مخالف لوگ اور ان کی نسل جب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر ساتھیوں کا تذکرہ اچھے الفاظ میں نہیں کرتے یا ان کی خدمات کو دانستہ طور پر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس میں یقینی طور پر ہماری تساہل اور کمزوری کا زیادہ حصہ ہے کہ ہم نے آزادی کے حقیقی رہنماؤں کی خدمات کو قومی سطح پر اجاگر کرنے کو کوتاہی کا مظاہرہ کیا، جس سے اہل دشمنوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا، چنانچہ مفاد پرست عناصر نے حصولِ آزادی کو حتمی انداز میں بیان کرنا شروع کر دیا۔ آزادی کے حالات و واقعات کے برعکس اپنی ذاتی فکر کے مطابق تراشنے کی بھرپور کوشش کی تو دوسری طرف وہ علمائے حق و اکابرین جنہوں نے دو قومی نظریہ کا احیاء کیا اور تحریکِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا کو نظر انداز کیا گیا، افسوس کا مقام ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ہم اسلامی فکر اور فلسفہ کے مبلغ دیوقامت شخصیتوں کی پذیرائی اور قدر افزائی نہ کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قرارداد مقاصد ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء کے مسودہ کو اسمبلی سے منظور کرانے کے بعد ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء کو تعلیماتِ اسلامیہ بورڈ کی تشکیل میں خود ایسے ارکان کا انتخاب کیا اور ان علماء کو بھی ساتھ مل کر کام کرنے کی دعوت دی جو قیامِ پاکستان سے قبل جمعیت العلمائے اسلام میں شامل نہیں تھے۔

ہمارے تاریخ دانوں نے اور مورخین نے مطالبۂ پاکستان اور تحریکِ پاکستان میں جمعیت العلمائے اسلام اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوششوں کو یکسر نظر انداز کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خیالات و نظریات سے کس قدر مسلم لیگ کو تقویت پہنچائی اور وہ مسلم لیگ کے لیے کس حد تک بامقصد اور مفید ثابت ہوئیں، اس سلسلے میں ضیاء

الحسن فاروقی اپنی انگریزی کتاب "The Deuband School and the demand for Pakistan" خاص اہمیت کی حامل ہے۔ موصوف کی کتاب ۸۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ضیاء الحسن فاروقی نے اپنی کتاب کے حواشی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا صرف دو تین سطروں میں ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دیوبندی علماء کے ایک گروہ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کی جبکہ دوسرے گروہ نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کی قیادت میں مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی۔"(۱۸۰)

Dr. K.K. Aziz اپنی انگریزی کتاب "The Making of Pakistan" (تشکیل پاکستان) طبع اول لندن میں رقم طراز ہیں۔(۱۸۱)

وہ "نیشنلسٹ" مسلمان کے عنوان کے تحت اگرچہ قوم پرست مسلمانوں کے کردار اور جمعیت العلمائے ہند کے سیاسی افکار پر بحث کی ہے، لیکن موصوف مصنف نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور جمعیت العلمائے اسلام کی تشکیل کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل مصنف نے اس کے قیام کی تاریخ ۱۳۶۴ھ۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے بجائے ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء رقم کی ہے اور مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو جمعیت العلماء کے دو رہنما لکھا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا انتقال ۱۳۶۲ھ۔ ۱۹۴۳ء میں ہو چکا تھا۔"

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی تحریر کردہ کتاب "پاکستان کے ایک مقتدر رہنما مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی" (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء)(۱۸۲) میں رقم طراز ہیں: "کانگریسی افکار کے مستقل امین بعض علماء" مثال کے طور پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ (۱۹۸۱ء۔ م)، مولانا احمد علی لاہوریؒ (۱۹۶۲ء۔ م)(۱۸۳) اور مولانا مفتی محمودؒ (۱۹۸۰ء۔ م) کو جنہوں نے جمعیت العلمائے ہند کے پلیٹ فارم سے تحریکِ پاکستان کے دوران میں اس کے قیام کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور تادم آخر اپنے ہندی متحدہ قومیت کے نظریہ پر قائم رہے۔ نظریہ پاکستان کی حامی و معاون جماعت جمعیت الاسلام میں شمار کیا گیا۔(۱۸۴)

حالانکہ تاریخی اعتبار سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفتی مولانا محمودؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ وغیرہ نظریہ پاکستان کے مخالف تھے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر غلام نبی بخش بلوچ مزید آگے لکھتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ جو جمعیت العلمائے اسلام کے قیام سے سوا دو سال پہلے فوت ہو چکے تھے، ان کو جمعیت العلمائے اسلام کے بانیوں میں شمار کیا ہے۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری اپنی کتاب "شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ایک مطالعہ" جو کراچی کے یادگار شیخ الاسلام سے ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۶ء میں دوسری بار شائع ہوئی۔ فاضل مصنف نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جو کہ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے مایہ ناز شاگرد ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں، ان کا ذکر کرنا تک گوارہ نہیں کیا، کیونکہ فاضل مصنف کا ذہنی و قلبی

جھکاؤ ولی اللہ تحریک کے بجائے جانب دگر ہے، مفتی محمد رفیع عثمانی نے "حیات مفتی اعظم" نامی کتاب تحریر کی جو کہ ادارہ معارف کراچی نے ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں جمعیت العلمائے اسلام کا قیام کے زیر عنوان مولانا عثمانی کا ذکر برائے نام کیا گیا ہے، البتہ مفتی محمد رفیع عثمانی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ تحریک پاکستان کی مکمل حمایت کے باوجود ایک عرصہ تک جمعیت العلمائے اسلام کے باضابطہ رکن نہیں تھے۔

ابوحمزہ قاسمی کی مرتب کردہ کتاب "خطبات ومکتوبات عثمانی" جو کہ دارالشعور لاہور نے ۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹ء میں شائع کی۔ اس کتاب میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ذات گرامی سے پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کو تقویت اور مدد پہنچی، اگرچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ میں باقاعدہ طور پر شامل نہیں ہوئے۔ (۱۸۵)

ابوحمزہ قاسمی نے جمعیت العلماء ہند کے قافلہ سے کٹ کر جمعیت العلمائے اسلام کی طرف آنے کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظریاتی تبدیلی قرار دیتے ہوئے مسلم لیگ کی جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان کی سعی کو "مسلم فرقہ وارانہ سیاسی رو" سے تعبیر کیا ہے۔ خیال رہے کہ انڈین نیشنل کانگریس بھی مسلمانوں کی تنظیم کو فرقہ وارانہ روش ہی قرار دیتی تھی۔ (۱۸۶)

منشی عبدالرحمٰن خان نے اپنی مشہور کتاب "تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی" جو کہ ادارہ اسلامیات لاہور نے ۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء میں دوسری بار شائع کی اس کتاب میں جمعیت العلمائے اسلام کا ذکر چند لائنوں میں کیا ہے۔ منشی عبدالرحمٰن خان نے جمعیت العلمائے اسلام کے حوالے سے لکھا ہے۔ (۱۸۷)

پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن قریب آ گئے تھے، مخالفین کی طرف سے اس قسم کا پروپیگنڈہ زوروں پر تھا کہ مسلم لیگ بے دین امراء کی نمائندہ ہے، اسے جماعت علماء کی تائید حاصل نہیں ہے، ادھر ارباب لیگ بری طرح محسوس کر رہے تھے کہ جب تک ہر محاذ پر علماء ان کے شانہ بشانہ کام نہ کریں گے، الیکشن میں کامیابی آسان کام نہیں چنانچہ ان کے تقاضا پر اور حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ملک کے مقتدر علمائے کرام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸۸)، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۸۹)، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۹۰)، مولانا محمد طاہر قاسمیؒ (۱۹۱)، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (۱۹۲)، مولانا ابوالبرکاتؒ (۱۹۳)، عبدالرؤف دانہ پوریؒ (۱۹۴)، مولانا آزاد سبحانیؒ (۱۹۵)، مولانا غلام مرشدؒ (۱۹۶)، خطیب جامع مسجد عالمگیریؒ وغیرہ نے ۱۳۶۴ھ۔ نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمع ہو کر ایک عظیم الشان علماء کانفرنس منعقد کی اور جمعیت العلمائے کے نام کے طور پر ہوا۔ اس کانفرنس نے متفقہ طور پر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور ایک قرارداد کے ذریعے مسلم ووٹروں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے نمائندہ کے سوا کسی دوسری جماعت کے نمائندہ کو ووٹ نہ دینا۔

اتحاد ملت، مفاد ملت، استقلال اسلام اور مستقل قوم کے مقاصد کے خلاف ہے، کیونکہ پاکستان کے سوال کا فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر موقوف ہے۔ مزید برآں مفتی محمد شفیعؒ نے مذہبی اور عملی حقیقت سے مطالبہ پاکستان، حمایت مسلم لیگ، کانگریس سے اختلاف اور متحدہ قومیت کے خلاف دو قومی نظریہ پر قرآن وحدیث اور فقہی دلائل کی روشنی

میں بہت سے فتاویٰ اور رسائل لکھ کر شائع کیے، جن میں سے رسالہ ''کانگریس اور مسلم لیگ'' افادات اشرفیہ و رسائل سیاسیہ بڑے مفید ثابت ہوئے۔ اس کے علاوہ یہ علمائے کرام جن کا شروع سے الیکشنوں کے طوفان سے یکسوئی تھا، ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کی امداد اور پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے پھیل گئے کیونکہ یہ الیکشن ایک ایسے مقصد کے لیے لڑا جا رہا تھا، جس پر ہندوستان میں دین اسلام کے بقاء کا دارومدار تھا۔

ڈاکٹر عبدالدیان کلیم نے اپنی کتاب ''صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات'' شائع شدہ شجاعت مکتبہ پشاور ۲۰۰۰ء کے مرتب قاری شمس الرحمٰن نعمانی نے جمیعت العلمائے اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

جمیعت العلمائے اسلام کا تعارف تو بیان کر دیا گیا ہے، لیکن یہ جمیعت کب اور کیسے قائم ہوئی؟ کو کلیۃً نظر انداز کر دیا گیا ہے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور آزادی کے حصول اور قیامِ پاکستان کے سلسلے کے تذکرے کو سرے سے نظر انداز کر دیا گیا۔ (۱۹۷)

ڈاکٹر عبدالدیان کلیم کا قلبی لگاؤ چونکہ کانگریس کی طرف ہے، اس لیے کتاب میں قائداعظم کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ نیز قارئین کو ۱۲۶۳ھ۔۱۸۴۷ء کے حقائق و واقعات سے بے خبر رکھنے اور ایسے علماء جنہوں نے من حیث الجماعت اس دور میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا کے کردار کو محض چھپانے کی غرض سے مذکورہ کتاب میں جمیعت العلمائے ہند کو جس کا قیام ۱۹۱۹ء میں عمل آیا تھا، ۱۲۷۴ھ۔۱۸۵۷ء میں سرگرم عمل دکھایا گیا ہے، مگر یہ بات مورخانہ دیانت کے خلاف ہے۔ (۱۹۸)

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری جنہوں نے علمائے دیوبند کے سیاسی کردار کے حوالے سے کئی کتابیں تحریر کیں، انہوں نے اپنی کتاب ''حیاتِ احتشام'' میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے احوال قلمبند کرتے وقت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تذکرہ جا بجا کیا ہے۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری نے اس بات پر زور دیا ہے کہ پاکستان میں جو آج جمیعت العلمائے اسلام کے نام سے موجود جماعت ہے، یہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قائم کردہ جمیعت العلمائے اسلام ہی ہے بلکہ بدقسمتی سے جمیعت العلمائے ہند کے جانشین قابض ہوگئے ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آج بعض قلم کار پاکستان میں جمیعت العلمائے ہند کے جانشینوں کو ہی جمیعت العلمائے اسلام کے رہنما تصور کرنے لگے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف مجلس احرار نے اور جمیعت العلمائے ہند کے کارکن جمیعت العلمائے اسلام کے نام پر کتابیں لکھ کر جمیعت العلمائے ہند کے کردار کو دانستہ طور پر چھپانے کی کوششوں میں مصروفِ عمل ہیں اور آزادی کی تنزلی یعنی حصولِ پاکستان کو جمیعت العلمائے ہند کا کارنامہ قرار دیا جا رہا ہے جو کہ حقیقت کے برخلاف ہے۔ (۱۹۹)

ڈاکٹر احمد حسین کمال اپنی تصنیف ''تاریخ جمیعت العلمائے اسلام'' طبع شدہ مکی دارالکتب ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲ء میں ایسے ہی کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمائے دیوبند کے سیاسی کردار کو اچھی طرح سے اجاگر کیا ہے۔ موصوف کی یہ کتاب ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا مختصر طور پر تذکرہ کیا گیا لیکن متحدہ قومیت کے علم بردار علماء کو

محسنِ اسلام بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ موجودہ نازک دور میں جبکہ قوم کا سیاسی شعور پختہ نہیں یہ طرزِ عمل نہایت ہی خطرناک نتائج پیش کرسکتا ہے۔ (۲۰۰) تحریک پاکستان کی مخالف جماعتوں جیسے مجلسِ احرار، خدائی خدمت گار اور خاص طور پر جمعیت العلمائے ہند کی متحدہ مخالفت کا جائزہ لیتے وقت بہرکیف یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے کیونکہ بقول مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، مدیر المنبر فیصل آباد لکھتے ہیں:

> ”مولانا ابوالکلام آزادؒ(۲۰۱)، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۲۰۲)، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (۲۰۳)، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ(۲۰۴) اور علامہ عنایت اللہ مشرقیؒ (۲۰۵) یہ سب لوگ مسلم لیگ کی حمایت کرتے تو ہندوستان کی تقسیم کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ (۲۰۶)

یہ بات نہایت ہی افسوسناک اور دردناک ہے کہ پاکستان کے قائم کے ہوتے ہی غیر مخالف یا پاکستان کے مخالف طاقتیں جن میں جمعیت العلمائے ہند پیش پیش تھیں کہ کارکنوں نے جمعیت العلمائے اسلام پر قابض ہوگئے۔ اس سلسلے میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ان باتوں کا اور حقیقتوں کا ایک انٹرویو میں اعلان کیا، چنانچہ اس انٹرویو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جمعیت العلمائے اسلام کے تابناک ماضی اور روشن کردار کو دھندلانے اور چھپانے کی ساری تگ ودو سمجھ میں آسانی سے آجائے گی۔ چنانچہ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ”حیاتِ احتشام“ میں لکھتے ہیں کہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اپنے انٹرویو میں فرماتے ہیں:

> ”جمعیت العلمائے اسلام کے نام سے جو لوگ سرگرم ہیں انہیں تحریکِ پاکستان سے دُور کا واسطہ نہیں، یہ سب نظریۂ پاکستان کے دشمن تھے، ان ہی لوگوں سے ہم نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں جنگ لڑی تھی، اب انہوں نے جمعیت العلمائے اسلام کے نام پر ہی قبضہ کرلیا ہے۔“ (۲۰۷)

جمعیت العلمائے اسلام پر قبضہ کیوں اور کیسے ہوا، آج کی نسل ان تمام باتوں سے ناواقف ہے، اس حوالے سے مولانا احتشام الحق تھانویؒ مزید فرماتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی رحلت (وفات ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۹ء) کے بعد مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے اس جمعیت العلمائے اسلام کا دستوری خاکہ مرتب کیا۔ (۲۰۸) جو مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کرنے کی ایک مثالی جدوجہد تھی اور مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کا یہ اجتماع پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے، اس کے علاوہ ان بزرگوں کی سرپرستی میں ہم نے مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش۔ ۱۹۷۱ء) ومغربی پاکستان کا دورہ کرکے ملک کے تمام حصوں میں جمعیت کو مستحکم کیا اور نظامِ اسلام کانفرنسیں منعقد کیں، جس کے نتیجے میں ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۶ء میں ایک ایسا دستور منظور ہوگیا، جسے ملک کے تمام دینی حلقوں نے بحیثیت مجموعی سراہا۔ غرض کہ جمعیت العلمائے اسلام اپنے دستور اور اغراض ومقاصد کے مطابق تمام دینی واسلامی کاموں میں

بڑی سرگرمی سے حصہ لیتی رہی، لیکن اکتوبر میں بعض ایسے حضرات نے ملتان میں ایک کنونشن منعقد کی، جو تقسیم سے قبل جمیعت العلمائے ہند سے وابستہ تھے، اس اجتماع میں جمیعت العلمائے اسلام کے اکابرین و ذمے داروں میں سے کسی نے شرکت نہیں کی، اس اجتماع کے بعد یکطرفہ فیصلہ سامنے آیا کہ وہاں ایک نئی جماعت قائم ہوگئی ہے اور اس نے جمیعت العلمائے اسلام کا ہی نام استعمال کیا ہے، اس کنونشن کی مطبوعہ روئیداد اس بات کی گواہ ہے کہ یہ سراسر نئی تنظیم ہے، اس کا مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قائم کردہ جمیعت العلمائے اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا، روئیداد میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی جمیعت کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اس نئی جماعت کا دستور بھی الگ تھا۔ (۲۰۹)

اس عجیب وغریب طرزِ عمل کے جواب میں ہم نے علماء کے افتراق سے بچنے کے لیے فوراً آئینی کارروائی کرنے کے بجائے افہام وتفہیم کی کوشش کی، جس کا جواب معاہدہ شکنی کی صورت میں نمودار ہوتا رہا۔ اس نئی تنظیم نے جداگانہ انتخاب کی مخالفت کرکے جمیعت العلمائے اسلام کے بنیادی نظریات پر ضرب لگائی تو اس مسئلے پر مجبور ہوکر ہم نے اس نئی جماعت سے اپنی برأت کا اعلان کردیا، مگر یہ نئی جماعت بدستور جمیعت العلمائے اسلام کا نام استعمال کرکے کام کرتی رہی۔ (۲۱۰)

جمیعت العلماء کی متوازی تنظیم کا مقصد اگر دینِ حق کی نصرت وحمایت ہوتا تو بات دوسری تھی اور یہ امر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے رفقاء کے لیے طمانیت اور مسرت کا باعث ہوتا، لیکن یہاں تو مقصد اس کے برعکس تھا، چنانچہ اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا احتشام الحق تھانویؒ فرماتے ہیں:

> اب یہ متوازی تنظیم اشتراکی جماعتوں کے ساتھ اشتراکِ عمل اور مسلمانوں کی صفوں میں جنگ وجدل برپا کرکے ملک میں مسلسل اسلام کے مستقبل کو نقصان پہنچا رہی ہے، اس وقت یہ جمیعت ہر معاملے میں ان عناصر کی حمایت اور ہمنوائی کررہی ہے۔ (۲۱۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات (۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء) کے بعد جمیعت العلمائے اسلام کا قافلہ آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف گامزن تھا تو اس کا ذکر کرتے ہوئے حافظ محمد اکبر شاہ بخاری اپنی کتاب ”حیاتِ احتشام“ میں فرماتے ہیں:

> ”جمیعت العلمائے اسلام کا یہ کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ بعض ایسے لوگ اس میں شامل ہوگئے جن کا ماضی پاکستان دشمنی سے داغدار تھا۔ جمیعت العلمائے اسلام میں ان کی شمولیت ایک سازش کے تحت تھی، چنانچہ ایک موڑ ایسا آیا کہ جب ان لوگوں نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قائم کردہ جمیعت العلمائے اسلام پر قبضہ کرلیا۔ (۲۱۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے جانشین ان کی اس حرکت پر بعض وجوہ کی بناء پر خاموش رہے، ان وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ شاید یہ لوگ اپنے ماضی پر اظہار ندامت وتاسف کرتے ہوئے مستقبل کو اپنی اسلامی خدمات سے منور کریں (۲۱۳)۔

جمیت العلماے اسلام کے قیام پر علامہ عثمانیؒ کا پیغام:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جمیت العلمائے اسلام کے تاسیسی اجلاس میں جو کہ کلکتہ میں ۱۹۴۵ء میں منعقد ہوا تھا، ناسازی طبیعت کی بناء پر اجلاس میں شریک نہ ہو سکے، لیکن آپ نے اپنا پیغام جمیت کے نام روانہ فرمایا۔ علامہ عثمانیؒ اپنے پیغام جمیت العلمائے اسلام میں فرماتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلمانانِ ہندوستان کو اپنے پیغام کے ذریعے باور کرایا کہ وہ شرعی، سیاسی اور عملی دلائل سے مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے حلقہ اثر میں یہ بات ذہن نشین کرائی کہ مسلمانوں کو اسلامی نظامِ حیات جاری وساری کرنے کے لیے اپنی علیحدہ تنظیم اور اپنی علیحدہ ایک ریاست کا ہونا ضروری ہے، چنانچہ اسی مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے مسلم جمہور کی تائید وحمایت بھی درکار ہوگی، زیرِ نظر مقصد کو بروئے کار لانے میں مدد دینے کے لیے جمیت العلمائے اسلام کا قیام عمل میں لانا ضروری تھا۔ جمیت العلمائے اسلام کا قیام حسب تحریر بالا عمل میں آیا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو ان کی عدم شرکت کے باوجود اس کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ (۲۱۴)

جمیت العلمائے اسلام کے اغراض ومقاصد:

ہر امر کی طرح جمیت العلمائے اسلام کے کچھ مقاصد کارفرما تھے، اس جماعت کے سلسلے میں یہ بات بیان کرنا ضروری ہے کہ اس موقع پر اس جماعت کی تاسیس کے ساتھ ساتھ مختصر طور پر اس کے اغراض ومقاصد بھی بیان کردیے جائیں تاکہ باشعور عوام اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ اس جماعت کے قیام سے برصغیر کے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ کُل ہند جمیت العلمائے اسلام اہلِ پاکستان تمام صوبہ جات وریاست ہائے برصغیر کے علمائے اسلام کی جمیت ہے اور اس کے اغراض ومقاصد، نصب العین اور وظائف خصوصی کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

نصب العین مادہ کُل ہند جمیت العلمائے اسلام کا نصب العین اعلاء کلمۃ الحق اور احیاء دین وغلبہ دین اسلام بصورت تبلیغ وتنقید دین وتاسیس خلافت حکومتِ الٰہیہ کا احیاء اسلامی ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

(الف) اوّل یہ کہ تین مستقل ومتعین ذریعوں سے ہمہ گیر، عالمگیر اور غالب بتایا جائے، اس حد تک کہ قرآن پاک کے اعلان واجب الاذعان ''وَيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰه'' کا یہ مطلب ہے کہ تمام روئے زمین پر سارے ادعیان باطل مٹ کر ایک دین حق جو کہ اسلام ہے، باقی رہ جائے۔ (۲۱۵)

تین مستقل ومعین ذرائع حسب ذیل ہیں:

(۱) دین کی دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتلقین

(۲) دین کی تائید و عملی تشکیل

(۳) خلافتِ الٰہی و حکومتِ اسلامی کی تاسیس

یعنی مسلمانوں کی ایک ایسی سلطنت و حکومت کا قیام عمل میں آئے، جو کتاب و سنت کے اساس پر مبنی اور خلافتِ راشدہ کے نمونہ پر ڈھلی ہوئی ہو اور جس کی حاکیت شریعتِ اسلامیہ کے لیے مخصوص ہو۔(۲۱۶)

خلافتِ الٰہی و حکومتِ اسلامی کی امتیازی شان تمام دوسرے نظام ہائے سلطنت و حکومت میں یہ ہے کہ اس میں حق و حاکیت و سعادت (Right of Sovergnty) بجائے انسانی جماعتوں کے صرف شریعتِ اسلامی کو حاصل ہوتی ہے۔"

مادہ (۲) تفقہ فی الدین "علماء دین و علوم دین"

کل ہند جمعیت العلمائے اسلام کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں۔

(الف) مطابق آیۃ قرآنی حکم ربانی "فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ"

(سورۃ توبہ: ۱۲۲)

"کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ان کے ہر گروہ میں ایک جماعت نکل کھڑی ہوتا کہ دین میں پوری فہم و دانش پیدا کرے۔

حسب معیار حقیقت و ارتقاء صالح حاصل کرنے کا سامان اور اختصاص فی علوم الدین کے ذرائع مہیا کرنا۔"

(ب) علمائے حق کے وقار کو دینِ حق کے وقار کا ایک ضروری ذریعہ و خیر ماننا اور علم دین اور علمائے دین کے صحیح دینی درجہ وقار کو بلند و راسخ کرنا، علماء کو تمام ذاتی، نفسیاتی و طبقاتی جاہ طلبیوں سے پاک کرنا اور ان میں اللہ اور اس کے دین کے لیے خلوص و للّٰہیت کے ساتھ جذبہ خدمت و ایثار پیدا کرنا۔"

(ج) علومِ دینی و معارفِ اسلامی کو صحیح تعلیم و اشاعت کا سامنا کرنا اور ان کی اعلیٰ ترین تحقیق و تدقیق و ترقی کے مناسب ذرائع و وسائل اختیار کرنا، اس مقصد کے لیے مکاتب، مدارس اور مجالس علمی و ادارت تعلیم و تحقیق قائم کرنا اور کرانا۔"(۲۱۷)

وحدت تعلیم دین و دنیا وحدت نصاب علوم دینی و دنیاوی اور وحدت اُمّت اسلامی کا سامان کرنا، اُمّت میں اسلام میں دین و دنیا کی تفریق اور دین و سیاست کی علیحدگی فتنہ باطن نے تعلیم دینی اور تعلیم دنیاوی کی تفریق کا فتنہ باطل بھی پیدا کر دیا ہے، عربی مدرسوں اور انگریزی کالجوں کے دو بالکل جداگانہ سلسلے قائم کیے گئے ہیں، جو ایک دوسرے سے بالکل بے جوڑ اور بے تعلق ہیں۔ برطانوی حکومت کے غلط نظامِ تعلیم نے اس تفریق کو بہت مستحکم کر دیا ہے اور اس سے ملتِ اسلامیہ میں نہ صرف علمی و ذہنی اعتبار سے تفریق پیدا ہوگئی ہے بلکہ معاشرتی اعتبار سے بھی جسم کو زخم کاری پہنچ رہا ہے، انگریزی داں مسٹروں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے اور عربی داں مولویوں کا ایک جداگانہ طبقہ پیدا ہو گیا ہے اور دونوں میں "ذہنی اور فکری بغض اور عداوت" بڑھتا جا رہا ہے۔ دونوں ذہنی و فکری اور معاشرتی لحاظ سے دو جداگانہ طبقے بن گئے ہیں اور اپنی دو علیحدہ دنیاؤں میں زندگی

گزارتے ہیں۔ اس طرح ملتِ اسلامیہ کے اندر ایک بڑی خلیج افتراق اور انشقاق نمودار ہو چکی ہے، جس کا پاٹنا ملت کی دعوت و ارتقاء و صالح کے لئے لازمی ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام کا ایک اہم ترین فرض اس خلیج کو کم کرنا ہے اور امّتِ مسلمہ میں ذہنی، فکری و معاشرتی وحدت پیدا کرنا ہے۔ (۲۱۸)

جمعیت العلمائے اسلام کا ایک اہم مقصد یہ ہوگا کہ وہ دنیاوی اور دینی تعلیم کی تفریق باطل کو ختم کرے اور ایک حد معین وحدت مقرر کر کے ان کی وحدت کو قائم کرنے کی کوشش کرے گی، مثلاً فوقانی یعنی میٹرک جماعت تمام متعلمین کے لئے۔

۱۔ مبادیات و اساسات دین

۲۔ اصول شریعت

۳۔ تاریخ اسلام و سیرت نبوی کی تعلیم لازمی ہوگی۔

اسی طرح اب متعلمین کے لئے علوم دنیاوی مثلاً

۱۔	جغرافیہ	Geography
۲۔	تاریخ	History
۳۔	ریاضی	Mathamatics
۴۔	حیاتیات سائنس	Biological Science
۵۔	ہائجین	Higene
۶۔	معاشیات و سیاسیات	Economics and Politics
۷۔	معدنیات	Minerials
۸۔	تاریخ دستورات ملکی	History Consitutional Country

کانسٹی ٹیوشن کا علم حاصل کرنا لازمی ہوگا۔

اس درجہ وحدت مبادیات علوم دین (میٹرک کلاس) کے بعد تخصیص تحقیق اور فن و کمال کے اقتصاصی درجے اور مختلف سلسلے ہوں گے، کچھ متعلمین درجہ دنیاوی میں تخصیص (Specialization) کے لئے کوششیں کریں گے اور اس کے لئے مناسب کالج قائم ہوں گے اور کچھ لوگ علومِ شرعیہ و تفقہ فی الدین کے اختصاصی کسب کے لئے وقف ہوں گے اور ان کے لئے مناسب مدارس عالیہ اسلامیہ قائم ہوں گے۔

بنا بریں جمعیت العلمائے اسلام موجودہ نظامِ تعلیم اور موجودہ نصابِ تعلیم کی اصلاح کے لئے ہر کام کرے گی اور اس مقصد کے لئے علماء محققین و ماہرین تعلیم کے اتحاد و خیال و عمل کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ جمعیت کے خیال میں بنیادی تعلیم اور اساسات تعلیم کی وحدت خود امّتِ اسلامی کی وحدت کے لئے لازمی و لابدی ضرورت ہے، مگر واضح ہو کہ

اس اصطلاح میں مدارس عربیہ اسلامیہ کے جداگانہ نظام کے استقلال وانفراد کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے گا اور مدارس عربیہ کی حالت بہتر اور بلند تر بنانے کی سعی وکوشش کی جائے گی۔

اس طرح جمعیت العلمائے اسلام نے دس مادوں پر مشتمل خاکہ پیش کیا مادہ ۹ کی ذیلی شق ج کے آل انڈیا مسلم لیگ کے ذریعے اسلامی نظامِ سیاست ومعیشت اور اسلامی نظام عمرانیت ومدنیت کو ملک وملت کے لئے نافذ وجاری کرنے کی کوشش کرنا بیان کیا گیا ہے۔ (۲۱۹)

سوشلزم کے حمایتی ہر دور اور ہر زمانے میں اپنے مفاد کی بات کرتے رہے ہیں کہ سوشلزم قرآن کے اور سنت کے مطابق ہے اور اسلامی سوشلزم کی اصطلاح میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن اسلام کی غیرت یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ کسی لادینی نظام کا نام لے کر اسلام کے مطالب اور معنی ادا کیے جائیں پاکستان کا ہر صحیح مفکر عالم دین سوشلزم کا مخالف ہے اس سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتا وہ علماء جنہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں پاکستان کے حصول کے لیے جدوجہد کی تھی ان کا فرض ہے کہ اب سوشلزم کے فتنے کو کچل دیا جائے۔ دورِ حاضر میں اسلام اور نظریہ پاکستان کا دفاع زیادہ اولین ترجیحات ہے۔ (۲۲۰)

ابوالکلام آزادؔ اور ڈاکٹر محمود حسین کی خاموشی پر جمعیت العلمائے اسلام کا تبصرہ:

جمعیت العلمائے ہند اور دیگر دوسری ہندو نواز کانگریسی مسلمانوں کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے مسلم عوام اور جمعیت العلمائے اسلام نے کہا کہ کانگریسی جمعیت العلمائے ہند بلا شرط وبلا معاہدہ کانگریس سے حوالات کرنے میں مٹ چکی ہے اور اس کی خاطر ملتِ اسلامیہ سے بھی کٹ چکی ہے، لیکن کانگریس نے جمعیت العلماء اور امارات شرعیہ کے اعتراضات واحتجاجات کو پرکار کے برابر بھی وزن نہیں دیا، جبکہ مولانا ابوالکلام آزادؔ اور ڈاکٹر محمود حسینؒ نے مولانا سجاد بہاریؒ کو جواب تک نہ دیا اور واردھا اسکیم (۲۲۱) میں ایک شوشہ اور نقطہ کی ترامیم بھی نہیں کرا سکے اور کروا بھی کیسے سکتے تھے، یہ غریب کانگریس میں کیا اثر واختیار رکھتے ہیں اور ان کے پیچھے کون سی عوامی طاقت ہے، وہ اپنی قوم سے کٹ کر کانگریس میں محض ہندو راج کے آلہ کار بن گئے ہیں، اے کاش وہ ان جیسے بعض دوسرے لوگ اب بھی ملت کی طرف رجوع کریں اور اپنا رشتہ اُمت سے جوڑیں۔ (۲۲۲)

تحریکِ پاکستان اور تقسیمِ ہند پر جمعیت العلمائے اسلام کا موقف وفیصلہ:

مسلمانانِ ہندوستان کو اپنی سب سے پرانی اور مقتدر آل انڈیا سیاسی ملی مجلس ’’آل انڈیا مسلم لیگ‘‘ کے جھنڈے تلے سارے ملک میں جمہوری اساس پر منظم ہوئے اور استقلال ملت کا علم بلند کرنے پر مجبور کر دیا اور مسلمانوں کو یقین دلایا

کہ ہندو اور آل انڈیا نیشنل کانگریس سے انصاف کی توقع غلط ہے، نیز ہندو نیشنلزم کے ساتھ مسلمانوں کا بلا شرط و بلا معاہدہ اشتراک قطع نظر مذہبی حرمت و حلت کے عملی سیاست کے لحاظ سے قطعاً خلاف مصلحت ہے اور اس کے سواء کوئی چارہ نہیں کہ ہندوستان کے ہر حصہ میں مسلمانوں کی ایک مستقل و جداگانہ قومیت کے حقوق کا دعویٰ کریں اور اس کے لئے مستقل اور مضبوط تنظیم پیدا کریں۔ جن جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، مثال کے طور پر سندھ، پنجاب، بلوچستان، سرحد، بنگال اور آسام ان حصوں میں ملک آزاد، خود مختار مسلمان قومی سلطنتوں کا مطالبہ کریں اور جن جن صوبوں مثلاً یوپی، بہار، سی پی، بمبئی مدراس اور اڑیسہ میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں مسلمان اقلیت کے لئے حکمی اور موثر تحفظات کا انتظام کریں تاکہ ان کا دین و مذہب، تعلیم و تہذیب، سیاسی اور معاشی مفادات محفوظ کرا سکیں۔ اور بنا بریں سارے ہندوستان کے لیے ایک آل انڈیا فیڈریشن یا وفاقی حکومت کا خیال بالکل ترک کر دیا جائے، کیونکہ ہر وفاقی حکومت خواہ وہ کسی طرز کی ہو لازماً مائل بہ مرکز یعنی مرکز کے زیر نگرانی ہوتی ہے اور اس پر ہندو اکثریت کا غلبہ یقینی ہے۔ ایسی حکومت میں اولاً تو مسلمان اکثریت کے صوبوں کی خود مختاری مفلوج، محکوم اور مغلوب کر کے رکھ دی جائے گی، دوم ہمسایہ اسلامی ممالک کے استقلال کے لیے ایک خطرہ بن جائے گا۔

مسلم لیگ کا یہ مطالبہ پاکستان کے نام سے مشہور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حالات موجودہ جبکہ مسلمانوں کے پاس سارے ہندوستان کو اپنی گزشتہ ہزار سالہ حکومت کو واپس لانے اور بحال کرنے کی صورت نہیں ہے اور اس عالمگیر اسلامی حکومت کی تحریک نے اپنی قوت پکڑی ہے، جو کسی انقلاب کے لیے لازمی ہے۔ لہٰذا کم از کم ان صوبوں اور علاقوں میں ضرور مسلمانوں کو کاملاً مستقل، خود مختار اور آزاد سلطنت مجوزہ پاکستان کی شکل میں قائم ہونا چاہیے۔ جمعیت العلمائے اسلام نے مزید صراحت کرتے ہوئے بیان کیا کہ مسلمانوں کی جہاں اکثریت ہے اور جہاں ان کا قیام آسان ہے نیز جو ارتقاء اسلام اور غلبہ دین کا ایک زینہ اور ذریعہ بن سکتا ہے، اس سے برصغیر میں مسلمانوں کی تعلیم، تہذیب اور اسلام کے لیے ایک آزاد اور صاحب اقتدار مرکز و گہوارہ تعمیر ہو سکے گا اور اشاعتِ اسلام کے لیے "مدینۃ النبیؐ" کے ضامن کی طرح ایک منزل کا کام دے گا اور دوسری طرف مسلم اقلیت کے لیے ایک والی، ایک وارث اور ایک محافظ اور پشتیبان بھی پیدا ہو سکے گا۔ (۲۲۳)

تیسری طرف ہزاروں سال کی فرسودہ ہندو سماجیت فسطائیت اور سامراج کا خطرہ بھی دور ہو سکے گا جو کیپیٹل ازم اور جدید صنعتی انقلاب سے مسلح ہو کر خود اسلامی ممالک کے لیے ایک خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ چوتھی جانب پاکستان قائم ہونے کے بعد ہندوستان کی بہت سی ان مظلوم اقوام کی رہائی، استخلاص اور آزادی کا ذریعہ بھی ثابت ہوگا جن کو آریاؤں نے ہزاروں سال سے پہلے اپنے جات پات یعنی ذات پات کے نظام میں جکڑ بند کر کے غلام، شودر اور اچھوت بنا کر رکھا ہوا ہے، چنانچہ یہ تحریک پاکستان ایک سچائی ثابت ہو گی، جو اچھوت، آریائی، باسی، دراوڑوں اقوام نے اپنی آزادی اور ہندو

مذہب اور سماج سے علیحدگی کا مطالبہ شروع کر دیا ہے، یہ تمام اقوام مسلم لیگ اور پاکستان کو اپنی اُمید کا مرکز جان رہی ہیں۔

اسلامیانِ ہند کی بڑی بھاری اکثریت اس مطالبہ پاکستان وتحفظ اقلیت پر متفق ہو چکی ہے اور دوسری قوموں کے بہت سے منصب مزاج بھی اس کی حمایت کر رہے ہیں اور ہندوستان کے بین الاقوامی مسئلہ کا حل مان رہے ہیں اور آزادی خواہ طبقات اور اقوام کے ساتھ ہمدردی رکھتی ہیں، کیونکہ وہ پاکستان کو اپنے استخلاص کی کنجی یقین کرتی ہیں۔ (۲۲۴)

کانگریس اور ہندو کے پروپیگنڈے نے مسلمانوں کے دین، تہذیب اور معاشرت پر پے در پے حملوں سے مسلمان پست حوصلہ ہو گئے وہ اگر اپنی صفائی میں لب کشائی کی جسارت کرتا تو اس کے غلط معنی اور مفہوم نکالے جاتے مسلمان خود کو بے بسی اور بے کسی کے عالم میں محسوس کرتے تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس بات کو یوں بیان فرمایا: ”مسلمان اگر کانگریس کے پروگرام کی مخالفت کرتے ہیں تو انہیں انگریز پرست، ٹھوڈی اور سامراجی کہا جاتا ہے۔ مسلمان اگر اشتراکی پروگرام کی مخالفت کرتے ہیں تو انہیں سرمایہ داروں کا ایجنٹ کہا جاتا ہے، کوئی بھی مسلمان کی اصل پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا یا پھر دانستہ غلط نعروں میں گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ بقول شاعر مشرق علامہ محمد اقبال:

”غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گداگر
پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر“ (۲۲۵)

جمعیت العلمائے اسلام کا نصب العین:

جمعیت العلمائے اسلام کے نصب العین کی وضاحت نظام نامہ کل ہند جمعیت العلمائے اسلام میں اس طرح سے بیان کی گئی ہے۔

جمعیت العلمائے اسلام کا قیام اس غرض سے وجود میں آیا ہے کہ دین و مذہب کی سر بلندی اور اسلامی اصولوں کے تحت خلافتِ راشدہ کی طرز پر ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے، اس کے قیام کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ کسی شخص یا پارٹی کو بڑھانا یا گھٹانا ہے، یہ صرف دین کے کلمہ کو بلند اور اُمّتِ محمدی ﷺ کو سر بلند کرنا چاہتی ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام پاکستان کے قیام کی حامی ہے، لیکن اس کا نصب العین خلافتِ اسلامی وحکومتِ قرآنی اعلیٰ منہاج نبوت محمدی ﷺ کی تاسیس وحاکمیت، شریعت مصطفوی کا استحکام ہے، معشیت کی تحقیق وتدوین کے وظیفہ اجتہاد کو پورا نہیں کیا تو پاکستان مصطفیٰ کمال اتاترک (ترکی) کی طرح قائم تو ہو سکتا ہے لیکن لادینی سیاست کا مداوا نہیں بن سکتا۔ یہ علمائے

حق اور فضلاء اسلام اور محبانِ دین کا کام ہے کہ وہ مسلم لیگ کے ذریعے اسلامی نظام اور اسلامی ضابطہ زندگی کے قیام و دوام کے لئے کام کریں، اس کے لئے علمی اور عملی جہاد و ایثار کی یکساں ضرورت ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام انشاء اللہ اُمت کو اس اہم کام کی طرف متوجہ کرے گی۔(۲۲۶)

اُمتِ محمدؐیہ کے مستقبل کا مسئلہ اور جمعیت العلمائے اسلام:

یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ جمعیت العلمائے اسلام گو کہ اس وقت خاص طور سے برِصغیر کے علماء اور انصارِ ملت کو دعوت اتحاد و عمل دے رہی تھی، لیکن اس کے سامنے ساری دنیا اور اس کے حالات تھے، خاص طور پر اسلامی دنیا کے حالات و واقعات، مسائل و مہمات، جمعیت العلمائے اسلام کا یہ خیال تھا کہ موجودہ ساری تمدن وتہذیب کی دنیا میں اسلام کا نظام ایک عالمگیر مسئلہ بن گیا ہے اور ساری دنیا میں مسلمان تقریباً ایک ہی نوعیت کے مسائل سے دوچار ہیں اور ان کی راہ نجات بھی ایک ہی ہے۔ اسلام نہ عربی ہے، نہ ایرانی، نہ افغانی نہ تورانی، نہ ہندی، نہ چینی، نہ جدیدی، نہ قدیمی، اسلام ایک کائناتی حقیقت کبریٰ ہے، ایک جاودانی قانون حیات ہے، ایک ازلی وابدی تفسیرِ حیات و دستورِ زندگی ہے۔ اسلام اور مسائل اسلام کو موجودہ عہد کی بعض انسانی گمراہیوں کی پیدا کردہ تنگ نظریوں میں بند کرنے اور اس بندش کے مطابق دیکھنے اور دکھانے کی کوشش سراسر باطل اور ناجائز ہے۔ غرض جمعیت العلمائے اسلام کے سامنے ساری دنیا میں اسلام اور اہلِ اسلام کے حالات اور ان کے مجموعی مستقبل کا مسئلہ اعظم ہے۔(۲۲۷)

جمعیت العلمائے اسلام جمعیت العلمائے ہند کی دشمن نہیں:

جمعیت العلمائے اسلام کے قیام ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء کے ساتھ ہی جمعیت العلمائے ہند سے وابستہ مسلمان سیاست داں جن میں حسین احمد مدنیؒ، ابوالکلام آزادؒ وغیرہ سرفہرست تھے، وہ یہ تصور کرنے لگے کہ جمعیت العلمائے اسلام نامی تنظیم جمعیت العلمائے ہند کے خلاف ہے اور وہ اس کی دشمن ہے جبکہ جمعیت العلمائے اسلام نے اپنے قیام کے ساتھ ہی اس بات کی وضاحت پیش کردی تھی کہ جمعیت العلمائے اسلام ہرگز جمعیت العلمائے ہند کے اکابر کے ساتھ نہ رقابت رکھتی ہے اور نہ حریفانہ اور عداوت کا جذبہ ان کے دل میں ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام دل سے دعا کرتی ہے اور اس بات کی آرزو وخواہش مند ہے کہ جمعیت العلمائے ہند دہلی اب بھی کانگریس وطنیت اور متحدہ قومیت اور اکھنڈ بھارت کی حمایت سے تائب ہوکر اُمتِ محمدیہ سے اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑے اور جمعیت العلمائے اسلام کے خالص اسلامی نصب العین اور مقاصد کو قبول کرے، اگر جمعیت العلماء دہلی نے ایسا کیا تو انشاء اللہ اب بھی صفائی کا دروازہ کھلا ہے اور تمام طبقات اُمت باہم متحد ہوکر دفاعِ ملتِ اسلامیانِ ہند کے لیے کام کریں اور ساری دنیا میں کلمۃ اللہ کو بلند و بالا کریں۔ اسلام کے عالمگیر

نظام خلافت کو زندہ و پائندہ کریں اور ہر شعبہ زندگی میں شریعت محمدیؐ کی امامت و سیاست کو قائم کریں، ہم جمعیت علمائے ہند دہلی کی طرف اس اصل مقصد کے لیے صلح اور صفائی نیز محبت واخوت کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے پہل کرتے ہیں۔ (۲۲۸)

ہندوؤں کی مسلم دشمن پالیسیاں:

ہندوستان کی کانگریسی حکومتوں کے رویہ اور ہندوؤں کی مسلم دشمن پالیسی نے مسلمانان ہندوستان کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ہندوستان کی کانگریس حکومت دعویٰ تو یہ کرتی تھی کہ وہ خود لادینی ہے مگر دوسرے مذاہب کو تمام مذہبی آزادی حاصل ہے، مگر عمل اس کا یہ تھا کہ حکومت کے تمام ادارے ہندوؤں کے مفادات اور ان کے رسم و رواج کو فروغ دینے میں برسر پیکار تھے چنانچہ ان تمام اقدامات نے براہِ راست مذہب اسلام پر ضرب لگانے کی کوشش کی اس لیے مسلمانوں کے اندر اضطراب کا پیدا ہونا اور حکومت کے اقدامات کی مخالفت کرنا ایک فطری اور منطقی عمل تھا۔ (۲۲۹)

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے ایک موقع پر جمعیت العلمائے اسلام کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا:

مسلم لیگ اگر بحیثیت جماعت پیچھے بھی رہ جائے تو اب ہندوستان کے ہزاروں علماء جمعیت العلمائے اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے ہیں، پاکستان کے حصول میں اگر ہماری جانیں بھی کام آجائیں تو ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے۔ (۲۳۰)

……حواشی وحوالہ جات فصل دوم……

(۱) محمد میاں، سید/ علماء حق، مراد آباد، مئی ۱۹۳۸ء، ص ۱۳۹

☆ بخاری، سید حافظ شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۵۹

☆ الحسینی، مجاہد/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۱۵۸

☆ عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۶۰

(۲) وسی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۳۵

☆ وثیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۱۰۰

Scrwar, Gul Shahzad, Pakistan Studies, Karachi, Rehbar Publisher.143 ☆

(۳) قاسم محمود، سید/ انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، ص ۱۱۶

Wolpert, Stanley / Jinah of Pakistan, New York, Uni Press, 1984,pp.231-35 ☆

(۴) تجسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۱۶۱

(۵) محمد میاں، سید/ علماء حق، ص ۱۳۹_۵۰

(۶) منگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۳۰۵

(۷) محمد میاں، سید/ علماء حق، ص ۱۳۹

(۸) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۲۹

(۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۲۴۳

(۱۰) محمد میاں، سید/ علماء حق، حصہ دوم، ص ۱۳۹_۵۰

(۱۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۹۱

(۱۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۴۱

(۱۳) محمد سجاد، سید، مولانا/ پاکستان کی چٹھیاں اور جمعیت العلماء ہند کا فیصلہ، سہارن پور، مرکزی جمعیت العلماء ہند، ۱۹۴۲ء، ص ۸_۹

(۱۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی کردار، ص ۳۳

(۱۵) محمد سجاد، سید، مولانا/ پاکستان کی چٹھیاں اور جمعیت العلماء ہند کا فیصلہ، ص ۱۳

(۱۶) وسی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۰۷

(۱۷) منگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۲۲۱

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۷۳

(۱۸) وثیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۲۲۱

(۱۹) محمد سجاد، سید، مولانا/ پاکستان کی چٹھیاں اور جمعیت العلماء ہند کا واضح فیصلہ، ص ۱۳

Liaquat Ali Khan / Resolutions of the all India Muslim liaguee,1938,pp.47-48☆

(۲۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۶

(۲۱) محمد سجاد، سید، مولانا/ پاکستان کی چٹھیاں اور جمعیت العلماء ہند کا واضح فیصلہ، ص ۱۳

(۲۲) روزنامہ ایمان/ پاکستان نمبر، لاہور، ۲۸ فروری، ۱۹۴۶ء، ص ۲۱_۲۲

(۲۳) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۰۶
(۲۴) رئیس احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۷۳
(۲۵) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۳۲
(۲۶) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۵۱
(۲۷) براری، صابر/ تاریخ رفتگاں، ص ۷۹
(۲۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
(۲۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۰۵
(۳۰) قریشی، اشتیاق حسین/ مترجم ہلال، زبیری/ برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ، کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۳۷۰
(۳۱) محمد میاں، مولانا/ خطرناک نعرے، جمعیت العلمائے ہند کا صراط مستقیم، اخبار مدینہ، دلی، یکم فروری ۱۹۴۳ء، ص ۲۴_۲۵
(۳۲) ایضاً
(۳۳) اکرم، سر نفیس/ پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۱۴۷
(۳۴) اکرم، سر نفیس/ پاک وہند کی اسلامی تاریخ، کراچی، ص ۱۸۳
(۳۵) عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۵
(۳۶) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ ہمارا پاکستان، حیدرآباد، دکن، سن ندارد، ص ۹
(۳۷) ایضاً
(۳۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۰
(۳۹) ایضاً
(۴۰) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ ہمارا پاکستان، ص ۴۳_۵۰
(۴۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۱
(۴۲) عزیز الرحمن، مفتی، مولانا/ تذکرہ شیخ الہند، بجنور، ۱۹۶۵ء، ص ۴۹_۵۰
(۴۳) رسول، صاحبزادہ/ پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۹۱
(۴۴) مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۳۳۹
(۴۵) ابدالی، سید رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۳۹
(۴۶) گوہر، حفیظ/ شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۶
(۴۷) اکرام، سر نفیس/ پاک وہند کی اسلامی تاریخ، ص ۴۳۹
(۴۸) عزیز الرحمن، مفتی، مولانا/ تذکرہ شیخ الہند، ص ۲۴۹_۵۰
Naeem Qureshi/ Jinnah and khilafat movement, 1918-1924, pub.1977-pp128☆
(۴۹) ملک، عبدالمجید/ عمرانی نظریہ وتحقیق، لاہور، نذر سنز، ۱۹۷۳ء، ص ۲۹
(۵۰) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب ومحرکات، ص ۵۶
(۵۱) باری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۲۱۸
(۵۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۱
(۵۳) عبدالباری، ابوہشام، دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۳۴۷
(۵۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۲
(۵۵) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۶۰_۶۱

(۵۶) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۳۸۔۳۲۷

(۵۷) ایضاً

(۵۸) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۳۔۵۳۲

(۵۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۳۳۶

(۶۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۹۱۔۹۳

(۶۱) ایضاً

(۶۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ بیس علمائے حق، ص ۵۱

(۶۳) مدنی، سید حسین، مولانا/ جمعیت العلماء ہند کیا ہے، ص ۲۵

(۶۴) عبدالباری، ابو ہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۳۲۰

(۶۵) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۶۵

(۶۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۴۷

(۶۷) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۸۴

☆ آغا اشرف/ پاکستان کا اسلامی پس منظر، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۹۴

☆ عثمانی، شبیر احمد، مولانا/ رسالہ پیغام، لاہور، ہاشمی بک ڈپو، ۱۹۳۶ء، ص ۳۵

(۶۸) قاسم محمود، سید/ انسائیکلو پیڈیا پاکستان، ص ۵۰۶

☆ راغب احسن بنگالی

تحریک پاکستان کے رہنما ۱۹۰۵ء میں ضلع گیا (بہار) میں پیدا ہوئے کلکتہ میں تعلیم پائی اور اپنی سیاسی زندگی کا آغاز خلافت کمیٹی میں شمولیت سے کیا، جیل بھی گئے، جب سر شفاعت احمد نے الہ آباد سے انگریزی ہفت روزہ "اسٹار" جاری کیا تو وہ اس کے ادارتی عملے میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے پوری زندگی مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور انہیں اقوام عالم میں صحیح مقام دلانے میں صرف کی۔ آزادی سے پہلے وہ ہندوستان کے کسی مرکزی اسمبلی کے رکن تھے۔ ۱۹۳۲ء میں مولانا نے "آل انڈیا یوتھ لیگ" کی بنیاد رکھی۔ اسی اثناء میں میثاق فکر اسلامیت و استقلال ملت کے نام سے ایک فکر انگیز دستاویز مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مرتب کی۔ ۱۹۳۶ء میں کلکتہ مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے انہیں "سیف الملت" کا لقب دیا۔ ۱۹۶۵ء کے انتخابات میں مادر ملت کے حق میں اور صدر ایوب کے خلاف مشرقی پاکستان میں بہت کام کیا۔ ۱۹۵۶ء میں اسلامک کمیشن کے رکن بنائے گئے مرکزی اقبال کمیٹی کے نائب صدر اور سلیمان ندوی اکیڈمی آف اسلام کراچی کے بنیادی رکن تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ مولانا نے ہجرت کی اور ڈھاکہ تشریف لے آئے۔ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد ڈھاکہ سے کراچی اپنے بیٹے کے پاس آ گئے اور چوبیس ۲۸ نومبر ۱۹۷۵ء کو رحلت کی ۱۹۹۰ء میں حکومت پنجاب نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں تحریک پاکستان کا گول میڈل (پس از مرگ) دیا۔ (انسائیکلو پیڈیا......۵۰۶)

(۶۹) عثمانی، شبیر احمد، مولانا/ رسالہ پیغام، ص ۲

(۷۰) شیر کوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ۲۶۔۲۶۵

☆ شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام، مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۷۸

(۷۱) ایضاً

(۷۲) ماہنامہ چراغ راہ، نظریہ پاکستان نمبر، مضمون نظریہ پاکستان اور علماء، جلد ۱۳، شمارہ ۱۲، کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۳۵

(۷۳) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۴۴

(۷۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ندارد

(۷۵) رسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۸

(۷۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۸۷

(۷۷) کلی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۴۱۹

(۷۸) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۹۳

(۷۹) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، جلد اول، ص ۲۰۷

(۸۰) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۲۸

(۸۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۲۰

(۸۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۰۸

(۸۳) عبدالباری، ابوہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۲۱۸

(۸۴) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۵۶

(۸۵) خلیق الزماں، چوہدری/ شاہراہ پاکستان، کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۱۸۵

(۸۶) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۹۰

(۸۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ۲۶۶_۶۷

(۸۸) روزنامہ رہبر، حیدرآباد دکن، ۲۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء، انڈیا

(۸۹) قریشی، حامد علی/ سیکریٹری دلی مسلم لیگ، مکتوب، ۲۹/ اپریل ۱۹۳۹ء

(۹۰) میاں، سید محمد، مولانا/ علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۱

(۹۱) مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۴۲۱

(۹۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۱۸

(۹۳) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۹۲

(۹۴) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۱۴

(۹۵) ایضاً

(۹۶) طاہر قاسمی، مولانا/ مکالمۃ الصدرین، ص ۱۳

(۹۷) ایضاً

(۹۸) جعفری، رئیس احمد/ قائداعظم اور ان کا عہد، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۷_۳۸

(۹۹) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۳۲

(۱۰۰) مدنی، سید حسین احمد/ کشف حقیقت، دہلی، دلی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۶ء، ص ۴۷_۴۸

(۱۰۱) ایضاً

(۱۰۲) قاسم محمود، سید/ شخصیات کا اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۴۳

(۱۰۳) عثمانی، شبیر احمد، مولانا/ خطبہ صدارت میرٹھ کانفرنس مسلم لیگ، لاہور، ہاشمی بک ڈپو، ۱۹۴۶ء، ص ۱۲

(۱۰۴) ایضاً

(۱۰۵) عثمانی، شبیر احمد، مولانا/ خطبہ صدارت میرٹھ کانفرنس، ص سرورق

(۱۰۶) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۰۹

☆ Fischer, Luis / The life of Mahatma Gandhi, Bombay, 1951, pp.235

(۱۰۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۴۶

(۱۰۸) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱

(۱۰۹) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۴۳

(۱۱۰)وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۷

(۱۱۱)پروفیسر محمد سلیم، تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۶۳

(۱۱۲) قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۰

(۱۱۳)شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۲۶

(۱۱۴)عثمانی، شبیر احمد، مولانا/ خطبۂ صدارت صوبہ پنجاب جمعیت العلماء اسلام، لاہور، ہاشمی بک ڈپو ۱۹۳۶ء، ص ۲۸

(۱۱۵) ایضاً

(۱۱۶) رسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۸۳

(۱۱۷)میاں، سید محمد/ علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۲۵۳

(۱۱۸)صدیقی، شفیق، حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۲۵

(۱۱۹)ایضاً

Mitra, N.N / The Indian annual register Culcutta, 1913-1935, pub 1946☆

(۱۲۰) شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۲۴

(۱۲۱) قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۴۷

(۱۲۲)شیر کوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۱۹

(۱۲۳)وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۴۲

(۱۲۴) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۷۵

Manion, v.p. The transfar of power in India, Culcutta, 1957,pp152 ☆

(۱۲۵)صدیقی، ادریس/ اردو شاعری کا تنقیدی جائزہ، ص ۲۷۷

(۱۲۶) قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۳۵۔۳۶

(۱۲۷) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۵۸

The Daily Star of India, January 1937 ☆

(۱۲۸) رفیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۱۷۔۱۱۶

(۱۲۹) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۳۶

(۱۳۰) قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۳۶

(۱۳۱)احمد سعید، پروفیسر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص ۱۲۷

☆ محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۱۲

(۱۳۲) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۲۱

☆ لارڈ ویول (۱۹۴۳ء۔۱۹۴۷ء)

لارڈ ویول اکتوبر ۱۹۴۳ء میں وائسرائے ہند بن کر آیا۔ ویول ایک فیلڈ مارشل تھا۔ اس نے ۱۷ فروری ۱۹۴۴ء میں مرکزی اسمبلی میں اپنی پہلی تقریر میں کہا ”آپ جغرافیہ نہیں بدل سکتے ہندوستان ایک قدرتی وحدت ہے۔“ اس تقریر کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا: ”لارڈ ویول کانگریس کے ساتھ سمندر میں مچھلیاں پکڑ رہے ہیں۔“

(۱۳۳) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، کراچی، ص ۲۲۲

(۱۳۴) قاسمی، ابو حمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۴۷

(۱۳۵)وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۱۳

(۱۳۶) قرآن مجید

(۱۳۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۳۹_۴۰

(۱۳۸) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۲۸_۱۲۷

(۱۳۹) محمد سلیم، پروفیسر/ نظریہ پاکستان، ص ۲۱۰

(۱۴۰) واثق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان کا پس منظر، ص ۲۳۰

(۱۴۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۰۸

(۱۴۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۳۹_۴۰

(۱۴۳) رسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۳۹۶

(۱۴۴) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۸۴

(۱۴۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۴۰

(۱۴۶) سید حسن ریاض/ پاکستان ناگزیر تھا، ص ۲۸۰

(۱۴۷) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۶۵

(۱۴۸) مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۱۲۷

(۱۴۹) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۱۹

(۱۵۰) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۲۸

(۱۵۱) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۱۸

(۱۵۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۴۲۶

(۱۵۳) بخاری، حافظ محمد اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۹۶

(۱۵۴) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۸۰،۷۰

(۱۵۵) محمد سلیم، پروفیسر/ نظریہ پاکستان، ص ۲۱۷

(۱۵۶) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۸۳

(۱۵۷) محمود ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۶۱

(۱۵۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۴۲_۴۳

(۱۵۹) انور سدید، ڈاکٹر/ اردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ص ۵۱۲

(۱۶۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۹۳

(۱۶۱) قرآن مجید، پارہ ۲۸

(۱۶۲) قرآن مجید

(۱۶۳) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۲۰۵

(۱۶۴) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱

(۱۶۵) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۴۳_۴۴

(۱۶۶) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۲۱۳

(۱۶۷) امروہوی، رئیس/ قائداعظم جناح ایک قوم کی سرگزشت، لاہور، فیروز سنز، ۱۹۷۶، ص ۲۲۷

(۱۶۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۴۳

(۱۶۹) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۵۱_۵۲

(۱۷۰) واثق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۲۳۱
(۱۷۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی ۴۵
(۱۷۲) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۷۸
(۱۷۳) محمد سلیم، پروفیسر/ نظریہ پاکستان، ص ۲۲۶
(۱۷۴) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۴۵۔۴۶
(۱۷۵) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۳۲۵
(۱۷۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۴۵۔۴۶
☆ شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۰۰
(۱۷۷) وسی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۳۱
(۱۷۸) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۲۶
Menon, v.p, Transfer of Power in India, calcutta, 1957,pp215 ☆
(۱۷۹) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۴
Farooqi,Zia ul Hassan / TheDeuband School andthedemand forPakistan/pp103-109(۱۸۰)
Aziz,Dr. K.K /TheMakingofPakistan /London(۱۸۱)
(۱۸۲) بلوچ، نبی بخش، ڈاکٹر/ پاکستان کے ایک مقتدر رہنما عبدالقادر آزاد سبحانی، ص ۵۳
(۱۸۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۹۱
(۱۸۴) شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر عثمانی، ص ۱۳۶
(۱۸۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۵۰
(۱۸۶) ایضاً
(۱۸۷) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۱۰۔۱۱۱
(۱۸۸) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۱۰
(۱۸۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ علامہ ظفر احمد عثمانی اکابرین کی نظر میں، کراچی، ادارہ القرآن والعلوم، ۱۹۹۴، ص ۹
(۱۹۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء سیاسی وعلمی کردار، ص ۲۵۶
(۱۹۱) بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے علماء، ص ۱۹۱
(۱۹۲) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۱۹
(۱۹۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وعلمی کردار، ص ۲۱۴
(۱۹۴) بنگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ندارد
(۱۹۵) کی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان کے نمائندہ مسلم مجاہدین، ص ۵۲۵
(۱۹۶) محمود، سید قاسم/ پاکستانیکا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۲۵
(۱۹۷) کلیم، عبدالریان، ڈاکٹر/ صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات، ص ۶۵
(۱۹۸) ایضاً
(۱۹۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۲۱۱
(۲۰۰) کمال، احمد حسین، ڈاکٹر/ تاریخ جمعیت العلمائے اسلام، مقام لاہور، کلید ارالکتب، ۱۹۹۷ء، ص ۷۷
(۲۰۱) شاہ جہاں پوری، ڈاکٹر ابو سلمان/ علماء حق کا سیاسی موقف، ص ۱۲

(۲۰۲) عبدالباری، ابوہشام / دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، ص ۱۸۱
(۲۰۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ / تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۲۹۷
(۲۰۴) شفیق صدیقی / حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۸-۳۹
(۲۰۵) ایضاً
(۲۰۶) ہفت روزہ الاعتصام، مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء، ص ۶
(۲۰۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ / حیات احتشام، ص ۸۷
(۲۰۸) شفیق صدیقی / حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۹
(۲۰۹) ایضاً
(۲۱۰) تھانوی، احتشام الحق، مولانا / بحوالہ ہفت روزہ صوت الاسلام، لاہور، تاریخ ندارد، ص ندارد
(۲۱۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ / حیات احتشام، ص ۹۲
(۲۱۲) ایضاً
(۲۱۳) شفیق صدیقی / حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۳
(۲۱۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۶۷-۶۶
(۲۱۵) نظام نامہ کل ہند جمعیت العماء اسلام / ص ۵۱
(۲۱۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۶۸
(۲۱۷) نظام نامہ کل ہند جمعیت العلماء اسلام، ص نمبر ۲-۳
(۲۱۸) ایضاً
(۲۱۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۷۰-۶۸
(۲۲۰) شفیق صدیقی / حیات شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۶-۳۷
(۲۲۱) محمد سلیم، پروفیسر / تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۰۵
(۲۲۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۷۱
☆ نظام نامہ کل جمعیت العلماء الاسلام / ص ۲۸
(۲۲۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۷۲-۷۱
(۲۲۴) ایضاً
(۲۲۵) محمد سلیم، پروفیسر / تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۰۹
(۲۲۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۷۲
☆ نظام نامہ کل ہند جمعیت العلماء اسلام، ص ۳۲-۳۱
(۲۲۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۷۳
(۲۲۸) نظام نامہ کل ہند جمعیت العلماء اسلام / ص نمبر ۴۱
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر / تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۷۶
(۲۲۹) محمد سلیم، پروفیسر / تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۱۰
(۲۳۰) محمد زاہد، مولانا / تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۲۰

باب 4

قیام پاکستان کے لیے سیاسی خدمات

باب چہارم

فصل اول

قیامِ پاکستان کے لیے سیاسی خدمات

قیامِ پاکستان کے لیے ملک گیر تحریک کا احیاء:

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی برِصغیر مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ جنگِ آزادی کے ختم ہوتے ہی دارو گیر کا وہ بازار گرم ہوا کہ جس میں رحم و انصاف کا کوئی نام نہیں تھا۔ اگرچہ اس جنگ میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں قوموں نے مشترکہ طور پر حصہ لیا تھا، لیکن انگریزوں کا زیادہ تر غصہ مسلمانوں پر اترا۔ بقول سر سیّد احمد خان (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۸ء) ”کوئی آفت ایسی نہیں جو اس زمانے میں نہ ہوئی ہو، گاؤ ماتا دین اور رام دین نے ہی کی ہو، یہ نہ کہا گیا ہو کہ مسلمانوں نے اس جنگ کی شروعات میں ابتداء کی ہندوستان میں مفسد اور بد ذات کوئی نہیں مگر مسلمان تو مسلمان، کوئی کانٹے دار درخت اس زمانے میں نہیں اُگا، جو یہ کہا گیا ہو کہ اس کا بیج مسلمانوں نے بویا تھا۔“(۱)

۱۸۸۵ء میں برِصغیر کے عوام الناس کے حقوق و نمائندگی کی غرض سے آل انڈیا کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قیام کا مقصد خالصتاً سیاسی تھا۔ کانگریس اپنے ابتدائی ایام میں ایک اعتدال پسند جماعت تھی، لیکن بعد میں اس نے ایسے مطالبات پیش کیے جن سے مسلمانوں کے مفادات کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہو چکا تھا۔ (۲)

کانگریس کے عزائم کو بھانپنے میں سر سیّد نے اہم کردار ادا کیا۔ سر سیّد احمد خاں برِصغیر کے وہ واحد مسلمان رہنما تھے کہ جنہوں نے باضابطہ کانگریس کی مخالفت کی اور مسلمانوں کو اس میں شامل ہونے سے دُور رہنے کی تاکید فرمائی۔ سر سیّد کی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسلمانانِ ہند کو اس بات کا مشورہ دیا کہ وہ کانگریس سے خود کو علیحدہ رکھیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا خیال تھا کہ چونکہ کانگریس میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، لہٰذا اس صورت میں اس جماعت کی اصلاح کرنا ناممکن ہے، دوسری جانب مسلم لیگ میں نقائص تھے، لیکن وہ قابلِ اصلاح تھے، اس لیے مسلمانانِ ہند کا کانگریس سے علیحدہ رہنا نہایت ضروری تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک طویل عرصے تک دار العلوم دیوبند کے سرپرست رہے، لیکن جب چند لوگوں نے کھلم

کھلا کانگریس کی حمایت شروع کی تو آپ نے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے دیا اور اس موقع پر آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو ایک خط میں تحریر کیا اور فرمایا کہ:

''میں تو علم الیقین سے بڑھ کر عین الیقین پر رکھتا ہوں کہ یہ کانگریس مسلک کی رُوح مدرسہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔'' ایک خط میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کو تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کی زبانی مجھ کو یہ پیغام دیا گیا تھا کہ ہم طلبہ میں کانگریسی اثر نہیں پھیلاتے، کیا یہ کانگریسی اثر نہیں ہے۔''(۳)

تحریکِ خلافت اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

تحریکِ خلافت کے زمانے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بڑھ چڑھ کر سیاست میں حصہ لیتے رہے، دیگر دوسرے علمائے کرام بھی اس تحریک سے وابستہ تھے۔ تحریکِ خلافت کے دوران ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے کرام شبیر احمد عثمانیؒ سے صلاح ومشورہ کیا کرتے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ایک خط ارسال کیا، جس کا عنوان اس طرح کا تھا۔

''حضرت میں بڑی مشکل میں ہوں، کیا کروں کہ دو بڑوں (مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا محمود حسنؒ) کے درمیان ہوں۔'' مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

''علامہ ہمارے سب کے بڑے ہیں، مولانا ہی کے فرمائے پر عمل کرنا چاہیے، اگر میں تنہا ہوتا تو خود بھی حضرت کے ساتھ ہوتا۔''(۴)

جھانسی کا انتخاب اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

کانگریس اور مسلم لیگ کا پہلا مقابلہ ۱۹۳۷ء میں ''جھانسی''(۵) کے مقام پر ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان جدائی ہوئی تھی۔ انتخاب کے دن جتنے قریب آتے جا رہے تھے، ''جھانسی'' کے مسلمان مولانا اشرف علی تھانویؒ سے مسلم لیگ کے بارے میں سوال کر رہے تھے، لیکن جب انتخاب کی تاریخ قریب تر آ گئی تو جھانسی کے عوام نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ایک تار روانہ کیا، جس میں آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا مسلم لیگ کو ووٹ دینا جائز ہے، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب دینے کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو بلایا۔ آپ نے ان دونوں حضرات سے کہا مسلم لیگ بڑے اور زمینداروں کی جماعت ہے، مجھے نہیں معلوم اگر یہ جماعت غالب آ گئی تو یہ اسلام رائج کریں گے یا نہیں اگرچہ میں مسلم لیگ کو کانگریس سے بہتر سمجھتا ہوں، لیکن پھر بھی میرے دل میں شبہ ہے۔ چنانچہ اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

"آپ یہ تار دے دیں کہ کانگریس کو ووٹ نہ دیا جائے۔ خدا کی قدرت سے مسلم لیگ کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اور کانگریس کو اس معرکہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔" (۶)

مسلم لیگ کے تبلیغی وفود:

آل انڈیا مسلم لیگ میں علمائے کرام کی شمولیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نہ صرف مسلم لیگ کی حمایت میں فتویٰ جاری کیا بلکہ اپنے کئی تبلیغی وفود مسلم لیگ کے مختلف اجلاسوں کے موقعوں پر بھیجے۔ سب سے پہلا وفد ۴ جون ۱۹۳۸ء کو مرتب کیا گیا۔ ۴ جون کو بمبئی میں مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا، چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اربابِ لیگ کو تبلیغ کی غرض سے ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اس مقصد کے لیے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نگاہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پر گئی اور آپ کی زیرِ سرپرستی میں درج ذیل علماء اس کانفرنس میں شرکت کے لیے ترتیب دیے گئے۔

(۱) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

(۲) مولانا عبدالکریم گمھتلویؒ

لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی والدہ سخت علیل تھیں، جس کی بناء پر وہ وفد کی روانگی کو ملتوی کرنا پڑا۔ (۷)

۱۹۳۸ء میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے اربابِ واقتدار کو تبلیغ کرنے اور انہیں تحریکِ پاکستان کے لیے تیار کرنے کی طرف توجہ مبذول فرمائی، کیونکہ مسلمانوں کو ہمیشہ اتباعِ احکامِ الٰہیہ سے ہی کامیابی اور ترقی حاصل ہوتی ہے، محض اسبابِ ظاہرہ یا دیگر اقوام جیسا مظاہرہ مسلمانوں کے لیے ہرگز کافی نہ تھا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے (مجلس دعوۃ الحق ۱۹۳۸ء) (۷) قائم کی، جس کے اغراض و مقاصد حسبِ ذیل قرار پائے۔

مجلسِ دعوۃ الحق کے مقاصد:

☆ مسلمانوں کی حفاظت و مدافعت کے لیے تنظیم و تبلیغ کو وسیع پیمانے پر ہندوستان میں پھیلانا۔

☆ مسلم لیگ کے لیڈروں کو دین داری کی طرف متوجہ کرنا کہ اس کے لیڈروں کی اصلاح سے بہت کچھ عوام کی اصلاح متوقع ہے۔

☆ مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کے ارکان کے پاس ان کے جلسوں میں یا خاص اوقات میں چند مخلصین کا وفد بھیجتے رہنا۔

☆ مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کو شعائرِ اسلامیہ کی پابندی کی تبلیغ کرنا اور مجلسِ عاملہ سے مسلم لیگ کے ہر ممبر پر قانونی طور پر شعائرِ اسلامیہ کی پابندی کو لازم قرار دینے کی کوشش کرنا۔ (۸)

اجلاس پٹنہ ۱۹۳۸ء:

مسلم لیگ کے قائدین کو دینی فراست میں بہتر اور فعال کرنے کی خاطر ۱۹۳۸ء میں مجلس دعوۃ الحق نے اپنا کام شروع کر دیا

اور اس سلسلے میں ایک وفد قائداعظم محمد علی جناح سے ملنے پٹنہ روانہ ہوا، کیونکہ پٹنہ (۹) میں مسلم لیگ کے قائدین کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اسی پٹنہ کے اجلاس میں دعوۃ الحق کا پیغام مسلم لیگ کے قائدین کے لیے پڑھ کر سنایا گیا، جس میں ممبرانِ مسلم لیگ کی توجہ احکامِ اسلامی کی پابندی کی طرف مبذول کرائی گئی تھی، اسی پٹنہ کے اجلاس میں مسلم لیگ نے پہلی مرتبہ عملی جدوجہد کی طرف قدم بڑھایا اور ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کی تنظیم کرنے، اس کی شاخیں قائم کرنے اور انہیں آنے والی جدوجہد پاکستان کے لیے منظم کرنے کا حتمی پروگرام مرتب کیا۔ (۱۰)

مسلم لیگ جب قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں نئے عزم وارادہ سے میدانِ عمل میں اتری، تو اس وقت اس کی راہ میں بے شمار مشکلات سامنے آئیں۔

کانگریس میں شامل علمائے دین:

کانگریس ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت تھی، جس کو ہندوستان کے بڑے بڑے سرمایہ دار لاکھوں، کروڑوں روپوں سے امداد کر رہے تھے، اس کے علاوہ اس جماعت میں چند بڑے جید علماء بھی شامل تھے، جن میں مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۱) و مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۲) قابلِ ذکر تھے۔ اس کے علاوہ کانگریس کی حمایت ہندوستان کے بڑے بڑے اشاعتی اخبارات کر رہے تھے اور ان کانگریسی رہنماؤں کے بیانات کو واضح سرخیوں کے ساتھ اخبارات کا زینت بنایا جاتا۔ پاکستان مخالفت کے پروپیگنڈے کو بڑھا چڑھا کر اخبارات کی زینت بنایا جاتا اور ان تمام کاموں میں پاکستان کی مخالفت کی خاطر وہ ہندو جماعتیں بھی پشت پناہی کر رہی تھیں جو کانگریس کے لائحہ عمل سے اختلاف رکھتی تھیں۔ اور مسلمانوں کو ہر نقطۂ نظر سے کمزور اور ہندوؤں کو مضبوط اور خیر خواہ بنانے کی کوشش میں مصروفِ عمل نظر آتے تھے۔ (۱۳)

جمعیت العلمائے ہند:

ہندوستان کی سیاست میں خاص طور پر مسلم سیاست میں علمائے دین کا کردار نہایت ہی اہمیت کا حامل تھا اور ہندوستان میں علماء کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کے لیے اگرچہ ایک خاص قسم کا پروپیگنڈا جاری تھا، مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت مذہب پرست ہونے کی وجہ سے علماء کی متبع تھی اور جن کی واحد نمائندہ جماعت ''جمعیت العلمائے ہند'' اور یہ جمعیت العلمائے ہند ۱۹۱۹ء سے تحریکِ خلافت کے زمانے سے ملک میں متعارف تھی، جس کے اربابِ اقتدار مسلمانوں کے مذہبی پیشوا تھے، جو اس وقت کے حالات کے تحت کانگریس کی تائید میں تھے بلکہ اس کے بھی رکن تھے۔ برصغیر کے ہندو چاہتے تھے کہ سیاسی میدان میں برصغیر کے مسلمانوں کو کسی طرح ہم خیال بنا کر انگریزوں کی غلامی سے اس طرح نجات پائی جائے کہ ہندوستان پر ہندوؤں کا غلبہ ہو اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی جنگجو جماعتوں کی مدد سے غلام بنالیا جائے۔ (۱۴)

عدم اعتماد کا فلسفہ:

بعض حلقوں کے نزدیک مسلم لیگ زیادہ تر عافیت پسند، خطاب یافتہ حضرات پر مشتمل تھی اور جن کو رجعت پسند اور انگریزوں کا پٹھو کہا جاتا تھا، ان کی اکثریت دین دار حضرات پر مشتمل نہ تھی، نیز اسے متعارف علمائے کرام کی تائید بھی حاصل نہ تھی، عام مسلمان اور بالخصوص دیہات وقصبات میں رہنے والا مذہب پرست طبقہ اس سے مانوس نہ تھا، اس لیے عوام الناس کا اعتماد اس کو حاصل نہ تھا۔ (۱۵) ان حالات کے پیش نظر مسلم لیگ کے لیے خاص طور پر تنظیم سازی کا مرحلہ آسان کام نہیں تھا۔ اس خدشے کے پیشِ نظر کہ ہندو جو ہر قیمت پر ہندوستان سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے پر تلا ہوا ہے اور پاکستان کی تجویز کو مسترد کرانے کی خاطر مسلمانوں کی فعال اور بااثر سیاسی جماعتوں کو بھی میدانِ عمل میں لے آئے گا۔ اس لیے علماء نے مسلم لیگ کی حمایت کرنے کا فیصلہ کیا، جس سے مسلمانوں کی حفاظت اور مدافعت کی غیر مسلموں کو زیادہ توقع نہ تھی۔ (۱۶)

مسلم لیگ کی حمایت کا فیصلہ:

جون ۱۹۳۹ء میں جبکہ مسلم لیگ اپنے تنظیمی منصوبے کے تحت صوبوں اور ضلعوں میں از سرِ نو اپنی شاخیں قائم کر رہی تھی۔ اس موقع پر مولانا اشرف علی تھانویؒ (حکیم الامت)، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (شیخ الاسلام) اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ (مفتی اعظم پاکستان) اور بعض دیگر دوسرے اکابر وعلماء دیوبند کے صلاح ومشورہ سے مسلمانانِ ہند کو مسلم لیگ کی حمایت ومدد کرنے کا ان الفاظ میں فتویٰ دیا۔

”گو مسلم لیگ متقی جماعت نہیں بلکہ ایک سیاسی جماعت ہے، گو اس جماعت کے اتحاد میں اختلاف مذاہب بھی ہے مگر چونکہ اسلام کی حفاظت اور مخالفین اسلام کی مدافعت اس کا مقصود مشترک ہے، اس لیے اس وقت کی فضاء پر نظر کر کے بظاہر اس بات کی ضرورت ہے کہ اس مقصود کو حاصل کرنے کے لیے باہمی اختلاف کو بجائے خود رکھ کر سب کلمہ گو جمع ہو جائیں اور جو متعصبین آزادی ہند کے بعد ہندوستان سے اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں، ان کے مقابلہ میں اس کی حمایت کریں تاکہ اسلام کو اپنے اصول وشعائر کے ساتھ ہندوستان میں باقی رہے۔“ زعماء کا کام اس وقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو من حیث القوم مٹنے نہ دیں اور علماء کا کام یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو من حیث المذہب بگڑنے نہ دیں اور ہر حال اور ہر عمل میں اصل مطمع نظر رضائے حق کو رکھیں کہ کامیابی اسی پر موقوف ہے۔ (۱۷)

علمائے کرام کی جانب سے یہ پہلی آواز تھی جو مسلم لیگ کی حمایت میں بلند ہوئی تھی اور جس سے اربابِ غرض میں سراسیمگی سی پھیل گئی، کیونکہ کانگریسی اراکین اور ہندو پنڈتوں کو یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہے کہ جن کا اثر ورسوخ برصغیر پاک و

ہند کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے اور ان اکابر علمائے کرام کے سینکڑوں خلفاء، ہزاروں متبعین، لاکھوں معتقدین، قصبہ قصبہ اور قریہ قریہ پھیلے ہوئے ہیں اور جن کی امانت و دیانت کا مخالفوں کو بھی اعتراف ہے، اس لیے جہاں مخالفین نے مسلم لیگ کی مخالفت کی مہم تیز تر کر دی اور علمائے کرام جو مسلم لیگ کی حمایت میں فتویٰ و خطبات پیش کر رہے تھے، ان کے ذاتی دشمن ہو گئے۔ اس صورتحال میں وہ علمائے کرام جو دین کے معاملے میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے، مسلم لیگ کی حمایت میں اور مسلمانانِ ہند کی بہتری کے لیے اعلانیہ طور پر میدانِ عمل میں نکل آئے، جسے پہلے مسلم لیگ کی حمایت کی جرأت اس لیے نہ ہوتی تھی کہ متعارف علمائے کرام کی اسے تائید حاصل نہ تھی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی اور اس کے تن مُردہ میں بیداری کی لہر و رُوح پیدا ہو گئی، جہاں نہیں بنے گا پاکستان کی آواز بلند ہوتی، وہاں سے بن کے رہے گا پاکستان کے سینکڑوں نعرے سننے میں آتے اور یہ سب کمال دراصل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر رفقاء کار کا مرہونِ منت ہے کہ جنہوں نے اپنی دُور اندیشانہ صفات سے مسلم لیگ کے عزائم و مقاصد کو مسلمانانِ ہند تک پہنچایا اور پاکستان کے قیام کے مقاصد کو بیان کیا۔ (۱۸)

بعض تاریخ نویسوں کے مطابق ۱۹۳۹ء کا سال برِصغیر پاک و ہند کی سیاسی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسی سال خدام دربار اشرفیہ تبلیغی مہم میں اور ارباب مسلم لیگ اپنی تنظیمی مہم میں مشغول رہے۔ بعض کانگریس میں شامل مسلم علمائے کرام نے اپنا سارا زورِ قلم ارباب مسلم لیگ کو بے دین اور گم کردہ راہ ثابت کرنے اور مطالبہ پاکستان کی مخالفت میں لگا رہے تھے اور اس طرح وہ بذاتِ خود کانگریس کے مقاصد اور اس کی تائید کرنے میں مصروف تھے۔ (۱۹)

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کو کوئی قوم براہِ راست اتنا نقصان نہیں پہنچا سکی جتنا اس نے مسلمانوں کو واسطہ بنا کر نقصان پہنچایا ہے، عین اس وقت جب کہ ہندو سامراج کی غلامی سے نجات حاصل کرنے اور اسلام کی حفاظت اور دشمنانِ اسلام کی مدافعت کرنے کے لیے علمائے کرام جمہور مسلمین کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں مصروف تھے۔ بعض علماء نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے اس قسم کے فتوے صادر کیے۔

☆ مسلم لیگ کے قائداعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔ (۲۰)

☆ یہاں مسلمانوں کی قیادت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ نہ اسلام کو جانتے ہیں نہ اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پہچانتے ہیں، نہ ان کو اس منبع کی خبر ہے جہاں اسلام کی قوت تسخیر چھپی ہوئی ہے۔

☆ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام پر کام کر رہی ہیں، اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنس کاسدر (کھوٹی) نکلیں گی، خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین و مفتیانِ شرع متین، دونوں قسم کے رہنما اپنے نظریہ اور اپنی پالیسی کے

لحاظ سے گم کردہ راہیں ہیں، دونوں راہِ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں، دونوں اپنے اصلی ہدف کو چھوڑ کر ہوا میں چوبائی تیر چلا رہے ہیں، اگر ایک گروہ کے دماغ پر ہندو کا ہوا سوار ہے، وہ سمجھتا ہے کہ "ہندو امپریلزم" کے چنگل سے بچ جانے کا نام نجات ہے، جبکہ دوسرے گروہ کے سر پر انگریز کا بھوت مسلط ہے اور وہ امپریلزم کے جال سے بچ نکلنے کو نجات سمجھ رہا ہے، ان میں سے کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں۔ (۲۱)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی تشکیل:

بعض تاریخی کتب میں بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نظریہ و مطالبہ پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش نظر آئے اور بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق ان کی تحریروں نے صالح رنگ میں مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس قدر نقصان پہنچایا، اتنا نقصان کانگریس، جمعیت العلمائے ہند، خدائی خدمت گار وغیرہ بھی نہ پہنچا سکے۔ (۲۲) بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ منظم طور پر پاکستان کی مخالفت کرنے کے لیے پاکستان ریزولیشن پاس ہونے کے پانچ ماہ بعد ۱۳۵۹ھ۔ اگست ۱۹۴۰ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی اور جماعت اسلامی کی تشکیل کے زیرِ عنوان انہوں نے لکھا کہ:

(۱) اسلام کا مقصد زندگی کے فاسد نظام کو بنیادی طور پر بدل دینا ہے۔

(۲) یہ کلی و اساسی تغیر صرف اسی طریقہ پر ممکن ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام نے اختیار کیا تھا۔

(۳) مسلمانوں میں اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے، وہ نہ اس مقصد کے لیے ہے اور نہ اس طریقہ پر ہے۔

(۴) اب ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو صحیح معنوں میں اسلامی جماعت ہو اور اسلامی طریقہ پر کام کرے۔

تاریخ کے واقعات و حقائق اس بات کے شاہد ہیں کہ صدیوں تک مسلمان میدانِ جنگ میں یہود و نصاریٰ کو شکست دیتے رہے اور خود صدیوں تک ناقابلِ تسخیر بنے رہے، آخری دور میں بھی ان کی حکومت و سلطنت یورپ، افریقہ اور ایشیا، تین برِاعظموں پر پھیلی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی مملکت تھی جس کو سلطنتِ عثمانی (خلافتِ عثمانیہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، میدانِ جنگ میں شکست کھا کر دشمنانِ اسلام نے نظریاتی جنگ چھیڑ دی اور عالمِ اسلام کے فکری اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کو جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا اور یہ جنگ گزشتہ تین صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ (۲۳)

برِصغیر میں مسلمانوں کی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو مذہبی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی آزادی حاصل ہو۔ ان کی سیاسی اور خارجی پالیسی اس قدر آزاد ہو کہ غیر ممالک اس میں مداخلت نہ کر سکیں۔ مسلمانوں کا معاشرہ اخلاقی اور مذہبی اعتبار سے اتنا بلند ہو کہ اس کی قدریں قرآن و حدیث کی قدروں سے متحد ہوں۔ مسلمانوں کی سیاسی صورت حال انتہائی ناگفتہ بہ تھی، بنگال میں فضل الحق کی "سرامک پارٹی" تھی، پنجاب میں سر فضل حسین کی "یونینسٹ پارٹی" تھی سرحد میں

عبدالغفار خاں کی ''خدائی خدمت گار پارٹی'' تھی البتہ یو پی میں مسلم پارلیمنٹری بورڈ مسلم لیگ کے ساتھ تھا، اس لیے سب سے اول کام مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا تھا۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات سر پر کھڑے تھے، قائداعظم محمد علی جناح مسلم لیگ اور مسلمانوں کو قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد بیان کرنے میں مصروف تھے۔ (۲۴)

۱۹۴۵ء کا تاریخی الیکشن جس نے برِصغیر کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا کہ یہ اکھنڈ رہے یا ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم ہو جائے۔ بعض خوش فہم سیاستدانوں کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی کو اسی سلسلے میں دعوت بھی دی گئی جو جماعت اسلامی نے ٹھکرا دی اور واضح طور پر صاف اعلان کر دیا کہ:

''ووٹ اور الیکشن کے معاملے میں ہماری پوزیشن صاف صاف ذہن نشین کر لیجیے پیش آمدہ انتخابات یا آئندہ آنے والے انتخابات کی اہمیت خواہ کچھ بھی ہو اور ان کا جیسا بھی اثر ہماری قوم یا ملک پر پڑتا ہو بہر حال ایک با اصول جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے یہ ناممکن ہے کہ کسی وقتی مصلحت کی بناء پر ہم ان اصولوں کی قربانی گوارا کر لیں جن پر ایمان لائے ہیں۔'' (۲۵)

کچھ سیاسی حلقوں کے مطابق جماعت اسلامی کی طرف سے پاکستان کی پہلی عملی مخالفت ہی نہ تھی بلکہ کانگریس کی خاموش تائید و حمایت بھی تھی، کیونکہ اس ایماندار اور با اصول جماعت کا اس تاریخی انتخاب میں مسلم لیگ کی حمایت نہ کرنے کا فائدہ گاندھی اور ان کی کانگریس کو براہ راست پہنچ رہا تھا۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا اعلان و مشورہ:

بعض تذکرہ نویسوں کے مطابق جس زمانے میں دارالعلوم پٹھان کوٹ سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا یہ فتویٰ جاری ہوا کہ پاکستان کے نام پر لڑنے والے الیکشن میں جماعت اسلامی حصہ نہ لے، عین اسی زمانے میں سہارن پور میں جمعیت العلمائے کل کانفرنس ہوئی جس میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے کی بجائے کانگریس میں شرکت کرنے کا مشورہ دیا اور کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کو جائز قرار دیا۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ:

جب کونسلوں، میونسپلٹیوں میں ہندوؤں سے اشتراک عمل جائز ہے تو دوسرے معاملات میں کیوں نہیں۔ (۲۶)

قیام و تحریکِ پاکستان کا یہ نازک ترین دور تھا، مجلس احرار، نیشنلسٹ مسلمان جماعت اسلامی، جمعیت العلمائے ہند اور خدائی خدمت گار اپنی اپنی اغراض و مصالح کی بناء پر پاکستان کے خلاف متحدہ محاذ بنائے ہوئے تھے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ کانگریس کی تائید کر رہے تھے، دارالعلوم دیو بند کی ایک جماعت کانگریس کی حامی اور جمعیت العلمائے ہند کی رکن تھی۔ مولانا محمد شفیع (مفتی اعظم) اس وقت دارالعلوم دیو بند کے مفتی تھے اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز ہونے کی حیثیت سے وہ مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید میں تھے، اس لیے مسئلہ پاکستان پر ان کے ساتھ اختلافات کا دروازہ کھلا۔ بحث و مباحثہ کی

نوبت آئی اور آخرکار دارالعلوم دیوبند کو اس اختلاف کے خراب اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور چند دیگر اکابر علماء کو باضابطہ طور پر دارالعلوم سے استعفیٰ پیش کر دیا اور آزادانہ طور پر مسلم لیگ اور قیامِ پاکستان کی حمایت کے لیے اپنے اوقات وقف کر دیے۔ کانگریس کی تحریک کے بڑے نظریاتی ستون دو تھے۔ ایک سیکولرازم دوسری قومیت و وطنیت، پوری کانگریسی سیاست ان ہی دو نقطوں کے گرد گھومتی تھی۔ سیکولرازم اور وطنی قومیت کے نظریات سے جتنا نقصان اسلام کو پہنچا ہے شاید ہی کسی اور چیز سے پہنچا ہو۔ یہ دونوں نظریئے اسی مغربی سامراج کے پیدا کردہ اور پروردہ ہیں جس کی مخالفت کا کانگریسی مسلمان دعویٰ کر رہے تھے یہی وہ سبق ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کی وحدت اور مرکزیت کی آخری نشانی ''خلافتِ عثمانیہ'' (۱۹۲۴ء) کو ختم کیا گیا تھا۔ (۲۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا اعلان:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے اس خطبہ کی تردید میں ایک زوردار بیان جاری کیا، جس میں انہوں نے کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل کو جائز قرار دیا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ جہادِ آزادی میں اشتراکِ عمل اس شرط سے جائز ہے کہ حکم اہلِ شرک غالب نہ ہو مسلمان مشرکین کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوں بلکہ مشرکین اسلامی جھنڈے کے نیچے ہوں چنانچہ فیصلہ اب اہلِ انصاف کے ہاتھ میں ہے کہ کانگریس میں اس وقت حکم شرک غالب ہے یا حکم اسلام رہا مطالبہ پاکستان اور اس کی حمایت و تائید ہو جب کہ تمام ہندوستان کو اسلامی سلطنت بنانا بھی موجودہ کسی طرح ممکن نہیں تو کم از کم ان صوبوں کو جہاں مسلم اکثریت ہے اسلامی سلطنت بنالینا کہ وہاں اسلامی سلطنت اسلامی اصولوں پر قائم کی جاسکے لازم اور ضروری ہے۔ (۲۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کونسلوں اور میونسپلٹیوں کی مثال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''ان محکموں میں ہندو مسلم اشتراکِ عمل صرف حقوق غلامی میں اشتراک ہے۔ حکومت نے غلاموں کے سامنے روپوں کے چند ٹکڑے ڈال دیئے ہیں کہ ان کو حصہ رسدی تقسیم کرلو، ہندو مسلمان ان کو حصہ رسدی تقسیم کرتے ہیں، اگر کوئی فریق اپنا حصہ نہ لے بھوکا مرے گا، اس کو اشتراکِ عمل سے، جس کا نام جہادِ آزادی رکھا گیا ہے، دور کی بھی نسبت نہیں۔ کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل جہادِ آزادی میں اشتراکِ عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت و حیات کا دارومدار ہے۔''

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ۱۹۴۵ء کے زمانے میں صاحبِ فراش تھے اور عملی طور پر سیاست سے خود کو علیٰحدہ کیے ہوئے تھے لیکن بوقتِ ضرورت مسلمانوں کے حق میں اپنی ذمّے داریاں نبھاتے رہے۔ لیکن سرگرم زیادہ نہ تھے مگر حالات کی نزاکت نے ان کی رہنمائی کو ضروری تصور کیا، چنانچہ اس موقع پر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ

مسلمانوں کی دینی و مذہبی و سیاسی رہنمائی کا بیڑہ اٹھائیں، کیونکہ اس وقت مسلمانوں اور خصوصاً مسلم لیگ کو آپ جیسے علماء کی سخت ضرورت ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے آخر کار اس شرط پر سیاست میں واپسی کا فیصلہ کیا کہ اگر وہ علالت کی وجہ سے کوئی کام نہ کر سکے تو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ان کی نیابت و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ مطالبہ منظور کر لیا، چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے علالت و نقاہت کے باوجود مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مل کر ایک بیان جاری کیا اور فرمایا:

”کانگریس کے دائرہ میں جہاں ہندو عناصر کھلے ہوئے غلبہ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، مٹھی بھر مسلمان داخل ہو کر تو یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان سب کو راہِ راست پر لے آئیں گے، لیکن مسلم لیگ کے متعلق جو خالص مسلمانوں کی جماعت ہے کیا اس اُمید کے دروازے بند ہو چکے ہیں یہ چیز اور بات کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔

مسلم لیگ گو کلمہ گو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے، اس میں ہزار عیب سہی تاہم غیر مسلم قوموں کی نسبت تو وہ ہم سے قریب تر اور بلند تر ہے اگر مسلم لیگ ناکام ہو گئی تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ ایک سچا اصول ہی شاید ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے اور مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کی آواز فضائے ہندوستان میں پھر کبھی سنائی نہ دے۔ پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے اور یہ نام سن کر کسی کو بھی غلط فہمی یا خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اس خطہ میں فوراً بلا تاخیر خلافتِ راشدہ یا خالص قرآنی اور اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی، ضرورت سے زیادہ اُمیدیں دلانا یا توقعات باندھنا کسی عاقبت اندیش حقیقت پسند کے لیے زیبا نہیں، ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان ایک ایسا ابتدائی قدم ہے جو انجام کار قرآنی اصول کے مطابق احکم الحاکمین کی حکومت عادلہ قائم ہونے پر کسی وقت منتج ہو سکتا ہے۔“ (۲۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء کار کی جانب سے اس قسم کے بیانات نے ہوا کا رخ بدل دیا، جو لوگ ابھی تک مسلم لیگ کی حمایت کے لیے آمادہ نہ تھے، وہ اس میں شامل ہو کر اس کے معاون و مددگار بن گئے۔

تحریک پاکستان کی حمایت اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل:

۱۹۴۵ء میں برِصغیر میں وہ تاریخی الیکشن کا دن قریب آ گیا جس نے برِصغیر پاک و ہند کی قسمت اور تقسیم کا فیصلہ کرنا تھا کہ یہ اکھنڈ بھارت رہے یا ہندوستان پاکستان میں تقسیم ہو جائے، اسی الیکشن پر مسلم لیگ اور قائداعظم نے سارا زور لگایا ہوا تھا۔ اس الیکشن کے موقع پر بعض سیاسی رہنماؤں کا یہ خیال تھا کہ جماعت اسلامی اور اس کی قیادت پاکستان کی حمایت کرے گی اور مسلم لیگ اور مسلمانوں کے لیے اپنی خدمات صرف کرے گی، لیکن جماعت اسلامی نے مسلم لیگ کے دعوت نامے کو مسترد کر دیا اور اس بات کا واضح اعلان کیا کہ:

”ووٹ اور الیکشن کے معاملہ میں ہماری پوزیشن صاف صاف ذہن نشین کر لیجیے، پیش آمدہ انتخابات یا آئندہ مستقبل

میں ہونے والے انتخابات کی اہمیت جو کچھ بھی ہو اور ان کا جیسا بھی اثر ہماری قوم یا ملک پر پڑتا ہو بہر حال ایک با اصول اور عوامی جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے یہ ناممکن ہے کہ کسی وقت مصلحت کی بناء پر ہم ان اصولوں کی قربانی گوارا کر لیں جن پر ایمان لائے ہیں۔(۳۰)

تذکرہ نگاروں کے مطابق "یہ جماعت اسلامی کی طرف سے پاکستان کی پہلی عملی مخالفت ہی نہ تھی بلکہ کانگریس اور ہندوؤں کی خاموش تائید بھی تھی، کیونکہ اس ایمان دار اور با اصول جماعت کا اس تاریخی الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت نہ کرنے کا فائدہ کانگریس اور گاندھی کو ہی پہنچ رہا تھا"(۳۱)

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی ترغیبات:

بعض تذکرہ نویسوں کا کہنا ہے کہ ۱۹۴۵ء کے الیکشن کے گہما گہمی ماحول میں دار العلوم پٹھان کوٹ سے جماعت اسلامی کے سربراہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کا یہ فتویٰ جاری ہوا کہ پاکستان کے نام پر لڑنے والے الیکشن میں جماعت اسلامی حصہ نہیں لے گی، عین اسی زمانے میں سہارن پور میں جمعیت العلمائے ہند کی کانفرنس ہوئی جس میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے کی بجائے کانگریس میں شرکت کرنے کا مشورہ دیا اور کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کو یہ دین جائز قرار دیا۔ اس سلسلے میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

"جب کونسلوں میں، میونسپلٹیوں میں ہندوؤں سے اشتراک عمل جائز ہے تو دوسرے معاملات میں کیوں نہیں۔"(۳۲)

تحریکِ پاکستان کا نازک ترین دور:

کہا یہ جاتا ہے کہ تاریخ تحریکِ پاکستان کا یہ دور عام طور پر نازک ترین دور تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ مجلسِ احرار، نیشنلسٹ مسلمان، جماعت اسلامی، جمعیت العلمائے ہند اور خدائی خدمت گار اپنی اپنی اغراض و مقاصد و مصالح کی بناء پر پاکستان کے خلاف متحدہ محاذ بنائے ہوئے تھے اور بالواسطہ طور پر کانگریس کی حمایت و تائید کر رہے تھے۔(۳۳)

دار العلوم دیوبند سے علماء کا استعفیٰ:

دار العلوم دیوبند کی ایک جماعت کانگریس کی حامی اور جمعیت العلمائے ہند کی رکن تھی، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس وقت دار العلوم دیوبند کے مفتی تھے اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز ہونے کی حیثیت سے وہ مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید میں تھے۔ اس لیے پاکستان پر ان کے ساتھ اختلافات کا دروازہ کھلا، بحث و مباحثہ کی نوبت آئی اور آخرکار دار العلوم دیوبند کو اس اختلاف کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور چند دیگر اکابر علماء نے دار العلوم سے باضابطہ استعفیٰ دے دیا اور آزادانہ طور پر پاکستان کی حمایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔(۳۴)

علمائے دیوبند کی شیرازہ بندی:

جولائی ۱۹۴۵ء میں ''کلکتہ'' میں جمعیت العلمائے اسلام کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی، اس طرح علمائے دیوبند دو گروہ میں تقسیم ہوگئے اور علیحدہ خیالات و نظریات کا دفاع کرنے میں مصروفِ عمل نظر آتے تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کانگریس کے ہم خیال اور متحدہ ہندوستان کے داعی تھے اور ہندوستان کی تقسیم کے خلاف تھے، جبکہ دوسری طرف مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت اور رفقاء تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کا حامی تھا، لیکن دونوں گروہوں کے اختلافات مخلصانہ اور دیانت داری پر موقوف تھے، ہر گروہ دیانت داری اور اجتہاد سے اپنے موقف کو صحیح اور قابلِ عمل تصور کرتا تھا، نیز قوم کے سامنے دونوں گروہوں نے اپنے اپنے دلائل و شواہد پیش کیے، لیکن برِ صغیر کی ملتِ اسلامیہ کی اکثریت نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل اور شواہد کو درست تسلیم کرتے ہوئے تحریکِ پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔(۳۵)

آل پارٹیز کانفرنس اور پارلیمنٹری بورڈ کا قیام:

جمعیت العلمائے ہند کی طرف سے ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ ہندوستان کی قوم پرور جماعتوں کو جو اپنے نظام یا اپنی خدمات کے لحاظ سے ہندوستان میں کافی شہرت کی حامل تھیں، نیز ہندوستانی سیاست میں کافی اہمیت رکھتی تھیں، اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا، ان جماعتوں کے ۵۰ سے زائد نمائندے اور جمعیت العلماء ہند کے تقریباً سو ارکین کا اجتماع نواب قدیالدین کی محل برائے واقع دہلی میں ۱۷ تا ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء جاری رہا۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل جماعتوں کے شرکاء شامل تھے۔(۱) جمعیت العلمائے ہند (۲) مجلس احرار اسلام (۳) آل انڈیا مسلم جماعت (۴) آل انڈیا مومن کانفرنس (۵) خدائی خدمت گار (۶) انڈی پنڈینٹ پارٹی بہار۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اپنی کتاب ''اسٹریگل فار پاکستان'' میں لکھتے ہیں کہ'' اس کانفرنس میں شعبہ کانفرنس کی یونی نیسٹ پارٹی کا تعاون اور حمایت بھی بیان کی ہے۔''(۳۶)

اس امر کی عملی تصدیق عام انتخابات کے نتیجہ میں پنجاب میں قائم ہونے والی صوبائی وزارت نے کی۔ جس میں یونی نیسٹ پارٹی نے مسلم لیگ کے ساتھ اشتراکِ عملی کرنے کے بجائے دوسری پارٹیوں کے ساتھ مل کر وزارت بنائی، جس کے نتیجہ میں صوبہ پنجاب کی تقسیم عمل میں آئی ورنہ غالب امکان تھا کہ ۱۹۴۷ء میں پنجاب کی تقسیم موجودہ سے بالکل مختلف ہوتی مسلم کنسلٹنٹ پارلیمنٹری بورڈ میں سید طفیل احمد منگلوری نے ''خاکسار'' کی شرکت بھی بیان کی ہے، یہ تمام جماعتیں پاکستان کی تجویز کو برِ صغیر کی آزادی کے حصول میں سدِ راہ سمجھتی تھیں۔(۳۷)

پارلیمنٹری بورڈ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ:

اس کانفرنس نے یہ طے کیا کہ ایک مشترکہ پارلیمنٹری بورڈ قائم کیا جائے اور اس بورڈ کے ذریعے موسمِ سرما میں ہونے

والے انتخابات لڑنے کے لیے جدوجہد کی جائے اور اس بورڈ کی صدارت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے لیے مخصوص کی گئی۔ چنانچہ مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے اجلاس کے اختتام پر ڈیڑھ گھنٹے سے زائد تقریر فرمائی اور موجودہ سیاسی حالات کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ (۳۸)

کانگریسی علماء کے نظریات:

مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ان جید علمائے کرام میں شمار ہوتے ہیں کہ جنہوں نے جنگِ آزادی ہند میں بے مثال اور لازوال قربانیاں پیش کیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ایسی سیاست کے حامی تھے جو کمزوروں کو مضبوط اور ضرورت مندوں کو بے نیاز کردے۔ وہ نظریہ پاکستان کے فلسفہ کو ملتِ اسلامیہ کے حق میں بہت بڑی خیانت تصور کرتے تھے، کیونکہ ان کے خیال میں اس کا مفاد صرف یہ تھا کہ دولت مند کی دولت میں اضافہ ہوجائے۔

یہ ہے وہ ضرورت مند جو امداد کے محتاج تھے، جن کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اقلیت اور اکثریت کا یہ ہنگامہ برپا تھا یعنی وہ مسلمان جو اقلیت تھے، ان کی دشواریاں اور پریشانیوں کا کوئی حل اور کوئی علاج پاکستان کے پاس نہیں تھا۔ (۳۹)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی نظر ان نتائج پر بھی تھی جو اس وقت رونما ہوسکتے تھے، جب تقسیم ہند کا نظریہ بروئے کار آتا بلکہ تصور سے زیادہ ہیبت ناک صورت میں پیش آئے۔" چنانچہ ان وجوہات کی بناء پر مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنے دونوں ساتھیوں مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کا دستِ راست اور اپنے بزرگوار رفقاء کا پرشوکت ترجمان بن کر وہ کردار پیش کیا جو صاحب العزیمت عالی حوصلہ، شجیع اور بہادر مجاہد پیش کرسکتا ہے جن کو نہ "لومۃ لائم" کا خوف ہو نہ دار و رسن کی دہشت ان کے دل میں ہو۔ (۴۰)

۱۹۴۵ء کے انتخابات اور علماء کی جدوجہد:

انتخابات ۱۹۴۵ء کے موقع پر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ جو کہ اس وقت جماعت اسلامی کے امیر تھے اور بقول کلیم بہادر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مسٹر جناح کی تائید وحمایت مسلم لیگ سے علیحدہ ہوکر کررہے تھے چونکہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ دوقومی نظریہ کے مؤید وحامی تھے اور ایک قومی نظریہ ہندوستان قوم کے سخت مخالف تھے، اس سلسلے میں مولانا نے اپریل ۱۹۳۹ء میں علامہ محمد اقبال کی پہلی برسی کے موقع پر ۱۵ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ پڑھا جو قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تاریخی اور یادگار حیثیت کا حامل ہے اور اس کو "طلوع اسلام" نمبر نے مئی ۱۹۳۹ء میں شائع کیا تھا۔ (۴۱)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خیالات اور نظریات:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ہندوستانی قوم کی نفی کرتے ہوئے انڈین نیشنل کانگریس کی شدید مخالفت کی اور اپنی دلیل میں

یہ بات واضح کی ہے کہ جمہوری حکومت میں تمام فیصلے اکثریت کی بنیاد پر ہی طے ہوتے ہیں اس لیے مسلم اُمّہ یہ بات ہرگز قبول نہیں کرسکتی کہ وہ ہندوستانی قوم ہے بلکہ اس کا مذہب، معاشرت، معیشت، فلسفہ، تاریخ، تمدن، رسم و رواج، بالکل جداگانہ اور دین کے متعین اور مقرر کردہ اصولوں کے تحت ہیں، لہٰذا کسی طرح بھی مسلم قوم ہندوستانی قوم نہیں ہوسکتی، کیونکہ ہندوستان میں مسلمان ایک عددی اقلیت ہیں، جہاں پر ہندوؤں کی اکثریت ہے، اس لیے مولانا نے کانگریس کے فلسفہ ”ایک قومی نظریہ“ کی نفی کرتے ہوئے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی۔ (۴۲)

کانگریس اور مسلمانانِ ہندوستان کی سیاسی بیداری:

کانگریس کے ایک قومی نظریہ کے خیالات نے مسلمانانِ ہند میں سیاسی بیداری اور سیاسی شعور کی آگہی میں مرکزی رول ادا کیا اور تحریکِ پاکستان کی تائید و حمایت میں اقلیت کے صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں نے عموماً اور مخصوص گروہ کے علماء نے خصوصاً اس الیکشن میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ علماء کے اس گروہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، میر کارواں کے طور پر سامنے آئے اور ان کے ساتھ ان کے رفقاء نے ان کا بھرپور ساتھ دیا جن میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔

کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق علماء کا شرعی فیصلہ:

بعض تذکرہ نویسوں کے مطابق کانگریس کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ہندوستان کے بسنے والے خواہ کسی مذہب و ملت اور کسی قوم و برادری سے تعلق رکھتے ہوں، وہ بلا شرط کانگریس میں داخل ہوجائیں اور یہ سب مل کر ایک ہندوستانی وطنی قوم کی حیثیت سے آزادی طلب کریں۔ کانگریس سب کی نمائندہ ہو اور جو آزادی یا حقوق حکومت سے ملیں وہ کانگریس کا حق ہوں پھر مشترکہ طور پر سب اس کا استعمال کریں، لیکن ہندوستان میں بھاری اکثریت ہندوؤں کی ہے اگر مسلمان سب کے سب کانگریس میں داخل ہوجائیں تب بھی ایک چوتھائی سے زائد نہیں ہوسکتے، اس لیے کانگریس میں مسلمان ہمیشہ ایک کمزور اقلیت میں رہیں گے اور چونکہ کانگریس کا نظام جمہوری ہے، جس میں حکومت اکثریت کی ہوتی ہے، اقلیت کو ہمیشہ اس کا تابع رہنا پڑتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس میں ہندوؤں کا تابع ہوکر رہنا ناگزیر ہے۔ بقول مولانا ابوالکلام آزادؒ صدر کانگریس، گاندھی جی کی قیادت اور امامت کو تسلیم کرنا اور ان کی اسکیم کے تابع چلنا لازمی اور لابدی امر ہے۔ (۴۳)

دفاعِ پاکستان و مسلم لیگ کے متعلق مفتی محمد شفیعؒ کا فیصلہ:

مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی اور اس کا اصول یہ ہے کہ مسلمان سب اس کے زیرِ علم جمع ہوکر اپنی مستقل تنظیم سازی کریں۔ اور جماعتی حیثیت سے ہندوؤں کے ساتھ کوئی معاہدہ کرکے جنگ آزادی میں حصہ لیں۔ حقوقِ آزادی میں

مسلمانوں کا حصہ مستقل اور علیحدہ ہو۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبے میں مسلمانوں کو آزاد و خودمختار حکومت ملنا چاہیے، اسی کا نام مطالبہ پاکستان ہے، لیکن اس جماعت کے بڑے ذمے دار لوگوں کے متعلق بھی دین دار مسلمانوں کو یہ شکایت ہے کہ یہ حضرات شریعت کے پابند نہیں ہیں، ان سے بھی یہ خطرہ ہے کہ حکومت و اختیارات مل جانے کے بعد خلاف شرع قوانین نافذ کریں اور دینیات سے بے پروائی اور بے رُخی ان کے اثر سے اور زیادہ ہو جائے۔ (۴۴)

تین نکاتی فارمولا:

کانگریس اور مسلم لیگ کی رسہ کشی کے نتیجے میں تین سوالات منظر عام پر آئے جو یہ ہیں۔

اوّل:۔ ان حالات میں کانگریس میں غلبہ ہندوؤں کا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت و غلبہ کسی حال متوقع نہیں۔ مسلمانوں کا بلا شرط اس میں داخل ہو کر حصولِ آزادی کی کوشش کرنا اور ان سے مدد لینا جائز ہے یا نہیں۔ (۴۵)

دوم:۔ بحالت مذکورہ صدر مسلم لیگ کی حمایت و شرکت اور اس کے زیر علم آزادی کی کوشش کرنا جائز ہے یا نہیں۔

سوم:۔ مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان یعنی مسلم اکثریت کے صوبوں میں ایک آزاد خودمختار حکومت اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ (۴۶)

تین بنیادی سوالات اور مفتی محمد شفیعؒ کے جوابات:

مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے قرآن وسنت کی روشنی میں مذکورہ سوالات کے جوابات دلیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیے جن میں سے سوال کا جواب یہ ہے۔

”ظاہر ہے کہ اگر ہندوستان کا ایک مرکز رہے تو ہندو اکثریت کی بنیاد پر پورے ہندوستان پر ہندوؤں کی حکومت ہوگی، گو اس میں بڑی جدوجہد کے بعد کسی حد تک مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بھی کر لیا جائے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر غیر مسلم حکومت مسلط کرنے کا مطالبہ کرنا یا اس کو قبول کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا اور مرکز مسلم و غیر مسلم ہو جانے کی صورت میں مسلم مرکز میں حکومت مسلمانوں کی ہوگی جس کے سبب اپنی حدود میں اسلامی احکام کے موافق دستور اور نظام جاری کرنے پر قدرت حاصل ہوگی۔ (۴۷) جبکہ با اقتدار حکومت دوسرے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق کی پوری حفاظت اور نگرانی کر سکے گی جو مسلمانوں کی اقلیت زدہ منتشر قوت کے ذریعے کسی حال متصور نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے دو مطالبے ضروری ہیں، ایک اپنے لیے مستقل مرکز کا جس کو پاکستان سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرے مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا غیر مبہم الفاظ میں مکمل معاہدہ جس کی نگرانی اسلامی مرکز کے فرائض و اختیارات میں داخل ہو۔“ (۴۸)

پاکستان کی شرعی حیثیت اور مفتی شفیع کا فتویٰ:

مولانا مفتی محمد شفیع نے پاکستان کی شرعی حیثیت کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ ہندوستان جو صدیوں تک دارالاسلام رہا ہے اور اب ایک عرصہ سے اس پر غیر مسلم حکومت (انگریز) کا قبضہ ہے اور بہت سے خلافِ شرع قوانین نافذ ہیں اور مسلمانوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس تسلط کے ازالہ کی جو صورت جس حصہ ملک میں ممکن ہو، کسی تدبیر سے حاصل کر سکیں، اس میں کوتاہی نہ کریں کہ یہ بھی استخلاص دارالسلام کی ایک فروع ہے۔ نیز بقیہ حصے میں وہ وہاں کے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے جدوجہد بھی جاری رہنا چاہیے کہ وہ نصرت المستضعفین میں داخل ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع کا یہ فکر انگیز فتویٰ نومبر ۱۹۴۵ء میں جاری ہوا۔ مفتی محمد شفیع کے اس فتویٰ کو جن علماء کی تائید و حمایت حاصل تھی، ان میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا سیّد سلیمان ندویؒ، مولانا جمیل احمد تھانویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ وغیرہ نے اپنے دستخط ثبت کیے۔ (۴۹)

تحریکِ پاکستان اور علماء کا نقطۂ نظر:

تحریکِ پاکستان کے زمانے میں علماء کے خیالات اور نظریات مسلم لیگ کے حمایت میں ظاہر ہوئے۔ علماء کے مخصوص حلقہ نے تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو شرعی حیثیت سے جائز بلکہ ضروری خیال کیا اور یہ مفتی محمد شفیع کا فتویٰ ان ایام میں شائع کیا گیا جبکہ ہندوستان میں عام انتخابات ۴۶۔۱۹۴۵ء کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ ان ہی ایام میں جب ہندوستان کی سیاسی فضا تاریخ کے عظیم دور سے گزر رہی تھی، جمعیت العلماء ہند کے قائدین مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے مابین ”گوشہ عثمانی“ پر وہ تاریخی مکالمہ ہوا جو برِصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ”مکالمۃ الصدرین“ کے نام سے مشہور ہوا۔ مکالمۃ الصدرین برِصغیر کی سیاست میں اس وقت ہوئے جب کہ ۴۶۔۱۹۴۵ء کے انتخابات بڑی اہمیت کے حامل تصور کیے جا رہے تھے۔ (۵۰)

مکالمۃ الصدرین ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو بروز جمعہ ”بیت الفضل“ میں ہوا اور اس میں جمعیت العلمائے ہند کے جن جید اور بڑے علماء نے شرکت کی، ان میں مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰنؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔

”مکالمۃ الصدرین“ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

تحریکِ پاکستان اپنے پورے شباب پر تھی۔ سارے ہندوستان میں مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے نعرے گونج رہے تھے۔ ہندوستان کا چپہ چپہ ”پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ“ کے فلک شگاف نعروں سے گونج رہا تھا۔ علماء دو

حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے ‘‘جمعیت العلمائے اسلام’’ کی بنیاد رکھ دی تھی۔ بعض تجزیہ نویسوں کے بہ قول مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء حمایت مسلم لیگ اور قیام پاکستان کے حامی تھے جبکہ اس کے برخلاف مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کانگریس کے نمائندے کی حیثیت سے ‘‘متحدہ ہندوستان’’ اور تقسیم ہند کے خلاف تھے۔ ‘‘مکالمۃ الصدرین’’ وہ تاریخی مکالمہ ہے جو ایک استاد (شیخ الہندؒ) کے دو شاگردوں کے درمیان تقسیم ہند اور متحدہ ہندوستان کے حوالے سے وقوع پزیر ہوا۔ ‘‘مکالمۃ الصدرین’’ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کس قدر روشن ضمیری اور تیز فہمی سے ہندوستان کے مسلمانوں کا سیاسی مقدمہ لڑ رہے تھے۔

‘‘مکالمۃ الصدرین’’ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا وہ سیاسی مکالمہ ہے جس نے تحریکِ پاکستان کو تقویت فراہم کی۔ ‘‘مکالمۃ الصدرین’’ ایک مومن کی فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے اور ساحرین برطانیہ کے سحر سے مسحور اور واردھا کے سامری کے عطا کردہ بادہ متحدہ قومیت و وطنیت کے نشہ میں مخمور دین وملت کی صورت بگاڑنے والے نیشنلسٹ علماء کی اسلام ناشناسی اور کج بنی کا صحیح صحیح اندازہ ہوتا ہے، یہی وہ اندوہناک غم انگیز اور ہوش ربا مرحلہ تھا کہ علامہ محمد اقبال نے ان کانگریسی مولویوں کی اسلام کی مستقل اقدار سے دوری و بے خبری کو بھانپ لیا تھا اور اس کو پھر اپنے اشعار کی شکل میں یوں بیان کیا۔

زمین کیا آسماں بھی تیری کج بنی پہ روتا ہے
غضب ہے سطر قرآن کو چلیپا کردیا تو نے’’

‘‘مکالمۃ الصدرین’’ اکابرین جمعیت العلمائے ہند کے ان خیالات کی ترجمانی کرتا تھا کہ وہ اپنی کوششوں اور دلائل کی روشنی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو سیاست سے کنارہ کشی پر مجبور کردیں گے، کیوں کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سیاسی معاملات میں کافی طویل عرصہ سے علیحدگی اختیار کیے ہوئے تھے مگر مکالمۃ الصدرین وہ سیاسی دوراندیشی کا ثبوت ہے جو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی بے پناہ سیاسی ذہانت وبصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (۵۱)

مکالمۃ الصدرین میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی تقریر کا خلاصہ:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے مکالمۃ الصدرین کے بابت اپنی تقریر میں فرمایا:

‘‘کلکتہ میں جمعیت العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء پر قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانیؒ جمعیت العلمائے اسلام کے قیام کے سلسلے میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن خاں کے ہاں قیام فرمایا، جن کے متعلق عام طور پر سرکاری آدمی ہونے کا علم ہے اور مولانا آزاد سبحانیؒ نے اسی قیام کے دوران پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان عہدیدار سے ملے، جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتایا گیا اور مولانا آزاد سبحانیؒ نے خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیت

العلمائے ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لیے علماء کی ایک جمعیت علیحدہ قائم کرنا چاہتے ہیں، گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لیے دے گی، چنانچہ ایک کثیر یا بیش قرار رقم اس مقصد کے لیے منظور کی گئی اور اس کی پہلی قسط مولانا آزاد سبحانیؒ کے حوالے کردی گئی۔ (۵۲) اور اس روپے سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا، چنانچہ مولانا آزاد سبحانیؒ نے اس رقم سے کلکتہ میں اجلاس کیا اور وہاں جو کچھ بکواس کی، وہ آپ کے علم میں ہے ان کی ملون مزاجی بھی سب کو معلوم ہے کچھ دن وہ گاندھی کے ساتھ سایہ کی طرح رہتے تھے پھر کچھ دن بعد وہ ان کے خلاف ہوگئے بہرحال اس مسلمان افسر کا تبادلہ ہوگیا اور اس کی جگہ ایک ہندو افسر آگیا جس نے گورنمنٹ کو ایک نوٹ لکھا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف ہونا بالکل بیکار ہے، چنانچہ ہندو افسر کے اس نوٹ پر آئندہ کے لیے امداد بند ہوگئی۔ (۵۳)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے مولانا الیاسؒ (۱۸۸۶ء-۱۹۴۴ء) کی تبلیغی تحریک کے متعلق کہا کہ اس تحریک کو بھی ابتدائی ایام میں حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد کچھ روپیہ ملتا تھا جو کہ بعد میں بند ہوگیا۔ اپنی تقریر کے آخر میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے پاکستان بننے کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک مسلمانوں کے لیے آرہے تھے، وہ ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیے اور مزید بیان کیا کہ نظریہ پاکستان مسلمانوں کے لیے سراسر مضر اور نقصان دہ ہے۔ جب کہ ہندوؤں کے لیے فائدہ مند ہے۔ (۵۴)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے مزید کہا کہ بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ۳۵ فیصد ہے جب کہ آسام اور دوسرے اقلیتی صوبوں میں صورتحال زیادہ اچھی نہیں ہے، جبکہ دوسری طرف قائداعظم محمد علی جناح یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ پاکستان میں جمہوری طرز کی حکومت ہوگی، ایسی شکل میں ظاہر ہے مسلمانوں کو پاکستان سے کوئی بھی فائدہ نہ ہوگا بلکہ تنظیم، دولت اور تعلیم میں پست ہونے کی وجہ سے ۳۵ فیصد مسلمانوں کی اکثریت ۴۷ فیصد مسلم اقلیت ہی کے عملاً تابع اور محکوم رہے گی، سکھ نہایت جنگ جو قوم ہے، وہ کسی طرح بھی پاکستان قائم نہ رہنے دے گی، ادھر جاٹوں کی قوم ہے، وہ بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔ (۵۵)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے سوالات اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے جوابات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا، جو حکایت آپ نے بیان کی ہے، نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب ممکن ہے۔ آپ صحیح کہتے ہوں گے، مجھے اس سے پہلے بھی بذریعہ ایک گمنام خط (جو دہلی سے ڈالا گیا تھا) کے یہ اطلاع ملی تھی اور مجھے بھی اس خط میں یہ دھمکی دی گئی تھی کہ روایت صحیح ہو یا غلط بہرحال میرے علم میں آچکی ہے، لیکن اس روایت سے مجھ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اور میری کیا رائے متاثر ہوسکتی ہے، میں نے جو رائے پاکستان وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔ (۵۶)

جمعیت العلمائے اسلام کے قیام کے حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا ''جمعیت العلمائے اسلام میں مولانا آزاد سبحانی رہے یا نہ رہیں، جمعیت العلمائے اسلام گورنمنٹ کے ایماء سے قائم ہوئی ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کانگریس کی ابتداء کس نے کی تھی اور کس طرح ہوئی تھی؟ آپ کو معلوم ہے کہ ابتداء اس کا قیام ایک وائسرائے کے اشارے پر ہی ہوا تھا اور وہ برسوں گورنمنٹ کی وفاداری کے راگ الاپتی رہی تھی۔ بہت سی چیزوں کی ابتداء صحیح نہیں ہوتی لیکن انجام میں وہی چیز بسا اوقات سنبھل جایا کرتی ہے۔ ہم نے جمعیت العلمائے اسلام کی وجہ مسلم لیگ کی تائید نہیں کی بلکہ دیانتاً یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم ہونا ضروری ہے اور علماء اُمت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جدوجہد کرنا لازمی ہے، یہ عام دستور ہے کہ جب کوئی شخص یا اشخاص کسی سیاسی جماعت یا تحریک کا مخالف ہو تو اسی قسم کی باتیں اس کے حق میں مشتہر کی جاتی ہیں۔ دیکھیے مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کے اور ہمارے مسلم بزرگ پیشوا تھے، ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو (۶۰۰) روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے، اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اس کا علم نہیں تھا کہ حکومت روپیہ دیتی ہے مگر ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا، اب اسی طرح اگر حکاومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے، مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ (۵۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے گفتگو کو اشارہ کے ذریعے آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ان مولوی عتیق الرحمٰنؒ (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۹ء) سے پوچھیے کہ معاملات دارالعلوم کے سلسلہ میں دیوبند کے بعض پارٹی باز اشخاص نے ان کے سامنے نہایت قطعی الفاظ میں کیا یہ نہیں کہا تھا کہ وائسرائے کے دفتر میں ہم اپنی آنکھوں سے وہ چھٹی دیکھ کر آئے ہیں جس کے ذریعے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے گرفتار کرایا ہے۔ ''لعنت اللہ علی الکاذبین'' لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس میں ذرا بھی کوئی اصلیت ہے، اس پر مولانا عتیق الرحمٰنؒ نے آنکھیں نیچی کر لیں اور خاموش رہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مزید فرمایا کہ آپ حضرات کے متعلق بھی عام طور پر یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ آپ ہندوؤں سے لے کر کھا رہے ہیں، کیا یہ صحیح خبریں ہیں؟ اب ہمیں ان سب قصوں سے علیحدہ ہو کر سوچنا چاہیے کہ کون سا راستہ اختیار کرنے میں اس وقت مسلمانوں کا فائدہ ہے اور کس راستہ میں ان کا نقصان۔ قطع نظر اس کے کہ وہ بات انگریز کے ایجنٹ کی زبان سے نکلے یا کوئی ہندو کا دلال کہے، لہٰذا اب میں گفتگو سے قبل تین چیزیں بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ (۵۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تین سوالات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کو مخاطب کر کے کہا کہ اب آپ مجھے پہلے تین سوالات کے جوابات دیجیے۔

(۱) یہ کہ جو فارمولا جمعیت العلمائے ہند نے پاکستان کا نعم البدل ظاہر کر کے ملک کے سامنے پیش کیا ہے اور جس کا حوالہ آپ نے اپنی تقریر میں بھی دیا ہے، اس فارمولے کو آپ نے کم از کم کانگریس سے منوالیا ہے یا نہیں؟ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے علامہ عثمانیؒ کی شرط کے طور پر ہندوؤں سے کوئی چیز منوالیں۔ (۵۹)

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ آپ جو گفتگو مجھ سے فرمانا چاہتے ہیں کہ وہ کس تقریر پر ہے، آیا یہ فرض کرتے ہوئے کہ انگریزی حکومت ہندوستان سے چلی گئی ہے یا جارہی ہے یا یہ جان کر کہ ابھی وہ موجود ہے اور سردست نہیں جارہی ہے گویا یہ کہ جو کچھ لینا ہے اسی سے لینا ہے، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے فرمایا کہ یہ ماننا پڑے گا کہ انگریز حکومت ابھی ہندوستان میں موجود ہے اس کی موجودگی تسلیم کرتے ہوئے جو کچھ لینا ہے اسی سے لینا ہے۔" (۶۰)

(۳) تیسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ آپ حضرات جو انقلاب لانا چاہتے ہیں وہ فوجی انقلاب ہے یا آئینی، اس کا جواب دیا گیا کہ فوجی انقلاب کا تو اس وقت کوئی موقع ہی نہیں نہ فی الحال اس کا امکان ہے نہ اس کے وسائل مہیا ہیں اس وقت تو آئینی انقلاب ہی زیر بحث ہے۔ (۶۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بحث کا رخ متعین کرلیا:

"مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ بس اب بحث کا رخ متعین کرلیا گیا، اب کلام اس پر رہے گا کہ سردست انگریزی حکومت کی موجودگی کے باوجود آئینی انقلاب میں کون سا راستہ مسلمانوں کے لیے مفید ہے، آیا وہ راستہ جو جمعیت العلمائے ہند نے تجویز کیا ہے یا پاکستان کا راستہ جو مسلم لیگ اختیار کر رہی ہے۔ (۶۲) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی طویل تقریر میں فرمایا کہ پاکستان کے قائم ہونے میں مسلمانوں کا برابر نقصان ہے اور ہندوؤں کا فائدہ ہے، بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ۵۳ فیصد ہے، فلاں صوبہ میں اس قدر فلاں صوبہ اس قدر اور آسام میں اکثریت دوسروں کی ہے ہر جگہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیت اتنی زبردست ہے کہ مسلمان اس سے کسی طرح بھی عہدہ برآں نہ ہوسکیں گے اور بہت ہی تھوڑی اکثریت کچھ نہ کرسکے گی بلکہ ہمیشہ معرض خطر میں رہے گی۔

قائداعظم محمد علی جناح کا جمہوری نظریہ وسوچ:

بعض لوگوں کے نزدیک قائداعظم محمد علی جناح یہ کہہ ہی چکے تھے کہ پاکستان میں جمہوری طرزِ حکومت ہوگی ایسی شکل میں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو پاکستان سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ سینتالیس فیصد غیر مسلم اقلیت ہی کے عملاً تابع و محکوم رہے گی۔ سکھ نہایت ہی جنگجو قوم ہے۔ وہ بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔ پاکستان ہر صوبہ کا جدا جدا بنے گا۔ تمام صوبوں کا پاکستان ایک ہوگا۔ اس موقع پر علامہ عثمانیؒ نے پوچھا کہ کیا آپ کے نزدیک پاکستان کا مطالبہ کرنے والے صوبہ وار چھ پاکستان بنانا چاہتے ہیں۔ یا تمام مسلم اکثریت والے صوبوں کا ایک ہی بنانا چاہتے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ نہیں، پاکستان ایک ہی بنانا چاہتے ہیں، تب علامہ

عثمانیؒ نے کہا کہ صوبجاتی اعداد کی گفتگو اس موقع پر بیکار ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ اس وقت ہم کو پاکستان کی مرکزی حکومت میں یہ دیکھنا چاہیے کہ پاکستان میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی چھ کروڑ ہوگی اور غیر مسلم تین کروڑ ہوں گے۔ علامہ عثمانیؒ نے اس تعداد کو غلط بتاتے ہوئے کہا کہ مجموعی طور پر مسلمان سوا سات کروڑ ہیں، لیکن ہم سات کروڑ تسلیم کر لیتے ہیں اور غیر مسلم تین کروڑ (صحیح ۳ کروڑ سے کم) ہیں۔ ان کو پورے تین کروڑ کر لیا جائے تو اس تعداد سے سات اور تین کی نسبت ہوگی یعنی مسلمان ساٹھ فیصد اور غیر مسلم چالیس فیصدی ہوں گے، حالانکہ اس صورت میں مجموعی تعداد میں مسلمان تقریباً ستر فیصدی اور غیر مسلم تیس فیصدی ہوتے ہیں۔ (٦٣)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا مسکت و حقیقت افروز جواب
اور جمعیت علماء کی لاجوابی:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت کے وفد کے بیان کردہ تناسب کو ہی صحیح مان کر اس پر کلام فرمایا اور اس وقت صحیح حالات و واقعات سے بھی اغماض فرمایا، کہا کہ آپ اپنے پیش کردہ فارمولا ڈالیے کہ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا مرکزی حکومت میں کیا تناسب رہتا ہے تو آپ کے فارمولے کی رو سے مرکز میں چالیس فیصد مسلمان ہوں اور چالیس فیصد ہندو اور بیس فیصد میں دیگر اقلیتیں ہوں گی، اس طرح سے آپ کے فارمولا کے لحاظ سے غیر مسلموں کی تعداد ساٹھ فیصد ہوگی اور مسلمانوں کی تعداد چالیس فیصدی ہوئی اور مسلم لیگ کے پاکستان کے فارمولے میں بقول (آپ کے یہی نسبت علی العکس رہے گی) یعنی ساٹھ فیصد مسلمان اور چالیس فیصدی غیر مسلم ہوں گے (حالانکہ حقیقی تناسب پاکستانی فارمولا میں ستر فیصد اور تیس فیصد کا ہوتا ہے) اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے کہ آپ کے اس فارمولا میں مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ ہم اگر ساٹھ فیصدی رہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتے تو چالیس فیصدی کیا کر سکیں گے۔ (٦٤)

اس مسئلہ پر کہا گیا کہ عیسائی ہمارے ساتھ ہو جائیں گے۔ علامہ عثمانیؒ نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ جب پاکستان فارمولا سامنے آتا ہے تو عیسائی مسلمانوں سے علیحدہ غیر مسلم بلاک میں شمار کیے جاتے ہیں اور جب جمعیت العلمائے ہند کا مقدس فارمولا پیش کیا جاتا ہے (تو وہی عیسائی گویا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں) اور مسلمانوں کی صف میں شمار کیے جاتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ غیر مسلم سب کے سب ہر صورت میں ایک ہی شمار ہوں گے اور خالص مسلمانوں کو ان سب کے مقابل رکھ کر مسئلہ پر غور کرنا چاہیے، وفد جمعیت نے آخر کار اس کو تسلیم کر لیا، اگر پاکستان ہندوؤں کے لیے مفید ہے تو وہ اس کی مخالفت کے لیے اس قدر مضطرب کیوں ہیں۔ علامہ عثمانیؒ نے کہا کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ پاکستان قائم ہونے میں سراسر مسلمانوں کا نقصان ہے اور ہندوؤں کا فائدہ ہے، اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا آپ یہ بتلا سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان سے پھر کیوں اس

درجہ مضطرب و خائف ہیں اور اس کی انتہائی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ ان کا تو اعلان یہ ہے کہ جو جماعت یا جو شخص بھی پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا، کانگریس اس کی ہر طرح سے مدد کرے گی اور ان کا یہ قول کہ پاکستان ہماری لاشوں پر بن سکتا ہے۔ آخر یہ پُرزور اور انتہائی مخالفت کیوں ہے؟ اس کے جواب میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے فرمایا کہ ان کی کوئی مصلحت ہوگی، لیکن اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا اور بار بار اس پہلو سے گریز کیا جاتا رہا۔ علامہ عثمانیؒ نے کہا کہ اس کی جو کچھ بھی مصلحت ہو، میرے نزدیک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ دس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک شخص کی گردن پر سے بھی ہندو اکثریت کا جواء کبھی اور کہیں اترنے نہ پائے۔ (۶۵)

اس کے بعد جمعیت علماء کے وفد نے پوچھا کہ اگر پاکستان بن گیا تو تین کروڑ کی مسلم اقلیت ہندو صوبوں میں رہے گی، اس کی حفاظت کا کیا انتظام رہے گا۔ علامہ عثمانیؒ نے کہا کہ ان کے لیے معاہدات ہوں گے، ان ہی معاہدات کے تحت مسلم اقلیت ان کے یہاں اور ہندو اقلیت ہمارے یہاں رہے گی اور ہر ایک کا ہاتھ دوسرے کے تلے دبا رہے گا۔ آخر کار اکھنڈ ہندوستان میں دس کروڑ مسلمانوں کی حفاظت کس طرح ہوگی، اس پر مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مولانا احمد سعید اکبرآبادیؒ نے موضوع بدل کر علماء کی مشکلات پر گفتگو کا آغاز کیا۔ (۶۶)

مسلم لیگ کی ممبری اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا مشورہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے علماء کی مشکلات کا حل پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ سب لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اور دو آنے کے چار، ۵ لاکھ ممبر بنا کر عوام کی حمایت کے ذریعے جو مفید صورت مسلمانوں کے لیے ہوگی بآسانی اسے بروئے کار لاسکیں گے۔ اس کام میں، میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ اس پر مولانا احمد سعید اکبرآبادیؒ نے کہا کہ یہ تو صحیح ہے، لیکن جب ہم لوگ ایسا کریں گے تو یہ راجے مہاراجے نواب اور ''سر'' مسلم لیگ سے علیحدہ ہو کر دوسری مسلم لیگ بنالیں گے۔ میاں محمد شفیع (۶۷) نے بھی ایک علیحدہ لیگ بنائی تھی مگر وہ بھی عوام میں مقبول نہ ہوئی اور ان کے مرنے کے بعد ختم ہوگئی رہا ان بدتمیزیوں کا قصہ جو آپ کے ساتھ ہوئیں اس کے متعلق میں نے جو پیغام جمعیت علمائے اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقع پر بھیجا تھا، اس میں صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ یہ پرلے درجے کی شقاوت اور حماقت ہے کہ قائد اعظم کو ''کافر اعظم'' کہا جائے یا مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ کوئی ناشائستہ سلوک کیا جائے۔'' (۶۸)

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا پاکستان کے متعلق سیاسی نقطۂ نظر:

آخر میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اپنی جیب سے دو تین کالم کا ایک مضمون نکالا اور تقریباً دس منٹ میں پڑھا، یہ مضمون ایک انگریز کی تجویز پر مشتمل تھا، جس میں اس نے ہندوستان کی سیاست پر بحث کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کو اس کا

ایک حل بتلایا تھا۔ اس مضمون پر تجویز پیش کی گئی تھی کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے بمبئی کے بجائے کراچی کو تجارت کا مرکز بنایا جائے، گویا اس کو بنانے کا مقصد یہ تھا کہ نظریہ پاکستان انگریز کی تجویز ہے اور مسلم لیگ انگریزوں کے اشاروں پر چلنے والی جماعت ہے۔ (۶۹)

انگریز کی پالیسی ...... مسلمانوں کو تقسیم کرنا:

اس دوران مولانا احمد سعید اکبر آبادیؒ (سابق ناظم جمیعت العلمائے ہند) نے ایک سوال کیا کہ انگریز کی پالیسی ٹکڑے کرنے کی ہے یا جمع کرنے کی۔ مطلب یہ تھا کہ ہم جو وفاقی حکومت چاہتے ہیں یہ صورت حکومت کے لیے مفید و معین ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جواباً کہا کہ کبھی انگریز کا فائدہ ٹکڑے کرنے میں ہے اور کبھی جمع کرنے میں ہوتا ہے۔ ساتھ ہی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک حالیہ نظیر عربوں کی پیش کی کہ قبل ازیں برطانیہ نے ترکی اور عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ عراق، شام، لبنان، نجد اور یمن سب کو علیحدہ علیحدہ کیا اور کئی حصوں میں منقسم کرا دیا اور اب روس کے خلاف جمع کرنے کے لیے سب کو ملا کر ایک بلاک بنانا چاہتا ہے، کیا یہ بھی آپ کے نزدیک انگریز کے اشارہ سے ہو رہا ہے۔ اس کو وفد نے تسلیم کیا اور کہا کہ یہ صحیح نہیں کہ ہمیشہ انگریز کی پالیسی ٹکڑے کرنے کی ہوتی ہے، اب ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہمارا فائدہ کس صورت میں ہے، خواہ اس میں حکومت کا فائدہ ہو یا نقصان۔ (۷۰)

نظریہ پاکستان اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے جو تجویز پڑھ کر سنائی ہے وہ ایک انگریز کی ذاتی رائے ہے، جو اس نے چودہ برس پہلے کہی تھی، لیکن وائسرائے ہند لارڈ ویول (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۷ء) جو ہندوستان کا موجودہ حکمران ہے، اس نے اپنی تقریر میں برملا کہا ہے کہ اس کا مرکز اور اس کی حکومت ایک ہی ہونی چاہیے۔ اس سے پہلے لارڈ لنلتھگو نے بھی ۱۹۴۲ء میں اس قسم کی تقریر کی تھی۔ اب آپ لوگ غور فرمائیے کہ وائسرائے ہند کے نظریے کی حمایت کانگریس کر رہی ہے یا مسلم لیگ؟ (۷۱)

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا ایک اشکال:

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا کہ اگر پاکستان قائم ہو گیا تو اس کا دفاع کیسے ہو گا۔ روس نے اگر حملہ کر دیا تو سرحد کے مسلمان بیچارے پس جائیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ یہ تو آپ مان چکے ہیں کہ ابھی انگریز یہاں موجود ہے۔ اگر پاکستان بنے گا تو اس کی سرحدوں کی حفاظت کی بھی کوئی صورت ضرور نکالے گا اور اس کے چلے جانے کے بعد اگر کسی بیرونی طاقت نے حملہ کیا تو دونوں منطقے مل کر مدافعت کریں گے، کیونکہ سب کا مشترکہ مفاد ہو گا۔ ایسا نہیں کریں گے تو سب کا نقصان

ہوگا۔ اس قسم کے دفاع کے کام باہمی معاہدوں سے ہی انجام پائیں گے۔ مولانا احمد سعید اکبرآبادیؒ نے فرمایا کہ آج کل معاہدوں کو کون پوچھتا ہے، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ جب بلا معاہدہ آپ سب کرنے کو تیار ہیں تو معاہدہ کی صورت تو بہر حال اس سے قوی تر ہو جاتی ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ آپ کی تقریر کا حاصل تو یہ ہوا کہ ہم کسی حالت اور کسی وقت میں بھی ہندوؤں کی احتیاج سے باہر نہیں رہ سکتے اور ان کے بدون کبھی کوئی کام نہیں کر سکتے۔ یہ بات کم از کم شیر بہادروں کو زیب نہیں دیتی، جو کہتے ہیں کہ ذرا انگریزوں سے آزادی مل جائے پھر ہم ہندوؤں وغیرہ سے اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ (۷۲)

الیکشن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مسلم لیگ کی حمایت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۹۴۵ء میں باقاعدہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ آپ کے اعلان شرکت کے بعد ایڈیٹر عصر جدید کلکتہ نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے بیان کیا کہ "پیغام سنائے جانے کے وقت اس عظیم الشان مجمع کی محویت کے نظارے میں جو حلاوت ایمانی خود اس اجتماع عظیم کے ہر فرد نے محسوس کی، اس کا اندازہ کوئی بیان کرنے والی زبان بیان نہیں کر سکتی۔" ٹھیک ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ برسوں اور مدتوں کی سوکھی اور پیاسی زمین پر بڑی اُمید، بڑے انتظار اور بڑی تمنا کے بعد غیر متوقع طور پر یکبارگی بارانِ رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔" (۷۳)

اسی کا اظہار مکالمۃ الصدرین میں جمعیت العلمائے ہند دہلی کے وفد میں سے کسی صاحب نے ان الفاظ میں ظاہر کیا:

"آپ کے بیانات نے ملک میں ہلچل ڈال دی ہے۔"

آپ کو اس کے بعد کل ہند جمعیت العلمائے ہند کی صدارت پیش کی، لیکن آپ صدارتی ذمے داریوں سے علیحدہ رہے۔ (۷۴) اس موقع پر یعنی "مکالمۃ الصدرین" کی گفتگو کے دوران مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے کہا کہ آپ تو ہمیشہ سیاست سے یکسو رہا کرتے تھے، اس الیکشن میں کیا داعیہ ایسا پیش آیا جس کی وجہ سے آپ نے شرکت فرمائی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جواباً کہا کہ اس الیکشن کی نوعیت پچھلے الیکشنوں سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا ہے کہ اس مرتبہ منتخب ہونے والی اسمبلیاں آئندہ ہندوستان کے مستقبل کا دستور بنائیں گی۔ چونکہ اس الیکشن سے قوموں کی قسمت کا فیصلہ وابستہ تھا، اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس بنیادی موقع پر ان مسلمانوں کی مدد کی جائے، جو استقلالِ ملت اور مسلم حقِ خود ارادیت کے حامی ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ گزشتہ چند سالوں کو چھوڑ کر اس سے پیشتر جمعیت العلمائے ہند میں ہماری بھی کچھ ناچیز خدمات رہی ہیں۔ (۷۵)

"مکالمۃ الصدرین" وہ سیاسی بنیاد تھی جس نے تحریک پاکستان کو دوام اور قوت بخشی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دلائل اور جوابات میں جو استدلال قوت ہے وہ دیگر کسی اور کی گفتگو میں نظر نہیں آتی۔ اکابر جمعیت العلمائے ہند نے پاکستان کے قیام اور اس کے مسلمانوں پر مضرات کے حوالے سے شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کا مناسب،

مدلل اور موزوں جوابات سے اپنی سیاسی دُور اندیشی کا ثبوت فراہم کیا۔

"مکالمۃ الصدرین" مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کلامی قوتوں اور سیاسی بصیرتوں کے آئینہ دار ہیں۔ اس سیاسی مکالمے کی وجہ سے بہت سے سیاسی رہنماؤں اور غیر سیاسی لوگوں نے ہندوستان کی سیاسی صورتحال، جمعیت العلمائے ہند کے فارمولے اور پاکستان کے قیام ونظریہ آزادی کی حقیقت سے صحیح معنوں میں آگہی اور واقفیت حاصل کی، مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کی تائید وحمایت میں شفائے قلبی اور دلی اطمینان کے ساتھ شمولیت اختیار کرلی۔

پیغامِ کلکتہ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

جمعیت العلمائے ہند کے رہنماؤں کی آمد اور مولانا شبیر احمد سے ملاقات وگفتگو کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ نظریہ کانگریس کے سلسلے میں علماء دیوبند میں یک جہتی اور اتحاد پیدا کیا جائے۔ انہوں نے ہندوستان کی اس سیاسی کش مکش میں یہ مناسب سمجھا کہ علمائے دیوبند میں سیاسیات میں تفرقہ پیدا نہ ہو، جو ہوا خیزی اور مسلمانانِ ہند کی بدنامی کا باعث بنے۔ جمعیت العلمائے ہند کا وفد جب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے گفت وشنید کے بعد واپس جانے لگا تو اس موقع پر مولانا احمد سعید اکبرآبادیؒ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ کے اعلانات اور تحریریں شائع ہوچکے ہیں، وہ کافی ہیں، لہٰذا اب نظریہ وقیامِ پاکستان کی حمایت کا سلسلہ ترک کردیا جائے اور آئندہ کے لیے خموشی کی راہ اختیار کرنے کی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے اپیل کی، لیکن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

حقیقی معنوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا پیغام کلکتہ مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کے لیے آبِ حیات سے کم نہ تھا، جبکہ اس کے برخلاف کانگریس اور ان کے حمایتی لوگوں کے لیے صور قیامت سے کم نہ تھا، چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس پیغام اور بعض بیانات سے سارے ہندوستان میں جو اثرات مسلمانانِ ہند پر پڑے اس سے دوسرے لوگ بھی حیرت میں پڑ گئے۔ اور ان ہی لوگوں میں سے بعض نے علامہ عثمانیؒ سے سیاسی معاملات اور دفاعِ نظریہ پاکستان کے بابت خطوط کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو خطوط تحریر کرنے والوں میں سے بیشتر کا تعلق جمعیت العلمائے ہند سے تھا اور ان کے خیالات ان سے ہم آہنگ تھے، جبکہ وہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی عقیدت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ جن کو ہم علامہ عثمانیؒ کے سیاسی خطوط کے نام سے بیان کرتے ہیں، علامہ عثمانیؒ نے اپنے نام لکھے گئے ان خطوط میں وہ جوابات دیئے جن میں نظریہ پاکستان کی حقیقت، وضاحت صداقت کو جس شرح صدر کے ساتھ مدلل اور محقق، سیاسی اور شرعی انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس سے بہتر کوئی رہنمانہ کرسکا۔ (۷۶)

فہرست مکتوبات بترتیب تاریخ:

۱۔ مکتوب سعید الدین بہاری

۲۔ پہلا مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بجواب سعید الدین بہاری (مورخہ ۲ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۸ نومبر ۱۹۴۵ء)

۳۔ مکتوب شورش بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

۴۔ دوسرا مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بجواب شورش (۶ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء)

۵۔ مکتوب حکیم رشید علی مرادآبادی بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

۶۔ تیسرا مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بجواب حکیم رشید علی (۷ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء)

۷۔ مکتوب مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ (۱۲ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ)

۸۔ چوتھا مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بجواب مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ (۱۴ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء)

۹۔ مکتوب مولوی ارشاد الحقؒ بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۴ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء بروز منگل)

۱۰۔ پانچواں مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام مولوی ارشاد الحقؒ (بغیر تاریخ)

۱۱۔ مکتوب دوم حکیم رشید علی مرادآبادی بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۰ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء)

۱۲۔ چھٹا مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام حکیم رشید علی (۱۶ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۲ نومبر ۱۹۴۵ء)

۱۳۔ چھٹا مکتوب مولانا عبدالحنانؒ بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (بغیر تاریخ)

۱۴۔ ساتواں مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام مولانا عبدالحنانؒ (۱۷ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء)

۱۵۔ مکتوب مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھیؒ بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء)

۱۶۔ آٹھواں مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھیؒ (۱۷ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء)

۱۷۔ مکتوب مولوی عبدالاحد قاسمیؒ بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (بغیر تاریخ)

۱۸۔ نواں مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام مولوی عبدالاحدؒ (۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء)

۱۹۔ مکتوب بشیر الدین احمد نام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (بغیر تاریخ)

۲۰۔ دسواں مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام بشیر الدین (۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۱۔ مکتوب مولانا بہاء الحق قاسمیؒ بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (بغیر تاریخ)

۲۲۔ گیارہواں مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام مولانا بہاء الحقؒ (۱۹ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۳۔ مکتوب (۷۶) مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (بغیر تاریخ)

۲۴۔ بارھواں مکتوب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنام مولانا حبیب الرحمٰنؒ (۲۳ محرم ۱۳۶۴ھ، ۲۹ نومبر ۱۹۴۵ء)

۲۵۔ مکتوب مولانا منظور احمد نعمانیؒ بنام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، (۲۰ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ، ۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء)

خطبہ صدارت میرٹھ ۱۹۴۵ء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

بعض سیاسی اور ملی حلقوں کے نزدیک مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خطبہ صدارت میرٹھ دسمبر ۱۹۴۵ء برصغیر کی سیاسی تاریخ کا ایک

اہم خطبہ تصور کیا جاتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے خطبہ میرٹھ میں خود تو شامل نہ ہو سکے مگر آپ کا تحریر کردہ خطبہ صدارت اس میرٹھ کے جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا، جس کا رُوح خلاصہ یہ تھا کہ ہماری موجودہ جنگ شخصیتوں کی نہیں بلکہ اصولوں کی جنگ ہے، نیز یہ کہ متحدہ قومیت کے حامیوں کو ووٹ دینا ہندوؤں اور کانگریس کو ووٹ دینے کے مترادف ہے۔ (۷۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلمانانِ ہند کو مشورہ دیتے ہوئے کہا "میں ان تمام ووٹ دینے والوں کو جو میرا مشورہ چاہتے ہیں، پوری بصیرت سے اور غور و فکر کے بعد ہی مشورہ دوں گا کہ وہ بہ حالت موجودہ صرف اور صرف مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب کریں۔ (۷۸) لہٰذا مسلم لیگ کی حمایت کرنا اور اس کے امیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب بنانا مسلم عوام کے حق میں مفید ہے۔ (۷۹) اس طرح آپ نے نظریہ پاکستان کی حمایت کی اور ان انتخابات کے زمانے میں ملک کے گوشے گوشے میں ضعیف العمری کے باوجود دورے کر کے قیامِ پاکستان کے سفر کو آسان بنایا۔ آپ نے جن علاقوں کے دورے کیے ان میں بجنور، سہارن پور، لکھنو، میرٹھ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ (۸۰) نیز میرٹھ کے حلقہ انتخاب سے نواب زادہ لیاقت علی خاں یو پی کی ایک بڑی نشست سے کامیاب ہوئے تھے۔ (۸۱)

مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ اور اس کے منتخب نمائندوں کی کامیابی پر "یوم فتح" منانے کا اعلان کیا گیا۔ اس اعلان کی تاریخ میں تضاد پایا جاتا ہے، جی الانہ اپنی کتاب "جناح ایک قوم کی سرگزشت" میں لکھتے ہیں کہ ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء "یوم فتح" منانے کا اعلان کیا گیا۔ (۸۲) جبکہ "تاریخ ہند و پاکستان" کے معنف "از بابر تا قیام پاکستان" کے مصنف نے اس کی تاریخ ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء بیان کی ہے۔ (۸۳) یومِ فتح کے سلسلے میں قائد اعظم نے اعلان کیا تھا کہ خدا نے مسلمانوں کو جو کامیابی عطا کی ہے، اس پر اظہار شکر گزاری کے طور پر مسلمان ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو یومِ فتح منائے اور مساجد میں نمازِ شکرانہ ادا کریں۔ (۸۴)

نیز مرکزی الیکشن ۱۹۴۵ء میں کامیابی کے بعد دستور سازی کے وقت ہم اپنی امکانی حد تک کوئی ایسا قانون بنائے جانے کی اجازت نہ دیں گے جو ہمارے پرسنل لاء (Personal Law) اور شرعی احکام کے خلاف ہو۔ آپ پورے جوش، ولولے، عروج اور استقلال کے ساتھ مسلم لیگ کو آگے بڑھانے، ابھارنے، سنوارنے، نکھارنے میں سرگرم رہے اور جو لوگ آپ کے سیاسی افکار کے مخالف ہیں ان سے آپ کا معاملہ شرافت، صبر شکر اور تحمل حسن اخلاق کے ساتھ ہونا چاہیے۔

مسلم لیگ میں شمولیت وحمایت کی تائید:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ کی دعوت میں اہم عنصر کی حیثیت سے شامل ہو کر اپنا کردار ادا کرنے میں مصروف عمل ہو گئے اور وقت کے گزرنے کے ساتھ مسلم لیگ سے آپ کا تعلق گہرا اور مضبوط ہوتا چلا گیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جہاں دو قومی نظریے کے حامی تھے، وہاں آپ نے عام مسلمانوں کی مسلم لیگ میں شرکت کو ضروری قرار دیا، چنانچہ آپ کے پیغام کے

مطابق ''اس وقت مسلمانوں کو حصولِ پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید وحمایت میں حدودِ شرعیہ کے ساتھ حصہ لینا چاہیے۔ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اگر اس وقت مسلم لیگ ناکام ہوگئی تو پھر شاید مدت دراز تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہ ملے گا، اس لیے وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمانانِ ہند مسلم لیگ کے بازو مضبوط کریں اور ساتھ ہی عوام مسلمین ہر قدم پر مختلف عنوانوں سے یہ ظاہر کرتے رہیں کہ ہم نے زعمائے لیگ کا ساتھ اپنے دین اور اپنی اصلی قوت کی حفاظت کے لیے دیا ہے اور تمام دینی معاملات میں ہم حاملین دین اور علمائے ربانیین کی آواز کو سب آوازوں پر مقدم دیکھنا چاہتے ہیں، اگر خدانہ کرے ایسا نہ ہوا تو ہم انشاء اللہ ایسے فاسد عناصر سے مسلم لیگ کو صاف کر کے دم لیں گے۔''(۸۵)

۱۹۴۵ء کے انتخابات اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

ہندوستان کے مرکزی انتخابات ۱۹۴۵ء کے موقع پر علامہ عثمانیؒ نے ہندوستان کے مسلم اکثریت صوبوں کے دورے کیے اور مسلم لیگ اور قائداعظم کے حق میں پُر مغز اور سیاسی بصیرت سے بھرپور خطابات کیے۔ ہندوستان کے مسلم اکثریت کے صوبوں کو اسلامی مرکز (پاکستان) قائم کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ:

''ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں۔ اس قوم کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کوئی مستقل مرکز ہو جہاں اس کے قومی تحرکات اور عزائم فروغ پاسکیں اور جہاں سے وہ مکمل آزادی اور مادی اقتدار کے ساتھ اپنے خدائی قانون کو بے روک ٹوک نافذ کرسکیں، بہرحال اس (مرکز) کا نام پاکستان رکھو یا حکومت الٰہیہ یا کوئی اور اتنی بات ضرور ہے کہ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں اور ان کے لیے ایک مستقل مرکز کی ضرورت ہے جو اکثریت و اقلیت کی مخلوط حکومت میں کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتی۔(۸۶)

۱۹۴۵ء کے انتخابات میں علامہ عثمانیؒ نے ہندوستان کے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ تمہاری بقاء اسی میں مضمر ہے کہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیے جائیں۔ علامہ عثمانیؒ نے اپنے ایک بیان میں فرمایا:

''میرے نزدیک مسلم لیگ کی حمایت اوّلین ترجیح ہے، لہٰذا شخصیات سے بے پرواہ ہو کر اس کے نامزد کردہ امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے مدلل بیانات اور فکر انگیز خیالات سے مسلمانانِ ہند کی حمایت کو مسلم لیگ کی طرف مائل کیا۔''(۸۷)

''اعظم گڑھ'' کے جلسہ سے خطاب:

۱۹۴۵ء کے مرکزی انتخابات میں مسلم لیگ کے نامزد کردہ امیدوار واضح اکثریت میں کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ ۱۸ مئی ۱۹۴۶ء کو ''اعظم گڑھ'' میں جمعیت العلمائے اسلام کے جلسہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تقریر میں واضح طور پر فرمایا:

پاکستان مسلمانوں کا پیدائشی حق ہے اس وقت انگریز اور ہندو دونوں پاکستان کو نہیں مانتے، لیکن ایسا وقت آئے گا جب یہ دونوں قومیں ازخود پاکستان دے دیں گی، لیکن اس کے لیے ہم کو اپنے بھولے ہوئے فریضے اسلامی جہاد کو پھر سے یاد کر کے عمل کرنا ہوگا۔ (۸۸)

جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس لاہور ۱۹۴۶ء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

ہندوستان کی سیاسی فضا مسلم لیگ اور قیامِ پاکستان سے گونج رہی تھی۔ مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ واضح برتری حاصل کر چکی تھی، لاہور میں جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس بھی منعقد ہونے والی تھی۔ کانفرنس سے قبل ۲۳ جنوری ۱۹۴۶ء کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دیگر ارکان اور کل ہند جمعیت العلمائے اسلام کے ارکان کے ہمراہ لاہور پہنچے۔ مولانا عبدالقدوسؒ نے پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا کہ چونکہ بعض مسلمان ہندو کانگریس کے ہمنوا ہو کر متحدہ ہندو قومیت کا راگ الاپ رہے ہیں، اس لیے پاکستان اور مسلم لیگ کے پروپیگنڈہ کے علاوہ اسلامی فکر پیدا کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے، آپ نے کہا کہ جمعیت العلمائے اسلام کسی سیاسی جماعت کا ضمیمہ نہیں ہے بلکہ مستقل جماعت ہے، چونکہ اس وقت مسلم لیگ اسلامیانِ ہند کی بہتری کے لیے کوشاں ہے اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کر رہی ہے، اس لیے ہم مسلم لیگ کی حمایت کرنا اپنا فرض تصور کرتے ہیں۔ (۸۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ غیر مجھے فرقہ پرست کہیں لیکن یہ زیادہ بُرا ہے کہ آپ مجھے غدار کہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ تمام علماء و مشائخ اب حجروں سے باہر نکلیں اور عملی طور سے مسلمانوں کی رہنمائی کریں، انہیں حصولِ پاکستان کے قائل بنائیں اور پاکستان قائم ہونے کے بعد "مصطفیٰ کمال اتاترک کا ازم" اختیار کرنے سے روکیں۔ (۹۰)

صوبائی انتخابات کا انعقاد فروری ۱۹۴۶ء میں ہو رہا تھا۔ کانگریس کے رہنماؤں نے علی الاعلان یہ دعویٰ کیا تھا کہ مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں جو کچھ ہُوا، وہ ہو گیا، لیکن صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں مسلم لیگ کو شکست دینا ضروری ہے۔ چنانچہ مسلم لیگ نے ذرائع ابلاغ اور عوامی رہنماؤں کو اس بات کی ہدایت کی کہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی ہمارے نمائندے کامیاب ہونے چاہئے، چنانچہ جمعیت العلمائے اسلام نے ۲۵ جنوری تا ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء لاہور میں ایک کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس کا موضوع تھا "ہمارا پاکستان" مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں یہ کانفرنس منعقد کی۔ (۹۱)

خطبہ "ہمارا پاکستان" اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

صوبہ پنجاب کی تاریخ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ خطبہ صدارت اپنی عظمت اور اہمیت کے اعتبار سے سنہری حرفوں میں تاریخ پاکستان کا حصہ ہے۔ میرٹھ کانفرنس ۱۹۴۵ء کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی صدارت میں کانپور، مدراس، بمبئی، حیدرآباد، سندھ، سہارن پور، مظفر نگر، بجنور اور دیگر دوسرے مقامات پر کانفرنسیں ہوئیں، جن سے ہندوستان میں ایک خاص سیاسی ذہن قیامِ پاکستان کی حمایت کے لیے پیدا ہوا اور مسلمانوں نے مسلم لیگ اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کے ہاتھ مضبوط کرنے کا اعلان کیا اور

مسلمانوں کی یہ ذہنی و سیاسی بیداری مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی حمایت کے حق میں روشن ہوا۔ پنجاب میں خضر حیات وزارت اور یونی نیسٹ حکومت تھی۔ خضر حیات ایک طرف تو مسلم لیگ کی بظاہر ہاں میں ہاں ملاتے تھے، لیکن در پردہ وہ کیلنسی گورنر پنجاب کے ہمنوا و ہم خیال تھے، اس لیے سرزمین پنجاب میں ایک زبردست سیاسی کانفرنس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ صدر جمعیت العلمائے اسلام پنجاب مولانا غلام مرشدؒ کی کوششوں اور جدوجہد سے اسلامیہ کالج لاہور کے گراؤنڈ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے زبردست خطبہ دیا جو ''ہمارا پاکستان'' کے نام سے تاریخ پاکستان کا حصہ بنا اور مشہور ہوا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس فکر انگیز اور بوقت ضرورت خطبہ نے پنجاب کی سیاسی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ (۹۲) علامہ عثمانیؒ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لیے انتخاب کیا ہے اور یہ چیز آئندہ مسلموں کو ورثہ میں ملے گی، ''امروز'' شاید ہمارا مذاق اڑائے، لیکن ہماری آنکھیں صبح فردا کے اس دلفریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں، جس کے پردے سے ہماری کامرانیوں کا مہیز طلوع ہوگا، اس صبح اُمید کی نمود تک ہم نو امیدیوں کی شب تار کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔'' (۹۳)

صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کا پس منظر:

۱۹۴۵ء۔۴۶ کے انتخابات کے نتائج نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ مسلم لیگ کی مسلسل اور منظم جدوجہد کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور لندن کی پارلیمنٹ اور برطانوی وزیراعظم اٹلی نے نظریہ پاکستان کی منظوری دے دی تھی۔ چنانچہ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا ریڈیو پر ماؤنٹ بیٹن وائسرائے ہند نے جو لارڈ ویول کے بعد ہندوستان آئے تھے، حکومت برطانیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے اور مسلم اکثریت کے صوبوں کو پاکستان کے نام سے علیحدہ ملک بنانے کا اعلان کر دیا۔ مسلمانانِ ہند کی یہ بڑی اور عظیم الشان کامیابی تھی، لیکن دوسری جانب کانگریس نے ایک نیا شوشہ چھوڑا اور وہ یہ کہ صوبہ سرحد اور صوبہ سلہٹ میں ریفرنڈم (استصواب رائے) کرایا جائے کہ آیا وہ ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔ صوبہ سرحد میں عبدالغفار خان (۱۸۹۰ء۔۱۹۸۸ء) سرحدی گاندھی اور ان کے بھائی ڈاکٹر خان (۱۸۸۲ء۔۱۹۵۸ء) کا طوطی بول رہا تھا اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے وہاں کانگریس کی وزارت تھی اور ڈاکٹر خان کانگریسی مکتبہ فکر کے آدمی وہاں کے وزیراعظم تھے۔ بنگال میں مولانا فضل الحق (۱۸۷۳ء۔۱۹۶۲ء) مسلم لیگ کی وزارت تھی، سندھ میں غلام حسین ہدایت اللہ (۱۸۷۹ء۔۱۹۴۸ء) کی لیگی وزارت معرض وجود میں آئی تھی۔ بلوچستان میں نواب محمد خاں جوگیزئی (۱۸۸۴ء۔۱۹۷۸ء) مسلم لیگی وزیر تھے، لیکن پنجاب میں خضر حیات (۱۸۷۹ء۔۱۹۶۳ء) وزیراعظم تھے اور ان کا تعلق ''یونینسٹ پارٹی'' سے تھا، خضر حیات کے خلاف مسلم لیگ نے راست اقدام کے تحت سخت تحریک چلائی، جس سے گھبرا کر خضر حیات وزارت کی کرسی چھوڑ کر بھاگ گئے، اس لیے صوبہ سرحد کے

سوا تمام مسلم اکثریت کے صوبے پاکستان کی تقدیر میں لکھے جا چکے تھے۔ (۹۴)

صوبہ سرحد کے مسلمان اگر ہندوستان کے ساتھ شریک ہونے کی رائے دیتے تو پاکستان کا وجود ایک اپاہج وجود تھا، اس لیے کانگریس اور مسلم لیگ کے لیے صوبہ سرحد کا استصواب (ریفرنڈم) زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ قائداعظم اور شبیر احمد عثمانیؒ دونوں کی دہلی میں ملاقات ہوئی اور یہ کام قائداعظم نے علامہ عثمانیؒ کے کندھوں پر رکھا اور صوبہ سرحد کو پاکستان کے حق میں استوار کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ سخت گرمی کے دنوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے صوبہ سرحد کا ہنگامی دورہ کیا۔ پشاور، بنوں، کوہاٹ، ہزارہ، ایبٹ آباد میں تقریریں کیں اور مسلمانانِ سرحد کو یہ باور کرایا کہ اگر صوبہ سرحد نے پاکستان کے خلاف ووٹ دیا تو ان کی زندگی تباہی سے دوچار ہو جائے گی، لیکن اگر انہوں نے پاکستان کا ساتھ دیا تو یہاں اسلامی حکومت قائم کی جائے گی اور قرآن وسنت کا قانون جاری کیا جائے گا۔ (۹۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی موثر اور سحر انگیز وفکر سے لبریز تقریر کا سرحد کے مسلمانوں پر خاص اثر ہوا اور ریفرنڈم میں صوبہ سرحد کے مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیئے، اس طرح مسلم لیگ کامیاب ہوئی۔ (۹۶) سرحد کے ریفرنڈم کی کامیابی پر قائداعظم محمد علی جناح نے علامہ عثمانیؒ سے دہلی میں ملاقات کے دوران فرمایا کہ صوبہ سرحد کا ریفرنڈم پاکستان کے حق میں نتیجہ خیز ثابت ہوا، اس مبارک باد کے آپ مستحق ہیں، میں خواہ سیاست داں سہی لیکن آپ نے بروقت مدد کر کے مذہب کی رُوح لوگوں میں پھونک دی۔ (۹۷)

……حواشی و حوالہ جات باب چہارم، فصل اول……

(۱) زبیری، محمد امین، سیاست ملیہ، آگرہ، ۱۹۴۸ء، ص ۷

Khalid Bin Saeed/ Pakistan the formation phase/ 1858-1946/ London/1968/pp 13-14 1.☆

Aziz Ahmed/ Studies in Islamic cultural in the Indian environment, Oxford/1964/pp-28☆

V. D. Savarkar/ The war of Independence 1857/1909☆

(۲) نور محمد، قادری، سید/ عبدالحامد بدایونی کی سیاسی و ملی خدمات، لاہور، ادارہ پاکستان شناسی، ۲۰۰۲ء، ص ۲۸

(۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ انوار عثمانی مکتوب برائے مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۵۵

(۴) تھانوی، اشرف علی، مولانا/ الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، مقام اشاعت ندارد، سن ندارد، ص ۵۰۴

(۵) حقی، ابرار الحق،/ اسعد الابرار، بارہ بنکی، ہندوستان، س۔ن، ص ۱۲۰

Jamiluddin Ahmed/ The freedom movement, part I, II/ Karachi 1970, pp 41-42☆

(۶) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۷۰

(۷) سید قاسم محمود/ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص ۴۷۶

(۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۱۹

(۹) بزاری، صابر/ تاریخ رفتگان، کراچی، ادارہ فکر نو، ۱۹۹۸ء، ص ۴۷

Khan, Muhammad Raza/ What price freedom/ Madras/ Noori Press/1969/ pp 43-45☆

(۱۰) قاسم، سید محمود/ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، لاہور، ص ۳۲۶

(۱۱) قریشی، اشتیاق حسین/ مترجم ہلال زبیری، پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۳۵

(۱۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ سیرت اشرف، ص ۱۵۷

(۱۳) احمد سعید، پروفیسر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص ۱۱۵

(۱۴) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۴۷

Ahmed, Jamiluddin/ Muslim political movement/ Lahore/ Limited publication/ 1967/ pp 80-81

(۱۵) احمد سعید، پروفیسر/ مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص ۱۱۵

(۱۶) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۰۰۔۱۰۱

☆ ایضاً

(۱۷) خلیل اشرف، علامہ/ پاکستان و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق، ص ۱۵۵۔۵۶

Khan, Muhammad Raza/ What price freedom/ pp 43-45☆

(۱۸) اشرف، آغا/ پاکستان کا اسلامی پس منظر، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، ص ۷۰

(۱۹) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۰۲

(۲۰) مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا/ مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، حصہ سوم، ۱۹۳۸ء، ص ۳۰

(۲۱) ایضاً ص ۷۸

(۲۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۰۵

(۲۳) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر/ جانِ جاں، حیدرآباد، انٹرنیشنل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء، ص ۱۳۱-۳۲

(۲۴) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۵۳

☆ سرامک پارٹی:

مشرقی بنگال کی ایک سیاسی جماعت تھی، جس کی قیادت مولانا فضل الحق کر رہے تھے۔ یہی جماعت قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان میں سیاسی پلیٹ فارم سے کام کر رہی تھی۔ بعد میں اس کا نام تبدیل کر کے ۱۹۵۳ء میں پاکستان کرشک سرامک پارٹی رکھ دیا گیا۔ یہ پارٹی بعد میں متحدہ محاذ کا حصہ بن گئی، متحدہ محاذ کے لیڈر مشرقی پاکستان میں ہر قسم کے منفی نعرے لگانے میں مصروف عمل رہے۔

Khan, Muhammad Raza/ What price freedom/ pp 192-193☆

Rafique Afzal/ political parties in Pakistan/ Karachi/1976/ pp 129-135☆

(۲۵) علی، آغا چراغ/ ماہنامہ کوثر، دہلی، انڈیا، ۲۸/ اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۷

(۲۶) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربا، ص ۱۰۷

(۲۷) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کا دینی اسباب، ص ۵۳

(۲۸) محمد خان عزیز/ چوہدری، حیات محمد علی، لاہور، س۔ن، ص ۴۵۳

(۲۹) عصر جدید، کلکتہ، ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۱۵

(۳۰) روزنامہ کوثر، ۲۸/ اکتوبر ۱۹۴۵ء، کلکتہ، انڈیا

(۳۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۰۷

(۳۲) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۰۸

(۳۳) ایضاً

V.P. Menon/ The Transfer of power in India/ Priciction/ 1957☆

(۳۴) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۰۸

(۳۵) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۹۱۹

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۹۳

(۳۶) منگوری، طفیل احمد، مولوی/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۱۵۹

Qureshi, Ishtiaque Hussain, The Struggle for Pakistan, Karachi, Karachi universty, 1963☆

(۳۷) محمد میاں، سید/ علمائے حق، حصہ دوم ۳۳۹

(۳۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۹۴-۹۵

(۳۹) کامران، فائق/ تحریک پاکستان اور ہماری جدوجہد آزادی، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۷

☆ عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۹۲۰

(۴۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۹۵

(۴۱) روزنامہ الجمعیہ، مجاہد ملت نمبر، دہلی، ادارہ ترجمان الحق ۱۹۶۲ء، ص ۵۷

(۴۲) کلیم بہادر/ طلوع اسلام، مئی ۱۹۳۹ء، جلد نمبر ۱، ص ۵۰_۴۶

Bahadur, Kaleem/ Jamiat-i-Islam of Pakistan, the Poletics thought and Aclim ☆

(۴۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۹۹_۱۰۰

Rajput A. B./ Muslim League, yesterday and today, Lahore/1948/ pp 30☆

(۴۴) محمد شفیع، مفتی/ کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ، انڈیا، سہارن پور، ص ۱_۲

(۴۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۰۰

(۴۶) محمد شفیع، مفتی/ کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ، ص ۱_۲

☆ ایضاً، ص ۳

(۴۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردا، ص ۱۰۱

(۴۸) محمد شفیع، مفتی/ کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ، ص ۴۶_۴۷

☆ محمد شفیع، مفتی/ کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی، ص ۴۷

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۰۲

(۴۹) جی اے الانا/ قائداعظم جناح ایک قوم کی سرگزشت، ص ۴۵۲

(۵۰) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۶۶_۳۶۵

(۵۱) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۱۶

. Khalid Bin Saeed/ Pakistan the formative phase/pp 133 ☆

(۵۲) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۶۹_۳۶۷

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۰۴

☆ طاہر قاسمی/ مکالمۃ الصدرین، ہاشمی، سن ندارد، ص ندارد

(۵۳) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۳۶۹

(۵۴) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ۲۰۹

(۵۵) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۷۴_۷۵

(۵۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۰۵

(۵۷) ایضاً ص ۱۰۶

(۵۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۰۶

(۵۹) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم کے سیاسی رفقاء، ص ۷۴

(۶۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۹۷

(۶۱) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۷۴_۴۷۴

(۶۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۰۷

☆ صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم کے سیاسی رفقاء، ص ۴۷

(۶۳) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ۴۷۴-۷۵

(۶۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۰۸

(۶۵) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۴۷۴-۷۶

(۶۶) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ۴۷۵-۷۸

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۰

(۶۷) ایضاً، ص ۱۱۰

Shamloo/ speeches and statements of Iqbal/ Lahore/ pp 12☆

(۶۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۱

☆ حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۴۷۸-۸۰

(۶۹) ایضاً، ص ۱۸۴

Khalid Bin Saeed/ Pakistan the formative phase/ pp 133☆

(۷۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۴

(۷۱) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۴۸۲-۸۳

Lord Wavel: (لارڈ ویول) ☆

Ahmed, Jamil-ul-Nabi/ The final phase of the struggle for Pakistan, Lahore/1968/ pp 51☆

(۷۲) ایضاً، ص ۴۸۳-۸۴

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۴

☆ حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ۴۸۴-۴۸۵

(۷۳) عصرِ جدید، کلکتہ، ۳۰/ اکتوبر ۱۹۴۵ء، انڈیا

(۷۴) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ۶۶۴-۶۵

(۷۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۴

☆ حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۴۸۶

(۷۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۱۰

(۷۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۸

(۷۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۱۸

(۷۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۸

Qureshi, Ishtiaque Hussain/ Ulema in Politics. Karachi, pp361 (۸۰)

(۸۱) اے ایچ/ تاریخ پاکستان از ابتدا تا قیام پاکستان، لاہور، س ن، ص ۳۳۳-۳۴

(۸۲) اے جی الانہ/ جناح ایک قوم کی سرگزشت، ص ۴۵۱

Ahmed, Jamiluddin/ Final phase of struggle for Pakistan/ Karachi/1964/ pp 26☆

(۸۳) اے ایچ/ تاریخ پاکستان از ۱۸۵۷ تا قیام پاکستان، لاہور، س ن، ص ۳۹۲

A-Aziz/ Discovery of Pakistan/ Lahore/ 1957/ pp 303☆

(۸۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۱۸

(۸۵) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۳۸

(۸۶) ایضاً

(۸۷) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر/ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۰ء، ص ۱۹۷

(۸۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۳۹

(۸۹) حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۳۷-۳۳۶

☆ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۲۰-۱۱۹

(۹۰) روزنامہ نوائے وقت، ۲۴ جنوری ۱۹۴۶ء، ماخوذ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۳۳۷

☆ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی اور علمی کردار، ص ۱۲۰

(۹۱) ایضاً

(۹۲) شیر کوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۸۴

(۹۳) شیر کوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۸۴

☆ عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ لاہور، ہمارا پاکستان، ص ۷۰-۷۱

☆ حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۷

(۹۴) شیر کوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۲۳۰

A-Aziz/ Discovery of Pakistan/ Lahore/ 1957/ pp 303☆

(۹۵) شیر کوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۲۳۰

B.R. Ambedkar/ Pakistan or the partition of India/ Bombay, 1946/ pp 24-26☆

(۹۶) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۵۴

(۹۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۴

☆ شیر کوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۹۴-۲۹۳

فصل دوم

قیامِ پاکستان کے لیے خطبات و علمی مباحث:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیامِ پاکستان سے قبل ہی اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا ”جمیعت العلمائے ہند“(۱) کے پلیٹ فارم سے ۱۹۱۹ء میں کر چکے تھے اور ہندوستان میں سیاسی اتار چڑھاؤ اور مسلمانانِ ہندوستان کی حالتِ زار کا بخوبی مشاہدہ کر رہے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ ہندوستان کی رہنمائی کا دینی فریضہ سرانجام دینے میں مصروف تھے بلکہ ان کو مذہب سے قریب تر کرنے کی کوششوں کا بھی فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

کانگریس میں گاندھی کو جو مطلق العنانیت حاصل تھی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رئیس احمد جعفری، اپنی کتاب ”حیات محمد علی جناح“ تحریر کرتے ہیں:

> ”گاندھی جب سے کانگریس میں آئے ہیں کانگریس کی باگ ڈور ان ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہیں صدر بنا دیں اور جسے چاہیں صدر سے معزول کر دیں اور جب چاہیں کانگریس کا نصب العین، درجہ نوآبادیات قرار دیں اور جب چاہیں آزادی کامل، وہ جب چاہیں سیاسی معاملات میں حکومت سے اشتراک کی شرطیں پیش کر دیں اور جب چاہیں عدم تشدد کا راستہ اختیار کر لیں، وہ ڈکٹیٹروں سے نفرت کرتے ہیں لیکن کانگریس کے سب سے بڑے ڈکٹیٹر وہی ہیں۔ (۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مسلم لیگ:

۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۵ء کے انڈین ایکٹ (۳) کے تحت برصغیر میں ۱۳۵۸ھ۔ ۱۹۳۷ء میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات (۴) میں مسلم لیگ کو بُری طرح سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان انتخابات کے بعد جب کانگریس نے ہندوستان کے چھ صوبوں میں اپنی وزارتیں قائم کیں تو مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان بڑے پیمانے پر سیاسی معرکہ و محاذ آرائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جمیعت العلمائے ہند کے کچھ زعماء کانگریس کے حمایتی اور اس کی پالیسیوں کے حامی نظر آتے تھے اور کچھ اکابرین

زعماء کانگریس کی پالیسیوں کی حمایت میں نہ تھے، لیکن یہ بانگ وہل وہ کھل کر اس موقف کا اظہار نہیں کر پا رہے تھے اور ان کی آواز دبی ہوئی تھی۔

مسلمانوں اور مسلم لیگ کے لیے اس وقت صورتحال نہایت ہی سنگین صورت اختیار کر چکی تھی، کیونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندگی کا دعویٰ کرتی چلی آ رہی تھی، لیکن ۱۳۵۸ھ۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابی نتائج نے مسلم لیگ کے دعویٰ کو یکسر مسترد کر دیا۔

چنانچہ اس نازک گھڑی میں ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلم لیگ کی حمایت کے لیے اور اس کی ہمت افزائی کے لیے ایسے مقتدر اور معروف علماء کی تائید و حمایت کی اشد ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ کو مسلمانانِ ہندوستان کی حالت پر رحم آیا اور اس نے مسلمانوں اور مسلم لیگ کی حمایت کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو مخصوص کر دیا، جبکہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اس مہم کو کامیابی سے سر کرنے کے لیے انہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے جید اور مشہور و معروف عالم دین کی حمایت سے سرفراز کیا۔ بلکہ مولانا اشرف علی تھانوی ہی کے ایماء پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایک دو مرتبہ مسٹر خاص پر محمد علی جناح سے ملے۔

۱۹۳۸ء سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کا سلسلہ شروع کیا یا فعالی طور پر مسلم لیگ کی حمایت میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کیا۔ بعض تجزیہ نگاروں کے نزدیک یہ بات ابھی تحقیق طلب ہے کہ آپ نے ۱۹۳۸ء میں باقاعدہ طور پر شمولیت اختیار کی یا نہیں ۔ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کو مسلمانانِ ہند میں مقبول و عام کرانے میں آپ نے عظیم کارنامہ انجام دیا۔ (۵)

۲۸ راگست ۱۹۳۸ء کو مسلم لیگ کی مجلس کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اب کسی فریب نظر میں مبتلا نہیں ہیں۔ (۶)

اس سے قبل قائداعظم محمد علی جناح نے یہ اعلان کیا تھا کہ ''مختلف قومیتوں'' والی مملکت میں اکثریت کی حکومت کام نہیں کر سکتی۔ (۷)

یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو ''۱۹۳۵ء کے انڈین ایکٹ'' کا صوبائی حصہ نافذ ہوا۔ بعض اسے اپریل فول اصلاحات (April Fool Reforms) شمار کرتے ہیں۔ کانگریس نے گیارہ صوبوں میں سے سات صوبوں میں کانگریسی وزارتیں قائم کیں اور غیر کانگریسی ایک دو مسلمانوں کو صرف اس شرط پر وزیر بنانے کا وعدہ کیا کہ وہ کانگریس کے رکن بن کر کانگریس کے پالیسی کو اختیار کریں گے۔ چنانچہ ان حالات میں مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان تعاون کا کوئی راستہ باقی نہ رہا۔ (۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جس وقت مسلم لیگ کی حمایت کرنے کا بیڑا اٹھایا، اس وقت بعض کانگریس کے ہم خیال مسلمان علماء ہندوستان، کانگریس اور ہندوؤں کی حمایت کرتے رہے، اس سلسلے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا واضح موقف اور نظریہ سامنے آیا۔ آپ نے اس حوالے سے فرمایا:

"مسلم عوام اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ علماء جو کچھ کہیں اس کی اندھی تقلید کی جائے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ کی وقت کے ساتھ حمایت و تائید کے سلسلے میں اپنا دینی فریضہ سرانجام دیتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کے دلوں میں ایک علیحدہ وطن کی خواہش نے زور پکڑنا شروع کر دیا۔

مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء میں خطاب:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہوئے مسلم لیگ کے اجلاس میرٹھ ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء (۹) کے موقع پر مسلمانانِ ہندوستان سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

برِصغیر میں عام انتخابات میں ان کے ووٹ کے استعمال کی اہمیت اور مسلم لیگ کی تائید وحمایت پر بڑے مدلل اور پُر جوش انداز میں تقریر فرمائی اور کہا:

برِصغیر میں آئندہ ہونے والے انتخابات مسلمانوں کے مستقبل کا فیصلہ کن معرکہ و مرحلہ ہیں، کیونکہ برطانیہ اور کانگریس دونوں ہی تخلیق پاکستان کے مخالف تھے۔ (۱۰) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے متحدہ قومیت کے نعرے کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ:

مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (۱۵۴۲ء۔۱۶۰۵ء) (۱۱) نے بھی اس قسم کا نظریہ پیش کیا تھا اور برِصغیر میں دینِ الٰہی کا پرچار کرنے کی کوشش کی۔ دینِ الٰہی کے خلاف شیخ احمد سرہندیؒ نے آواز بلند کی اور دینِ الٰہی جیسے باطل نظریات کو اپنی تبلیغ و رُشد کے ذریعے دور کیا اکبر کا دینِ الٰہی کچھ عرصہ بعد خود ہی مر گیا۔ اس لیے متحدہ قومیت کا نظریہ مسلمانانِ ہند کے لیے قطعاً بے سود بلکہ ان کی قومیت کو فنا کرنے کے مترادف ہے۔ (۱۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ میرٹھ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلم قوم وقت کی نزاکت اور سامنے آنے والے مسائل کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھے اور جو رکاوٹیں راستہ میں حائل ہیں، ان کو دُور کرنے کی کوشش کرے اور جس چیز کو حق وثواب سمجھ لے اس کی حمایت میں جان و مال اور دل سے سرگرم عمل ہو جائے۔ میں اب اس تاریخی مقام سے جہاں آج سے ۸۸ برس پہلے یعنی (جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز میرٹھ چھاؤنی سے ہُوا تھا) ایک غیر منظم فوجی انقلاب کی تحریک نے جنم لیا تھا، آج ایک منظم اور آئینی انقلاب کی طرف آپ کو دعوت دیتے ہوں، میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ میری بات کو توجہ سے سن کر اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ (۱۳)"

۱۹۴۵ء کے مرکزی انتخابات کی کامیابی پر تشکرانہ کلمات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے میرٹھ کانفرنس میں مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں کامیابی پر مسلمانوں کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اس مرکزی اسمبلی ۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء (۱۴) کے انتخابات میں مسلم لیگ کو جو کامیابی عطا کی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان عوام اپنے رب کا شکر بجا لائیں اور اس کی عبادتوں میں خود کو زیادہ سے زیادہ مصروف و مشغول

رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے اس عدیم النظیر کامیابی نے مسلم مخالف اور کانگریس کے حوصلے پست کر دیے ہیں۔ مسلم لیگ اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے ہیں، لیکن ابھی انتخابات کا دوسرا مرحلہ (صوبائی انتخابات) باقی ہیں، جو مرکزی سے زیادہ طویل و عریض اور سخت جدوجہد، جانفشانی اور تندہی کا محتاج ہے۔ مرکزی اسمبلی کے شاندار کامیابی کو ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صوبائی انتخابات میں بھی مسلم لیگ کو زیادہ سے زیادہ ووٹ دے کر کامیابی سے ہم کنار کرائیں۔ (۱۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے صوبائی الیکشن کے حوالے سے مسلم ووٹرز سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”یہ بات مسلمانانِ ہندوستان ذہن میں محفوظ رکھیں کہ جو موجودہ انتخابات ہو چکے ہیں اور جو ہونے جا رہے ہیں۔ ان انتخابات کے نتائج کی روشنی میں جو نمائندے منتخب ہو جائیں گے، مستقبل میں دستور سازی اور اس کی تیاری میں ان ہی کا عمل دخل ہوگا، اس لیے ووٹ ڈالنے والوں کو قرابت، پارٹی، لالچ، دوستی، پیری مُریدی اور عقیدت وغیرہ کے تمام تعلقات کو یکسر طور پر قطع نظر کر کے اپنی عظیم ذمے داری کو اچھی طرح محسوس کر لینا چاہیے، اس وقت ہندوستان کی سیاسی فضاء میں شخصیتوں کی جنگ نہیں اصولوں کی جنگ جاری ہے، اگر صحیح اصول پر نظر کر کے کسی قابل آدمی کو آپ نے ووٹ دیا تو آپ یہ تصور کر لیں کہ آپ نے اچھی طرح سے خود کو اپنے فرائض سے سبکدوش کر لیا ہے۔ (۱۶)

مسلمانوں کو نقصانات سے آگاہی:

میرٹھ کے شرکاء اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

”اگر مسلمانانِ ہند نے صوبائی انتخابات میں مرکزی انتخابات کی طرح مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیا تو اور بنیادی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسری زائد بحثوں میں پڑ گئے تو جو عظیم نقصان ایسے بے اصول طریقہ کار اختیار کرنے سے مسلمانانِ ہند کو ہوگا اس کی تمام تر ذمے داری آپ کے سر پر ہی ہوگی اور آپ ہی اس کے محرک ثابت ہوں گے۔“ (۱۷)

مسلم لیگ بمقابلہ کانگریس:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے خطبہ سے خطاب کے دوران فرمایا:

”اس وقت صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کی مسلم لیگ (۱۸) اور ہندوؤں کی کانگریس کے درمیان انتخابی معرکہ ہے۔ دیگر دوسری جماعتوں سے مقابلہ نہیں ہے، لیکن کانگریس نے اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ جو جماعت یا شخص مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا، کانگریس اس کی ہر طرح کی امداد و حمایت کرے گی، اس لیے مسلم لیگ قدرتی طور پر کانگریس کے ساتھ اس کی امدادی یا معاون جماعتوں اور اشخاص کا مقابلہ کرنے پر بھی مجبور ہوئی، کیونکہ یہ جماعتیں اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہیں وہ فی الحقیقت ہندو اکثریت کے مطلب کی باتیں ہیں، جو ان کی زبانوں سے ادا ہوتی ہیں، جدوجہد محنت و مشقت اور زور

دھوپ ان کی ہے اور اس کا میٹھا پھل آخرکار اسی ہندو قوم کو ملنے والا ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی (۱۹) ان کی زبان حال اس طرح گویا ہے۔

''انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کے نقل سنا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
نے جو اس کو اسے تردد جو اس کو دیکھے اسے تحیر
ہماری نیکی اور ان کی برکت عمل ہمارا نجات ان کی''(۲۰)

مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اختلافات:

میرٹھ کے خطبہ ۱۳۶۴ھ - ۱۹۴۵ء (۲۱) میں مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اختلافات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اصل بنیادی اختلاف یہ ہے کہ کانگریس کی ساری جڑ (بنیاد) قومیت متحدہ پر قائم ہے اور اس سلسلے میں اس کا دعویٰ ہے کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں اور پورے ہندوستان کی مخلوط حکومت میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے ایسے نظامِ حکومت میں جہاں ہر چیز کا فیصلہ محض رائے شماری سے ہوتا ہو، نو دس کروڑ مسلمان کو اقلیت کی وجہ سے ہمیشہ اور ہر جگہ ان کے ساتھ رحم و کرم پر رہنا ہوگا۔ (۲۲)

جبکہ اس کے برخلاف مسلم لیگ جو کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے، اس کا کہنا ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ مستقل قومیں ہیں اور پیدائش کے وقت سے لے کر مرنے کے بعد تک ان کا نام، ان کے کام، ان کے عقائد و اعمال، عبادات، شادی، نکاح وطلاق، رہن سہن کے طریقے، غذائیں، تاریخی روایات، ہیرو، جذبات، تجہیز و تکفین، وراثت کے قواعد و اصول غرض کہ جملہ معاملات میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ (۲۳) حتیٰ کہ مسلمانوں میں سے بڑے سے بڑا صاف ستھرا پاک نفس، پاک وطن، عالم، متقی اگر اپنی انگلی ہندو کے برتن کو لگا دے جسے کتے چاٹ رہے ہوں تو ہندو اسے مٹی اور گوبر سے مانجھ کر صاف کرتا ہے اور اس چھوت چھات کے دور کرنے کی ادنیٰ ترین کوشش بھی ان کا لیڈر نہیں کرتا جو اچھوت اقوام کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتا ہے۔ (۲۴)

جبکہ دوسری طرف مسلم لیگ کا کہنا یہ ہے کہ جب دو قومیں جدا جدا ہیں تو آزادی ان میں سے ہر ایک کا حق ہے۔ ان میں سے ایک ہمیشہ دوسرے کے رحم و کرم پر کیوں رہے، خاص طور پر وہ غیور قوم جس نے اس دوسری قوم پر تقریباً آٹھ سو برس تک حکومت بھی کی ہے اور آج بھی وہ زمین کے ایک بڑے حصے پر حکمران ہے۔ (۲۵)

اس لیے مسلمانانِ ہند اور مسلم لیگ یہ چاہتی ہے کہ آج کل کے اصول کے موافق جن صوبوں میں جس قوم کی اکثریت

ہو وہاں اس کی آزاد حکومت ہو اور پھر دونوں آزاد قومیں عہد و پیمان اور مضبوط قول و قرار کے ذریعے اس سارے خطے کو خوشحال اور پُر امن بنائیں۔ (۲۶)

ہندوستان میں موجود تیسری قوم یعنی انگریز (۲۷) کو یہاں سے رخصت کریں، جس طرح دنیا کی دو چھوٹی بڑی آزاد سلطنتیں آپس میں معاہدہ کر کے اپنی برتری کی کوشش اور اپنے مشترک دشمن کا مقابلہ کرتی ہیں، ادھر اپنی قوم کے افراد و اشخاص میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں، اپنی قومی طاقت اور اچھی تدبیروں سے ان کی اصلاح کرتے رہتے ہیں، یہ نہ کریں کہ آپ اپنے بھائیوں سے خفا ہو کر دوسری قوم کی گود میں جا بیٹھیں کہ یہ چیز غیرتِ ایمانی اور شرافت انسانی دونوں کے خلاف اور اپنی قوم کے لیے سخت نقصان دہ ہیں۔ (۲۸)

اب جو مسلمان اشخاص یا مسلم جماعتیں ہندو اور مسلمان کو ایک قوم کہتے ہیں اور سارے ملک کی ایک مخلوط حکومت چاہتے ہیں، وہ سب کانگریس کے ساتھ ملحق ہیں، ان کو ووٹ دینا فی الحقیقت کانگریس ہی کو ووٹ دینا ہوگا۔ (۲۹) ان کے مقابل جو ان کو دو مستقل قومیں تسلیم کرتا ہے اور دونوں کی الگ الگ آزاد حکومت چاہتا ہے، وہ مسلم لیگ کی طرف رہے گا، آگے اس کا فیصلہ ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ آدمی یہاں کے آپس کے معاملات کو دیکھ کر خود کر سکتا ہے کہ یہ سب ایک قوم ہیں یا" اور بیک وقت مکمل آزادی' دونوں قوموں کا حق ہے یا صرف ایک قوم کا ہے۔ (۳۰)

وائسرائے لارڈ ویول کی تقسیم ہند سے عدم دلچسپی پر علامہ عثمانیؒ کا موقف:

لارڈ ویول (۳۱) جو کہ ہندوستان کے تقسیم سے پہلے اور ماؤنٹ بیٹن (۳۲) کی آمد سے پہلے برِّصغیر میں وائسرائے کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ تقسیم ہندوستان کے معاملے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی، چنانچہ لارڈ ویول کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: (۳۳)

"عجیب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ موجودہ وائسرائے ہند لارڈ ویول نے جو برطانوی تاج اور برطانوی حکومت کا سب سے بڑا نمائندہ ہے، اس نے پہلی بار ۱۳۶۳ھ۔ ۱۷ فروری ۱۹۴۴ء کو سنٹرل لیجسلیچر میں اس کے بعد ۱۳۶۳ھ۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء کو بموقع دربار راولپنڈی اپنی دورانِ تقریر میں اس بات کے اشارات کیے ہیں کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور کوئی بڑا عمل جراحی اس پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مرکزی حکومت ایک ہی رہنی چاہیے۔ اس سے پہلے اس قسم کی بات لارڈ لنلتھ گوے (Lord Linlith gow) (۳۴) ۱۳۶۳ھ۔ ۷ دسمبر ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا ایسوسی ایٹڈ" "چیمبر آف کامرس" کے کلکتہ اجلاس میں کہی تھی۔" (۳۵)

گو کہ اس وقت صورتحال یہ ہوئی کہ کانگریس وائسرائے اور کانگریس کے ہم خیال و حمایتی جماعتیں سب ایک طرف وحدانی حکومت (۳۶) کی حامل ہیں۔ مسلم لیگ تنہا ان سب کے اجتماعی نظریہ کے سامنے مضبوط دیوار و چٹان کی مانند کھڑی ہے، کیا

ان حالات میں آپ یہ بات پسند کریں گے کہ مسلم لیگ کے خلاف ووٹ دے کر کانگریس کی صراحتوں اور حکومتِ برطانیہ کے سب سے بڑے نمائندے کے اشاروں کی تائید وحمایت کریں۔ (۳۷)

اس قسم کی ایک ایسی ہی بات یہ سوچنے کی ہے کہ پاکستان یعنی مسلم قوم کی آزادی پر جس قدر اعتراضات قوم پرست مسلمان کر رہے ہیں، وہ سب ان سے پہلے ہندوؤں کے اخباروں اور لیڈروں نے کیے ہیں جن میں سے اکثر کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان سے صرف مسلم قوم کا نقصان ہے، ہندوؤں کو کچھ نقصان نہیں ہوگا، ان خیالات کے حوالے سے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اپنے ضمیر کی آواز سے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجیے کہ کیا واقعی آپ کے نزدیک ہندوؤں کو اس قدر بے قراری اور اضطراب اور درد اس بات کا ہے کہ ہمارا تو فائدہ ہے، لیکن پاکستان بننے میں بیچارے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ جائے گا۔ ہم اپنے فائدے کے مقابلے میں مسلمانوں کا نقصان برداشت کریں، اسی لیے ہم لاکھوں روپیہ ان جماعتوں کی مدد پر خرچ کر رہے ہیں جو پاکستان کی مخالف ہیں۔ (۳۸)

مسلم لیگ کی حمایت کا درس:

میرٹھ کے خطبہ کے اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

"والذین کفرو اینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ فسینفقونھا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون ٥"

ترجمہ: "کافر لوگ اپنے مال اللہ کے راستے سے روکنے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں تو ضرور وہ مال و دولت خرچ کریں گے، پھر ان کو حسرت ہوگی پھر یادیں گے۔" (۳۹)

ان تمام اوصاف اور کھلی ہوئی باتوں کو سمجھ کر بھی اگر کوئی شخص مسلم لیگ کے مخالف ووٹ دیتا ہے تو وہ خود اپنے اور اپنی قوم کا انجام سوچ لے اور آخرت کی جواب دہی کی بھی فکر کرے کہ اس نے جان بوجھ کر اپنی قوم کو نقصان پہنچایا۔ (۴۰)

اور اسے کفار کی نظروں میں ذلیل اور رُسوا کیا۔ اس لیے میں ان تمام ووٹ دینے والوں کو جو میرا مشورہ چاہتے ہیں، پوری بصیرت اور غور و فکر کے بعد یہی مشورہ دوں گا کہ وہ بحالت موجودہ صرف مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو ووٹ دیں اور اس کے خلاف کسی شخصیت اور کسی تعلق کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ (۴۱)

دین کی عظمت و شوکت اور جذبۂ اسلام کا درس:

۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء کے میرٹھ کے خطبہ سے مسلم لیگ کے حمایت میں اعلان کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلمانانِ ہند کو جذبۂ اسلام و حریتِ آزادی کا درس دیا، اس کو ہم اس طرح سے وضاحت کرتے ہیں۔

یہاں ایک خلش باقی رہ جاتی ہے، جو عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور پیدا کرائی جاتی ہے اور پیدا

ہونی بھی چاہیے، کیونکہ اس کا منشا خالص دین اور محض جذبۂ اسلام سے پرنور ہے۔ مسلمان ہر چیز کو برداشت کرسکتا ہے، لیکن وہ کتنا ہی گنہگار ہو یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا کہ دینِ اسلام کو کوئی نقصان پہنچتا دیکھے، ایسے لوگوں کی تائید کرے، جن سے دین کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، بہرحال جمہور اہلِ اسلام کا دینی جذبہ کبھی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ دہریوں، بے دینوں اور مرتدوں اور باطل پرست فرقوں یا (اعلانیہ) احکامِ دینیہ سے بے پرواہی برتنے والوں کی ہمت افزائی کریں یا ان کی بے دینی کے فروغ میں مدد کریں۔ (۴۲)

مسلم لیگ کا دروازہ چونکہ ہر مدعیٔ اسلام کے لیے کھلا ہوا ہے اور اس میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہوگئے ہیں جو دہریوں اور مرتدوں کے گروہوں میں سے بعض کے ساتھ وابستہ ہیں، اس لیے بہت سے دین دار مسلمان اس میں کشادہ دلی کے ساتھ شامل ہونے سے پرہیز کرتے ہیں تاکہ ان کی شخصیت پر کسی قسم کی تنقید نہ ہو۔ حقیقی معنوں میں یہ سوچ اور جذبہ ایک سچا دینی جذبہ ہے، جو نہایت قابلِ قدر ہے اور میں (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) خود ایک طویل عرصہ تک اس کشش وپنج میں رہا کہ اس نازک اور اہم موقع پر کون سا راستہ اختیار کیا جائے لہٰذا خاصی تاخیر سے میں نے مسلم لیگ کی حمایت میں قدم اٹھایا۔ (۴۳)

مسلم لیگ کی حمایت کا شرعی فیصلہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قائدِ اعظم محمد علی جناح، مسلم لیگ (۴۴) اور تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر مسئلہ کی نوعیت پر قرآن وسنت اور فقہ حنفی (۴۵) کی روشنی میں غور وفکر کیا، اللہ سے دعا اور مدد کی التجائیں کیں، ساتھ ہی استخارے کیے (۴۶) آخر کار ایک چیز ان کے اطمینانِ قلب اور سکون کا موجب بنی اور وہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (۴۷) کی ایک تصریح ہے اور جو ان کی کتاب "السیر الکبیر" (۴۸) میں موجود ہے اور ہم سب اس بات سے آگاہ ہیں کہ فقہ حنفی کا سارا مدار ان ہی امام محمد کی تصنیفات پر ہے۔

چنانچہ اس تصریح کے سننے سے قبل میں یہ آپ کو بتادوں کہ کثیر تعداد میں باطل فرقے اور نام نہاد مسلمان زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنے والے اور اس کا کلمہ پڑھنے والے ہیں، ان میں خوارج ہی ایک ایسا فرقہ ہے، جس سے سچی اور کھلی کھلی حدیثیں کسی دوسرے فرقے کے بارے میں نہیں آئیں۔ اہلِ علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اس فرقہ کی نسبت کیسے کیسے صاف ارشادات رسول کریم ﷺ کے صحیح بخاری (۴۹) اور صحیح مسلم (۵۰) وغیرہ میں موجود ہیں۔ میں آپ لوگوں کے سامنے ان ہی کتابوں میں سے چند الفاظ یہاں نقل کرتا ہوں۔

"یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة لئن ادرکتهم لا قتلنهم قتل عاد وفی روایة ثمود"

ترجمہ:۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار کا جسم چھید کر صاف نکل جاتا ہے اور فرمایا، اگر میں نے ان کو پایا تو عاد وثمود کی طرح ان کا استیصال کروں گا۔ (۵۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں:

خوارج فرقہ کا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان کسی ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو، وہ کافر ہے، اس کی جان و مال سب حلال ہیں، اگر اس قسم کی باتوں پر غور و خوض کیا جائے تو آج اس عقیدہ کے موافق کتنے آدمی مسلمان باقی رہیں گے۔ (۵۲)

اسی قسم کے بات پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابنِ عابدینؒ ان کے حالات میں کہتے ہیں۔

ترجمہ:۔ وہ مسلمانوں کے خون اور ان کے اموال کو حلال سمجھتے ہیں اور صحابہ خاص طور پر حضرت علیؓ کو کافر سمجھتے ہیں۔ (۵۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس قسم کے خیالات و نظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''ایسے فرقے سے کسی طرح کے تعلقات رکھنا یا ان کی مدد کر کے ان کی شوکت بڑھانا کہاں تک درست اور بہتر ہو سکتا ہے۔'' (۵۴)

حضرت امام محمدؒ کا نظریہ و تصور:

حضرت امام محمدؒ خوارج کے ان نظریات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

''اگر ان خوارج کی جنگ مشرکین، بت پرستوں کے ساتھ ہو جائے تو اہلِ حق مسلمانوں کو کچھ مضائقہ نہیں کہ ان کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں، کیونکہ وہ اس وقت کفر (صریح) کے فتنہ کو نیست و نابود کرنے اور دین اسلام کے نقش کو ظاہر کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ یعنی چونکہ کلمہ گو ہیں اور اس وقت مشرکین کے مقابلہ میں اس کلمہ کو بلند کرنا، ان کا مقصد حیات ہے، خواہ حقیقی معنوں میں وہ کتنے ہی اس سے دور اور ہٹے ہوئے ہوں۔ (۵۵) اس لیے کھلم کھلا کلمہ اسلام سے انکار کرنے والوں کے مقابلہ پر ان کا لڑنا محض اسلام کے نام اور اس کے کلمہ پر لڑنا ہے، لہٰذا ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ خوارج کو یہ امداد کیا ان کی تقویت کا سبب نہ بنے گی، مگر دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس وقت ان کا مقابلہ ان لوگوں سے ہے، جو نقش اسلام کے نام سے نفرت کرتے ہیں اور کلمہ سے اعلانیہ بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ (۵۶)

مسلم لیگ کی نصرت و حمایت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے میرٹھ کے خطبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آج ہندوستان میں مسلم لیگ کا مقابلہ بھی کفار و مشرکین سے ہے اور مسلم لیگ میں شریک ہونے والے کلمہ گو اسلام کے علمبردار اور حامی ہیں، جو مسلمانوں کے قومی استقلال، سیاسی اقتدار، نقش کلمہ، اسلام کے اعلاء اور ملتِ اسلامیہ کو مجموعی طور پر مضبوط، طاقتور اور سربلند کرنے کے لیے ایک آئینی تحریک ان کفار و مشرکین کے مقابلے پر کر رہے ہیں، پھر مسلم لیگ میں

شامل ہونے والے بے شمار آدمیوں میں ان چند باطل پرستوں کی تعداد اہلِ حق کے مقابلے میں عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ (۵۷)

انڈین نیشنل کانگریس اور کل ہند مسلم لیگ کے مابین شرائط، مفاہمت کے لیے وہ بنیادیں جن پر گاندھی اور قائداعظم محمد علی جناح اتفاق کرتے ہیں ان کو کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ سے علی الترتیب منوانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ (۵۸)

مسلم لیگ کے منشور کی وضاحت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی بصیرت اور خیالات وسیع و وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ میرٹھ کے اجلاس میں آپ نے جس طرح سے مسلم لیگ، قائداعظم محمد علی جناح اور مسلمانوں کے لیے اپنے خیالات کا اظہار کیا وہ ایک ایسا قابلِ ستائش اور حیرت انگیز واقعہ تصور کیا جاتا ہے کہ جس کی بناء پر مسلمانانِ ہندوستان قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے خیالات و نظریات سے آگاہی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے اس موقع پر مسلم لیگ کے مقاصد اور اس کے منشور تحریک قیامِ پاکستان کو واضح الفاظ میں بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

> مسلم لیگ جو اس بات کا فتویٰ دے رہی ہے کہ وہ کل آدمی جو لیگ میں شامل ہوں فی الواقع اور عنداللہ بھی مومن یا مسلم ہیں، اس لیے مسلم لیگ نے اپنے منشور میں صاف طور پر اعلان کردیا ہے کہ ہماری مراد مسلم کے لفظ سے صرف اس قدر ہے کہ اس میں شریک ہونے والا اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو اور اسلام ہی کا کلمہ پڑھتا ہو، کیونکہ مسلم لیگ کوئی مفتیوں کی جماعت نہیں ہے، علمائے کرام کے فتویٰ اپنی جگہ پر اہمیت کے حامل ہیں، صرف گو کے مقابلے میں قدرت وسیع کی گئی ہے، اس کی بھی شاید اتنی ضرورت پیش نہ آتی تاہم مسلم لیگ سے کنارہ کشی کے لیے یہ عذر نہیں بن سکتا، اب ان تمام صورتحال کے پیشِ نظر علمائے کرام پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہوکر قائداعظم محمد علی جناح، مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرانے میں اپنا کردار ادا کریں اور یہی موجودہ وقت اور حالات کا تقاضا ہے۔ (۵۹)

علمائے کرام نے جس طرح ۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۷ء میں اتحاد و اتفاق کا مثالی مظاہرہ کیا تھا، اس اتحاد کو دوبارہ قائم کرتے ہوئے ناپاک کانگریس اور ہندوؤں کے عزائم و ارادے کو خاک میں ملائیں۔ مسلم لیگ سے ناراض ہوکر علمائے کرام دشمن یا کانگریس کے ہاتھ مضبوط نہ کریں، اگر علمائے کرام اپنے تمام ماننے اور چاہنے والے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہوکر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلیں تو تمام لوگوں کا متفقہ مطالبہ برابر کے قوموں کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور اس طرح تمام ہندوستانی مل کر آپس کے معاہدات کے تحت بیرونی طاقت کی غلامی سے بہت ہی جلد یا کم سے کم وقت میں آسانی کے ساتھ نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے اور یہی مسلمانانِ ہندوستان کے لیے موجودہ حالات میں ضروری ہے تاکہ ان کا مستقبل محفوظ اور تابناک ہوسکے۔ (۶۰)

مسلم لیگ اور علمائے کرام کے درمیان غلط فہمیوں کی نشان دہی:

مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی سیاسی بصیرت اور سوچ کے توسط سے مسلم لیگ اور علمائے کرام کے درمیان پیدا شدہ غلط فہمیوں کے خاتمے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

”مسلم لیگ کے موجودہ رہنماؤں اور قائدین جو غلطیاں علمائے کرام اسلام کے نزدیک دین سے بے خبری اور لاعلمی یا لاپروائی کی بناء پر کر چکے ہیں، ان کے تدارک کی یا پھر اصلاح کی واحد صورت یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنا اثر و رسوخ مسلم لیگ میں بڑھائیں مجھے اس بات پر مکمل یقین ہے کہ عامۃ المسلمین اور بہت سے اونچے طبقے کے حضرات کی طاقت ایسی اصلاحی اور انقلابی آواز کی پوری طاقت کے ساتھ تائید کرے گی کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہوگی۔“(۶۱)

خادمِ دین کی حیثیت سے مسلم لیگ سے خطاب:

مولانا شبیر احمد عثمانی میرٹھ کے ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء (۶۲) کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دین اسلام کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے مسلم لیگ کے ارکان سے مخاطب ہوں اور ان سے عرض کرتا ہوں کہ:

مسلم قوم کی تنظیم سازی، نصب العین کی وحدت، مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال اور ان کی مرکزیت کو مضبوط تر بنانے کے لیے آپ لوگوں نے جو کوششیں اور خدمات سرانجام دی ہیں، وہ قابلِ تحسین اور قابلِ تعریف ہیں۔ ہر فرد مسلم جسے اس نازک ترین دور میں ملت کی اجتماعی ضروریات کا صحیح احساس ہے، آپ کے لیے جذبات اپنے دل میں موجزن پاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس نازک موقع پر جب کہ نواب محمد اسمٰعیل خاں (۶۳) صدر مجلس آل انڈیا مسلم لیگ علمائے ربانین سے مسلم لیگ کی دستگیری اور حمایت کی پُرزور اپیل اور درخواست کر رہے ہیں۔ اس موقع پر چند اہم امور کی طرف نشان دہی کرنا اپنا فرض اوّلین سمجھتے ہوئے آپ سے کہہ رہا ہوں کہ:

”علمائے کرام کی ایک معتدبہ جماعت نے خاص طور پر جمعیت العلمائے اسلام کے اصل اور حقیقی مقاصد کو تقویت اور مدد فراہم کرنے کے لیے جو آواز بلند کی ہے اس کا مقصد نہ آپ کو خوش کرنا ہے اور نہ ہی محض مسلم لیگ کے بڑھتے ہوئے اقتدار میں حصہ دار بننے کے لیے اس کے ساتھ اپنے دامن کو وابستہ کر دینا ہے۔“(۶۴)

حق و صداقت پر چلنے کی تلقین:

مولانا شبیر احمد عثمانی مسلمانانِ ہند اور مسلم لیگ کے ارکان سے میرٹھ ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہیں حق و صداقت پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنے کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ صحیح اصول کی تائید و حمایت کی جائے اور اس میں شخصیات سے بے نیاز ہو کر ایمان داری سے کام

کیا جائے۔ مسلم لیگ کامیاب ہو یا نہ ہو بلکہ یہ فرض کرلیں کہ وہ خود کل اس مسلک کو چھوڑ دے، جس کو آج اس نے اپنایا ہوا ہے تب بھی ان شاء اللہ یہ نہ ہوگا کہ جس چیز کو ہم صحیح سمجھتے ہیں اس کو غلط کہنا شروع کردیں۔ (٦٥)

حق بات کہنے والے کو اکیلا رہ جانے کا خوف اور ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ احادیث صحیفہ میں ہے کہ بعض انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن اس طرح سے آئیں گے، جن کا اتباع کرنے والے صرف ایک یا دو آدمی ہوں گے بلکہ بعض وہ ہوں گے، جن کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ ہوگا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ معاذ اللہ حق پر نہ تھے۔ بہر حال آپ مسلمانوں کو اس بات کا یقین رکھنا چاہیے کہ ہم حق کی محض حق کے لیے حق سمجھ کر مسلم لیگ کے انتخابی مہم میں تائید وحمایت کررہے ہیں، جس سے بڑی غرض وغایت یہ ہے کہ اگر مسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے کامیابی سے ہم کنار کردیا اور پاکستان قائم ہوگیا تو آپ اور قائدینِ مسلم لیگ اپنے وعدے اور بیان کیے ہوئے منشور اعلانات پر صدق دل سے پابند رہیں۔ (٦٦)

کانگریس مسلمانوں کو حکومت میں کوئی حقیقی نمائندگی دینے کی روادار نہیں تھی کیونکہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے ہندو لیڈر فائدہ اٹھانے کے خواہاں تھے اور انہیں یقین تھا کہ ”اس وقت مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے لہٰذا اگر ان کو اس کسمپرسی کے عالم میں اور بھی زیادہ منتشر کردیا جائے تو ان کی سیاسی ہستی کا جنازہ نکل جائے گا۔“ (٦٧)

قرآن پاک اور اسلامی نظامِ حیات کی تشکیل کی طرف پیش رفت:

مولانا شبیر احمد عثمانی ایک عالمِ دین کے ساتھ ایک جوہر شناس سیاست داں کی صورت میں مسلمانانِ برصغیر کے سامنے آئے۔ آپ نے اپنی تقریروں اور باتوں سے مسلم لیگ کے اندر طلسماتی اثرات پیدا کیے۔ میرٹھ میں خطاب کے دوران آپ نے اسلامی طرزِ حیات اور اسلامی نظام کی تشکیل کے حوالے سے قائداعظم محمد علی جناح اور دیگر اکابرینِ ملت کے وعدے یا بیانات کو دہراتے ہوئے آپ نے عوام الناس سے اس طرح مخاطب فرمایا کہ جن سے لوگوں کو مسلم لیگ اور قیامِ پاکستان کے محرکات اور اغراض ومقاصد کا آسانی سے اندازہ ہوتا گیا۔ آپ نے متعدد سیاستدانوں کے اقوال کی وضاحت کرتے ہوئے قیامِ پاکستان اور اسلامی نظریاتی اساس کو اُجاگر کیا۔

بمبئی کے مسلمانوں سے قائداعظم کا خطاب:

قائداعظم محمد علی جناح جو کہ مسلم لیگ کی قیادت اور مسلمانانِ ہندوستان کی سیاسی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے، آپ نے ١٣٥٨ھ۔ ١٩٣٩ء میں عیدالفطر کے موقع پر بمبئی کے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے، اس لیے ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کرسکتی۔“ (٦٨)

کراچی کے جلسہ سے خطاب:

قائداعظم محمد علی جناح آل انڈیا مسلم لیگ (۶۹) کے کراچی کے اجلاس کے موقع پر مسلمانوں کے سامنے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"قرآن حکیم تمام مسلم قوم کی پشت پناہ، ملجا و ماویٰ اور قومی کشتی کا "کھیون ہار" ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن پاک کو بغور پڑھیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں اور تعلیماتِ قرآنی کو سب سے زیادہ مقدم تصور کریں۔ (۷۰)

قائداعظم محمد علی جناح نے اسی طرح کی نصیحتیں علی گڑھ (۷۱)، سیالکوٹ (۷۲)، دہلی (۷۳) اور لاہور (۷۴) وغیرہ کے مسلمانوں کے سامنے بیان کیں۔ پھر ستمبر ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء میں عیدالفطر کے موقع پر آپ نے جو پیغام دیا، وہ بہت ہی جامع، مربوط اور مفصل ہے، اس پیغام عید کا ایک جملہ جو سارے پیغام کی نمائندگی کر رہا تھا وہ کچھ اس طرح سے ہے۔

"ہر مسلمان کا فرض اسلامی ہے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرے تاکہ احکامِ الٰہی سے واقفیت ہو اور ان پر عمل کرنے سے دنیاوی معاملات میں خیر و برکت اور آخرت میں نجات حاصل ہو۔" (۷۵)

نواب زادہ لیاقت علی خان کا اعلان:

نواب زادہ لیاقت علی خان (۷۶) جو کہ پاکستان کے وزیرِاعظم اوّل بنے، قیامِ پاکستان سے قبل پاکستان کے نظام کے حوالے سے آپ نے واضح طور پر فرمایا:

"پاکستانی علاقوں میں تمام نظام و انتظام حکومت قرآن پاک کے احکام و اصولوں کے مطابق ترتیب دیا جائے گا۔" (۷۷)

پاکستان کا قیام اور احکامِ شرعیہ و تعلیمات پر عمل درآمد کے لیے مخلصانہ جدوجہد:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے میرٹھ کے خطبہ سے ارشاد فرماتے ہوئے قیامِ پاکستان اور اس کے دستوری و اسلامی ڈھانچے کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

"قرآن حکیم کی ہدایت پر اور احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے کچھ قیامِ پاکستان کی ضرورت نہیں بلکہ اگر سچ پوچھا جائے تو پاکستان کا ملنا اور اس کا قائم ہونا احکامِ شرعیہ اور تعلیماتِ قرآنیہ پر استقامت کے سہارے عمل درآمد رکھنے کا ثمرہ ہوگا۔" (۷۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیامِ پاکستان کے حوالے سے تحریک پاکستان پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر یہ فرض کرلیں کہ پاکستان ملے یا نہ ملے یا دیر سے ملے، قرآنی احکام تو کسی وقت بھی معطل یا ختم نہیں ہوسکتے۔ اس لیے

ہمیں اپنی استطاعت کے مطابق انفرادی واجتماعی زندگی میں ہر وقت احکامِ اسلام کی پابندی کرتے رہنا چاہیے۔ خاص طور پر ارکانِ خمسہ (کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کا التزام اور شراب، سود، زنا، قمار غرض کہ تمام بُری اور فواحش سے ہر صورت میں خود کو بچانا لازم ہے۔ (۷۹) اور ان باتوں کا جتنا ضروری عام لوگوں کے لیے ہے اس سے زیادہ اس کی ذمے داری علمائے دین اور قائدین حق کے لیے زیادہ ضروری ہے، کیونکہ ان کے ذاتی افعال و کردار اور اطوار کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے اور ان کی صلاح وتقویٰ اور پرہیزگاری کے عمل سے قوم کا مزاج درست ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت اور مدد لوگوں تک پہنچنا شروع ہوجاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت لوگوں کو حاصل ہوجائے تو تمام تر مخالفت اور مصائب و پریشانی کے باوجود مقاصد کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔ (۸۰)

إِن يَنصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ٥

ترجمہ: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر تم کو ذلیل کرے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔" (۸۱)

اکبر الٰہ آبادی (۸۲) نے کیا خوب کہا ہے۔

ان کے مضبوط جہازوں کی مددگار ہے آگ　　میری ٹوٹی ہوئی کشتی کا سہارا ہے اسلام
خوف حق الفت احمد کو نہ چھوڑ اے اکبر　　منحصر ہے ان ہی دو لفظوں پہ سارا اسلام (۸۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مزید کامیابی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

میں نے جہاں تک قرآن کریم میں تدبر اور غور وخوض کیا ہے، صرف قرآن کریم کی دو آیتیں ہی ہماری انفرادی واجتماعی زندگی اور کامیابیوں کے لیے کافی ہیں اور ان کی تفصیلات قرآن کے بہت سے مقامات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ (۸۴)

"وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ" (انفال: ۶۰)

ترجمہ: حق تعالیٰ کی شفقت وحکمت کو دیکھیے کہ دونوں جگہ استطاعت کی شرط کی تصریح فرمادی ہے تاکہ استطاعت کی حد تک تو بندے کوشش میں کمی نہ کریں اور جو تیاری استطاعت سے باہر ہوا، اس کے فقدان یا کمی سے بے دل اور مایوس نہ ہوں، کیونکہ "مایوسی کفر کے زمرے" میں آتی ہے۔ (۸۵)

اگر آپ ٹھنڈے دل سے اور یکسوئی کی ساعتوں میں غور فرمائیں گے تو یہ بات منکشف (ظاہر) ہوجائے گی کہ پاکستان کے لیے جاری جدوجہد اور اس کے قیام کا یہ درمیانی عرصہ ہماری سخت آزمائش کا زمانہ ہے۔ پاکستان کو شرعی طور پر اسلامی دستور شریعہ کے مطابق ڈھالنے کے لیے ہمیں ابھی سے ہی اپنی زندگی کو اس سانچے میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے جس

کا مستقبل میں ہمیں سامنا کرنے پڑے گا، اس لیے ہم سب پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ابھی سے ہی قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں سمونے کی کوشش کریں اور قرآن کے دیئے ہوئے تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی رنگ میں تبدیل کریں۔ (۸۶)

قیامِ پاکستان اور اسلامی حکومت کی غرض وغایت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۹۴۵ء میں پاکستان کے نظامِ حکومت اور اس کے حدود کا نقشہ ذہن میں لاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ قرآن کریم نے واضح طور پر "تمکین فی الارض" (یعنی اسلامی حکومت کی کیا غرض وغایت بیان فرمائی ہے) اس کے حوالے سے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۝" (۸۷)

۱۹۳۷ء۔۳۸ء کے موسم سرما میں قائداعظم محمد علی جناح اور گاندھی کے درمیان چند ایسے خطوط کا تبادلہ ہوا جو کسی حقیقی بڑی اہمیت کے حامل نہیں تھے مگر جن سے ان دونوں جماعتوں کے بنیادی اختلافات کھل کر سامنے آ گئے جن کی قیادت یہ دونوں رہنما کر رہے تھے قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے مکتوب مورخہ ۳ مارچ ۱۹۳۸ء میں معاملے کی تہ کو صرف دو جملوں میں پیش کر دیا۔ آپ نے لکھا: "آپ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی ایک مستند اور نمائندہ جماعت تسلیم کریں اور دوسری طرف آپ کانگریس اور پورے ملک کے دیگر ہندوؤں کے نمائندے ہیں یہی وہ اساس ہے جس پر ہم گفت وشنید کے طریقے وضع کر سکتے ہیں۔" ۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو گاندھی نے اس کا جواب یہ دیا کہ "اس مفہوم میں جو آپ کا مقصد ہے میں نہ کانگریس کی نمائندگی کر سکتا ہوں اور نہ ہندوؤں کی" مگر انہوں نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ایک "آبرومندانہ تصفیے کے لیے ہندوؤں پر اخلاقی اثر ڈالیں گے۔" (۸۸)

قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے نصب العین کا دفاع:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر رفقاء وعلماء نہ صرف یہ کہ مسلم لیگ کی حمایت میں کمربستہ ہو چکے تھے بلکہ وہ قائداعظم محمد علی جناح کی بھی کھل کر حمایت وتعاون کا اعلان کر رہے تھے۔ علمائے کرام کی ایک جماعت وہ تھی، جو پاکستان کی ہم خیال بننے اور مسلم لیگ کی قیادت کو قبول کرنے سے ہچکچا رہی تھی، وہ مسلم لیگ کی قیادت خاص طور پر قائداعظم محمد علی جناح کو غیر مذہبی تصور کرتی تھی اور نہ تو کانگریس کی قیادت کو تسلیم کرتی تھی اور نہ ہی پاکستان کی مخالفت میں سرگرم عمل ہوتی تھی، چنانچہ اس نازک موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، (۸۹) مولانا اشرف علی تھانویؒ (۹۰) نے مولانا سید حسین

احمد مدنیؒ (۹۱) کے مرغوبات اور شرکت کانگریس کے تخیلات پر خالصتاً مذہبی نقطہ نظر سے بحث کی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا یہ معرکۃ الآراء بیان ۱۳۶۵ھ۔ ۲۹/اکتوبر ۱۹۴۵ء کو اخبارات میں شائع ہوا۔ آپ نے پاکستان کے قیام اور قائداعظم محمد علی جناح کے مذہبی تصورات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

رہا مطالبہ پاکستان سو جبکہ تمام ہندوستان کو اسلامی سلطنت بنانا بحالت موجودہ کسی طور پر ممکن نہیں تو کم از کم ان صوبوں کو جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اسلامی سلطنت بنا لینا کہ وہاں اسلامی سلطنت اسلامی اصول پر قائم کی جا سکے، لازم اور ضروری ہے اور اس کی نظیر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت ہے جبکہ مکہ معظمہ میں اسلامی حکومت اور نظامِ اسلامی قائم نہ ہو سکا تو مدینہ منورہ کو مرکز بنایا گیا، پھر اسی مرکز سے اسلام کو ترقی و کامیابی حاصل ہوئی۔ اسی طرح عجب ہے کہ پاکستان سے بھی اسلام کو ترقی ہو، (۹۲) دیوبندی ہی میں نہیں طبقہ علماء کا حال ہر جگہ قابلِ رحم حد تک پہنچ چکا ہے۔ اپنی فوج کو خود اپنے ہاتھوں انہوں نے ضائع کیا اب اگر مذہبی بے باکیوں کی طرف سے کوئی اقدام خدانخواستہ پیش آیا تو ان مولویوں سے کوئی پوچھے کہ اپنی کس قوت کا دباؤ ڈال کر ان شرارتوں کا مقابلہ کریں گے۔

جمعیت علمائے اسلام کلکتہ نے گو ایک محاذ مولویوں کے لیے قائم کر دیا ہے، لیکن عوام ان کے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں، اب ان پر قابو پانا آسان نہیں ہے، افسوس کہ خود اپنے ہاتھوں اپنے پیر پر کلہاڑی ان مولویوں نے چلائی، تاہم محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کا محافظ وہی ہے، جس نے اس کی حفاظت کی ذمے داری قبول کی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ علماء ہمارے ہاں کسی نسل کا نام نہیں ہے، مجھے تو کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ تعلیم یافتوں کی تعلیم میں دین کا عنصر شریک کر کے علماء کی قیادت کی باگ قدرت اب تعلیم یافتوں کے سپرد کر دے گی، آئندہ میدان ان شاء اللہ محمد علیوں اقبالوں کے ہاتھ میں رہے گا۔ (۹۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ برِصغیر (۹۴) کے ان چند گنے چنے خطیبوں اور واعظوں میں سے تھے، آپ وہ واحد بزرگ علمائے دین ہیں کہ جنہوں نے مسلم لیگ کے نصب العین پاکستان کو دل و جان سے تسلیم کیا اور قائداعظم محمد علی جناح کو ہندوستان کا سیاسی لیڈر تسلیم فرمایا۔ جب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دیگر علماء کی طرح اعلان فرمایا کہ

”قائداعظم محمد علی جناح کو ہندوستان کا سیاسی لیڈر تسلیم کیا جائے تو اس اعلان پر بعض کانگریس نواز علمائے دین نے جو مولانا ابوالکلام آزادؒ (۹۵) کو قائداعظم محمد علی جناح پر فوقیت اور ترجیح دیتے تھے نکتہ چینی کی۔ اس حوالے سے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے نام جو خط تحریر فرمایا، اس میں اپنے دل کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا:

”مجھ کو آپ کے اس لکھنے سے کہ جناح کو ہندوستان کا سیاسی لیڈر تسلیم کیا جائے، بڑا دکھ ہوا، گویا کہ ہندوستان کے قرآن کے مفسر نے انگریزی دان طبقے کے سامنے اقرار کر لیا ہے کہ مولوی سیاست نہیں جانتا اور یہ بھی اقرار کر لیا کہ وقت کی سیاست کو قرآن کا سب سے بڑا مفسر نہ چلا سکتا ہے اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے، یہ علمائے دین کے قتل کا فتویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔“ (۹۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”رہا علماء محدثین و مفسرین کی موجودگی میں محمد علی جناح کی قیادت کا مسئلہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے ان کو ابتداء میں قائد نہیں بنایا، وہ اپنی دماغی قابلیت یا دوسرے تکوینی اسباب کی بناء پر مسلم اکثریت کے قائد و رہنما بن گئے، اب ان کا مقابلہ کر کے جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے، حالانکہ ان پر جس قسم کے الزامات عائد کیے جا رہے ہیں، اس کے برعکس وہ اس وقت ایک مضبوط اصول اور صحیح نظر کے حامل نظر آتے ہیں۔“ (۹۷) ۱۳۴۲ھ-۱۹۲۳ء میں خود اکابر جمعیت العلماء نے مستقل اور کلی اختیار سپرد کر کے ان کے حوصلے اور عزائم کو پروان چڑھایا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خط کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

”یہ عصری سیاست کے موافق ایک آئینی سیاست (جنگ) ہے، جس سے مسٹر جناح کی قیادت میں مسلمان اچھی طرح عہدہ برآں ہو سکتے ہیں۔ مسٹر محمد علی جناح عالم نہ سہی، لیکن جو آئینی و سیاسی کشتی لڑی جا رہی ہے، اس کے داؤ پیچ سے خوب اچھی طرح سے واقف ہیں۔“

لاوز بسکو کے مقابلہ میں اس گاماں کو آگے بڑھائیں، آخر اشمویل نبی کی موجودگی میں بنی اسرائیل کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو امیر لشکر بنایا تھا اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ نے حضرت یزید بن معاویہؓ کی قیادت میں مدینہ قیصر پر وہ چڑھائی کی جس کی بشارت صحیح بخاری میں آئی ہے۔

پھر میں نہیں جانتا کہ آج کسی مفسر قرآن کی موجودگی میں محمد علی جناح کو قائد بنا دینے سے کیا قیامت ٹوٹ پڑی اور جو چیز ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء میں جنت تھی۔ ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء میں جہنم کس طرح بن گئی، جمعیت العلمائے اسلام نے اگر اس کی قیادت کی تعریف اور مسلم لیگ کی تائید کی تو کیا گناہ کیا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ سوچنا پڑا کہ کانگریس کی اس روش اور ذہنیت کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ جو سراسر مسلمانوں کے خلاف اور ان کے مفادات کے منافی تھی اس رویے سے ظاہر ہو گیا تھا کہ اقلیتوں کے بارے میں بالعموم اور مسلمانوں کے بارے میں بالخصوص کانگریس جس پالیسی کو اختیار کرنا چاہتی ہے اس کی بنیاد آمریت پر ہے اور وہ مسلمانوں کو مغلوب کر کے اپنا ”غلام اور مطیع“ بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے لیے کانگریس کا رویہ خطرے کی گھنٹی تھی۔ (۹۸)

مسلم سیاسی جماعتوں کے نام قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام:

مسلمانانِ ہندوستان کے متحد و متفق ہونے کے لیے ضروری تھا کہ تمام مسلم سیاسی جماعتیں قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کا ساتھ دیں، چنانچہ اسی حوالے سے ۱۳۶۵ھ-۳۰ راگست ۱۹۴۶ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم سیاسی جماعتوں کو قیصر باغ بمبئی میں منعقدہ ایک اجلاس سلسلہ جشنِ عید آپ نے جمعیت العلمائے ہند، مجلسِ احرار، خاکسار اور مسلم مجلس سے

اتحاد کی اپیل کرتے ہوئے فرمایا:

> بلا شبہ اسلامی دنیا کے لیے آج کا دن مسرت و شادمانی کا دن ہے، لیکن ہم حقائق سے چشم پوشی نہیں کر سکتے، آج ہمارے سروں پر سیاہ بادل کا ایک ٹکڑا منڈلا رہا ہے، ایسے نازک حالات میں اسلامیانِ ہند سے درخواست کروں گا کہ وہ آنے والے خطرات کو محسوس کریں اور اپنے اختلافات کو بھول جائیں۔ شانہ سے شانہ ملا کر سارے ملک میں متحد و منظم ہو جائیں اور اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ جمعیت العلمائے ہند مجلسِ احرار، خاکسار اور مسلم مجلس سے اپیل کرتا ہوں کہ اسلام کی فلاح و سربلندی کی خاطر متحد ہو جائیں اور مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر ہم متحد و منظم ہو کر مقابلہ کے لیے کمر بستہ ہو جائیں تو مخالفینِ دشمن کی تمام طاغوتی سازشوں کو بُری طرح ناکام بنا دیں گے۔ ہمارے مطالبات حق و انصاف پر مبنی ہیں اور خدا کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ دس کروڑ مسلمانوں کی زندہ اور جاوید قوم کو مٹانا آسان کام نہیں، اگر ہم منظم ہو کر ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں تو ہم اپنے محبوب نصب العین کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو کر رہیں گے، خواہ اس کے لیے ہمیں کتنی ہی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑے، ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ پاکستان کے بغیر مسلمانانِ ہند تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

کانگریس نے ہندو راج کے خلاف مسلمانوں کے ردِ عمل سے کوئی سبق نہیں سیکھا تھا لیگ کی مقبولیت اور طاقت برابر تیزی سے بڑھ رہی تھی لوگ قائداعظم محمد علی جناح کے گرد جمع ہو رہے تھے اور وہ بڑی عجلت سے مسلمانوں کے واحد قائد بنتے جا رہے تھے۔ مسلم لیگ اپنی تنظیم کو وسعت دے رہی تھی اور اس لیے تمام انتخابات میں اسے کامیابی کے روشن امکانات نظر آ رہے تھے مگر مسلمانوں کے اتحاد و استحکام کے ان تمام نشانات نے کانگریسیوں کے ذہن پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ (۹۹)

مسلم لیگ کا دفاع اور حمایت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ان کے دیگر ساتھی علماء اور قائداعظم محمد علی جناح جس طرح سے مسلم لیگ کے دفاع اور حمایت میں دلیلیں پیش کر رہے تھے، اتنا ہی اس کا مثبت نتیجہ برآمد ہوتا رہا۔ علماء و صوفیا اور سیاسی اکابرین مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونا شروع ہو گیے، جن میں سیّد محی الدین لال بادشاہ، پیر مانکی شریف اور مولانا داؤد غزنویؒ جیسے بزرگ وغیرہ شامل تھے، ان حضرات نے اپنی زندگی ملتِ اسلامیہ کی خدمت کے لیے وقف کرنے کا اعلان فرمایا۔

۱۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جب صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں، صوفیوں اور رُوحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں منعقد ہوا تو اس میں ایک تجویز منظور ہوئی، جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ سجادہ نشین پیر مانکی شریفؒ نے اس اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی ضرورت ہے، ہر مسلمان کو حصولِ پاکستان کے لیے پوری جدوجہد کرنی چاہیے، جہاں

وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے۔

حصولِ پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو، کیونکہ صرف مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے لیے کوشاں ہے۔

قرآنی احکام اور اتباع اسوۂ حسنہ کا درس:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانانِ ہند کی فلاح اور نجات مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے پاس تصور کرتے تھے، کیونکہ مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح دونوں کا مقصدِ حیات قیامِ پاکستان تھا اور قیامِ پاکستان کا مطالبہ اس لیے کیا جارہا تھا کہ وہاں پر دینِ اسلام کا نفاذ اور اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں ہوگا، اس سلسلے میں آپ نے میرٹھ کانفرنس ۱۹۴۵ء میں پُرسوز درس دیتے ہوئے لوگوں سے فرمایا:

”خدا کی قسم اگر ہماری قوم کے بڑے آدمیوں نے عملی طور پر قرآنی احکامات کی پابندی بلا تاخیر اور کسی ہچکچاہٹ کے شروع کردی تو موجودہ تحریک میں بے حد و حساب زور پیدا ہوگا۔ اور رفتہ رفتہ عوائق و موانع اللہ کی مدد اور نصرت سے سب دُور ہوتے چلے جائیں گے۔ قرآنی احکام کا لفظ استعمال کرتے وقت یہ واضح رہنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع اور آپؐ کے ارشاداتِ گرامی کا امتثال بھی اسی لفظ کے تحت میں آتا ہے بلکہ سلف صالحین کے طور طریقوں کو تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایسی چیزوں پر نظر اور اس کی تلاش کرتے ہیں کہ کسی قسم کے پیش آنے والے معاملہ میں حضور ﷺ کا طریقہ کار کیا تھا، کیونکہ وہ حضور ﷺ کی مبین و شارح قرآن ہونے کی حیثیت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ پھر یہ بات بھی انسانی عادت میں سے ہے کہ کسی معاملہ میں قرآن کا کوئی حکم یا رسول اللہ ﷺ کی تشریح و تشریع صدیاں گزر جانے پر بھی اُمت مرحومہ کی سمجھ میں نہ آئے اور مرورِ دہور کے باوجود اُمت کے تمام اہلِ علم اور ائمہ مجتہدین باوجود انتہائی جدوجہد اور غایت و شغف احتیاط کے ساتھ اس کی صحیح مراد سے (معاذ اللہ) جاہل رہیں، کسی حکم شرعی کے متعلق جس پر عمل پیرا ہونے کی اُمت کو ہدایت ہو ایسا خیال کرنا گویا قرآن مبین کو چیستیاں بنادیتا ہے۔ (۱۰۰)

خاکساروں کے متعلق قائداعظم محمد علی جناح نے کہا ”میری ہمدردی ہمیشہ ان کے ساتھ رہی ہے ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ ان پر سے پابندیاں اٹھ جائیں میں اس نازک موقع پر اپیل کروں گا کہ سب ایک پلیٹ فارم پر اور ایک جھنڈے تلے جمع ہوکر کام کرو۔ ہم میں صرف ایک پارٹی ہونی چاہیے یہ اعلان کرو کہ ہم اس ملک میں آزادی اور عزت سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم ایسی حکومت کبھی قبول نہ کریں گے جس کا مقصد ہماری غلامی اور ہندو کی آزادی ہو۔ (۱۰۱)

قائداعظم محمد علی جناح کی رہنمائی میں مسلم قوم نے عہد کیا کہ:

”برطانیہ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے، گاندھی اور کانگریس مسلمانوں اور ہندوستان دونوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں

جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم نہ برطانیہ کو مسلمانوں پر حکومت کرنے دیں گے اور نہ مسٹر گاندھی اور کانگریس کو، ہم دونوں کے اثر سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔" (۱۰۲)

کونسل آل انڈیا مسلم لیگ دہلی مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۴۰ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی تقریر۔

اسلامی دستور سازی کی ترغیبات و یقین دہانی:

جب قیامِ پاکستان کی تحریک بڑی شدت سے چل رہی تھی تو دوسری طرف مسلمانانِ ہند کے ذہنوں میں پاکستان کے قائم ہوجانے کے بعد اسلامی نظامِ حیات و قوانین سازی کے متعلق خدشات پیدا ہوتے چلے گئے چنانچہ مسلمانوں کی اسلامی دستور سازی کی ترغیبات و یقین دہانی کا دعوہ کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"میں تمام ذمہ دار قائدینِ مسلم لیگ کو ایک ادنیٰ خادم دین کی حیثیت سے نہایت پُر زور طریق پر دعوت دیتا ہوں کہ خود اپنے اعلان کردہ الفاظ کے مطابق قرآنی احکام کی سر و اعلانیہ پابندی کو اپنا نصب العین بنائیں اور مسلمانوں کو برابر باقاعدہ اس بات کا اطمینان دلاتے رہیں کہ الیکشن میں کامیابی کے بعد دستور سازی کے وقت ہم اپنی امکانی حد تک کوئی ایسا قانون بنائے جانے کی اجازت نہیں دیں گے جو ہمارے پرسنل لا اور شرعی معاملات کے بارے میں علمائے اسلام کے طے کردہ فیصلے کے خلاف ہو اور اس طرح کی غلطیاں نہ کی جائیں گی جو ماضی میں بعض احکامِ شرعیہ سے بے خبری، لاعلمی یا لاپروائی کی بناء پر آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہے، اگر خدانخواستہ ایسی غلطیوں کا اجراء ہوگیا تو یہ چیز عامۃ المسلمین کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ جو مقصد مسلم لیگ کی حمایت اور اس حق میں ووٹ دینے کا تھا وہ حاصل نہ ہوسکا۔ (۱۰۳)

لہٰذا وقت اور حالات اس بات کا ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ اس سلسلے میں ہم "عنداللہ و عندالناس" ماخوذ نہ ہوں اور آپ اس جذبہ کے تحت کام کریں گے۔ جس کا اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

"قال اللہ تعالیٰ حاکیا عن رسول اللّٰہ ادعو الیٰ اللہ بصیرۃ انا و من اتبعنی"

آخر میں اس بات پر یقین کرتے ہوئے کہ مسلم لیگ کو کامیاب بنانا ہے اور ساتھ ہی ایک ضروری چیز پر تنبیہ کرنا ہے، وہ یہ کہ آپ پورے جوش و خروش، ولولہ اور عزم و استقلال کے ساتھ مسلم لیگ کو آگے بڑھانے، اُبھارنے، سنوارنے اور نکھارنے میں سرگرم رہتے ہوئے اپنی ذمے داریاں اور فرائض کو ادا کیجیے اور ساتھ ہی مسلم لیگ کے نام کی عزت و لاج رکھیے۔ کیونکہ آپ مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

تحریکیں چلتی ہیں ان کے مختلف عوامل اور نظریات ہوتے ہیں جب یہ بام عروج پر پہنچتی ہیں تو ان کی لپیٹ میں کچھ ایسے عوامل بھی شامل ہوجاتے ہیں جن کا اس تحریک سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا اور یہ ایسا ہی ہے کہ جب بارانِ رحمت ہوتی ہے تو دریاؤں میں ندی نالوں کا پانی مل کر طغیانی پیدا کرتا ہے جہاں یہ پانی انسانی ضروریات کے لیے ضروری ہوتا ہے وہاں اس

پانی کے بہاؤ میں ایسے حشرات الارض بھی شامل ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔"(۱۰۴)

جمہوری سیاست کی تلقین:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتے ہوئے فرمایا:

کہ جو لوگ آپ کے سیاسی افکار و خیالات کے مخالف ہیں یا آپ کی مخالفت میں مصروف ہیں، آپ ان کے اس کردار و عمل سے بالکل دلبرداشتہ نہ ہوں اور اس موقع پر آپ کی ذمے داری بن جاتی ہے کہ آپ شرافت، صبر و تحمل اور حسنِ اخلاق سے ان کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کریں، حالانکہ میں یہ جانتا ہوں کہ دوسری جانب سے کچھ زیادہ ہی قابلِ نفرت اور اشتعال انگیزی کی توقع ہے لیکن آپ اس کے برعکس اپنی ذمے داریوں کو ادا کرتے رہیں۔(۱۰۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے مخالف علماء خاص طور پر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ ناروا سلوک کے برتاؤ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"بعض مقامات پر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا اگر اس کے متعلق اخبارات کی روایات درست ہیں تو میں اس پر اظہارِ مذمت اور بیزاری کے بغیر نہیں رہ سکتا، کیونکہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی رائے مسلم لیگ اور قیامِ پاکستان کے خلاف کچھ بھی ہو ان کی سیاسی سوچ و فکر غلط رستوں پر ہی کیوں نہ چل رہی ہو، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان کا علم و فن اور ذہنی صلاحیت اپنی مثال آپ ہے۔ اگر ان کی ذات سے میرے ایمان میں کوئی کمی یا خلل واقع ہو تو یا میرے اسلام میں شبہ ہو تو مجھے ان کے ایمان اور ان کی بزرگی میں کوئی شبہ نہیں کیا کہا جائے کہ علماء نے لکھا ہے کہ مومن اپنے ایمان میں تو تردد نہیں کرسکتا، ہاں اس کے برعکس اپنی سیاہ کاریوں کے پیشِ نظر اپنے کو مومن کہتے ہوئے ذرا شرم سی آتی ہے، البتہ ڈرتے ڈرتے اتنا عرض کرنے کی ہمت کر رہا ہوں تو جو آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔

گو دعویٰ تقویٰ نہیں درگاہِ خدا میں   بت جس سے ہوں خوش ایسا گناہ گار نہیں ہوں"(۱۰۶)

قیامِ پاکستان کے حق میں دلائل:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کی شاہراہ کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کی غرض سے پاکستان اور اس کے قیام و مقاصد پر برِّصغیر کے علاقوں میں وضاحت پیش کرتے ہوئے مسلم لیگ اور پاکستان کی تحریک کو اُجاگر کرتے ہوئے لاہور کے اسلامیہ کالج (۱۰۷) گراؤنڈ میں سہ روزہ صوبائی کانفرنس جمعیت العلمائے اسلام خطبہ صدارت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے زندہ دلان لاہور (۱۰۸) کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی کی بات ہے کہ آپ

نے مجھ کو اس شہر میں جمعیت العلمائے اسلام کے اجلاس کی صدارت کا موقع عنایت کیا، چنانچہ میں اس موقع پر پاکستان کے بارے میں وضاحت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اُمید ہے کہ میری بات آپ کی سمجھ میں آجائے اور میں اور آپ کے مقاصد کامیابی سے ہم کنار ہو سکیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنی ذات کے حوالے سے اس جلسہ عام میں فرماتے ہیں، میں ایک سیدھا سا آدمی ہوں جلسے کے سیاسی رموز و آداب سے اتنا زیادہ واقف نہیں ہوں، ایک خادمِ دین کی حیثیت سے آپ کے سامنے مخاطب ہوں، اگر میری بات آپ کے سمجھ میں آجائے تو میں یہ سمجھوں گا کہ یہی میری کامیابی ہے، اگر میں آپ کے معیار پر پورا نہ اتر سکا تو میری کوتاہیوں اور کمزوریوں کو درگزر فرمائیں گے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ:

''میرا مشورہ نہ صرف آپ کے لئے بلکہ دوسرے کانگریسی مسلمانوں کے لیے بھی یہی ہے کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس اپنے قومی جہاز کو شدید ترین خوفناک گرداب بلا سے نکالتے ہوئے اتنا فضول وقت نہیں بچتا چاہیے جس میں اہم اور ضروری مقاصد کو چھوڑ کر ہم محض اپنی علمی قابلیت کا اظہار اور رسی وزبان شکریوں کی نمائش کریں، ہم مسلمانوں خاص طور پر علمائے اُمت کو اپنی مجالسِ عامہ اور خاصہ میں تتبع کرنا چاہیے کہ قرونِ اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا ان کی مختصر مگر پُر مغز تقریروں کا اور طویل و عریض سلسلہ عمل کا ان کی مشاورت اور تبادلہ آراء و افکار کے بہترین اصول کا ان کی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا ان کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اور اصلاح ذات البین کی مفید و متقع گفتگوؤں کا۔ غرض کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے معطرو منعکس ارشاد پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہونے کا۔''(۱۰۹)

عظیم رہنماؤں کی ضرورت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات کرام میں نہ کوئی خطیب ہوں یا انشاء پرداز، نہ سیاست داں، نہ ہی گویائی کی کوئی خصوصیت مجھ میں ہے، جس سے دوسرے لوگ محروم ہوں بلکہ میں آپ ہی لوگوں کی طرح ایک عام فرد ہوں، میں اپنے طور پر صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے جد امجد یعنی خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذوالنورینؓ (۱۱۰) نے مدینہ طیبہ کے منبر پر فرمایا تھا: ترجمہ:۔ اے لوگوں، یقیناً تم کو زیادہ کلام کرنے والے رہنما سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے رہنما کی ضرورت ہے۔(۱۱۱)

مذہب اور معاشرے کا تصور اس شخص پر بڑی گراں بار ذمے داری عائد کر دیتا ہے جو اپنی قوم کے اسباب انحطاط کی تشخیص کرنے لگا ہو اور اس کے لیے بڑا تجر علمی درکار ہوتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانان ہند کو ایک مضبوط اور مستحکم قوم کی حیثیت سے دیکھنے کے خواہشمند تھے۔(۱۱۲)

اسلام دین و سیاست میں کسی تفریق کا روادار نہیں وہ پوری زندگی کو خدا کے تابع کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لیے سیاست کو بھی اسلامی اصولوں پر مرتب کرتا ہے اور ریاست کو اسلام کے قیام اور اس کے استحکام کے لیے استعمال کرتا ہے۔ (۱۱۳)

۱۴ جولائی ۱۹۴۵ء کو ایک پریس کانفرنس میں قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے موقف کی حمایت اور وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”یہ بات ہر سمجھ دار آدمی پر عیاں ہے کہ اگر ہم اس انتظام کو قبول کر لیں جس کا شملہ کانفرنس ۱۹۴۵ء میں ارادہ ظاہر کیا گیا ہے تو پاکستان کا مسئلہ پس پشت ڈال دیا جائے گا اور غیر معینہ مدت کے لیے اس مسئلے کو ملتوی کر دیا جائے گا جب کہ دوسری طرف اس انتظام کے تحت کانگریس کو وہ چیز مل جائے گی جس کی وہ خواہاں ہے یعنی ہندوستان کی قومی آزادی کے حصول کی طرف بڑھنے کے لیے ایک کھلا راستہ ہے، چنانچہ یہ سب باتیں مل کر ہماری ہستی کو معرض خطر میں ڈال دیں گی۔“ (۱۱۴)

مسلمانوں کی فلاح کا نظریہ:

مولانا شبیر احمد عثمانی مسلمانوں کی فلاح اور کامیابی کے لیے بے حد پریشان تھے، چنانچہ آپ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

میں اس موقع پر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات و نظریات کو پیش کرنے کا موقع دیا، چنانچہ میرا بھی فرض بنتا ہے کہ میں اس مقام پر کھڑا ہو کر آپ لوگوں کو اصلاح کا راستہ بتاؤں، میں اور آپ اور تمام مسلمان جو نبی کا کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہتے ہیں، ان سب کے فلاح کا راستہ بتاؤں، اس لیے موجودہ صورتحال میں میری عقل و دانش اور خیالات و تصورات میرے ذہن میں موجود ہیں، ایک ادنیٰ تحریک پاکستان کا سپاہی ہونے کی حیثیت سے آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

اخوتِ اسلامی کی صدا:

”اخوتِ اسلامی“ کی حمایت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

ملتِ اسلامیہ کو جس چیز نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا، وہ ان کے اندر کی خرابیاں تھیں۔ مسلمان اخوت و بھائی چارے کے درس کو بھول چکے ہیں۔ آج میں زندہ دلانِ پنجاب کے سامنے اپنی زندگی کے سانسوں میں ایک نئی قسم کی زندہ دلی محسوس کر رہا ہوں اور مجھے اس بات کی قوی اُمید ہے کہ پاکستان کے قلب و جگر سے جو صدائے حق بلند ہوگی، اس کی گونج اخوت اسلامی کی عروق شرائین کے ذریعے بہت تیزی کے ساتھ ساتھ تمام پاکستان کے تمام علاقوں اور ساتھ ہی ملک ہند کے تمام اعضاء میں پھیل جائے گی۔ (۱۱۵)

لاہور کی تاریخی اہمیت:

میں آج آپ کے سامنے اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ (۱۱۶) نے اپنی کسی تحریر میں ازراہِ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آج کل رسول ﷺ کی خصوصی نظرِ التفات لاہور شہر پر مرتکز ہے۔ (۱۱۷)

سیکولر افکار ونظریات کے حامل افراد پر تنقید:

علماء حق کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام اور ملک وملت کی خدمت کے لیے خوب نوازا ہے اور ان کے عظیم الشان کارناموں کو اپنی بارگاہ عالیہ میں مقبول ومنظور فرمایا ہے۔ ہندوستان جیسے ملک کی بے لوث خدمات علماء دین نے انجام دیں وہ مسلم تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ”سیکولر ذہنیت“ کے حامل افراد کے متعلق اپنے نظریے کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔

مثلاً آج کل ہر محفل میں اور جدید ذہنوں میں یہ سوال گردش کرتا ہے کہ ”ایسے کیوں؟ اور پھر یہ کیوں“ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس قسم کے سیکولر نظریات کا بڑی فراست سے جواب دیا اور ان کو اپنے عقل ودلائل سے رد کیا، یعنی سیکولر ذہنیت کے لوگ خدا کی مصلحت پسندی کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ (۱۱۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ظہورِ اسلام سے پہلے کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے خیالات کو قلمبند کیا کہ ۱۳۷۸ھ سال پہلے عرب کا معاشرہ جہالت اور تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور اس تاریکی اور اندھیرے میں ڈوبے ہوئے معاشرے کی اصلاح اور انسانیت کی رہنمائی ورہبری کے لیے اللہ رب العزت نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری نبی بنا کر دنیا میں بھیجا جو نہ صرف آخری نبی ہیں بلکہ سارے جہاں کے لیے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا۔ قرآن نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ترجمہ:۔ ”ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اسی لیے بھیجا کہ خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے۔“
>
> (سورۃ النساء۔۶۲)

دورِ جاہلیت کی تاریکیاں:

دورِ جاہلیت کی تاریکیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

حضرات، اب ذرا آپ تیرہ سو اٹھتر ۱۳۷۸ھ (۱۱۹) برس پیچھے لوٹ جائیے دیکھیے، دنیا کی فضا کس قدر بھیانک اور کیسی تاریک نظر آرہی ہے، ہر جگہ ظلم وستم، کفر وشرک، عصیان وطغیان، جبر واستبداد، وحشت وبربریت اور شیطانی طاقتوں نے کس طرح پرے جمار کھے ہیں، امن واطمینان کی ایک کرن بھی کسی طرف نظر نہیں آتی۔ تیرہ وتار گھٹاؤں نے دن کو رات

بنا دیا ہے، ان ہی خوفناک اندھیروں میں دفعتہً مکہ کی پہاڑیوں پر ایک چمک دکھائی دی۔ رحمت کا بادل زور سے گرجا اور کڑکا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جبل النور کی چوٹی سے دنیا کا ہادی اور شہنشاہِ اکبر کا پیغام چمکتا ہوا اور گرجتا ہوا بارانِ رحمت کو ساتھ لیے نزول وجلال فرما رہا ہے۔

اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمد و علیٰ آل سیّدنا محمد الف صلوٰۃ والسلام (۱۲۰)

سرورِ دوعالم ﷺ کی تعلیمات:

تھوڑی سی مدت گزری کہ مکہ (۱۲۱) کی فضا میں بہت عجیب وغریب تغیر پیدا ہونا شروع ہوا ایک طرف سے رحمت اللعالمین کا دستِ شفقت دراز تھا اور دوسری جانب اس کا جواب ہرزہ سرائیوں، دشنام طرازیوں بلکہ بعض اوقات، اینٹ اور پتھر سے دیا جا رہا تھا، نور وظلمت کی اس کش مکش میں حضورِ انور ﷺ کے ساتھ جو چند سیّد رُوحیں آپ کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ چکی تھیں، دشمنوں کے ظلم وستم کی آماجگاہ بنی ہیں۔ یہ رشد وہدایت کے اس سراجِ منیر کو جس قدر اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی جاتی، اسی قدر زور سے اس کی روشنی بھڑکتی تھی۔ (۱۲۲)

آپ ﷺ نے برابر مکہ کے اہلِ کفار کو سمجھایا کہ تمہارے لیے دارین کی کامیابی اور فلاح میری پیروی میں ہے۔ آؤ کہ دنیا کی حکومت اور آخرت کی سعادت کا تاج تمہارے سروں پر رکھ دوں، مگر وہ کچھ ایسے غفلت کے نشہ میں سرشار تھے کہ آپ ﷺ کی ساری دُردمندی اور نیک خواہی کا جواب متمردانہ استکبار اور ناشائستہ سب وشتم سے دیتے رہے۔ (۱۲۳) آپ کے جاں نثار اصحاب پر جس کے سینے اللہ تعالیٰ نے ایمان وعرفان کے لیے کھول دیئے تھے، جور وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، مدت دراز تک ایسے ایسے زہرہ گداز مظالم سے ان کو دوچار ہونا پڑا جن کی مثال شاید کسی اُمت کی تاریخ میں نہ مل سکے۔ مسلسل تیرہ سال تک شہر مکہ میں (۶۱۲ء۔ ۶۲۳ء) ایسے سخت امتحان وآزمائش میں گزری، جس کے پڑھنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، ایک عرصہ تک قوم کی طرف سے ایسا سخت بائیکاٹ کیا گیا کہ پتے اور جنگل کی گھاس کھانے کی نوبت آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اور مقدس نصب العین یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر قرآن سیاست اور آسمانی حکومت کا صُور پھونکا جانے والا تھا۔ زمین پر اللہ کی حکومت قائم فرمائیں اور اس کے نائب السلطنت کی حیثیت سے اس کا آخری ابدی، اکمل اور عالمگیر قانون نافذ کریں۔ (۱۲۴)

مکہ کے رہنے والے دشمن بھی اس نتیجہ سے غافل نہ تھے، انہوں نے ہر طرح اس تحریک کو ناکام بنانے کی کوشش کی مگر وہ خود ناکام رہے اور مشیتِ الٰہیہ کے زبردست ہاتھ نے آخر کار رسول کریم ﷺ کی تاریخ ہجرت مدینہ (۶۲۳ء۔ ۶۲۲ء) (۱۲۵) طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان قائم کر دیا۔ حضور ﷺ کا مدینہ پہنچنا تھا کہ نورِ اسلام، ظلمت کفر پر حسی رنگ میں غالب آنا شروع ہو گیا اور گو وہاں اس وقت تک بہت سی ناپاک ہستیوں کی موجودگی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ کے سب سے

زیادہ پاک اور طاہر ومطہر بندوں کی پاکی اس طرح مدینہ کے در و دیوار پر چھا گئی کہ اب کسی پلید اور ناپاک ہستی کے لیے اُبھرنے کا موقع باقی نہ رہا۔ اندریں حالات کفارِ مکہ کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ اسلام کے پودے کی جڑ مدینہ کی سرزمین میں انصارِ مدینہ کی آبیاری سے مضبوط ہوتی جارہی ہے، کوشش ہونی چاہیے کہ تناور درخت بننے سے پہلے ہی اس کی جڑ نکال دی جائے، اس طرح کے مشورے ہوتے تھے، منصوبے باندھے جاتے تھے، سازشیں اور تیاریاں کی جارہی تھیں کہ اسی اثناء میں چند قدرتی اور ناگزیر اسباب کی بناء وہ مشہور ومعروف معرکہ پیش آگیا جو اسلامی تاریخ میں غزوۂ بدر (۱۲۶) کے نام سے موسوم ہے۔ (۱۲۷)

دارالحرب کے ضعفاء ومظلومین:

یومِ بدر کو قرآن نے ’’یوم الفرقان‘‘ (۱۲۸) کہا ہے، کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام وکفر اور مومنین ومشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا کرکے دکھلایا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کا سنگِ بنیاد اور حکومتِ الٰہیہ کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ ’’والذین کفروا بعضھم اولیآء بعض‘‘ کے مقابلے میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف سورۂ انفال (۱۲۹) کے خاتمہ پر ’’الا تفعلوہ تکن فتنۃٌ فی الارض و فسادٌ کبیر.‘‘ کہہ کر توجہ دلائی تھی اس کا صریح اقتضاء تھا کہ اسلامی برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حتمی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہوسکتا تھا، جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ سورۂ انفال کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کرکے نہیں آئے اور کافروں کے زیرِ تسلط زندگی بسر کررہے ہیں، دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں پر ان کی ولایت ورفاقت کی کوئی ذمے داری نہیں۔ (۱۳۰)

ہاں حسب استطاعت ان کے لیے دینی مدد بہم پہنچائی جانی چاہیے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرکزِ اسلام میں موالاۃ واخوۃ اسلامی کی کڑیوں کو پوری طرح مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لیے دو صورتوں میں سے ایک ہونی چاہیے یا تمام عرب کے مسلمان ترکِ وطن کرکے مدینہ آجائیں اور اسلامی برادری میں بلا روک ٹوک شامل ہوں اور یا پھر آزاد مسلمان اپنی مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کردیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے، یعنی سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی قومیت کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہوسکے۔ (۱۳۱)

دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ وفساد کی بیخ کنی ہوسکتی تھی اور مرکزِ اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے پاک وصاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پوری طرح مامون ومطمئن ہوکر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری

میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔ (۱۳۲)

غلبۂ اسلام کا اشارہ:

غلبۂ اسلام کے حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کے لیے مسلمانوں نے ۲ھ میں پہلا قدم میدانِ بدر کی طرف اٹھایا تھا، جو آخر کار ۸ھ (۱۳۳) میں مکہ معظمہ کی تطہیر اور فتح عظیم پر منتج ہوا، جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے، فتح مکہ (۸ھ) (۱۳۴) نے ان کی جڑوں پر تیشہ لگایا اور چند سال بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکزِ اسلام ہر قسم کے وساوس و کفر و شرق سے پاک ہو گیا۔ (۱۳۵)

اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نور ہدایت اور اسلام کا پیغام اخوت پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا اور اس طرح پورا جزیرۃ العرب ساری دنیا کے لیے ایک عظیم تر پاکستان بن گیا۔ یہ ہے مختصری تاریخ اس امت کے پہلے دور کی۔

امام مالکؒ کا قولِ حکیمانہ:

امام مالکؒ (۱۳۶) کی تعلیمات و اقوال کو بیان کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

”حضرت امام مالکؒ نے فرمایا تھا کہ ”اس امت کا آخر بھی اسی چیز سے درست ہو سکتا ہے، جس سے اس کا اول درست ہوا تھا۔“

آیئے اس حکیمانہ قول کی روشنی میں ہم امت کے پچھلے دور کا جائزہ لیں۔

کہنے کو آج ہم مسلمان دنیا میں ستر کروڑ (۷۰۰۰۰۰۰۰۰) اور صرف ملک ہند میں تقریباً ۱۰ کروڑ ہیں، لیکن ہماری غفلت حماقت، وہن، فشل اور افتراق و انتشار نے اس کثرت عدد کے باوجود ہم کو مفلوج ہیجان یا نیم جان کر کے چھوڑ دیا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی قوت ایمانی اور جذبہ اسلامیت سے اگر موازنہ کیا جائے تو شاید ہم ستر کروڑ کا مجموعہ ان کے ستر افراد کے ہم وزن بھی نہ نکل سکے۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لیجیے جس پر ہم نے صدیوں (۷۱۲ء-۱۸۵۷ء) تک حکومت کی اور جہاں ہم اب تک محمد بن قاسم (۱۳۷)، محمود غزنوی (۱۳۸)، شہاب الدین غوری (۱۳۹) وغیرہ کے ناموں پر فخر کرتے رہتے ہیں، آج ہماری حالت اس برکوچک میں کیا ہے۔ (۱۴۰)

ہم یہاں ہر طرح لوٹے ہوئے اور پامال کیے ہوئے ہیں، کسی شعبہ زندگی میں ہمارا اقتدار و امتیاز باقی نہ رہا۔ اسلامی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہمارے سیاسی، اقتصادی، تمدنی اور اخلاقی نظام سب تباہ ہو گئے۔ نسلی، قبائلی، طبقاتی اور مذہبی تعصبات اور تنگ نظریوں نے ہماری قبائے قومیت کو تار تار کر دیا۔ ”سامراج“ کے علمبرداروں اور ”رام راج“ کے طلب گاروں نے مل کر ہمارے اجتماعی نظام کا شیرازہ بکھیر دیا، نہ مادی طاقت ہمارے ہاتھ میں رہی اور نہ رُوحانی قوت کا ذخیرہ

محفوظ رہ سکا۔ ہم اپنے جس گوشہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں وہ ہی کیفیت ہوگئی کہ۔ ”تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم“ (۱۴۱)

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء:

کہا جاتا ہے کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء (۱۴۲) کے بعد مسلمانوں کو اس بُری طرح سے کچلا گیا کہ مدت تک موت کی بے ہوشی سارے ملک پر طاری رہی، کچھ افاقہ ہُوا تو چاروں طرف مایوسی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی، مایوسی کے بعد حکومت کے سامنے چاپلوسی اور خوشامد کا دور آیا۔

مدت کے دبے ہوئے جذبات کچھ اُبھرنے شروع ہوئے، یہاں کے حاکموں نے جب دیکھا کہ موت کی نیند سونے والے کچھ کروٹیں بدلنے اور جھرجھری لینے لگے تو انہوں نے معروضات اور گزارشات پیش کرنے کا راستہ سمجھا دیا، مبادا یہ تازہ حرکت اٹھتے ہوئے جذبات اور بیدار کن احساسات کے نکلنے کا کوئی دوسرا خطرناک راستہ اختیار نہ کرلے۔ معروضات کی منزل سے گزر کر اوّل نرم پھر گرم لہجہ میں مطالبات کا آغاز ہوا تا آنکہ پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) (۱۴۳) کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے سامنے خلافتِ اسلامیہ کے زوال نے ایک نئی اور زوردار تحریک کھڑی کردی۔ تحریک خلافت (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۴ء) (۱۴۴) کا سیلاب اس جوش وخروش سے اُمنڈا جس کی نظیر اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ملک کا گوشہ گوشہ خلافت اور ترکِ موالات (۱۹۱۸ء) (۱۴۵) کے نعروں سے گونج اٹھا۔ یوں کہیے کہ ۱۸۵۷ء (۱۴۶) کے بعد سے اس قدر ہمہ گیر شجاعانہ، گرم جوشی اور بے پناہ مظاہرہ یہاں کے زمین وآسمان نے نہ دیکھا تھا۔ (۱۴۷)

انڈین نیشنل کانگریس ۱۸۸۵ء:

مولانا شبیر احمد عثمانی انڈین نیشنل کانگریس (۱۴۸) کے عزائم وارادے کے متعلق فرماتے ہیں۔

”مسلمانوں نے اس خالص اسلامی مقصد کی خاطر عظیم الشان جانی ومالی قربانیاں پیش کیں۔ قدرتی طور پر کچھ حالات اسی دوران میں ایسے پیش آگئے کہ ہمسایہ اقوام بھی ہمارے ساتھ گھل مل گئیں اور نام نہاد انڈین نیشنل کانگریس (۱۸۸۵ء) نے موقع غنیمت دیکھ کر اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی تحریک کو اپنالیا، کوئی ہوش مند باخبر اور ذی انصاف آدمی انکار نہیں کرسکتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح اُمنڈتے ہوئے مسلمان جوش وایثار ہی نے اس وقت کانگریس کے قلب میں رُوح حیات پھونکی اور برطانوی قہرمانیت کا خوف وہراس عام پبلک کے دلوں میں سے نکالا۔ اب لوگوں کو جیل بلکہ پھانسیوں کا ڈر بھی خوفزدہ نہیں کرتا تھا بلکہ بڑی حد تک یہ چیزیں مفاخر میں شمار ہونے لگیں، یہ بہت بڑا فائدہ تھا، جو اس تحریک سے ملک کو حاصل ہوگیا اور یہ ملی سیاست بدون کسی تمیز وتخصیص کے کچھ عرصہ تک چلتی رہی۔ (۱۴۹)

لالہ لاج پت رائے (۱۵۰) کانگریس کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کانگریس اس لیے قائم کی گئی تھی کہ برطانوی شہنشاہیت کو پیش آمدہ خطرات سے محفوظ رکھا جائے نہ کہ اہل ہند کو آزادی دلانے کے لیے۔“

شاطران بساط حکومت بھی اس سے غافل کب ہو سکتے تھے، وہ بھی اس کے توڑنے کے لیے نئے نئے جال بچھاتے رہے۔ بہادر مسلمان کی سادہ دلی اور عیار ہندو کی تنگ نظری اور بنیا ذہنیت کو وہ خوب سمجھتے تھے آخر کبھی شدھی، کبھی سنگھٹن اور کبھی نہرو رپورٹ (۱۹۲۸ء) (۱۵۱) جیسی افترا انگیز اور اشتعال آمیز تحریکات وتجاویز سے یہاں کے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا، دریائے سیاست کا یہ جزر و مد برابر تھوڑے تھوڑے وقفے سے جاری رہا۔ تا آنکہ ایکٹ (۱۹۳۵ء) (۱۵۲) کے ماتحت انتخابات ۱۹۳۷ء کے بعد ہندوستانی وزارتیں بن گئیں۔ گویا ہندو کو اب موقع ہاتھ آ گیا کہ اپنے صوبوں میں خود غرضی، تنگ نظری اور اپنے ان ناپاک خواہشات وعزائم کا زور قوت سے مظاہرہ کرے، جو ابھی تک ذرا مستور تھے اور کبھی کبھی بطور مکرر واکید بروئے کار آئے تھے۔ (۱۵۳)

کانگریسی وزارتوں کا قیام ۱۹۳۷ء:

مولانا شبیر احمد عثمانی کانگریس کی جو وزارتیں ۱۹۳۷ء میں قائم ہوئی تھیں، اس کے متعلق فرماتے ہیں:

کانگریس کی ڈھائی سالہ (۱۹۳۷ء-۱۹۳۹ء) (۱۵۴) وزارتوں میں جو دردناک، سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم مسلمانوں پر کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتا، کیونکہ وہ مدت سے منظر عام پر آ چکے ہیں اور ڈان نیز منشور کے پچاس ساٹھ نمبروں میں مسلسل شائع کیے گئے ہیں۔ (۱۵۵)

اپنے چھ اکثریت والے صوبوں میں جب سے انہوں نے وزارت قائم کی ہے تب سے اپنے پروگرام اعمال والفاظ سے مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ انہیں حق وانصاف کے خیال کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیے جہاں جہاں ان کی اکثریت ہے وہاں مسلم لیگ پارٹی کے ساتھ اشتراک عمل کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ لیگ بغیر کسی شرط کے کانگریس کے عہد ناموں پر دستخط کر دے۔ ہندی کو ہندوستان کی قومی زبان اور بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دیا جا رہا ہے اور جبراً ہر شخص کو اس پر عمل کرنے کی سختیاں کی جا رہی ہیں۔ اپنے قلیل اختیارات اور ذمے داری کے نشہ میں اکثریت نے واضح طور پر یہ جتا دیا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے کانگریس وہی کر رہی ہے جس کو ہم لوگوں نے دو سال قبل قرار دیا ہے، کانگریس خواہ کتنا ہی دعویٰ کرے لیکن اس نے مسلمانوں کے لیے کچھ بھی نہیں کیا، مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے میں کانگریس بالکل ناکامیاب ثابت ہوئی ہے۔ (۱۵۶)

واردھا اسکیم (۱۹۳۷ء) (۱۵۷) اور ودیا مندر اسکیم (۱۹۳۹ء) (۱۵۸) کو آپ بھولے نہ ہوں گے جس کی مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور پر کی، مگر مسلمانوں کے دین واخلاق کو نقصان پہنچانے اور ان کی تاریخ کو بھلا دینے والی

یہ اسکیمیں سب مل کر بھی کانگریس کی وزارتوں سے منسوخ نہ کرا سکے۔ مسلمانوں نے آخر کار سمجھ لیا کہ جب ہندو کا منشہ حکومت وزارتی اقتدار میں اس قدر تیز ہے تو آزاد حکومت میں کیا کچھ نہ ہوگا، انہوں نے طے کر لیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ پر از سرِ نو غور کیا جائے اور اونچ ذات ہندو اکثریت کے بل بوتے پر پورے ملک میں جو اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے، اس سے آزاد رہنے کی کوئی تدبیر سوچی جائے۔ کیا کوئی حساس مسلمان اپنی خوشی سے یہ منظور کر سکتا ہے کہ دس کروڑ فرزندانِ اسلام انگریز کی جگہ ہندو کے غلام بن کر رہیں یا انگریز اور ہندوؤں کی ڈبل غلامی کو ہمیشہ کے لیے قبول کر لیں۔ (۱۵۹)

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ (۱۹۴۰ء):

مولانا شبیر احمد عثمانی مسلم لیگ کے فیصلہ کی تائید و حمایت میں فرماتے ہیں:

مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ (۱۶۰) نے ان تمام خطرات و عواقب کا اندازہ لگا کر جو زمانہ ماضی کی ملی سیاست سے پیدا ہو سکتے تھے، آخر کار آپ کے اس تاریخی شہر میں دوٹوک فیصلہ کر لیا کہ جس طرح ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ان کی سیاست اور مرکز حکومت بھی اب الگ الگ رہنا چاہیے، جو نسبتاً چھوٹا اور محدود ہی کیوں نہ ہو مگر ہم وہاں پوری آزادی کے ساتھ اپنے آسمانی قانون کے موافق اپنے مذہب اپنے علوم و معارف اپنی تاریخ و روایات، قومی خصائص اور تہذیب و معاشرت کی حفاظت کر سکیں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توفیق و دستگیری سے اس بے مثال قانون عدل و حکمت کا کوئی چھوٹا سا نمونہ قائم کر کے دنیا کو دکھلا دیں کہ قرآن کی حکومت جبر و استبداد اور ظلم و ستم کی حکومت نہیں بلکہ وہ تمام اقوام اور بندگانِ خدا کے لیے انصاف، رواداری، رحمت و رافت اور امن و سلام کا پیغام ہے۔ (۱۶۱)

کانگریس کا مسلم کش پروگرام:

کانگریس وزارت کے اس دورِ اول میں مسلمانوں پر ہر قسم کے مظالم توڑے گئے متحدہ بنگال کے سابق وزیرِ اعظم فضل الحق (شیرِ بنگال) نے ان واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: ''کانگریسی وزارتوں نے عہدہ سنبھالنے کے ساتھ ہی بعض انوکھی حرکتیں کیں، انہوں نے مقامی حکام کے نام تحریری اور زبانی ہدایات جاری کر دیں کہ اہم معاملات میں وہ اپنے یہاں کی کانگریس کمیٹی کے عہدے داروں سے مشورہ حاصل کر لیا کریں۔ انہوں نے ہندی زبان کو رواج دیا اور اس کی ہمت افزائی کی انہوں نے اس بات کا تہیہ کر لیا کہ وہ جبراً مسلمانوں سے اپنے فیصلے پر تعمیل کرائیں گے۔ (۱۶۲)

خوش نصیبی سے خود قدرت نے ہندوستان میں آبادی کی تقسیم ایسے نہج پر کر دی ہے کہ ہمارے لیے مروجہ اصول سیاست کے موافق ایسے خطہ کا حاصل ہو جانا ممکنات سے ہے، یعنی مسلم اکثریت والے صوبوں میں ایک ایسا مرکز قائم ہو سکتا ہے

جہاں آزادی حاصل ہونے پر مسلمان اپنے نیک عزائم اور قومی رجحانات کو فروغ دے سکتے ہیں اور وہ ایک ایسی طاقت حاصل کر سکتے ہیں جو نہ صرف ان مسلم صوبوں میں ان کی آزادی کی ضامن ہوگی بلکہ اپنی اس اقلیت کے تحفظات کا بھی اچھا انتظام کر سکے گی جو ہندو اکثریت والے صوبوں میں آباد رہے گی، اسی آزاد اسلامی خطہ کو آج پاکستان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔(۱۶۳)

پاکستان کا قیام اور اس کی حقیقت:

پاکستان کے قیام کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

جیسا کہ میں نے آغاز خطبہ میں مدینہ (۱۶۴) کے پاکستان کا ذکر کیا تھا، یہ جسارت اور بے ادبی ہوگی کہ کوئی شخص ہند کے اس پاکستان کو اس کے مماثل قرار دے چہ نسبت خاک را با عالم پاک ہاں جس طرح آپ ایک بوسیدہ بے حیثیت پھٹے پرانے کپڑے کا ذرا سا بڑا قیمتی تھان نکال کر دو حالانکہ اس تھان اور اس کترن میں کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی، ایسے ہی ہم ایک ادنیٰ اور حقیر نمونہ کی حیثیت میں ہندی پاکستان کا تذکرہ کرتے وقت اس اعلیٰ مدنی پاکستان کا ذکر کرتے ہیں، آخر ہم اپنے تمام وظائف شرعیہ مثلاً نماز، حج، وغیرہ کو اسی وقت معتبر و مستند سمجھتے ہیں جب وہ سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق ہوں تو کیا ایسے کہنے سے کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ ہماری نمازیں اور ہماری عبادتیں اسی درجہ اور اسی مرتبہ کی ہوں گی جو سرور کائنات ﷺ کی عبادت کو حاصل تھا؟ ظاہر ہے کہ ہماری سیکڑوں برس کی عبادتیں بھی آپ ﷺ کے ایک مرتبہ سبحان اللہ فرمانے کے برابر نہیں ہو سکتیں، لیکن موضع استدلال میں تو ہر چیز کے لیے قرآن و سنت کی سند ہی پیش کی جاتی ہے، بہر حال عامۃ المسلمین نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ کو پاکستان بنایا جائے جو اسلامی ثقافت و دیانت اور سیاست و حکومت کا آزاد مرکز ہو۔(۱۶۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیام پاکستان سے پہلے ہی اپنی متعدد خطبات اور تقاریر میں اس بات کا واضح اشارہ کر چکے تھے کہ پاکستان کا نظامِ حکومت و قانون و دستور اسلامی ہوگا جو کہ قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب کیا جائے گا۔(۱۶۶)

پاکستان میں کون سا نظام رائج ہوگا؟:

پاکستان کے نظام اور اس کے تخیل و تصور کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

پھر جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے یا جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے، دفعتاً بیماری سے اچھا نہیں ہو جاتا، اسی طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائے گا۔

آخر مدینہ کا اعلیٰ پاکستان بھی تو اپنے عظیم الشان مرتبہ کو موافق بتدریج ہی حد کمال کو پہنچا تھا، شروع میں مکہ سے خاص خاص صحابہؓ مدینہ تشریف لے گئے جنہوں نے سطح ہموار کی۔ آج ہندی پاکستان کے لیے بھی اکثر غیر پاکستان مسلمان آکر مقامی برادران اسلام کے تعاون سے کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ غیر پاکستان بے شک ترک وطن کر کے نہیں آئے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے ہم کو براہ راست وہ نفع نہیں پہنچے گا جو پاکستانی مسلمانوں کو پہنچ سکتا ہے پھر بھی وہ اپنی قوم کے دو تہائی سے زیادہ افراد کی آزادی اور خوشحالی میں حائل ہونا نہیں چاہتے بلکہ بڑے خلوص و شوق سے ان کی آزادی میں ساعی ہیں اور اس کے لیے تدبیریں اور دعائیں کرتے ہیں گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح مکہ کے مہاجرین کرام اپنے مستضعفین کو وہیں چھوڑ کر اور اللہ کے سپرد کر کے چلے آئے تھے اور اپنے معابد وغیرہ کو بھی ساتھ نہ لے جا سکتے تھے۔ (۱۶۷)

مسلم لیگ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹۴۰ء بمقام لاہور میں پاکستان کا نصب العین باضابطہ اختیار کر لیا تھا۔ قرارداد لاہور کی روشنی میں ”مکمل طور آزاد مملکتوں کا قیام جو اس طرح بنائی جائیں کہ متصل واحدوں کی از سر نو حد بندی ایسے علاقوں کی شکل میں ہو جو ملکی تقسیم میں ضروری ردوبدل کے بعد اس طرح ترتیب پائیں کہ جن رقبوں میں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے جیسے ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقے کو آزاد ریاست و خود مختاری دی جائے۔ ان علاقوں کے اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفادات کے لیے، ان کے مشورے سے معقول اور موثر انتظام کیا جائے گا۔ ہندوؤں اور بعض مسلمانوں نے یہ غلط خیال پھیلایا کہ اگر پاکستان حاصل ہو گیا تو ہندو اکثریت والے صوبوں کی مسلم اقلیتوں کو مجموعی طور پر ہجرت کرنا پڑے گا“۔ (۱۶۸)

حدود پاکستان کا تعین اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

پاکستان کے حدود کی وضاحت میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

آپ لوگ، بھی ہم سے تھوڑی دیر کے لیے قطع نظر کر کے مکمل آزادی حاصل کر لیں کیا بعید کہ جسے مدینہ کا پاکستان انجام کار فتح مکہ پر منتج ہوا اور سارے جزیرۃ العرب کو اس نے پاکستان بنا دیا، اسی طرح یہ ہندی پاکستان بھی اللہ کے فضل و رحمت سے وسیع تر ہوتا چلا جائے بلکہ ممکن ہے کہ پاکستان کے طرز حکومت اور اس کے منصفانہ و فیاضانہ رویہ کو دیکھ کر خود ہندوستان یہ خواہش کرنے لگے کہ ہمارے ہاں بھی اسی پاکستانی نوع کی حکومت قائم ہو جائے۔

یہاں تک میں نے پاکستان کی ضرورت یا اس کے استحسان پر مختصراً کلام کیا ہے، اب میں وہ چند شہادات مع جوابات ذکر کرنا چاہتا ہوں، جو پاکستان اسکیم پر مختلف حیثیت سے پیش کیے گئے ہیں تا کہ یہ بحث بالکل تشنہ نہ رہ جائے، اس سلسلے میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا اطمینان بخش حل کیا پاکستانی تجویز کے سوا کسی دوسرے

طریق سے نہیں ہو سکتا۔ منشور کی ایک قریبی اشاعت میں اس کے فاضل مدیر نے بہت ہی ساعتیں اور معقول انداز میں اس پر بحث کی ہے، جس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے، کیونکہ اس سے زیادہ عام فہم اور سلجھے ہوئے الفاظ اس کی تفہیم کے لیے مجھے نہیں مل سکے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ہندوؤں کو خبردار کیا کہ اگر وہ سارے ہندوستان پر قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تو سارا ہندوستان کھو بیٹھیں گے لیکن اگر انہوں نے ایک تہائی مسلمانوں کو دے دیا تو دو تہائی ان کو مل جائے گا۔(۱۶۹)

بلاشبہ ہندو جارح قوم پرستی کا آغاز تو انگریزی حکومت کے جواب میں ہوا تھا مگر جلد ہی اس جارحیت کا ہدف اور رخ مسلمانوں کی طرف ہو گیا۔ مسلمانوں کا مذہب، ان کی تہذیب، ان کی سیاست حتیٰ کہ ان کا انفرادی وجود بھی ان قوم پرستوں کی نظر میں خار بن کر کھٹکنے لگا۔ وہ مسلمانوں کی ہر شے کی مخالفت کرتے تھے۔(۱۷۰) مولانا ظفر علی خانؒ (۱۸۷۳ء-۱۹۵۶ء) (۱۷۱) نے ہندوؤں کی ذہنی عیاری پر اپنے خیالات کو اس طرح پیش کیا:

"بھارت میں بلائیں دو ہی تو ہیں اک ساورکر اک گاندھی ہے
اک جھوٹ کا چلتا جھکڑ ہے اک مکر کی اٹھتی آندھی ہے"

آل انڈیا یونین کا فریب:

آل انڈیا یونین کے فریب کے حوالے سے روزنامہ "منشور" کے مدیر فرماتے ہیں کہ:

کہا جاتا ہے کہ کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل خودارادیت حاصل ہوگا اور نیز یہ بھی کہ جو صوبے چاہیں وہ آل انڈیا یونین سے الگ ہو جائیں، ظاہر ہے کہ ان ہی صوبوں سے مسلم لیگ پاکستان بنانا چاہتی ہے، جب ان کا حق خودارادیت تسلیم کر لیا گیا اور یہ بھی کہ جب یہ چاہیں تو الگ ہو جائیں پھر اب اس اصرار کی کیا ضرورت ہے کہ پاکستان کو ایک جداگانہ آزاد اور خودمختار اسٹیٹ کی حیثیت سے اسی وقت تسلیم کیا جائے، مسلم لیگ یہ کیوں نہیں کرتی کہ اب کانگریس کے ساتھ شریک ہو کر ہندوستان کو برطانوی تسلط سے آزاد کرانے کے لیے جدوجہد کرے اور جب ہندوستان آزاد ہو جائے تو مسلم اکثریت کے خوداختیار صوبوں کو آل انڈیا یونین سے الگ کرے، اگر مسلم لیگ کو یہ خوف ہے کہ اس وقت ہندو مسلم اکثریت کے صوبوں کو الگ نہیں ہونے دیں گے اور وہ ہندوؤں کو اتنا طاقتور سمجھتی ہے کہ وہ ایسا کر سکیں گے تو پھر اگر اس وقت پاکستان کا ایک جداگانہ حکومت کی حیثیت سے اعلان بھی ہو جائے تو ہندوستان سے انگریزوں کے جانے کے بعد مسلمان پاکستان کی حفاظت نہ کر سکیں گے، مسلم لیگ کے اس اصرار پر کہ اسی وقت پاکستان کے اصولوں کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا جائے اور کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل نہ کرنے سے مخالفین پاکستان کو یہ بدگمانی ہے کہ مسلم لیگ پاکستان اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے ہندوستان میں تیسری طاقت یعنی حکومت برطانیہ کے تسلط کی خواہش کرے گی۔(۱۷۲)

کانگریس نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل حق خود ارادیت حاصل ہوگا اور اگر وہ چاہیں تو تمام ہندوستان کی مرکز میں یونین سے علیحدگی کا بھی حق اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ اس کے معنی کیا ہوئے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہندوستان میں پہلے ایک یونین یا فیڈریشن (Federation) کے ماتحت حکومت قائم ہوگی، اختیارات حکومت برطانیہ سے اسی یونین کو منتقل ہوں گے، یعنی مجموعی طور پر پورے ہندوستان کو کامل یا زیر سایہ حکومت برطانیہ آزادی حاصل ہوگی، اس یونین کے ماتحت مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حق خود ارادیت حاصل ہوگا، بالکل اسی طرح جیسے برطانوی نوآبادیات آسٹریلیا (۱۷۳)، نیوزی لینڈ (۱۷۴)، کینیڈا (۱۷۵) اور جنوبی افریقہ (۱۷۶) کو دولت مشترکہ برطانیہ کے اندر داخلی آزادی حاصل ہے اور آئین ویسٹ منسٹر کی رو سے برطانوی سلطنت سے علیحدگی کا حق بھی لازماً اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مسلم اکثریت کے صوبے کچھ عرصہ آل انڈیا یونین کے اندر رہ کر تجربہ کریں کہ آیا وہ آزادی کے ساتھ اور مرکز کی مداخلت کے بغیر اپنے معاملات سرانجام دے سکتے ہیں یا نہیں۔ (۱۷۷)

برصغیر کے علاوہ ہندوؤں کا دنیا میں کہیں وجود نہ تھا لیکن قیام پاکستان سے انہیں ایک اور بھی خطرہ لاحق تھا اور وہ تمام اسلامی ممالک کا اتحاد تھا جس میں پاکستان کی شمولیت عالم اسلام کو انتہائی طاقتور بنا سکتی تھی برطانیہ کو خوف تھا کہ قیام پاکستان سے کہیں ایک اسلامی بلاک عالم وجود میں نہ آجائے جو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر روس سے کوئی سمجھوتہ کرے ان اسباب کی بناء پر برطانوی حکومت کو اصول پاکستان تسلیم کر لینے میں پس و پیش تھا ان کے ملکی مصالح اور تجارتی مفاد کا تقاضا تھا کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات کو نظر انداز کر کے ہندوؤں سے ساز باز کرلیں باوجود اس کے کہ ۱۹۴۲ء میں ''سر اسٹیفورڈ کرپس'' اپنی تجاویز میں ہر صوبہ کو کامل آزادی اور ایک سے زائد وفاق کو تسلیم کر کے اصولاً پاکستان کی حمایت کر چکے تھے۔ (۱۷۸)

ہندوستان میں جمہوریت کے معنی یہ ہوں گے کہ پورے ہندوستان پر ہندو راج قائم ہو جائے یہ وہ حالت ہے جسے مسلمان ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ اس لیے نہایت احتیاط کے ساتھ غور و خوض کرنے کے بعد مسلم لیگ اب اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہندوستان کے مستقبل کے آئین کے پورے مسئلے پر از سر نو غور و خوض کیا جائے۔ (۱۷۹)

مسلم اکثریتی صوبوں کی قوت:

مولانا شبیر احمد عثمانی مسلم اکثریت کے صوبوں کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب یہ ثابت ہوا کہ مرکزی مداخلت مسلمانوں کو ان کی منشاء کے مطابق حکومت نہیں کرنے دیتی تب وہ مطالبہ کریں کہ ہم مرکزی وفاق سے الگ ہونا چاہتے ہیں، اس وقت صورتحال کیا ہوگی یہ کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدگی کے حق کے نفاذ کی منظوری اور نفاذ مرکزی فیڈرل گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا۔ (۱۸۰) اور اس مرکز کے پاس فوج ہوگی مسلم اکثریت کے صوبوں کے پاس جو داخلی طور پر خود اختیار ہوں گے فوج نہیں ہوگی، یہ فیڈرل گورنمنٹ مسلم اکثریت کے ان صوبوں کی ان

وجوہ کو غلط قرار دے کر جن کی بناء پر وہ علیحدگی چاہیں گے، اپنی عسکری قوت کے دباؤ سے مسلم اکثریت کے صوبوں کا یہ مطالبہ مسترد کر دے گی اور اگر وہ اس پر اصرار کریں گے تو فوج کے ذریعے ان کی سرکوبی کی جائے گی۔ (۱۸۱)

کیا ہم آئے دن یہ نہیں سنتے رہتے ہیں کہ کینیڈا کامل آزادی کا خواہش مند ہے اور نیوزی لینڈ کامل آزادی چاہتا ہے، مگر انہیں یہ آزادی ویسٹ منسٹر اسٹیچیوٹ کے باوجود حاصل نہیں ہوتی۔ برطانوی حکومت کے لیڈروں اور فوج کا مقابلہ کرنے کی ان میں سے کسی میں طاقت نہیں اور یہ سب مل کر متحدہ محاذ قائم کریں، اس کی کوئی سبیل نہیں ہے، کانگریس نہیں کہتی مسٹر گاندھی نہیں کہتے، اس کا کوئی ہندو لیڈر دعوی نہیں کرتا کہ وہ اسلحہ سے جنگ کر کے انگریزوں سے ہندوستان کا اختیار حکومت چھینا چاہتے ہیں، کانگریس کی تمام جدوجہد اور تحریک ایک طرح کا آئینی ایجی ٹیشن (Agetation) ہے۔ سول نافرمانی بھی اس سے زیادہ نہیں کہ کانگریس کی ہر تحریک برطانیہ کی خدمت معروضات سے شروع ہوتی ہے، یہ لہجہ گرم ہوتا ہے یہ ہمیں تسلیم ہے مگر وہ ہوتا ہے معروضہ ہی اور ہر تحریک کا انجام بھی معروضات پر ہی ہوتا ہے، کوائٹ انڈیا Quit India یعنی تخلیہ ہند کا ریزولیوشن بھی مطالبہ ہی تھا، جو بات سخت لہجے میں کہی جائے وہ مطالبہ جو نرم لہجے میں کہی جائے وہ مفروضہ ہے، اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ جاپان کی قوت کے بھروسہ پر تھا۔ (۱۸۲)

کانگریسی حکومت برطانیہ سے اختیار مانگتے ہوئے جیل گئے اور اختیار مانگتے ہوئے جیل سے نکلے، ان کا یہ تنزل البتہ ساری دنیا نے دیکھا کہ تخلیہ ہند کا مطالبہ کرتے ہوئے گئے اور عارضی حکومت کے لیے انہوں نے شملہ (۱۸۳) میں لارڈ ویول (۱۸۴) کے قدموں پر سر رکھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے بزور دفع کرنے کا نہ ارادہ ہے اور نہ اس کا سامان ہے، لہٰذا ہندوستان کو کامل یا نیم آزادی اگر ملنے والی ہے تو وہ انگریزوں کے دینے سے ملے گی اور انگریز ہی یہ اختیار اور آزادی کچھ ہندوستانیوں کے ایجی ٹیشن سے پریشان ہو کر کچھ بین الاقوامی سیاسی حالات اور بین الاقوامی رائے عامہ سے متاثر ہو کر دیں گے، اگر یہ ہوتا کہ فوجیں بھرتی ہو رہی ہوتیں، اسلحہ اور سامان حرب کا انتظام ہوتا اور انگریزوں سے کھلے میدان جنگ کر کے ہندوستان کی آزادی حاصل کی جاتی تو بلاشبہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ ایسے حقوق اور مفاد کے متعلق پہلے ہندوؤں سے کوئی مفاد یا سمجھوتہ یا پاکستان کا اصول تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتے وہ تو زیادہ سے زیادہ فوجوں کی تنظیم کرتے زیادہ تعداد میں اور بہتر مسلم فوجیں اس کی ضمانت ہوتیں کہ ہندوستان میں مسلمان آزاد ہوں گے اور ہندو ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کریں گے۔ (۱۸۵)

ہندوستان کی سیاسی صورت حال اس حد تک بحران کا شکار ہو چکی تھی کہ کانگریس کو اس بات کا اندیشہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے موقف پر زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہ سکتی چنانچہ وہ اب اپنی مرضی کے خلاف اس نظریے سے متفق ہوتی جا رہی تھی کہ مسلم لیگ واقعی مسلم ہندوستان کی نمائندہ جماعت ہے اور یہ کہ پاکستان کا منصوبہ عوام کی حمایت پر مبنی ہے اور یہ کہ جب تک مسلمانوں سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو جاتا اس وقت تک کوئی ترقی ممکن نہیں ہے۔ (۱۸۶)

معروضات ومطالبات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہندوستان کے معروضات اور مطالبات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب صورتحال یہ ہے کہ ہندوستان جو کچھ ملنے والا ہے وہ برطانوی پارلیمنٹ کے قانون سے ملے گا تو مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہندو اکثریت کو اس کا موقع دیں کہ ہندوستان کی خدمت کا اختیار و اقتدار اس کے حق میں منتقل ہو اور پھر مسلمانوں کو اس ہندو اکثریت سے معروضات کرنے پڑیں، اس کے خلاف ایجی ٹیشن کرنا پڑے اور ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ اس طرح پیش نہ کریں کہ پہلے ہندوستان کی تقسیم اور آزاد و خود مختار پاکستان کا اصول تسلیم کیا جائے۔ (۱۸۷)

جب برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو اختیارات حکومت منتقل ہو تو ہندوستان کے دونوں علاقوں میں بیک وقت انتظامی (Administation) عدالتی (Judiciary) اور دفاع وسلب کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں ہندوستانی انگریزوں سے کیوں آزادی حاصل نہیں کرسکتے، کیا اس کے سوا کوئی دوسری وجہ ہے کہ انگریزوں کے پاس طاقت اور فوج ہے، ہندوستانیوں کے پاس نہیں ہے اور برطانیہ کی طاقتور فوج کی موجودگی میں ہندوستانیوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی فوج بھرتی کریں اور اس کی تنظیم کریں۔ مسلم لیگ یہ حماقت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ پہلے آل انڈیا یونین کو جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی ہندوستان کا اختیار حکومت دلا دے، اس کی فوجیں مرتب کرائے اور اس کے مقابلے میں مسلم اکثریت کے صوبوں کی وہی حیثیت کردے جو برطانیہ کے مقابلہ میں تمام ہندوستان کی ہے، آزادی کی حفاظت فوج اور اسلحہ جنگ سے ہوتی ہے تالیوں اور شیخیوں سے نہیں ہوتی ہے۔ (۱۸۸)

ہندوستان کے مسلمان اس وقت نہایت نازک موڑ پر کھڑے ہیں۔ اتحاد عمل، اتحاد قول اور اتحاد عزم کی شدید ضرورت ہے اگر ہمیں ہندوستان کے مفادات اور اپنے ملی وجود کی خواہش ہے تو یہ اتحاد ضروری ہوگا۔ ہندوستان سیاسی اعتبار سے غلام ہے اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو پورے ایشیا کے لیے مشکلات ومصائب کا ایک کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ اس سیاسی غلامی نے ہمیں ایک ارفع تمدن کی مسرتوں سے محروم کردیا ہے۔ ہندوستان کی طرف سے ہم پر کچھ فرض عائد ہوتا ہے۔ (۱۸۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی سیاسی حالت کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کررہے تھے، گو وہ کوئی سیاست دان نہیں تھے بلکہ ان کا اپنا ایک مقام تھا اور وہ بحیثیت عالم دین کے زیادہ پُرجوش انداز میں مسلمانانِ ہند کے لیے کام کرنے کے خواہش مند تھے، لیکن ہندوستان کی سیاست خاص طور پر مسلم لیگ اور ان کے رفقاء کار کو آپ سے کچھ اور ہی کام لینا تھا۔

پاکستانی تجویز پر ایک دوست کے پیدا شدہ شبہات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

اب آخر میں بطور تتمیم فائدہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے ایک مخلص دوست کی وہ تحریر لفظ بلفظ نقل کردوں، جو اس نے صوبہ ”بہار“ (۱۹۰) سے مجھے لکھ دی تھی اور جس میں اکثر پیش آنے والے شبہات کو مختصر پیرایہ میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کے موجودہ نشست و افتراق کو دیکھ کر سخت تذبذب ہے کہ ہم لوگوں کو کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے، مسلمانوں کو جمیعت العلمائے اسلام اور لیگ کی تجویز کے مطابق مطالبہ پاکستان کا ساتھ دینا چاہیے یا جمیعت العلمائے قدیم کی متحدہ حکومت کی پالیسی کو لبیک کہنا چاہیے۔ جہاں تک ہم نے غور و فکر کیا، اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کے کئی نقصانات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

مذہبی آزادی کو نقصان اور مسلمانوں کی غلامی کا اندیشہ:

پاکستان کی صورت میں مسلم اکثریت والے صوبے سے کٹ کر نہایت خطرناک اقلیت میں ہو جائیں گے۔ ہندو رام راج کے منصوبے گانٹھے بیٹھے ہوئے ہیں، وہ ”بہار“ و ”مدراس“ وغیرہ کے مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو بتدریج سلب کر لیں گے اور ہندوستان میں رام راج کا بول بالا ہوگا۔ تین کروڑ مسلمانوں کی مذہبی موت ہوگی، پانچ کروڑ مسلمانوں کے مفاد کے لیے تین کروڑ مسلمانوں کو اس طرح کفار کے حوالے کر دینا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ہجرت وغیرہ کی تجویز محض مہمل اور ممکن العمل ہے۔ تین کروڑ مسلمانوں کی کھپت کہیں نہ ہو سکے گی۔ ہجرت کا ایک دفعہ تلخ تجربہ بھی مسلمانوں کو ہو چکا ہے، جو عبرت کے لیے کافی ہے۔ ارباب لیگ کا کہنا کہ اگر مسلم اقلیت پر ظلم ہوگا تو مسلم اکثریت کے صوبوں میں ہندوؤں سے اس کا بدلہ لیں گے۔ محض طفلانہ بات ہے جو عقل و شرع کے خلاف ہے۔ مدبرین کو تو ایسی باتیں بھول کر بھی نہ کرنی چاہیے۔ اگر اکثریت والے صوبوں میں قرآنی حکومت ہو تو بھی خیر غنیمت تھا، مگر ہندوؤں کی اقلیت ایسی نہیں جیسی مسلمانوں کی ہے بلکہ بعض صوبوں میں ان کی تعداد تقریباً مساوی ہے۔ لہٰذا ان کے مساویانہ حقوق ہوں گے، ان کی ساری نشستیں اور ملازمتیں ہوں گی تو اس طریق حکومت کو حکومت اسلامیہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں پاکستان ابھی تو تقریباً زیر سایہ برطانیہ ہوگا پھر کافر کی سرپرستی میں قرآنی حکومت کا قیام چہ معنی دارد یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ (١٩١)

غرض پاکستان کی صورت میں پنجاب (١٩٢) و بنگال (١٩٣) وغیرہ میں قرآنی حکومت تو نہیں ہوگی، مگر سی پی (١٩٤) اور مدراس (١٩٥) میں رام راج ضرور ہو کر رہے گا اور وہاں کے ہندو شعائرِ اسلامیہ کو پامال کریں گے اور مسلمانوں پر بدترین غلامی مسلط ہو جائے گی، معدنی اشیاء زیادہ تر ہندوستانی خطوں میں پائی جاتی ہیں، پاکستانی علاقوں میں بہت کم ہیں اور یہی علاقے زراعتی و صنعتی اعتبار سے ممتاز ہیں۔ (١٩٦)

پاکستانی مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کا خدشہ:

پاکستان کے مسلمان اقتصادی اعتبار سے دن بدن کمزور ہوتے جائیں گے، کیونکہ ہندوستان سے ان کو سروکار ہی نہیں ہوگا، پاکستان ہو جانے پر سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ انگریزوں کا قدم ہمیشہ کے لیے ہندوستان میں جم جائے گا، تاریخ شاہد ہے کہ تفریق اور باہمی نزاع ہی نے ہندوستان میں انگریزوں کو بڑھنے اور پنپنے کا موقع دیا ہے، پاکستان کی بنیاد ہی

تفریق و تقسیم پر ہے، برٹش مہاراج کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا اور ہمیشہ درپردہ شکار کھیلا جائے گا۔ دونوں قوموں میں تصادم ہوتا رہے گا۔ عصبیت لازماً پیدا ہوگی نہ کبھی یہ لوگ متحد ہوں گے نہ ہندوستان کی مکمل آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔ (۱۹۷) بلکہ چند سال کے بعد ہندوستانیوں کو نااہل ٹھہرا کر ان کی آزادی چھین لی جائے گی، ہندوستان بدستور غلام رہ جائے گا، ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے پنجہ استبداد سے نہ نکل سکیں گے حالانکہ آزادی خواہ مسلمانوں کا مطمح نظر صرف ہندوستان ہی کی آزادی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کی آزادی مدنظر ہے۔ (۱۹۸)

برما کی تفریق مؤیدین پاکستان کی عبرت کے لیے کافی ہے کہ برمیوں نے وطنی عصبیت پیدا ہوجانے پر ہندوستانیوں کے ساتھ کیسا بُرا سلوک کیا پاکستانی حکومت کا زمام اختیار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا، جو دین و مذہب سے دُور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے، جن لوگوں نے اسمبلی میں جاکر سول میرج ایکٹ (Civil Mariage Act) اور اس جیسے دوسرے متعلق قوانین کو مسلمانوں پر مسلط کیا، اگر پاکستانی علاقوں کے ایسے نام نہاد مسلمان ایسے ہی خلاف شرع قوانین کا نفاذ کرتے رہے تو اس پاکستان سے اسلام اور مسلمانوں کو کیسا فائدہ پہنچا۔ (۱۹۹)

ہندوستان کی تحریک آزادی میں انڈین نیشنل کانگریس کی شکست میں درحقیقت پنڈتوں کی عصبیت کو بہت زیادہ دخل رہا، لیکن انہوں نے اپنے میڈیا کے ذریعے عصبیت مسلمانوں کے سرتھوپی اسی کے سہارے وہ ہندوستان کے اندر اور بیرونِ ہند مسلم قیادت کے خلاف زہر پھیلاتے رہے ہیں۔ (۲۰۰)

ہندوستانی سیاست کی تاریخ میں اس مرحلے پر وقت کا سب سے بڑا تقاضا یہ تھا کہ عوام کو جمہوری عمل میں براہِ راست شریک کیا جائے مستقبل کے پروگرام اور مقاصد پر مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق رائے پیدا کیا جائے اور مسلمان قوم کو اس جدوجہد کے لیے تیار کیا جائے جو مستقبل میں اس کا مقدر ہوچکی تھی، اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ کانگریس نے مسلمانوں اور ان کے مفادات پر آئندہ چل کر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے جن عزائم کا اظہار کیا تھا اس کو ناکام بنانے کے لیے مسلمانانِ ہند کو ذہنی، فکری، نفسیاتی اور جذباتی طور پر تیار اور منظم کردیا جائے۔ (۲۰۱)

کانگریس کی مجوزہ متحدہ حکومت کی صورت میں گو من حیث المجموع مسلمان اقلیت میں ہوں گے، مگر ایسی خطرناک اقلیت نہ ہوگی جیسی پاکستان کی صورت میں صوبہ جات یوپی و مدراس وغیرہ میں ہوجاتی ہے۔ (۲۰۲) پھر مسلمانوں کی حیثیت فریق کی ہوگی، محکوم کی نہ ہوگی، اپنے حقوق کا تحفظ کرسکیں گے، جمعیت العلمائے ہند کا مطالبہ تو یہ ہے کہ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نشستیں مساوی کردی جائیں، یعنی ۴۵ فیصد ہندو ۴۵ فیصد مسلمان اور ۱۰ فیصد دیگر اقوام۔ اس صورت میں مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کا اقتدار بھی ہوجاتا ہے اور من حیث المجموع مسلمانوں کے محکوم ہونے کا خطرہ بھی دور ہوجاتا ہے، بتدریج مکمل آزادی کے لیے بھی راستہ صاف نظر آتا ہے، ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے دستبرد سے نجات پاسکیں گے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ اچھوت (نچلی ذات) وغیرہ مل ملا کر پھر مرکز میں ہندوؤں کی اکثریت رہے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر اچھوت اور سکھ ہندوؤں سے قریب تر ہیں تو پارسی اور عیسائی اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ مانوس ہیں، اپنے مفاد کی خاطر مسلمان بھی ان اقوام کو اپنانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ (۲۰۳) دریافت طلب یہ ہے۔

اوّل:۔ جمیعت العلمائے جدید اور لیگ اگر واقعی آزادی خواہ جماعتیں ہیں جو جمیعت العلمائے ہند کی اس زریں تجویز کا کیوں ساتھ نہیں دیتی۔

دوم:۔ کیا اگر کانگریس جمیعت العلماء کی ۵۴ فیصدی والی تجویز کو منظور کرے اور اس کا باضابطہ اعلان ہو جائے تو لیگ اور جدید جمیعت اس کا ساتھ دے گی یا نہیں۔

سوم:۔ کیا لیگ ہائی کمانڈ نے جمیعت العلمائے اسلام (۲۰۴) کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدہ کیا ہے کہ شرعی امور میں علماء کی طرف رجوع کریں گے۔

چہارم:۔ اگر کوئی معاہدہ اس قسم کا نہ کیا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ الیکشن کے بعد لیگ ہائی کمانڈ جمیعت علمائے اسلام سے اس طرح منحرف نہ ہو جائے گی جس طرح ۱۹۳۶ء کے بعد جمیعت العلمائے قدیم کے ساتھ نقضِ عہد کیا۔

اگر اربابِ لیگ نے جمیعت العلمائے اسلام سے کوئی اس قسم کا معاہدہ کر لیا ہے تو اس کا باضابطہ اعلان ہونا چاہیے، ممکن ہے کہ اس اعلان کے بعد قدیم جمیعت و جدید جمیعت میں اختلاف باقی نہ رہے اور دونوں ایک ہی مرکز پر آجائیں۔ (۲۰۵)

ہمارا جواب:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے قریبی دوست کے سوالوں کا جواب مدلل انداز میں دیا آپ نے اپنے جواب میں فرمایا:

پاکستانی صوبوں کی تعداد اور اُن کا تعین:

پاکستانی تجویز اور جمیعت العلمائے ہند کے فارمولا کا فرق سمجھنے کے لیے اولاً یہ ملحوظ رہے کہ ہر مسلم اکثریت والے صوبہ کا پاکستان علیحدہ نہیں بنے گا بلکہ پانچ چھ صوبوں کا ایک ہی پاکستان ہوگا، اس لیے پاکستان پر بحث کرتے وقت ہر صوبہ کے جداگانہ اعداد و شمار اور ان کی اکثریت و اقلیت کی بحث بیکار ہے، اب یہ سمجھیے کہ صحیح تحقیق کے موافق پاکستانی صوبوں میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی سات کروڑ بیس لاکھ ہے، ہم تنزلاً سات کروڑ ہی فرض کیے لیتے ہیں اور غیر مسلم آبادی پاکستان میں ڈھائی اور تین کروڑ کے درمیان ہے، اس کو بڑھا کر پورے تین کروڑ مان لیجیے۔ (۲۰۶) پس مجموعی حیثیت سے مسلم اور غیر مسلم میں سات اور تین کی نسبت ہوئی، گویا ۷۰ فیصد مسلمان اور ۳۰ فیصد غیر مسلم۔ اور اگر اس قسم کے حسنِ ظن سے کام لیا جائے جو جمعیتی فارمولا کی تقدیر پر آپ نے استعمال کیا ہے تو کیا بعید ہے کہ عیسائی بوجہ اہلِ کتاب ہونے اور سکھ بوجہ موحد ہونے کے اور اچھوت ہندو دھرم کے مقابلے میں اسلامی مساوات اور رواداری نیز پاکستان میں مسلم غلبہ کو دیکھ کر ہماری طرف آجائیں۔ ادھر آدھی باسی قوم کے

کروڑوں افراد اسلام سے قریب تر اور پاکستان کے حامی ہونے کی بناء پر مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) (۲۰۷) حصہ میں شامل ہوجائیں تو پھر پوچھنا ہی کیا ہے بہرحال میں سیاسی معاملات میں اس طرح کی خیال آرائیوں کو چھوڑ کر تمام غیر مسلم قوموں کا "الکفر ملۃ واحدۃ" کے مطابق ایک ہی بلاک فرض کیے لیتا ہوں۔ تب بھی ۷۰ فیصد مسلم اور ۳۰ فیصد غیر مسلم فیصدوں کا تناسب رہے گا، درآں حالانکہ آپ کے بیان کردہ جمعیتی فارمولا کے مطابق سارے ہندوستان کی مرکزی حکومت میں ۴۵ فیصد مسلم اور ۵۵ فیصد غیر مسلم رہتے ہیں۔ (۲۰۸)

یہ چیز عجائب دہر میں سے ہے کہ ہم ۷۰ فیصدی رہتے ہوئے تو حاضرہ میں رہتے ہیں اور جب ۴۵ فیصدی ہوجائیں تو فلاح وکامرانی کے خزانوں کی گویا سب کنجیاں ہمارے ہاتھوں میں آجاتی ہیں، نیز ہماری صوبجاتی قلیل اکثریت جو آپ کے نزدیک غیر موثر اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ متحدہ حکومت کی صورت میں کس طرح موثر بن جائے گی جبکہ اوپر مرکز میں بھی ہم اقلیت میں ہوں گے۔ اگر مسلم صوبجات میں وہ اکثریت بے اثر ہی رہی تو صوبوں کی آزادی کا مطلب جمعیتی فارمولا کی بناء پر کیا ہوا، کیا کوئی عاقل اسے باور کرا سکتا ہے کہ ہماری صوبجاتی تھوڑی سی اکثریت اس وقت تو کارآمد نہیں جبکہ اس کے مرکز حکومت میں ہم ۷۰ فیصدی ہوں، لیکن جب وہ اکثریت ایک ایسے مرکز کے ماتحت آجائے جہاں ہم ۴۵ فیصدی رہ جاتے ہیں تو وہ نہایت محفوظ اور کارآمد ہوجاتی ہے پھر اس ۴۵ فیصدی کو بھی اس خطرہ سے مامون نہ سمجھے کہ بہت سے مسلمان اس وقت بھی ایسے نکل سکتے ہیں جو محض اپنے ذاتی اغراض ومفادات کی خاطر ہندوؤں کی دولت، تنظیم اور اکثریتی حاکمانہ سے مرعوب ومتاثر ہوکر ادھر چلے جائیں جب کہ بحالت راہنہ ہندوستان کے فقدان کے باوجود ایسا مشاہدہ کیا جارہا ہے (۲۰۹)

ہندو مسلمان ہر شہر اور ہر قریئے میں ایک دوسرے سے علیحدہ محلوں میں ضرور رہے لیکن بہت سے مقامات پر ایک دوسرے کے پڑوسی بھی نظر آئے، اس مشترک تہذیب کا یہ فیضان تھا کہ ہندو اور مسلمان اپنا اپنا جداگانہ مذہبی اور تمدنی وجود رکھتے ہوئے مشترک ادب اور کلچر کے حامل بھی تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی بلکہ محبت کا مظاہرہ بھی کرتے رہتے تھے۔ (۲۱۰)

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے متعلق اپنے ایک پیغام میں جو انہوں نے ۱۰ جنوری ۱۹۴۳ء کو دیا جس میں آپ نے خوشی کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ مسلمانان ہند قیام پاکستان کے لیے ہر قربانی پیش کرنے کے لیے عزم مصمم رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے خوشی ہے کہ مسلمانانِ ہند آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے پوری طرح جمع ہوگئے ہیں اور ہم نے پوری سنجیدگی کے ساتھ پاکستان حاصل کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ مسلم قوم نے فیصلہ دے دیا ہے کہ وہ ان تمام نتائج اور مشکلات کا مقابلہ کرے گی اور ہر ایسی قربانی پیش کرے گی جس کا مطالبہ اس سے کیا جائے گا۔ کانگریس یا حکومت برطانیہ کی کوئی دھمکی اور سازش ہمیں اس راستے سے نہیں ہٹا سکتی ہے۔ ہم ہر قیمت پر ہر شخص کی اور ہر طرح کی مخالفت کا مقابلہ کریں گے۔“ (۲۱۱)

ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت:

ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت کے تعین کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے خطبہ صدارت ''ہمارا پاکستان'' میں فرماتے ہیں:

یہ سوال اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے کہ قیام پاکستان کی صورت میں ان ڈھائی کروڑ مسلمانوں کا کیا بنے گا جو ہندو اکثریت کے ماتحت رہیں گے تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہم کو اپنی اس اقلیت کی فکر ہے، ہندوؤں کو تین کروڑ ہندو اقلیت کے تحفظ کا کوئی احساس نہ ہوگا، جو پاکستان میں آباد ہوگی اصل یہ ہے کہ تحفظ اقلیت کے اس دو طرفہ احساس اور پورے ملک کے مشترک دفاعی مسائل کی فکر ہی قدرتی طور پر وہ بنیاد ثابت ہوگی جس پر مضبوط معاہداتی سسٹم کے ماتحت دونوں قوموں کے عملی اتحاد و اشتراک کی عمارت قائم کی جائے گی اور باہمی تعاون سے مشترک فوائد حاصل کرنے اور مشترک مضار کو دور کرنے کے راستے نکلتے چلے آئیں گے۔ (۲۱۲) پاکستان میں ہم غیر مسلم اقلیتوں کو جس قسم کی مراعات کھلے دل سے دیں گے، ہم توقع رکھیں گے کہ اسی قسم کی مراعات ہندوستان میں ہمارے مسلم بھائیوں کو ملیں۔ ہم پاکستان کا تحفظ اس لیے کر رہے ہیں کہ ملت اسلامیہ کا بہ حیثیت مجموعی اس میں فائدہ ہے پاکستان پر ہندوستانی مسلمانوں کا اتنا ہی حق ہے جتنا ہمارا ہے، کیونکہ وہ ہماری ملی جائے پناہ اور ان کا اخلاقی سہارا ہوگا۔ (۲۱۳)

پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کا راستہ:

پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کے راستے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

ہمارا ہندوستان سے کٹ جانا ہندی مسلمانوں سے کٹ جانے کے مترادف نہیں سمجھنا چاہیے، مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے راستہ میں جغرافیائی حدود بندی کوئی شے نہیں۔ جنوبی افریقہ (۲۱۴) کا مسلمان اور بحر منجمد شمالی (۲۱۵) کا مسلمان ملت اسلامیہ کے محکم و استوار رشتہ میں منسلک ہونے کی وجہ سے ایک ہی جسم کے دو حصے ہیں، اس لیے ہم میں اور ہندی مسلمانوں میں کوئی بعد نہیں ہوگا، کوئی چیز ہمارے راستہ میں حائل نہیں ہوگی، ہم اپنے ہندو معترضین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے عزائم غاصبانہ نہیں۔ پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم اپنے ملک کی خوشحالی اور مصیبت میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہوں گے۔ مسلمان جو اکثریت میں ہوں گے انشاء اللہ اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے کہ طاقت اور قوت ان کے دماغ میں نخوت اور غرور نہیں بلکہ خدمت خلق کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے، وہ انڈین نیشنل کانگریس نہیں کہ اقلیتوں کے جذبات سے اغماض کریں اور ان کے حقوق پامال کر ڈالیں وہ اپنے حقوق کی طرح برادران وطن کے حقوق کی حفاظت کریں گے، اس لیے کہ ان کا مذہب انہیں اسی امر کی تعلیم دیتا ہے اور ان کی گزشتہ

تاریخ ان کی اس قومی خصوصیت کی تشریح وتفسیر ہے۔ (۲۱۶)

ہندوؤں کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہیے کہ آزاد اسلامی ریاستیں قائم ہوگئیں تو مذہبی حکومت کا قیام عمل میں آجائے گا، اسلام میں مذہب کا مفہوم وہ نہیں جو ہندو سمجھتے ہیں۔ اسلام ایک ریاست ہے، کلیسائی نظام ہرگز نہیں۔ اسلامی ریاست کا دارومدار ایک اخلاقی نصب العین پر ہوتا ہے، اس کے عقائد میں یہ بات شامل نہیں ہے کہ انسان ایک درخت یا ایک پتھر کی طرح ہے، جو پاک سرزمین سے وابستگی رکھتا ہے۔ (۲۱۷)

تحریک پاکستان کی ترقی کا مشاہدہ کرنے والے اس بات پر حیران تھے کہ مسلمانان ہند کے اندر یہ خیال کس قدر تیزی سے پھیل گیا اور جیسے ہی برصغیر میں ایک آزاد مسلم مملکت کا قیام نظر آنے لگا مقصد پاکستان کے ساتھ جذباتی و ہیجانی تعلق کی شدت بھی ترقی کر گئی۔ مسلمانوں نے جب سے (۱۸۵۷ء) سے اپنا اقتدار کھویا تھا اس وقت سے ایک مسلم مملکت کی خواہش اس کے شعور میں اپنی جڑیں مضبوط کرتی چلی آرہی تھی۔ (۲۱۸)

ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانی:

ہندوستانی مسلمانوں کے جذبۂ قربانی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

آپ کو معلوم ہوگا کہ جناب رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مکہ کے معابد کو اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے گئے اور بے کس و بے بس مستضعفین کو بھی وہیں چھوڑنا پڑا جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

> اور ان کے واسطے جو مغلوب
> ہیں مرد اور عورتیں اور بچے
> جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم
> کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے
> لوگ اور کر دے ہمارے واسطے اپنے
> پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے
> واسطے اپنے پاس سے
> مددگار۔ (۲۱۹)

ایک طرف تو ہندو زعما مسلمانوں کو مطالبہ پاکستان ترک کرنے کے لیے ترغیب وترتیب سے کام لے رہے تھے، جبکہ دوسری طرف ہندو پریس اس مطالبہ پاکستان کا مذاق یوں اڑا رہا تھا کہ اسلامی حکومت اس ایک لفظ میں نہ جانے کتنی دلربا کہانیاں چھپی ہوئی ہیں، سیدھے سادے مسلمانوں کی آنکھیں اس کی چمک دمک کے سامنے خیرہ ہوجاتی ہیں، دل بے اختیار اس کی طرف

بھاگتا ہے اور دماغ تھوڑی دیر کے لیے اس نام کی لذت سے سرشار ہو کر معطل ہو جاتا ہے، ذرا دیر کے بعد یہ سوالات اٹھتے ہیں کہ یہ اسلامی حکومت کیسی ہوگی؟ حجازی قسم کی یا عباسی قسم کی یا ہندی مغلی قسم کی پھر یہ سوالات اٹھتے ہیں کہ وہاں سنی فقہ چلے گی یا شیعہ؟ اور فقہ سنی حنفی ہوگی یا حنبلی غرض کہ اس قسم کے بے شمار سوالات پر مَن گھڑت ہندو پریس واویلا کر رہا تھا۔ (٢٢٠)

کفار مکہ ان ہی بعض مستضعفین کو بجبر واکراہ میدانِ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ پر بھی کھینچ لائے تھے تو کیا ان تصورات و امکانات کی موجودگی میں حضور ﷺ نے مدینہ کو پاکستان بنانے کا خیال ترک فرما دیا تھا۔ ہاں ہوا تو یہ کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے تمام غیر مہاجر مسلمانوں کے متعلق صاف اعلان کر دیا کہ۔

اور جو ایمان لائے اور گھر
نہیں چھوڑا۔ تم کو اُن کی رفاقت
سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر
نہ چھوڑ آئیں۔ اور اگر وہ تم
سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو
لازم ہے مدد کرنی۔ مگر مقابلہ
میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور
تم میں عہد ہو۔ (٢٢١)

دارالحرب سے ہجرت:

دارالحرب (٢٢٢) سے ہجرت کے متعلق مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

آخر یہ مسئلہ تو اب بھی فقہا کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر دارالحرب میں کفار، ارکان دین کے ادا کرنے سے روک دیں اور چارہ کار باقی نہ رہے تو ایسے ملک سے ہجرت کر جانا بشروطہا واجب ہے۔ فرض کیجیے ایسی صورت آج کسی ملک میں پیش آجائے تو ہجرت کرنے والے مسلمان کیا اپنے معابد و معاہد کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے یا غیر مستطیع مستضعفین کی وجہ سے ہجرت ترک کرنا ضروری سمجھیں گے۔ میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ ایسے صورت حالات میں علمائے اُمت نے وجوب ہجرت کا حکم دیتے ہوئے آخر ان مسائل کا حل کیا سوچا؟ کیا یہ ہی کہ ان سب کو اللہ کے سپرد کر کے چلے جائیں یا کچھ اور......؟ پھر یہاں نہ تو سر دست ہجرت کا سوال ہے نہ کئی کروڑ مسلمانوں کا عدد ایسا ہے کہ بالکل یہ بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہیں، خصوصاً اس حالت میں جب کہ ان کے پڑوس میں مسلمانوں کا طاقتور پاکستان بھی موجود ہو اور اس کو ان کی امداد و تحفظ کا پورا خیال بھی ہو اور پاکستانی خطہ دوسری آزاد اسلامی ممالک سے متصل بھی واقع ہو۔ خدا جانے لوگ ہندو قوم سے اس قدر

خائف کیوں ہیں کہ کسی نے اس کی اکثریت کی غلامی سے نکلنے کا نام لیا اور وہ سمجھے کہ بس ہمارا خاتمہ ہوا۔ (۲۲۳)

مسلمانان ہندوستان نے یہ بات اچھی طرح محسوس کر لی تھی کہ اگر اکثریت نے ان کی طرف سے پیٹھ پھیر لی تو تمام آئینی یا قانونی تحفظات یوں ہی دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ ۲۸/ اگست ۱۹۳۸ء کو مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے اس بات کا فیصلہ ایک قرارداد کے ذریعے کر لیا تھا کہ وہ اب کسی فریب نظر میں مبتلا نہیں ہے (۲۲۴) جب کہ اس سے قبل قائد اعظم محمد علی جناح نے یہ اعلان کیا تھا کہ ”مختلف قومیتوں والی مملکت میں اکثریت کی حکومت کام نہیں کر سکتی۔“ (۲۲۵)

نظریہ پاکستان کی اساس:

نظریہ پاکستان پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

”ایک مرتبہ کم از کم پاکستانی نظریہ کا تجربہ کر کے تو دیکھ لیں اگر ناکام رہے گا تو بھی یہ موقع تو ہر وقت حاصل ہے کہ پھر اپنے کو ہندو اکثریت کی غلامی کے سپرد کر دیں۔ اصل یہ ہے کہ ابھی تک آزاد اور طاقتور پاکستان کا تصور ہی ان کے ذہن میں نہیں ورنہ اس طرح کے رکیک شبہات دق نہ کرتے۔“ رہی پاکستان کی مادی و اقتصادی وسائل کی بحث اور اس میں معدنیات وغیرہ کی قلت کا سوال اس کا مختصر جواب خود مسٹر جناح ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ (Associated Press of America) کے نمائندہ کو اپنے ایک بیان میں دے چکے ہیں۔

سرسپرو کمیٹی کے دو ارکان سر ہومی مودی اور ڈاکٹر جان متھائی نے جو یادداشت پیش کی تھی، اس میں بھی پاکستان کے اقتصادی پہلو کا کچھ حل بتایا گیا ہے۔ (۲۲۶)

پاکستان کی اقتصادیات:

پاکستان کی اقتصادیات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

بعض مسلمان ماہرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت جو رقم پاکستان اپنے مصارف کے لیے مرکزی حکومت سے وصول کرتا ہے، ان سے کہیں زیادہ وہ مرکزی خزانہ میں داخل کرتا ہے۔ (۲۲۷) گویا مجموعی حیثیت سے ہم خسارہ میں رہتے ہیں جب پاکستان علیحدہ ہوگا تو دولت کی وہ نہر جو اب گنگا جمنا (۲۲۸) کے میدانوں کو سیراب کرتی ہے پاکستان کے میدانوں کو گلزار بنانے میں صرف ہوگی۔

اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ سندھ (۲۲۹) اور بلوچستان (۲۳۰) کے صوبہ جات پر مٹی کے تیل کے چشمے برآمد ہوئے ہیں، اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں سے اتنا تیل دستیاب ہو سکے گا جو کل ہندوستان اور پاکستان کے لیے کفایت کرے گا۔ علاوہ ازیں پاکستان کی زمین ہندوستان کی زمین سے زیادہ زرخیز ہے اور اس میں ہر قسم کی پیداوار ہو سکتی

ہے، بلوچستان کا ساحلی (مکران کا علاقہ) (۲۳۱) مچھلیوں کے لیے مشہور ہے، اس صنعت کو بھی فروغ دیا جاسکتا ہے۔ جنگلات اور ان سے متعلقہ صنعتوں کو بھی ترقی دی جاسکتی ہے، یہ ذرائع آمدنی گو سر دست ہمارے لیے بالکل بے کار ہیں، لیکن ذرا سی اقتصادی شعور اور تدبر سے ریگ زار کو باغ عدن بنایا جاسکتا ہے۔ گراں بار طرزِ حکومت اور ملازمین کے گراں قدر مشاہروں میں تخفیف کی جاسکتی ہے، ہمارے معدنی ذرائع بھی امید افزا ہیں۔ (۲۳۲)

شمال مغربی علاقوں کی وضاحت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ میں شمالی علاقوں میں جن معدنیات یا قدرتی وسائل کی کمی تھی، اس پر اپنے اظہارِ خیال کو اس طرح سے واضح فرمایا:

شمال مغربی (۲۳۳) علاقہ میں کوئلہ کی کمی ہے، لیکن جہاں تک اس کمی کا تعلق ہے، ہمارے دریاؤں نے ہمیں اس سے بے نیاز کردیا ہے۔ دریا تمام برفانی پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور اپنے راستہ میں جابجا آب شاریں بناتے ہیں، جن سے بجلی کی بے پناہ قوت حاصل کی جاسکتی ہے، جو آج کل ہائیڈرو الیکٹرک کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے دوسرے پاور ہاؤس قائم ہوجانے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بجلی کتنی وافر مقدار میں پیدا کی جاسکتی ہے اور ہم کس حد تک کوئلہ سے بے نیاز ہوسکتے ہیں۔ کوئلے سے بے نیاز کرنے کے لیے مٹی کا تیل اور پیٹرول بھی ہمارا معاون ہوگا اور ان سب اشیاء کے استعمال سے معدنی، صنعتی اور زرعی پیداوار کو آسانی اور کامیابی کے ساتھ بڑھایا جاسکتا ہے، اب اگر ایسا نہیں ہورہا ہو تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ جن ہاتھوں میں پاکستان کی قسمت ہے، وہ مخلص اور دیانت دار نہیں۔ اور وہ دل سے پاکستان کو اپنا دستِ نگر اور محتاج بنانے کے خواہاں ہیں۔ (۲۳۴)

پاکستان کا قیام ان علاقوں میں ہونے والا تھا کہ جہاں پر مسلمانوں کی اکثریت تھی، اس اکثریتی صوبے میں شمال مغربی صوبہ سرحد (NWFP) بھی شامل تھا۔ خوش قسمتی سے پاکستان کے حصے میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان جیسے علاقے شامل ہورہے تھے جن کی زرخیزی آج بھی قابل تعریف ہے۔ (۲۳۵)

پاکستان کے صوبوں کی زرخیزی:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے سرزمینِ پاکستان کی زرخیزی کا دفاع کرتے ہوئے اپنے خیالات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

ہم معترضین کی چشم بصیرت وا کرنے کے لیے پنجاب کے سابق فنانشل کمشنر مسٹر ایچ کیلورٹ کی مشہور تصنیف، ”پنجاب کی دولت و فراغت“ سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں۔

”آل انڈیا فیڈریشن کا جز بننے سے پنجاب پر اقتصادی موت طاری ہوجائے گی اور اس کی تمام تر ذمے داری ان لوگوں پر

عائد ہوگی جو غیر پنجابی ہوں گے، مگر جو مرکز میں براجمان ہوکر مرکز کے مفاد کے لحاظ سے پنجاب کا خون شیر مادر کی طرح پی جائیں گے، وفاقی دستور کے ماتحت تقسیم دولت کے جملہ وسائل اغیار کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ ریلوے، ڈاک اور تار بری اور بحری ذرائع رسل ورسائل تمام کے تمام صوبائی خودمختاری کے حلقہ اختیار سے باہر ہوں گے حتیٰ کہ پنجاب کی پیداوار کے لیے منڈیاں تلاش کرنا اور ان کو مناسب قیمتوں میں فروخت کرنا اور اس قسم کے دوسرے اہم کام ان کے سپرد ہوں گے، جنہیں پنجاب سے کوئی ہمدردی نہیں ہوگی۔ نرخوں کا تعین خارجی اثرات سے انجام پزیر ہوگا۔ (۲۳۶) درآمد برآمد کے سلسلے میں پالیسی سراسر مرکزی حکومت کی حکومت ہوگی۔ پنجاب کے لیے سب سے زیادہ خطرناک چیز بمبئی کے کارخانے داروں کا وہ مہلک اثر ہے، جس کے باعث وہ مرکزی حکومت کو محصولات کا لالچ دے کر تحفظ صنعت پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ اس کے بہادر اور تنومند باشندے بمبئی کے فریب کار اور خود غرض تاجروں کے سامنے مجبور محض ہوں گے، جن کی ہوس رانیوں نے پہلے ہی ہندوستان بھر کے مفاد کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔ (۲۳۷)

پنجاب کے مسلمانوں کی طرح سرحد کے غیور پٹھانوں کی زندگی بھی ”خان برادران“ کے آمرانہ رویہ نے دوبھر کر رکھی تھی۔ یہاں بھی کانگریس کے مسلمان ایجنٹ اس کی مسلم کش پالیسی پر عمل کر رہے تھے، آخر سرحدی پٹھان کب تک اس ”مطلق العنان“ وزارت کی مسلم کشی کا شکار ہوتے رہتے۔“ (۲۳۸)

پنجاب کی زرخیزی کا احوال:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پنجاب (پانچ دریاؤں کی سرزمین) (۲۳۹) کی زرخیزی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پنجاب فیڈریشن میں اقلیت کی حیثیت سے شامل ہوگا اور فیڈریشن کے ناخداؤں کو اس کی ترقی اور تنزلی سے کوئی سروکار نہیں ہوگا اور اگر پنجاب اپنی گزشتہ روایات کا تحفظ اور اقتصادی آبرو کی بقاء چاہتا ہے تو اسے ضرور اکثریت پیدا کرنی چاہیے اور وہ اکثریت دوسرے ہمسایہ زرعی صوبوں کو اپنے ساتھ ملانے سے ہو سکتی ہے۔ مرکزی حکومت جب اپنے ذرائع آمدنی بڑھانے کے لیے اور بمبئی (۲۴۰) کے تاجروں کی صنعت کو فروغ دینے کی خاطر بیرونی اشیاء کی درآمد پر بھاری محصولات لگائے گی تو غیر ممالک بھی ہندوستان کی برآمد پر جواباً اسی قسم کی پابندی عائد کریں گے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان کی برآمد کا بیشتر حصہ خام اشیاء پر مشتمل ہے، جو زیادہ تر پنجاب، سندھ وغیرہ جیسے زرعی صوبے مہیا کرتے ہیں، اس لیے بائیکاٹ کی زد سیدھی ان صوبوں کی ۸۰ فیصدی آبادی پر پڑے گی، جن کا روزگار ان خام اشیاء کی پیداوار پر منحصر ہے اور اغلب ہے کہ ان صوبوں کے جفاکش کسان تنگ دستی کے مرض میں مبتلا ہوکر راہئ ملک بقا ہوں اور ان کی سرسبز اور لہلہاتی کھیتیاں ہمیشہ کے لیے خزاں کی نذر ہو جائیں۔

برما (۲۴۱) نے علیحدہ ہوکر اپنا مستقبل محفوظ کر لیا ہے۔ اب زرعی صوبہ جات کے لیے اپنی یقینی بربادی سے بچنے کی واحد

صورت یہی ہے کہ وہ صنعتی صوبہ جات سے علیحدہ ہو کر اپنی جداگانہ فیڈریشن قائم کریں۔ (۲۴۲)

اگر پنجاب (۲۴۳)، سرحد (۲۴۴)، بلوچستان (۲۴۵) اور سندھ (۲۴۶)، اور وہ ریاستیں جو این ڈبلیو آر (N W R) سے ملحق ہیں، اپنی علیحدہ فیڈریشن (۲۴۷) قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ ان خطرناک نتائج سے بچ سکتے ہیں، جو لازمی طور پر انہیں مرکزی حکومت کی تجارتی حکمت عملی کے طفیل بھگتنے پڑیں گے۔ (۲۴۸)

پاکستان کی اقتصادی وسیاسی پوزیشن:

بابو رام شرما نے پاکستان کی اقتصادی و سیاسی پوزیشن کے عنوان سے مقامی اخبار میں ایک مضمون تحریر کیا جو کہ کافی معلومات سے لبریز ہے، اس پر وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے سرزمینِ پاکستان کے صوبوں کی معدنیات کے حق میں دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

کسی ملک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لینے کے لیے بنیادی طور پر تین چیزیں سامنے ہوتی ہیں۔

اول:۔ اس ملک کی آبادی
دوم:۔ اس ملک کی معدنیات
سوم:۔ اس ملک کی زرعی پیداوار

آبادی کے لحاظ سے شمالی مغربی پاکستان کی آبادی تقریباً ساڑھے تین کروڑ اور شمالی مشرقی پاکستان کی آبادی ساڑھے تین کروڑ کے لگ بھگ ہے جو یورپ کے سب سے بڑے ملک روس کو چھوڑ کر یورپ کے تمام ممالک سے زیادہ ہے، یعنی سات کروڑ کی آبادی یورپ کے کسی ملک کی بھی نہیں ہے اور غالباً یورپی رشیا (Rushia) کی بھی اتنی نہیں ہے، اس لیے آبادی کے لحاظ سے پاکستان ایک بہت بڑا طاقتور ملک ہے اور اس کے باشندے نہایت خوب صورت، لانبے، مضبوط اور سڈول جسم کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ فوج میں ۶۰ فیصد بھرتی اسی خطہ پاکستان سے لی جاتی ہے، اس کی آبادی قدرتی طور پر سپاہی ہے۔ (۲۴۹)

اور اس سات کروڑ آبادی میں سے تقریباً دو کروڑ فوج تیار ہو سکتی ہے، معدنیات کے لحاظ سے ہمالیہ کا پہاڑ (۲۵۰) کا بیشتر حصہ پاکستان میں سے گزرتا ہے جو ریسرچ کرنے پر معدنیات سے بھرپور ہے۔ نمک (کھیوڑہ) (۲۵۱) اور مٹی کا تیل (اٹک) (۲۵۲) پنجاب میں کافی مقدار میں موجود ہے اور سیمنٹ کے لیے بھی یہاں بہت بڑا وسیع میدان ہے۔ کوئلے کی کمی مشرقی بنگال (۲۵۳) سے پوری کی جا سکتی ہے، جہاں ہائیڈرو الیکٹرک پاورز دنیا کی بہت بڑی الیکٹرک پاورز میں سے ایک ہے، جس سے نیشنل لائن پر بہت بڑا کام کیا جا سکتا ہے، جو پاکستانی باشندوں کے لیے بہت بڑی خوشحالی کا باعث بن سکتی ہے، عمارتی لکڑی پنجاب میں ضرورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے، اس لیے معدنیات کے اعتبار سے پاکستان کا علاقہ کچھ

کم زرخیز نہیں ہے۔ زرعی اعتبار سے پاکستان دنیا کا بہترین خطہ ہے، پاکستان آج بھی دنیا کا بہت بڑا گندم پیدا کرنے والا ملک ہے، حالانکہ ابھی سائنٹفک طور پر اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا کوئی انتظام نہیں اگر سائنٹفک اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا انتظام کرلیا جائے اور اس کے خشک علاقوں میں آب پاشی کا انتظام ہوجائے تو یقیناً پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ گندم پیدا کرنے والا ملک ہوسکتا ہے۔ (۲۵۴)

ہماری صنعت وتجارت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے صنعت وتجارت جوکہ کسی بھی ملک کی ترقی وکامیابی میں اہم کردار ادا کرتی ہے، اس حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

کشمیر (۲۵۵) اور بلوچستان کے خشک اور تر میوہ جات پاکستان کی آبادی کی صحت اور خوشحالی میں بہت معاون ہوسکتے ہیں، نیز کشمیر کی جڑی بوٹیوں (Medical Plants) سے بہت زیادہ مالی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ کشمیر کی اون، ریشم کی دستکاری کو اگر آرگنائز کرلیا جائے تو بھوکے کشمیر کو مالا مال کیا جاسکتا ہے۔ (۲۵٦)

دودھ، گھی اور مکھن کے لیے مویشی انسانی زندگی کی جان ہیں اور یہ بات ہر شخص پر عیاں ہے کہ پنجاب کے پاکستانی علاقہ میں بہترین مویشی پالے جاتے ہیں۔ اس علاقہ کی گائے بھینیں اور بکری بہت زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ اونٹ اور بیل زرعی کاموں میں بہت مضبوط اور کارآمد ہیں اور سچ پوچھیے تو گھوڑا جو سواری کے لیے بہترین جانور ہے، ملتان (۲۵۷) اور سندھ (۲۵۸) کے سوائے ہندوستان میں اور کہیں ہوتا ہی نہیں۔ (۲۵۹)

کانگریسی حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ بے پناہ مظالم ہوئے۔ پورے ملک میں اس کو مذموم قرار دیا گیا۔ حالات نے مسلمانوں کو ایک نئے عزم وحوصلے سے کھڑا ہونے میں کامیاب کیا۔ ہندی زبان، ودیا مندر اسکیم اور بندے ماترم نے ہندو ذہن کی قلعی کھول دی۔ (۲٦۰)

سید حسن ریاض اپنی کتاب "پاکستان ناگزیر تھا" میں تحریر کرتے ہیں:

"جب مسلمانوں پر ہندوؤں کے حملے زیادہ بڑھے، سرکاری طاقت کا استعمال کیا گیا تو میں ایک دفعہ قائداعظم محمد علی جناح کے پاس گیا اور متعلقہ مسئلہ پر دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ دل کو زور سے دبا کر دیکھو یہ زخموں سے چُور ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے مشکل یہ ہے کہ میں چور پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔" (۲٦۱)

محل وقوع وجغرافیائی اہمیت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نہ صرف یہ کہ ایک ممتاز عالم دین کی حیثیت سے اسلامیانِ ہندوستان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے

رہے تھے بلکہ وہ برصغیر خصوصاً تحریکِ پاکستان کے لیے نہایت ہی باریک بینی سے سیاست ملی سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ ایک ماہر سیاست داں اور امورِ خارجہ کی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ آپ نے جغرافیائی اور محل وقوع کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تقریر میں ان خیالات کا اظہار فرمایا:

”کسی ملک کا محل وقوع بھی اس کی ترقی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی ملک وحشی ممالک کا ہمسایہ ہے تو اس کے لیے ترقی کے مواقع بہت کم ہیں، اگر سمندر نہ لگتا ہو اور اندرونی نقل وحرکت کے ذرائع موجود نہ ہوں تو وہ ملک تجارتی لحاظ سے ترقی یافتہ نہیں ہوسکتا۔ آیئے شمال مغربی پاکستان کا محل وقوع دیکھیے، ایک طرف افغانستان (۲۶۲) اور روس (۲۶۳) دوسری جانب ایران (۲۶۴) اور ایک طرف بحیرہ عرب (۲۶۵) واقع ہے۔ افغانستان کے ساتھ اناج کے تبادلہ میں پھل اور میوے لیے جاسکتے ہیں اور مشرقی مقبوضات اپنی ضروریات کے مطابق پورا اناج پیدا کرنے کے اہل نہیں ہیں، اس لیے روس سے اناج کے مقابلہ میں مشینری لی جاسکتی ہے۔“ (۲۶۶)

روس، افغانستان، ایران اور افریقہ سے براہِ راست تعلق ہے کراچی (۲۶۷) جو کمرشل اور فوجی نقطہ نگاہ سے ہندوستان کی واحد بندرگاہ تصور کی جاتی ہے، پاکستان میں واقع ہے جس سے گندم اور کپاس کی برآمد ہوتی ہے۔ سودیشی نقطہ نگاہ سے بمبئی (ممبئی) (۲۶۸) کی بندرگاہ جو بدیشی مال درآمد کرکے ملک کو اقتصادی لوٹ کا شکار بناتی ہے، بالکل ناکارہ ہے۔ اندرونی نقل وحرکت کے لیے پاکستان میں ریل کا جال بچھا ہوا ہے۔ نیز دریاؤں سے کامیاب طور پر تجارتی نقل وحرکت کی جاسکتی ہے۔ پاکستانی خطہ میں نہ صرف بڑے بڑے دریا بہتے ہیں بلکہ ہندوستان کو سیراب کرنے والے دریا گنگا، جمنا بھی اسی پاکستان کی سرزمین سے نکلتے ہیں، اگر ان کے منبع پر سائنٹفک طریقہ سے کام لے کر گنگا اور جمنا کا پانی ستلج (۲۶۹) اور بیاس (۲۷۰) میں منتقل کردیا جائے تو پاکستان کا کونہ کونہ سیراب ہوسکتا ہے۔ دریاؤں کے رخ موڑنے کا کامیاب تجربہ امریکہ میں ہوچکا ہے، پانامہ نہر کے بناتے وقت ایک دریا کا پانی کئی سالوں تک دوسرے راستے سے خارج کیا گیا تھا، اب شمالی مشرقی پاکستان (۲۷۱) کو لیجیے اس میں کوئلہ بہ افراط ملتا ہے، بلکہ ہندوستان کی آج تمام ضروریات بنگال (بنگلہ دیش) (۲۷۲) کے کوئلے سے پوری ہو رہی ہیں۔ بنگال اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ چاول پیدا کرتا ہے اور پٹ سن اس کی خاص انڈسٹری ہے، اگر اسے نیشنل لائن پر چلایا جائے تو تمام مشرقی پاکستان (۲۷۳) محض پٹ سن کے علاقہ سے مالا مال ہوسکتا ہے، اس سرزمین کو بھی بڑے بڑے دریا سیراب کرتے ہیں جو تجارتی نقل وحرکت کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ (۲۷۴)

مولانا شبیر احمد عثمانی سیاست کے میدان میں تحریکِ پاکستان کے آخری ایام میں ہراول دستے کے طور پر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے ضعیفی اور کمزوری کو بھی مات دیتے ہوئے مسلم لیگ و قائدِاعظم محمد علی جناح اور مسلمانانِ ہند کے لیے برسرپیکار (پیکار) نظر آتے ہیں، آپ نے اپنے موقف اور دلائل سے قیامِ پاکستان کی حمایت کی اور یہ آپ ہی جیسے علمائے دین کا کمال تھا کہ مسلم لیگ اپنے آخری ایام میں شاندار کامیابی حاصل کرتی گئی اور پاکستان کے حصول کا خواب قریب سے قریب تر ہوتا گیا۔

پاکستانی بندرگاہیں اور باہر کی دنیا کی تجارتی اہمیت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستانی بندرگاہوں اور باہر کی دنیا کی تجارتی اہمیت کے پیش نظر فرماتے ہیں:

کلکتہ (۲۷۵) ہندوستان کی سب سے اہم بندرگاہ ہے اور اس کی کھاڑی بنگال کے جہازوں کے لیے محفوظ ترین بندرگاہ ہے جو پاکستان کی ایک بہت بڑی بحری قوت بننے میں مدد دے سکتی ہے اور اس سے پٹ سن کے مصنوعات اور چاول وغیرہ کی برآمد آسٹریلیا (۲۷۶)، ملایا اور سنگاپور (۲۷۷) کو کی جاسکتی ہے اور ادھر سے سماٹرا، جاوا جو آبادی کے لحاظ سے پاکستان ہی کے برابر ہیں، ان کے مصالحہ جات براستہ کلکتہ درآمد کر کے ہندوستان میں برآمد کیے جاسکتے ہیں اور مچھلی بھی اندرونی ہند میں برآمد کی جاسکتی ہے، سب سے معرکہ کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کی دوطرفہ سرحد پاکستان کے ہاتھ میں ہے، اس لیے چین (۲۷۸)، روس، تبت (۲۷۹) افغانستان کو براہ راست پاکستان سے معاہدات کرنے ہوں گے اور ان عہد ناموں کی موجودگی پاکستان کو بین الاقوامی طور پر ایک بہت اہم ملک بنادیتی ہے۔ (۲۸۰)

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں، میں اپنے بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جو بیان کی گئی ہیں، اگر ان کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایک غیر جانبدار آدمی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتا ہے کہ پاکستان اقتصادی، معدنی اور زرعی طور پر ہندوستان سے کہیں زیادہ بہتر پوزیشن میں ہوگا اور شاید ہندوؤں کے دل میں یہی جذبہ کام کر رہا ہے کہ پاکستان کی علیحدگی سے ان کی اپنی اقتصادی پوزیشن کو بہت نقصان پہنچے گا اور اس جذبے کے اظہار کو وہ پاکستان کی مالی، اقتصادی اور سیاسی نقصان سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۲۸۱)

سن ۱۹۴۳ء میں لارڈ لن تھگو کی جگہ لارڈ ویول وائسرائے ہند بن کر آئے۔ اس نے ۲۴ جون ۱۹۴۵ء کو شملہ میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں مختلف جماعتوں کے نمائندہ شامل تھے۔ (۲۸۲)

۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک کا عرصہ ہندوستانی سیاست میں حالات وواقعات کی انتہائی تیز رفتاری کا دور ہے۔ دوسری عالمگیر جنگ (۱۹۳۹ء۔۱۹۴۵ء) کے بعد ایک طرف خود انگریزوں نے یہ محسوس کرلیا کہ اب وہ زیادہ دیر تک ہندوستان پر اپنا تسلط برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ دوسری طرف انڈین نیشنل کانگریس کے جھنڈے تلے ہندوؤں اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے جدوجہد آزادی کو تیز تر کردیا اور تیسری طرف مسلمانان ہند کا سواد اعظم مسلم لیگ کے جھنڈے تلے حصول پاکستان کی جدوجہد میں مشغول ہوگیا۔ (۲۸۳)

برادرانِ وطن کی گھبراہٹ و پریشانی پر تبصرہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے برادرانِ وطن کی پریشانی اور گھبراہٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

ابھی حال ہی میں ایک مسلمان اخبار نے پاکستان کے متعلق ہندو کے اقتصادی نقطہ نظر کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے:

ہندو سوچتا ہے کہ بھارت ورش (۲۸۴)، جاوا (۲۸۵)، برما (۲۸۶) چین (۲۸۷) جاپان (۲۸۸) اور آسٹریلیا کی تمام تجارت کلکتہ کی بندرگاہ سے ہوتی ہے، بنگال میں پاکستان بن گیا تو یہ سب تجارت گئی، عرب ایران اور عراق کی تجارت کا ذریعہ کراچی ہے۔ (۲۸۹)

ایران اور موصل (۲۹۰) کا تیل کراچی کے قریب ہے اور برما کا تیل کلکتہ کے قریب ہے اگر بنگال وسندھ میں پاکستان بن گیا تو یہ سب تجارتیں بھی گئیں۔ عراق، ایران اور برما کے تیل کی کمپنیاں پاکستانیوں کے ہاتھ آسکتی ہیں، اس صورت میں ہندو کا کیا بنے گا۔

ہندو سوچتا ہے کہ کشمیر کے میوے گئے، کابل کے سردے (۲۹۱) گئے چمن کے انگور (۲۹۲) گئے، افغانستان کے خشک میووں کی تجارت گئی، بنگال کا چاول اور جوٹ گیا۔ پنجاب کی اجناس گئیں۔ برما عراق اور ایران اپنے تیل کے لیے اپنی ہمسایہ پاکستانی بندرگاہوں (کراچی، کلکتہ) کو ترجیح دیں گے، تیل بھی ہوگا، ہندوستان میں کسی بھی دوسری جگہ تیل نہیں ہے، ان دردناک حالات میں ہندوؤں کا کیا بنے گا۔ اچھا ان سب باتوں کو رہنے دیجیے پھر کیا کوئی قوم اپنے موجودہ اقتصادی وسائل کی قلت پر نظر کر کے غلامی کی ذلت کو آزادی کی زندگی پر ترجیح دے گی؟ آپ سرحد کے آزاد، قبائل کا حال نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی بڑی قاہر سلطنت کے مقابلہ میں باوجود انتہائی بے سروسامانی کے کب سے اپنی آزادی کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ (۲۹۳)

اس سے پیشتر کہ انگریز مرکزی حکومت میں اساسی تبدیلی کے لیے کوئی موثر ذریعہ اختیار کرتے اس امر کو محسوس کرلیا گیا تھا کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ (۲۹۴)

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۴۵ء کے الیکشن میں تو جمعیت العلماء اسلام کے قائدین میں سے ہر ایک نے اپنی جگہ بہت کام کیا لیکن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی بساط اور طاقت سے زیادہ جدوجہد کی۔ اور آپ دونوں کی کاوشوں اور کوششوں سے مسلم لیگ کئی حلقوں میں واضح اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ قائدین جمعیت العلماء اسلام نے نہ صرف تقریری اور تحریری طور پر مسلم لیگ کی حمایت کی بلکہ حصول پاکستان کے لیے مسلمانان ہند پر زور دیا کہ ان پر شرعی طور پر مسلم لیگ کو ووٹ دینا ضروری ہے۔ (۲۹۵)

قیامِ پاکستان کے لیے خطبات وعلمی مباحث:

قیامِ پاکستان کے سلسلے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمات ان کے خطبات وعلمی مباحث کی صورت میں ہمیں ملتے ہیں۔ جن کا تذکرہ دورِ حاضر میں بیان کرنا وقت اور حالات اور مملکت خداداد پاکستان کے عوام کے سامنے نہایت ضروری ہے۔

انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کرنا ایک ناگزیر تقاضا:

انگریزوں کی غلامی کے حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک موقع پر فرمایا:

اگر آپ کی سب حجتیں درست مان لیں جائیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہندوستان کے مسلمان کو کبھی اور کسی جگہ ایسا ارادہ

اور نیت ہی نہ کرنی چاہیے کہ وہ ہندو اکثریت کے زیرِ نگیں رہے اور ان سے حقوق و تحفظات کی بھیک مانگنے سے انکار کرے آپ نے یہ بھی خوب کہی کہ پاکستان ماننے کی صورت میں انگریز کی دائمی غلامی مسلمانوں پر مسلط رہے گی، کیا آپ نے پڑھا نہیں کہ بار بار قائدین لیگ اعلان کر رہے ہیں کہ آج کانگریس مسلمانوں کا یہ منصفانہ اور صحیح مطالبہ تسلیم کرے تو کل صبح کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے دونوں قومیں کامل تعاون اور وحدت عمل کے ساتھ آزادی کی جنگ دوش بدوش ہو کر لڑیں گی بلکہ مسلمان اس میں پیش پیش رہیں گے۔ اب اگر ہندو کا یہ دلی منشا ہی نہ ہو کہ ملک کو اجنبی غلامی سے آزاد کرائے بلکہ یہ ہی مقصد ہو کہ مسلمانوں کو دائما اپنی اکثریت کا محکوم رکھے تو وہ ہی آزادی ملک کے راستہ میں سنگِ راہ بنے گا اور مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔

مطالبہ پاکستان کا انکار کر کے انگریز کو یہ موقع تو خود ہندو دے رہا ہے کہ وہ ہم کو باہم ٹکراتا اور لڑاتا رہے، دونوں قوموں کی بیک وقت آزادی تسلیم کر لینے سے تو آپس کے سب جھگڑے مٹ جائیں گے اور دونوں ایک دوسرے کے احساسات کی قدر کرنا سیکھیں گے۔

بے شک انگریزی حکومت، اختیار خود اپنے مفاد کو ترک نہیں کر سکتی، لیکن اگر حکومت ہندوستانیوں کو اُلو بناتی ہے تو وہ خود اُلو کیوں بنتے ہیں۔ ان کو لازم ہے کہ بے جا تعلقات اور تنگ نظریوں سے بالاتر ہو کر فراخ دلی کے ساتھ معاملہ کرنا سیکھیں اور ایک دوسرے کے صحیح اور جائز احساسات کی رعایت اور قدر کریں اور غیر ملکی حکومت کے جال میں نہ پھنسیں۔ (۲۹۶)

قیام پاکستان کے سلسلے میں علماء کے لیے جو اصل متحرک چیز تھی وہ صرف یہی تھی کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسا خطہ حاصل ہو جہاں وہ آزاد طریقے سے دین اسلام پر عمل کر سکیں اور ان پر کسی کافرانہ طاقت کا غلبہ نہ ہو اور اس تقاضے کو تقویت اس وجہ سے خاص طور پر حاصل ہوئی کہ مشترکہ ہند میں کانگریسی دور وزارت (۱۹۳۷ء-۱۹۳۹ء) میں صوبہ بہار اور اڑیسہ کے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے چنانچہ ان خونی اور ہلاکت خیزی کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ مشترکہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ اقتدار قبول کرنے سے مسلمان اقامت دین، قوانین اسلام کے نفاذ اور اسلامی روایات کے فروغ اور احیاء کے لیے کچھ نہ کر سکیں گے۔ (۲۹۷)

پاکستان کا قانون:

پاکستان کے قانون کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے خیالات کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

یہ کہنا حیرت انگیز ہے کہ پاکستان کی حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی جو دین و مذہب سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے اور اپنی حکومت میں سول میرج جیسے قوانین بنائیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ پاکستانی حکومت ایسے ہاتھوں میں جانے ہی کیوں دیتے ہیں یہ قصور تو آپ کا ہے آج اگر تمام علماء مسلم لیگ میں آ جائیں اور لاکھوں صحیح الخیال و صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اس کا ممبر بنائیں پھر اکثریت آپ کی ہو گی آپ ہر

طرح کی اصلاح جمہور کی طاقت کو ساتھ لے کر کر سکیں گے اور ناقابلِ اصلاح ہونے کی تقدیر پر فاسد عنصر کو نکال باہر کریں گے، بہر حال ان مشکلات کا واحد حل یہی ہے ورنہ کیا ہندو اکثریت کی حکومت سے آپ یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے دین و مذہب کے تحفظ کی ضامن و کفیل ہوگی۔ اگر کلمہ پڑھنے والوں سے آپ اپنی مذہبی بات نہیں منوا سکتے تو کھلے ہوئے کافروں سے کس طرح تسلیم کرائیں گے؟ (۲۹۸)

کانگریسی وزارتوں (۱۹۳۷ء) (۲۹۹) کے زمانہ میں جو دردناک مظالم ہوئے انہیں چھوڑ کر کیا واردھا اسکیم (۳۰۰) ہی آپ کانگریس سے منسوخ کرانے میں کامیاب ہو گئے، جس کی پُرزور مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور سے کی۔ (۳۰۱)

بعض سیاسی اور آئینی امور کے ماہرین اور تجزیہ نویسوں کا کہنا ہے کہ کانگریس میں شامل مسلمان جید علماء متحدہ ہندوستان کے علمبردار تھے جبکہ بعض جماعتوں کی طرف سے یہ فتویٰ جاری ہوا کہ پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے انتخابات میں حصہ نہ لیا جائے۔ مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے حامی علماء کے لیے یہ ایک صبر آزما اور مشکل ترین وقت تھا، لیکن قدرت نے مسلم لیگ کے حامی علماء کی اس مصیبت کی گھڑی میں رہنمائی اور مدد کی اور مسلم لیگ و قائداعظم محمد علی جناح سے وابستگی رکھنے والے علماء آخر کار پاکستان کو اپنی منزل بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ (۳۰۲)

"پاکستان ناگزیر تھا" کے مصنف سید حسین ریاض اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان سمجھوتے میں ہمیشہ یہ نیشنلسٹ مسلمان مانع آئے، اگر یہ درمیان میں نہ ہوتے تو ہندو مسلم مسئلہ ہرگز اتنی پیچیدگی اختیار نہ کرتا۔ ہندوؤں کو بہت پہلے مسلمانوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا اور وہ حقیقتیں ان کے سامنے آجاتیں جو آخرکار تقسیم کا باعث ہوئیں۔" (۳۰۳)

جمعیت العلمائے ہند کا فارمولا:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت العلمائے ہند کے فارمولے کے متعلق فرمایا:

کیا جمعیت العلماء کا موجودہ فارمولا ہی کانگریس اور دوسری اقوام متعلقہ سے منظور کرالیا ہے یا محض ہوا پر قلعہ تعمیر کیا جارہا ہے۔ پہلے جمعیت العلمائے ہند اپنا فارمولا کانگریس وغیرہ سے تسلیم کرائے، تب دوسری مسلمان جماعتوں سے دریافت کیجیے کہ تم اسے تسلیم کرتے ہو یا نہیں عجیب بات ہے کہ کانگریس میں دوسری اقوام غالبہ کی شرکت کے لیے تو ہم کو معاہدہ کی ضرورت نہیں، مگر مسلم لیگ میں شریک ہونے یا اس کی تائید کرنے کے لیے جس کا دروازہ تمام مسلمانوں کے لیے کھلا ہوا ہے، پہلے معاہدہ کی ضرورت ہے، گویا مشرکین کی بات پر تو ہم اعتماد کر سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ کسی درجہ میں بھی حسنِ ظن باقی نہیں رکھ سکتے۔ مسلم لیگ کے شائع شدہ دستور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے تمام شرعی معاملات میں سنیوں کے علماء اور شیعوں کے مجتہدین کی رایوں کو معتبر رکھا جائے گا پھر سب وعدے اور اعلانات کی پابندی کرانا کسی

طاقت ہی سے ممکن ہے، مسلم لیگ میں جمہور اہلِ اسلام کی طاقت کو ساتھ لے کر وعدے وفا کرانے کا ہر وقت موقع ہے، کانگریس میں کبھی یہ امکان ہی نہیں بجز اس کے اکثریت اپنے لطف وکرم سے ہم کو بھی زندہ رہنے کا حق عنایت فرمادے، کیا اس قدر واضح اور کھلی ہوئی حقائق کی موجودگی میں کوئی مسلمان شرط سلامتی ہوش وحواس یہ گمان کرسکتا ہے کہ چند منفرد و منتشر مسلمانوں کا کانگریس میں شریک ہوکر مسلم لیگ کے خلاف محاذ بنانا صحیح ہوگا، بار بار سوچیے اور فہم ودیانت سے کام لیجیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ صحیح حقیقت سب کے دلوں پر منکشف (ظاہر) فرمادے۔ اور جو موقع حسن اتفاق سے کلمہ گو کی تنظیم کا کفار مجاہدین کے مقابلے پر اس وقت اللہ کی رحمت سے ہاتھ آگیا ہے وہ ضائع نہ ہوجائے۔ سب مسلمان ایک دل وایک جان ایک زبان ہوکر اپنا متفقہ مطالبہ حکومت اور کانگریس دونوں کے سامنے رکھیں تو کس کی مجال ہے کہ دس کروڑ فرزندانِ توحید کی ہر قوت و پر ہیبت آواز کو یوں ہی بے اعتنائی سے ٹھکرادے اور اگر ایسا ہو بھی تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے ٹھکرانے کے بعد وہ دنیا میں چین سے بیٹھ کر حکومت کرتے رہیں گے۔ (۳۰۴)

جمہور مسلمانوں کا مطالبہ:

جمہور مسلمانوں کا مطالبہ کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

یاد رکھیے مسلمان اب بیدار ہوچکا ہے، اس نے اپنی منزل مقصود معلوم کرلی ہے اور اپنا نصب العین خوب سمجھ لیا ہے، وہ اس راستہ میں جان و مال نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا، خوش قسمتی سے بہت سے علماء اُمت اور اکثر مشائخ طریقت نے مذہبی نقطہ نظر سے پاکستان کی حمایت وتائید کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ اپنے پیرووں کو برابر یہ تلقین کررہے ہیں کہ پاکستان اور مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی انتہائی سعی کریں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں، کیونکہ اس وقت مسلمانانِ ہند کی موت وحیات کا مسئلہ ہے۔ (۳۰۵) اب ہم مضمون پاکستان کو چوہدری رحمت علی (۱۸۹۴ء-۱۹۵۱ء) (۳۰۶) کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو ترکی کے شہرہ آفاق خاتون خالدہ ادیب خانم (۱۸۸۴ء-۱۹۶۴ء) کی کتاب ''درون ہند'' سے ماخوذ ہیں۔ انہوں نے اسلامی ہند کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان نیشنل تحریک (۳۰۷) پر ایک باب تحریر کیا ہے اور اس سلسلے میں چوہدری رحمت علی سے پیرس (۳۰۸) (فرانس) اور لندن (۳۰۹) (برطانیہ) میں دو دفعہ ملاقات کی ہے اور پاکستان کا باب ان ہی ملاقاتوں کا نتیجہ ہے۔ اس باب میں سے ہم چند سطور ذیل میں درج کرتے ہیں۔

''ہماری تجویز ایک آزاد اور علیحدہ پاکستان کا تصور ہے، جو شمال کے پانچ صوبوں پر مشتمل ہے اور جس کا سیاسی درجہ دیگر مہذب اقوام کے برابر ہوگا، ہمارا یقین ہے کہ یہ حل دونوں قوموں (پاکستان کے مسلمان اور ہندوستان کے ہندوؤں) کے لیے آبرومندانہ زندگی کا تحفظ کرے گا اور دونوں کو برطانوی شہنشاہیت کا آلہ کار بننے سے بچائے گا ہم مسلمانوں کا ہندو اکثریت میں مدغم ہوجانا سیاسی موت کے مترادف ہوگا۔ (۳۱۰)

جمعیت العلماء اسلام کے قائدین کا نظریہ یہ تھا کہ اس وقت برِ صغیر پاک و ہند کی جو پیچیدہ صورتحال ہے اس کا واحد حل صرف اور صرف یہ ہے کہ پاکستان حاصل کیا جائے ورنہ ہندو اکثریت سے خود کو بچانا نہایت ہی مشکل ہوگا۔ اس لیے مسلمانانِ ہند مسلم لیگ کا مکمل ساتھ دیں۔(۳۱۱)

علامہ اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے ایک خط میں تحریر کرتے ہیں:

''میرے خیال میں جو کچھ موجودہ ہندوستان جدوجہد دستور میں ہے بالکل مایوس کن ہے۔ مسلم صوبوں کا جداگانہ وفاق ہو یہ وہ واحد صورت ہے جس کے ذریعے مسلمان پرامن ہندوستان حاصل کر سکتے ہیں۔''(۳۱۲)

جس بات نے مسلمانان ہند کے جوش و جذبات اور ملی کردار کو ابھارا وہ درحقیقت ایک صحیح اسلامی معاشرے کی ''نشاۃ الثانیہ'' کی خواہش اور تمنا تھی جس میں عدل ہو، جمہوری مساوات ہو، عدل انسانی کا تصور قرآن وسنت کے عین مطابق ہو اور یہی وجہ تھی کہ مسلم لیگ ہر ایک کے دل میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوگئی اور اسی بنیاد پر اقلیتی صوبوں کے مسلمان تحریک پاکستان کا دل و جان کے ساتھ دینے پر تیار ہوئے۔(۳۱۳)

ملّی خودکشی کے معنی:

ملّی خودکشی کے معنی اور اس کی مضمرات کو واضح کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

کیا تاریخ عالم میں ایسی ایک بھی مثال ملتی ہے کہ ایک قوم نے ہمسایہ قوم کے اتحاد کے لیے ملی خودکشی کی ہو۔ شکست ایک بُری چیز ہے، لیکن بغیر مقابلہ کے ہتھیار ڈال دینا گناہِ عظیم ہے، ہم جانتے ہیں کہ برطانوی راج اور ہندو وطن پرستی اپنی مخصوص مصالح کی خاطر ہم سے متحدہ ہندوستان کے نام پر قومی خودکشی کی توقع رکھتی ہے، لیکن ایسا ہونا قبیل محالات سے ہے۔ ہندوستان کو متحدہ کرنا علیحدہ بات ہے، لیکن پاکستان کو عقب کرنا اور بات ہے یہ ہم کبھی گوارا نہیں کر سکتے، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کشمکش حیات میں چند در چند مصائب میں مبتلا ہیں، لیکن یہ درخشاں حقیقت ہم فراموش نہیں کر سکے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس سرزمین میں ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان مصائب کا نہایت جواں مردی اور کامیابی سے مقابلہ کیا تھا۔(۳۱۴)

ہمارا مستقبل پاکستان سے وابستہ ہے اور ہم اسے زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لیے انتخاب کیا ہے اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی۔ امروز شاید ہمارا مذاق اڑائے، لیکن ہماری آنکھیں صبح فردا کے اس دلفریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں، جس کے پردہ سے ہماری کامرانیوں کا مہر منیر طلوع ہوگا، اس صبح اُمید کی نمود تک ہم تو اُمیدیوں کی شب تار کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔ دیگر اقوامِ عالم کی طرح ہمارے سامنے بھی خدمتِ خلق کا معین مقصد ہے اور وہ اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ ہم پاکستانی رُوح کو منزہ اور محفوظ رکھیں، اندریں حالات اگر ہم قوت متحدہ

ہند یہ کہ بر خود غلط اور خطرناک نظریہ کے لیے اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط ثبت کر دیں تو یہ آئندہ نسلوں سے غداری، اپنی تاریخ سے صریح ظلم اور انسانیت کے خلاف گناہ عظیم ہوگا۔ (۳۱۵)

مسلمان جدید تعلیم سے محرومی کے سبب یا جدید تقاضوں سے آگہی نہ ہونے کی بناء پر قومیت کا صحیح تصور نہ رکھتے تھے۔ اکثریت اسلام کا جذبہ ضرور رکھتی تھی لیکن ایسے بھی مسلمان تھے جو ''سیاست'' اور ''مذہب'' کو ہندوؤں کی طرح علیحدہ جانتے تھے اور اس کے مضمرات کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ (۳۱۶)

پاکستان کا نظام حکومت اور آئینی خدوخال:

پاکستان کا نظام حکومت اور اس کے آئینی و اسلامی خدوخال کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا:

''اب آپ نے سمجھ لیا ہے کہ پاکستان کیا ہے؟ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظام حکومت کس قسم کا ہوگا، اس کے متعلق ہم سر دست بدان تفصیلات میں جائے ان ہی اعلانات پر اکتفا کرتے ہیں، جو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائد اعظم محمد علی جناح اس کے سیکریٹری جنرل لیاقت علی خان (۳۱۷) اور اس کی مجلس عمل کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۴ء-۱۹۵۸ء) (۳۱۸) وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں کہ سرزمین پاکستان میں قرآن کریم کے سیاسی اصولوں کی بنیادوں پر اسلام کی حکومت عادلہ قائم ہوگی، جس میں تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ ذمہ داران لیگ کے اعلانات پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اس قدر وضاحت کرنے کی اجازت دی جائے کہ یہ اعلیٰ اور پاک نصب العین ممکن ہے، بتدریج حاصل ہو، تاہم ہر دوسرا قدم جو اٹھایا جائے گا انشاء اللہ پہلے قدم سے زیادہ مسلم قوم کو اس محبوب نصب العین سے قریب تر کرے گا۔ (۳۱۹)

ہاں اس موقع پر میں یہ کہنے کی جرأت ضرور کروں گا کہ پاکستان بنانے والوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ پہلے خود پاک بنیں۔ بلاشبہ پاکی کے درجات ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی درجہ ادنیٰ ترین مسلمان کو بھی حاصل ہے، کیونکہ کفر و شرک کی نجاست سے وہ بہرحال پاک ہوتا ہے، مگر بانیانِ پاکستان کے لیے بہت ہی ادنیٰ درجہ کی پاکی کفالت نہیں کر سکتی۔ لازم ہے کہ پاکستان قائم ہونے سے پہلے وہ زیادہ سے زیادہ پاکیزگی، اپنے اخلاق، اعمال خیالات اور جذبات میں پیدا کریں۔

میں نے میرٹھ کانفرنس (۳۲۰) کے خطبہ صدارت میں اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ متوجہ کیا ہے اور آج پھر کہتا ہوں کہ حقیقی معنی میں پاکستان بنانے والی قوم کے لیے ضرورت ہے کہ وہ خود پاکیزہ اخلاق و اطوار کا نمونہ بنے اور اس کے ساتھ تحصیل پاکستان کے ذرائع و وسائل مہیا کرنے میں انتھک جدوجہد سے کام لے وہ ذرائع و وسائل کیا ہیں۔ اس کی تفصیلات تو حالات کے اقتضاء سے وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہیں گی فی الحال تو ہماری تمام تر مساعی اس نقطہ پر مرکوز ہونی چاہیے کہ ایک طرف حکومت اور دوسری جانب ہندوستان میں بسنے والی قوموں پر یہ ثابت کر دیں کہ یہاں کے جمہور مسلمانوں نے آخری طور پر فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم پاکستان لے کر رہیں گے جس کا ثبوت پیش کرنا صرف مسلمان ووٹرز کے

قومی احساس اور فرض شناسی پر منحصر ہے۔ (۳۲۱)

مسلم لیگ کے لیے یہ لمحہ پریشان کن تھا کہ جن علاقوں میں پاکستان قائم ہونا تھا وہاں کے قوم پرست اور اقتدار پرست مسلمان بالعموم اور غیر مسلم بالخصوص پاکستان کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ ان صوبوں میں جن میں پنجاب، سندھ، سرحد وغیرہ میں مسلم لیگ کی اکثریت نہ تھی لیکن اس کے باوجود پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن میں مسلم لیگ کو واضح کامیابی حاصل ہوئی۔ (۳۲۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر ہم خیال علماء پاکستان کی حمایت اور مسلم لیگ کی امداد کے لیے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئے اور ۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات کے سلسلے میں مسلمانان ہند کے ذہنوں کو مسلم لیگ اور قیام پاکستان کے حوالے سے واضح کیا۔ لوگوں کے ذہنوں میں پاکستان کی اہمیت اجاگر کی اور لوگوں کے دل و دماغ کو کانگریس اور دیگر حلیف جماعتوں سے متنفر کر کے مسلم لیگ کی طرف مائل کیا۔ چنانچہ جمعیت العلماء اسلام کے قائدین کی شبانہ روز محنت کوشش رنگ لائی اور متحدہ ہندوستان کا بت ریزہ ریزہ ہوگیا اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی اور ان علاقوں میں مسلم لیگ کا طوطی بولنے لگا جہاں مسلمانوں کی اقلیت تھی۔ (۳۲۳)

مسلم لیگ کی انتخابی معرکے میں کامیابی اور علامہ عثمانیؒ کا تجزیہ:

مسلم لیگ نے ۴۶-۱۹۴۵ء کے مرکزی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کی، مسلم لیگ کی انتخابی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

الحمدللہ "سینٹرل (مرکزی) اسمبلی" کے انتخابات میں انہوں نے بہت ہی صاف طور پر اس کا ثبوت پیش کر دیا، اس کا دوسرا مرحلہ شروع ہے اور محض تائید ربانی سے آثار ایسے پیدا ہیں کہ اس مرحلہ پر بھی ہمارا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت نہ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس ایک دو ماہ میں مسلمان چین سے نہ بیٹھیں اور ہر فرد مسلم اپنی اپنی جگہ مطالعہ پاکستان کو حق بجانب ظاہر کرنے کے لیے ہر امکان کوشش عمل میں لائے۔ کاش جو مسلمان اس مطالبہ سے علیحدہ ہیں وہ بھی اس وقت متفق ہوتے یا کم از کم برسرپیکار نہ ہوتے تو یہ سہولت اور بلا ادنیٰ مقابلہ کے ہمارا یہ قومی نصب العین انگریز اور ہندوؤں سے تسلیم کرایا جاسکتا۔ خصوصیت کے ساتھ ہمارے احرار بھائی پہلے مسلم لیگ کے ساتھ ہوکر ہندوستان میں کوئی مناسب زمین حاصل کر لیتے پھر وہاں حکومتِ الٰہیہ کی مضبوط عمارت بنوانے کی خدمت پوری قوت کے ساتھ انجام دیتے۔ افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

"تجری الریاح بمالا تشتھی السفن واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لایعلمون" (۳۲۴)

بہر صورت اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس معرکہ انتخاب میں حصولِ پاکستان کے پیش نظر مسلم لیگ کی آواز کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور موثر بنانے کی کوشش کریں۔ میں اس بے خبر نہیں کہ محض الیکشن کی کامیابی ہم کو پاکستان نہیں دلواسکتی۔

الیکشن ختم ہونے کے بعد دیکھنا ہے کہ بین الاقوامی سیاست اور ہندوستان کی سخت اضطرابی کیفیات کا اثر حکومتِ برطانیہ کے دماغ وقلب پر کیا پڑتا ہے اور ہماری ہمسایہ اقوام کہاں تک ٹھنڈے دماغ سے جمہور مسلمین کے منصفانہ مطالبہ پر غور کرتے اور اس پر پورے ملک کی بہتری اور امن وخوشحالی کا کس حد تک پاس ولحاظ رکھتے ہیں۔ اگر امن پسندانہ آزادی، صلح وآشتی، نیک خواہی اور خیر سگالی کے جذبات یہاں کی اقوام میں کارفرما ہوئے تو مسلمان آگے بڑھ کر جوش کے ساتھ اس کا خیر مقدم کریں گے، ورنہ جو غیر خوشگوار حالات پیش آئیں گے، ان کے لیے ہم کو بہر حال سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ (۳۲۵)

مخالفت کی تیرہ وتاریک گھٹائیں ہر طرف سے امنڈ کر آرہی تھیں اس مہیب طوفان کو روکنے کے لیے صرف دس کروڑ نہتے مسلمان تھے جو مخالف ہواؤں کے ہر تیز وتند جھونکے کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے تھے ان کے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوئی اور نہ وہ کسی سے مرعوب ہوئے مخالفت کی بھیانک آوازوں کے ساتھ ان کی کوششوں کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔ ایک مردِ مجاہد اسلامی پرچم ہوا میں لہراتا ہوا منزلِ مقصود کی طرف اپنی قوم کی رہنمائی کر رہا تھا اور قوم کے قدم مردانہ وار آگے کی سمت بڑھتے جارہے تھے تمام غیر مدلل اعلانات اور آمریت کا قائداعظم محمد علی جناح کے پاس صرف ایک جواب تھا کہ ”وقت آنے پر مسلمان بھی بتادیں گے کہ کون زیادہ خون بہا سکتا ہے۔“ (۳۲۶)

مسلمان حصولِ پاکستان کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار تھے، ۱۰ کروڑ نفوس قائداعظم محمد علی جناح کے ایک اشارہ پر دنیا کی تمام طاقتوں سے ٹکرا سکتے تھے۔ مسلمانوں کا عزم واستقلال کس منزل تک پہنچ چکا تھا اور وہ حصولِ پاکستان کے لیے کیا کرسکتے تھے اس کا جواب قائداعظم محمد علی جناح اور مولانا حسرت موہانی (رئیس الاحرار) کی زبان سے ملاحظہ ہو:

”مسٹر جناح ہی ایک ایسے لیڈر ہیں جو مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے میں کامیاب ہوئے ہیں، وہ صحیح معنوں میں قائداعظم کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ مسلمانانِ ہند کے سیاسی مسیحا ہیں میں حکومتِ برطانیہ کو خبردار کرتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کے مطالبہ کو تسلیم نہ کیا گیا تو اسلامی ہند مکمل طور پر بغاوت کردے گا۔“ (۳۲۷)

ہمارا قومی نعرہ:

مسلمانوں کے قومی تشخص اور قومی نعرہ کے حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

اس موقع پر ہمارا قومی نعرہ وہی ہوگا، جو روہیل کھنڈ (۳۲۸) کے آخری ہیرو حافظ رحمت خان (۳۲۹) نے اپنے تاریخی خط میں شجاع الدولہ کو لکھا تھا کہ:

”جواں مرداں نتابنداز کسے روئے
ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گوئے“

حالات کا آخری نتیجہ کچھ بھی ہو اور اسی منزل کے قطع کرنے میں کچھ بھی مصائب کسی طرف سے پیش آئیں، مگر ہندی

مسلمان اب جاگنے کے بعد پھر سونے کا اور اٹھنے کے بعد بیٹھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرنا شاد سہی   مشغول تو ہے بیدار تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہر چند بگولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے   اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بے چین سہی برباد سہی
وہ خوش کہ کروں گا قتل اسے یا قید قفس میں رکھوں گا   میں خوش کہ وہ طالب تو ہے میرا، صیاد سہی جلاد سہی

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۴ جولائی ۱۹۴۵ء کو ایک پریس کانفرنس کے دوران ''ویول پلان'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''ویول پلان'' کے مطالعہ اور غور و خوض کے بعد ہم پر یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ وہ محض ایک فریب ہے اور ہمارے خلاف ایک گروہ وہ تھا جو مسٹر گاندھی کی ہندو کانگریس پر مشتمل تھا اور جو متحدہ ہندوستان کی قومی آزادی کا علمبردار ہے اور دوسرا گروہ لارڈ ویول، گلینسی (گورنر پنجاب) اور خضر حیات (وزیراعظم پنجاب) کا ہے جن میں سے ایک پر ہندوستان کی جغرافیائی وحدت کا الہام ہوا ہے اور دوسرے دو پنجاب کے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں، ہم کو ایسے انتظام میں شامل کرنے کی کوشش کی جارہی تھی کہ جس کو اگر ہم منظور کر لیتے جیسا کہ لارڈ ویول چاہتے تھے تو ہم اپنی موت کے فرمان پر خود دستخط کر دیتے۔ (۳۳۰)

یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خطاب:

یونینسٹ پارٹی پنجاب میں کانگریس کے لیے کام کر رہی تھی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے یونیسٹ پارٹی کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اب رخصت ہونے سے پہلے مجھے دو لفظ اور کہنے دیجیے جو یہاں کی برسرِ حکومت پارٹی سے متعلق ہیں، میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یونیسٹ پارٹی (۳۳۱) کے مسلم ارکان باوجود پاکستان کے حامی ہونے کے کس نوعیت کا اختلاف مسلم لیگ سے رکھتے ہیں۔ میں ایک غیر سیاسی آدمی ہوں ایسے دقیق سیاسی اختلافات کا سمجھنا شاید میری دسترس سے باہر ہے، اخبارات و جرائد سے جو کچھ مجھے اندازہ ہوا، وہ یہ ہے کہ اصولاً اختلاف زیادہ شدید قسم کا معلوم نہیں ہوتا، مگر اس نے عملاً ایک سخت نوعیت اختیار کر لی ہے، کیا پنجاب میں کوئی سمجھ دار اور باا‌ثر ایسا نہیں ہے جو اختلاف کی اس گتھی کو سلجھا سکے۔ اوس و خزرج (۳۳۲) کی ایک سو بیس سالہ جنگ کے اثرات کو اسلام کی ربانی تاثیر نے ایک آن میں ختم کر دیا تھا۔

کیا آج ہمارا مشترک جذبہ اسلامیت اور اعلیٰ قومی مفاد کا تصور ایسے حقیر نزاعات کو ایسے نازک موقع پر ختم نہیں کر سکتا، ضرور کر سکتا ہے، مگر وہ ختم کرنا اسی خداوند قدوس کے نام پر ممکن ہوگا، جس کا واسطہ دینا الیکشن کے زمانہ میں جرم قرار دے دیا گیا۔ (۳۳۳)

اکبر الہ آبادی (۳۳۴) نے شاید اسی دن کے لیے کہا تھا:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے، جا جا کے تھانے میں   کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

اب فرمائیے اگر گلینسی (۳۳۵) ہمارا خضر راہ بن جائے اور خضر راہ ہی راستہ سے ہٹانے لگے تو صحیح رہنمائی کی توقع

کس طرح کی جا سکتی ہے۔ بارے خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے یہ سیاسی مہم سر کرنے کے لیے اپنا رہنما چن لیا ہے، جس نے عظیم ترین قومی تنظیم کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے، حق تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ (۳۳۶)

میں سمجھتا ہوں کہ خطبہ بلا ارادہ طویل ہوتا جا رہا ہے اور جمعیت العلمائے اسلام (۳۳۷) کے دوسرے اعلیٰ ترین مقاصد پر جو اس کے مفصل نظام نامہ کے پڑھنے سے آپ پر واضح ہوں گے اور جن کا تعلق محض ہنگامی صورتحال سے نہیں۔ میں اس پر کوئی بحث نہیں کر سکا، اپنی اس تفصیل کا مجھے اعتراف ہے لیکن وقتی مسئلہ نے بہت وقت لے لیا، ادھر طویل علالت کے اثرات سے میں اس قابل نہیں کہ مزید محنت برداشت کر سکوں۔ میں تھک چکا اور میرے خیال میں آپ بھی سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے، اس لیے آخر میں آپ کی قدر افزائی اور مہمان نوازی کے شکریہ کے ساتھ اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

اللّٰھم انصُر من نصر دین محمد ﷺ وجعلنا منھُم و اخذُل من خذل دین محمد ﷺ ولا تجعلنا منھم
سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علیٰ المرسلین والحمدللّٰہ رب العالمین (۳۳۸)

نوٹ:۔

میرٹھ (۳۳۹) کانفرنس کے خطبہ صدارت میں ایک جزو زیر عنوان ''ووٹروں سے خطاب'' شائع ہو چکا ہے، اگر آپ چاہیں تو اس خطبہ کا جزو بنا سکتے ہیں، کیونکہ اس کی ضرورت آج کل ہر جگہ ہے اور مناسب سمجھیں تو علیحدہ بھی اس کو شائع کر سکتے ہیں۔

آخر میں مجلس استقبالیہ اور اس کے سرگرم عہدے داران بالخصوص مولانا غلام مرشدؒ صدر جمعیت العلمائے اسلام پنجاب، خان صاحب، چوہدری عبدالکریم، جنرل سیکریٹری مجلس استقبالیہ جمعیت العلمائے اسلام پنجاب اور ملک لال خان آرگنائزنگ سیکریٹری استقبالیہ جمعیت العلمائے اسلام و عزیز مولوی محمد متینؒ خطیب دیوبند نائب ناظم کل ہند جمعیت علمائے اسلام کا دلی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جن کی انتھک کوششوں اور قربانیوں سے یہ کانفرنس انعقاد پزیر ہو سکی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان حضرات کے دلوں میں خدمتِ اسلام کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا فرما دیا، جس کا اثر یہ ہے کہ آج ہم اس قدر عظیم الشان اجتماع اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، اگر یہ حضرات اپنے وقت عزیز کو اس قدر سرگرمی سے مفاد ملت کے لیے وقف نہ فرماتے تو شاید ہم اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ (۳۴۰)

حواشی و حوالہ جات فصل دوم

(۱) مدنی، سید حسین احمد/ جمعیت العلماء کیا ہے؟، لاہور، جمعیت علمائے پاکستان، سن ندارد، ص ۱۳

Sharif-al-Mujahid/ communal riots/ in a history of freedom movement vol: IV Part III Karachi ☆ 1970-pp-42-49

(۲) جعفری، رئیس احمد/ حیات محمد علی جناح، لاہور، ص ۲۴۹

☆ احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۲۳

(۳) زبیری، ظفر احمد/ مطالعہ و تاریخ پاکستان، عالیہ پبلشنگ ہاؤس، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۳۲۳

(۴) اشرف، علامہ خلیل/ پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں، ص ۱۷۵

(۵) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، (حیات امداد اللہ)، ص ۵۵۳

(۶) انڈین اینول رجسٹر/ پارٹ II، ۱۹۳۹ء، ص ۳۲۸

☆ قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۸۸

(۷) ٹائمز آف انڈیا/ مورخہ ۷ راگست ۱۹۳۹ء، ص ۲۸_۲۹

(۸) پروفیسر، میاں شمس الدین/ تحریک و تاریک پاکستان، ص ۱۰۴

(۹) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۱۶۹

(۱۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۵

(۱۱) صاحبزادہ، عبدالرسول/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۵۹

(۱۲) محمد اعظم، چوہدری ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، ص ۱۸

(۱۳) شاہد مختار/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، لاہور، شاہد بک ڈپو، ۱۹۹۹ء، ص ۴

V.D. Sararkar/ The war of Independence, 1857, 1909 ☆

(۱۴) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۵۰۴

(۱۵) فائق، کامران/ تحریک پاکستان اور ہماری جدوجہد آزادی، ص ۲۹۱

(۱۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۰

(۱۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۵

(۱۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۰

(۱۹) اسلام، سراج/ تذکرے و تبصرے، کراچی، غضنفر اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۹۱

☆ ہاشمی، نسیم انوار/ میزان تنقید، کراچی، کراچی بک سینٹر، ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۳

(۲۰) شیرکوٹی، انوار الحسن، حیات عثمانی، ص ۵۰۵

(۲۱) ایضاً

(۲۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۶

(۲۳) ایضاً

(۲۴) شیرکوٹی، انوار الحسن، حیات عثمانی، ص ۵۰۸

(۲۵) مسلم عرب ۷۱۲ء میں فاتح کی حیثیت سے آئے اور ۱۲۰۶ء میں باقاعدہ حکومت کی بنیاد رکھی۔ اور ۱۸۵۷ء تک حکمرانی کرتے رہے۔ اور آخر کار ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوئے اور ان کی آٹھ سو سالہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو اپنا ماتحت کر لیا۔

(۲۶) شاہد، مختار، قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۸۔۹
(۲۷) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۔۲

☆ انگریز:

۱۲۰۰ء میں انگریز قوم انگلستان سے تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے۔ اور ۱۸۵۷ء میں اس نے اس سرزمین پر اپنی حکمرانی کے جھنڈے بلند کر دیے۔

(۲۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۶
(۲۹) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۲
(۳۰) شاہد، مختار، قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۸
(۳۱) احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۵۳
(۳۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان آئین و جمہوریہ کا مطالعہ، ص ۵۴
(۳۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۲
(۳۴) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان آئین و جمہوریہ کا مطالعہ، ص ۴۳
(۳۵) شاہد، مختار/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۹
(۳۶) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۲۰۷
(۳۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۷
(۳۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۲
(۳۹) شاہد، مختار، قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۰
(۴۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۳
(۴۱) ایضاً
(۴۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۸
(۴۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۳
(۴۴) قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند ملت اسلامیہ، ص ۳۸۸
☆ سلیم، پروفیسر محمد/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۵۷
☆ علوی، ڈاکٹر خالد/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۵۶
(۴۵) محمود، سید قاسم/ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۲۵۰
(۴۶) گوہر، حفیظ/ پاکستانی شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۴۴
(۴۷) شیبانی، امام محمد بن حسن/ السیر الکبیر، مقام اشاعت ندارد، سن ندارد، ص ندارد
(۴۸) امیر علی، سید/ روح اسلام، ص ۴۷۳
(۴۹) عبدالرؤف، ڈاکٹر/ بچوں کے لیے حدیث، کراچی، فیروز سنز، سن ندارد، ص ۱۷۔۱۸

☆ حدیث کے جن ۶ مجموعوں کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی، ان کو صحاح ستہ کہتے ہیں، جن کے نام یہ ہیں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ،

صحیح بخاری:

اس مشہور مجموعے کو مرتب کرنے والے عالم محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن معیز ہیں، آپ کا مختصر نام امام بخاری ہے۔ آپ ۱۹۴ھ میں ایران میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں ۶۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ صحیح بخاری، صرف صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہیں۔ امام بخاری نے ۱۶ سال کی مسلسل تحقیق اور جانفشانی کے بعد اپنے مجموعے کے لیے ۷۲۷۵ حدیثوں کا انتخاب کیا۔ قرآن کے بعد صحیح بخاری حدیث کی سب سے زیادہ قابل اعتبار اور مستند کتاب تصور کی جاتی ہے۔

(۵۰) عبدالرؤف، ڈاکٹر/ بچوں کے لیے حدیث، کراچی، فیروز سنز، سن ندارد، ص ۱۸

☆ **صحیح مسلم:**

صحیح بخاری کے بعد حدیث کی مستند کتاب "صحیح مسلم" ہے۔ جس کو مختصر طور پر مسلم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو ترتیب دینے والے بزرگ جن کا نام امام مسلم بن حجاج القشیری نیشاپوری ہے۔ تاریخ میں آپ کا مختصر نام امام مسلم ہے۔ آپ ۲۰۲ھ میں ایران کے شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے اور ۲۶۱ھ میں وفات پاگئے۔ امام مسلم نے ۱۵ برس کی تحقیق کے بعد ۱۲۰۰۰ حدیثوں کو جمع کر کے اپنا مجموعہ شائع کیا۔

(۵۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۹

(۵۲) ایضاً

(۵۳) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۳۹

(۵۴) شاہد، مختار/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۴

(۵۵) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۳

(۵۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۰

(۵۷) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۴

(۵۸) پیرزادہ، شریف الدین/ پاکستان منزل بہ منزل، کراچی، بک اشاعت گھر، ۱۹۶۵ء، ص ۳۷۶

(۵۹) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۴۹

(۶۰) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۵

. Shamloo/ speeches and statements of Iqbal, Lahore 1948-p-4-6☆

(۶۱) شاہد، مختار/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۶۔۱۷

(۶۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۰

(۶۳) ابدالی، سید رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۹۳

☆ **نواب محمد اسماعیل خان:**

تحریک پاکستان کی تاریخ میں نواب محمد اسماعیل خان کا نام آل انڈیا مسلم لیگ کے انتہائی سرگرم کارکنوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ اگست ۱۸۸۴ء میں یوپی کے شہر آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام محمد اسحٰق خان تھا۔ ابتدائی تعلیم آگرہ میں حاصل کی۔ علی گڑھ اور کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ انگلینڈ سے واپس آکر میرٹھ میں وکالت شروع کی۔ موتی لعل نہرو کے ساتھ کچھ عرصہ کام کیا۔ ۱۹۱۷ء میں بال گنگا دھر تلک کی ہوم رول لیگ تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ میرٹھ ہی میں سیتارام کے تعاون سے رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاجی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ تحریک خلافت ۱۹۱۹ء میں علی برادران کا بھرپور انداز میں ساتھ دیا۔ آپ نے ساری زندگی مسلم لیگ، تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے گرد گھومتی رہی۔ آخرکار قیام پاکستان کے بعد ۲۸ جون ۱۹۵۸ء کو وفات پاگئے۔

(۶۴) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۵

(۶۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۱

(۶۶) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۶

(۶۷) احمد، وسیم/ اسباب تقسیم ہند، ص ۴۷

☆ خطبۂ قائداعظم، مسلم لیگ کا جلسۂ میرٹھ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(۶۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۲
(۶۹) شاہد، مختار، قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۹
☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۵۷
☆ خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۴۹
(۷۰) شاہد، مختار/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۹
(۷۱) ریاض الاسلام/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۵۱
(۷۲) خان، حفیظ الرحمٰن/ تعارف، ملتان، کاروان ادب، ۱۹۷۷ء، ص ۲۴۳
(۷۳) رزاق، ڈاکٹر ایم اے/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۵۰
(۷۴) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۴۹
(۷۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۶۔۱۷۷
(۷۶) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۵۹
☆ ابدالی، سید رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۹۰
☆ صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۱۵۴
(۷۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۲
(۷۸) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ میرٹھ، ہندوستان، ۱۹۴۵ء، ص ۲۴
(۷۹) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۷
(۸۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۳
(۸۱) ایضاً
(۸۲) ہاشمی، جسیم اختر/ مضامین وتنقید، ص ۱۳۳
(۸۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۸
(۸۴) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ میرٹھ، ہندوستان، ۱۹۴۵ء، ص ۲۶
(۸۵) قرآن مجید/ سورۃ انفال، آیت نمبر ۱۰
☆ قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۳
(۸۶) ایضاً
(۸۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۷۸
(۸۸) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۱۳۹
(۸۹) ظفر محمود احمد، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۹۳
(۹۰) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳
(۹۱) شاکر، امجد علی/ متحدہ قومیت اور اسلام، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۴۷
(۹۲) شاہد، محمد حنیف/ اسلام اور قائداعظم، لندن، انٹرنیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۵ء، ص ۱۷۶۔۱۸۰
(۹۳) ایضاً
(۹۴) رفیق احمد/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۱۵۱
(۹۵) گوہر، حفیظ/ شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵
(۹۶) شاہد، محمد حنیف/ اسلام اور قائداعظم، ص ۱۷۷۔۱۷۸

(۹۷) ایضاً
(۹۸) حیدر، خواجہ رضی/ قائداعظم حیات و خدمات، ص ۹۰
(۹۹) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۱۷۷
(۱۰۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۴
(۱۰۱) معین رحمٰن، ڈاکٹر/ قائداعظم اور لائل پور، ص ۱۱۵
(۱۰۲) جعفری، رئیس احمد/ حیات محمد علی جناح، ص ۵
☆ احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، کراچی، ص ۱۱۵
(۱۰۳) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۵
(۱۰۴) صوفی، غلام حسین/ پاکستان کا مطلب کیا، لاہور، عالمین پریس، ۱۹۸۴ء، ص ۳۵
(۱۰۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۵
(۱۰۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۶
(۱۰۷) خان، ڈاکٹر ایچ بی/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۲۰
☆ بخاری، حافظ سید اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۴
(۱۰۸) الدین، پروفیسر میاں شمس/ تحریک و تحریک پاکستان، ص ۲۳
☆ احمد، قاضی سعید الدین/ پاکستان اور دنیا، ص ۱۹۳
(۱۰۹) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۸
(۱۱۰) ایضاً
(۱۱۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۹
(۱۱۲) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۴۷
(۱۱۳) خورشید احمد/ اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۳ء، ص ۴۷۴
(۱۱۴) اصفہانی، ابوالحسن/ قائداعظم میری نظر میں، کراچی، روکا پرنٹ الحسینی، ۱۹۶۹ء، ص ۱۹۲
(۱۱۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۹
(۱۱۶) عبدالرسول، صاحبزادہ/ تاریخ پاک و ہند، ص ۸۰

☆ مجدد الف ثانی:

مجدد الف ثانی کا اصل نام "شیخ احمد سرہندی" تھا۔ آپ ہندوستان کے شہر سرہند میں ۱۵۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جلال الدین محمد اکبر کے دین الٰہی کے خلاف آواز بلند کی۔ اکبراعظم کا دین الٰہی زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا اور عہد جہانگیری میں (۱۵۶۹۔۱۶۲۷ء) اپنی موت آپ مرگیا۔ حضرت مجدد الف ثانی کا انتقال ۱۶۲۴ء میں ہوا۔

(۱۱۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۹
(۱۱۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۳۶
(۱۱۹) خورشید احمد/ اسلامی نظریہ حیات، ص ۲۵۰
☆ قرآن مجید/ سورۃ النساء، آیت نمبر ۶۲
(۱۲۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۵۱
(۱۲۱) مثالی، یوسف/ مشہور شہروں کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۶۹
(۱۲۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۵۱

(۱۲۳) شاہد، مختار/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۳۔۱۵

(۱۲۴) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۵۱۔۵۲

(۱۲۵) پراچہ، امتیاز/ تاریخ اسلام، ص ۴۸۔۵۱

☆ ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۱

☆ تاریخ ہجرت مدینہ ۶۲۲

جب ظہور اسلام ۶۱۱ کے بعد نبی اکرمؐ نے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا تو مخالفین اسلام نے آپ کو ہر قسم کی ایذا رسانی دینا شروع کردی۔ چنانچہ آپ کو ۱۳ سال بعد ہجرت مدینہ کا حکم ملا چنانچہ آپ اپنے چند قریبی رفقاء کار کے ساتھ مدینہ منورہ (یثرب) کی طرف کو ہجرت فرمائی اور مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت اسلامی کا وہ تاریخی رشتہ استوار کیا جس کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی۔ آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت ۶۲۲ء میں کی۔

(۱۲۶) پراچہ، امتیاز/ تاریخ اسلام، ص ۶۳

☆ ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۱

☆ غزوۂ بدر:

ہجرت کے دوسرے سال یعنی ۲ھ بمطابق ۶۲۴ء میں کفار اور اہل اسلام کا پہلا تاریخ معرکہ بدر کے میدان میں ہوا جس میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی آخرکار اللہ رب العزت نے اس قلیل تعداد کو دشمن پر غالب کیا اور یوں تاریخ اسلامی کی یہ جنگ اہل اسلام کے حصے میں فتح بن کر نمودار ہوئی۔ اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور کفر کا قلعہ ماند پڑ گیا۔

(۱۲۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۵۳

(۱۲۸) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۱

☆ پراچہ، امتیاز/ تاریخ اسلام، ص ۶۳

(۱۲۹) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۶

☆ قرآن مجید/ سورہ انفال

(۱۳۰) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۱۶

(۱۳۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۵۳

(۱۳۲) ایضاً

(۱۳۳) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۱

(۱۳۴) قریشی، پروفیسر محمد صدیق/ حضور اکرمؐ کا نظام جاسوسی، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۰ء، ص ۱۷۳

(۱۳۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۵۳

(۱۳۶) رؤف، ڈاکٹر/ بچوں کے لیے حدیث، ص ۱۶

☆ امام مالک

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد حدیثوں کو باقاعدگی سے جمع کرنے اور ان کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا شرف جس بزرگ کو حاصل ہوا ان کا نام ابو عبداللہ مالک بن انسؓ ہے تاریخ میں آپ کا مختصر نام "امام مالک" ہے آپ بہت بڑے عالم تھے امام مالک ۹۳ھ بمطابق ۷۱۱ء میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷۹ھ بمطابق ۷۹۵ء میں ۸۶ برس کی عمر کو پہنچ کر انتقال فرمایا۔ آپ نے ۶۶ برس تک لوگوں کو حدیث کا درس دیا۔ آپ کی مشہور کتاب کا نام "موطا" ہے جس کے معنی "سجایا ہوا" کے ہیں۔ امام مالک نے موطا کی ترتیب ۱۳۰ھ میں شروع کی اور ۱۳۰ھ بمطابق ۷۵۰ء میں مکمل کردی۔ موطا میں ۱۷۲۰ حدیثیں شامل ہیں۔ یہ کتاب حدیث کا پہلا منظم مجموعہ ہے۔

(۱۳۷) بریلوی، شفیق/ محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۔۳۰

☆ راہی، احمد مصطفیٰ صدیق/ مسلمان فاتحین، ص ۱۳۰

☆ احمد سلیم، پروفیسر/تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۴۳

☆ شہریار، بزرگ بن الرام، ہرمزی/عجائب الہند، انڈیا ۱۹۸۶ء، ص ۱۴۸۔۱۶۵

(۱۳۸) راہی، احمد مصطفیٰ صدیقی/مسلمان فاتحین، ص ۱۴۶

☆ راہی، احمد مصطفیٰ صدیقی/مسلمان فاتحین، ص ۱۴۶

☆ سلیم، پروفیسر/تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۴۳

☆ عبدالرسول، صاحبزادہ/تاریخ پاک و ہند، ص ۱۷

☆ قریشی، اشتیاق حسین/برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۶۴

سلاطین محمود غزنوی

محمود غزنوی ۹۷۱ء میں غزنی جو کہ افغانستان کا ایک علاقہ ہے میں پیدا ہوا اس کے والد کا نام سبکتگین تھا۔ ساری زندگی والد کے ساتھ مہم پر زندگی گزارتا رہا، سبکتگین کی وفات کے بعد غزنی کے تخت پر ۹۹۷ء میں جلوہ افروز ہوا۔ خلیفہ بغداد کی طرف سے اس کو "یمین الدولہ" اور امین الملت کا خطاب ملا۔ اس کی حکومت کو یمینی حکومت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ محمود غزنوی نے تقریباً اپنے دور اقتدار میں ہر سال برصغیر پر حملہ لیا اس نے ہندوستان پر کل ۱۷ حملے کیے۔ اس کا آخری حملہ "سومناتھ کے مندر" پر ہوا۔ عہد غزنوی ہی میں تبلیغ اسلام کا زیادہ فروغ ہوا اور حضرت داتا گنج بخش جیسے بزرگان دین نے لاہور کو اپنی تعلیمات اور فیاضوں سے اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ محمود غزنوی کے عہد کے حالات البیرونی نے "کتاب الہند" میں تحریر کی ہے۔ غزنی کا یہ بادشاہ آخرکار ۱۰۳۰ء میں اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا۔

(۱۳۹) راہی، احمد مصطفیٰ صدیقی/مسلمان فاتحین، ص ۲۰۵

☆ سلیم، پروفیسر محمد/تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۴۳

☆ عبدالرسول، صاحبزادہ/تاریخ پاک و ہند، ص ۳۱

☆ شہاب الدین غوری

شہاب الدین غوری کا اصل نام معز الدین محمد بن سام غوری تھا۔ شہاب الدین غوری نے محمد غزنوی کے بعد ہندوستان پر ۱۱۵۲ء میں حملہ کیا اور ہندوستان کو تخت و تاراج کرتا رہا، آخرکار ۱۲۰۶ء میں اس کے غلام قطب الدین ایبک نے "خاندان غلامان" کے نام سے باقاعدہ طور پر دہلی میں مسلم سلطنت کی بنیاد رکھی آخرکار ۱۲۰۶ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ برصغیر پاک و ہند کی اسلامی تاریخ میں اس کا نام سنہرے حروف میں لکھا جانے کا مستحق ہے۔

(۱۴۰) قاسمی، ابو حمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۵۴

(۱۴۱) ایضاً

(۱۴۲) قریشی، اشتیاق حسین/برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۲۹۴

Syed Amer Ali/ The memories of Rt. Hon'ble/Islamic culture/ Hyderabad Deccon. January 1932-pp 9-10☆

☆ خان، سر سید احمد/رسالہ اسباب بغاوت ہند، کراچی، مقام اشاعت ندارد، ۱۹۵۵ء، ص ۱۳

☆ احمد، وصی/اسباب تقسیم ہند، ص ۱

☆ عبدالرسول، صاحبزادہ/تاریخ پاک و ہند، ص ۳۳۵

☆ محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۲۷

☆ احمد پروفیسر وثیق احمد/تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۱۹

(۱۴۳) میاں شمس الدین، پروفیسر/تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۳۵

☆ قریشی، اشتیاق حسین/برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۶۱

☆ عبدالرسول، صاحبزادہ/تاریخ پاک و ہند، ص ۲۷۵

☆ جعفری، رئیس احمد/سیرت محمد علی، لاہور، مقام اشاعت ندارد، ۱۹۵۰ء، ص ۲۸۱۔۲۷۸

☆ محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۳۷
☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۶۵
(۱۴۴) ہاشمی، انوار/ تہذیب کی کہانی، کراچی، کراچی بک سنٹر، ۱۹۶۵ء، ص ۳۲۳
☆ احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۲۷
Iqbal, Afzal/ My Life a Fragment, Mohd Ali, Lahore. 1942, pp 151-52 ☆
☆ قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۶۰
☆ پیرزادہ، شریف الدین/ پاکستان منزل بہ منزل، ص ۱۳۰
Haq, S Moen.Dr/ A History of Fredon Movement, part I, PP 148☆
☆ عبدالرسول، صاحبزادہ/ تاریخ پاک و ہند، ص ۳۷۹
☆ قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۸
☆ مجاہد شریف/ قائداعظم حیات و خدمات، ص ۳۹
☆ محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۳۱
(۱۴۵) شاہین، رحیم بخش/ نقوش قائداعظم، لاہور، شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص ۱۰۰

☆ ترک موالات ۱۹۲۱

۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم اول کا خاتمہ اور اس کے ساتھ ساتھ خلافت کے مسئلے پر مسلمانوں کے احتجاج نے مسلم سیاست کو ایک نئے اور غیر متوقع موڑ پر لا کھڑا کیا۔ معاہدہ لکھنؤ ۱۹۱۶ء میں مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی حیثیت کو تسلیم کیا جا چکا تھا لیکن خلافت کے لیڈران مسلمانوں کو جوق در جوق انڈین نیشنل کانگریس میں لے گئے جس کی قیادت گاندھی کر رہے تھے نتیجہ ہندو اور مسلمانوں کی ایک مشترک مہم کا برطانوی حکومت کے خلاف آغاز ہوا جس کو "ترک موالات" کا نام دیا گیا یہ تحریک ۱۹۲۱ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۲ء کے اوائل میں ختم ہو گئی اور اس کا ایک عبرت ناک نتیجہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں خون ریز فسادات کی شکل میں رونما ہوا۔

(۱۴۶) میاں شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان ص ۱۴
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۶۰
☆ محمد میاں، مولانا/ علماء حق، حصہ اول، دہلی، ۱۹۴۷ء، ص ۱۰
(۱۴۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۵
(۱۴۸) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۴۶
Pirzada, Sharifuddin/ Foundation of Pakistan, karachi, 1969,p XVIII ☆
☆ شاہجہان پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، ص ۸۸۔۸۹
Rai, Lijpal/ young India, Lahore. 1927, p.131☆
(۱۴۹) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۵

Biman Bihari Mundar/ Indian political Associations and reforms of legislature (1818-1919) Calcutta, 1965, p 233

(۱۵۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۴۷
Rai, Lijpal/ young India, Lahore. 1927, p.131☆
(۱۵۱) احمد، پروفیسر رفیق/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۶۹
☆ قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۷۵

(۱۵۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۱۲۱
☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۰۲
☆ پیرزادہ، شریف الدین/ پاکستان منزل بہ منزل، ص ۱۹۵
(۱۵۳) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۵
(۱۵۴) احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۴۷
(۱۵۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۵
(۱۵۶) خطبہ صدارت قائداعظم لکھنو، اکتوبر ۱۹۳۷ء
☆ احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۴۷
(۱۵۷) شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۵۶

☆ واردھا اسکیم:

واردھا اسکیم مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں تیار کی گئی تھی۔ اس اسکیم کے تحت یہ لازمی تھا کہ سات سال کی عمر کے بچوں سے لے کر چودہ سال تک کی عمر کے بچوں کے لیے لازمی تھا کہ خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو کہ ان کو جبری واردھا اسکیم کے مطابق تعلیم دی جائے۔ اس اسکیم کے نصاب میں متحدہ ہندوستان کی تمام آبادی کو ایک قوم فرض کر لیا گیا۔

☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۰۵
(۱۵۸) مجاہد، شریف/ قائداعظم حیات و خدمات، ص ۹۸
☆ میاں شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۵۷
☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۶
☆ احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، کراچی، ادبی پریس، ۱۹۵۱ء، ص ۵۲

ودیا مندر اسکیم

ودیا مندر اسکیم کو سی پی (CP) کے وزیر اعظم پنڈت شکلا نے جو پنڈت مالویہ کے خاص چیلے تھے اس نے تیار کیا۔ اس اسکیم کی بنیاد شردھانند کی گروکل اسکیم سے ماخوذ تھی۔ اس اسکیم کی تیاری ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء سے شروع ہوئی اور دسمبر ۱۹۳۷ء میں کانگریس نے اس کو منظور کر لیا، لیکن عام مسلمانوں کے سامنے یہ اسکیم مارچ ۱۹۳۸ء میں آئی جب کہ اس کو اسمبلی سے منظور کرایا گیا اسمبلی کے چودہ مسلمان اراکین میں سے تیرہ نے ودھیا مندر اسکیم کے خلاف ووٹ دیا۔ اس اسکیم کے تحت نصاب بنانے کے لیے کوئی مناسب شخص نہ مل سکا تو یہ کام ڈاکٹر ذاکر حسین اور ڈاکٹر اشرف کے سپرد کیا گیا اس اسکیم کے نصاب کے تحت تمام ہندو اور مسلمان طلبہ مہاتما گاندھی کی مورتی کے سامنے پوجا کرتے تھے۔ لباس میں دھوتی شامل تھی تمام طلبہ ہندوانہ گیت گاتے تھے بندے ماترم کا گیت باقاعدہ گایا جاتا تھا۔

(۱۵۹) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۵۔۵۶
(۱۶۰) شاہین، رحیم بخش/ نقوش قائداعظم، لاہور، شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص ۹۹
☆ قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۰
☆ میاں شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۳۴
(۱۶۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۶
Jamiluddin Ahmed/ Some recent speeches and writings of M. A. Jinnah, pp 201-202☆
(۱۶۲) احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۵۵
(۱۶۳) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۶۔۵۷
(۱۶۴) امیر علی، سید/ روح اسلام، ص ۱۴۴

(۱۶۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۷
(۱۶۶) حقانی، مولانا عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۳۷
(۱۶۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۷
(۱۶۸) قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۱۸۵
Saleem M.M. Qureshi/ Politics of Jinnah, Lahore, 1961, pp 123 ☆
Ahmed, Janaid/ Some Aspeats of Pakistan, lahore, 1945(۱۶۹)
Dr. Ayesha Jalal/ The civil spokesman Jinnah, The Muslim League and demand for ☆
Pakistan, Cambridge University 1985, pp 262-270
☆ قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۱۸۷
(۱۷۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۱۸۸
(۱۷۱) میاں شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۶۷
☆ مولانا ظفر علی خان (۱۹۵۶ء۔۱۸۷۳ء)

مولانا ظفر علی خان کا شمار ملت اسلامیہ کے ان اکابر تحریک پاکستان میں ہوتا ہے جن کے احسانات کو برصغیر کے مسلمان تا حیات فراموش نہیں کر سکتے۔ آپ بیک وقت شعلہ بیان خطیب، بے خوف اور بلند کردار صحافی، شاعر اور سب سے بڑھ کر سچے محب وطن تھے۔ آپ ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبے میں ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے مدارج علی گڑھ سے حاصل کی۔ ۱۹۰۲ء میں اپنی ایک رسالہ "افسانہ" جاری کیا۔ ۱۹۰۹ء میں والد کے انتقال کے بعد زمیندار اخبار کی ادارت سنبھالی۔ ۱۹۱۳ء میں مسجد شہید کان پور کا واقعہ رونما ہوا۔ زمیندار نے اس واقعہ پر خوب ہرزہ سرائی کی جس کے نتیجے میں یہ اخبار بند کر دیا گیا۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا ظفر علی خان نے ہفت روزہ "ستارہ صبح" جاری کیا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا ظفر علی خان نے آنجہانی گاندھی کی "ترک تحریک" میں شمولیت اختیار کی اور باغیانہ تقریر کے جرم میں آپ کو تین سال کی جیل کی سزا ہوئی۔ ۱۹۲۳ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس سے منسلک ہو گئے۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں آپ نے مرکزی اسمبلی میں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد لاہور کی تائید پنجاب کے نمائندے کے طور پر بھرپور انداز میں کی۔ ۴۶۔۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں لاہور میں وفات پائی۔

☆ روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۹۹ء
☆ خان، سکندر حیات، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان، تصور و ارتقاء، ص ۱۱۹
(۱۷۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۸
(۱۷۳) احمد، قاسمی، سعید الدین/ پاکستان اور دنیا، نیویارک، ص ۲۹۳
☆ اقبال، صدف/ معلومات عامہ، راولپنڈی، نواب سنز پبلی کیشنز، ۲۰۰۵، ص ۳۰۱۔۳۰۲

☆ آسٹریلیا

براعظم آسٹریلیا جس کا سرکاری نام فیڈریشن آف آسٹریلیا ہے۔ اس کا کل رقبہ ۷،۶۸۲،۳۰۰ مربع کلومیٹر ہے جب کہ اس کی آبادی ایک کروڑ ۸۸ لاکھ ہے۔ اس کا دارالحکومت کینبرا ہے اس کی کرنسی آسٹریلین ڈالر ہے یہاں کی آب و ہوا خشک، گرم اور بارشیں کم ہوتی ہیں اس کے بڑے اور مشہور شہر کینبرا، نیوکاسل، ہوبرٹ، سڈنی، میلبورن، برسبین، پرتھ، ایڈیلیڈ وغیرہ ہیں یہ ملک معدنیات اور قدرتی ذخائر سے مالا مال ہے۔ آسٹریلیا نصف کرہ جنوبی میں ایک براعظم اور بڑا جزیرہ ہے جو دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے۔

(۱۷۴) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، راولپنڈی، ص ۳۰۲۔۳۰۳
☆ احمد قاسمی، سعید الدین/ پاکستان اور دنیا، ص ۳۰۰

☆ نیوزی لینڈ

نیوزی لینڈ کا سرکاری نام "دولت مشترکہ نیوزی لینڈ" ہے اور اس کا محل وقوع جنوب مغربی بحرالکاہل اس کا دارالحکومت ولنگٹن ہے۔ نیوزی لینڈ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ہی اقوام متحدہ کا ممبر بنا اس کی کرنسی نیوزی لینڈ ڈالر کہلاتی ہے اس کے بڑے شہر کرائسٹ چرچ، ولنگٹن، نیپیر، آکلینڈ وغیرہ ہیں، زرعی و معدنی دولت سے مالا مال ملک ہے۔

(۱۷۵) سعید الدین احمد، قاضی، ڈاکٹر/ پاکستان اور دنیا، ص ۳۰۳۔۳۰۴

☆ کینیڈا

کینیڈا شمالی امریکہ کا ایک ملک ہے اس کے دارالحکومت کا نام اوٹاوہ ہے اس کا رقبہ ۹۹۷۰۶۱۰ مربع کلومیٹر ہے اس ملک میں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے جنگلات بھی اس ملک میں بہت زیادہ ہیں اس کا پرانا نام نیو فرانس تھا اس علاقے میں برف باری بھی ہوتی ہے معدنیات اور صنعتی اعتبار سے مالا مال ہے۔

(۱۷۶) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۱۶۹۔۱۷۰

(۱۷۷) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۹

(۱۷۸) احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۲۶

(۱۷۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۱۱

☆ حسن ریاض، سید/ پاکستان ناگزیر تھا، ص ۲۲۵

(۱۸۰) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۹۶

(۱۸۱) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۳۰۔۳۱

(۱۸۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۵۹

(۱۸۳) وثیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۲۳۲

☆ ہاشمی، انوار/ تہذیب کی کہانی، ص ۴۴۱

☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۶۳

☆ شملہ کانفرنس

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے دوسری جنگ عظیم کے اختتامی مراحل پر ۱۹۴۵ء میں ایک منصوبہ پیش کیا تھا اور اس منصوبے پر بات چیت کے لیے ۲۵ جون ۱۹۴۵ء کو شملہ میں کانفرنس ہوئی جس میں تمام پارٹیوں کے سربراہ اور نمائندے جمع ہوئے تھے کانگریس کی نمائندگی مولانا ابوالکلام آزاد کر رہے تھے۔ سر فضل حسین نے یونینسٹ پارٹی کی نمائندگی۔ قائداعظم مسلم لیگ کی نمائندگی کر رہے تھے قائداعظم نے شملہ کانفرنس کے آخر میں انتخابات کا مطالبہ کر لیا وائسرائے ہند نے قائداعظم کا یہ مطالبہ منظور کرتے ہوئے ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء کو انتخابات کا اعلان کر دیا۔

(۱۸۴) احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۵۵

☆ ہاشمی، انوار/ تہذیب کی کہانی، ص ۴۴۱

(۱۸۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۶۰

(۱۸۶) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۸۵

(۱۸۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۹۷۔۱۹۸

(۱۸۸) مختار شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۳۳۔۳۴

(۱۸۹) عرفی، عبدالعزیز، علامہ/ قیام پاکستان کی غایت، ص ۶۶

(۱۹۰) رحمٰن، محمد یونس/ مسلمانان بہار کا خون پاکستان کی بنیادیں، ص ۱

☆ بہار

بہار ہندوستان کا ایک صوبہ ہے بہار میں وہ صوبہ جہاں کپل وستو کے شہزادے گوتم بدھ کو گیا کے مقام پر نروان حاصل ہوا تھا صوبہ بہار کے دارالخلافہ کا نام پٹنہ ہے۔ تحریک و قیام پاکستان کے سلسلے میں اس صوبے کے عوام نے جانی مالی قربانی کا جو نذرانہ پیش کیا۔ وہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حروف

میں لکھی جائے گی۔ اس صوبہ کے بے شمار ہستیوں نے تاریخ میں اپنے سرزمین کا کام بلند کیا۔ پٹنہ یونیورسٹی اور خدا بخش اورنٹیل لائبریری دنیا بھر میں مشہور ہے۔ صنعتی اور قدرتی نعمتوں سے مالا مال صوبہ ہے مسلم آبادی کی تعداد ۱۵ فیصد ہے۔

(۱۹۱) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۹۷

(۱۹۲) چوہدری، ڈاکٹر محمد اعظم/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۷۵

پنجاب:

پانچ دریاؤں کی سرزمین جو ماضی کے تاریخی واقعات اور حال کے بہتر تصورات اور مستقبل کی امیدوں کے روشن چراغ لیے محو سفر ہے پنجاب کی سرزمین بے شمار تاریخی شخصیات اور حالات و واقعات سے مزین ہے اس پنجاب میں مختلف قوموں کے عناصر کا اجتماع نظر آتا ہے اس پنجاب کی دھرتی میں بے شمار لوک اور رومانوی داستانیں رقم کی گئیں فن تعمیرات کا اعلیٰ نمونہ اس پنجاب میں بظاہر بے شمار نظر آتے ہیں اسی تاریخی پنجاب میں امیر سبکتگین، محمود غزنوی، حضرت داتا گنج بخش، بابا بلھے شاہ جیسی شخصیات کے واقعات سے بھری پڑی ہے وہیں پنجاب اور پاکستان کے زندہ دلان لاہور کا ۱۹۴۰ء کا تاریخی قرارداد لاہور جو قیام پاکستان میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے اس پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں مفکر پاکستان اور شاعر مشرق حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنی شاعری سے نہ صرف اہل ہند کے مسلمانوں کو بیدار کیا بلکہ عالم اسلام اور امت مسلمہ کی شان رفتہ کو باور کراتے ہوئے انہیں اعلیٰ مقاصد کے حصول اور شاندار مستقبل کا راستہ دکھایا۔

(۱۹۳) آئن ٹالبوٹ، مترجم طاہر منصور فاروقی/ تاریخ پاکستان، ص ۱۱۱

☆ بنگال:

سرزمین بنگال دو حصوں پر مشتمل ہے ایک مغربی بنگال جس میں آسام اور کلکتہ وغیرہ شامل ہیں جب کہ دوسرا بنگال مشرقی بنگال آج کے موجودہ بنگلہ دیش کے نام سے جانا جاتا ہے ماضی میں مشرقی بنگال کا حصہ پاکستان کے ساتھ آزادی کے بعد شامل ہوا تھا اسی سرزمین بنگال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی راہیں ہموار کیں اور اسی سرزمین بنگال کے مولانا اے کے فضل الحق نے (قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء) پیش کی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بنگال کا مشرقی حصہ پاکستان میں شامل ہوا مگر ۱۹۷۱ء میں یہ حصہ پاکستان سے الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔

(۱۹۴) ریاض الاسلام/ پاکستان اور دنیا، ص ۱۰۹

(۱۹۵) چوہدری، ڈاکٹر محمد اعظم/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۳۱

(۱۹۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۹۹

(۱۹۷) عثمانی، شبیر احمد/ ہمارا پاکستان، ص ۳۷۔۳۸

(۱۹۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۱۹۹

(۱۹۹) مختار، شاہد، قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۳۸

(۲۰۰) عرفی، عبدالعزیز/ قیام پاکستان کی قیامت، ص ۷۹

(۲۰۱) مجاہد شریف/ قائداعظم، حیات و خدمات، ص ۹۲

(۲۰۲) شاہد، مختار/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۳۸

(۲۰۳) عثمانی، علامہ شبیر/ ہمارا پاکستان، ص ۳۹۔۴۰

(۲۰۴) اعظمی، الطاف احمد/ احیائے ملت اور دینی جماعتیں، ص ۲۳۵

☆ جمعیت العلماء اسلام

جمعیت العلماء ہند کا قیام ۱۹۱۹ء میں عمل میں آیا۔ ہندوستان کے نامور جید علمائے کرام اس جماعت سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۴۰ء کے بعد جب تحریک پاکستان اپنے پورے عروج میں داخل ہوئی تو مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے دیگر رہنماؤں نے مسلم لیگ اور قائداعظم کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ چنانچہ ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے دیگر حامی علماء کی حمایت میں جمعیت العلماء اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ اس جمعیت العلماء اسلام نے تحریک پاکستان کے زمانے میں عوام الناس کو قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد اور پاکستان کے حصول آزادی کی طرف راغب کرنے میں مرکزی

کردار ادا کیا۔ تاریخ پاکستان میں اس جمعیت العلماء اسلام کی خدمات کے طور پر قائداعظم محمد علی جناح نے پرچم کشائی کا شرف علامہ کے ذریعے ہی سے سرا جب کہ مغربی پاکستان یعنی آج کے پاکستان میں یہ سعادت اثر رب العزت نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کو بخشا جنہوں نے بانی پاکستان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

(۲۰۵) عثمانی، شبیر احمد/ ہمارا پاکستان، ص۴۱
(۲۰۶) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص۲۰۰
(۲۰۷) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، کراچی، ادارہ ابلاغ علوم وافکار، ۱۹۹۰ء، ص۳۲

مشرقی پاکستان

مشرقی پاکستان آج کا موجودہ بنگلہ دیش ۱۹۷۱ء میں پاکستان سے علیحدہ ہوگیا، جنوبی ایشیاء میں اس کا ایک کردار رہا ہے مشرقی پاکستان میں شامل علاقے اور عوام نے تحریک پاکستان میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔

(۲۰۸) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص۴۲
(۲۰۹) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، فیصل آباد، ص۲۰۱
Louis Fischer/ The life of Mahatma Gandhi/ Bombay, 1951☆
(۲۱۰) عرفی، عبدالعزیز/ قیام پاکستان کی غایت، ص۱۲
(۲۱۱) احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص۱۸۰
(۲۱۲) عثمانی، علامہ شبیر احمد/ ہمارا پاکستان، ص۴۳
(۲۱۳) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم تقاریر اور بیانات، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۹۷ء، ص۳۹۔۴۴۷
(۲۱۴) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص۴۴
(۲۱۵) ریاض الاسلام، ریاض/ پاکستان اور دنیا، ص عاردو
☆ اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص۱۷۰
(۲۱۶) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص۲۰۲
(۲۱۷) عرفی، عبدالعزیز/ قیام پاکستان کی غایت، ص۵۱
(۲۱۸) قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص۳۹۵
Umbaidkan, B.R / Thougulr of pakistan, Bombay, 1941, p.346☆
(۲۱۹) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص۲۵
(۲۲۰) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص۱۱۹
(۲۲۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص۲۶
(۲۲۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص۲۶
(۲۲۳) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص۲۰۳
(۲۲۴) قریشی، اشتیاق حسین/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص۳۸۸
Khild bin Saeed/ The political system of Pakistan/ Karachi/ 1976-pp 107☆
Indian Annual Rejistan, partI, 1939, pp 348☆
Time of India 7 August, 1939, pp, 28 (۲۲۵)
(۲۲۶) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص۵۰
(۲۲۷) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ ہمارا پاکستان، ص۴۹۔۵۰
(۲۲۸) عبدالقیوم/ تاریخ پاکستان، ص۲۵

☆ گنگا جمنا

گنگا اور جمنا ہندوستان کے دو بڑے دریا کا نام ہے جو ساری دنیا میں دو قدیم تہذیبوں کے حوالے سے مشہور ہیں اس دریا کے کنارے ماضی میں اور قبل مسیح کئی ایک بڑی تہذیبوں نے پناہ لی۔ لیکن گنگا اور جمنا نے ان قدیمی تہذیبوں کو اپنی موجوں کے لہروں میں جمالیا، کئی ان تہذیبوں کا نام و نشان مٹا دیا اور حاضرہ میں یہ دونوں دریا کے کنارے آبادی کا جھکاؤ بہت زیادہ ہو چکا ہے۔

(۲۲۹) عبدالقیوم/ پاک و ہند کے لوگ، نیو یارک، سلور برڈ کمپنی، ۱۹۵۱ء، ص ۱۸

Dr. F.A-/ Fresh sidelights on Indus valley/ London/ 1955/pp 55-58 ☆

(۲۳۰) احمد، فرید/ پاکستان اہل قلم کی ڈائریکٹری، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۷۹ء، ص ۸۹

Fairserris W.A/ Preliminary report on the pre-historic archeology of Afghanistan and Baluchistan areas/1952 ☆

(۲۳۱) ایضاً

(۲۳۲) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۵۰

(۲۳۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۴۷

(۲۳۴) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۲۰۴

(۲۳۵) الدین، پروفیسر میاں شمس/ تحریک، تاریخ پاکستان، ص ۱۷۷

(۲۳۶) مختار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۵۳

(۲۳۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۲۰۵

(۲۳۸) احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۲۱۰

(۲۳۹) احمد، قاضی سعید الدین/ پاکستان اور دنیا، ص ۱۹۳

(۲۴۰) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۲۵

☆ سعید، وسیم احمد/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، لاہور، نیک پبلی کیشنز، سن ندارد، ص ۵۹

بمبئی:

بھارت کا ایک جدید ترقی یافتہ شہر ہے۔ بمبئی شہر کی خاص بات یہاں سمندری پورٹ ہے۔ اس شہر میں گجراتی اور مراٹھی زبان کے بولنے والے زیادہ لوگ رہتے ہیں اس شہر کا مجموعی رقبہ ایک لاکھ نوے ہزار سات سو بہتر نفوس پر مشتمل ہے یہ شہر دور حاضر میں کروڑوں سے زائد آبادی پر مشتمل ہے اور دنیا بھر میں فلم انڈسٹری کے حوالے سے کافی شہرت رکھتا ہے بمبئی وقت کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے۔

(۲۴۱) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۲۰

☆ برما (میانمر)

برما کا موجودہ اور نیا نام "میانمر" ہے اور یہ ملک جنوب مشرقی ایشیا میں خلیج بنگال کے ساحل پر واقع برما کا کل رقبہ ۶۷۶۵۷۷ مربع کلومیٹر ہے جب کہ اس کی آبادی ۵ کروڑ کے لگ بھگ ہے بدھ مت کے ماننے والے اکثریت میں ہیں تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برما میں پہلی انسانی آبادی کا آغاز ۵ ہزار سال یعنی ۳۰۰۰ ہزار قبل مسیح میں ہوا۔ برما میں آباد ہونے والے انسان مون، چین اور تبت سے آکر آباد ہوئے۔ ۵۸ ق م میں پہلی بدھ مت بادشاہت قائم ہوئی۔ ۱۲۸۷ء میں منگولوں نے اس ملک پر حملہ کیا پہلا یورپی وینس کا سوداگر ۱۴۳۵ء میں برما میں آیا برما کے شہر رنگون ہی میں خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار ظفر محی الدین بہادر شاہ ظفر کو قید کر کے بھیج دیا گیا جہاں ایام اسیری میں انہوں نے ان حسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے وفات پائی۔

"کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لیے
دو گز زمیں بھی نہ ملی کوئے یار میں"

(۲۴۲) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ ہمارا پاکستان، ص ۵۵

(۲۴۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۱۹۳

(۲۴۴) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۷۳

(۲۴۵) عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۱۴۳

(۲۴۶) صدیقی، محمد ادریس/ وادیِ سندھ کی تہذیب، ص ۶۵

Majumdar, N.G/ Explorations in Sindh, Archeology and survey of India, Delhi, 1934☆

Mackay, Ernest / Indus Civilization, London, 1935, pp.23-24☆

(۲۴۷) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ ہمارا پاکستان، لاہور، ص ۱۱۹

(۲۴۸) نگار، شاہد/ قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، ص ۵۵

(۲۴۹) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ ہمارا پاکستان، ص ۵۷

(۲۵۰) سعید الدین احمد، قاضی، ڈاکٹر/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۸۲

☆ ہمالیہ کا پہاڑ

ہندوستان اور برصغیر کے بعض علاقوں کو بلندی کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ شمال میں پہاڑوں کی ایک عظیم الشان دیوار کھنچی ہے۔ ان ہی بلند پہاڑوں میں ہمالیہ کا پہاڑ ہے۔ ہمالیہ کے پہاڑ کو سلسلہ کوہ مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ماؤنٹ ایورسٹ جو کہ دنیا کی سب سے اونچی چوٹی ہے ہمالیہ سے کچھ ہی قریب ہے ان پہاڑوں سے جنوب کی طرف وہ وسیع میدان ہے جس میں سندھ، گنگا اور برہم پتر بہتے ہیں۔

(۲۵۱) سعید الدین احمد، ڈاکٹر/ پاکستان اور دنیا، ص ۱۸۳

☆ کھیوڑہ

پنجاب میں کوہستان نمک ہے جس سے اعلیٰ درجہ کا نمک حاصل کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں نمک کے جو ذخیرے موجود ہیں ان میں کھیوڑہ کے نمک کا شمار بڑے ذخائر میں ہوتا ہے۔ صدیوں سے کھیوڑہ سے معدنی نمک نکالا جا رہا ہے تاریخ کا مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ جب سکندر اعظم نے اس علاقے پر حملہ کیا تھا اس کے حالات میں اس نے نمک کی اس کان کا بھی ذکر کیا ہے اس کے علاوہ وارچھا (شاہ پور) اور جٹہ بہادر خیل (کوہاٹ) میں بھی نمک کی کانیں ہیں کراچی کے ساحلی علاقے ملتی پور اور ہاکس بے سے بھی سمندر کے پانی کو خشک کر کے نمک بنایا جاتا ہے۔

(۲۵۲) سعید الدین احمد، قاضی، ڈاکٹر/ پاکستان اور دنیا، ص ۱۸۶

☆ تیل: پاکستان تیل کے معاملات میں بھی خود کفیل ہو سکتا ہے آزادی کے بعد سے پاکستان میں کئی مقامات پر تیل کے ذخائر دریافت ہو چکے ہیں پاکستان اپنی ضروریات کا ۵۰ فیصد تیل درآمد کرتا ہے جب کہ ۲۰ فیصد تیل کی ضروریات کا برادر اسلامی ملک امداد کی شکل میں پاکستان کو فراہم کرتے ہیں پاکستان میں تیل صاف کرنے کے کارخانے کراچی راولپنڈی وغیرہ میں کام کر رہے ہیں تیل کے زیادہ تر ذخائر پنجاب کے صوبہ میں پائے گئے ہیں لیکن اب سندھ کے بعض علاقوں میں بھی تیل کی موجودگی کے آثار ظاہر ہوئے۔

(۲۵۳) ایضاً

☆ کوئلہ

کوئلہ کے ذخیرے پاکستان میں زیادہ تر پنجاب اور بلوچستان میں دریافت ہوئے ہیں جب کہ صوبہ سندھ اور سرحد میں بھی کسی حد تک کوئلے کی موجودگی کے آثار نمودار ہوئے ہیں پاکستان میں کوئلے کی خاص کانیں پنجاب اور سندھ کے علاقوں میں ہیں۔ پاکستان میں جو کوئلہ دستیاب ہے وہ اچھے درجہ کا نہیں ہے اس کوئلہ سے یا تو کارخانہ چلایا جا سکتا ہے یا پھر بلاک سازی یعنی بلاک کی بھٹیوں میں جلانے کے کام آتا ہے۔ پاکستان میں اعلیٰ درجے کے کوئلے کی کمی ہے۔

(۲۵۴) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۷۰

(۲۵۵) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، کراچی، ص ۱۲۲

(۲۵۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۷۰

(۲۵۷) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۲۴۶

(۲۵۸) سبط حسن/ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، ص ۵۸

☆سندھ

پاکستان کا ایک صوبہ سندھ ہے جس کا صدر مقام کراچی ہے۔ سندھ کی تاریخ کے متعلق مورخین کہتے ہیں کہ یہاں کی تاریخ ۵۰۰۰ ہزار سال پرانی ہے اگر ہم محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی فتح سے ۷۱۲ء سے اس کی تاریخی اہمیت کا جائزہ لیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام سب سے پہلے اسی خطہ سندھ میں آیا۔ اس لیے سندھ کو باب الاسلام یعنی اسلام کا دروازہ بھی کہا جاتا ہے آج کا سندھ بہت ترقی یافتہ ہے سندھ میں اس وقت درجنوں سرکاری سطح پر یونیورسٹیاں کام کر رہی ہیں سندھ نے ہر دور اور ہر زمانے میں پاکستان کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا ہے اس صوبہ سندھ کے متعدد سیاسی شخصیات وزیراعظم پاکستان کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ سندھ بہت تیزی کے ساتھ ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے۔

(۲۵۹) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۷۰

(۲۶۰) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۷۱

(۲۶۱) ریاض، سید حسن/ پاکستان ناگزیر تھا، کراچی، ص ۱۹۱

(۲۶۲) ریاض الاسلام/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۳

Ali Muhammad/ A cultural history of Afghanistan/ Lahore 1969☆

☆اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۳۵

☆افغانستان:

افغانستان جنوبی ایشیا کا ایک مسلم اور پاکستان کا ہمسایہ ملک ہے افغانستان کا رقبہ ۲۵۱۲۳ مربع میل ہے اور آبادی ۲ کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۳ء سے افغانستان مختلف نشیب و فراز سے گزرتا چلا آرہا ہے افغانستان کی معیشت کو پاکستان نے بہت حد تک سنبھالا دیا ہوا ہے روس کی مزاحمت ۱۹۷۹ء طالبان حکومت کا قیام اور خاتمہ کے بعد اب وہاں پر حامد کرزئی کی حکومت ہے۔

(۲۶۳) محتاب منظر، ڈاکٹر/ بین الاقوامی سیاست، دہلی، مسعود پرنٹنگ ایجنسی، ۱۹۹۹ء، ص ۲۲

(۲۶۴) ریاض الاسلام/ پاکستان اور دنیا، نیویارک، ص ۳۶۹

Chaudhary, Muhammad Azam Dr./ Pakistan Studies/ Karachi/ pp-373☆

☆اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۳۳

☆عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۴۶

☆سلطانہ، کشور/ جدید دنیائے اسلام، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۵

ایران

ایران پاکستان کا ہمسایہ ملک ہے اور اس کی سرحدیں روس سے ملتی ہیں ایران کا رقبہ ۶۳۶۲۹۶ مربع میل ہے اس کے دارالحکومت کا نام تہران ہے۔ اس کی آبادی ۴ کروڑ ۲۵ لاکھ کے قریب ہے۔ پاکستان اور ایران کے درمیان تعلقات ابتداء ہی سے بہتر رہے ہیں آزادی کے وقت ایران پہلا ملک تھا جس نے پاکستان کو سب سے پہلے تسلیم کیا۔ ۱۹۶۴ء میں پاکستان اور ایران و ترکی کے درمیان RCD کا معاہدہ طے پایا۔ ایران تیل کی دولت سے مالا مال ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات بہتر ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں ایران میں آیت اللہ خمینی کے ذریعے اسلامی انقلاب آیا اور رضا شاہ پہلوی کا تختہ الٹ دیا گیا۔ موجودہ ایرانی قیادت ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول میں بہت آگے بڑھ چکی ہے جب کہ امریکہ ایران پر متوقع حملے کی بات کر رہا ہے۔

(۲۶۵) صدیقی، عبدالقیوم/ تاریخ پاکستان، ص ۵۱

(۲۶۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۷۰

(۲۶۷) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۸۳

(۲۶۸) سعید، وسیم احمد/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۵۹

☆خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۳۵

(۲۶۹) چیمہ، پروفیسر اقبال/ جدید دنیا اسلام، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۶۰

☆ ستلج اور بیاس

۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد ہندوستان نے پاکستان کو دانستہ طور پر کمزور کرنے کی خاطر نہری پانی کے نظام کو بند کر دیا۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں بھارت نے پاکستان کے ہیڈ ورکس کو بند کر دیا۔ آخرکار یہ دونوں ملکوں کے درمیان پانی کا یہ تنازعہ ۱۹۶۰ء ورلڈ بینک کی کوششوں سے حل میز پر ہوا اور دونوں ملکوں کے درمیان سندھ طاس معاہدہ عمل میں آیا۔ اس معاہدہ کے تحت تین دریاؤں کا پانی ستلج، بیاس اور راوی ہندوستان کے حصے میں آئے اور باقی تین دریا سندھ، چناب، اور جہلم پاکستان کے حصے میں آئے۔ پاکستان کی طرف سے صدر ایوب خان نے اور ہندوستان کی طرف سے جواہر لال نہرو نے دستخط کیے۔

(۲۷۰) جیمہ، پروفیسر اقبال/ جدید دنیا اسلام، ص ۳۶۰

☆ بیاس:

تقسیم ہند کے وقت ہندوستان نے دانستہ طور پر نہری پانی کے نظام کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا تاکہ پاکستان زرعی طور پر کمزور ہو جائے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جائے لیکن ہندوستان کی سازش اور مکاری کام نہ آسکی گو پاکستان کو وقتی طور پر مسائل سے دوچار ہونا پڑا اگر بعد میں ۱۹۶۰ء میں ورلڈ بینک اور اقوام متحدہ کے توسط سے یہ نہری پانی اور دریا کا مسئلہ حل ہوا دریائے ستلج، بیاس اور راوی ہندوستان کے حصے میں آئے جب کہ چناب سندھ اور جہلم پاکستان کے حصے میں آئے۔

(۲۷۱) منیر احمد/ جنرل محمد یحییٰ خان، شخصیت و کردار، ص ۱۰۱

☆ مشرقی پاکستان

مشرقی پاکستان ۱۹۷۱ء سے پہلے پاکستان کا ایک صوبہ تھا لیکن ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ اور اندرونی غداری کی وجہ سے یہ حصہ ایک نئے ملک بنگلہ دیش کی شکل میں آزاد ہوا۔

(۲۷۲) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۴۲۲

☆ بنگال

سرزمین بنگال انڈو پاک کی تاریخ میں بے شمار تاریخی واقعات سے مزین ہے۔ سرزمین بنگال مشرقی بنگال اور مغربی بنگال دو حصوں میں منقسم ہے۔ بنگال کی تاریخ ہمیشہ سے تاریخ پاک و ہند میں مرکزی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اسلام اس سرزمین پر بڑی تیزی سے فروغ پایا اور اسلام کی جڑیں عوام میں کافی مضبوط ہو گئیں۔ عہد سلاطین اور مغل عہد میں بھی بنگال کو اہمیت دی گئی۔ ۱۷۵۷ء میں بنگال کے نواب سراج الدولہ نے انگریزوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ ۱۹۰۶ء میں اسی سرزمین سے آل انڈیا مسلم لیگ جو کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی تشکیل دی گئی۔ اسی بنگال کے مولانا اے کے فضل الحق نے ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد لاہور پیش کی جو قیام پاکستان کا محرک بنی۔ وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کا تعلق بھی بنگال ہی سے تھا۔

(۲۷۳) محمد زاہد، چوہدری/ مشرقی پاکستان کی تحریک علیحدگی کا آغاز، ص ۱۵۵

(۲۷۴) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۴۷

(۲۷۵) سعید، وسیم احمد/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۲۱۱

(۲۷۶) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۳۰۱

(۲۷۷) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۴۳

(۲۷۸) تحسین زہرہ/ جنوبی ایشیا کے مسلم حکمران، ص ۱۷

(۲۷۹) الاسلام، ریاض/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۵

تبت

چین کا ایک شہر ہے جو کہ افغانستان اور نیپال کی سرحدوں سے ملتا ہے اور اس کے قریب ہی دریائے گنگا کا ڈیلٹا بہتا ہے تبت قدیم زمانے سے تاریخی اور ثقافتی اعتبار سے ایک اہم مقام رکھتا ہے۔

(۲۸۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۱

(۲۸۱) ایضاً

(۲۸۲) ریاض الاسلام/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۹۲

(۲۸۳) اسرار احمد، ڈاکٹر/ اسلام اور پاکستان، ص ۱۹

(۲۸۴) عبدالسلام/ پاکستان اور دنیا، ص ۲۱۱

(۲۸۵) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، راولپنڈی، ص ۱۴

☆ جاوا

انڈونیشیا ایک اسلامی ملک ہے مسلم آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے انڈونیشیا کے جنوب مشرق میں ۱۳۷۰۰ جزیرے ہیں ان ہی جزیروں میں ایک جزیرہ "جاوا" ہے

(۲۸۶) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۲۰

☆ برما

برما کا نیا نام میانمر MYANMAR ہے برما جنوب مشرقی ایشیا میں خلیج بنگال کے ساحل پر واقع ہے اس کے مغرب میں بنگلہ دیش و بھارت واقع ہیں برما کی کل آبادی ۴ کروڑ ۵۵ لاکھ ہے۔ برما میں اکثریت بدھ مت کے فرقہ کی ہے۔ قومی زبان برمی ہے۔ اسکا دارالحکومت رنگون ہے۔ برما کے شہر رنگون ہی میں بہادر شاہ ظفر زندگی کے آخری ایام قید اسیری میں گزارتے ہوئے فانی دنیا سے کوچ کیا۔

(۲۸۷) ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، ص ۹۶۸

☆ چین

ایشیا کا ایک عظیم اور پاکستان کا ہمسایہ ملک ہے جس کا سرکاری نام عوامی جمہوریہ چین ہے چین ایشیا کے وسط میں واقع ہے اس کا کل رقبہ ۹۵۷۱،۳۰۰ مربع کلومیٹر ہے جب کہ چین کی آبادی ایک ارب ۲۵ کروڑ کے قریب ہے اور اس کی قومی زبان چینی ہے۔ اس کے دارالحکومت کا نام بیجنگ ہے۔ چین کی تاریخ ۵ ہزار سال پرانی ہے۔ اس کی تہذیب کا شمار دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں کیا جاتا ہے ایشیا کا سب سے لمبا دریا چانگ جیانگ چین میں بہتا ہے۔

(۲۸۸) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۳۶

(۲۸۹) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۱

(۲۹۰) اقبال، صدف/ معلومات عامہ، ص ۴۶۔۴۷

☆ الدین، میاں شمس/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۲۳۸

☆ موصل

عراق کا ایک شہر ہے جہاں پر آبادی اور دیگر سہولیات بے شمار ہیں تاریخی لحاظ سے اس شہر کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے۔ تیل کی دولت سے یہ علاقہ مالا مال ہے اس شہر میں ایک بین الاقوامی ہوائی اڈہ بھی ہے اس شہر میں قدرتی معدنیات بے تحاشا ہیں اور اس کا شمار عراق کے ایک بڑے شہر میں کیا جاتا ہے۔

(۲۹۱) عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۱۴۳

(۲۹۲) عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ ہمارا پاکستان، ص ۱۲۵

(۲۹۳) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۲

(۲۹۴) چوہدری، ڈاکٹر محمد اعظم/ زعمائے پاکستان، ص ۱۵۶

(۲۹۵) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۴۰

(۲۹۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۲

(۲۹۷) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۲۷۴

(۲۹۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ندارد

(۲۹۹) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۵۹

Khan, Muhammad Raza/ What price freedom/ Madras/ Noori press/ 1969/ pp 43-45☆

☆ عرفی، علامہ عبدالعزیز/ قیام پاکستان کی غایت، ص ۷۱

☆احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، ص ۵۹

(۳۰۰) سلیم، پروفیسر محمد/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۰۵

(۳۰۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۲

(۳۰۲) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۰۷

(۳۰۳) ریاض، سید حسن/ پاکستان ناگزیر تھا، ص ۵۱۸

☆ خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۷۵

(۳۰۴) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۴

(۳۰۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۶

(۳۰۶) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۸۳

☆احمد، وصی/ اسباب تقسیم ہند، کراچی، ص۔۱۱۸۔۱۲۱

☆بریلوی، شفیق احمد/ محمد بن قاسم سے محمد علی جناح، ص ۱۸

☆ چوہدری رحمت علی

برصغیر کی آزادی مسلم ریاست کو پاکستان کا نام دینے اور اس کے لیے مسلسل جدو جہد کرنے کا شرف چوہدری رحمت علی کو حاصل ہوا۔ چوہدری رحمت علی ضلع ہوشیار پور کے گاؤں میں ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے لندن میں ۱۹۳۳ء میں ایک رسالہ یا پمفلٹ "Now or Never" (اب یا کبھی نہیں) کے نام سے شائع کیا جس میں لفظ پاکستان کی وضاحت اس طرح کی گئی۔

پ۔ پنجاب
ا۔ افغانی صوبہ سرحد
ک۔ کشمیر
س۔ سندھ

اور

تان۔ بلوچستان سے اخذ کر کے لفظ پاکستان تخلیق کیا تھا۔ چوہدری رحمت علی نے تحریک پاکستان میں فعال کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ حکومت پاکستان اور قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد سے انحراف کا راستہ اختیار کیے جانے کی وجہ سے لندن چلے گئے اور وہیں آپ کا ۱۹۵۱ء میں انتقال ہو گیا اور آپ کو کیمبرج یونیورسٹی میں امانتاً سپرد خاک کر دیا گیا۔

(۳۰۷) سلیم، پروفیسر محمد/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۲۴

☆ پاکستان نیشنل تحریک

چوہدری رحمت علی (۱۸۹۳ء۔۱۹۵۱ء) لفظ پاکستان کے خالق تھے آپ نے لندن میں پاکستان نیشنل لبریشن تحریک قائم کی۔ ۲۸ فروری ۱۹۳۳ء کو اس تنظیم کے بانی صدر کی حیثیت سے ایک تاریخ ساز کتابچہ ''اب یا کبھی نہیں'' (Now or Never) شائع کیا جس کا سرورق پاکستان کے نقشے سے مزین تھا اس کتابچہ میں پہلی بار لفظ پاکستان کا استعمال کیا گیا۔

(۳۰۸) سعیدالدین احمد، قاضی، ڈاکٹر/ پاکستان اور دنیا، ص ۴۳۹

(۳۰۹) مہتاب منظر، ڈاکٹر/ بین الاقوامی سیاست، ص ۱۳۳

(۳۱۰) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۴

(۳۱۱) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۳۹

(۳۱۲) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۲۲۲

(۳۱۳) محمد علی، چوہدری/ظہور پاکستان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص ۵۸۔۵۹

(۳۱۴) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۵

(۳۱۵) ایضاً

Kyeth Kilord/ Pakistan a political study/ London/1958/ pp 14☆

(۳۱۶) عرفی، علامہ عبدالعزیز/قیام پاکستان کی غایت، ص ۶۹

(۳۱۷) صدیقی، اقبال احمد/قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۱۵۴

☆اصفہانی، مرزا ابوالحسن/قائداعظم میری نظر میں، کراچی، روٹا پرنٹ ایجنسی، ۱۹۶۸ء، ص ۳۰۹

☆قریشی، اشتیاق حسین/جدوجہد پاکستان، ص ۳۴۹

☆میاں شمس الدین، پروفیسر/تحریک پاکستان، ص ۱۳۳

(۳۱۸) ابدالی، سید رضی/رہبران پاکستان، ص ۱۹۳

(۳۱۹) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۵

(۳۲۰) شیرکوٹی، پروفیسر انوارالحسن/حیات عثمانی، ص ۵۰۳

(۳۲۱) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۶

(۳۲۲) حسن ریاض، سید حسن/پاکستان ناگزیر تھا، ص ۴۷۸

☆خالد علوی، ڈاکٹر/قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۷۷

(۳۲۳) محمود احمد ظفر، حکیم/علماء میدان سیاست میں، ص ۵۳۵

(۳۲۴) شیرکوٹی، انوارالحسن، پروفیسر/حیات عثمانی، ص ۵۱۸

☆قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۶

(۳۲۵) ایضاً

(۳۲۶) قائداعظم کا بیان/مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء

(۳۲۷) احمد، وصی/اسباب تقسیم ہند، کراچی، ص ۱۲۸

☆دہلی مسلم کالج ہال میں مولانا حسرت موہانی کی تقریر، مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء

☆صدیقی، اقبال احمد/قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۱۸۳

(۳۲۸) الاسلام، ریاض/پاکستان اور دنیا، ص ۱۷۰۔۱۷۱

☆**حافظ رحمت خان**

حافظ رحمت خان روہیل کنڈ کا ہیرا تھا اس کے والد کا نام علی محمد خان تھا۔ والد کی وفات ۲۵ ستمبر ۱۷۴۸ء حافظ رحمت خان روہیل کھنڈ کی ریاست کا حکمراں بنا۔ عزم وہمت کے لحاظ سے غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے وہ بڑا صاحب تدبر اور منصف مزاج حاکم تھا۔ حافظ رحمت خاں نے روہیل کھنڈ کے سرداروں کو جو ہمیشہ آپس میں دست وگریباں رہتے تھے ان کو باہم متحد کر دیا۔ اس طرح روہیل کھنڈ میں افغانوں کا ایک بڑا جتھہ قائم ہو گیا اور وہ اس جتھے کا سردار قرار پایا۔ حافظ رحمت خاں شمالی ہند میں مسلمانوں میں نئی روح بیدار کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا لیکن زمانہ کے مکار اور خود غرض عناصر نے اس کے عزائم کو ناپاک کر دیا۔ ۱۷۷۴ء میں اس نے بڑی شجاعت کے ساتھ انگریزوں اور نواب اودھ کی متحدہ فوجوں کا مقابلہ کر کے شہادت کے منصب پر فائز ہوا۔ حافظ رحمت خاں کا شمار آج بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے آزادی کے راستے میں اپنی جانیں قربان کر کے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

(۳۲۹) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۷

(۳۳۰) احمد، وصی/اسباب تقسیم ہند، ص ۱۶۸۔۱۶۹

(۳۳۱) شاہین، رحیم بخش/نقوش قائداعظم، ص ۵۷

(۳۳۲) پراچہ، امتیاز، تاریخ اسلام، ص ۱۲۲

☆اوس وخزرج

ہجرت مدینہ سے کچھ عرصہ پہلے ۶۲۱ء میں رسول اکرمؐ نے مدینہ کی دو سر برآوردہ مخالف طاقتوں والی جماعت اوس اور خزرج کے سرداروں سے عقبہ کے مقام پر ایک معاہدہ کیا تھا یہ معاہدہ تاریخ اسلام میں اسلامی ریاست کے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اہل یثرب رسول کریم کو اپنے سرزمین پر آنے کی دعوت دے رہے تھے اوس وخزرج نے حضور اکرمؐ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسلامی احکام کا اتباع کریں گے اور آپ کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۳۳۳) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۷

(۳۳۴) ہاشمی، نسیم انوار/میزان تنقید، ص ۱۳۳

☆خان، حفیظ الرحمٰن/تعارف، ملتان، کاروان ادب، ۱۹۷۷ء، ص ۲۴۰

☆اردو کے عظیم شاعر اکبر الہ آبادی ہندوستان کے شہر الہ آباد میں ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے زمانے کے مروجہ علوم حاصل کیے لیکن معاشی حالات بہتر نہ ہونے کی بناء پر ملازمت شروع کی لیکن تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھا اور جج کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انگریزی حکومت نے خان بہادر کا خطاب دیا آپ کی شاعری معاشرتی، اصلاحی اور قومی موضوعات سے لبریز ہے اکبر الہ آبادی کا زمانہ ۱۸۵۷ء کا زمانہ ہے آپ کی شاعری آپ کے عہد کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔

(۳۳۵) شاہین، رحیم بخش/نقوش قائداعظم، لاہور، شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص ۵۷

☆گلینسی

گلینسی گورنر پنجاب انگریزوں کے عہد میں تھا پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد ۵۵ فیصد تھی غیر مسلموں نے انگریز حاکموں کے ساتھ مل کر پنجاب مسلم لیگ کے خلاف "یونیسٹ پارٹی" بنائی تھی۔ قائداعظم نے حبیبیہ ہال کالج میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا "گلینسی پاگل ہو گیا ہے"

(۳۳۶) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۸

(۳۳۷) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/پاکستان آئین وجمہوریہ کا مطالعہ، ص ۲۳۲

☆محمد سلیم، پروفیسر/تاریخ ونظریہ پاکستان، ص ۲۳۱

☆خان، منشی عبدالرحمٰن/تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۱۰

(۳۳۸) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۸

(۳۳۹) شیرکوٹی، انوار الحسن/حیات عثمانی، ص ۵۰۲

(۳۴۰) قاسمی، ابوحمزہ/خطبات مکتوبات عثمانی، ص ۷۸

باب 5

قیام پاکستان کے بعد علامہ عثمانیؒ کی سیاسی اور ملّی خدمات

باب پنجم

فصل اوّل

قانون سازی اور نفاذ شریعت میں کردار: ۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد ایک دل چسپ اور طویل داستان ہے۔ اس جدوجہد کے آغاز کا زمانہ متعین کرنا اس لیے مشکل ہے کہ مختلف ذہنوں میں قیام پاکستان کا مقصد ہی معین نہیں ہے۔ ہندوستان میں مسلمان اپنی حکومت کے عروج کے زمانے میں بھی اقلیت میں تھے، مگر مسلمان بادشاہوں وحکمرانوں نے کبھی اسلام کے اصولوں سے بابانگ دہل اختلاف نہیں کیا۔ ماسوائے مغل شہنشاہ محمد جلال الدین محمد اکبر کے جس نے ایک مصنوعی مذہب اور مسلک اختراع کر کے رائج کرنے کی کوشش کی۔ اور ایسی غیر منفی کوشش اور سوچ کا جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہی آخر کار ہُوا۔(۱)

ہماری آج کی اُبھرتی ہوئی نئی نسل نے تحریکِ پاکستان کی مدوجزر اور جدوجہد کو اپنی چشم بینا سے نہیں دیکھا، اس تحریک کی کامیابی نے ہماری عظیم الشان مملکت کو جنم دیا جس کے لیے لاکھوں انسانوں نے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہایا اور اب یہ مملکت جو کہ نظریہ یعنی دوقومیت کے نظریے کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آئی ہے، ترقی کے منازل طے کرنے اور اپنی بقاوسلامتی کے تحفظ میں سرگرداں ہے، آئندہ آنے والے وقتوں میں اس مملکت کی زمام اقتدار آج کی نئی نسل کے پاس ہوگی۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی جداگانہ مملکت کے لیے جدوجہد کیوں کی۔ تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کا منشاء ومقصود کیا تھا؟ ہندوستان سے ہماری علیحدگی کی وجوہات کیا تھیں اور اس مملکت کے قیام کے بعد ہم یہاں کس قسم کا نظام تشکیل دینا چاہتے تھے؟(۲)

آج کی نئی نسل کے ذہنوں میں یہ سوال برابر پیدا ہوتا ہے کہ آخر قیامِ پاکستان کے محرکات کیا ہیں؟ یہ بات نہایت قابلِ افسوس اور دردناک ہے کہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ہماری نئی نسلوں کو ہماری ملت کے کارفرماؤں اور اہلِ دانش نے ان واقعات کو حقائق سے متعارف کرانے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں فرمائی۔ نہ وہ عظیم الشان اور انقلاب آفرین جدوجہد کی کوئی حقیقت کشا تاریخ مرتب کر سکے اور نہ ہی نئی نسلوں کے قلوب واذہان کو ان ارفع واعلیٰ مقاصد کی روشنی عطا کر سکے۔(۳)

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے اختتام تک شریعتِ اسلامی کے بنیادی احکام ضرور نافذ تھے، مگر جسے ہم اور دیگر دوسرے لوگ آج کل اسلامی نظام سمجھتے ہیں اس کا دُور دُور تک نام ونشان نہ تھا۔ بادشاہت خود ایک غیر اسلامی ادارہ کا درجہ

رکھتی ہے اور رہے گی، ہمیں شرعی قوانین کے بجائے غیر اسلامی قوانین کے مسلط کیے جانے کا خواہ کتنا ہی صدمہ ہو بادشاہت کے خاتمے کا کوئی غم اور دکھ نہیں۔ بہرحال تاریخ نے برصغیر کے مسلمانوں کو غلامی کے اندھے کنویں میں دھکیل دیا، مگر اس غلامی کے دور کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے علیحدہ وطن کے لیے حالات سازگار پیدا ہوتے گئے۔ کیونکہ انگریزوں کی غلامی اور ہندوؤں کی بالادستی کو مسلمانوں نے کبھی بھی قبول نہیں کیا جب کہ علمائے کرام نے اصلاح معاشرہ کی کوشش کسی بھی حالت اور زمانے میں ترک نہ کی۔ (۴)

یہ حقیقت ہے کہ اسلامی نظام کا کوئی واضح تصور "عامۃ المسلمین" کے ذہنوں میں کبھی موجود نہ تھا، مگر کم سے کم اسلامی حکومت یا مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک بار پھر زمام حکومت آجانے کی بے پناہ آرزو ہر عقل مند مسلمان کے دل میں موجزن تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ چند ایسے بزرگ اور علمائے دین بھی ہمیشہ موجود رہے جو اس آرزو و خواہش کی تکمیل سے زیادہ مسلمانوں کے تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کو اپنی مساعی کا مقصد بنائے ہوئے تھے۔ (۵)

برصغیر کی سیاسیات کے ابتدائی دور میں مسلمان غیر جانبدار رہے وہ نہ کانگریس میں شریک ہوئے اور نہ ہی اس کی مخالفت کی۔ برہمن طبقہ کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی حکومت کی بارگاہ میں کوئی رسائی نہ تھی۔ بلکہ کمپنی کی حکومت ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا انتقام لینے کے لیے تلی ہوئی تھی۔ ادھر ہندو بھی ایک ہزار سال (۷۱۲ء۔۱۸۵۷ء) سے مسلمانوں کے محکوم چلے آرہے تھے۔ اس لیے اب وہ مسلمانوں پر حاکم اور غالب بننا چاہتے تھے۔ (۶)

ہندوستان میں اسلام کی ترویج اور تبلیغ کی خدمات انجام دینے میں صوفیائے کرام کا نمایاں حصہ رہا۔ لیکن بدقسمتی سے اسلامی حکومت کے قیام کی جانب کوئی خاص توجہ نہ دی گئی، جن لوگوں نے ان حالات پر غور کیا، ان کی رائے ہے کہ اسلامی نظام حکومت کے قیام کی راہ میں جو رکاوٹیں پیش رہیں، ان میں ایک بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ اسلام ہندوستان میں صوفیائے کرام کے ذریعے سے پھیلا جنہوں نے حکومتِ اقتدار اور دنیوی اور اجتماعی ترقی کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کے دو الگ الگ ادارے قائم ہوگئے، یعنی مدارس اور خانقاہیں اور ان دونوں کا حلقہ الگ ہوتا گیا لیکن علماء نے پھر بھی حکومت کے ہاتھ سے نکل جانے اور دینی پستی کے عوامل و اسباب پر غور کیا اور اس کے ازالے کی کسی حد تک کوشش کی۔ چنانچہ پوری ۱۹ویں صدی میں جتنی تحریکیں ہندوستان کی آزادی کی غرض سے شروع کی گئیں اور ۲۰ویں صدی کے نصف اوّل میں پروان چڑھیں، ان سب میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کے لیے صرف علمائے کرام ہی کوشاں رہے زمانے اور تعلیم کی ترقی کے ساتھ نئے ادارے وجود میں آتے گئے۔ انگریزوں اور ہندوؤں نے نہایت ہوشیاری سے مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنایا۔ علمائے کرام اور لیڈر صرف حصولِ آزادی کو مقدم تصور کرتے تھے اور بڑی حد تک ہندوؤں کے ساتھ متحدہ ہندوستان میں اس نعمت سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے کا تصور رکھتے تھے اور انہوں نے انڈین نیشنل کانگریس (۱۸۸۵ء) کا آخر وقت تک ساتھ دیا۔ لیکن بعض علمائے کرام مسلمانوں کے لیے ہندوستان ہی میں علیحدہ خطہ زمین کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہوگئے۔ پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریہ پر رکھی گئی۔ یہ تصور اور خیال درست نہیں ہے کہ یہ نظریہ علامہ اقبال اور قائداعظم کے

دماغوں کی پیداوار ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس پر بہت سے مسلمان اکابرین وعلماء نے محسوس کرتے ہوئے اپنے خیالات پیش کیے اور ایک علیحدہ خطۂ زمین کا تصور دیا، جسے اقبال نے عملی شکل دیا اور اس کی عملی تکمیل قائداعظم کی جدوجہد سے مکمل ہوئی۔ اسلامی نظام کا جو تصور ہے وہ بنیادی طور پر وہی ہے جو عام طور پر زبان وزد عام اس فقرہ میں ادا ہوتا ہے کہ اسلام ایک نظریۂ حیات یا ضابطۂ حیات ہے، یہ فقرہ مسلمان اپنے مذہب کی ہمہ جہتی کی کیفیت کو ظاہر کرنے کے لیے اور دوسرے مذاہب سے ممیز کرنے کے لیے بولتے رہتے ہیں، لیکن غور وفکر کہ اس کے مضمرات ہیں۔

دین اسلام میں جو ایک حصہ سیاسیات کا ہے وہ مدون ہے اس تدوین کے موافق اس کو اختیار کر وہ بہت کافی ہے اور وہ خالص مذہبی سیاست ہے، اس میں گڑبڑ کرنا جائز نہیں جب کہ معاشرے میں نظر آتا ہے کہ ہر کوئی ہر جگہ اپنی رائے کو دخل دینا چاہتا ہے۔ (۷)

یہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کی مخالفت زیادہ تر تعلیم یافتہ طبقے کی ہی جانب سے ہوتی رہی ہے، جنہوں نے بعض موقعوں پر اس کا بھی خیال نہ کیا کہ اس طرح وہ خود اسلام کو بھی ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ اگر نظریہ پاکستان کا جزو اعظم نظام اسلام نہیں تو پھر کسی علیحدہ مملکت کے مطالبے کی بنیاد ہی کیا باقی رہتی ہے، خدا کا شکر ہے کہ عوام اسلام سے اتنی بے پناہ محبت رکھتے ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ نظام اسلامی کے مضمرات کو قبول کرنے پر آمادہ ہوتے جائیں گے اور ان دانشوروں سے لاکھ درجہ افضل ہیں، جن کی عقلیں لادینی اور مغربی تہذیب کی خیرہ کن روشنی سے چکاچوند ہو کر تقریباً اندھی ہو چکی ہیں۔

مذہب کا اعتقادی اور عباداتی پہلو صرف اخلاق اور اقدار کی تہذیب کرتا ہے مگر قانون کی گرفت زندگی کے ہر شعبے اور انسانی عمل کے ہر پہلو پر مکمل اور مضبوط ہوتی ہے، اسلامی قانون کے نفاذ سے حاکمیت صرف اللہ کی رہ جائے گی اور یہی بات دنیاوی اقتدار کے پرستاروں کو قبول نہیں۔

برصغیر کا انگریزی دور مسلمانوں کی محرومی کا دور ہے انگریز اور ہندو کے گٹھ جوڑ سے ان کا انفرادی وجود ہی خطرے میں تھا مسلمان اکابرین اپنی بساط کے مطابق مسلم حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتے رہے جداگانہ انتخابات، نشستوں کا تعین، اردو زبان اور اقلیتی تحفظ وہ مسائل تھے جن پر ۱۹۴۰ء سے پہلے کی پوری جدوجہد منحصر تھی۔ (۸)

پاکستان کے قیام سے دو بڑے فائدے حاصل ہوئے، اس خطہ ارض کے مسلمانوں کو ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کے مقابلے میں فروغ اور ترقی کا بے مثال موقع نصیب ہوا۔ تعلیم میں، تجارت میں، عدالت میں، بینکاری میں، صحافت وادب میں، طب ودواسازی میں، درآمدات وبرآمدات میں، افواج میں، سیاست وسفارت میں اور دیگر شعبوں میں ان کو جس قدر عروج حاصل ہوا اور ان شعبوں کے ذریعے جس قدر خوشحالی یا آسودگی حاصل کرنے کا موقع ملا اس کا تصور بھی ان کے احاطہ خیال میں نہ آسکا اور آج یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ پاکستان کا مسلمان ہندوستان کے مسلمان سے قدرے بہتر حالت میں زندگی بسر کر رہا ہے بلکہ ہندوستان کے دیگر باشندوں سے بھی زیادہ آسودہ حال ہے۔

نظامِ اسلام کا قیام یہ تقاضا کرتا ہے کہ اللہ کی حاکمیت کو نہ صرف ایمان لا کر اور عبادت کر کے تسلیم کر لیا جائے بلکہ صرف اسی کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کی حدیث اور عمل کو دینوی قانون کا سرچشمہ تسلیم کر کے صدقِ دل سے قبول کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی اس قانون اور ضابطے کی پیروی سے انکار کیا جائے جو کسی اور کے احکام اور اقتدار پر مبنی ہو۔ قرارداد مقاصد سے آج تک جتنی دستوری جدوجہد رہی وہ اسی غرض سے رہی کہ اسلام کو نظامِ زندگی کی حیثیت سے اسلامی قانون کی شکل میں ملک میں نافذ کیا جائے۔

قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء (۹) کا مسلمانوں نے بڑی جوش و خروش سے خیر مقدم کیا تھا کیونکہ مسلم عوام کے تخیلات کو پاکستان کے قیام کے تصور نے مسحور کر دیا تھا۔ مسلمان صرف ہندوؤں سے نجات پانے کے خواہش مند نہ تھے بلکہ جس بات نے ان کے جوش کو ابھارا وہ ایک صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی دلی خواہش تھی۔ علماء کرام خصوصاً علماء دیوبند نے پاکستان کی تحریک میں نمایاں طور پر حصہ لیا اور اپنے اثر و رسوخ کو مسلم عوام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا جس سے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کو توانائی ملی۔ (۱۰)

برصغیر کے مسلمانوں کی سوچ اور زندگی میں تبدیلی آئی اور ہر اعتبار سے آتی گئی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے اس بات کا حق منوانے کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرنے کے لیے تیار ہوئے کہ انہیں ایک علیحدہ وطن میں اپنی دینی، مذہبی ثقافتی اقدار کے مطابق زندگی کو بسر کرنے کا پورا حق مل سکے۔ یہی وہ نظریہ تھا کہ جس کے تحت برصغیر کے ہر شعبہ حیات کے لوگوں نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور طور پر حصہ لیا۔ (۱۱)

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کے قیام سے عالمِ اسلام کو، اسلام کا نام لینے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے حوصلہ ملا۔ مسلم ممالک کا اتحاد ایک آرزو کے دائرے سے نکل کر ایک جیتی جاگتی حقیقت بن گیا۔ آج دنیا کے مسلمان ممالک اپنا ایک جداگانہ بین الاقوامی پلیٹ فارم رکھتے ہیں، ورنہ مسلمان تو وہ ضرور ہوئے مگر عرب و عجم کے گروہوں اور دھڑوں میں تقسیم ہوئے۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ تخلیقِ پاکستان کی اساس اسلام تھی علیحدہ قومیت کا تصور وہ بنیادی پتھر تھا جس پر برصغیر میں آزادی کی عمارت تعمیر کی گئی اور اس کا منشور "پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ" قرار پایا۔ (۱۲) پاکستان کے نام میں مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ کشش اس بناء پر تھی کہ وہاں اسلامی اور مذہبی قانون کا نفاذ ہوگا۔ (۱۳) ستمبر ۱۹۳۹ء کو ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ نے کہا تھا "آزاد ہندوستان میں آزاد اور خودمختار اسلامی ریاست جس میں مسلمان اپنے مذہبی، سیاسی، ثقافتی، معاشرتی اور اقتصادی حقوق و مفاد کی کامل حفاظت کے اطمینان کے ساتھ کام کریں۔" (۱۴)

شجرِ پاکستان کی آبیاری سرچشمۂ اسلام سے ہوئی تھی، مگر بدقسمتی سے پاکستان کو ایسے باغبان نہ مل سکے جو اس ضرورت کو جانتے اور سمجھتے۔ سیاسی اصطلاح میں یوں سمجھا جائے کہ پاکستان کو مخلص اور لائق قیادت نہ مل سکی، ایسی قیادت جو اسے خالقِ خدا کی امانت سمجھتی اور اسے دارالاسلام بناتی۔ اس کام کی طرف سے بدترین قسم کی غفلت برتی گئی۔ اسلام کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے ملک میں ایک نظریاتی خلا پیدا ہوتا گیا اور آخرکار ایک بڑا حصہ جو مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے بڑا تھا (علیحدہ

وطن بن گیا) پاکستان کی ۶۰ سالہ تاریخ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ صوبہ پرستی، مذہبی تفرقہ پسندی اور لادینیت، مذہبی ولسانی تضادات اب کھل کر ہمارے معاشرے میں سرایت کر چکے ہیں اور یہ سب عناصر پاکستان کی سالمیت ویکجہتی اور اسلامی اساس کو کمزور کرنے پر مرکوز دکھائی دیتے ہیں۔

اسلام کے ساتھ مخاصمت وتغافل کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوتا ہے کہ صرف اس بات کو تسلیم کرنے میں کم از کم ۱۹ ماہ لگا دیئے گئے کہ ملک کی نظریاتی اساس اسلام ہوگی آخر کار ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی میں قراردادِ مقاصد پاس کی گئی، جس کے ذریعے اس امر کا اظہار کیا گیا کہ ملک کا آئین قرآن وسنت کے مطابق ہوگا۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں:

''مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بعض معاصر علماء کی طرح ''جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (۱۵) ''جنگ حقوق'' آزادی وطن وغیرہ سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی ان کے سامنے مسئلہ سیاسی نہیں تمام تر دینی تھا وہ صرف اسلام کی حکومت چاہتے تھے اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ۱۹۲۸ء میں ہی پاکستان کے تخیل کا ابتدائی خاکہ پیش کر دیا تھا۔(۱۶)

وہ پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا بڑی مشکل سے اس میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی لیکن قرارداد مقاصد کو غیر موثر کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ سابق صدر ضیاء الحق نے اپنے دور اقتدار میں قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنایا۔(۱۷)

قراردادِ مقاصد ۱۹۴۹ء اور اسلامی نظام کی طرف پیش رفت:

قیام پاکستان کے بعد آئینی تبدیلیوں، قانون سازی اور نفاذ شریعت کے سلسلے میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی مملکت بنایا جائے گا، یہ کام اس لیے بھی ضروری تھا کہ برطانوی عہد میں برصغیر ۱۹۳۵ء کا دستور نافذ العمل تھا۔ ۱۹۳۵ء کا انڈین ایکٹ ایک شہنشاہی آئین تھا، پاکستان کو ایک آزاد اسلامی مملکت بنانے کے لیے اس ایکٹ کی جگہ پر ایک نیا دستور اولین آئینی ضرورت تھی۔

پاکستان میں نئے آئین کی تدوین کی ضرورت اور مقاصد کو محسوس کرنے والوں میں نمایاں نام شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸) اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹) کا نام سر فہرست نظر آتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا اور اس میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت کم سے کم اس بات کا اعلان کر دے کہ پاکستان کو اسلامی مملکت بنایا جائے گا۔

مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں اسلامی احکام سے انحراف آہستہ آہستہ آیا ہے، بہت سست رفتاری کے ساتھ آیا ہے، ملوکیت کے زیر سایہ یہ انحطاط اور زوال صدیوں تک بتدریج بڑھتا رہا اور آخر کار زوال اور ناکامی سے ان کو واسطہ پڑا۔(۲۰)

علماء کا چار نکاتی مطالبہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر علمائے کرام کا یہ مطالبہ چار نکات پر مشتمل تھا۔

☆(۱) مملکت خداداد پاکستان کی حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور حکومتِ پاکستان کی کوئی حیثیت اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی مرضی اس ملک میں پوری کرے۔

☆(۲) پاکستان کا بنیادی قانون اسلامی شریعت ہے۔

☆(۳) وہ تمام قوانین جو اسلامی شریعت کے خلاف اب تک جاری رہے ہیں، وہ فوری طور پر منسوخ کیے جائیں اور آئندہ کوئی قانون نافذ نہیں کیا جائے گا جو شریعت کے خلاف ہو۔

☆(۴) حکومتِ پاکستان اپنے اختیارات ان حدود کے اندر رہ کر استعمال کرے گی، جو شریعت نے مقرر کردی ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء کار کے چار نکاتی آئینی مطالبات اور ملک گیر تحریک سے اور اس کے حق میں دلائل سے حکومت مزید کمزور پڑ گئی، کیونکہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر رفقاء علماء نے آئینی و اسلامی نفاذ شریعت کے حق میں قراردادیں منظور کرا کے حکومت کو بھجوائیں۔

حکومت، مطالبہ اسلامی و نفاذ شریعت سے گھبرا گئی اور اسلامی نفاذ کے مطالبے کو کمزور کرنے کے لیے اپنی حکمت عملی وضع کرنے لگی۔ ملک بھر سے خاص طور پر علمائے کرام کی جانب سے بھاری تعداد میں مراسلے اور خطوط نفاذ شریعت اور اسلامی آئین کے نفاذ کے حوالے سے حکومت کے پاس جمع ہونے لگے۔

حکومتِ پاکستان میں شامل علماء میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نظامِ اسلامی کے لیے کوشاں رہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حکومتی سطح پر نفاذِ اسلام کے فروغ کے لیے کام کرنے کے خواہاں تھے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اندرونی محاذ پر یعنی حکومت ایوان میں لادینی محاذ پر لادینی خیالات رکھنے والے اربابِ حکومت سے سخت مایوسی اور مزاحمت کن مرحلے کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت کو جھکنا پڑا اور طے یہ پایا کہ دستور ساز اسمبلی میں ایک قرارداد اس مضمون کو منظور کی جائے گی کہ ملک کا آئین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوگا، قرارداد کا مضمون تصنیف کرنے کی ذمے داری علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سپرد کی گئی۔

اسلامی آئین کی تیاری اور نفاذ کے خلاف اربابِ اقتدار نے جس قدر بھی استدلال کے ہوائی قلعے تیار کیے تھے ان گوشہ نشین ''سیاست سے ناواقف'' علماء اشرافیہ نے حقائق و شواہد کی توپوں سے سب گرا دیے اور اب ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ علماء اور عوام کے متفقہ فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے آئین اسلامی بنائیں۔ (۲۱)

قراردادِ مقاصد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء (۲۲) کو دستور ساز اسمبلی میں منظور کرائی گئی۔ اس قرارداد میں اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے، لہٰذا پاکستان کا آئین اسلام اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوگا اور مسلمانانِ پاکستان کو اس لائق بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلام کی تعلیمات کے مطابق بسر کریں۔

تاریخی حقائق اور حالات و واقعات کی ترتیب سے یہ بات حقیقت بن چکی ہے کہ علماء ہند کا جو سیاسی موقف تقسیم برصغیر اور

قیام پاکستان کے حق میں نہیں تھا لیکن وہ ہندوستان میں مسلم مفاد کے حامی تھے نظریہ پاکستان کا مطلب اگر ''لا الہ الا اللہ'' ہی ہے تو علماء سے بڑھ کر کون سا طبقہ اس کا موئید و حامی ہو سکتا ہے جس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں کہا ہے:

انّما يخشى الله من عباده العُلماء (۲۳)

''بے شک اللہ سے ڈرنے والے اسکے بندوں میں سب سے زیادہ علماء ہی ہیں۔'' (۲۴)

قراردادِ مقاصد اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مملکت خداداد پاکستان کے قانون سازی اور نفاذ شریعت کے لیے سرگرم ہو کر کام کر رہے تھے۔ آپ نے قراردادِ مقاصد کو اسمبلی میں منظور کرایا، اس قراردادِ مقاصد کی غرض و غایت حسب ذیل ہے۔

☆ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکتِ پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک ''مقدس امانت'' ہے، لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

☆ دستور کی رو سے جملہ حقوق واختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔

☆ دستور جس میں اصول جمہوریت وحریت ومساوات ورواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

☆ دستور کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔

☆ دستور کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

☆ دستور کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں شامل ہوں گے، ایک وفاق بنایا جائے جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے تحت خود مختار ہوں۔

☆ دستور کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون واخلاق کے ماتحت مساوات حیثیت و مواقع قانون کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین عبادت کی آزادی شامل ہو۔

☆ دستور کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔

☆ دستور کی رو سے وفاق کے علاقوں کی صیانت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بحر و بر اور فضا پر سیاحت کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے تاکہ اہلِ پاکستان فلاح وخوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں اور اقوامِ عالم کی صف میں اپنا

جائز و ممتاز مقام حاصل کرسکیں اور امن عالم کے قیام اور اس میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں کما حقہ اضافہ کرسکیں۔ (۴۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایوان دستور ساز اسمبلی میں قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

میں پاکستان کے مسلمانوں کے لیے اور اپنے لیے بھی اس موقع کو زندگی میں بہت اہم سمجھتا ہوں، کیوں کہ اس کی اہمیت سے صرف حصولِ آزادی اور قیامِ پاکستان کا درجہ بلند ہوا ہے، کیوں کہ قیامِ پاکستان سے ہمیں اس بات کا موقع ملا ہے کہ ہم ایک آزاد و خودمختار اسلامی مملکت کی تعمیر اور اس کے نظامِ سیاست کی تشکیل اپنے نصب العین کے مطابق کرسکیں۔ مسلمانانِ پاکستان کے لیے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ قدرت نے انہیں ایک آزاد اور خودمختار اسلامی ملک عطا فرمایا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں کہ:

میں ایوان دستور ساز اسمبلی کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے جذبات کا متعدد موقعوں پر اظہار کیا تھا اور قوم نے ان کے خیالات کی تائید غیر مبہم الفاظ میں کی تھی۔

پاکستان کا قیام اس لیے عمل میں لایا گیا تھا کہ اس میں برصغیر کے مسلمان اپنی زندگی کی تعمیر اسلامی تعلیمات و روایات کے مطابق کرنا چاہتے تھے، کیوں کہ وہ دنیا پر یہ واضح کر دینا چاہتے تھے کہ آج انسانی زندگی میں جو گوناگوں بیماریاں پیدا ہوگئیں، ان سب کے لیے اسلام اکسیرِ اعظم کا حکم رکھتا ہے۔ ساری دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ ان بُرائیوں کا اصلی سبب یہ ہے کہ بنی نوع انسان مادی ترقی کے ساتھ ساتھ قدم نہ اٹھا سکا اور انسانی ذہانت نے سائنسی ایجادات کی شکل میں جو جن اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے، اس سے اب نہ صرف انسانی معاشرہ کے سارے نظام اور اس کے مادی ماحول کی تباہی کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے، بلکہ اس مسکن کے تباہ ہونے کا بھی اندیشہ ہے جس پر انسان آباد ہے۔

قراردادِ مقاصد کی تمہید میں اس امر کو صاف اور غیر مبہم الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے، تمام اقتدار کا خدا کے ماتحت ہونا لازمی ہے۔ پاکستانیوں میں اتنی جرأت ایمانی ہے کہ تمام اقتدار اسلام کے قائم کردہ معیار کے مطابق استعمال کیا جائے تاکہ اس کا غلط استعمال نہ ہو سکے اقتدار تمام تر ایک مقدس امانت ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس لیے تفویض ہوا ہے کہ ہم اسے بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے استعمال کریں تاکہ یہ امانت ظلم و تشدد اور خودغرضی کا آلہ نہ بن سکے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قراردادِ مقاصد پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اسلامی تعلیم کی روشنی میں اس قرارداد کی تمہید میں اس حقیقت کو کلی طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ خدا نے اختیارات سوائے جمہور کے کسی اور کو تفویض نہیں کیے ہیں اور اس کا فیصلہ خود جمہور کے سپرد ہے کہ اس اقتدار کو کن لوگوں کے ذریعے استعمال کیا جائے گا۔

قرارداد میں اس بات کی واضح نشان دہی کردی گئی ہے کہ مملکت تمام حقوق اختیارات کو عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے کام میں لائے گی۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اسلامی تصورِ حکومت اور اس کے نظام کے حوالے سے مزید فرماتے ہیں:

''اسلام رہبانیت یا کلیسائی سیادت کو تسلیم نہیں کرتا، اس لیے اسلام میں کلیسائی حکومت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا گر کوئی

شخص اب بھی پاکستان کے نظامِ حکومت کے ضمن میں کلیسائی حکومت کا ذکر کرتا ہے تو وہ یا تو کسی شدید غلط فہمی کا شکار ہے یا پھر شرارت سے ہمیں بدنام کرنا چاہتا ہے۔“

تحریک پاکستان کے دور میں مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان ایک عوامی آواز بن چکا تھا۔ مسلمانوں کی نمائندگی صرف مسلم لیگ کرتی رہی جس کا واضح نصب العین یہ تھا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ان کو ایک علیحدہ وطن چاہیے۔ جس بات نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے قریب کیا وہ درحقیقت یہ نعرہ تھا کہ ”پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ“ چونکہ مسلم لیگ کی قیادت مغربی طرز تعلیم سے بہرہ ور لوگوں کی تھی اس لیے اس تحریک کی دینی حیثیت کو مستحکم کرنے اور عوام کا اتحاد بحال رکھنے میں مخلص دینی گروہ کی کاوشوں کا بڑا دخل ہے۔ ان کے خیالات سے تحریک پاکستان کو جذباتی رنگ ملا۔ (٢٦)

جرأت ایمانی کا درس:

مسلمانوں کی جرأت اور حوصلے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلمانانِ پاکستان کو انہیں مزید جرأت ایمانی کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں:

”ہم پاکستانی ہوتے ہوئے اس بات پر شرمندہ نہیں ہیں کہ ہماری غالب اکثریت مسلمان ہے اور ہمارا اعتقاد اور ایمان ہے کہ ہم اپنے ایمان اور نصب العین پر قائم رہ کر ہی دنیا کی فلاح میں حقیقی اضافہ کر سکتے ہیں۔ ہم پاکستانیوں میں اتنی جرأت ایمان ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمام اقتدار اسلام کے بنائے ہوئے اور قائم کردہ معیاروں کے مطابق استعمال کیا جائے تا کہ اس کا غلط استعمال نہ ہو سکے۔ جب ہم جمہوریت کا لفظ اس کے اسلامی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور اس کا اطلاق جتنا ہمارے نظامِ حکومت پر ہے، اتنا ہی ہمارے معاشرے پر بھی ہے، کیوں کہ اسلام نے دنیا کو جن عظیم الشان صفتوں سے مالا مال کیا ہے ان میں سے ایک عام انسانوں کی مساوات ہے۔“

اسلام کا احسانِ عظیم:

اسلام، نسل، نسب، رنگ کے امتیازات کو تسلیم نہیں کرتا۔ انحطاط کے دوسرے اثرات نے انسانوں کے باہمی تعلقات کو زہر آلود کر دیا تھا۔ اسی طرح ہماری رواداری کی روایات بھی عظیم الشان ہیں، کیوں کہ قرونِ وسطیٰ میں اقلیتوں کو کسی نظام حکومت کے تحت وہ مراعات حاصل نہیں ہیں جو مسلمان ملکوں میں ان کو حاصل تھیں۔

آئین کو اسلامی بنانے اور اسلامی رنگ دینے کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان کے قیام کے بعد ہی کوشاں ہو گئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ١٩٤٩ء میں ہر طرح کے آئین کی اساس کے لیے قرارداد مقاصد کو منظور کرانے میں بے حد محنت اور لگن کا اظہار کیا۔ لیکن بدقسمتی سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا پیش کردہ قرارداد مقاصد پاکستان کے قیام کے

بعد کئی سال تک باضابطہ طور پر آئین کا حصہ نہ بن سکی۔ (٢٧)

اسلامی رواداری کا درس:

اسلام رواداری کا درس دیتا ہے اور مسلمانوں کی رواداری کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے جہاں اقلیتیں کافی تعداد میں موجود نہ ہوں اور جہاں وہ اپنے مذہب اور ثقافت کو برقرار نہ رکھ سکی ہوں۔ ہندوستان جو ایک اسلامی حکومت وتہذیب وثقافت کا ایک طویل عرصہ تک مرکز رہا، اس عہد حکومت میں بھی اقلیتوں اور غیر مسلموں کے حقوق کا پاس رکھا گیا اور ان کو ہمیشہ تحفظ دیا گیا۔

یہ مسلمانوں ہی کا عظیم کارنامہ تھا کہ ہندوستان میں بہت سی زبانوں کو فروغ حاصل ہوا۔ بنگلہ زبان (٢٨) میں سب سے پہلے ہندوؤں کی مقدس کتاب سنسکرت (٢٩) کا ترجمہ کیا گیا اور یہی وہ رواداری کا عظیم درس ہے کہ اسلام نے جس کا ہمیشہ تصور پیش کیا ہے، جس میں اقلیتیں ذلت ورسوائی کی حالت میں نہیں رہتی بلکہ باعزت طریقہ پر زندگی بسر کرتی ہیں اور انہیں اپنے نظریات اور اپنی ثقافت کو فروغ دینے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں تاکہ وہ پوری قوم کی عظمت میں اضافہ کرسکیں۔

پاکستان کے قیام کے بعد آئین سازی اور نفاذِ شریعت کے نفاذ کے سلسلے میں شبیر احمد عثمانیؒ آئین ساز اسمبلی کے ممبر تھے۔ قراردادِ مقاصد کا مسودہ تیار کرنے کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، اس میں آپ کا نام سرفہرست تھا۔

اسلام اور شریعت نفاذ وقانون سازی کے حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

اسلام کو اس کفرزار میں زندہ کرنے کے لیے آپ لوگ پہلے ہی بہت قربانیاں پیش کر چکے ہیں، دشمنوں نے آپ کو مٹانے کے لیے کافی جدوجہد کی ہے، لیکن قدرت نے اسلام میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ یہ دنیا سے فنا نہیں ہوسکتا، اگر ایک جگہ دبایا جائے تو دوسری جگہ اُبھر آئے گا۔

"اسلام کو قدرت نے کچھ ایسی لچک دی ہے، اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے"

انگریز ہندوستان کو تقسیم کرکے جا چکے تھے جبکہ زمام اقتدار ایسے ہاتھوں میں آگیا جو محض انگریزوں کی سازش کے ترجمان بن کر رہ گئے سنجیدہ اور جید علماء کا ایک خاص طبقہ تحریک پاکستان کا سفر کرنے والوں کو یہ کہہ کر روکنا چاہتا تھا کہ اسلامی طرز حیات اور قرآنی احکامات کی بالادستی کے بارے میں مسلم لیگی رہنماؤں کا ذہن صاف اور واضح نہیں تھا۔ (٣٠)

استحکامِ پاکستان کے حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے چند سنہرے اقوال واصول:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیامِ پاکستان کے بعد اس نوزائیدہ مملکت میں قانون کی بالادستی ونفاذِ شریعت کے لیے دن رات کام کرتے رہے۔ چنانچہ پاکستان میں نفاذ اسلام اور شرعی قوانین کی نفاذ سازی کے حوالے سے آپ نے فرمایا:

☆ "استقلال پاکستان رحمتِ ایزدی کے ظہور کا مقصد ہے اور آپ کو یاد ہوگا کہ پاکستان کے قیام کا اعلان

۱۳۶۶ھ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو رمضان المبارک کو جمعۃ الوداع اور ستائیسویں تاریخ شب قدر میں ہوا۔

☆ عالمِ روحانیت اور عالمِ ملکوت سے پاکستان کی اسلامی سلطنت کا نقشہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں سے ملت اسلامیہ کے قلب پر نازل ہوا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان کی مجلس دستور ساز میں قراردادِ مقاصد بھی منظور ہو چکی ہے۔

☆ دنیا طرح طرح کی روشنیوں کے باوجود کروڑوں برس کے فرسودہ شمس وقمر سے ہنوز بے نیاز نہیں ہو سکی تو چودہ سو برس کے قرآنی نظام سے اس کا آنکھیں چُرانا کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔

☆ قرآن کریم جس وقت دنیا میں آیا اگر ماحول کی تیاری اور فضا کی سازگاری کا انتظار کرتا تو شاید قیامت تک بھی یہ ختم نہ ہوتا، قرآن کریم تو ماحول بناتا ہے۔

☆ ہم پاکستان کو اسلامی عدل وانصاف کا گہوارہ بنا کر کرۂ ارضی میں جنت ارضی بنانے کے آرزومند ہیں اور انشاء اللہ پاکستان کے ذریعے ہی تمام اسلامی مملکتوں کا اتحاد اور خلافتِ اسلامیہ کا قیام عمل میں آئے گا۔

☆ اسلام وہ سرچشمۂ ہدایت ورہنمائی کا منبع ہے جس کے ذریعے سے ہم پاکستان کے دونوں حصوں میں اخوت اسلامی کی برقی رو دوڑا سکتے ہیں۔

بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ تقسیم برصغیر سے قبل علماء کی دو بڑی طاقتور تنظیمیں سرگرم عمل تھیں ایک ''کانگریس'' اور متحدہ قومیت کی علمبردار ''جمعیت العلمائے ہند'' تھی جبکہ دوسری طرف جداگانہ نظریہ قومیت کی داعی ''جمعیت العلمائے اسلام'' جو مسلم لیگ کے ساتھ تھی۔ جمعیت العلمائے ہند کی نمائندگی مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور جمعیت العلمائے اسلام کی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کر رہے تھے۔ مسلم عوام میں کانگریس اور مسلم لیگ کو متعارف کرانے کا سہرا ان ہی علماء کے سر جاتا ہے اور پاکستان کی تاسیس کا سہرا بھی ان ہی علماء کے سر جاتا ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام کے اکابرین نے تعمیر پاکستان میں جو شاندار خدمات انجام دیں وہ اہل علم ونظر اور اصحاب سیر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ جمعیت العلمائے اسلام کے یہی رہنما قیام پاکستان کے بعد بھی نظام اسلام کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے اور دستور اسلام کے سلسلے میں جمعیت کے ان رہنماؤں نے بڑی شاندار خدمات انجام دیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مساعی اور سرگرمیوں کے نتیجے میں ۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد کا عظیم الشان تحفہ ملت اسلامیہ پاکستان کو ملا۔ پھر اس جمعیت کے مجاہد مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی انتھک محنت وکاوش سے ۱۹۵۱ء میں ۲۲ نکات پر مشتمل دستور اسلامی پاس ہو کر حکومت کو بھیجا گیا قیام پاکستان کے بعد مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دست راست کے طور پر کام کرتے رہے۔ (۳۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور خطبہ عید الفطر:

قیام پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے عید الفطر ۱۹۴۹ء کے موقع پر اہلِ وطن کے مسلمانوں کے سامنے جو تاریخی اور

سبق آموز خطبہ دیا، اس کا متن ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

پاکستان کا قیام ۲۷ رمضان المبارک یعنی شب قدر میں ہوا۔ آزادی اور استقلال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس سے پاکستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو ''جمعۃ الوداع'' اور ''عید الفطر'' کے موقع پر سرفراز کیا گیا، آج اسی عید الفطر کی مبارک و مسعود تقریب پر اپنی ملت کے ہر فرد کو ہدیہ تبرک پیش کرتا ہوں۔ (۳۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی اس کرم گستری اور نعمت بخشی کا کس زبان سے شکریہ ادا کیا جائے کہ اس نے ہمیں صدیوں کی محکومی سے نجات دی اور ہر طرح کی خامیوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر فرما کر محض اپنے فضل و کرم اور رحمت سے ہمیں قطعہ زمین و اقتدار بخشا اور موقع دیا کہ ہم اپنی وہ دیرینہ آرزوئیں اور خواہشیں پوری کر سکیں جو اسلام کو سربلند اور زندگی کے ہر شعبے میں کارفرما دیکھنے اور دنیا پر ثابت کرنے کے لیے ہمارے دلوں میں موجزن رہی ہیں۔ (۳۳)

اسلام اور حاملین اسلام کا غلبہ و اقتدار عالم انسانی کے لیے کن کن فیوضات و برکات اور کیسی کیسی کامرانیوں سے اور خوشحالیوں سے لبریز ہے یہ رحمت ایزدی کا کرشمہ ہے کہ ہم اغیار کے تسلط سے آزاد ہو گئے۔

بعض تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کے بیشتر علماء کا طبقہ خصوصاً دین کے نام پر سیاست کرنے والے دینی رہنما جو مملکت پاکستان کی قدر نہیں کرتے اور نہ ہی ان قائدین ملت کا احسان مانتے ہیں جنہوں نے عصر حاضر میں اسلام کی تجربہ گاہ اور اسلامی دنیا کا مرکز بنانے کے لیے پاکستان میں ایک آزاد مسلم ریاست قائم کرنے کا تصور پیش کیا اور پھر اس تصور کو دنیا کے نقشے پر ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔ (۳۴)

اسلام کے زرّیں اصول:

اسلام کے اصول کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

پاکستان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے مختار و کارفرما کے طور پر معرض وجود میں آئی۔ اس حصول آزادی نے راستے کی وہ تمام رکاوٹیں دور کر دیں، جو کم از کم زندگی کے اجتماعی شعبوں میں ہماری اس راہ میں حائل تھیں جس پر چل کر ہم نہ صرف دنیائے اسلام کے سامنے بلکہ سارے عالم اسلام کے سامنے ایک معاشرہ اور ایک ایسی مثالی مملکت کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں، جس میں فریب کی جگہ صدق و وفا، بدعہدی و خیانت کی جگہ پاس، عہد و امانت ہوس پرستی کی جگہ حق کوشی، ظن و تہمت کی جگہ ایمان و ایقان کی کارفرمائی ہو۔

جہاں اخلاقی انتشار و ہوس رانی کی جگہ ضبط نفس اور پاکیزگی کا دور دورہ ہو، جہاں اقتصادی چیرہ دستیوں کی جگہ معاشی توازن ہو۔ جہاں زبردست بالادستوں کے ظلم و ستم کے خوف سے مامون ہوں، جہاں حقوق کی گردنیں مخلوق کی غلامی سے آزاد ہوں، جہاں نیکی کی قوتوں کو ابھرنے اور پنپنے اور فروغ پانے کے لیے سازگار فضا میسر آ سکے، جہاں بدی کے سرچشمے

بے آب ہو کر خشک ہو جائیں، جہاں کا ہر وفادار باشندہ بالحاظ مذہب و ملت اور بلا تفریق رنگ و نسل محسوس کرے کہ امن و آشتی، عدل و انصاف، آزادی ضمیر، احترامِ انسانیت، تحفظ جان و مال اور بقائے ننگ و ناموس کے لیے صفحۂ ہستی پر اس سے بہتر خطہ میسر نہیں۔

غرض یہ کہ پاکستان کی شکل میں قدرت نے ہمیں ایک ایسا خطہ زمین پر اس جنت ارضی کی تعمیر و تشکیل اور ان فرائض منصبی کی انجام دہی کے لیے مل گیا ہے، جو ہم پر آخری اُمت ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتے ہیں کہ ہم اچھائیوں کا حکم کریں اور بُرائیوں سے روکیں۔

علامہ اقبال (۳۵) نے ''نغمۂ ہندی'' کے ساتھ پاکستان کی اسلامی مملکت کا تصور ملت کے سامنے پیش کیا، عالم روحانیت اور عالم ملکوت سے پاکستان کی اسلامی سلطنت کا نقشہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں سے ملتِ اسلامیہ کے قلب پر نازل ہوا۔ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ہر مسلمان کے دل میں ایمان اور عمل کے ولولے پیدا ہو گئے۔ بقول اقبال:

عالم ہے فقط مومن جاں باز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے(۳٦)

قرآنی نظامِ حیات کا تصور:

مولانا شبیر احمد عثمانی مسلمانانِ پاکستان کے نظامِ حیات اور عملی زندگی کے بارے میں فرماتے ہیں:

اللہ کا شکر احسان ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت قائم ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کی مجلس دستور ساز میں قراردادِ مقاصد ۱۹۴۹ء (۳۷) کو منظور ہو چکی ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ مملکتِ پاکستان میں قرآن و سنت کے ماحول میں اسلامی نظامِ حیات جاری کیا جائے گا۔ پاکستان کے قیام کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ ہمیں ایک ایسا خطہ سرزمین مل جائے جہاں مسلم قوم کو قدرت حاصل ہو کہ وہ تمام کمال اسلامی آئین و قوانین جاری کرے اور اللہ و رسول ﷺ کے دین کو غالب اور سربلند کرے، لیکن مغرب زدہ لوگ جو اپنی اسلامی بصیرت کھو چکے ہیں اور خناس کی طرح ظلمت سے نکل کر روشنی میں آنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ اوروں کا بھی راستہ روکنا چاہتے ہیں، ان کا یہ کہنا ہے کہ چودہ سو سال کا معاذ اللہ فرسودہ نظام اس نئی روشنی کی دنیا میں کہاں چل سکتا ہے۔ لیکن جوں ہی دنیا طرح طرح کی روشنی کے باوجود کروڑوں برس کے فرسودہ شمس و قمر سے ہنوز بے نیاز نہیں ہو سکی تو چودہ سو برس کے قرآنی نظام سے آنکھیں چُرانا کب تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔

بعض حلقوں کے مطابق قیام پاکستان کے بعد بعض سیاسی حلقوں کی طرف سے یہ بات کہی جانے لگی کہ قیام پاکستان کا اصلی محرک ہندوستان میں مسلمانوں کے معاشی مسائل تھے ان کے خیال کے مطابق قائداعظم محمد علی جناح پاکستان میں ایک لادینی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے۔ (۳۸)

مجرم کی سزا:

مولانا شبیر احمد عثمانی پاکستان میں اسلامی قانون سازی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قراردادِ مقاصد(۳۹) سے پہلے بعض لوگوں نے جو مسلمانوں کی قیادت کا دم بھرتے ہیں، یہ بھی کہا کہ قرآنی نظام چلانے کے لیے ابھی ماحول تیار نہیں، لیکن قرآن جس وقت دنیا میں آیا اگر ماحول کی تیاری اور فضا کی سازگاری کا انتظار کرتا تو شاید قیامت تک بھی یہ ختم نہ ہوتا۔ قرآن تو اپنے لیے ماحول بناتا ہے اور قرآنی نظام کے نافذ ہونے سے بڑی حد تک فضا یعنی ماحول تبدیل ہونے لگتی ہے۔ اگر آپ سعودی عرب کی حکومت ہی کو دیکھ لیں صرف دو تین چوروں کا ہاتھ کٹنے سے حجاز جیسے ملک میں چوری کا بیج باقی نہیں رہا۔ آسمانی قانون کے اجراء کی یہی برکت ہے کہ اس جرم کی سزا جرم کو روکتی ہے، مجرم کو جیل بھیج کر پکا اور سند یافتہ مجرم نہیں بنایا جاتا۔

لیکن بدقسمتی سے قیامِ پاکستان سے جنگ ختم نہیں ہوئی بلکہ محاذ تبدیل ہوا ہے پہلے ہماری جنگ ہندو اور انگریز سے تھی جن کی یہ خواہش تھی کہ اسلام کے نام پر الگ ریاست وجود ہی میں نہ آئے یہ محاذ ختم کر لینے کے بعد جنگ کا دوسرا مرحلہ شروع ہو گیا جس میں ہمارا مقابلہ ان لوگوں سے ہے جو اس ملک میں اسلام کا نفاذ نہیں چاہتے ہیں اور پاکستان کے ایک حصے (مشرقی پاکستان) کو کھونے کے بعد دوسرے حصے (موجودہ پاکستان) پر بری نگاہیں اور ارادے رکھتے ہیں۔ (۴۰)

قائداعظم محمد علی جناح کا تصورِ پاکستان اور اسلام:

قیامِ پاکستان کے بعد بعض مسلم لیگی رہنماؤں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ پاکستان کو حاصل کرنے کی غرض سے اسلام کا سہارا لیا گیا تھا اور اب چونکہ پاکستان آزاد ہو گیا ہے اور اب اسلام کی اس خطے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے متعدد مرتبہ پاکستان اور اس کے نظریات و تصورات کو واضح طور پر بیان فرمایا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے اسلامی تخیلات کی متعدد موقعوں پر وضاحت فرمائی جب خان برادران سرحد میں یہ پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف تھے کہ پاکستان کے اربابِ اقتدار ہرگز اسلامی آئین نافذ نہیں کریں گے تو اس کی تردید میں قائداعظم محمد علی جناح نے جولائی ۱۹۴۷ء میں مسلمانانِ سرحد کے نام ایک پیغام جاری کیا جس میں آپ نے فرمایا:

''خان برادران'' نے یہ زہریلا پروپیگنڈہ شروع کیا ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی شریعت اسلامی کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دے گی آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔ (۴۱)

قائداعظم محمد علی جناح کا پیغامِ عید، مسلمانانِ ہند کے لیے:

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۳۹ء میں عید کے موقع پر ۱۰ کروڑ مسلمانانِ ہند کو جو پیغام دیا، اس میں اسلامی نظام کی عکاسی ہوتی ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں، ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے، چنانچہ ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن پاک پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔

اسلام و تصور پاکستان کے متعلق قائداعظم محمد علی جناح کی جالندھر میں تاریخی تقریر ۱۹۴۳ء:

قائداعظم نے تصور پاکستان اور اسلام کے حوالے سے ۱۹۴۳ء میں جالندھر میں آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیسا ہوگا، پاکستان کا طرز حکومت تعین کرنے والا میں کون ہوں۔ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قرآن حکیم نے واضح کر دیا تھا۔"

نظام اسلام کے حوالے سے قائداعظم کا خط بنام گاندھی ۱۹۴۴ء:

قائداعظم نے پاکستان کے قیام سے پہلے پاکستان کے تخیلات کی نشان دہی کرتے ہوئے ۱۹۴۴ء میں گاندھی کے نام ایک پیغام ارسال فرمایا، جس کے مطابق:

"قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے اور اس میں مذہبی، مجلسی، دیوانی فوجداری، عسکری، تعزیری، معاشی، سیاسی اور معاشرتی غرض کہ تمام شعبوں کے بارے میں واضح احکامات موجود ہیں۔ مذہبی رسومات سے لے کر روزانہ امور حیات تک روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، اخلاق سے لے کر انسداد جرائم تک، زندگی میں سزا و جزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک، ہر ایک قول و فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے، لہٰذا جب میں کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات و مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔"

پاکستان میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے لیاقت علی خان کے اعلانات:

لیاقت علی خان (۴۲) جو کہ قیامِ پاکستان سے پہلے مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری تھے۔ مجلس عمل کے ارکان کے سامنے پاکستان میں نفاذ اسلام و شریعت کے حوالے سے اعلان کیا۔

"پاکستانی علاقوں میں تمام انتظام حکومت قرآن کے احکام اور اصولوں کے مطابق مرتب کرے گی۔"

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب:

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (۴۳) جس نے تحریکِ پاکستان کے کردار میں نمایاں طور پر حصہ لیا، اس کے جلسہ تقسیم اسناد سے

خطاب کرتے ہوئے لیاقت علی خان نے فرمایا۔

”اس وقت ہماری قوم کے سامنے جو سب سے اہم سوال درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد یہاں برصغیر میں کیا صورتحال ہوگی، آیا ہم کو ایک آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اسلامی نظام آئین وقوانین کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا ہے یا ہم کو غیر مسلموں کا محکوم اور غلام رہنا ہے، ہمارے سامنے ایک نہایت اہم سوال درپیش ہے اور وہ یہ کہ تم کس نظام کے تحت زندگی بسر کرنا چاہتے ہو۔ ہماری طرف سے اس کا صرف ایک جواب یہ ہے کہ ہم اپنی آئندہ زندگی اسلامی طرز طریق وقوانین کے مطابق بسر کرنا چاہتے ہیں، مسلمان کے پیشِ نظر اس مقصدِ حیات کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے جو حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو برس قبل دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ حضرت محمد ﷺ جو پیغامِ الٰہی لے کر تشریف لائے تھے اب وہ ہمارے پاس ہے اور وہ دنیا کی عظیم المرتبت کتاب قرآن شریف ہے، جس میں اب بھی بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کے سارے احکام موجود ہیں، ہر مسلمان کا دین وایمان ہے کہ اس کی موت وحیات سب اللہ ہی کے لیے وقف ہے، اللہ ہی ہمارا بادشاہ ہے اور وہی ہمارا حاکم وحکمران ہے۔(۴۴)

علماء کے حوالے سے ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض حلقے کی جانب سے علمائے کرام کے حوالے سے یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ ”ملا یا مولانا حکومت واقتدار کا متمنی ہے، لیکن جب دوسرے لوگ دنیا کی نفع اندازیوں کے ذریعے اقتدار چاہتے ہیں تو دینوی اقتدار کے لیے ملا کا حکومت حاصل کرنا کیوں گناہ ہوگا، حالانکہ حکومت کے قائم ہونے میں اس کا بھی عمل دخل اور حصہ ہے، آخر حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے خود ہی کہا تھا:

ترجمہ: مجھے زمین کے خزانوں کا منتظم مقرر کردے کہ میں یقیناً نگہبان اور جاننے والا ہوں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ملا حاکم بننے کا طلب گار نہیں ہے، ہاں اپنے حاکموں کو تھوڑا سا ملا بنانے کا ضرور خواہشمند ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اور بعض لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ حصولِ پاکستان کے بعد علماء ومشائخ کی ان مساعی عظیمہ کو اربابِ اقتدار نے قطعاً فراموش کردیا۔ نیز مذہبی طبقہ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف تو درکنار اس کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مذہبی عنصر زیادہ چمکنے یا اُبھرنے نہ پائے، جہاں تک ہوسکے اس کو خمول اور کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ وقت پڑنے پر علماء کو احمق بنالیا جاتا ہے اور جب کام نکل گیا تو ان سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔(۴۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے حوالے سے مستحسن جذبہ

پاکستان کے استحکام، سالمیت اور نفاذ اسلام وشرعی قوانین کے حوالے سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا جذبہ مستحسن تھا(۴۶)۔ آپ نے اس حوالے سے فرمایا:

”میں یہ بات بڑے صفائی سے واضح کردینا چاہتا ہوں کہ یہ صورتحال ہمارے لیے کوئی غیر متوقع چیز نہیں ہم یقیناً پہلے

سے یہ جانتے تھے کہ سب ہوگا اور پاکستان کی زمام اقتدار کا بحالت موجودہ جن ہاتھوں میں پہنچنا ناگزیر تھا، ان سے اس کے سوا کوئی توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی (۴۷)۔ ہم ان کی نسبت الحمدللہ کسی فریب میں مبتلا نہ تھے، ہم نے سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے جداگانہ اسلامی قوت اور اصول پاکستان کی مخلصانہ حمایت مذہبی نقطۂ نظر سے حق اور صحیح سمجھ کر کی۔" (۴۸)

محکمہ دینی امور کے قیام کا مشورہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان میں ایک مکمل قرآنی و آئینی نفاذ کے خواہش مند تھے، اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

"قرآنی نظام اور دستور کی تربیت سے پہلے یہ ضروری تھا اور ہے کہ محکمہ شریعت کا قیام عمل میں لایا جائے، ویسے تو جب مکمل اسلامی نظام جاری ہوگا تو تمام وزارتیں ہی احکام دین کے مطابق کام کریں گی، لیکن اسلامی ماحول اور اسلامی فضا تیار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مرکزی حکومت کے علاوہ پاکستان کے ہر صوبہ میں محکمہ امور مذہبی کا قیام عمل میں لایا جائے۔"

اسلامی اوقاف تنظیم زکوٰۃ معارف اسلامیہ تبلیغ و اشاعت دین مبلغین اسلام کی تعلیم و تربیت، نو مسلموں سے تالیف قلوب نو مسلموں کی آبادی کا قیام، مندروں کے لیے محتاج خانوں کا قیام، مساجد کی تنظیم، ائمہ مسجد کی تربیت سازی، خطبات جمعہ کی تربیت، ریڈیو پر درس قرآن اور تبلیغ اسلام، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، تہذیب و معاشرت اسلامی کا اجراء، دینی مدارس کی نگرانی، مسلمانوں کے لیے قرآن مجید اور عربی زبان کی خبری اور لازمی تعلیم نکاح، طلاق، وراثت کے شرعی قوانین کا نفاذ، ممالک یورپ میں اسلام کے تبلیغی مشنریوں کا قیام، حاجیوں کے سفر حج کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں مہیا کرنا، مملکت میں مسلسل تبلیغ دین سے ایک ایسا اسلامی ماحول تیار کرنا ہے، جہاں دین اسلام کی پابندی میں ملت کا متوسط اور دولت مند طبقہ بھی فخر محسوس کرے۔ پاکستان کے مسلمانوں کو جو کچھ حاصل ہوا ہے اور جو کچھ حاصل ہونے والا ہے، وہ سب رسول اللہ ﷺ کا اوصاف فیضان ہے۔

"وہ دانائے سبل، ختم الرسلؐ، مولائے کُل، جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا" (۴۹)

پاکستان کے آئین کا اسلامی پہلو اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

پاکستان کے قیام کا اوّلین مقصد اسلامی دستور و قرآن کی روشنی میں معاشرے کی تشکیل تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد اسلام کے آئینی تصورات سے متعلق بے شمار مذاکرے اور مجلسیں ہوئیں۔ پاکستان کے آئین کے نفاذ، قانون سازی اور نفاذ شریعت میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا کردار بے مثال رہا۔

جس طرح کسی عمارت کا نقشہ یا خاکہ اس کی ساخت وسعت اور ہیئت کا پتہ دیتا ہے، اسی طرح کسی ملک کا آئین اس کے باشندوں کے عزائم اور مقاصد، ان کی آزادی، تمناؤں اور ان کی تہذیب و تمدن کا آئینہ دار ہوتا ہے، آئین پورے ملک کے

نظام کا نام نہیں ہوتا، لیکن اس کے معاشرے میں جس قسم کا نظام نافذ کرنا مقصود ہوتا ہے، اس کی ایک جھلک آئین میں موجود ہوتی ہے، اگر کوئی ملک کسی خاص نظریے، عقیدے یا اصول کی بناء پر اپنی تنظیم کرنا چاہتا ہے تو اس کا آئین اس نظریے کا حامل ہوگا اور اگر وہاں کے افراد ایک مربوط اور معین نصب العین کے بغیر اپنے معاشرے کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں اور دنیا کی ہر شے کو جس کو وہ اپنانا چاہتے ہیں، اپناتے ہیں۔ (۵۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیام پاکستان کے بعد اس بات کی کوشش اور جستجو میں مصروف عمل رہے کہ پاکستان کو خالصتاً اسلامی ریاست بنایا جائے اور جس مقصد کے لیے مسلمانوں نے جانی، مالی اور بے شمار قربانیاں پیش کیں، پاکستان کو اس کی حقیقی تصویر میں ڈھالا جائے۔

دستور سازی واقعی بڑا مشکل کام ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ہم اپنا دستور اسلام کے بلند و اعلیٰ اصولوں کے مطابق تیار کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا دستور نہیں ہے، جس سے ہم کوئی چیز اخذ کر سکیں چونکہ ہم نئی چیز تیار کر رہے ہیں، اس لیے ظاہر ہے کہ اس میں وقت لگے گا، ایسی صورت میں اگر ہم نے ایک قدم بھی غلط اٹھایا تو اسلام کا پورا مستقبل خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ (۵۱)

میں کہوں گا کہ اگر قوم اسلام کے اصولوں پر چلتی رہی تو مجھے کمیونزم سے کوئی ڈر نہیں ہے، شاید مجھ سے زیادہ کسی کو اس کا احساس نہیں ہے کہ غریبوں کے لیے اب تک کوئی خاص کام نہیں کیا گیا ہے اگر تحفظ کا سوال در پیش نہ ہوتا تو یقیناً میری کوشش ہوتی کہ ہر سمت میں زیادہ سے زیادہ ترقی ہو۔ (۵۲)

پاکستان کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے ۱۱ جنوری ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم نے ایک جلسہ میں فرمایا:

"مسلمان ایک طاقت ور، منظّم اور اٹل قوم ہے اور پاکستان کے لیے خون بہانے کو تیار ہے جب خون بہانے کا وقت آئے گا تو اس کے لیے بھی ہمیں تیار رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کے لیے قیام پاکستان موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ پاکستان حاصل کرنے میں ناکام ہو جانے کا مطلب ہماری قومیت کا فنا ہو جانا ہے۔" (۵۳)

پاکستان اور اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ ہمیں اپنی مرادوں کی تعبیر چاہیے اگر ہم پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کر دیتے تو آج قومی عدم استحکام کے مسائل سے دوچار نہ ہوتے اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں کسی کو سیاسی اجارہ داری حاصل ہے نہ معاشی یا معاشرتی اس کے اصولوں کی بنیاد احترام انسانیت آزادی اور انصاف پر ہے۔ (۵۴)

انسانی مساوات کا درس:

پاکستان جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کو بروئے کار لانے میں کوشاں ہے۔ اسلام میں دقیانوسیت کی کوئی گنجائش نہیں، وہ آزادی ضمیر کا علمبردار ہے، مذہبی امور میں جبر و تشدد کی مذمت کرتا ہے اور ذات

پات کی تمیز کو ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ اسلام انسانی مساوات پر یقین رکھتا ہے اور اس کے نزدیک ہر شخص کو اپنی محنت کا صلہ ملنا چاہیے۔ وہ نجی ملکیت کو جائز قرار دیتا ہے لیکن محنت سے حاصل نہ کی ہوئی دولت کے انبار لگانے کی اجازت نہیں دیتا۔ امن و ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہم تمام اقوام عالم کو اپنا تعاون پیش کریں۔ (۵۵)

اسلامی حکومت دنیا میں عالمگیر امن کی ذمے دار ہوتی ہے خارجہ تعلیمات اس امن کی ذمے دار ہوتی ہیں، وزارت خارجہ ہی بیرونی طاقتوں کو امن و سلامتی کا پیغام پہنچاتی ہے۔ اسلام کا فلسفہ تعلقات ہمہ گیر اور انسانیت کی فلاح کے لیے وجود میں آتا ہے اور تمام دنیا کو اپنے حلقہ اثر میں سمجھتا ہے۔ (۵۶)

خلافت تحریک (۵۷) کے بعد سے مسلمان رہبران قوم مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا مقصود اور مطلوب اسلامی حکومت کا قیام اور اسلامی طرز زندگی کو قرار دیتے رہے سارے رہنما ایک ہی بات کہہ رہے تھے ۱۹۰۶ء (۵۸) میں مسلم لیگ کا قیام بھی مذہب اور تہذیب کی حفاظت کے لیے تھا۔ (۵۹)

اسلامی قانون کا احیاء:

پاکستان کو دس کروڑ مسلمانوں نے اس عزم و مقصد اور نیت کے ساتھ قائم کرایا ہے کہ اس خطہ میں مسلمان اپنے عقائد کے مطابق آزادی کے ساتھ عبادت خداوندی اور زندگی بسر کر سکیں، ہم اس بات کا عہد کر چکے ہیں کہ مسلمان اس خطہ میں اپنی زندگی کا قانون اپنی شریعت کے مطابق بنائیں گے ہماری حکومت منتخب نمائندوں کے ہاتھ سے چلے گی اور ہمارے پیش نظر اسلام کے بتائے ہوئے اصول آزادی، مساوات اور جمہوریت رہیں گے۔ ہم مساوات اور انصاف کے قائل ہیں اور ہر فرد کو اس صلہ کا حقدار سمجھتے ہیں جو وہ اپنی صحت و دیانت سے حاصل کر سکے، اپنے آئین کی قرارداد مقاصد (۱۹۴۹ء) (۶۰) کو منظور کرتے ہوئے ہم نے قادر مطلق کو گواہ بنایا ہے، جس کا اقتدار اعلیٰ ساری کائنات پر قائم ہے۔ (۶۱)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور ساتھ ہی ایک عالمگیر اور آفاقی تحریک ہے اسلام کے نزدیک اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے ایک ضابطہ حیات قرآن حکیم کی شکل میں ہمیں عطا کیا ہے جس کا کہنا ہے ''لم یکن لہ شریک فی الملک'' یعنی کوئی بھی حکومت میں اس کا شریک نہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اور اس کا پیروکار ہو کر انسان ایک مہذب شہری بن سکتا ہے، جن لوگوں نے اس کے احکام کی پیروی کی وہ حزب اللہ کہلائے اور اس میں ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کرنے والے شامل ہیں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی وہ ''حزب الشیاطین'' ہوئے۔ اب اقامت دین کا یہ کام امت مسلمہ کے سپرد ہے کہ وہ دنیا بھر کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی طرف بلائے۔ گویا مذہب اسلام اس دعوت یا تحریک کا نام ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کتاب و سنت کا تابع فرمان بنانا ہے تمام مسلمان ایک قوم ہیں اور علاقائی اور نسلی حدود سے بالاتر ہو کر انہیں ایک ملت کی حیثیت میں زندہ رہنا ہے۔ نیکی کو عام کرنا اور بدی کی بیخ کنی ان کا مقصد حیات ہے۔ (۶۲)

اسلامی آئین سازی اور اس کے اجراء کے لیے قوم کا تقاضا:

شبیر احمد عثمانی رکن دستور ساز اسمبلی میں واحد عالم تھے، جو اس زمانہ میں جمہوری عوام کی اسلامی آئین کے اجراء کے سلسلے میں ترجمانی کر رہے تھے، چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس عوام کے ہزاروں خطوط و تار اسلامی آئین سازی اور دستور سازی کے سلسلہ میں موصول ہوتے رہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی بھی اس ضمن میں شب و روز طویل العمری کے باوجود مصروف رہتے تھے۔ آپ نے اسلامی آئین کی تدوین کے لیے نہ صرف قانون کا بنیادی خاکہ تیار کرالیا تھا بلکہ خود اپنی جماعت کے ساتھ قانون مدون بھی کرلیا تھا جب کہ دوسری طرف ۴۹-۱۹۴۸ء میں قوم کا اسلامی آئین کے اجراء کا مطالبہ بڑی شدت سے زوروں پر تھا۔ اخبارات، رسائل و جرائد اور تقاریر میں آئین اسلامی کے نفاذ کا مطالبہ بہت شدت اختیار کر چکا تھا۔ (۶۳)

اسلام ایک عالمگیر تبلیغی مذہب ہے جس میں دینی مقاصد کو ترجیح و تفوق حاصل ہے بنیادی دینی امور کے سوا تمام عام شہری حقوق سے ہر کسی کو متمتع ہونے کا حق دیا گیا ہے اس کا باقاعدہ اعلان رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''اسلام میں حاکمیت اللہ کی ہے اور انسان اس کے نائب ہیں۔ اسلام میں جو کچھ ہے نیابت ہے رعایا کا کوئی تصور نہیں بلکہ اسلام میں سب آزاد اور برابر ہیں۔ البتہ دینی مقاصد کے اعتبار سے مسلم اور ذمی کا فرق ہے اسلام ہر قسم کے ذاتی و اجتماعی استحصال، استبداد اور تسلط کی نفی کرتا ہے اور تقویٰ کو فضیلت کا معیار تصور کرتا ہے۔ (۶۴) قیام پاکستان کے فوراً بعد سیکولر لیڈر شپ اور علماء کے درمیان اس بات پر کشمکش ہوئی کہ پاکستان کو کس قسم کی ریاست بنایا جائے کیا یہ ملک ایک سیکولر، جمہوری ہو کہ جس میں ہر عقیدے و مذہب کے لوگوں کو برابر کے حقوق ہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیازی سلوک نہ ہو یا پھر اس کو ایک اسلامی ریاست بنایا جائے جس میں صرف مسلمانوں کو تمام حقوق حاصل ہوں۔ علماء نے قیام پاکستان کے بعد ہی سے اسلامی ریاست کی تشکیل کا مطالبہ کیا کیونکہ تحریک پاکستان کے موقع پر مسلمانوں سے یہی وعدہ کیا گیا اور مسلمانوں نے اسلامی ریاست کے لیے قربانی دی تھی۔ (۶۵)

دستور اساسی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی کی کوششیں:

۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو مولانا شبیر احمد عثمانی کی پیش کردہ قرارداد اسمبلی کے ایجنڈے پر زیر بحث آئی اور پارٹی میٹنگ میں اس کے تجویزات اور مضمرات کے پیش نظر یہ طے پایا کہ پاکستان کا دستور مرتب کرنے سے پہلے ایک اصل الاصول اور جنرل نصب العین کے طور پر متفقہ طور پر طے ہونا چاہیے کہ دستور اساسی کی نوعیت کیا ہوگی اور اس کا جوہری مطمع نظر جو گویا سارے دستور کا سنگ بنیاد اور خشت اول کی حیثیت رکھے گا، کیا ہونا چاہیے۔ معمولی بحث و تمحیص کے بعد قرار پایا کہ اس سلسلے میں قرارداد مقاصد (Objective Resoulation) کا مسودہ تیار کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی بنا دی جائے جو تیرہ ارکان پر مشتمل ہو، چنانچہ کمیٹی بنا دی گئی اور اس کمیٹی کی کئی مرتبہ میٹنگز ہوئیں اور سب ارکان نے کھلے دل و دماغ سے اس میں

حصہ لیا، مختلف مسودے پیش ہوئے پھر کاٹ چھانٹ کے بعد ایک مسودہ زیر بحث لانے کے لیے مرتب کیا گیا۔ (٦٦) ۱۹۳۵ء کے انڈین ایکٹ میں بعض ترمیم کر کے اس کو پاکستان کے لیے عبوری آئین کے طور پر اختیار کیا گیا۔ ۱۹۳۵ء کا انڈین ایکٹ کا قانون متحدہ ہندوستان کے لیے مرتب کیا گیا تھا یہ ایک آزاد اسلامی مملکت کے لیے قطعی غیر موزوں تھا پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی جسے انتقال اقتدار کے وقت بلا شرکت غیرے اختیارات حکمران تفویض کیے گئے تھے قائداعظم محمد علی جناح نے علماء کے مطالبہ پر علماء کو اس بات کی ذمے داری سونپی تھی کہ وہ قومی تقاضوں کے مطابق آئین سازی کے لیے اقدامات کرے۔ آئین ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس کراچی میں ۱۱ راگست ۱۹۴۷ء کو ہوا جس میں قائداعظم محمد علی جناح کو اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ آئین ساز اسمبلی بیک وقت قانون ساز جماعت بھی تھی اور اسے آئین سازی اور قانون سازی کے فرائض سرانجام دینے تھے اس کی میعاد کا تعین نہیں کیا گیا۔ (٦٧)

کانگریس کی غیر فرقہ پرست ہندوستان حکومت سرزمین ہندوستان سے مسلمانوں کا وجود تک ختم کر دینے کے منصوبے باندھ رہی تھی لیکن کانگریس کے عائد کردہ فرقہ پرستی کے الزامات کا بوجھ اٹھائے مسلم لیگ کا قائد (محمد علی جناح) پاکستان کی بنیاد اس نا قابل انکار حقیقت پر رکھ رہا تھا "اکبر اعظم (شیخ جلال الدین محمد اکبر) نے غیر مسلموں کے ساتھ جس خیر سگالی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا وہ کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ چودہ سو برس پرانی چیز تھی جو ہمارے رسول کریم ﷺ نے صرف قول سے نہیں بلکہ عمل سے یہودی اور عیسائیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کر کے انہیں مفتوح کر لیا تھا ہمارے رسول ﷺ نے ان کے مذہب اور عقیدے کے بارے میں انتہائی تحمل، رواداری اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا تھا ہم یقیناً اس نبی ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوں گے۔ (٦٨) مسلمانوں نے ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ نہایت سیرچشمی اور اعلیٰ ظرفی کا سلوک رکھا چاہے وہ کسی جگہ فاتح کی حیثیت سے گئے یا حاکم کی حیثیت سے انہوں نے اپنی غیر مسلم رعایا کے مذہبی حقوق کی پاسداری کی ان کے ساتھ رواداری سے پیش آئے اور ان کے عقائد و شعائر کا مکمل لحاظ رکھا۔ (٦٩)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی رائے میں قیام پاکستان کا مقصد:

شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ جہاں تک میری رائے اور کوششوں کا تعلق ہے پورے غور و فکر کے بعد میرا مطمع نظر یہ ہے کہ بانی پاکستان اور دوسرے زعماء لیگ کے دماغوں میں تاسیس پاکستان کے دو اہم مقاصد یہ تھے۔

اول:۔ ☆ اس عظیم الشان اور تباہ کن خطرہ کا احساس و انسداد جو اس ملک میں غیر مسلم اکثریت کی طرف سے ۱۰ کروڑ مسلمانوں کو اکھنڈ ہندوستان میں رہنے کی صورت میں پیش آسکتا تھا۔

دوم:۔ ☆ یہ عزم کہ آزادی اور خود مختاری حاصل ہونے کی تقدیر پر پاکستان میں ایک ایسی اسلامی مثالی حکومت قائم کی جائے جہاں اسلام کا سکھایا ہوا وہ جامع اور مکمل نظامِ حیات بروئے کار لایا جا سکے جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی

رہے اور زندگی کے ہر موڑ پر ہماری پوری رہنمائی کرے اور جو نہ صرف عالمِ اسلام بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے مستقبل کو سنوارنے میں ایک مشعلِ فروزاں کا کام دے سکے۔ (۷۰)

دو قومی نظریہ نے نظریہ پاکستان کو جنم دیا اور نظریہ پاکستان درحقیقت اسلامی نظریے ہی کا دوسرا نام ہے، انسان کی سیاسی زندگی کی جڑ اس کے مذہب میں ہے اور پھر اسلام تو وہ دین ہے جس میں دین سیاست سے جدا ہو ہی نہیں سکتا۔ تحریکِ پاکستان کی کامیابی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ یہ تحریک اسلام ہی کے مقدس نام پر شروع ہوئی تھی، اس لیے اسے حیرت انگیز طور پر کامیابی حاصل ہوئی۔ خلافتِ راشدہ (۶۳۲ء-۶۶۲ء) کے مبارک دور کے بعد تیرہ سو سال بعد یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ایک مقصد اور ایک نصب العین پر اس طرح متفق ہوئے کہ پاکستان کا مقصودِ حیات بن گیا اور اس کے حصول کے لیے سب کے دل ایک ساتھ دھڑکنے لگے۔ (۷۱)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے عوام الناس کے مطالبے کو زیرِ بحث لاتے ہوئے کہا کہ اب جب کہ عوام الناس اپنا کردار اور فرض ادا کر چکے ہیں، وقت آگیا ہے کہ اربابِ اقتدار اور ارکانِ اسمبلی جو جمہور کے نمائندے ہیں اپنا فرض ادا کریں اور پاک دستور ساز اسمبلی کی زبان سے بلا تاخیر اعلان کر دیں کہ

(۱) حکومت اور اقتدارِ اعلیٰ صرف خدائے واحد احکم الحاکمین کا ہے۔

(۲) اس وقت جو اقتدار جمہور کے توسط سے اس مملکت اسٹیٹ کو بخشتا ہے، وہ ایک مقدس امانتِ الٰہیہ ہے جو اس خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر بطور نیابت استعمال کیا جائے گا۔ (۷۲)

نیز مسلم قوم اسلام کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں اور تعلیماتِ اسلام کے مطابق جو قرآن اور سنت سے ثابت ہوں، اپنی زندگی منظم اور مرتب کر سکے اور کوئی ایسا قانون، بل، آرڈیننس منظور یا نافذ نہ ہو سکے گا جو احکامِ اسلام کے خلاف ہو، اس آئین کی رو سے اقلیتوں کے طے شدہ حقوق محفوظ ہوں گے۔ (۷۳)

اُمتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجز اور ان کے مسائل کا حل: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مسلمانوں پر جو عالمی مصیبت اور پریشانی لاحق تھی، اس کا علاج و مداوا کی غرض سے فرماتے ہیں۔

ہمارے سامنے ایک تلخ حقیقت یہ ہے کہ دنیائے اسلام ایسی جماعتوں، طریقوں اور وضاحتوں میں مبتلا ہے کہ جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس کے پیچھے کوئی عمل نہیں ہے اور جو امت اسلامیہ میں رہبروں اور علماؤں کے ساتھ بدگمانی اور ناامیدی کے سوائے کوئی نتیجہ نہیں رکھتی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں رہی کہ امت اسلامیہ جس مصیبت میں مبتلا ہے اس سے اس کو کوئی نجات دلا سکے۔ اس تلخ حقیقت کی بنا پر میں امید کرتا ہوں کہ ہر امت اسلامیہ اپنے دلوں میں اس بات کو مضبوط کر لیں کہ وہ اس موتمر سے عملی نتائج کے بغیر خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں نہ اٹھیں گے حتیٰ کہ وہ محسوس کریں کہ انہوں نے اسلام کی کوئی

خدمت انجام دی ہے اور مجھے بھروسہ ہے کہ یہ موتمر اللہ کی مدد سے کامیاب ہوگی اور اچھے نتائج پیدا کرے گی اور مسلمان اور اسلامی حکومتیں اطراف زمین میں اس کی مدد کریں گے۔ (۷۴) یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بحیثیت ایک اخلاقی نصب العین اور نظام سیاست میں اسلام ہی وہ سب سے بڑا مذہب ہے، جس سے مسلمانان ہند کی تاریخ حیات متاثر ہوئی ہے اسلام ہی کی بدولت ان کے سینے اسلام کی تعلیمات سے معمور ہوئے جن پر جماعتوں کی زندگی کا دارومدار ہے مسلمانوں کے اندر اتحاد اور ان کی نمایاں یکسانیت ان قوانین اور روایات کی شرمندہ احسان ہیں جو تہذیب اسلامی سے وابستہ ہے۔ (۷۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دستور و نفاذ اسلام کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا کہ

اگر ہماری دستور ساز اسمبلی نے آئین پاکستان کے سنگ بنیاد کے طور پر مذکورہ بالا نکات پر مشتمل کوئی تجویز منظور کر لی تو جمہور کے لیے یہ امر موجب اطمینان اور پاکستان کے تحفظ اور دفاع کے لیے جان و مال کی قربانی کا تازہ و بے انداز جوش ان میں پیدا ہو جائے گا۔ اس طرح خدا کے فضل سے وہ نیک مقاصد اور بے اندازہ منافعات حاصل ہو سکیں گے جو پاکستان کی تعمیر سے مطلوب ہیں۔ (۷۶)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اپنی تصنیف "Ulema in Politics" میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوششوں اور نفاذ اسلام کے سلسلے میں ان کی خدمات کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کا اسلامی دستور بنوانے کے لیے انتھک کوشش کی۔“ (۷۷)

دستورِ اسلامی کے لیے عظیم جدوجہد:

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی نظریاتی مملکت کا رنگ ابھرا۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوؤں اور سکھوں نے جب دہشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا اور تاریخ کے صفحات میں جس خونی باب کا اضافہ کیا، اس نے وقتی طور پر مسلمانوں کے ذہن و فکر کو مفلوج کر دیا لیکن جب سات آٹھ ماہ گزرے اور مسلمانوں کو کچھ ہوش آیا تو انہیں فکر ہوئی کہ جس غرض کے لیے پاکستان بنایا تھا، جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں نے جان و مال کی قربانی دی، ہزاروں خاندانوں کی بربادی برداشت کی گئی، اب اس مقصد کو بروئے کار لایا جائے اور وہ مقصد یہ تھا کہ پاکستان کا دستور قرآن و سنت کی اساس پر قائم ہو۔ اس مملکت خداداد کے کروڑوں مسلمان اسلامی نظام کی برکات کا مشاہدہ کریں، اس کے ثمرات سے بہرہ مند ہوں اور اس دور کی بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نشانِ راہ بن جائیں۔ (۷۸)

دستور اساسی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوشش:

۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے دستور اساسی کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو تحریک پاکستان میں قائداعظم اور اسلامیان بانیانِ پاکستان میں سے ہونے کا شرف و فخر حاصل تھا۔ مولانا شبیر عثمانیؒ نے چند اہلِ علم و

دانش کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور کتاب و سنت کی روشنی میں مرتب کرنے کے لیے ایک خاکہ تیار کیا جائے جو دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاسکے چنانچہ باہمی مشورے سے اس کام کی انجام دہی کے لیے چار علماء کے نام تجویز کیے گئے اور یہ نام لینے کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ گئے، ان چار علماء کے نام یہ تھے۔

(۱) مولانا سید سلیمان ندویؒ (۷۹)
(۲) مولانا مفتی محمد شفیعؒ (۸۰)
(۳) مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ (۸۱)
(۴) ڈاکٹر حمید اللہ (۸۲)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ دیوبندی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند تھے اور مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ بڑے محقق اور قانون اسلامی کے ماہر تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ (حیدر آبادی) بھی بڑے محقق اور ماہر قانون تھے، لیکن اتفاق سے اس وقت ان حضرات میں سے کوئی بھی پاکستان میں موجود نہ تھا، سب کے سب بھارت میں تھے، چنانچہ ان حضرات کو پاکستان آنے کی دعوت دی گئی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ تو اس وقت پاکستان نہ آسکے مگر دیگر تین علماء کا قافلہ کراچی پہنچا۔ ۱۹۴۸ء کے وسط میں ایک دستوری خاکہ مرتب کرنے میں یہ علماء مصروف ہوگئے اور تین ماہ کے مختصر عرصہ میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر ہدایت دستوری خاکہ مرتب کیا گیا۔ کچھ علماء واپس بھارت چلے گئے جب کہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ کو کراچی میں روک لیا گیا، کیونکہ دستوری کام کی تکمیل کے لیے ان کا پاکستان میں رہنا اشد ضروری تھا، علماء اور ارکان دستور کے درمیان اسلامی آئین کے ضامن قائداعظم محمد علی جناح ہی تھے، انہوں نے گرچہ اپنی ایک ملاقات میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفیق خاص مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ:

”میں پاکستان کے مقدمے میں مسلمانوں کا وکیل تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقصد میں کامیاب کیا انہیں پاکستان مل گیا میرا کام ختم ہوا، اب مسلمانوں کی اکثریت و جمہوریت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس طرح کا چاہے نظام قائم کرے اور چونکہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں نظام اسلام قائم نہ ہو۔“ (۸۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں قیام پاکستان کا مقصد:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ ”جہاں تک میری رائے اور کوششوں کا تعلق ہے پورے غور و فکر کے بعد میرا مطمح نظر یہ ہے کہ بانی پاکستان اور دوسرے زعماء لیگ کے دماغوں میں تاسیس پاکستان کے دو اہم مقاصد تھے۔“

(۱) اس عظیم الشان اور تباہ کن خطرہ کے احساس و انسداد جو اس ملک میں غیر مسلم اکثریت کی طرف سے ۱۰ کروڑ مسلمانوں کو اکھنڈ ہندوستان میں رہنے کی صورت میں پیش آسکتا تھا۔

(۲) یہ عزم کہ آزادی اور خودمختاری حاصل ہونے کی تقدیر پر پاکستان میں ایک ایسی اسلامی مثالی حکومت قائم کی جائے جہاں اسلام کا سکھایا ہوا وہ جامع اور مکمل نظامِ حیات بروئے کار لایا جاسکے، جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی رہے اور زندگی کے ہر موڑ پر ہماری پوری رہنمائی کرے اور جو نہ صرف عالمِ اسلام بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے مستقبل کو سنوارنے میں ایک مشعلِ فروزاں کا کام دے سکے۔ (۸۴)

ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں ایک عرصہ دراز تک (۱۵۲۶ء۔ ۱۹۴۷ء) علمائے کرام ہی ہراوّل دستے کے طور پر سامنے آئے۔ دراصل حقیقی معنوں میں اس تحریک کے بانی وہی تھے، جنہوں نے سب سے پہلے اکبر کے دینِ الٰہی کے خلاف عَلم بلند کیا، لادینی مذہب و نظریات کے خلاف آواز بلند کرنے والوں میں مجدد الف ثانیؒ سے لے کر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ (۸۵) کا نام قابلِ ذکر ہے۔ انگریزوں کے قدم مضبوط ہوجانے اور انگریزوں کی غلامی میں چلے جانے کے بعد علماء ہی نے ان کے خلاف عَلم بلند کیا۔ مولانا سیّد احمد شہیدؒ (۸۶) اور مولانا سید اسمٰعیل شہیدؒ (۸۷) سے لے کر شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تک حریت آزادی کی تحریک کا سلسلہ جاری رہا۔ (۸۸)

علمائے حق کے قافلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳ء۔ ۱۷۶۲ء) (۸۹) نے انگریزوں کے عزائم کو اچھی طرح محسوس کرلیا تھا، آپ نے انگریزی استعمار کے خلاف اپنی مقدور بھر کوششیں کیں۔ علماء کا طبقہ مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی آزادی کا ہر دور میں علمبردار رہا۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں علماء کے ایک طبقے نے جمعیت العلمائے ہند کے نام سے سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی۔ جمعیت العلمائے ہند کے سیاسی پلیٹ فارم سے خطاب کرتے ہوئے مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے فرمایا:

''مسلمانوں کا کسی غیر مسلم کے ساتھ ہوکر مسلمانوں سے جنگ کرنا جس سے کفر کی شوکت بڑھتی ہو اور اسلام کی قوت کو صدمہ پہنچتا ہو تو قطعاً حرام ہے اور اس صورت کی حرمت متفق علیہ ہے، اس کے جواز کے لیے حیلے ڈھونڈنا اور مسلمانوں کی باہمی جنگوں سے استدلال کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔

جمعیت العلمائے ہند کی اس قرارداد کی تائید سب سے پہلے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کی۔ اس کے بعد مولانا فاخرؒ، مولانا سیّد مرتضٰی حسنؒ، مولانا محمد اسحاق مرادآبادیؒ، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا عبدالقادر قصوریؒ اور دیگر دوسرے علمائے کرام نے کی۔ (۹۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ''جمعیت العلمائے ہند'' کے تمام اجلاسوں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے۔ آپ ۱۹۴۴ء تک جمعیت العلمائے ہند سے منسلک رہے اور ۱۹۴۵ء میں اس کی رکنیت سے علیحدہ ہوگئے، علیحدگی کی وجہ جمعیت العلمائے ہند متحدہ قومیت کی حامی تھی جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دوقومی نظریہ اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔ (۹۱)

اگر ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اخلاقی نصب العین اور نظامِ سیاست کے اعتبار سے اسلام ہی کے باعث ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگی کی تاریخ ایک مخصوص سانچے میں ڈھلی۔ نظامِ سیاست سے

مراد یہاں پر وہ جماعت ہے جس کا نظم وضبط ایک نظام قانون کے تحت قائم ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک اخلاقی رُوح کارفرما ہوتی ہے، یہ اسلام ہی تھا جس کے باعث ہندوستانی مسلمانوں کے سینوں میں وہ رُوح پیدا ہوئی جس رُوح پر جماعتوں کی زندگی منحصر ہوتی ہے، اس رُوح کی بیداری کے باعث بکھرے ہوئے افراد تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی بن جاتے ہیں۔ ہندوستان ہی وہ ملک ہے، جس میں اسلامی وحدت کی بے پناہ طاقت ایک نمونہ بن کر سامنے آتی ہے۔ جمعیت علمائے اسلام کی ترکیب اسی اسلام کی رُوح کا نتیجہ ہے۔(۹۲)

قیامِ پاکستان: ایک عہد ساز کارنامہ:

پاکستان آخرکار ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست کے طور پر معرضِ وجود میں آیا، یہ ایک عہد سا کارنامہ اور اس کا وجود صرف اور صرف دو قومی نظریہ کا مرہونِ منت تھا۔ قائداعظم ۷ر اگست ۱۹۴۷ء کو بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لائے تاکہ جشنِ آزادی اور دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی تیاریاں مکمل کی جائیں۔(۹۳)

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کراچی آمد:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ متحدہ ہندوستان کی اسمبلی میں بنگال سے ممبر اسمبلی منتخب ہوئے تھے اور آپ دستور ساز اسمبلی کے اہم ممبر تھے، لیکن جب پاکستان اور ہندوستان کی برطانوی پارلیمنٹ نے منظوری دے دی اور آزادی وخود مختاری کا دن مقرر کردیا گیا تو ہندوستان اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلیاں قائم ہونے کے لیے مقتدر افراد مراکز دہلی اور کراچی میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جمعیت العلمائے اسلام کے صدر ہونے کی حیثیت سے ۶ر اگست ۱۹۴۷ء کو دیوبند سے کراچی روانہ ہوئے۔ تاکہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس اور افتتاح پاکستان کی تقاریب میں شرکت کرسکیں۔(۹۴)

مسلمانانِ برصغیر کے لیے خصوصاً اور عالمِ اسلام کی اُمتِ مسلمہ کے لیے عموماً یہ مبارک ساعت نعمت غیر مترقبہ تھی، جس میں مسلمانانِ ہند کو غلامی کی صدیوں پرانی بیڑیاں توڑ کر آزادی سے ہمکنار ہونے کا موقع فراہم ہوا تھا۔(۹۵)

مسلم لیڈروں کے ذہن میں مسئلہ قومیت کی واضح شکل تو ضرور موجود تھی مگر مسلم عوام اس سے بالکل بے خبر تھے وہ اپنے کو ہندوستانی ہی سمجھتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ وہ مذہبی حیثیت سے تو مسلمان ہیں مگر ہندوستان پر ان کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا یہاں بسنے والے کسی دوسرے مذہب کے لوگوں کا ہوسکتا ہے، ان میں اسلام کی بے پناہ قوتیں ضرور جذب تھیں لیکن وہ اس حقیقت سے ناواقف تھے کہ اگر اسلام کو کفر میں ضم کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ اس حملہ کو برداشت بھی کرسکیں گے یا نہیں اس وقت ان کا فطری رجحان کیا ہوگا؟ یہ ہندوستان کے مسلم عوام سوچنے سے بالکل قاصر تھے۔(۹۶) ہندوستان کے مسلمان اسلامی حکومت کا تسلسل برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ ۱۹ویں صدی میں ہندوستان کے مسلمانوں کا مرکزی خیال اسلامی حکومت کو دوبارہ قائم کرنے کا تھا اس لیے متعدد عظیم الشان تحریکیں مسلم رہنماؤں نے چلائیں، بظاہر یہ تحریکیں ناکام

ہوئیں مگران تحریکوں نے مسلمانوں کے اندر اتحاد اور یک جہتی کو پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ (۹۷)

۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ایک نئی اسلامی ریاست نے جنم لیا ریاستیں اس سے پہلے بھی قائم ہوتی رہی ہیں اور مستقبل میں بھی ان کی تشکیل ہوتی رہے گی لیکن پاکستان کو وجود بخشنے والا ایک نظریہ تھا جو بنی نوع انسان کو حزب اللہ اور حزب الشیاطین میں منقسم کرتا ہے اس نظریے کی حقیقت سے پہلی ٹکر ابلیس نے لی اور وہ قیامت تک راندہ درگاہ ہوا اس نظریے کی بدولت علامہ اقبال کے خیالی پیکر نے سخت مزاحمتوں کے باوجود ایک عظیم مملکت کی شکل اختیار کی کہاں ایک شاعر کی تخلیقی ریاست اور کہاں ایک قوم کی نظریاتی مملکت، لیکن سچی قیادت اور صدق وفا جیسے عوامل کی مدد سے یہ کٹھن مراحل طے ہوئے۔ پاکستان کتنے افراد کی قربانیوں سے حاصل ہوا؟ اس کا جواب صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں جنہوں نے ایک پناہ گاہ حاصل کرنے کے لیے اپنی جان اور املاک کو داؤ پر لگا دیا۔ نظریہ پاکستان اسلام کی روشنی اور فرقان حمید کی تجلی سے ماخوذ ہے لیکن اب ہم اس راہ سے بھٹک چکے ہیں اب ہماری صفوں میں پہلے جیسا اتحاد نہیں رہا سیاسی رہنمائی کی کمی ہے۔ بقول شاعر:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں (۹۸)

پاکستان کا جشن آزادی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح ۷؍ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی پہنچ گئے تھے اور ۱۱؍ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دستور ساز اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ (۹۹) جشنِ آزادی پاکستان کی خوشی اور مسلمانانِ ہند کی غلامی سے نجات نے کراچی جو کہ پاکستان کا ابتدائی دارالخلافہ تھا، ایک عجیب اور ناقابلِ اظہار بیان خوشی و مسرت کا سماں پیش کر رہا تھا۔ متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن ۱۳؍ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی سے کراچی پہنچے۔ وائسرائے ہند کی حیثیت سے یہ ان کا آخری دن اور آخری دورہ تھا۔ ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء بروز جمعرات قائداعظم محمد علی جناح اپنی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ جلوس کی شکل میں اسمبلی کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں لارڈ ماؤنٹ بیٹن ایک تاریخی اعلان کرنے والے تھے، اسمبلی کی عمارت کے احاطہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا افتتاحی اجلاس اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا افتتاحی اجلاس کراچی میں ۱۴؍ اگست ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ جس کا افتتاح قائداعظم محمد علی جناح کے فرمان سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کیا اور قرآن کریم کے سورۂ آل عمران کی آیت:

ترجمہ:۔ کہو خدایا ملک کے مالک جسے چاہے تو حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، بھلائی تیرے اختیار میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱۰۰)

اس افتتاحی اجلاس کی بناء پر ہمیشہ کے لیے ایک قانون مقرر ہو گیا کہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس قرآن کریم کی تلاوت سے شروع ہوتا ہے اور پاکستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اللہ رب العزت کے برکت کلام سے دستوریہ کا اجلاس شروع ہوتا رہا ہے۔ (۱۰۱)

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے عارضی انتظام کے تحت پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا اور کراچی کو پاکستان کا دارالخلافہ مقرر کیا، اس طرح مسلمانانِ برصغیر کا پاکستان کے قیام کا دیرینہ اور حسین خواب شرمندہ تعبیر ہو گیا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کراچی میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کیا، جس میں قیامِ پاکستان کا اعلان کیا گیا، اس کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن دہلی چلے گئے اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی میں بھارت کی نئی دستور ساز اسمبلی کا افتتاح کیا اور بھارت بھی ایک آزاد ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔

تقریب پرچم کشائی اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشہ پر ایک خداداد اور نظریاتی خودمختار اور آزاد ملک کی حیثیت سے اُبھر کر عالمِ وجود میں آیا۔ بانی پاکستان محمد علی جناح نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے درخواست کی کہ وہ پاکستانی جھنڈے کی رسم پرچم کشائی ادا کریں۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کراچی میں اپنے دستِ مبارک سے پاکستان کا پرچم فضا میں بلند کیا اور دوسری طرف یعنی مشرقی پاکستان میں دوسرے وزیراعظم و گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین (۱۰۲) جو کہ وزیراعلیٰ مشرقی پاکستان تھے، ان کی ایماء پر مشرقی پاکستان میں رسم پرچم کشائی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۰۳) نے سرانجام دی۔ اس طرح پاکستان کے پرچم کو بلند کرنے میں علمائے کرام کا اعزازی کردار نہ صرف نمایاں رہا بلکہ تاریخ پاکستان میں یہ سعادت ہمیشہ کے لیے ان ہی ناموں کے مرہونِ منت ہو گیا۔ علمائے کرام کو یہ سعادت درحقیقت اللہ رب العزت کا ایک بہت بڑا انعام تھا، جو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں علمائے کرام کے سروں پر سجایا۔ (۱۰۴)

پاکستان میں آئینی کوششوں کا آغاز:

پاکستان کے قیام اور وجود میں آنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ قرآن و سنت کی اساس پر مبنی اس کا دستور اسلامی ہو اور اس مملکت کے کروڑوں مسلمان اسلامی نظام کی برکات سے مستفید اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں۔ (۱۰۵) پاکستان کے عالمِ وجود میں آنے سے ۴ یوم قبل یعنی ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء سے آئین سازی کی کوشش شروع ہو گئی تھی۔ ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو غیر منقسم ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے حکم کے تحت نومنتخب شدہ دستوریہ کا پہلا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ اس کی صدارت ایک غیر مسلم رکن جوگندر ناتھ منڈل نے کی۔ دستوریہ کے ارکان میں شامل باقی ممبران یہ تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء-۱۹۴۸ء)(۱۰۶)

ایچ ایس (حسین شہید) سہروردی	(۱۸۹۳ء-۱۹۶۳ء)(۱۰۷)
اے کے (ابوالقاسم) فضل الحق	(۱۸۷۳ء-۱۹۶۲ء)(۱۰۸)
خواجہ ناظم الدین	(۱۸۹۴ء-۱۹۶۴ء)(۱۰۹)
سردار عبدالرب نشتر	(۱۸۹۹ء-۱۹۵۸ء)(۱۱۰)

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو اسمبلی نے مملکت کے شہریوں اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کے تعین کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی اور دو دن کے بعد یعنی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشہ پر ایک آزاد ملک کی حیثیت سے قائم ہوگیا۔ (۱۱۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دستور اسلامی کا خاکہ:

دستور اسلامی کے لیے جدوجہد کا آغاز سب سے پہلے اس وقت ہوا جب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (جو تحریک پاکستان کے بانیوں کے دست بازو اور ان کے معاون خاص اور رفیق کار تھے) نے چند اکابر علماء کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کرنے کے لیے ایک خاکہ تیار کیا جائے جس کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ (۱۱۲)

دستوریہ کی تیاری کے لیے علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، ڈاکٹر حمید اللہ کے نام تجویز کیے گئے۔ یہ تمام افراد پاکستان میں موجود نہیں تھے، چنانچہ ان سب افراد کو پاکستان آنے کی دعوت دی گئی۔ سید سلیمان ندویؒ اس وقت نہ آسکے، باقی تینوں افراد پاکستان آگئے اور انہوں نے وسط ۱۹۴۸ء سے ایک دستوری خاکہ مرتب کرنا شروع کردیا اور تین ماہ کے مختصر عرصہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر ہدایت و رہنمائی یہ دستوری خاکہ مرتب ہوگیا۔ (۱۱۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفیق خاص مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو اپنی ۱۰ رجون ۱۹۴۷ء کی دہلی کی ملاقات میں بانی پاکستان یہ یقین دہانی کرا چکے تھے کہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ممکن ہی نہیں کہ یہاں نظام اسلام قائم ہو۔

''تجلیات عثمانی'' کے مصنف پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی، علامہ عثمانیؒ اور قائداعظم کے گفتگو کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۱۰ رجون ۱۹۴۷ء کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دہلی میں قائداعظم سے ملاقات کی، جب صوبہ سرحد میں ریفرنڈم اور استصواب کا فیصلہ ہوا تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قائداعظم محمد علی جناح سے قانون اسلام کے نفاذ کا وعدہ لیا اور فرمایا کہ ''ہم لوگوں کی تمام جدوجہد صرف اس لیے ہے کہ آپ کے وعدہ کے مطابق پاکستان کا نظام وقانون اسلامی ہوگا، اس وعدہ کی میں پھر تجدید چاہتا ہوں، اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے واضح الفاظ میں جواب دیا کہ مولانا یقیناً پاکستان میں اسلامی قانون رائج ہوگا اور آپ صاحبان ہی اس مسئلے کو طے کریں گے۔ (۱۱۴)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور اسمبلی کی کارروائی اردو زبان میں ہونے کا مطالبہ:

قیامِ پاکستان کے بعد اور آج تک اسمبلی کی سرکاری کارروائی انگریزی میں ہوتی رہی ہے، پاکستان کے ابتدائی قیام میں جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اسمبلی کے رکن تھے، لوگوں نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "اسمبلی کی کارروائی اُردو زبان میں ہونے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ "قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک مجھے ہزاروں تار و خطوط ملک کے مختلف گوشوں سے موصول ہوتے رہے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی آئین وقوانین کا نفاذ کرایا جائے۔" (۱۱۵)

نیز بہت سے لوگوں نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو مجھے مجلسِ دستور ساز کی رکنیت سے مستعفی ہو جانا چاہیے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ میں اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کبھی اپنی رکنیت کی استدعا کی اور نہ خواہش کی اور نہ مجھے اس چیز کا شوق ہے بلکہ مجلس مذکور میں شامل ہونے کے بعد ہمیشہ اس سے کنارہ کش رہا ہوں، کیونکہ اسمبلی کی زبان اور طور طریق عملی حیثیت سے اب تک مغربیت میں غرق ہے، جن میں فٹ ہونے کی اہلیت قطعاً میں اپنے اندر نہیں پاتا۔

انگلش کے ایک حرف سے بھی میں واقف نہیں پارلیمنٹرین طریقوں سے بھی کوئی مناسبت نہیں رہی، بار بار کی کوششوں اور تقاضوں کے بعد اب چند روز سے ایجنڈا اور اس کے متعلق کاغذات ایک خاص قسم کی اُردو میں خراب قسم کے ٹائپ شدہ ضرور میرے پاس آنے لگے ہیں، لیکن عین اجلاس کے موقع پر صدر محترم اور اراکین عموماً انگریزی بولتے ہیں، مجھے پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس موضوع پر بحث ہو رہی ہے اور موافق ومخالف حضرات کیا دلائل پیش کر رہے ہیں اور بحث کا آخری نتیجہ کیا رہا، اس مسئلے میں بحث میں کسی طرح کا حصہ لینے سے قاصر رہتا ہوں اور اندھیرے میں یوں ہی بولنا میری افتادِ طبع کے خلاف ہے۔ بنا بریں رائے شماری کے وقت نہ میں کبھی کسی طرف ہاتھ اٹھاتا ہوں اور نہ تائید وتردید میں حصہ لے سکتا ہوں، آخر عاجز ہو کر اس مرتبہ دسمبر ۱۹۴۸ء کے سیشن میں دو تین دن شرکت کے بعد اجلاس کی شمولیت بھی ترک کردی، ارادہ برابر رہا کہ رکنیت سے استعفیٰ پیش کر کے کسی اہل کے لیے جگہ خالی کردوں، مگر صرف ایک چیز مانع رہی اور وہ وہی چیز ہے جس کا مطالبہ جمہور مسلمانانِ پاکستان کر رہے ہیں، یعنی مجلسِ دستور ساز سے آئین وقوانین اسلام کے اجراء کو تسلیم کرایا جائے، چنانچہ اسی انتظار میں استعفیٰ کا ارادہ ملتوی کرتا رہا۔ (۱۱۶)

اس سلسلے میں یہ اظہار کرنا ضروری ہے کہ میں نے ایک سال پہلے سے دو تجویزوں کا نوٹس دے رکھا تھا، ایک یہ کہ پاکستان کا آئین شریعتِ اسلامی کے مطابق مرتب ہونا چاہیے اور اس کی تدوین وترتیب کے لیے جید علماء اور مفکرین کی کمیٹی مقرر کی جائے، جو اسلامی اداروں یعنی مساجد، مدارس، مقابر اور اوقاف وغیرہ کا تحفظ نیز عدم اسلامیہ اور تعلیماتِ اسلام کی ترویج واشاعت اور اس کام کے لیے مالی ذرائع کا انتظام کرے۔ (۱۱۷)

آزادی اور تحریک کے سفر میں یہ مسلمانان ہند کی بڑی خوش قسمتی تھی کہ جدوجہد پاکستان کے دوران انہیں محمد علی جناح جیسے عظیم المرتبت قائد کی رہنمائی میسر آئی۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر فیصلہ کن لمحے پر ضروری قابلیت اور بلند شخصیت کا قائد پیدا کرنے میں قوم ناکام ہوجائے تو ان کے تقاضے اور محرومی و مایوسی میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ (۱۱۸) تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے چار اکابرین صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں ان میں سب سے اول تو مفکر پاکستان علامہ اقبال ہیں جنہوں نے ۱۹۳۰ء "خطبہ الہ آباد" کے اجلاس میں پاکستان کا تصور پیش کیا۔ دوسرے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح ہیں جن کے لیے یہ مقرر تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر قیام پاکستان کی جنگ لڑیں۔ تیسرے لیاقت علی خاں ہیں، تصور پاکستان کو عوامی تحریک بنانے اور پھر اس کے قیام کے بعد اس کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا اور چوتھے علماء کے گروہ کے وہ عظیم رہبر و رہنما ہیں جن کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد دستوری طور پر پاکستان کے قیام کے حقیقی تصور اور مقاصد کو اسمبلی میں پاس کرایا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مساعی نے مسلمانوں کو دینی طور پر تحریک پاکستان سے وابستہ کیا اور پاکستان کے حقیقی تصور کو قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء کی شکل میں دستوری شکل دینے میں بھی ان کی مساعی جمیلہ نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ (۱۱۹) مسلم قومیت کا یہ نظریہ قرآن وسنت کے مطابق تھا اور اس کا احیاء وقت کی اہم ترین ضرورت تھا اور اتحاد کی طاقت نے آخر کار قیام پاکستان کے محرک کو حقیقت کے قلب میں ڈھالا۔ (۱۲۰)

آئین سازی اور اس کے اجراء کے حوالے سے قوم کا مطالبہ و تقاضا:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ رکن دستور ساز اسمبلی واحد تھے، اس زمانے میں جمہوری عوام کی اسلامی آئین کے اجراء کے سلسلے میں ترجمانی کرتے تھے چنانچہ علامہ عثمانیؒ کے پاس عوام کے ہزاروں خطوط و تار اسلامی آئین سازی اور دستور سازی کے سلسلے میں موصول ہوتے رہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی اس ضمن میں شب و روز خود کو مصروف کیے ہوئے رہتے تھے۔ آپ نے اسلامی آئین کی تدوین کے لیے نہ صرف قانون کا بنیادی خاکہ تیار کرالیا بلکہ خود اپنی جماعت، جمعیت العلمائے اسلام کے ساتھ قانون مدون بھی کرلیا تھا اور دوسری طرف ۴۹-۱۹۴۸ء میں قوم کا اسلامی آئین کے اجراء کا مطالبہ بہت زوروں پر تھا، اخبارات، رسائل، جریدے اور تقاریر میں اس مطالبے نے بہت زیادہ شدت اختیار کرلی تھی۔ (۱۲۱)

دستور اساسی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوشش و جدوجہد:

۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو علامہ عثمانیؒ کا ریزولیوشن اسمبلی کے ایجنڈے پر زیر بحث آیا اور پارٹی میٹنگ میں اس کے مضمرات کے پیش نظر یہ طے پایا کہ پاکستان کا دستور مرتب کرنے سے پہلے ایک اصل الاصول اور جنرل نصب العین کے طور پر متفقہ طور پر طے ہونا چاہیے کہ "دستور اساسی" کی نوعیت کیا ہوگی اور اس کا جوہر مطمحِ نظر جو گویا سارے دستور کا سنگ بنیاد اور خشت اوّل کی حیثیت رکھے گا، کیا ہونا چاہیے۔ (۱۲۲)

معمولی بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ اس سلسلے میں اوبجیکٹو ریزولیوشن (قراردادِ مقاصد) کا مسودہ تیار کرنے کے

لیے ایک سب کمیٹی بنادی جائے جو تیرہ ارکان نے کھلے دل و دماغ سے اس میں حصہ لیا، مختلف مسودے پیش ہوئے پھر ترجم و تبدیل کرکے ایک مسودہ زیر بحث لانے کے لیے مرتب کیا گیا۔

اسلام کا نظریہ قومیت اپنا ہے جس کی بنیادیں خالص مذہبی ہیں، اس کی قوت کی اساس رنگ و نسل یا زبان و وطن نہیں ہے بلکہ یہ تنگ دامانیوں سے یکسر پاک ہے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس لیے اس کا نظریہ قومیت بھی عالمگیر ہے اس میں کسی قسم کی لسانیت، نسلیت یا صوبائیت اور وطنیت نہیں ہے، بلکہ نفس کی پاکیزگی و طہارت ہی اصل بنیادیں ہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ختم نبوت دو ایسے اصول ہیں جن پر اسلامی قومیت کی بنیاد ہے اور اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو مسلمان ہے۔ (۱۲۳)

مسلمانوں کے اجتماعی ذہن کی تشکیل میں علماء نے مرکزی کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے حوالے سے علماء نے اسلامی عظمت کو اس انداز سے پیش کیا جس نے مسلمانوں کے دلوں میں گھر کرلیا ان کے کلام و خطابت میں نہایت زوردار عنصر مستقبل بینی کا ہے انہوں نے دوبارہ اسلام کے غلبہ کی پیشن گوئی کی۔ علماء نے اسلام کے نظام حیات کو مربوط و منظم انداز میں پیش کیا۔ مستقبل کے لائحہ عمل کے واسطے اسلامی نظام حیات کے اجتماعی پہلوؤں کو نمایاں کیا۔ علمی دنیا میں اسلامی نظام حیات کے لیے ایک وقیع مقام پیدا کیا۔ اتنے سارے مختلف افراد کی کوششوں سے ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کے اجتماعی ذہن کی تشکیل ہوئی ہے وقت کے ساتھ مسلمانوں کے قدم اسلام کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد پاس ہوگئی اور اس قرارداد مقاصد کے توسط سے اللہ کی حاکمیت کا اعلان کیا گیا۔ (۱۲۴)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں قیامِ پاکستان کا مقصد:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیام پاکستان کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں تک میری رائے اور کوششوں کا تعلق ہے، پورے غور و فکر کے بعد میرا مطمع نظر یہ ہے کہ بانی پاکستان محمد علی جناحؒ اور دوسرے زعماء لیگ کے دماغوں میں تاسیس پاکستان کے دو اہم مقاصد تھے جو یہ ہیں۔

اوّل: اس عظیم الشان اور تباہ کن خطرہ کا احساس و انسداد جو اس ملک میں غیر مسلم اکثریت کی طرف سے دس کروڑ مسلمانوں کو اکھنڈ ہندوستان میں رہنے کی صورت میں پیش آسکتا تھا۔

دوم:۔ یہ عزم کہ آزادی اور خود مختاری حاصل ہونے کی تقدیر پر پاکستان میں ایک ایسی اسلامی مثالی حکومت قائم کی جائے، جہاں اسلام کا سکھایا ہوا وہ جامع اور مکمل نظام حیات بروئے کار لایا جاسکے جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی رہے اور زندگی کے ہر موڑ پر ہماری پوری رہنمائی کرے اور جو نہ صرف عالم اسلام بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے مستقبل کو سنوارنے میں ایک مشعلِ فروزاں کا کام دے سکے۔ (۱۲۵)

آئین کو اسلامی بنانے اور اسلامی رنگ دینے کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان بننے کے بعد بھی کوشاں رہے اور یہاں تک کہا جاتا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۹۴۹ء میں ہر طرح کے آئین کی اساس کے لیے قرارداد مقاصد کو منظور

کرانے میں بے حد محنت اور لگن کا مظاہرہ کیا۔ قرارداد مقاصد کہ جس کے تحت ''اللہ تعالیٰ'' کی جانب اشارہ ہے کے الفاظ اور پھر آخر میں اس مدعا اور مقصد کی جانب اشارہ کرتا کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھال سکیں۔ (۱۲۶)

عوام اور علماء کا متفقہ مطالبہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کہا کہ اب جب کہ عوام اپنا فرض ادا کر چکے، وقت آ گیا ہے کہ ارباب اقتدار اور ارکان اسمبلی جو جمہور کے نمائندے ہیں اپنا فرض ادا کریں اور پاک دستور ساز اسمبلی کی زبان سے بلا تاخیر اعلان کریں کہ

(۱) حکومت اور اقتدار اعلیٰ صرف خدائے واحد احکم الحاکمین کا ہے۔

(۲) اس وقت جو اقتدار جمہور کے توسط سے اس مملکت (اسٹیٹ) کو بخشتا ہے، وہ ایک مقدس امانت الٰہیہ ہے، جو اسی خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر بطور نیابت استعمال کیا جائے گا۔

نیز مسلم قوم اسلام کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں اور تعلیمات اسلام کے مطابق (جو قرآن اور سنت سے ثابت ہوں) اپنی زندگی منظم اور مرتب کر سکے اور کوئی ایسا قانون، بل آرڈیننس منظور یا نافذ نہ ہو سکے گا جو احکام اسلام کے خلاف ہو۔ اس آئین کی رو سے اقلیتوں کے طے شدہ حقوق محفوظ ہوں گے۔ (۱۲۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہماری دستور ساز اسمبلی نے آئین پاکستان کے سنگ بنیاد کے طور پر مذکورہ بالا نکات پر مشتمل کوئی تجویز منظور کر لی تو جمہور کے لیے یہ امر موجب اطمینان اور پاکستان کے تحفظ اور دفاع کے لیے جان و مال کی قربانی کا تازہ و بے انداز جوش ان میں پیدا ہو جائے گا، اس طرح خدا کے فضل سے وہ نیک مقاصد اور بے اندازہ منافعات حاصل ہو سکیں گے جو پاکستان کی تعمیر سے مطلوب ہیں۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اپنی کتاب ''Ulema in Politics'' میں تحریر کرتے ہیں۔

''مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کا اسلامی دستور بنوانے کے لیے انتھک کوشش کی۔ (۱۲۸)

حصول پاکستان کے بعد علماء و مشائخ کی ان مساعی جلیلہ کو ارباب اقتدار نے قطعاً فراموش کر دیا ہے مذہبی طبقہ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف تو در کنار نشر و اشاعت کے ان تمام ذرائع سے جو حکومت کے دامن سے وابستہ ہیں، اس کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مذہبی عنصر زیادہ چمکنے یا ابھرنے نہ پائے اور جہاں تک ہو سکے اس کو خمول اور کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ وقت پڑنے پر علماء کو احمق بنا لیا جاتا ہے جب کام نکل گیا تو ان سے کوئی تعلق نہیں۔'' (۱۲۹)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ڈھاکہ میں جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس:

ڈھاکہ میں ۹ فروری ۱۹۴۹ء کو جمعیت العلمائے اسلام کی کانفرنس ہوئی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور پیر مانکی شریفؒ یکم فروری

۱۹۴۹ء کو ڈھاکہ پہنچ گئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے چاند پور، کومیلا، سلہٹ، برہمن باریہ اور کشور گنج وغیرہ میں تقریریں کیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ڈھاکہ میں جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس منعقدہ ۹۔۱۰ فروری ۱۹۴۹ء کو اپنے خطبہ صدارت میں تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آپ کے پیش کردہ خطبہ صدارت کے خاص خاص نکات حسب ذیل ہیں:

(۱) ہم خالص خدا کی خوشنودی اور اسلام اور اہلِ اسلام کی برتری اور بہتری کے لیے اس نئی مملکت کو مضبوط اور محفوظ بنانے میں امکانی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

(۲) ہم اس کوشش سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتے کہ مملکتِ پاکستان میں اسلام کا دستور و آئین اور نظام تشکیل پذیر ہو۔

(۳) کوئی جنگ محض بڑے بڑے مہیب اور ہلاکت بار اسلحہ سے نہیں جیتی جا سکتی، فتح و کامیابی کا اصل دار و مدار فوجوں کے بلند حوصلہ، بلند کیریکٹر اور بہترین ڈسپلن ہے۔

(۴) فلسطین ہمارا جزو ایمان، کشمیر ہماری رگ و جان اور حیدر آباد ہمارے قدیم عزت و وقار کا نشان ہے۔

(۵) اگر ہندو اور سکھ کی سیاہ ذہنیت انگریز کی متعفن سیاست اور بعض غدارانِ ملت کی مجرمانہ خیانت نے گہری سازش کے تحت کام نہ کیا ہوتا تو انڈین یونین میں ایسے دردناک اور شرمناک مظالم کا مسلمانوں کو سامنا نہ کرنا پڑتا۔ نہ کشمیر ایسے رُوح فرسا حوادث کی آماجگاہ بنتا اور نہ حیدر آباد کی طرف کوئی ظالم نظر اٹھا کر دیکھ سکتا۔

(۶) قلتِ تعداد اور قلتِ اسباب کے باوجود ہمارے لیے فتح و کامرانی کی نصرت ہے۔

(۷) آج فلسطین، کشمیر، حیدر آباد، انڈیا، انڈونیشیا اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کی جان جس عذاب میں ہے، اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس بجز اس کے کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم اس مالک الملک کے بتلائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جائیں۔

(۸) نہ بین الاقوامی انجمنوں کے کمیشن ہماری مسیحائی کر سکتے ہیں، نہ محض ان قوتوں کے معاہدات موجب اطمینان ہو سکتے ہیں، جنہیں معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے ہی پارہ پارہ کرنے میں دیر نہیں ہوتا۔

(۹) اگر ہم کو اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو ہمارے تعلیمی اداروں اور درس گاہوں کو از سرِ نو ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

(۱۰) جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی ہے اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے، اسی طرح پاکستان ہماری قوی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرح تدریجی قدم ہے۔

(۱۱) پاکستان ایک ایسا ابتدائی قدم ہے جو انجام کار قرآنی اصولوں کے مطابق ''احکم الحاکمین'' کی حکومت عادلہ قائم ہونے پر کسی بھی وقت قائم ہو سکتا ہے، جس کے قیام کا نام نہاد قومیت متحدہ کی حکومت کے ذریعے بظاہر کوئی امکان نہ تھا۔

(۱۲) خدا کے نظام کا احیاء تاریخ میں تمہارا نام روشن کرے گا اور اللہ و رسول ﷺ کے سامنے سرخرو کرے گا۔ یاد رکھو خدا کا دیا ہوا ایسا موقع بھی تم نے اگر ہاتھ سے کھو دیا تو دنیا و آخرت دونوں کی تباہی سے کوئی چیز تمہیں نہیں بچا سکتی۔ (۱۳۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خطبہ صدارت ڈھاکہ طویل خطبہ صدارت ۱۷ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس خطبہ صدارت میں آپ نے صراحت کے ساتھ بیان کیا کہ مشرقی پاکستان مرکز سے علیحدہ ہونے کے باوجود ایک موثر حیثیت کا حامل ہے، بیشتر بنگال اور بہار کے مسلمانوں کے اس پر آشوب دور میں جب کہ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی کشتی ہر جہتی مخالفت کی متلاطم موجوں میں ڈگمگا رہی تھی۔ کلکتہ میں جمعیت العلمائے اسلام (محمد علی پارک ۱۹۴۵ء) کی بنیاد رکھ کر مسلم قوم کے سیاسی جذبات ورجحانات میں مذہبی حیثیت سے انقلاب عظیم پیدا کیا، یہاں کے عوام دستور اسلامی اور قوانین شریعت کے قبول کرنے کی خاص تڑپ اور اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور خطبہ صدارت ڈھاکہ کے نکات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ڈھاکہ کے خطبہ صدارت ۱۹۴۹ء میں درج ذیل نکات پر اپنے خیالات کا بھرپور طریقے سے اظہار کیا اور ان نکات پر تفصیلی روشنی ڈالی جس میں ان کی مملکت پاکستان سے محبت اور وابستگی کا عندیہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پاکستان کے لیے کس قدر فکر مند رہتے تھے۔

(۱) بنیاد پاکستان میں علماء و مشائخ کی خدمات جلیلہ

(۲) بنیاد پاکستان کے بعد رجال حکومت کا طرز عمل اور علماء کا ثبات قدم

(۳) علماء کا نصب العین اور اس کے لیے پیہم مساعی

(۴) قیام پاکستان اور اس کے اسباب

(۵) قیام پاکستان کا اصل مقصد اور اس کی دو قسطیں

(۶) مسلمانوں پر عالمگیر مصائب اور ان کا علاج

(۷) مسلمانوں کی فتح و شکست کا اصلی معیار قرآنی تصریحات ہے

(۸) مسلمانوں کی فوز و فلاح کا راز چار لفظوں میں محیط ہے۔ یعنی (۱) صبر و استقامت (۲) تقویٰ و طہارت (۳) اتحاد ملت (۴) اعداد قوت حسب استطاعت

قومی رضا کاروں اور نوجوانوں سے خطاب:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے صدارتی خطبہ کے اختتام پر دعائیہ کلمات فرماتے ہوئے کہا کہ:

''اے اللہ! تو عالم اسلام کو توفیق مرحمت فرما کہ وہ سب اس طرح ایک دل و جان ہو کر تیرے کلمہ کو بلند کریں کہ ان میں سے ایک کی جنگ دوسرے کی جنگ اور ایک کی صلح دوسرے کی صلح ہو۔ اے اللہ! پاکستان کو قوت و استحکام عطا فرما اور اسے ابھارنے سنوارنے اور نکھارنے کے کام میں ہماری مدد فرما۔'' (۱۳۱)

……حواشی وحوالہ جات باب پنجم فصل اوّل……

(۱) صدیقی، حفیظ الرحمٰن، ڈاکٹر/ قراردادِ مقاصد سے اسلامی قانون تک، کراچی، طاہر سنز، سن ندارد، ص ۱۱

(۲) احمد حبیب، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، لاہور، البلیان پبلشرز، ۱۹۷۱ء، ص پیش لفظ

(۳) شہابی، انتظام اللہ، مفتی/ مشاہیر جنگ آزادی، کراچی، سعید اینڈ سنز، ۱۹۵۱ء، ص ۲۵

(۴) قریشی، سید اشتیاق حسین/ برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۲۶۵

(۵) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ تجلیات عثمانی، ص ۱۸۰

(۶) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تحریک پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۲۹

(۷) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۲۲

Zakaria, Rafique / Rise of Muslim in India politics, Bombay, 1970☆

(۸) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۰۲

(۹) زاہد حسین انجم/ مشاہیر تحریک پاکستان، ص ۲۲۶

K.H. Khurshid / Memories of Jinnah, Lahore, 1964, pp.36,40☆

(۱۰) شاہ، سید محمد اشفاق حسین/ درسی کتب مطالعہ پاکستان برائے انٹرمیڈیٹ، لاہور، نیو بک پیلس، ۱۹۹۳ء، ص ۹۵

(۱۱) تجسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۲۶۷

(۱۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند، ص ۱

☆ شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۶۹

(۱۳) منگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۴۸۱

(۱۴) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۵۹

(۱۵) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۴

(۱۶) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۱۴

☆ خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانیص ۲۶۶

(۱۷) محمود احمد ظفر/ علماء میدان سیاست میں، ص ۴۰۰

(۱۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ علماء کا سیاسی کردار، ص ۱۴۰

(۱۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۸۱

(۲۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۱۷

(۲۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۸۴-۸۵

(۲۲) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۸۴

☆ انجم، زاہد حسین/ مشاہیر تحریک پاکستان، ص ۱۱۶

Pir zada, S, Sharif Uddin / Foundation of Pakistan Karachi, 1969, pp,505☆

(۲۳) قرآن مجید، سورۂ فاطر، آیت نمبر ۲۸

(۲۴) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ علماء حق کا سیاسی موقف، ص ۱۷

(۲۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۶۷۔۲۶۶

(۲۶) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۶۶

(۲۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ملتان، ص ۳۳۹

Chowddhry Khaliqu-uz zaman path way of Pakistan. 1969, pp.310-15☆

(۲۸) محمود، سید قاسم/ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۱۲

Ahmed, Kamar uddin / A Social history of Bengal progoto, pub, Dacca, 1967. pp.219☆

(۲۹) سبط حسن/ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۷۷ء، ص ۹۷

(۳۰) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۶۸

G.W. Choudhry / Pakistan Relation with India. London, 1968. pp. 150-52☆

(۳۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۹۳

(۳۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۱۲۳

(۳۳) ایضاً

(۳۴) شفیق صدیقی/ شفیق، حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۷۹

☆ مظفر حسین/ پاکستان تجربہ گاہ اسلام، لاہور، نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن، ۲۰۰۲ء، ص ۳۸

(۳۵) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۶۵

(۳۶) ایضاً

(۳۷) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان، ص ۵۵

(۳۸) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۲۷

(۳۹) محمود ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۶۵

(۴۰) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۹۲

(۴۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۳۵

(۴۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، ص ۱۱۱

Zaman, Mukhtar / Students role in Pakistan movement, karachi, 1978. pp.211☆

(۴۳) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان تک، ص ۷۰

(۴۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۶۷۔۲۶۶

(۴۵) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، لاہور، دارالشعور، ۱۹۹۱ء، ص ندارد

(۴۶) رضوی، سید محبوب/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، دہلی، سن ندارد، ص ۷۸۔۱۷۷

(۴۷) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، جلد اول، ص ۲۱۳

(۴۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۹۵

(۴۹) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۴۷

(۵۰) خان، عبدالوحید/ تاثرات و تصورات، مقام اشاعت ندارد، سن اشاعت ندارد، ص ۲۲۸

(۵۱) کاظمی، شوکت علی/ لیاقت علی خان کے فرمودات، لاہور، سوسائٹی برائے فن و ثقافت، ۱۹۹۵ء، ص ۵۸

(۵۲) ایضاً
(۵۳) وسی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۱۳۰
(۵۴) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، لاہور، فیروز سنز، سن ندارد، ص ۶۷
(۵۵) کاظمی، شوکت علی/ لیاقت علی کے فرمودات، ص ۶۲
(۵۶) انصار، ڈاکٹر سنبل/ مسلمانوں کے سیاسی ادارے، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص ۳۴۳
(۵۷) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۴۸
(۵۸) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۴۳
(۵۹) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۲۱
(۶۰) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقا، ص ۸۸
(۶۱) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ خطبات عثمانی، ص ۱۱۵
Smith, W.C / Modem Islam in India, London, 1946 ☆
(۶۲) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۱۴
(۶۳) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ خطبات عثمانی، ص ۳۰۹
(۶۴) سنبل انصار، ڈاکٹر/ مسلمانوں کے سیاسی ادارے، ص ۲۸۴
(۶۵) مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، ص ۱۷_۱۱۶
(۶۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۹
(۶۷) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۵۵
☆ Ahmed, Mushtaq, Grt and Polilices in Pakistan, Karachi, 1959., PP88
(۶۸) وسی احمد/ اسباب، تقسیم ہند، ص ۲۴_۲۳۳
(۶۹) طارق، متین/ اسلام اور رواداری، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص ۵۶
(۷۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۶۰
(۷۱) صابر، محمد شفیع/ قائداعظم اور صوبہ سرحد، پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۷۶ء، ص ۱۵۴
(۷۲) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ خطبات عثمانی، ص ۳۱۱
(۷۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۶۰
(۷۴) ایضاً
(۷۵) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۲۲
(۷۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۶۰
(۷۷) قریشی، اشتیاق حسین/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۶۱
☆Qurashi, Ishtiaquo Hussan, Ulema in Politics, Karachi, Karachi University, 1957,pp361-62
(۷۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۴۳
(۷۹) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۱۴
(۸۰) فیوض رحمٰن، قاری، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۱۶
(۸۱) حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، ص ۵۳۳
(۸۲) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۳۳

(۸۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۳۳۔۳۴

(۸۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۴۰

(۸۵) بخاری، حافظ محمد اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۳۳

(۸۶) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۸۵؛

(۸۷) تبسم، ہارون/ قرارداد لاہور سے قیام پاکستان تک، ص ۲۳۵

(۸۸) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ سوانح شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۲

(۸۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۹۹

(۹۰) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ سوانح شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۵

(۹۱) ایضاً

(۹۲) عرفی، عبدالعزیز/ قیام پاکستان کی غایت، کراچی، گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۱ء، ص ۳۲، ۳۳

(۹۳) اے جی الانا/ قائد اعظم محمد علی جناح ایک قوم کی سرگزشت، لاہور، فیروز سنز، ۱۹۷۶ء، ص ۵۶۵

(۹۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۹۱

(۹۵) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ تجلیات عثمانی، ص ۶۹۹

(۹۶) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، ص ۸۱

(۹۷) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۱۸

(۹۸) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۷

(۹۹) اے جی الانا/ قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگزشت، ص ۵۲۵

(۱۰۰) قرآن مجید، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۲۶

(۱۰۱) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ تجلیات عثمانی، ص ۶۹۹

(۱۰۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ علامہ ظفر احمد عثمانی اکابرین کی نظر میں، ص ۹

(۱۰۳) میاں، شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۱۸۰

(۱۰۴) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ تجلیات عثمانی، ص ۴۰۱

(۱۰۵) ترمذی، عبدالشکور، مفتی/ دستور سازی کی جدوجہد میں علماء کا کردار، کراچی، ماہنامہ حیا، ڈائجسٹ، اگست ۲۰۰۶ء، ص ۷۸

(۱۰۶) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۱۵۸

Ispahani, M.A.H Quaid Azam, as I know, karachi, 1960☆

M.D.Zafar/ Pakistan Studies, pp.154-57(۱۰۷)

(۱۰۸) انجم، زاہد حسین/ مشاہیر تحریک پاکستان، ص ۵۷

(۱۰۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۷۷

(۱۱۰) صفدر محمود، ڈاکٹر/ مسلم لیگ کا دور حکومت، ص ۷۳

(۱۱۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۳۱

(۱۱۲) ترمذی، عبدالشکور/ دستور سازی میں علماء کا کردار و جدوجہد، ص ۷۸

(۱۱۳) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تحریک پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۷۹

(۱۱۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۶

(۱۱۵) ایضاً

(۱۱۶) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ خطبات عثمانی، لاہور، ص ۳۱۰

(۱۱۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۸

(۱۱۸) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۱۳۱

(۱۱۹) گیلانی، اسعد/ پاکستان کا حقیقی تصور، نظریہ پاکستان نمبر، چراغ راہ، شمارہ نمبر ۱۲، دسمبر ۱۹۶۰ء، ص ۳۱۹

(۱۲۰) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۷۹۔ ۷۸

(۱۲۱) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ خطبات عثمانی، ص ۳۰۹

(۱۲۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۹

(۱۲۳) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۱۳

(۱۲۴) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۰۷

(۱۲۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۸

(۱۲۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۳۹

(۱۲۷) شیرکوٹی، انوار الحسن، پروفیسر/ خطبات عثمانی، ص ۳۱۱

(۱۲۸) قریشی، اشتیاق حسین/ علماء ان پالیٹکس، ص ۶۲۔ ۶۱

(۱۲۹) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۶۲

(۱۳۰) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۲۶

(۱۳۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۶۲

فصل دوم

استحکام پاکستان کے لیے علامہ عثمانیؒ کی مخلصانہ جدوجہد اور کردار:

اسلام ایسے مذہب کا نام نہیں ہے جو صرف انسان کی نجی اور انفرادی زندگی کی اصلاح کا داعی ہو اور اس کا کل سرمایہ حیات کچھ عبادات، چند اذکار اور چند رسوم پر مشتمل ہو بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو خدا اور اس کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی ہدایت کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر اور صورت گری کرتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو کو ہدایت الٰہی کے نور سے منور کرتا ہے، خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، معاشرتی ہو یا تمدنی، مادی ہو یا روحانی، معاشی ہو یا سیاسی اور ملکی ہو یا بین الاقوامی، اسلام کی اصل دعوت یہ ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون جاری و ساری ہو اور دل کی دنیا سے لے کر تہذیب و تمدن کے ہر گوشے تک خالق حقیقی کی مرضی پوری ہو۔ (۱)

سندھ کی فتح ۷۱۲ء سے لے کر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک مسلمانوں نے کسی نہ کسی صورت میں برصغیر میں حکمرانی کے تاج کو اپنے سر پر سجائے رکھا۔ سندھ کی فتح کے ساتھ ہی مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ایک نئے ثقافتی دور کا آغاز ہوا۔ (۲) مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے جس خطے میں جب بھی اسلام اور مسلمانوں پر آزمائش کا وقت آیا تو علمائے حق نے اپنا فرض ادا کیا اور انہوں نے برمحل رہبری، مجاہدانہ ذوق عمل اور حسن تدبیر سے اہل اسلام کی لاج رکھی اور کفر و شرک کے تلاطم خیز سمندروں سے ملت اسلامیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگایا۔ (۳) تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کا سفر، عبرت آموز واقعات و حوادث، حوصلہ آزما جدوجہد کی ایسی دستاویز اور طویل داستان ہے جس سے ہم غافل اور بے خبر رہ ہی نہیں سکتے، چوں کہ اس فکری اور تحریکی کوشش پیہم کے نتیجے میں آخرکار مسلمانان ہندوستان یہ آزاد، خودمختار، اسلامی ریاست حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ پاکستان اسلامی قانون، اسلامی اقدار اور سماجی و اقتصادی انصاف (Law of Social Justice) کے لیے قائم ہوا، مگر بدقسمتی سے قومی سیاست میں مخلص اور دیانت دار قیادت کے فقدان نے ہماری آج کی نئی نسل کو ایک ذہنی کرب اور تلخ تجربات کی اذیت ناک دلدل میں دھکیل دیا۔ (۴)

۱۶۰۰ء میں سرزمینِ انگلستان سے فرنگی سوداگروں کا ایک چھوٹا سا گروہ ہندوستان میں تجارت کی غرض سے داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا اور پھر ہندوستان کے سیاسی حالات اور حکمرانوں کی نا اہلی اور اپنی عیارانہ چال بازیوں کی مدد سے رفتہ رفتہ ہندوستان کے حکمران بن بیٹھے۔ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک برصغیر پاک و ہند پر حکومت کی۔ حکومت فرنگیوں نے مسلمانوں سے حاصل کی تھی، چنانچہ اقتدار کے نشے میں انہوں نے مسلمانانِ ہندوستان پر ہر طرح کے مظالم روا رکھے، اس وقت کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے انگریز مورخ ولیم ہنٹر اپنی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں تحریر کرتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی کیفیت "ماہی بے آب" کی طرح ہوکر رہ گئی اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی و تعلیمی ہر لحاظ سے پستی میں ڈال دیئے گئے تاکہ مسلمان دوبارہ حصول اقتدار کی کوشش نہ کریں۔

مسلمانوں میں احساس محرومی کی تحریکیں، سینہ بہ سینہ چلتی رہیں مثال کے طور پر "چنبیلی کا پھول"، "ریشمی رومال تحریک" اور "چپاتی تحریک" وغیرہ جیسی تحریکوں نے مسلمانان ہند کے اندر فرنگیوں سے نفرت اور آزادی کی راہ دکھائی۔ مسلمانانِ ہند نے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لیے مسلسل کوششیں جاری رکھیں خصوصاً علمائے دین نے مذہبی بیداری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ (۵)

۱۹۰۶ء میں مسلمانوں نے ڈھاکہ کے مقام پر اپنی سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھی جس نے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کا مقدمہ مختلف اکابرین کے زیر سایہ لڑا، جس کے آخری روح رواں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ ۱۹۴۰ء کا قرارداد لاہور وہ تاریخی قرارداد تھی جس نے مسلمانوں کو آزادی کا راستہ دکھایا۔ قرارداد لاہور محض ایک سیاسی دستاویز سے کہیں زیادہ ایک منزل کی نشان دہی کی حامل تھی وہ مسلم عوام کے اپنے آپ کو تسلیم کرانے اور آزادی حاصل کرنے اور عزت و وقار سے زندہ رہنے کے ناقابل شکست حوصلے کی آئینہ دار تھی وہ ایک قوم کے اس آہنی عزم کا اظہار تھی کہ وہ اپنی تابندہ روایات کے مطابق اپنی تقدیر کی مالک ہوگی وہ مسلمانوں کی اس غیر متزلزل خواہش کی ترجمان تھی کہ وہ آزاد فضاؤں میں اپنے دین کے ان سنہری اصول کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزاریں گے جو قرآن و سنت نے ودیعت کیے ہیں وہ قرارداد ایک ایسے سفر کا نکتہ آغاز تھی جو دشوار اور پر خطر ہونے کے باوجود جرأت مندی اور حوصلوں کی بلندی کا وہ سفر تھا جسے بابائے قوم اور ان کے دیگر رفقاء و علمائے دین نے اپنی ولولہ انگیز قیادت اور فکر سے پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ (۶)

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے اوراق سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ علمائے کرام نے ہر زمانہ میں ملکی سیاست میں کسی نہ کسی صورت میں حصہ لیا اور اسلام کے دوسرے شعبوں کی طرح سیاست کے اس شعبے میں بھی لوگوں کی رہبری و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ لادینی سیاست کے غلط رجحانات اور گندی سیاست کی غلاظتوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش علمائے اسلام کا ایک اہم کارنامہ ہے چنانچہ امام ابو حنیفہؒ (۶۹۹ء۔۷۶۷ء) (۷) امام احمد بن حنبلؒ

(۷۸۰ء-۸۵۵ء) (۸) علامہ ابن تیمیہؒ (۱۲۶۳ء-۱۳۲۸ء) (۹) مجدد الف ثانیؒ (۱۵۶۳ء-۱۶۲۴ء) (۱۰) شاہ ولی اللہ (۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء) (۱۱) شاہ عبدالعزیزؒ (۱۷۴۶ء-۱۸۲۳ء) (۱۲) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۸۳۱ء-۱۸۷۹ء) (۱۳)، امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ((۱۸۲۹ء-۱۹۰۵ء) (۱۴) اور شیخ الہند محمود حسنؒ (۱۸۵۱ء-۱۹۲۰ء) (۱۵) وغیرہ نے اپنے اپنے زمانہ میں جس طرح اپنے علم وفضل سے امت کی راہ نمائی فرمائی اسی طرح ان علمائے دین نے امور سیاسیہ اور ملکی نظام حکومت میں بھی مسلمانوں کی رہبری کی، لیکن ہر زمانہ میں ان کی راہ نمائی اور رہبری کا طریقہ مختلف رہا۔ بعض اکابر علمائے اسلام نے کاروبار حکومت اور سیاست میں عملی طور پر کوئی حصہ نہیں لیا اور نہ ہی دین کی سیاسی تعبیر کی بلکہ صاحب اقتدار امراء اور سلاطین اور وہ لوگ جن کے ہاتھ میں زمام اختیار تھی ان کی اصلاح کی اور مختلف معاملات میں ان کی علمی رہنمائی فرمائی اور اس طریقہ سے ملک کی سیاست کا رخ لادینی سیاست سے دینی سیاست کی طرف موڑ دیا جیسے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۱۵۶۳ء-۱۶۲۴ء) نے صرف مکتوبات سے اکبر کے ملحدانہ اور بے دین خیالات سے ملک کی فضا کو صاف کر دیا۔ اسی طرح مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۸۲۹ء-۱۹۰۵ء) اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۸۳۱ء-۱۸۷۹ء) نے اپنے پیر و مرشد مولانا حاجی امداد اللہؒ کی زیر کمان ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا لیکن اس جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد تمام زندگی علم وعمل کی شمع روشن کیے رکھی اور جب تک زندہ رہے قرآن وسنت کی روشنی پھیلانے اور اپنی تحریر وتقریر سے ظاہری اور باطنی اضافہ کے مختلف طریقوں سے دنیائے اسلام کو منور کیے رکھا۔ (۱۶)

پاکستان محض ایک جغرافیائی وجود کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی نظریہ حیات کا مظہر ومسکن ہے اس ملک کے قیام کا حقیقی محرک اسلامی نظریہ حیات ہی تھا۔ (۱۷) پاکستان کی تحریک میں ممتاز اور بڑی مذہبی جماعتیں جن میں جمیعت العلمائے ہند (مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) جماعت اسلامی (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) اور مجلس احرار (مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) شامل ہیں۔ پاکستان کے نظریہ کی مخالف تھیں لیکن مسلم لیگ نے ان مذہبی جماعتوں کی مخالفت کے باوجود ان مذہبی جذبات کو اپنے مقاصد کے لیے پوری طرح استعمال کیا کہ جو خلافت کی تحریک کے زمانہ میں مسلمانوں میں پیدا کر دیے گئے تھے۔ مسلم لیگ کو بہر حال اس بات کا احساس تھا کہ اس کے رہنما روایتی مذہبی رہنما نہیں ہیں اس لیے انہیں اپنے مفادات کے حصول کے لیے علماء کی حمایت انتہائی ضروری ہے تا کہ ان کے سیاسی فیصلوں کی مذہبی توثیق ہو سکے۔ (۱۸)

مذہب وسیاست پر مباحثہ:

تحریک پاکستان کے دور میں مذہب وسیاست پر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے قائد اعظم سے فرمایا ”مسلمان کسی تحریک میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس تحریک کے چلانے والے خود کو احکام اسلام کا نمونہ نہ بنائیں اور ان کے پیرو شعائر اسلام کی پابندی نہ کریں کیوں کہ جب یہ سب خود کو احکام دین کا پابند بنا لیں گے تو اس کی برکت سے نصرت وکامیابی

خود بخود ان کے قدم چومے گی اور انشاء اللہ بہت جلد کامیابی نصیب ہوگی۔ مسلمانوں کی سیاست کبھی مذہب سے الگ نہیں ہوئی مسلمانوں کے بڑے بڑے قائد مسجدوں کے امام بھی تھے اور میدان کے جرنیل بھی۔ خلفائے راشدینؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، حضرت عمرا بن عاصؓ وغیرہ سب مذہب و سیاست کے جامع تھے۔ اس موقع پر قائداعظم نے اپنے خیال کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے قائداعظم محمد علی جناح کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پھر اس طرح کامیابی کی توقع ممکن نہیں۔"

آخر کار کاروان تھانویؒ کا یہ وفد دنیا کے اس بہت بڑے اور کامیاب سیاستدان کی سیاست کو مذہب کی حدود کے اندر لانے میں کامیاب ہوگئے اور قائداعظم نے علماء کے خیالات اور فیصلہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا "دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو یا نہ ہو میری سمجھ میں اب خوب آ گیا ہے کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔"(۱۹)

علماء کی تائید وحمایت میں قائداعظم کا فرمان:

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان خطوط کا سلسلہ جاری تھا اور ساتھ ہی تبلیغی وفود بھی قائداعظم سے متواتر ملاقات کرتے رہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اپنی روائیداد میں لکھتے ہیں "مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وفات (۱۹۴۳ء) کے بعد بمبئی میں جمعیت العلمائے اسلام کی کانفرنس ہوئی جس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۴۹ء) مولانا محمد طاہرؒ اور میں (ظفر احمد عثمانیؒ) کانفرنس میں شریک ہوئے تو بمبئی کے چند تاجر جن کو مولانا اشرف علی تھانویؒ سے لگاؤ تھا، ہم لوگوں سے ملاقات کی اور بیان کیا کہ قائداعظم کی مجلس میں ایک دفعہ یہ گفتگو آئی کہ کانگریس میں علماء زیادہ ہیں اور مسلم لیگ میں علماء کوئی نہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو مسلم لیگ سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ یہ سن کر قائداعظم محمد علی جناح نے پر جوش لہجہ میں فرمایا کہ تم کن لوگوں کو علماء سمجھتے ہو؟ انہوں نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء)، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۸۷۵ء-۱۹۵۳ء) اور مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) کا نام لیا، چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا کہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ عالم ہیں مگر ان کی سیاست ایک ہی ہے کہ انگریزوں کے دشمن ہیں اور اس دشمنی میں وہ مسلمانوں کے مفاد کی بھی رعایت نہیں کرتے۔ مولانا کفایت اللہ دہلویؒ واقعی مفتی ہیں اور کچھ سیاست دان بھی لیکن مولانا ابوالکلام آزادؒ نہ عالم ہے نہ سیاستدان ہے جب کہ اس کے برعکس مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کے علم وتقدس وتقویٰ کو اگر ایک پلڑا میں رکھا جائے اور تمام علماء کا علم وتقدس وتقویٰ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں جو چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں، مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی مدافعت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں۔ (۲۰)

جب مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور دیگر علمائے کرام نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو جو کہ سیاسی زندگی سے خود کو علیحدہ کیے ہوئے تھے

جمعیت العلمائے اسلام میں دعوت دی تو آپ نے اس میں شمولیت اختیار کی اگرچہ اس میں مشہور علماء زیادہ شامل نہ تھے مگر اس کمی کے باوجود اس نے مسلم لیگ کے سیاسی مقصد اور آزادی کی راہ کو یقینی بنانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ سنہ ۱۹۶۳ء میں مسلم لیگ نے مشائخ کی ایک کمیٹی کو قائم کیا، اس کے بارے میں سلیم ایم قریشی نے اپنے مقالے ”پاکستان میں مذہب و سیاست“ میں لکھا ہے کہ نواب ممدوٹ (۲۱) سر فیروز خاں نون (۲۲) اور سردار شوکت حیات (۲۳) جیسے لوگ بھی کہ جو کسی طور سے مذہبی نہیں تھے ان غیر مذہبی نظریات کے حامل لوگوں کو مذہبی خطابات سے نوازا گیا، جیسے ممدوٹ شریف، دربار سرگودھا شریف وغیرہ تا کہ عام مسلمانوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ ان کے حامیوں میں بڑے بڑے مشائخ شامل کارواں ہیں۔ (۲۴)

برصغیر میں ۱۷۱۲ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک اور اس کے بعد کے دور میں بھی علماء نے سیاست میں حصہ لیا اور تحریک پاکستان میں بھی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور آپ کے متوسلین و اکابرین نے جن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور دوسرے رفقاء قائداعظم محمد علی جناح کی اس یقین دہانی پر کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی اس میں کتاب و سنت کا قانون نافذ ہوگا اپنی علمی اور تصنیفی زندگی کو چھوڑ کر میدان سیاست میں آئے۔ مسلم لیگ کی بھرپور مدد کی۔ پورے ہندوستان میں مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے دورے کیے۔ سلہٹ اور سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کو کامیاب کرایا لیکن قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ کے وڈیرے ان تمام وعدوں سے مکر گئے جو انہوں نے ان علماء اور ہندوستان کے مسلمانوں سے کیے تھے پھر یہ سب علماء اپنی پوری زندگی اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں صرف کر کے اس دنیا سے چلے گئے لیکن پاکستان میں آج بھی نظام اسلام اور نفاذ اسلام کا دور دور تک شائبہ نظر نہیں آتا۔ (۲۵)

تحریک پاکستان کے مخالف علمائے اسلام کے اس جدید عصری تقاضے کو سمجھنے میں جس غلطی کے مرتکب ہوئے اس نے قیامت تک کے لیے بھارت میں رہ جانے والے سترہ کروڑ مسلمانوں کے مقدر کو اوندھے اور تاریک کنویں میں معلق کر دیا یہ کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ خیبر سے راس کماری اور جاپانی (۲۶) سے چٹاگانگ (۲۷) تک ایک بھی ہندو کانگریس کا مخالف نہیں تھا وہ سمجھتے تھے کہ کانگریس ہندوؤں کی نشاۃ ثانیہ اور پورے برصغیر پر ہندو غلبے کی علامت ہے مگر ہمارے سیاسی اور کانگریسی علماء اور دوسرے تیسرے لیڈر گاندھی (۱۹۴۸ء) اور نہرو (۱۹۶۴ء) کی حمایت میں مسلم لیگ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں محمد علی جناح، ”کافر“ انگریزوں کا ساتھی، نظر آیا اور گاندھی ”مومن“ اور مسلمانوں کا نجات دہندہ دکھائی دیا وہ کرم چند گاندھی اور محمد علی جناح میں تمیز کی صلاحیت سے محروم رہے اور تاریخ کے اس اہم موڑ پر اپنے ہی ملی وجود کو قتل کرنے پر تل گئے۔ (۲۸)

عالم اسلام کے نکتہ نگاہ سے قیام پاکستان ایک اہم اور بڑا اور اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے۔ اس پاکستان کے قیام سے پہلے یوں تو بے شمار حالات و واقعات پیش آئے مگر اکابر علماء اور بزرگان دین کی وہ جماعت بھی دو حصوں میں بٹ گئی جس کے علم و فضل، دیانت و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی پر کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس تاریخی واقعہ کا ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ اس کے قیام کو آج ۶۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے پاکستان دولخت ہو کر اپنے ایک حصے سے

محروم ہو چکا ہے مگر بعض حلقوں کی طرف سے یہ بحث جاری ہے کہ آیا قیام پاکستان کے مقاصد حاصل ہوئے یا نہیں جس کی خاطر لاکھوں انسانوں نے جانی، مالی قربانیاں پیش کیں۔ (۲۹)

۲۰ ویں صدی دنیائے انسانیت کی عظیم تحریکوں اور ملکوں کی آزادیوں کی صدی ہے۔ ان ولولہ انگیز، ہمہ گیر اور تاریخ ساز تحریکوں نے یورپ، ایشیا اور افریقہ کے بے شمار ممالک کو آزادی یعنی غیروں کی غلامی اور پنجہ استبداد سے نجات دلائی۔ ان تحریکوں میں بعض وجوہات کی بنا پر تحریک پاکستان کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اس تحریک میں علمائے کرام کا کردار تاریخ جدوجہد آزادی پاکستان میں ہمیشہ سرفہرست رہے گا آزادی کے سفر میں علمائے کرام کا کردار آج ایک ایسا موضوع بحث ہے جس پر کافی دلائل و بحث کی گنجائش موجود ہے۔ تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ علمائے دیوبند کے بعض نامور اکابرین نے جس طرح متحدہ ہندوستان اور بعض نامور علماء نے قیام پاکستان کے لیے جدوجہد کی دونوں کا نظریہ اسلامیت اپنی جگہ پر مناسب اور درست فیصلہ تھا ایک گروہ متحدہ ہندوستان اور کانگریس کا حمایتی تھا تو دوسرا گروہ مسلم لیگ اور آزادی وطن کا طلب گار نظر آرہا تھا اور حصول پاکستان کی خاطر علمائے کرام نے اپنی زندگی سیاست کی نظر کردی اور تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ یہ ان ہی علمائے کرام کی شبانہ روز مساعی کا نتیجہ تھا کہ مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان جمہور مسلمانانِ ہند کا مطالبہ بن گیا جس کے لیے انہوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی یہاں تک کہ ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو "لے کے رہیں گے پاکستان" "بن کے رہے گا پاکستان" کے فلک شگاف نعرے حقیقت کے قالب میں ڈھل گئے اور مملکت خداداد پاکستان کے قیام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (۳۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ہندوستان کی سیاست اور کانگریس کے حامیوں کی مسلم دشمن سوچ پر ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"مسلمان دوسری قوموں سے معاہدہ کر سکتے ہیں، ان سے تعاون کر سکتے ہیں لیکن وہ اپنے جداگانہ وجود کو دوسری قوموں میں ضم نہیں کر سکتے۔"

آپ نے اسلامیانِ ہند کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا: "پاکستان ایک ایسی اسلامی ریاست کے قیام کی طرف پہلا قدم ہے جو کتاب وسنت پر مبنی ہوگی۔"

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیام پاکستان کے بعد گو زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکے لیکن بحیثیت ایک عالم دین اور سیاست داں مملکت پاکستان میں نفاذ اسلام کا فوری طور پر نفاذ چاہتے تھے اور وہ اپنے دیگر رفقاء کار کے ساتھ مل کر دستور ساز اسمبلی میں نفاذ اسلام اسلامی ریاست پاکستان بنانے کی جستجو میں کوشاں رہے۔ لیکن پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے تمام اراکین ان کے ہم خیال نہیں تھے بلکہ غیر مسلم اراکین اور نیم مذہبی اور اشتراکی عناصر بالکل مخالف سمت میں جانے کے خواہش مند تھے۔ ان پر خطر اور آزمائش سے لبریز زمانے میں اللہ تعالیٰ نے علماء کو پھر سرخرو کیا اور نفاذ شریعت اسلامی کے حامی طبقوں کی یہ بڑی

کامیابی تھی کہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی نے ”قرار داد مقاصد“ کو منظور کر لیا۔ (۳۱)

۲۰ ویں صدی میں برصغیر پاک و ہند کی سیاسی گتھیاں بہت حد تک الجھ گئیں تو بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی نگاہ انتخاب میں وہی شخصیت سامنے آئی جسے قسام ازل نے اس سلسلہ میں بنیادی کام کرنے کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ مستقبل قریب کا مورخ اس بات کو کبھی فراموش اور نظر انداز نہیں کرے گا کہ جب سابق صوبہ سرحد میں پاکستان کے تصور کو اور اس کے قیام کی حقیقت کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔ بنگال کی سیاست کا مسئلہ الجھ گیا سابق سندھ بلوچستان میں مسلم لیگ نئے منجدھار کا شکار ہوگئی تو اس پریشان کن صبر آزما اور مشکل وقت میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی سحر بیانی، طاقت لسانی، علم و فضل کی روانی اور سیاسی شعور کی دور بینی نے حالات کے دھاروں کا رخ بدل دیا اور مسلم لیگ اور بانی پاکستان محمد علی جناح کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں جس ہستی نے مرکزی کردار ادا کیا تاریخ پاکستان میں اس کو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (۳۲)

برصغیر کی دستوری تاریخ اور ہندوستانیوں کی سیاسی جدوجہد اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ ہندو اپنا ہر قدم اس انداز سے اٹھاتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ فائدہ ملے اور مسلمانوں کی محکومی اور بے بسی میں اضافہ، تحریک عدم تعاون (۱۹۲۰ء) (۳۳) تحریک خلافت (۱۹۱۹ء۔۱۹۲۴ء) (۳۴) گول میز کانفرنس (۱۹۳۰ء۔۱۹۳۲ء) (۳۵) کیمونل ایوارڈ وغیرہ ہر مسئلے میں کانگریس نے مسلمانوں کو دانستہ طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ (۳۶) پاکستان کے قیام سے ذرا پہلے ۱۹۴۵ء۔۴۶ کے فسادات جس میں ہزار ہا مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا کلکتہ، بہار، ہزارہ، نوکھالی، گڑھ میں کشت و خون کا بازار گرم ہوا تو اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دارالعلوم دیوبند میں ایک جلسہ عام سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ ”مسلمانوں جینا ہے تو مرنے کا گر سیکھو اور ان اشعار سے عوام الناس کے دلوں میں جذبہ حریت و آزادی کا پیغام دیا۔

”جو دیکھی ہسٹری میں نے تو مجھ کو یہ یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا“

دفاع وطن کا درس:

تقسیم ملک (۱۹۴۷ء) کے بعد جب پاکستان کے دفاع کو خطرہ محسوس ہوا اور دوسری طرف ہندو، انگریز اور انگریز کے لگائے ہوئے پودے کی شاطرانہ چالوں کی وجہ سے کشمیری مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہوگیا چنانچہ مجبوراً کشمیری مسلمانوں نے جنگ آزادی شروع کر دی تو اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہی وہ واحد فرد تھے کہ جن کی کوششوں سے پورے عالم اسلام کے علماء و مفتیان عظام نے یہ فتویٰ صادر کیا کہ جہاد کشمیر فرض ہے اور پاکستان کا دفاع بھی ایک اہم شرعی مسئلہ ہے اور عالم اسلام کو اس مقدس فرض کی طرف متوجہ کرانے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ یہ ضرور ہوا ہے کہ آج کچھ لوگ اس

کے مدعی بن بیٹھے کہ ہماری وجہ سے پاکستان اسلامی ممالک سے روشناس ہوا لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہیں شاید دنیا اس حد تک نہ جانتی ہو جتنا کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے متوسلین کو جانتی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ پورے ملک میں جب یہ رو چلی کہ ہم اسلام کی حکومت اور اسلامی قانون چاہتے ہیں کیونکہ یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا "لا الٰہ الا اللہ" تو اس میں جیش بیش شروع ہوئی تو اس وقت بھی پاکستان کی مرکزی اسمبلی نے ایک باوقار ممبر کی حیثیت سے آپ کی جدوجہد سے ایک قرارداد پاس کی جو قرارداد مقاصد کے نام سے ایک عرصہ دراز تک پریس اور پلیٹ فارم کا موضوع سخن بنی رہی جس میں حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ذات کو مانا گیا تھا اور ملک کا قانون شریعت اسلامی کے مطابق بنانے اور ڈھالنے کا عہد کیا گیا تھا۔ (۳۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے نہ صرف تحریکِ پاکستان کے لیے اپنی خدمات صرف کیں، بلکہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی آپ نے اپنی بیماری اور درازیٔ عمر کے باوجود اس نوزائیدہ مملکت کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ نے استحکامِ پاکستان کے لیے ملک کے گوشے گوشے میں مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ پاکستان کی آزادی اور قیام کے لیے کتنے مسلمانوں کی جان قربان کی گئی اور اس کے قیام کا مقصد کیا ہے۔ آپ نے مسلمانانِ پاکستان سے ۱۹۴۸ء میں عیدالفطر کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> پاکستانی ملت کے تمام طبقات میں زندگی کے معیار کا توازن قائم کیا جائے۔ دولت کی غلط تقسیم ہی سے کمیونزم اور دوسری "ملحدانہ تحریکیں" فروغ حاصل کرتی ہیں، جہاں معاشی ناہمواری کا دور دورہ ہوگا، وہاں روسی اشتراکیت کے لیے گویا تیار میدان مل جاتا ہے۔ (۳۸)

استحکامِ پاکستان اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مملکت خداداد پاکستان کو ایک خودمختار اسلامی ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ پاکستان اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی مضبوط و توانا بننے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ دفاع یا استحکامِ پاکستان کے حوالے سے آپ نے اس امر کی وضاحت کی۔

> "کشمیر کا مسئلہ ہو یا افغانستان کا، پختونستان کا مسئلہ ہو یا پاکستان کے دفاع کا معاملہ ہو یا کمیونزم کا مقابلہ، جس پہلو سے بھی نظر ڈالیے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ہماری مملکت کی خوبی اور استحکام کا راز اسلامی نظامِ حیات کے نفاذ میں پوشیدہ ہے اور یہ کہ پاکستان اسلام کے نام پر ہی حاصل کیا گیا ہے۔"

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جمعیت علمائے اسلام نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے جو بے مثال جدوجہد کی اس نے قائداعظم محمد علی جناح کے مشن کو بے حد تقویت پہنچائی اور اس تحریک کو ایک سیاسی مسئلہ نہیں بلکہ اس کی حمایت کو جمہور اسلامیان ہند کے لیے ایک ملی اور دینی فریضہ بنا دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی ذاتی حیثیت میں بھی اور مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے بھی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے کردار اور خدمات کو بے حد سراہا اور تادم

آخر ان کی ملی خدمات کے معترف اور مداح رہے۔ ۱۹۴۶ء میں ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کا انتخاب ہوا تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنگال کی طرف سے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اس کے رکن منتخب ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد ان کو مشرقی پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے پاکستان کی مجلس دستور ساز کا رکن منتخب کیا گیا اور پھر شرعی دستور کمیٹی کا صدر مقرر کیا گیا۔ (۳۹)

اسلام اور قائداعظم محمد علی جناح کا تصور پاکستان:

پاکستان کا قیام کلمہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کا مرہونِ منت ہے اور اسی کلمہ کا نعرہ لگا کر مسلمانانِ ہند نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور اسی اسلام کے فلسفہ پر ہی عمل پیرا ہو کر ہم اس کو مضبوط و مستحکم بنا سکتے ہیں۔ پاکستان خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خطہ کے مسلمانوں کی قربانیوں کا وہ انعام و اعزاز ہے، جس کے لیے انہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اگر اس نعمتِ خداوندی کی سچی قدر شناسی اور شکر گزاری میں ہم کوتاہی کریں گے تو یہ کفرانِ نعمت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے وبال سے محفوظ رکھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۳۹ء میں پاکستان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

”آپ نے غور کیا کہ پاکستان کے مطالبہ کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔“ (۴۰)

ایک اور موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے آئندہ دستوری لائحہ عمل کا عندیہ دیتے ہوئے فرمایا:

مسلمانوں ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے، ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔ (۴۱) ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم اپنے تصورات اور خراج کے مطابق اور جس طرح ہمارے خیال میں بہتر ہو روحانی، ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی زندگی میں ترقی کرے۔ (۴۲) پاکستان کے متعلق ایک موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

”ہم ایک ایسی اسلامی مملکت تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کی بنیاد اسلام اور قرآن کے اصولوں پر رکھی جائے جس کی تعمیر میں تقویٰ اور دین شامل ہو۔ ہاں ایک ایسی اسلامی ریاست جو آگے چل کر خلافتِ راشدہ کے نمونہ کی مثال بن سکے۔“ (۴۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اس سرزمین سے جس قدر والہانہ عقیدت اور محبت تھی کہ اس کے لیے اس کو مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ استحکامِ پاکستان کی جدوجہد کے حوالے سے آپ کی خدمات ہمیشہ زندہ و جاوید بن کر اہلِ پاکستان کے دلوں میں محفوظ رہیں گی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس مملکت کے استحکام کے حوالے سے اپنے بیان میں فرماتے ہیں:

”اگر ہم نے قدرت کی عطا کردہ اس مملکت کے بقا و استحکام یا اس کے صحیح استعمال سے غفلت برتی تو یہ ہماری کھلی ہوئی

بدبختی ہوگی۔ بارگاہِ الٰہی میں جہاں سے ہمیں یہ نعمت عطا ہوئی ہے، سچی شکر گزاری کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس مالک الملک اور حاکم حقیقی نے ہمیں اپنے نائب امین کی حیثیت سے یہ امانت سپرد کی ہے، اس کی منشاء و مرضی کے مطابق ہم اس پر تصرف کریں اور اس کے پیش کیے ہوئے معیار پر پورے اترنے کی جد و جہد میں مصروفِ عمل ہو جائیں۔"

یہ بھی اللہ کی عجیب قدرت و حکمت کی نشانی ہے کہ باوجود اس کے کہ مسلمان اس ملک میں مجموعی طور پر دوسری اقوام سے تعداد میں کم ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری اس کمی کو ملک کے تمام صوبوں میں مساوی طور پر تقسیم نہیں کیا بلکہ بعض صوبوں میں جو جغرافیائی حیثیت سے اہم ہیں ہم کو دوسروں کے مقابلے میں اکثریت عطا فرما دی۔ یہ گویا قدرت کی طرف سے پاکستان قائم کر لینے کے امکان کی طرف ایک غیبی اشارہ ہے۔ (۴۴) انشاء اللہ اہلِ پاکستان اور اس کے عوام الناس پر مزید فضل و انعام کی وہ بارش ہوگی کہ دنیا حیران و ششدر رہ جائے گی۔

مہاجرین کی بحالی و آبادکاری:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہندوستان کی تقسیم اور قیامِ پاکستان کے بعد مہاجرین کی لاکھوں کی تعداد میں آمد اور ان کی تکالیف کو بڑی شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ مہاجرین کی آبادکاری اور ان کی پریشانیوں کے پیشِ نظر آپ نے فرمایا:

"ان بے شمار خاندانوں کی خانہ ویرانی جو اپنے صدیوں کے وطن سے صرف اس لیے نکلنے پر مجبور ہوئے کہ وہ اسلام کے نام لیوا تھے۔ یہ ایک دردناک حقیقت ہے جس سے زیادہ عملی ہمدردی اور مخلصانہ برادر نوازی کا تقاضا کرتا ہے۔ آج وقت اور حالات کا تقاضا اور ہماری ذمے داری ہے کہ ہم ان مصائب و مشکلات میں گھرے ہوئے مہاجرین کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور وہی رُوح دوبارہ اپنے اندر پیدا کریں کہ جس کا مظاہرہ ہجرتِ مدینہ کے وقت یثرب کے انصار نے مہاجرین مدینہ کے لیے کیا تھا۔" (۴۵)

سیکولرازم اور وطنی قومیت کے نظریات سے جتنا نقصان اسلام کو پہنچا ہے شاید ہی کسی اور چیز سے پہنچا ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ دونوں نظریے اسی مغربی سامراج کے پیدا کردہ اور پروردہ ہیں جس کی مخالفت کا کانگریسی مسلمان دعویٰ کر رہے تھے۔ یہی وہ سبق ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کی وحدت اور مرکزیت کی آخری نشانی خلافت عثمانیہ کو ختم کیا گیا تھا۔ (۴۶) قائداعظم محمد علی جناح علمائے دین کی خدمات کے دلی قدردان تھے۔ مسلمانوں کی جنگ آزادی کا مقدمہ قائداعظم محمد علی جناح نے ایک ماہرِ فن جرنیل کی حیثیت سے لڑ کر دکھایا۔ ان کی قیادت ہندوستان کی مسلم جمہور نے اس لیے تسلیم کی کہ انگریز اور ہندو دونوں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے اور اس جنگ میں قائداعظم محمد علی جناح سے بہتر جرنیل مسلمانوں کے حلقہ میں کوئی نہ تھا۔ (۴۷)

مشرقی و مغربی پاکستان کی وحدت و سالمیت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مشرقی و مغربی پاکستان کی وحدت و سالمیت اور استحکام و ترقی کے حوالے سے اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے

ہوئے فرماتے ہیں۔

’’اس واضح حقیقت کو آپ فراموش نہ کریں کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ پاکستان کے دونوں حصوں کو ایک مستحکم، مضبوط اسلامی مملکت میں مربوط رکھنے کا واحد ذریعہ صرف اسلام اور کلمۂ طیبہ ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ ہے اور ہمارے اتحادِ ملت کی بنیاد کسی نسل، قوم، قبیلہ یا صوبے کی برتری پر نہیں ہے، ہم نے اسے محض اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر حاصل کیا ہے۔ پاکستان کے دونوں حصے کو فکر و عمل کے اعتبار سے متحد رکھنے کے لیے اسلامی اخوت کا رشتہ ہی سب سے بڑی طاقت ہے۔‘‘ (۴۸) مگر بدقسمتی سے مشرقی حصہ ۱۹۷۱ء سازش کا شکار ہو کر الگ ملک (بنگلہ دیش) بن گیا۔

ڈھاکہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں جمعیت علمائے اسلام کی کانفرنس:

استحکامِ پاکستان کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کے چپے چپے کا دورہ کیا اور پاکستان کے عوام کو اس کی سالمیت اور استحکامِ پاکستان کے لیے اپنے فکر انگیز درس سے نوازتے رہے۔ اسی سلسلے میں آپ نے فروری ۱۹۴۹ء میں ڈھاکہ میں جمعیت الاسلام کی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے پیر مانکی شریف (۴۹) کے ساتھ یکم فروری کو ڈھاکہ پہنچے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے چاندپور، کومیلا، سلہٹ، برہمن اور کشور گنج وغیرہ میں تقریریں کیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۹ فروری ۱۹۴۹ء کو ڈھاکہ میں جمعیت العلمائے اسلام کے کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا، جس کے خاص خاص نکات یہ ہیں۔

- ☆ ہم خالص خدا کی خوشنودی اور اسلام اور اہلِ اسلام کی برتری اور بہتری کے لیے اس نئی مملکت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں امکانی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے۔
- ☆ اگر ہندو اور سکھ کی سیاہ ذہنیت انگریز کی متعفن سیاست اور بعض غدارانِ ملت کی مجرمانہ خیانت نے گہری سازش کے تحت کام نہ کیا ہوتا تو انڈین یونین میں ایسے دردناک اور شرمناک مظالم کا مسلمانوں کو سامنا نہ کرنا پڑتا اور نہ ہی کشمیر (۵۰) ایسے رُوح فرسا حوادث کی آماج گاہ بنتا اور نہ حیدر آباد (۵۱) کی طرف کوئی ظالم نظر اٹھا کر دیکھ سکتا۔
- ☆ ہم اس کوشش سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتے کہ مملکتِ پاکستان میں اسلام کا دستور و آئین اور نظام تشکیل پذیر ہو۔
- ☆ فلسطین ہمارا جزوِ ایمان ہے، کشمیر ہماری رگ و جان ہے اور حیدر آباد ہماری قدیم عزت و وقار کا نشان ہے۔
- ☆ کوئی جنگ محض بڑے بڑے مہیب اور ہلاکت بار اسلحہ سے نہیں جیتی جا سکتی، فتح و کامیابی کا اصل مدار فوجوں کے بلند حوصلہ، بلند کیریکٹر اور بہترین ڈسپلن ہے۔
- ☆ قلتِ تعداد اور قلتِ اسباب کے باوجود ہمارے لیے فتح و کامرانی کی نصرت ہے۔

☆ آج فلسطین (۵۲) کشمیر (۵۳)، حیدر آباد (۵۴)، انڈیا (۵۵)، انڈونیشیا (۵۶) اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کی جان جس عذاب میں ہے، اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس بجز اس کے کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم اس "مَالِكُ الْمُلْك" کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جائیں۔ (۵۷)

☆ نہ بین الاقوامی انجمنوں کے کمیشن ہماری مسیحائی کر سکتے ہیں اور نہ ہی محض ان قوتوں کے معاہدات موجب اطمینان ہو سکتے ہیں، جنہیں معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے ہی پارہ پارہ کرنے میں تردد نہیں ہوتا۔

☆ اگر ہمیں اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو ہمارے تعلیمی ادارے اور درس گاہوں کو از سر نو ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

☆ پاکستان ایک ایسا ابتدائی قدم ہے جو انجام کار قرآنی اصولوں کے مطابق "اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن" کی حکومت عادلہ قائم ہونے پر کسی وقت منتج ہو سکتا ہے، جس کے قیام کا نام نہاد قومیت متحدہ کی حکومت کے ذریعے بظاہر کوئی امکان نہ تھا۔

☆ جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی ہے اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے، اسی طرح پاکستان ہماری قوم صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرح تدریجی قدم ہے۔

☆ خطے میں نظام اسلامی کے نظام کا احیاء تاریخ میں تمہارا نام روشن کرے گا اور اللہ ورسول ﷺ کے سامنے سرخرو کرے گا۔ یاد رکھو خدا کا دیا ہوا یہ موقع بھی تم نے اگر ہاتھ سے کھو دیا تو دنیا و آخرت دونوں کی تباہی سے کوئی چیز تمہیں نہیں بچا سکتی۔ (۵۸)

مشرقی پاکستان کی اہمیت وحیثیت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش۔ ۱۹۷۱ء) کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے، کیونکہ ان کی نظر میں بنگال (۵۹) ہی وہ خطۂ سرزمین تھا کہ جس نے انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کی۔ مسلمانوں کے اندر سیاسی شعور حقوق کی طلبی کی غرض سے مسلم لیگ ۱۹۰۶ء (۶۰) نے اسی خطے میں جنم لیا۔ آپ نے اپنے مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کے دورے کے دوران بڑی وضاحت سے مشرقی پاکستان کی اہمیت وحیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا۔

مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) گو کہ مرکز سے ہزار میل دور ہے اور اپنے مرکز سے علیحدہ بھی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ خطہ ایک موثر حیثیت کا مالک ہے، بیشتر "بنگال" اور "بہار" (۶۱) کے مسلمانوں کے اس پُر آشوب دور میں جب کہ مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کی کشتی جتنی مخالفت کی متلاطم موجوں میں ڈگ مگا رہی تھی۔ کلکتہ (۶۲) میں جمعیت العلمائے اسلام کی بنیاد رکھ کر مسلم قوم کے سیاسی جذبات ورجحانات میں مذہبی حیثیت سے انقلاب عظیم پیدا کیا۔ یہاں کے عوام دستور اسلامی اور

قوانینِ شریعت کے قبول کرنے کی خاص تڑپ اور اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان مجلس آئین ساز کے رکن بھی تھے اور اسی جماعت کے روحِ رواں تھے جو اس آئین کو اسلامی قالب میں ڈھالنا چاہتی ہے اور اس راہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہی کی ابتدائی کوشش کی کامیابی کا وہ نتیجہ تھا جس کو پاکستان کی آئینی اصطلاح میں "قرارداد مقاصد" کہتے ہیں۔ (۶۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں پاکستان کے راہ نما بنیادی اصول:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں پاکستان کے استحکام اور سلامتی کے پیشِ نظر چند بنیادی اصول وضع تھے، جن کی نشان دہی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

کسی مملکت کو کامیابی، شادمانی، امن و امان، خوشحالی اور ہمہ قسم کی ترقی سے ہم کنار کرنے کے لیے چند بنیادی نظریاتی اصول و ضوابط ہوتے ہیں جو کہ یہ ہیں۔

- ☆ بلا تفریق مذہب و ملت و نسل وغیرہ تمام پاکستان کے لیے امن و انصاف قائم کرنا اور دوسری اقوام کو بھی اس مقصد کی طرف دعوت دینا۔
- ☆ جملہ معاہدات کا احترام کرنا جو کسی دوسری قوم یا مملکت سے کیے گئے ہوں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کو سارے ملک کا اصلی اور حاکمِ حقیقی تسلیم کرتے ہوئے اس کے نائب امین کی حیثیت سے اس کے مقرر کردہ حدود کے اندر پوری ایمانداری اور دیانت داری کے ساتھ حکومت کا تمام کاروبار چلانا۔
- ☆ غیر مسلم باشندگان پاکستان کے لیے جان و مال اور مذہب کی آزادی اور شہری حقوق کے تحفظ کے لیے مذہب اسلام کی حفاظت اور تقویت کا بندوبست کرتے ہوئے مسلم قوم کو ان قوانین الٰہیہ کا انتہائی پابند بنانے کی سعی کرنا جو "مَالِكُ الْمُلْك" نے ان کے فلاحِ دارین کے لیے نازل فرمائے ہیں۔ (۶۴)
- ☆ تمام باشندگانِ پاکستان کی انفرادی صلاحیتوں کی مالی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے معاشی حالات میں مناسب اور معتدل توازن قائم کرنا اور تاحدِ امکان کسی فرد کو بھی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ ہونے دینا۔
- ☆ خصوصیت کے ساتھ ربا (سود) مسکرات (نشہ آور اشیاء) قمار (ربوا) اور ہر قسم کے معاشرتی فواحش کے سدباب کی امکانی کوشش کرنا۔
- ☆ قومی معاشرہ کو بلند خیالی کے ساتھ ساتھ سادہ اور ستھرا بنانے کی ہر جائز کوشش کرنا۔
- ☆ مغربی طرز کی پیچ در پیچ عدالتی بھول بھلیاں سے نکال کر عوام کے لیے امکانی حد تک سستا اور تیز رفتار انصاف حاصل (مہیا) کرنا۔

☆ قرآنی نظام اور اسلامی حکومت پر اعتراضات اور اس کے جوابات۔

☆ پوری دنیا کی نجات و امن کا واحد راستہ۔

☆ اگر ساری دنیا میں خلافتِ عامہ قائم کرنے پر قدرت نہ ہو تو جس خطہ ارضی میں نظامِ اسلام قائم کیا جا سکے، اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

☆ اسلامی آئین کا مسودہ

☆ علماء اور فرقِ اسلامیہ کے باہمی اختلافات کا عذر

☆ موجودہ ممالک اسلامیہ کے اسلامی و شرعی دستور و آئین، ان دستاویز میں افغانستان، ایران و عراق میں مروجہ قوانین کی تفاصیل بیان کی گئی ہیں۔

☆ پاکستان میں اسلامی نظام کا اثر انڈین یونین کے مسلمانوں پر

☆ نظامِ پاکستان سے متعلق نہ ہی پاکستان کے اعلانات اور وعدے خصوصاً قائداعظم کے ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک وعدے اور بیانات۔

☆ پاکستان میں اسلامی نظام کی مخالفت ہندوؤں کی ایک گہری سازش۔

☆ کیمونزم کے سیلاب کو صرف اسلامی نظام ہی روک سکتا ہے۔

☆ نظامِ اسلام کی تنفید میں تدریجی رفتار سب مشکلات کا حل اور شبہات کا جواب ہے۔

☆ علمائے کرام سے خطاب۔

☆ قومی نوجوانوں سے خطاب۔(۶۵)

اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

اقلیتوں کے حقوق اور ان کے مفادات کے حوالے سے اپنے خیالات پیش کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”پاکستان کا قیام مفاد پرستوں اور دولت مند لوگوں کے لیے نہیں کیا گیا بلکہ ہمارا مقصد اقتصادی نظام کو اسلام کے بنیادی اصولوں پر تعمیر کرنا ہے۔ ہمارے عوام اس وقت غریب اور ناخواندہ ہیں، لیکن ہمیں ان کا معیارِ زندگی ضرور بلند کرنا ہے اور ان کو افلاس اور ناخواندگی کی زنجیروں سے آزاد کرانا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ خیالات پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔ ہم پاکستان کی بنیاد نظامِ عدل حکمرانی پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔ اقلیتوں کے بہت سے مفاد ایسے ہیں کہ جن کا وہ بجا طور پر تحفظ چاہتی ہے۔(۶۶)

ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں غیر مسلموں کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا گیا اگر اقلیتوں کی آزادی میں مداخلت

کرنے کی کوشش کرتے تو یہ ایک غیر اسلامی فعل ہوتا۔ اور ہم یقیناً اپنے مذہبی احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے۔ اقلیتوں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اقلیتوں کو اپنے مذہب پر چلنے، اس کی حفاظت کرنے یا اپنی ثقافت کو فروغ دینے سے کسی طرح بھی روکا نہیں جائے گا۔ اقلیتوں کو کامل آزادی حاصل ہوگی بلکہ اقلیتوں کو یہ امید رکھنی چاہیے کہ اکثریت ان کے ساتھ قدردانی اور احترام کا وہی برتاؤ کرے گی جو تاریخ میں ہمیشہ مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ (٦٧)

شریعت اسلامی کا نفاذ، دنیا کی نجات و امن کا راستہ:

آپؒ نے فرمایا:

"جو مملکت اپنے آئینی دائرہ میں ان پاک اور اہم ترین مقاصد کی بنیادوں پر قائم ہوگی۔ وہ اللہ کی مدد اور ملتِ اسلامیہ کی عملی مواخات سے ہر باطل کی سرکوبی کر سکے گی اور انشاء اللہ اس دنیا میں امن و انصاف اور خوشحالی و فارغ البالی کا علم بلند کرے گی، اگر مملکتِ پاکستان اس نہج اور ان بنیادوں پر حکمرانی کرے تو وہ دنیا کی بہترین قابل تقلید حکومت ہوگی اور ایسی ہی حکومت حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت کے لقب کی مستحق ٹھہرے گی۔" (٦٨)

ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ ساری دنیا ایک ہی نظامِ حکومت میں منسلک ہو کر رہے گی اور یہ اس وقت ہوگا جب دنیا سکون و امن کی تلاش میں ہر طرح کی ٹھوکریں کھا کر اور ہر طرف سے تھک کر اس ملک کے مالک اصلی اور حاکم حقیقی کی طرف رجوع ہوگی۔ اس وقت وہ اپنے اگلے پچھلے افکار و خیالات کا از سر نو جائزہ لینے پر مجبور ہو جائے گی۔ (٦٩)

اس وقت دنیا میں ایک ہی دین یعنی دین فطرت رہے گا، جس کی ذرا سی جھلک "جارج برنارڈ شاہ" کو مستقبل میں نظر آ رہی ہے۔ ساری دنیا ایک ملت بن جائے گی، زمین کے سب باشندے ایک عادلانہ نظامِ حکومت میں شریک ہوں گے۔ افلاس و بدحالی کا نشان باقی نہیں رہے گا۔ خیرات کرنے والے مال لے کر باہر نکلیں گے، لیکن مال لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ (٧٠)

یہ بات پاکستان کے عوام اچھی طرح سے سمجھ لیں، آج کا مسئلہ ملا اور مسٹر کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ جدت اور قدامت کی کشتی ہے، نہ دیوبند اور علی گڑھ کا اکھاڑہ ہے یہ تو خدا کے بندوں کے لیے سخت ترین آزمائش کی گھڑی ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے اس نادر موقع سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں اور سترہ سو برس کے بعد کس عزم ہمت سے دنیا میں قرآنی آئین اور اسلام کے فطری اصولوں کے دوبارہ زندہ اور نافذ کرنے کے لیے ہمت باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (٧١)

قرآنی نظام اور اسلامی حکومت پر اعتراضات کا جواب:

قیامِ پاکستان کے بعد بہت سے مغرب زدہ لوگ جو اپنی بصیرت کھو چکے ہیں اور وہ پاکستان میں قرآنی نظام اور اسلامی حکومت پر اعتراضات کرتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایسے مغرب زدہ خیالات کے حامل لوگوں کی اصلاح کرنے کی

غرض سے فرمایا:

’’اہلِ پاکستان کے لوگ جو اسلامی طرزِ حیات کو نظر انداز کر کے خود کو مغربی طرز میں ڈھالے ہوئے ہیں اور وہ ظلمت سے نکل کر روشنی میں آنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں بلکہ اوروں کا راستہ بھی روکنا چاہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ:
چودہ سو برس کا معاذ اللہ فرسودہ نظام اس نئی روشنی کی دنیا میں کہاں چل سکتا ہے۔ لیکن جو نئی دنیا کی طرح طرح کی نئی روشنیوں کے باوجود کروڑوں برس کے فرسودہ شمس و قمر سے ہنوز بے نیاز نہیں ہو سکی۔‘‘

قیامِ پاکستان کے بعد علماء کی پالیسی ماضی کی طرح تھی کہ سیاست سے خود کو الگ رکھا جائے نہ الیکشن میں حصہ لیں اور نہ ہی اقتدار میں آئیں اور اگر اربابِ اقتدار اسلامی دستور و قانون کے نفاذ کے سلسلے میں ملک بھر کے علماء کا مطالبہ تسلیم کر لیتے تو کسی اہلِ علم کو الیکشن کی سیاست میں حصہ لینے کی ضرورت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہو سکا اور اس کے بعد بعض علمائے کرام مجبور ہو کر الیکشن کی سیاست میں داخل ہوئے۔ (۷۲)

سیاست میں علمائے کرام کی شرکت:

قیامِ پاکستان کے بعد مغربی ذہنیت کے حامل سیاست دانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ پاکستان میں نظامِ اسلامی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ ہم نے اسلام کا سہارا صرف حصولِ پاکستان کی خاطر کیا تھا اور اب چونکہ پاکستان بن چکا ہے، اس لیے اب اس دینِ محمدی ﷺ کے نظام کی پاکستان میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جو کہ تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے والے قافلے کے دیگر شرکاء کی طرح علماء کی نمائندگی کر رہے تھے۔ آپ دیگر شرکاء کی طرح علماء کی نمائندگی کر رہے تھے۔ آپ نے اس صورتِ حال کا سنجیدگی سے مشاہدہ کیا اور فرمایا:

’’آج پاکستان میں یہ کہا جا رہا ہے کہ مُلا حکومت و اقتدار کا خواہشمند اور متمنی ہے، لیکن جب دوسرے لوگ دنیا کی نفع اندازیوں کے لیے اقتدار چاہتے ہیں تو دینی اقتدار کے لیے مُلا کا حکومت میں حصہ حاصل کرنا کیوں گناہ ہوگا۔‘‘

پاکستان کی مقتدر اقلیت اور اس کے زرخرید دانش وروں نے پاکستان کے تشکیل پانے کے فوری بعد ایک مہم جوئی کی اور پاکستان کو ایک سیکولر اسٹیٹ بنانے اور دین کو ریاست سے دُور اور اس کے اثرات کو محدود کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ معاشرے کو بے دین اور آزاد رو بنانے کے لیے ثقافت کے نام پر بداخلاقی اور بے حیائی کو فروغ دینے کا اہتمام کیا۔ (۷۳)
قیامِ پاکستان کے بعد ضرورت اس امر کی محسوس کی گئی کہ پاکستان میں قرآن و سنت کے مطابق اسلامی قوانین کا نفاذ کیا جائے جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا اور علماء نے اس بابت بڑے مخلصانہ انداز میں اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔ (۷۴)

پاکستان اور قائداعظم محمد علی جناح کا نظریہ و نفاذِ اسلام:

قائداعظم محمد علی جناح نے تحریکِ پاکستان کے زمانے میں متعدد موقعوں پر اس بات کا اعلان کیا کہ پاکستان میں قانون سازی قرآن و سنت کے مطابق کی جائے گی۔ ۱۹۳۸ء میں ’’گیا‘‘ صوبہ ’’بہار‘‘ میں مسلم لیگ کانفرنس میں خطاب کرتے

عیدالفطر کے موقع پر آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے مسلمانوں کے نام ایک پیغام میں بانی پاکستان نے نظریہ اسلام کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے خیالات کو اس انداز سے بیان فرمایا: ''قرآن نے انسان کو خدا کا خلیفہ اور نائب کہا ہے اور انسان کی اس تعریف کو اگر کوئی امتیازی حیثیت حاصل ہے تو پھر وہ ہم پر قرآن کی اتباع کا فرق عائد کرتا ہے اور دوسرے انسانوں کے ساتھ اس طرح پیش آنے کا تقاضا کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔'' (۷۸)

تحریک پاکستان کے دور میں تمام مکاتب فکر کے لوگ باہمی اتحاد و اتفاق پر ہم خیال تھے۔ اگر ہم پاکستان میں ابتدائی اسلامی نفاذ کے عمل کو دیکھیں تو اس وقت بھی ''دستور اسلامی'' کی مہم میں مختلف مکاتب کے ۳۱ علماء شامل تھے جن میں چار اہل تشیع علماء بھی تھے۔ اسی طرح ختم نبوت کی تحریک میں بھی اکثریت لوگوں کا نقطہ نظر ایک ہی تھا جب کہ کائنات کا خالق مسلمانوں سے اپنی کتاب میں کہہ رہا ہے کہ ''اے مسلمانوں، آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرو اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو۔'' (۷۹) اسی یک جہتی اور اتحاد کا پیغام شاعر مشرق علامہ اقبال بھی بیان کر رہے ہیں:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر (۸۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ:

ہاں بلاشک وشبہ پاکستان اور اس کے متصل علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں پر اور ان اسلامی سلطنتوں پر جو پاکستان کے ساتھ متصل ہیں پاکستان کی حفاظت اور دشمنوں کا دفاع فرض عین ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ اور ان کے علاوہ تمام ممالک کے مسلمانوں پر فرض کفایہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والوں ان کفار سے جہاد کرو، جو تمہارے قریب ہیں اور (تم اپنی دفاعی قوت ایسی بناؤ) کہ کفار تمہارے اندر سختی اور شدت محسوس کریں۔''

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو مسلمان کفار اہلِ حرب کے متصل رہتے ہیں، ان پر جہاد فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر ایک جماعت اپنے متصل علاقے کے کفار سے جہاد کے لیے کھڑی ہو جائے اور وہ مدافعت کے لیے کافی ہو تو دوسرے مسلمان سبکدوش ہو جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ روم کے کھڑے ہونے سے اہلِ ہند ماوراء الہند اس فریضے سے سبکدوش نہیں ہو جائے بلکہ وہ اپنی جانب کے دشمنوں پر جہاد کے لیے مامور ہیں۔ (شامی)

نیز شامی میں بدائع سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک علاقے کے مسلمان کفار کے مقابلے سے عاجز ہو جائیں اور ان کو دشمنوں کے غلبے کا اندیشہ ہو تو ان کے آس پاس کے مسلمانوں پر اور پھر ان کے قرب وجوار کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہتھیاروں اور سامانِ حرب اور مال اور جان سے ان کی امداد کو پہنچیں۔

جہاد کی اہمیت پر مجتہدانہ دلیل:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اہلِ ہندوستان کے مسلمانوں کی پستی کو مدِ نظر رکھے ہوئے تھے، انہیں مسلمانوں کی زبوں حالی کا شدت سے احساس تھا اور وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی پستی اور ناکامی میں بنیادی کردار قرآن وسنت سے انحراف کی شکل میں ان کے سامنے آیا ہے، چنانچہ جہاد کے متعلق وہ اپنے خیالات مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ہر مسلمان جو جہاد کی صلاحیت رکھتا ہے، اس پر جہاد فرض ہے، لیکن اگر مسلمانوں کی ایک جماعت مقابلہ کفار کے لیے کافی ثابت ہو تو باقی مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جاتا ہے اور اسی کتاب میں اس کے بعد ''درر'' سے نقل کیا ہے اور جہاد فرض عین ہے، اگر کسی سرحد پر اسلامی سرحدات میں سے کفار نے حملہ کیا تو فرض عین ہو جائے گا۔ ان مسلمانوں پر جو اس کی سرحد والوں سے قریب رہتے ہیں اور جہاد پر قدرت رکھتے ہیں اور صاحب ''ہانیہ'' نے ''ذخیرہ'' سے نقل کیا ہے کہ جب جہاد کے لیے اعلانِ عام ہو جائے تو جہاد فرض عین ان لوگوں پر ہوتا ہے جو دشمن کے قریب تھے، وہ ان کے مقابلے سے عاجز آ گئے یا عاجز نہیں ہوئے لیکن سُستی وغفلت سے جہاد چھوڑ بیٹھے ہوں تو جو لوگ ان سے قریب تر ہیں ان پر جہاد فرض عین ہو جائے گا۔ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کے جس کا ترک ان کے لیے جائز نہیں پھر جو لوگ ان کے قریب ہیں پھر ان کے قریب۔ لیکن یہ جملہ کے حکام اس حکومت کے فاسق ہیں اور وہ احکامِ اسلامیہ اپنی مملکت میں جاری نہیں کرتے سو یہ حیلہ فریضہ جہاد کے ترک کر دینے کے لیے حجت نہیں بن سکتا۔ (بہ چند وجوہ)

اوّل اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، ہر ایک نیک وبد آدمی کے ساتھ۔

اور امام جصاص نے احکام القرآن میں آیت ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا'' کے تحت میں فرمایا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہاد کرنے والے اگر فاسق بھی ہوں تو ان کے ساتھ مل کر بھی جہاد کرنا واجب ہے، جیسے دین دار متقی کے ساتھ واجب ہے اور سیر کبیر امام محمد کی شرح میں ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ مسلمان اہلِ سنت خوارج کے ساتھ مل کر مشرکین اہلِ حرب سے جہاد کریں، کیوں کہ اس وقت بمقابلہ مشرکین خوارج جہاد بھی فتنہ کفر کے دفع کرنے اور اسلام کو سر بلند کرنے کے لیے ہے تو یہ جہاد بھی شرعی ہے، جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ (شرح سیر)

دوسرے اس لیے بھی یہ حیلہ صحیح نہیں ہے کہ مملکتِ پاکستان کے علماء اور عوام کی سعی برابر اس کام کے لیے جاری ہے کہ یہاں نظامِ اسلامی اور احکامِ شرعیہ جاری ہوں اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان کو ان کی مساعی میں ناکام نہ فرمائیں گے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ان لوگوں نے جو متحدہ ہندوستان اور کانگریس کے ہم خیال تھے پاکستان کی آزادی کو تسلیم کیا اور پاکستان کے استحکام اور اس کی سالمیت کے تحفظ کو مسلمانوں کا ملی فریضہ قرار دیا۔ (۸۱) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

نے قیام پاکستان کے بعد لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ عام میں فرمایا: ”پاکستان ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے وجود میں آیا ہے اب اس کی حفاظت ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔“ (۸۲) فروری ۱۹۴۸ء میں ایک اخباری انٹرویو میں قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

”پاکستان کا دستور ابھی بنا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل اور ہیئت کیا ہوگی لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ دستور جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا۔ ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہوسکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا اسلام اور اس کے نظریات سے ہم نے جمہوریت کا سبق سیکھا ہے، اسلام نے ہمیں مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے۔ ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث ہیں اور اپنی اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معمار اور بانی کی حیثیت سے ہم اپنی ذمے داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔“ (۸۳)

مسلمانانِ ہندوستان نے تحریک خلافت، تحریک پاکستان اور دوسری اسلامی تحریکوں میں جس اتحاد و یک جہتی نظم وضبط اور ایثار و قربانی کا ثبوت دیا وہ تاریخ مسلمانانِ ہند اور تحریک پاکستان کی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے مگر آج دنیا کے سوا ارب سے زائد کلمہ گو کی نگاہیں مملکت خداداد پاکستان پر مرکوز ہیں مگر ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم غیر مسلم طاقتوں کے پھیلائے ہوئے جال میں گرفتار ہوچکے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے اپنا رشتہ خالق کائنات سے کمزور اور اسوۂ حسنہ سے دور کردیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری صفوں میں اتحاد نہیں ہے باہمی چپقلش، ذاتی مفاد اور خود غرضی نے مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنالیا ہے۔ تحریک پاکستان میں چونکہ مقاصد متعین تھے اس لیے تمام اختلافات کو پس پشت ڈال کر مسلمان ایک پرچم تلے جمع ہوگئے۔ (۸۴)

موجودہ پُرآشوب دور میں وحدت عمل کا تصور اجاگر کرنا وقت کی ضرورت ہے جس کا تصور اقبال نے پیش کیا تھا:

”منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں“ (۸۵)

اسلامی نظام کا احیاء:

مولانا شبیر احمد عثمانی پاکستان میں نفاذ اسلام کے سلسلے میں بڑی جدوجہد کرتے رہے، ان کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ پاکستان کا حصول جس کے لیے لاکھوں افراد نے قربانیاں پیش کیں صرف نظامِ اسلام ہی سے وابستہ تھا، اس لیے مملکتِ

پاکستان میں اسلامی نظام اور قرآن وسنت کے مطابق قوانین تشکیل دیئے جائیں۔ آپ نے مسلمانانِ پاکستان اور اربابِ حکومت پاکستان پر واضح کرتے ہوئے فرمایا:

اس لیے عام مسلمانوں پر عموماً اور ارکانِ پاکستان پر خصوصاً واجب ہے کہ اوّل اس سلطنت کی حمایت اور دشمنوں کی اس سے مدافعت کریں، پھر اس میں سعی بلیغ کریں کہ یہاں احکام اسلامیہ اور نظام شرعی جاری ہوں اور یہ کہ ان کوششوں میں وہ اپنی پوری قوت جماعتی اور انفرادی طاقتوں کو خرچ کردیں اور جیسا کہ مسلمانوں پر اس حکومت کی حمایت واجب ہے، اسی طرح ارکانِ حکومت پر بھی فرض ہے کہ شعائرِ اسلام کو قائم کریں اور احکامِ اسلامیہ شرعیہ کو جاری کریں۔ اس مملکت میں جس کی بنیاد ہی کفر واسلام کے تفرقے پر رکھی گئی ہے اور اس کے زعما ان وعدوں پر کہ جب ان کو آزادی مل جائے گی تو اس مملکت میں نظامِ قرآن اور قوانینِ اسلام جاری کریں گے تو اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مراد پوری کردی اور ان کا مرتبہ بلند کردیا تو ان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں اور اپنے وعدوں کو پورا کریں اور اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں، ایسا نہ ہو کہ اللہ بھی ان کو بھلا دے، جس سے ان کی دنیا وآخرت تباہ ہوجائے۔ (۸۶)

پاکستان میں اسلامی آئین کے اجراء اور اسمبلی کی کارروائی کے حوالے سے ایک اہم مطالبہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جن کو پاکستان کا معمار ثانی بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ آپ نے ایسے نازک لمحے میں مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کا ساتھ دیا جب علمائے ہند کا ایک بڑا طبقہ مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح کے خلاف تھا۔ آپ نے اپنی شمولیت سے تحریکِ پاکستان، قائد اعظم اور مسلم لیگ کو نئے سرے سے منظم ومضبوط کیا۔ قیامِ پاکستان، پاکستان میں اسلامی آئین کے اجرا اور اسمبلی کی کارروائی اردو زبان میں کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک مجھے ہزاروں تار اور خطوط ملک کے مختلف گوشوں سے اس مضمون کے موصول ہوتے رہے ہے کہ پاکستان میں اسلامی آئین وقوانین کا نفاذ کرایا جائے۔ بہت سے لوگوں نے اس پر بھی زور دیا کہ اگر میں ایسا نہ کرا سکوں تو مجھے مجلسِ دستور ساز کی رکنیت سے مستعفی ہوجانا چاہئے۔

میں اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے نہ کبھی اپنی رکنیت کی استدعا اور خواہش کی، نہ مجھے اس چیز کا شوق ہے بلکہ مجلس مذکور میں شامل ہونے کے بعد میں ہمیشہ اس سے کنارہ کش رہا ہوں، کیونکہ اسمبلی کی زبان اور اس کے طور وطریق عملی حیثیت سے اب تک مغربیت میں غرق ہیں، جن میں فٹ ہونے کی اہلیت قطعاً میں اپنے اندر نہیں پاتا۔ انگلش کے ایک حرف سے میں واقف نہیں۔ ادھر میری ساری زندگی پرانی طرز کے مدارس ومشاغل اور قدیم مذہبی ماحول میں گزری ہے۔ پارلیمنٹری طریقوں سے کبھی کوئی مناسبت نہیں رہی، بار بار کی کوششوں اور تقاضوں کے بعد اب چند روز سے ایجنڈا اور اس کے متعلقہ کچھ کاغذات ایک خاص قسم کی اردو ہیں، خراب قسم کے ٹائپ شدہ ضرور میرے پاس آنے لگے ہیں لیکن عین اجلاس

کے موقع پر چونکہ صدر محترم اور اراکین عموماً انگریزی زبان بولتے ہیں۔

مجھے پتہ بھی نہیں چلتا کہ کس موضوع پر بحث ہورہی ہے اور موافق و مخالف حضرات کیا دلائل پیش کر رہے ہیں اور بحث کا آخری نتیجہ کیا رہا؟ اس لیے میں بحث میں حصہ لینے سے قاصر رہتا ہوں اور اندھیرے میں یوں ہی لاعلمی وجہ البصیرہ کچھ بولنا میری افتاد طبع کے خلاف ہے، بنابریں رائے شماری کے وقت نہ میں کبھی کسی طرف ہاتھ اٹھاتا ہوں، نہ تائید و تردید میں حصہ لے سکتا ہوں۔

آخر کار عاجز ہوکر اس دفعہ دسمبر ۱۹۴۸ء کے سیشن میں دو تین دن شرکت کے بعد اجلاس کی شمولیت بھی ترک کردی۔ ارادہ میرا یہ رہا کہ رکنیت سے استعفیٰ پیش کر کے کسی اہل کے لیے جگہ خالی کردوں مگر صرف ایک چیز مانع رہی اور وہ وہی ہے جس کا مطالبہ جمہور مسلمان پاکستان کر رہے ہیں۔ یعنی مجلس دستور ساز سے آئین و قوانین اسلام کے اجرا کو تسلیم کرالیا جائے۔ بہت سے مخلصین نے بھی یہی مشورہ دیا کہ مذکورہ بالا مقصد کے حصول تک میں رکنیت سے علیحدہ نہ ہوں۔ چنانچہ اس انتظار میں استعفیٰ کا ارادہ ملتوی کرتا رہا۔ اس سلسلے میں یہ اظہار کرنا ضروری ہے کہ میں نے ایک سال پہلے سے دو تجویزوں کا نوٹس دے رکھا تھا۔ اول یہ کہ پاکستان کا آئین شریعت اسلامی کے مطابق مرتب ہونا چاہیے اور اس کی تدوین و ترتیب کے لیے جید علماء اور مفکرین کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔ دوم یہ کہ سردست بطور ایک ابتدائی اور فوری اقدام کے سرکاری طور پر ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو اسلامی اداروں (مساجد، مدارس، مقابر، اوقاف وغیرہ) کا تحفظ، نیز علوم اسلامیہ اور تعلیمات اسلام کی ترویج و اشاعت اور اس کام کے لیے مالی اور غیر مالی ذرائع کا انتظام کرے۔

خدا خدا کر کے ایک سال کے بعد تجویز نمبر دوم کو ۲۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کے بعد ایجنڈا میں شامل ہونے کا موقع ملا مگر اسمبلی کے اجلاس میں لانے سے پہلے جو بحث پارٹی میٹنگ کی مقرر کردہ سب کمیٹی میں ترمیمات پر ہوئی، اس کے نتیجے میں، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اسے اجلاس میں پیش کیا جائے بلکہ یہی صورت بہتر نظر آئی کہ اب صرف ریزولیشن نمبر ا ہی کو لانے کی کوشش کی جائے، جو تجویز نمبر ۲ اور اس کے علاوہ دوسرے متعلقہ مسائل سب پر حاوی ہے۔ دوسرے دن مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۸ء کے ایجنڈا میں میرا وہ ریزولیشن اول شامل کرلیا گیا ہے لیکن پھر اطلاع ملی کہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۸ء کی کارروائی ۳ جنوری ۱۹۴۹ء کے اجلاس پر ملتوی کردی گئی۔ اسی اثنا میں میرے ریزولیشن سے الگ ہوکر لیکن اس کے تجویزات و مضمرات کے پیش نظر پارٹی میٹنگ میں یہ مسئلہ زیر بحث آگیا کہ پاکستان کا دستور مرتب کرنے سے پہلے ایک ''اصل الاصول اور جنرل نصب العین'' طے ہونا چاہیے۔(۸۷)

اسلامی آئین سازی اور اس کے اجراء کے لیے قوم کا مطالبہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ رکن دستور ساز اسمبلی واحد عالم تھے جو اس زمانہ میں جمہوری کی اسلامی آئین کے اجراء کے سلسلے میں ترجمانی کر رہے تھے۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے پاس عوام کے ہزاروں خطوط، تار اور اسلامی آئین سازی اور دستور سازی کے سلسلے میں موصول ہوتے رہے۔ آپ نے بھی آئین اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں رات دن اپنے رفقاء کے ساتھ کام کیا۔ آپ نے اسلامی آئین کی تدوین کے لیے نہ صرف قانون کا بنیادی خاکہ تیار کرالیا تھا بلکہ خود اپنی جماعت کے ساتھ قانون

مدون بھی کرلیا تھا۔ ۴۹۔۱۹۴۸ء میں قوم کا اسلامی آئین کے اجراء کا مطالبہ بہت زوروں پر تھا اخبار، رسائل، جرائد اور تقاریر میں اس مطالبے نے بہت شدت اختیار کرلی تھی۔ (۸۸)

''دستورِ اساسی'' کی نوعیت پر اظہارِ خیال:

دستورِ اساسی کی نوعیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

مملکتِ پاکستان کے دستورِ اساس کی نوعیت کیا ہوگی اور اس کا جوہری مطمح نظر جو گویا ساری دستور کا سنگ بنیاد اور ''خشتِ اوّل'' کی حیثیت رکھے گا، کیا ہونا چاہیے؟ معمولی بحث وتمحیص کے بعد طے پایا کہ اس سلسلے میں آبجیکٹو ریزولیوشن Objective Resoulation کا مسودہ تیار کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی بنادی جائے جو تیرہ ارکان پر مشتمل ہو۔ آخر کار اس کمیٹی کی میٹنگ کئی مرتبہ منعقد ہوئی اور سب ارکان نے کھلے دل ودماغ سے اس میں حصہ لیا۔ مختلف مسودے پیش ہوئے پھر سب کی کانٹ چھانٹ کے بعد ایک مسودہ زیرِ بحث لانے کے لیے مرتب کیا گیا۔

میں نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں جو فی الحقیقت جمہور مسلمانانِ پاکستان کا نقطۂ نظر ہے، وہ سب دلائل ایک ایک کرکے کمیٹی کے سامنے رکھے جو میرے دماغ میں تھے یا جو آج تک جرائد، مذاکرات، خطوط کے ذریعے میرے سامنے آچکے تھے۔ اراکین کمیٹی نے عموماً ہمارے اصل مقصد کی مخالفت نہیں کی نہ مسلمان ہوتے ہوئے ایسی مخالفت کی کوئی گنجائش تھی۔ ہاں عنوانات وتعبیرات اور اظہار مافی الضمیر کی حدود میں خاصا اختلاف رہا۔ بحث کے دوران ہی وہ تمام پہلو اجاگر ہوگئے جو اس مسئلہ کے ردِعمل کے طور پر مسلم قوم اور دوسری اقوام کی طرف سے سامنے آسکتے ہیں۔

تاسیس پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تاسیس پاکستان اور اس حوالے سے دیگر دوسرے اراکین مسلم لیگ کی کوشش کے حوالے سے اپنے بیان میں فرمایا: جہاں تک میری رائے اور کوشش کا تعلق ہے پورے غور وفکر کے بعد میرا مطمح نظر یہ ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور دوسرے زعماء لیگ کے دماغوں میں تاسیس پاکستان کے دو اہم مقاصد تھے۔ ایک اس عظیم الشان اور تباہ کن خطرہ کا انسداد جو اس ملک میں غیر مسلم اکثریت کی طرف سے ۱۰ کروڑ مسلمانوں کو اکھنڈ ہندوستان رہنے کی صورت میں ہوسکتا تھا۔ دوسرا یہ عزم کہ آزادی وخودمختاری حاصل ہونے کی تقدیر پر پاکستان میں ایک ایسی مثالی اسلامی مملکت قائم کی جائے، جہاں اسلام کا سکھایا ہوا وہ مکمل نظامِ حیات عملاً بروئے کار لایا جاسکے جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور جو نہ صرف عالمِ اسلام بلکہ تمام دنیا کے مستقبل کو سنوارنے میں ایک ''مشعلِ فروزاں'' کا کام دے سکتا ہے۔

قائداعظم سے لے کر لیگ کے ایک ادنیٰ کارکن تک پاکستان کا یہ نقشہ پبلک کے سامنے پیش کرتے رہے اور قدرتی طور پر مسلمانوں نے اس کا وہی مطلب سمجھا جو ان اعلانات سے سمجھنا چاہیے تھا۔ یہی سمجھ کر انہوں نے تاریخ کی بے مثال قربانیاں پیش کیں، اب جب کہ عوام اپنا فرض ادا کرچکے وقت آگیا ہے کہ اربابِ اقتدار وارکانِ اسمبلی جو جمہور کے

نمائندے ہیں، اپنا فرض ادا کریں اور پاک دستور ساز اسمبلی کی زبان سے فوراً بلا تاخیر اعلان کر دیں کہ: ''حکومت اور اقتدار اعلیٰ صرف خدائے واحد احکم الحاکمین کا ہے۔''

اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اقلیتوں کے حقوق اور ان کی مذہبی آزادی کے حوالے سے فرمایا:

اس نے جو اقتدار جمہور کے توسط سے اس مملکت (اسٹیٹ) کو بخشا ہے، وہ ایک مقدس امانت الٰہیہ ہے، جو اسی خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر بطور نیابت استعمال کیا جائے گا۔ بنا بریں یہ اسمبلی ملک کے لیے ایسا آئین اور دستور اساسی مرتب کرے گی جس کی رو سے اس کا موثر انتظام کیا جائے گا کہ مسلم قوم اسمبلی کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں اور تعلیمات اسلام کے مطابق (جو قرآن وسنت سے ثابت ہوں) اپنی زندگی منظم و مرتب کر سکے اور کوئی ایسا قانون، بل، آرڈی نینس منظور یا نافذ نہ ہو سکے گا جو احکامِ اسلام کے خلاف ہو۔ اس آئین کی رو سے اقلیتوں کے طے شدہ حقوق محفوظ ہوں گے، وہ کافر نفاذ اخلاق عامہ کے تابع رہتے ہوئے اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ عقیدہ رکھ سکیں گے۔ میں سر دست اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ ''مسودہ'' کمیٹی کی حالیہ کارروائی میرے مذکورہ بالا خیالات کی روشنی میں مایوس کن نہیں رہی بلکہ اچھی توقعات کی حامل ہے۔

پاکستان کی تعمیر واستحکام کا تصور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی نظر میں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو پاکستان کی تعمیر وترقی اور استحکام کے سلسلے میں بڑی فکر لاحق تھی، چنانچہ اس حوالے سے آپ نے اپنے خیالات کو اس انداز میں بیان کیا۔

اگر ہماری دستور ساز اسمبلی نے ''آئین پاکستان'' کے سنگ بنیاد کے طور پر مذکورہ بالا نکات پر مشتمل کوئی تجویز منظور کر لی تو جمہور کے لیے یہ امر موجب اطمینان اور پاکستان کے تحفظ ودفاع کے لیے جان ومال کی قربانی کا تازہ وبے انداز جوش ان میں پیدا ہو جائے گا، اس طرح خدا کے فضل سے وہ نیک مقاصد حاصل ہو سکیں گے جو پاکستان کی تعمیر سے مطلوب ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے کہ دستور ساز اسمبلی آئندہ سیشن میں اس قسم کی تجویز کو ایجنڈے میں شامل کر کے منظور کرے۔ نیز اس بنیاد پر دستور اساسی مرتب کرنے کے لیے جید علماء اور مفکرین کی ایسی کمیٹی بنائی جائے جو مضبوطی اور احتیاط کے ساتھ تجویز لانے کے بنیادی نکتوں کو سمجھ سکے اور پوری طرح محفوظ رکھ سکیں۔

دوسری طرف اسمبلی کی زبان بدلنے کی پُر زور کوشش کی جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اگر آئین سازی کے متعلق مذکورہ بالا نصب العین اسمبلی نے منظور کر لیا اور تدوین وآئین کا کام مضبوط اور قابل ہاتھوں کے سپرد ہوا تو وہ نیک اُمیدیں پوری ہو سکیں گی جو پاکستان کے وجود سے وابستہ رہی ہیں۔

﴿……حواشی و حوالہ جات فصل دوم……﴾

(۱) خورشید احمد/ اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۳ء، ص ۱

Jamiluddin/ Speeches and writings of Mr. Jinnah/ London, 1968, p 171☆

(۲) زبیری، بلال احمد/ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، ص ۳۵

G. Allana/ Pakistan movement historic documents/ London/ 1971/ pp p-0☆

(۳) صدیقی، شفیق/ تذکرہ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص مقدمہ

(۴) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۱۷۔۱۸

(۵) جالندھری، شمیم/ سقوط آزادی سے حصول آزادی تک، لاہور، ادارہ مصنفات، ۱۹۸۲ء، ص ۱۴۔۱۵

Hunter, William/ The Indian muslims/ London1961/ pp 172☆

S. Moin-ul-Haq/ The great revolution of 1857/ Karachi/ 1968/ pp 42-47☆

(۶) نجم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۷۔۶

Muhammad Noman/ Muslim India/ Allahabad/ 1942/ pp 67☆

Khan, Muhammad Raza/ What price freedom/ Madras/ Noori press/ 1969/ p 63-65☆

(۷) امیر علی، سید/ روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۷۲۶

(۸) ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، ص ۶۱

(۹) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۲۱۵

(۱۰) مسز، اکرام قیس/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۱۸۸

(۱۱) نور علی، سید/ اخلاقیات اور اسلامی تصوف، کراچی، ایجوکیشنل پبلشرز، ص ۱۹۳

(۱۲) محمد میاں، سید/ علماء ہند کا شاندار ماضی، لاہور، جمعیت پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۲۴۴

(۱۳) اشتیاق اظہر، سید/ فخر العلماء، فخر الحسن گنگوہی کی سوانح و خدمات، ص ۲۴۵

(۱۴) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ معماران پاکستان، ص ۱۵۷

(۱۵) محمد میاں، سید/ تحریک ریشمی رومال، ص ۱۲۷

(۱۶) ظفر، محمود احمد، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۲۵۔۲۶

Dr. Sachin Sen/ The Birth of Pakistan/ London/1971/p 196☆

(۱۷) خورشید احمد/ چراغ راہ، نظریہ پاکستان نمبر، کراچی، دفتر چراغ راہ، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳

(۱۸) مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، ص ۱۱۱

Azad, Abul Kalam/ India wins freedom/ Bombay/ 1959/ p-112☆

(۱۹) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۶۵۔۶۶

(۲۰) خان، منشی عبدالرحمٰن، تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۷۷_۷۸
(۲۱) آئن تالبوٹ، مترجم، طاہر منصور فاروقی/ تاریخ پاکستان، ص ۲۱۳
(۲۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۲۱۴
(۲۳) قاسم محمود، سید/ انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، ص ۷۷۶
(۲۴) مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص ۱۳_۱۱۳
(۲۵) ظفر محمود احمد، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، لاہور، بیت العلوم، ۲۰۰۵ء، ص ۴۲
(۲۶) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، ص ۲۷۹
(۲۷) منیر احمد/ جنرل محمد یحییٰ خان، شخصیت وسیاسی کردار، ص ۹۵
(۲۸) صدیقی، شفیق/ حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۲۹_۱۲۸
☆ وحید عشرت، ڈاکٹر/ مولانا عبدالحامد بدایونی کی ملی وسیاسی خدمات، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۱
(۲۹) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب ومحرکات، ص ۷
(۳۰) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۶۷
(۳۱) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور انکے سیاسی رفقاء، ص ۸۷_۸۸
(۳۲) مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات ۱۸_۱۱۷
(۳۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ندارد
(۳۴) وصی احمد/ اسباب تقسیم ہند، کراچی، ادبی پریس، ص ۲۱۱
Indian year book/ 1922-21/ pp 36-38☆
(۳۵) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۲۱۱
(۳۶) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۶۱
Dr. Sir, Muhammad Iqbal/ Presidential address, Allahabad session, December 1930/ Delhi ☆ 1945/ pp 12-15
(۳۷) مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۱۸_۱۱۷
(۳۸) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات ومکتوبات عثمانی، ص ۱۲۴
(۳۹) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۱۷۳
(۴۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۲۴
Simond, Richard/ The making of Pakistan/ London/ 1957/ pp 31-35☆
(۴۱) محمد علی، چوہدری/ ظہور پاکستان، لاہور، مکتبہ کاروان، ص ۵۹_۵۸
(۴۲) حسن ریاض، سید/ پاکستان ناگزیر تھا، ص ۲۵۳
(۴۳) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۳۸_۲۳۱
(۴۴) ایضاً
(۴۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی وعلمی کردار، ص ۲۳۱

(۴۶) محمد زاہد/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۵۲_۵۳

(۴۷) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۷۰_۱۷۱

(۴۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

Kalim Siddiqui/ Conflict, Crisis and war in Pakistan/ MacMillan/ London/ 1972/pp 136☆

(۴۹) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۱۴

(۵۰) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ندارد

(۵۱) ایس ایم شاہد/ تعمیر پاکستان، لاہور، نیو بک پیلس، ص ۴۹۱

(۵۲) ریاض احمد/ جدید دنیائے اسلام، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۱۵

(۵۳) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۲۵

(۵۴) وسیم احمد سعید/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، ص ۱۳۰

(۵۵) ریاض اسلام/ پاکستان اور ہندوستان، ص ۲۹۹

(۵۶) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ندارد

Qureshi. Ishtiqi Hussan, Ulema in Politics, Karachi, 1967, pp361-62(۵۷)

(۵۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۵۶۶

(۵۹) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۱۸

Tamlamuz Hussain/ The case of the muslims/ Gorakhpur/ 1928 p 78☆

(۶۰) شریف المجاہد/ قائداعظم حیات و خدمات، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۳

(۶۱) نگم، دیا نرائن/ ہندو مسلم مسئلہ، پٹنہ، خدا بخش لائبریری، ۱۹۹۳ء، ص ۱۹۱

(۶۲) شمس الدین، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۲۳

(۶۳) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۳۹

Chouhdry, G.W/ Constitutional Development in Pakistan, pp 69☆

(۶۴) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۳۲۹_۳۰

(۶۵) ایضاً

(۶۶) بے تیغ سپاہی، ص ۳۰۳

(۶۷) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۸۶

(۶۸) شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، ص ۳۵۲

(۶۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ ذکر طیب، ص ۲۳۵

(۷۰) کامران، فائق/ تحریک پاکستان اور ہماری جدوجہد آزادی، ص ۱۵۵

(۷۱) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ص ۱۲۵

(۷۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، ص ۸۸

(۷۳) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۲۲۵

(۷۴) انصاری، ظفر احمد، مولانا/ نظریہ پاکستان اور علماء، ص ۲۲۸

(۷۵) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۲۲۵

Khan, Muhammad Raza/ What price freedom, pp 47☆

(۷۶) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۵۵۔۵۶

(۷۷) قاسم محمود، سید/ انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، ص ۶۳۲

(۷۸) Ahmed, Jamiluddin, speeches and writings of Mr. Jinnah, Lahore, 1952,pp.102

(۷۹) وارثی، سید خورشید علی/ اتحاد ملت اسلامیہ، کراچی، وارثی پبلیکیشنز، ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۔۲۴

(۸۰) محمد اقبال، علامہ/ دیوان اقبال، لاہور، تخلیقات، سن ندارد

(۸۱) خان، عبدالرحمن، منشی/ کردار قائداعظم، ملتان، ص ۳۹۹

(۸۲) لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا/ پاکستان میں نفاذ اسلام کا مسئلہ، حیا ڈائجسٹ، اگست ۲۰۰۶ء، ص ۶۲

☆ فرمودات امیر شریعت، لاہور، ص ۲۷

(۸۳) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ۲۹۔۲۲۸

Leonard Binder/ Religion and politics in Pakistan/ University of California/ 1961/ pp 120☆

(۸۴) وارثی، سید نور علی/ اتحاد امت، کراچی، ص ۲۳

W.C. Smith/ Islam in Modern history/ Princeton, 1957/ pp 52☆

(۸۵) محمد اقبال/ کلیات اقبال، لاہور، سن ندارد

(۸۶) عثمانی، شبیر احمد، علامہ/ روزنامہ اخبار زمیندار، مورخہ ۱۷ جون ۱۹۳۹ء، لاہور

(۸۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۵۸۔۵۷

(۸۸) ایضاً

فصل سوم

جمعیت العلمائے اسلام کا احیاء

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اس دنیاوی زندگی میں اپنے عمرانی نظام کے قیام ونفوذ کا طلب گار رہا ہے۔ اسلام کی اسپرٹ Sprit کا تقاضا ہے کہ اس کے دین کے مکمل اظہار کے لیے ایک آزاد سیاسی ادارہ موجود ہو۔ ایسے ادارے کا وجود کوئی غیر ضروری اور فالتو شے نہیں ہے بلکہ رُوحِ اسلام کے عین مطابق ہے۔ دینِ اسلام کا یہ پہلو اگرچہ تاریخ کے اکثر ادوار میں دھندلا جاتا تھا، تاہم جب بھی کبھی اس پر سے گردشِ زمانہ کی راکھ جھڑی ہے تو اس کا اظہار ایک شعلہ جوالہ کی مانند ہُوا ہے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ (۱۷۰۳ء۔۱۷۶۳ء)(۱) کی تحریک، انیسویں صدی کے ابتدائی ایام میں عرب کے محمد بن عبدالوہاب (۱۷۰۳ء۔۱۷۹۲ء) کی وہابی تحریک، جس کی صدائے بازگشت ہندوستان میں بھی سنی گئی اور کسی حد تک جہادِ آزادی (جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء) بھی اسی آتش فشاں کا مظہر تھی اور بیسویں صدی کے ابتدا میں تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء۔۱۹۲۴ء)(۲) میں بھی یہی رُوح کارفرما تھی۔

بالکل یہی کچھ ۱۳۵۹ھ۔۱۹۴۰ء میں ہوا جب درمیانی طبقہ کے ہندوستان مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت (مسلم لیگ ۱۳۲۴ھ۔۱۹۰۶ء) نے قیامِ پاکستان کی تجویز پیش کی۔ مسلمانانِ ہندوستان کی یہ تحریک درحقیقت مسلم قوم کے ایک عظیم اور بنیادی داعیہ کی حامل تھی، چنانچہ ۱۳۵۹ھ۔۱۹۴۰ء میں منٹو پارک (سابقہ) موجودہ اقبال پارک میں مسلم لیگ نے جب نظریہ پاکستان کو پیش کیا تو اس نظریے کو پوری مسلم قوم کی حمایت وتائید حاصل تھی اور ہندوستانی مسلمانوں کے سوادِ اعظم نے اپنے سیاسی قائدین کی مغرب زدگی کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اس بناء پر نظریہ پاکستان میں ان کی شدت کے ساتھ ہمنوائی اختیار کی کہ یہ نظریہ عین ان کے دینی معتقدات کی آواز تھی۔ (۳)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی پاکستان آمد:

۱۳۶۶ھ۔۳ جون ۱۹۴۷ء کو برِصغیر کی تقسیم کا اعلان کیا گیا۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ۔۱۴؍اور ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ہندوستان بالترتیب آزادی پا کر دنیا کے نقشے پر نمودار ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۳۶۶ھ ۶؍اگست ۱۹۴۷ء کو دیوبند سے کراچی روانہ ہوئے تا کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی افتتاحی تقریب میں اپنی شرکت کو یقینی بنا سکیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں سورۂ آل عمران کی آیت "وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ

مَنۡ تَشَآءُ "(۴)

ترجمہ: ''وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔'' سے مملکت خداداد پاکستان کے تلاوت سے آغاز کیا۔ یہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا کمال واعزاز ہے کہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو تلاوت کلام پاک کی گئی، اس کا اثر ہے کہ آج تک دستور یہ کا یہ معمول ہے کہ اجلاس کے افتتاح سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے۔(۵) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن، مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کے رکن اور شرعی دستور ساز کمیٹی کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ نے اپنے لیے کوئی سرکاری عہدہ لینا گوارا نہ کیا، لیکن اسلامی اور مذہبی معاملات میں ان کی حیثیت مشیر خاص کی تھی۔(۶)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانیؒ (پ ۱۹۴۳ء) اپنے والد مولانا مفتی محمد شفیعؒ دیوبندی کے حوالے سے اپنے مضمون میں فرماتے ہیں کہ تحریکِ پاکستان کے زمانے میں اور قیامِ پاکستان کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ والد کے ساتھ نفاذِ اسلام اور فروغِ اسلام کے لیے رات دن اپنے آپ کو مصروف کیے ہوئے تھے۔ پاکستان کی آزادی کے بعد مملکتِ خداداد پاکستان میں اسلامی دستور کی تشکیل وجدوجہد کا جب آغاز ہوا تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے متعدد جید علماء کو ہندوستان سے نوزائیدہ پاکستان آنے کی دعوت دی، جو علمائے کرام ہندوستان سے شبیر احمد عثمانیؒ کی درخواست پر پاکستان آئے، ان میں سے چند قابلِ ذکر علمائے کرام کے نام یہ ہیں۔

(۱) علامہ سیّد سلیمان ندویؒ (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء) (۷)

(۲) مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (۱۸۹۷ء-۱۹۷۶ء) (۸)

(۳) ڈاکٹر حمید اللہ (۱۹۰۸ء-۲۰۰۲ء) (۹)

(۴) مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ (۱۸۹۲ء-۱۹۵۶ء)

تعلیماتِ اسلامی بورڈ کا قیام:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ہندوستان سے آنے والے علماء کو تعلیماتِ اسلامی بورڈ میں شامل کیا۔ اس تعلیماتِ اسلامی بورڈ کے قیام کا اوّلین مقصد اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے رفقاء پاکستان کو ایک اسلامی دستور دینے کی کوششوں میں مصروفِ عمل رہے۔(۱۰)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانیؒ لکھتے ہیں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان کے صف اوّل کے معماروں میں شامل تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح (۱۲۹۳ھ-۱۸۷۶ء-۱۳۶۷ھ-۱۹۴۸ء) اور نواب زادہ لیاقت علی خان (۱۳۱۳ھ-۱۸۹۵ء-۱۳۷۰ھ-۱۹۵۱ء) تقسیم ہندوستان اور قیامِ

پاکستان کے وقت آپ کو پاکستان آنے کی دعوت دے چکے تھے اور آپ کو اس بات کا اعزاز حاصل ہوا کہ پاکستان میں قائداعظم کے ارشاد پر پاکستان کا پرچم سب سے پہلے آپ ہی نے لہرایا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے نوزائیدہ مملکت سے اپنے لیے کچھ بھی حاصل نہیں کیا بلکہ آپ نے اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کو فوقیت دی۔ اگر آپ چاہتے تو پاکستان میں اپنے لیے بہت کچھ دنیاوی ساز و سامان اور عہدہ و منصب حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن علامہ عثمانیؒ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں تک سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ اپنے لیے کوئی ایک مکان بھی حاصل نہ کیا بلکہ آپ کی زندگی کا حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ پاکستان میں آپ نے انتقال کے وقت تک دو اُدھار لیے کمروں میں مقیم رہے اور اسی حالت میں عارضی دنیا کو خیر باد کہا۔ نہ آپ کا کوئی بینک بیلنس تھا اور نہ ہی ذاتی مکان اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی ساز و سامان۔ (۱۱)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اپنے مضمون میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”حق بات اگر حق نیت سے اور حق طریقہ سے کہی جائے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی، اس کا کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ بات جب بھی بے اثر ہوگی تو یا تو وہ خود حق بات نہ ہوگی یا بات حق ہوگی، مگر کہنے والے کی نیت حق نہ ہوگی یا بات بھی حق ہوگی نیت بھی حق ہوگی، لیکن کہنے کا طریقہ صحیح نہیں ہوگا، لیکن اگر یہ تینوں شرائط موجود ہوں تو بات کے غیر موثر ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔“(۱۲)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

”دنیا کی جنت یہ ہے کہ زوجین ایک ہوں اور نیک۔“

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے اور وہاں شب و روز دستور اسمبلی کے سلسلے میں ارکان سے بحث و مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض ناقدین کے قول کے مطابق دستور ساز اسمبلی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کسی تجویز پر غالباً سابق گورنر جنرل غلام محمد (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۶ء)(۱۳) نے یہ طعنہ دیا کہ ”مولانا یہ امور مملکت ہیں، علماء کو ان باتوں کی کیا خبر؟ لہٰذا ان معاملات میں علماء کو دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔“ اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جو نصیحت اور بصیرت سے لبریز جواب دیا، وہ تاریخ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے گورنر جنرل غلام محمد کو جو جواب دیا، وہ کچھ اس طرح کا تھا۔

”ہمارے اور آپ کے درمیان صرف A,B,C,D کے پردے حائل ہیں، ان مصنوعی پردوں کو ہٹا کر دیکھیے تو پتہ چلے گا کہ علم کس کے پاس ہے اور جاہل کون ہے؟“

بعض لوگوں کو اسلامی دستور یا اسلامی قانون کا تصور آتے ہی خطرہ دامن گیر ہو جاتا ہے کہ اسلامی دستور و قانون کے نفاذ سے ملک میں تھیوکریسی قائم ہو جائے گی، ایک مرتبہ اسی قسم کا معاملہ اسمبلی میں زیر بحث تھا۔ اس موقع پر مولانا شبیر احمد

عثمانیؒ نے علماء کے انداز میں خوب صورت جواب دیا۔

”آپ کو مُلا سے یہ خطرہ ہے کہ وہ کہیں اقتدار پر قابض نہ ہو جائے لیکن خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ مُلا کا ایسا کوئی ارادہ نہیں، مُلا اقتدار پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا البتہ اصحاب اقتدار کو تھوڑا سا مُلا ضرور بنانا چاہتا ہے۔“(۱۴)

بعض مورخین کے خیال میں ہندوستان میں سیاسی آزادی کی جدوجہد کے دوران علماء بہت زیادہ سرگرم ہو گئے اور سیاسی مسائل پر انہوں نے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔ علماء کے دو گروہ جس طرح تحریک پاکستان کے دوران ہوئے یعنی متحدہ ہندوستان کا حمایتی علماء کا گروہ اور مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کا داعی حمایتی حلقہ گو جس نے تحریک پاکستان میں قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا۔

علماء کی اصل پالیسی شروع سے یہ تھی کہ نہ الیکشن میں حصہ لیں اور نہ ہی اقتدار کا حصہ بنیں اور اگر اربابِ اقتدار اسلامی دستور قانون کے نفاذ کے سلسلے میں ملک بھر کے علماء کا مطالبہ تسلیم کر لیتے تو کسی اہلِ علم کو الیکشن کی سیاست میں حصہ لینے کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہو سکا اور اس کے بعد بعض علمائے کرام مجبور ہو کر الیکشن کی سیاست میں داخل ہو گئے۔(۱۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بے پناہ قرآنی اور دینی بصارت و بصیرت کے مالک تھے۔ وہ مسلمانانِ ہند کی صحیح منزل اور ان کے نصب العین کو بخوبی دیکھ رہے تھے۔ اس لیے ملک میں سیاسی چپقلش اور اسلامی نظریات سے انحراف حکمرانِ وقت کا نظریہ و خیال تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ اور اس میں شامل افراد و اشخاص کے بارے میں واضح رائے اور نظریہ کے حامل تھے، وہ مسلم لیگ کو کفار اور مشرکین کے مقابلے میں ایک لحاظ سے مومنین کی جماعت تصور کرتے تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد دستورِ اسلامی اور نفاذِ اسلام کے حوالے سے پس وپیش سے کام لینے کی کوشش کی گئی تو اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے نفاذِ اسلام اور دستورِ اسلامی کی تیاری کے لیے مخالفت اور مزاحمت کے باوجود اپنا کردار احسن طور پر ادا کیا۔ مسلم لیگ قیامِ پاکستان سے پہلے اس حقیقت کو تسلیم کر چکی تھی کہ برصغیر میں دو آزاد و خود مختار حکومت ہوگی، ایک ہندوؤں کی اور دوسرے مسلمانوں کی حکومت ہوگی۔ چنانچہ مسلم لیگ نے اس منصوبے کو اصولی طور پر قبول کرنا منظور کر لیا تو پھر مسلمانوں کے اس نوزائیدہ مملکت کے لیے آئین ساز اسمبلی کے قیام کا مسئلہ شدت کے ساتھ اُبھر کر سامنے آیا۔ اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک وفد کی صورت میں قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں قائداعظم محمد علی جناح نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ پاکستانی دستور ساز اسمبلی کے قیام کے بعد مجوزہ دستور کی شرعی نقطہ نظر سے جانچ پڑتال کے لیے علماء کی ایک کمیٹی بھی تشکیل دی جائے گی۔ اس وضاحت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان کے مجوزہ دستور کو اسلامی دستور بنانے میں کس قدر دلچسپی رکھتے تھے۔(۱۶)

آئین کو اسلامی بنانے اور اسلامی رنگ دینے کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قیامِ پاکستان کے بعد ہی اپنی کوششوں میں دن رات مصروف ہو گئے، حالانکہ آپ عمر کے اس حصے میں تھے کہ جہاں پر انسان زیادہ آرام کو ترجیح دیتا ہے، مگر آپ نے

نوزائیدہ مملکت میں نفاذِ اسلام اور دستورِ اسلامی کی تشکیل کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ آپ کے بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء میں ہر طرح کے آئین کی اساس کے لیے قراردادِ مقاصد (۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء) کو منظور کرانے میں بے حد محنت اور لگن کا اظہار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قراردادِ مقاصد کو جس کے تحت ''اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے'' کے الفاظ اور پھر آخر میں اس مدعا اور مقصد کی جانب اشارہ کرنا کہ ''مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی شعبہ حیات میں ان اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن حکیم اور سنت نبویؐ میں موجود ہیں'' اپنی زندگی ڈھال سکیں۔ (۱۷)

قراردادِ مقاصد درحقیقت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تاریخ پاکستان میں ایک لازوال اور ہمیشہ زندہ رہنے والا کارنامہ ہے، لیکن بدقسمتی سے پاکستان بننے کے کئی سال بعد تک باضابطہ طور پر قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ نہ بنایا جاسکا، لیکن ۱۴۰۴ھ-دسمبر ۱۹۸۴ء میں ضیاء الحق (۱۹۲۴ء-۱۹۸۸ء) (۱۸) کی حکومت نے اس قراردادِ مقاصد کو آئین کا ابتدائیہ بنانے کے بجائے متن کا حصہ قرار دیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان میں آئین سازی اور آئین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے سلسلے میں بے حد دلچسپی اور سرگرمی کا مظاہرہ کرتے تھے، جب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے کسی طرح کے آئین کی تشکیل کے لیے ایک سب کمیٹی بنادی تھی تو اس سب کمیٹی میں چند ایک جید اور مشہور علماء کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی دوران میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قائداعظم محمد علی جناح سے کسی آئینی بحث کے دوران تجویز کیا تھا کہ آپ بھی تاحیات اسمبلی کی صدارت سنبھالے رکھیں۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء) (۱۹) کے بیان کے مطابق اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے درخواست کی تھی کہ آپ یہ سیاسی مسائل مجھ پر چھوڑ دیں، آپ ان مسائل کی فکر نہ کریں بلکہ آپ اس سے بھی اہم اور عظیم قومی فریضہ یہ سنبھالیں کہ آپ قوم کے ناخواندہ لوگوں کو اسلام کی اعلیٰ قدروں اور مفید تعلیمات کی جانب مائل کریں۔ (۲۰)

جمعیت العلمائے اسلام کے احیاء کے لیے علماء کی خدمات:

جمعیت العلمائے اسلام ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر علماء کے تعاون سے معرض وجود میں آئی۔ جمعیت العلمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے علماء نے تحریک پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم کے دست بازو بنے اور پاکستان کے قیام کو کامیابی سے ہم کنار کرایا، قیام پاکستان کے بعد علماء نے جمعیت العلمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے نفاذ اسلام اور دستور اسلامی کی تشکیل کے حوالے سے شاندار خدمات سرانجام دیں، جن میں سے چند جید علماء جو قافلہ عثمانیؒ کے سفر میں رواں دواں تھے، ان کا تذکرہ پیش کرتے ہیں:

(۱)	علامہ سیّد سلیمان ندویؒ	(۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء) (۲۱)
(۲)	ڈاکٹر حمید اللہ	(۱۹۱۰ء-۲۰۰۲ء) (۲۲)
(۳)	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	(۱۸۹۸ء-۱۹۷۴ء) (۲۳)
(۴)	مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ	(۱۸۹۷ء-۱۹۷۶ء) (۲۴)
(۵)	مولانا احتشام الحق تھانویؒ	(۱۹۱۵ء-۱۹۸۰ء) (۲۵)
(۶)	مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ	(۱۸۸۰ء-۱۹۶۱ء) (۲۶)
(۷)	مولانا احمد علی لاہوریؒ	(۱۸۸۷ء-۱۹۶۲ء) (۲۷)
(۸)	مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	(۱۸۹۱ء-۱۹۶۱ء) (۲۸)
(۹)	مولانا خیر محمد جالندھریؒ	(۱۸۹۵ء-۱۹۷۰ء) (۲۹)
(۱۰)	مولانا اطہر علی سلہٹیؒ	(۱۸۹۱ء-۱۹۷۶ء) (۳۰)
(۱۱)	مولانا شبیر علی تھانویؒ	(۱۸۹۴ء-۱۹۶۸ء) (۳۱)
(۱۲)	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ	(۱۸۹۲ء-۱۹۵۶ء) (۳۲)

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء):

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ ۱۳۰۱ھ-۱۸۸۴ء ہندوستان کے صوبہ ''بہار'' کے شہر ''پٹنہ'' (۳۳) کے ایک قصبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حکیم سیّد ابوالحسنؒ تھا۔ (۳۴) بعض سیرت نگاروں نے آپ کی تاریخ پیدائش (۱۳۰۲ھ-۱۸۸۵ء) بھی لکھی ہے۔ مولانا سیّد سلیمان ندویؒ نے ابتدائی تعلیم کے مراحل اپنے گھر پر ہی مکمل کیے۔ ''پھلواری شریف'' کے عربی مدرسہ سے فراغت کے بعد آپ کو مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ کا پہلا مضمون ایک ہفتہ وار اخبار ''الپنچ'' میں شائع ہوا، جس کی اشاعت سے آپ کے اساتذہ اور ہم جماعتوں میں آپ کا مقام بلند ہوا۔ (۳۵)

۱۳۱۸ھ-۱۹۰۱ء میں علامہ سیّد سلیمان ندویؒ دارالعلوم ندوہ میں داخل ہوئے، جہاں پر آپ نے دینی اور عربی علوم میں مہارت حاصل کی۔ ندوہ کا یہ دارالعلوم علمی، ادبی اور دینی ماحول کے اعتبار سے مثالی تھا۔ علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کو ندوہ کے اساتذہ جن میں مولانا فاروق چریاکوٹیؒ، سیّد محمد علیؒ، مولانا حفیظ اللہؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ جیسے علمائے دین سے اکتساب فیض کے مواقع میسر ہوئے۔ ایک مرتبہ جب نواب محسن الملک (۱۸۳۷ء-۱۹۰۷ء) دارالعلوم ندوہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی شان میں عربی میں ایک قصیدہ لکھا، جس کو محسن الملک نے بے حد سراہا اور پسند کیا۔ ۱۳۲۱ھ-۱۹۰۳ء میں مولانا شبلی نعمانیؒ کی شان میں ایک فارسی قصیدہ لکھا، جس کی بناء پر آپ نے ان کو اپنی شاگردی میں لے لیا اور ان کی اس انداز میں

تربیت کی کہ مولانا شبلی نعمانیؒ کی سیرت النبی ﷺ کو آخر کار علامہ سیّد سلیمان ندویؒ نے ہی پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ (۳۶)

پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کی خدمات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان میں نفاذِ اسلام کے فروغ اور دستور اسلامی کی تدوین کے سلسلے میں جن علمائے کرام کو ہندوستان سے پاکستان آنے کی دعوت دی ان میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔ آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پاکستان ۱۳۶۹ھ-۱۹۵۰ء علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کے بعد تشریف لائے۔ (۳۷) بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کی صاحبزادی کی علالت اور تیمارداری کی وجہ سے ۱۳۶۹ھ-۱۴؍جون ۱۹۵۰ء کو کراچی آئے، اسی درمیان میں "انجمن ترقی اردو" کا ایک جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر محمود حسین (۱۹۰۷ء-۱۹۸۲ء) (۳۸) منعقد ہوا، علامہ سیّد سلیمان ندویؒ بھی اس میں شریک ہوئے اور ایک محققانہ مقالہ پڑھا، جس کا عنوان "ہندوستان کے نو مسلم حکمران" تھا۔ لوگوں نے اس مقالہ کی بڑی داد دی۔ اس موقع پر ڈاکٹر محمود حسین نے یہ اعلان کر دیا کہ علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اب پاکستان میں ہی رہیں گے، چونکہ آپ پاکستانی بن چکے ہیں۔ صدر جلسہ ڈاکٹر محمود حسین کے اس اعلان کے بعد علامہ سیّد سلیمان ندویؒ خاموش رہے اور آپ نے اس اعلان کی تردید یا توثیق بھی نہیں کی۔ آپ برِصغیر کی ایک معروف شخصیت تھے، جس کی بناء پر اہلِ پاکستان کی خواہش تھی کہ آپ پاکستان میں ہی مستقل سکونت اختیار کر لیں، چنانچہ آپ نے اس کے بعد اپنے داماد محمد عاصم کو ہندوستان بھیجا اور دسمبر ۱۳۶۹ھ-۱۹۵۰ء میں اپنے دیگر اہل و عیال کو کراچی بلوا لیا۔ (۳۹)

۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد پاس ہونے کے بعد طے پایا کہ پانچ علماء کا ایک بورڈ قائم کیا جائے جو اسمبلی کی پاس شدہ دستوری سفارشات کو اصول شرع پر پرکھ کر کتاب و سنت سے ہم آہنگ کر سکے۔ چنانچہ اربابِ اقتدار نے آپ کی عدم موجودگی میں ہی آپ کو اس بورڈ کا صدر منتخب کر لیا۔ بورڈ کے دیگر ارکان میں جو شخصیات منتخب ہوئیں ان کے نام یہ ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ	(۱۹۱۰ء-۲۰۰۲ء)
مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	(۱۸۹۷ء-۱۹۷۶ء)
پروفیسر عبد الخالق	(۱۸۹۱ء-۱۹۵۵ء)
جعفر حسین (نمائندہ اہلِ تشیع)	(۱۹۱۴ء-۱۹۸۳ء)

۱۳۶۸ھ-اگست ۱۹۴۹ء میں اس بورڈ نے مجوزہ صدر کی آمد کی توقعات پر کام بھی شروع کر دیا۔ (۴۰) علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اس وقت ریاست بھوپال میں "قاضی القضاۃ" کے عہدے پر اپنی ذمے داریاں ادا کرنے میں مصروف تھے۔ ادھر ریاست بھوپال بھی ختم ہوگئی۔ اور آپ حج کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور حج سے واپسی پر جون ۱۳۶۹ھ-۱۹۵۰ء میں کراچی تشریف لے آئے۔

حکومت پاکستان نے ۱۳۷۰ھ-۱۹۵۰ء کے اواخر میں ایک ''لاء کمیشن'' مقرر کیا تھا، جس کے چیئرمین ''چیف جسٹس'' سعید اکبر تھے اور سیکریٹری عبدالحق سیشن جج تھے اور دیگر اراکین میں مولانا سیّد سلیمان ندویؒ اور ''جسٹس محمد بخش میمن'' تھے۔ اس کمیشن کے ذمہ مروجہ قانون پر نظرثانی کرنے کا کام سپرد تھا۔ نیز آئندہ قانون کو حدود شرع کے مطابق مرتب کرنا تھا، بعد میں مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کو بھی اس کا رکن نامزد کیا گیا۔ (۴۱)

اسلامی حکومت کے بنیادی اصولوں کے سلسلہ میں ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۱ء میں تمام ملک کے علماء کی ایک نمائندہ کانفرنس ۱۳۷۱ھ-۲۱ تا ۲۳ فروری ۱۹۵۱ء علامہ سلیمان ندویؒ کے زیرِ صدارت کراچی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں اسلامی دستور کے بنیادی اصول بالاتفاق رائے طے ہوئے۔ (۴۲)

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے علم و فضل اور تقویٰ کا کون انکار کرسکتا ہے، علامہ اقبال انہیں استاد انکل کہہ کر پکارتے تھے اور آپ کے خطوط کو قوتِ روح اور اطمینانِ قلب کا باعث قرار دیتے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ۱۳۳۴ھ-۱۹۱۶ء میں مشہور ''لکھنو پیکٹ'' کے موقع پر جو نظم کہی تھی اس سے علامہ سید سلیمان ندویؒ کی نگاہ میں قائداعظم محمد علی جناح کا بلند مرتبہ بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی طویل نظم کا ایک شعر یہاں درج کیا جارہا ہے۔

''یہ مریض قوم کے جینے کی ہے کچھ کچھ امید
ڈاکٹر اس کا اگر مسٹر محمد علی جناح رہا'' (۴۳)

مولانا سیّد سلیمان ندویؒ اور ہسٹاریکل سوسائٹی:

۱۳۷۱ھ-۱۹۵۱ء میں کراچی میں ''ہسٹاریکل سوسائٹی'' کا قیام عمل میں آیا۔ سیّد سلیمان ندویؒ کو اس جماعت کا رکن بنایا گیا۔ ۱۳۷۲ھ مارچ ۱۹۵۳ء میں اس سوسائٹی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوئی، اس کے بعد اس کا اجلاس ڈھاکہ میں ہوا۔ آپ نے ڈھاکہ اجلاس کی بھی صدارت فرمائی۔ آپ نے ڈھاکہ کے اجلاس میں اپنا خطبہ صدارت پڑھا اور بنگلہ زبان کے رسم الخط کی تبدیلی پر زور دیا۔ اس تبدیلی سے مراد یہ تھا کہ تمام ملک پاکستان میں ایک ہی رسم الخط ہو، تاکہ پاکستان کے تمام صوبے ایک دوسرے سے قریب ہوجائیں، مگر آپ کی اس تجویز پر بنگالی طلبہ نے آپ کے ساتھ غیر مہذب اور ناشائستہ سلوک کیا، مگر جمعیت العلمائے اسلام کے مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۸۹۱ء-۱۹۷۶ء) ڈھاکہ اور دیگر عمائدین نے جگہ جگہ جلسے کیے اور طلبہ کے اس رویہ کی مذمت کی۔ (۴۴)

نظامِ اسلام کی جدوجہد اور کوشش:

تحریکِ پاکستان کے آخری زمانے میں (۱۳۵۷ھ-۱۹۳۸ء-۱۳۶۶ھ-۱۹۴۷ء) اور قیامِ پاکستان کے بعد علمائے اسلام

پاکستان میں نظامِ اسلام کی کوششوں اور جدوجہد میں مصروف رہے۔ قراردادِ مقاصد اور اسلامی نظام کے نفاذ میں بڑھ چڑھ کر علماء نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا ساتھ دیا۔ ۱۳۷۱ھ۔ ۱۹۵۱ء میں علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کی صدارت میں اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنے کے لیے ہر مکتبہ فکر کے اکابر علماء کا جو اجتماع کراچی میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۸۰ء)(۴۵) کی دعوت پر منعقد ہوا۔(۴۶)

وفات:

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ نفاذِ اسلامی کی کوششوں میں مصروف تھے کہ ۱۳۷۳ھ۔ ۱۹۵۳ء میں آپ کا انتقال ہوگیا اور آپ کو اسلامیہ کالج کراچی کے احاطہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔(۴۷)

* * *

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

(۱۸۹۲ء-۱۹۷۴ء)

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء میں ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ (۴۸) آپ کے والد کا نام شیخ لطیف احمد عثمانیؒ تھا جو کہ صوم وصلواۃ کے پابند اور با اخلاق انسان تھے۔ آپ کے دادا کا نام شیخ نہال احمد عثمانیؒ تھا جو کہ دیوبند کے معزز، با اثر شخصیت اور بہت بڑے رئیس میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی والدہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیر نگرانی خانقاہ امدادیہ مدرسہ امدادالعلوم میں داخل ہوئے، جہاں آپ نے مولانا محمد عبداللہ گنگوہیؒ سے اکتساب فیض حاصل کی۔ ۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۹۰۷ء میں آپ نے جامع العلوم کانپور میں داخلہ لیا، وہاں آپ کے استادوں میں مولانا محمد اسحاق بردوانیؒ اور مولانا محمد رشید کانپوریؒ تھے، جن سے آپ نے عربی ادب کی اعلیٰ کتب پڑھیں۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ (۱۸۵۲ء-۱۹۲۸ء) کے زیر سایہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں دورہ حدیث مکمل کی اور تعلیم سے فراغت پائی۔ (۴۹)

تحریکِ پاکستان کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی خدمات:

کہا جاتا ہے کہ تحریکِ پاکستان کو حقیقی تازگی وروح درحقیقت علمائے کرام کے توسط سے حاصل ہوئی۔ ان ہی علماء میں ایک نام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا بھی ہے، جنہوں نے تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے بعد بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ تحریکِ خلافت (۱۳۳۷ھ- ۱۹۱۹ء-۱۳۴۲ھ- ۱۹۲۴ء) (۵۰) کے طریقہ کار اور کانگریس (۱۳۰۲ھ-۱۸۸۵ء)(۵۱) کی متحدہ قوت کے ساتھ اختلاف کرنے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دست راست تھے اور ان کے مسلک کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہتے تھے۔

بعض افراد نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھانجے ہونے اور ان کے خیالات کی پیروی کے الزام میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی تکلیفیں پہنچائیں۔ تحریکِ پاکستان کے زمانے میں مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (۱۸۷۵ء-۱۹۵۳ء)(۵۲) مسائل حاضرہ پر گفتگو کی غرض سے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس آئے۔ گفتگو سے فارغ ہو کر مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے پوچھا کہ مولانا تھانویؒ جو ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے گریز کرتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ حضور ﷺ

نے یہود کو اپنے ساتھ جہاد میں لیا ہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے جواب میں فرمایا کہ ''کفار اور مشرکین کو جہاد میں اس وقت لے سکتے ہیں کہ جھنڈا مسلمانوں کا رہے اور کفار ہمارے حکم کے تحت میں ہوں، جبکہ اس وقت حالت برعکس ہے۔ کانگریس میں ہندوؤں کا غلبہ ہے اور ان کا ہی حکم غالب ہے۔''(۵۳)

قائداعظم سے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی ملاقات:

قائداعظم محمد علی جناح ۱۳۵۲ھ-۱۹۳۴ء میں مسلم لیگ کے صدر بن چکے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسلم لیگ اور ان کے اکابرین خصوصاً قائداعظم محمد علی جناح کی دینی تربیت کے لیے اپنے متعلقین و متوسلین علمائے کرام کو مختلف مقامات پر تبلیغ کے لیے بھیجا۔ سب سے پہلے ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۸ء میں ''پٹنہ'' کے اجلاس کے موقع پر کی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو تاریخی بیان بھیجا، اس کو عام اجلاس میں پڑھ کر سنانے کی سعادت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے حصے میں آئی۔(۵۴)

متعدد تجزیہ نگاروں کے نزدیک علمائے دیوبند نے ہمیشہ ہر دور میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود، ملت کے قیام، ملک کی آزادی اور ترقی کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خواہ مسلمانوں کے مصالح ہوں یا تمام برادرانِ وطن کے مشترکہ مفاد کی جدوجہد پر انہوں نے کبھی ملت کی بہی خواہی اور خدمتِ خلق کے کاموں میں اپنے آپ کو کسی سے پیچھے نہیں رکھا۔ ملک کی آزادی کی جدوجہد میں وہ کسی دوسری جماعت کے نہ معتقد تھے نہ پیرو۔ علماء نے کسی پر بھروسہ کیا نہ کسی کا انتظار وہ تمام باتوں سے بے نیاز آگے بڑھتے رہے۔(۵۵)

تحریکِ پاکستان اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا کردار:

تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں جن اکابرین کا تذکرہ ہوگا تو اس حوالے سے علمائے کرام کے کردار پر بحث کے بغیر تحریکِ پاکستان مکمل نہیں ہوگی اور پاکستان کی تحریک سے تعمیر تک علمائے کرام کی عملی جدوجہد کا ذکر آتا رہے گا۔ ان علماء میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مل کر دن رات کام کیا، برصغیر کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں اپنی تقاریر اور عملی جدوجہد کے ذریعے تحریکِ پاکستان کو مقبولِ عام بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا شمار قوم کے ان محسنوں میں کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ پاکستان کی زبانی تائید و حمایت کی تھی جبکہ عملی طور پر بھی تحریکِ پاکستان کے لیے سرگرمِ عمل ہو چکے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو ۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء میں جمعیت العلمائے اسلام کا صدر آپ ہی کے مشورے سے بنایا گیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ناسازی طبیعت کی بناء پر عملی طور پر سیاسیات ہند سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے۔ جمعیت العلمائے ہند کے خلاف کھل کر آپ نے اظہار نہیں کیا تھا، لیکن جب جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت کی قرارداد کو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے پاس لے کر

دیوبند پہنچے تو اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانی آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا:

"بھائی میں تو ۱۶ ماہ سے صاحب فراش ہوں، مجھ میں سفر کی ہمت کہاں، اس کے لیے تو صدر کو جا بجا جلسے کرنا اور تقریریں کرنا ہوں گی۔" مولانا ظفر احمد عثمانی نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معذرت کے جواب میں کہا کہ آپ صرف صدارت قبول فرما لیں، کام کی ذمے داری میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی خوش ہو کر جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت کے لیے رضامند ہوئے۔(۵۶)

بیشتر تجزیہ نگاروں کے بقول یہ زمانہ تحریک پاکستان کا نازک ترین دور تھا اور اس زمانے میں مجلسِ احرار، نیشنلسٹ علماء، جماعت اسلامی، جمعیت العلمائے ہند اور خدائی خدمت گار سب مسلم جماعتیں اپنی اپنی اغراض اور مصالح کی بناء پر پاکستان کے خلاف متحد تھیں اور بالواسطہ یا بلاواسطہ کانگریس کی تائید و حمایت کر رہی تھیں۔

۱۳۶۴ھ۔۱۹۴۵ء کے الیکشن کے موقع پر مولانا ظفر احمد عثمانی نے اوّلین فرصت میں کانگریس اور اس کی حامی جماعتوں کی تردید میں ایک بیان جاری کیا اور فرمایا کہ:

"مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ جہاد آزادی میں اشتراکِ عمل اسی شرط سے جائز ہے کہ حکم اہلِ شرک غالب نہ ہو، مسلمان مشرکین کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوں بلکہ مشرکین اسلامی جھنڈے کے نیچے ہوں چنانچہ اب فیصلہ اہلِ انصاف کے ہاتھ میں ہے کہ کانگریس میں اس وقت حکم شرک غالب ہے یا حکم اسلام؟ رہا مطالبہ پاکستان، سو جبکہ تمام ہندوستان کو اسلامی سلطنت بنانا بحالتِ موجودہ کسی طرح ممکن نہیں تو کم از کم ان صوبوں کو جہاں مسلم اکثریت ہے، اسلامی سلطنت بنا لینا کہ وہاں اسلامی سلطنت اسلامی اصولوں پر قائم کی جا سکے۔ لازم اور ضروری ہے۔"(۵۷)

مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کی تہہ میں یہ اصول ہے کہ مسلمانوں کو قومی وطن اور قومی دولت ملے جو ان چھ صوبوں پر مشتمل ہو۔ بنگال (۵۸) پنجاب (۵۹) صوبہ سرحد (۶۰) سندھ (۶۱) بلوچستان (۶۲) اور آسام (۶۳) تقسیم ہو تو پھر اس طرح دوسرے صوبوں کو بھی تقسیم کرنا پڑے گا۔ صوبوں کی انتظامی، اقتصادی اور سیاسی زندگی کی بنیاد پر اس طرح سے ایک ضرب لگے گی کیونکہ ایک صدی سے اس بنیاد پر ان کی تعمیر ہوئی ہے اور خود مختار صوبوں کی حیثیت سے انہوں نے نشوونما پائی ہے۔(۶۴)

بیشتر مورخین کے نزدیک مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ وغیرہ علمائے کرام الیکشنوں کے طوفان سے یکسوئی کے ساتھ ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کی امداد اور پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے پھیل گئے، کیونکہ الیکشن دراصل ایک اسلامی مملکت کے قیام کے لیے لڑا جا رہا تھا، جس کا قیام ہندوستان کے ایک حصہ میں مسلم لیگ کی حمایت و کامیابی پر موقوف تھا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے پاکستان الیکشن کے سلسلے میں تمام برِصغیر کا چار ماہ تک طوفانی دورہ کیا، جس کی لپیٹ میں یوپی، بہار، بنگال، پنجاب، سندھ اور سرحد سب ہی آ گئے۔(۶۵)

مسلم لیگ نے پاکستان کا تصور دیا اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ہر طریقے سے ڈال دی کہ پاکستان کی اسلامی ریاست

میں شریعت کا قانون نافذ ہوگا۔ یہ لوگ اور علماء دونوں کے لیے ایک نہایت جاذب چیز تھی چنانچہ ”عواقب اور نتائج“ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کئی علمائے کرام جن میں اچھے خاصے جید عالم بھی تھے، تحریک پاکستان کی حمایت کرنے لگے۔(۶۶)

قیامِ پاکستان کے بعد آئینِ پاکستان کی اسلامی تشکیل میں کردار:

قیامِ پاکستان سے پہلے ہی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء جن میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور دیگر دوسرے پاکستان کے لیے اسلامی آئین بنانے اور اس کے نفاذ کے لیے قائدین مسلم لیگ کو آمادہ کرتے رہے اور مسلم لیگ کے عمائدین سے اس سلسلے میں گفتگو کر کے ان سے پاکستان میں آئین اسلامی جاری کرانے کا وعدہ لیتے رہے اور اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے بھی ہمیشہ اس پر زور دیتے رہے اور عام مسلمانوں کو بھی جلسوں میں اس پر آمادہ کرتے رہے۔(۶۷)

اسلامی نظام میں حکومت ایک ایسا ادارہ ہے جس کی بنیاد الٰہی ہدایات پر رکھی گئی ہے۔ اللہ ہی اس کا قانون ساز ہے اور وہی اس کا حاکم اعلیٰ ہے۔ اسلام کی تاریخ کے ہر صفحہ میں اور ہر ملک میں جہاں اس کو وسعت حاصل ہوئی وہاں دوسرے دیگر مذاہب کا مکمل احترام کیا گیا۔ مسلمان ہی دنیا میں ایک ایسی قوم ہے جو دوسرے مذاہب کا احترام اور مکمل آزادی دیتی ہے۔(۶۸)

۱۳۶۶ھ۔ ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات ہوئی، اس ملاقات میں بھی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے قائداعظم سے پاکستان میں آئین اسلامی کے نفاذ کے اعلان کو کہا تھا۔ ۱۳۶۷ھ۔۱۹۴۸ء میں جب قائداعظم محمد علی جناح نے مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش ۱۳۹۱ھ۔۱۹۷۱ء) کا دورہ کیا تو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے نفاذِ اسلام اور آئینِ اسلامی کے بابت قائداعظم کی توجہ دلائی۔ ۱۳۶۹ھ۔۱۹۴۹ء میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ جلسوں میں شرکت کرتے رہے اور پاکستان میں اسلامی آئین کے حوالے سے اپنی جدوجہد کرتے رہے اور قراردادِ مقاصد (۱۳۶۹ھ۔۱۹۴۹ء) کی منظوری میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا اور اپنی تقاریر میں دستورِ اسلام کے جلد نافذ کیے جانے کی حکومتِ پاکستان کو تاکید کرتے ہوئے ۱۳۶۹ھ۔۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد منظور کرانے کے بعد لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۱ء) نے قومی اسمبلی کے ذریعے آئین کے بنیادی اصولوں کی کمیٹی تشکیل کرائی تھی، اس کمیٹی کا کام یہ تھا کہ وہ پاکستان کے دستور کا خاکہ تیار کرے۔

لیاقت علی خان نے ۱۳۷۰ھ۔۱۹۵۰ء میں ایک دستور پیش کیا تھا، جس کو ملتِ پاکستان نے تسلیم نہیں کیا اور وزیراعظم لیاقت علی خان کے چیلنج کے جواب میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر ہر مکتب فکر و خیال کے ۳۱ علماء کے دستخط سے ۲۲ نکاتی دستور بنا کر حکومتِ وقت کو بھیجا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے بھی بحیثیت صدر مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے اس اجتماع میں شرکت فرمائی اور ایک بیان میں حکومت سے صاف صاف لفظوں میں احتجاج کیا اور فرمایا:

”میں جناب لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ بنیادی حقوق اور بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی

سفارشات قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ہیں یا برطانیہ اور امریکہ کے قوانین کو؟ لیاقت علی خان کو قائداعظم کے اور خود ان کے وہ اعلانات اور وعدے یاد دلانا چاہتا ہوں، جن میں بار بار یہ کہا گیا تھا کہ دستور پاکستان کا آئین قرآن ونظام اسلام کے مطابق ہوگا۔ میری جماعت جمعیت العلمائے اسلام ایسی سفارشات ہرگز منظور نہیں کرے گی جس میں قرارداد مقاصد اور آئین اسلام کو نظر انداز کیا گیا ہو۔ اس لیے جمعیت کے تمام ارکان کو اپنی اپنی جگہ سفارشات کے خلاف برابر احتجاج کرتے رہنا چاہیے تا آنکہ ان کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے۔

۱۳۷۲ھ۔۱۹۵۲ء میں جب ملک غلام محمد (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۶ء) ڈھاکہ گئے تو اس موقع پر بھی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے علماء کی جماعت کے ساتھ ان سے ملاقات کی اور دستور اسلامی جلد سے جلد جاری کرنے پر زور دیا۔ ۱۳۷۳ھ۔۱۹۵۳ء میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی دوسری رپورٹ خواجہ ناظم الدین (۱۸۹۴ء۔۱۹۶۴ء) نے پیش کی۔ جس پر غور کرنے کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے ہر مکتبہ فکر کے علمائے کرام کو دوبارہ کراچی میں جمع کیا۔ اس میں بھی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ شریک تھے، عین ممکن تھا کہ یہ دستور اسمبلی میں پاس ہو جاتی کہ ۱۳۷۳ھ۔۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو دستوری روایات کے خلاف خواجہ ناظم الدین اور ان کی کابینہ کو ملک غلام محمد نے برطرف کر دیا۔ بعض لوگوں نے ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۴ء تحریر کی ہے۔ (۶۹)

۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء (۷۰) کے آئین میں اگرچہ قراردادِ مقاصد کے مطابق آئینی طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا کہ پاکستان کا کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا اور مروجہ قانون میں جو قانون قرآن وسنت کے خلاف ہوگا، اس کو قرآن وسنت کے موافق بنا دیا جائے گا، لیکن اس کے باوجود اس آئین میں بھی کئی دفعات خلاف اسلام پائی جاتی تھیں۔ علمائے کرام نے جن میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ بھی شامل تھے، اس آئین پر غور و خوض کیا اور اس کی مذکورہ بنیادی اس دفعہ کو کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں جس کو شامل کرنے سے ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء کا آئین مکمل طور پر اسلامی آئین بن جاتا تھا، اسی لیے مولانا کیونکہ اس آئین کو جس طرح چند ترمیمات سے شرعی اور اسلامی بنایا جا سکتا تھا، اسی طرح اس میں پاکستان کے مغربی اور مشرقی دونوں حصوں میں اس قدر گہرا تعلق قائم رکھنے پر زور دیا گیا تھا اور ایک دوسرے کو اس طرح سے مربوط قرار دیا گیا تھا کہ ایک حصہ کو دوسرے حصے سے جدا ہونے کا تصور باقی نہیں رہتا تھا، مگر پاکستان کے دشمن عناصر نے ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء کے آئین کی بحالی کو اپنے اغراض و مقاصد کے خلاف دیکھا، اس لیے اس کی بحالی کے مطالبہ کی مخالفت کی اور نئے آئین کا مطالبہ کیا جس کے نتیجے میں جو قیامت برپا ہوئی اور ملی سالمیت کو جس قدر شدید اور ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہر محب وطن شہری اس حقیقت سے آشنا ہے۔ (۷۱)

سیاسی اتار چڑھاؤ اور ملکی سیاست کی باہمی آویزشوں اور قوم کی متعصبانہ صوبائی لسانی ریشہ دوانیوں سے دل برداشتہ ہو کر از خود میدانِ سیاست سے علیحدہ ہو گئے اور دار العلوم ٹنڈو الہ یار (سندھ) میں جو کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے علمی درس گاہ قائم کی تھی، اس سے وابستہ ہو کر خود کو ”شیخ الحدیث“ کی حیثیت سے درس و تدریس اور اصلاح و تبلیغ کا سلسلہ

شروع کر دیا جو عمر کے آخری حصے تک جاری رہا۔ (۷۲)

۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۹ء میں کراچی کے مقام پر مشرقی و مغربی پاکستان کے مقتدر علمائے کرام کے ایک نمائندہ اجتماع میں مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کا احیاء عمل میں آیا اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو جمعیت کا امیر اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ آپ ضعیفی عمر کے باوجود سوشلزم اور دوسرے لادینی نظریات کا مقابلہ کرنے کے لیے اس جمعیت العلمائے اسلام کی ذمے داری کو اپنے ذمہ لیا۔ چنانچہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے اہم مقامات پر جمعیت العلمائے اسلام کے خصوصی اجتماعات میں جہاں تک ممکن ہوا آپ شرکت فرماتے رہے۔ (۷۳)

وفات:

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان، استحکامِ پاکستان اور اس کے بعد پاکستان میں نفاذ نظام اسلام کے لیے بے شمار کوششیں اور جدوجہد کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ آپ کی خدمات کو تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، ساری عمر اسلام کی خدمت اور فروغِ اسلام میں گزار دی۔ آخر کار ۱۳۹۳ھ۔ ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور وہیں ٹنڈوالہ یار میں دفن کیے گئے۔ (۷۴)

* * *

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

تاریخ پیدائش ۱۳۱۴ھ بہ مطابق ۱۸۹۷ء
تاریخ وفات ۱۳۹۶ھ بہ مطابق ۱۹۷۶ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ قصبہ دیوبند ضلع سہارن پور کے ایک عثمانی خاندان میں ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ بہ مطابق ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ (۷۵) آپ کے والد کا نام مولانا محمد یاسینؒ تھا جو کہ اپنے وقت کے ایک نامور اور عظیم عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ کو ابتدائی عمر سے ہی دینی ماحول میسر آیا اور اپنے وقت کے بڑے علماء کے درمیان تربیت کے مواقع میسر آئے۔ پانچ سال کی عمر میں مولانا حافظ محمد عظیمؒ کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم کی ابتدا کی۔ فارسی کی تمام مروجہ کتابیں اپنے والد مولانا محمد یاسینؒ سے پڑھیں۔ حساب وفنون وریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمدؒ سے حاصل کی۔ ۱۶ برس کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹۱۳ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ (۷۶)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی سیاسی وملی خدمات:

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے "قافلہ تحریک" کے ایک عظیم سپاہی تھے، مولانا مفتی محمد شفیعؒ طبعیت کے طور پر ہنگاموں، سیاسی جلسوں اور جلوسوں سے الگ رہنا پسند کیا کرتے تھے، لیکن جب بھی اسلام اور مسلمانوں کی کسی اہم دینی ضرورت نے سیاست میں عملی حصہ لینے کا تقاضا کیا، آپ نے اس قومی جذبے اور ملی تقاضوں کے لیے خود کو لبیک کہا۔ جنگ بلقان ۱۳۲۹ھ۔ ۱۹۱۱ء (۷۷) کے موقع پر آپ نے نہایت سرگرمی سے ملی جذبہ سے سرشار ہو کر چندہ مہم جو کہ بلقان کے مجاہدین کے لیے کی جارہی تھی، اس میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

بعض محققین کے مطابق تحریکِ پاکستان کے زمانے میں علماء دیوبند دو گروپوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک کانگریس کا طرف دار تھا تو دوسرا گروہ مسلم لیگ اور قائداعظم کا حامی و مددگار تھا، مسلم لیگ اور دیگر زعما نے ایک آزاد وخودمختار وطن پاکستان کا مطالبہ کیا۔ آپ نے خود کو اس گروہ میں شامل کیا جو پاکستان کے قیام کا حامی تھا۔

قیامِ پاکستان کے حق میں فتویٰ:

۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء میں وہ وقت آگیا تھا کہ مسلم لیگ اور اس کے حامی علماء مسئلہ کا ہر پہلو کھول کر عوام کے سامنے پیش

کریں اور پاکستان کا مطالبہ سیاسی و شرعی حیثیت سے جیسا کہ حق بجانب، بروقت اور ضروری ہے اس کا صرف اظہار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اس کی آواز پوری قوت سے پہنچائی جائے۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا ظہور احمدؒ وغیرہ نے دارالعلوم دیوبند کی خدمات سے استعفیٰ دے دیا۔

۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء میں مفتی محمد شفیعؒ نے ایک مستقل رسالہ ''کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ'' تصنیف فرمایا۔ جس میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو نہایت وضاحت سے تحریر کیا۔

کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ اس موضوع پر یہ پہلی علمی کتاب تھی، جس میں غیر مسلموں سے مسلمانوں کی موالات، مصالحت کی تمام صورتوں کے علیحدہ علیحدہ شرعی احکام بے انتہا خوبی اور تفصیل سے جمع کیے گئے۔ (۷۸)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنے فتویٰ میں ایسے شواہد پیش کیے اور عقل و سیاست کے ہر پہلو سے یہ ثابت کیا کہ موجودہ حالات میں کانگریس کی حمایت سے دراصل کفر کی حمایت لازم آئے گی اور اس میں حصہ لینا قرآن و سنت کی رو سے کسی طرح جائز نہیں۔ ۱۳۶۴ھ۔ ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات تحریکِ پاکستان کے لیے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ سہارن پور اور مظفر نگر کے حلقہ انتخاب میں کانگریس کے مدمقابل لیاقت علی خان مسلم لیگ کی طرف سے الیکشن میں حصہ لے رہے تھے۔ لیاقت علی خان کی سیاسی پوزیشن حلقہ انتخاب میں قدرے کمزور تھی، چنانچہ اس نازک اور اہم موقع پر آپ کے دیے ہوئے فتویٰ نے انتخابی فضا کو یکسر تبدیل کر دیا۔ آپ نے اپنے فتویٰ میں فرمایا: ''کانگریس کی حمایت کفر کی حمایت ہے'' (۷۹)

بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق ہندوستان میں سیاسی آزادی کی جدوجہد کے دوران علماء بہت زیادہ سرگرم نظر آئے اور سیاسی مسائل پر انہوں نے بے شمار فتویٰ دیے۔ علماء دیوبند کے فتویٰ کے مطابق ہندوستان ''دارالحرب'' ہے اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے ہندوؤں سے تعاون کرنا چاہیے۔ لہٰذا علماء دیوبند کے ایک حلقہ نے کانگریس میں شمولیت اختیار کر لی اور غیر ملکی حکومت کے خلاف ہر تحریک میں حصہ لیا۔ دیوبند کے بعض بڑے علماء نے ہندوستان میں ایک قومی نظریہ کی حمایت کی تو مسلم لیگ کے علماء نے دو قومی نظریہ کو جائز قرار دیتے ہوئے فتویٰ دیا اور کہا کہ پاکستان کا قیام ضروری ہے۔ (۸۰)

پاکستان میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد:

قیامِ پاکستان مسلمانوں کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ تھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی نصرت و حمایت سے نوازا تھا، اب دوسرا مرحلہ پاکستان میں اسلامی نظامِ حیات قائم کرنے کا تھا، چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے قیامِ پاکستان کے فوراً بعد اسلامی دستور کی جدوجہد کا آغاز کیا اور ضرورت یہ محسوس کی گئی کہ اسلامی دستور کا ایک اجمالی خاکہ مرتب کیا جائے تاکہ حکومت کے سامنے مطالبہ قدرِ وضاحت کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔ یہ خاکہ مرتب کرنے کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جن اکابر علمائے کرام کو خصوصی دعوت دی، ان میں مفتی محمد شفیعؒ (۸۱)، علامہ سید سلیمان ندویؒ (۸۲)، مولانا سید مناظر احسن

گیلانیؒ (۸۳) اور ڈاکٹر حمید اللہ (۸۴) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے منتخب کردہ ان علمائے کرام نے اسلامی دستور کی ترتیب و تدوین کے لیے شب و روز محنت کی اور ایک اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کر کے حکومت کو پیش کر دیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ایک تاریخی کارنامہ قراردادِ مقاصد کے نام سے منظور کرا کر سرانجام دیا قراردادِ مقاصد جو پاکستان کے ہر آئین میں بطور دیباچہ شامل چلی آرہی ہے اور ۱۳۹۳ھ۔۱۹۷۳ء کے موجودہ آئین میں شامل ہے۔ (۸۵)

قراردادِ مقاصد کی تیاری اور اس کے بعد اسے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے منظور کرانے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ کو طویل علمی اور سیاسی جدوجہد کرنی پڑی۔ برسرِ اقتدار طبقہ کا ایک گروہ اس راہ میں مسلسل رکاوٹیں کھڑی کر رہا تھا، لیکن وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے اکابرین کی حمایت کی اور اسمبلی میں ۱۳۶۸ھ۔۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قراردادِ مقاصد خود پیش کر کے اسے منظور کرایا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی دینی، سیاسی اور علمی جدوجہد میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ دست بازو بن کر ہر محاذ پر لڑے اور کامیابی حاصل کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد فوری طور پر بانیٔ پاکستان کی وفات (۱۹۴۸ء) ہوگئی اور قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد سیاسی کشمکش نے ایسا طرز اختیار کیا کہ دستور تک بننا مشکل ہوگیا۔ نظامِ اسلام کے راستے میں برسرِ اقتدار طبقے نے رکاوٹیں ڈالیں یہ گروہ میدانِ سیاست سے بھی آیا تھا اور بیوروکریسی کے افراد بھی اس میں شامل تھے ان لوگوں کے ذہن اسلام سے ہم آہنگ نہ تھے۔ چنانچہ ایک طویل عرصہ اس کشمکش میں گزر گیا اور قوم نظامِ اسلام سے بہرہ ورنہ ہوسکی۔ (۸۶)

قیامِ پاکستان کا ایک بڑا مقصد ایک نظریاتی مملکت کا قیام تھا جہاں اسلامی قوانین کا نفاذ ممکن ہو سکے اور اسلام اور قرآن کی روشنی اور تعلیمات کے سائے میں جہاں ایک بامقصد ملت معرضِ وجود میں آ سکے جو دنیا میں بھی ترقی کرے اور آخرت میں بھی سرخرو ہو۔ جب تحریکِ پاکستان اپنے عروج پر تھی تو اس وقت ایک ہی نعرہ فضاؤں میں بلند ہوتا تھا یعنی "پاکستان کا مطلب کیا لا الہٰ الا اللہ" اسے ایک ایسی ریاست بننا تھا جہاں مسلمان اپنے ضابطۂ حیات، تہذیب اور روایات کا تحفظ کر سکیں۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ذہن میں پاکستان کے لیے نظامِ حکومت کے بارے میں ایک واضح تصور تھا اس سلسلے میں آپ نے ۱۳۶۰ھ۔۱۹۴۱ء میں فرمایا تھا:

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے کہ اطاعت اور وفاکشی کا اصل مرکز صرف خداتعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہی اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہت کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی اور نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن مجید کے احکام ہی سیاست اور معاشرے میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدیں قائم کرتے ہیں۔" (۸۷)

مسلم لیگ نے پاکستان بننے کے دوران علماء، مشائخ اور مذہبی جذبات کو کامیابی سے استعمال کیا لیکن جب پاکستان بن گیا تو اس کے بعد اربابِ حکومت کے خیالات و تصورات تبدیل ہوگئے چنانچہ علماء نے حکومت پر دباؤ ڈالا کہ ملک میں اسلامی

شریعت کا نفاذ کیا جائے تا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت بن سکے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کے قیام کے فوراً بعد یہ مطالبہ کیا کہ حکومت کے کلیدی اور اعلیٰ عہدے صرف مسلمانوں کو دیے جائیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حکومت وقت پر واضح کیا کہ علماء کو اور ان کے کردار کو پاکستان سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے حکومت وقت سے علماء کی کمیٹی بنانے کی پرزور اپیل کی۔ چنانچہ علماء کی کمیٹی نے ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۹ء کا تاریخی ''قرارداد مقاصد'' لیاقت علی خان کے ذریعے پاس کرایا۔(۸۸)

بیشتر مورخین کا کہنا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ملک کی عنان اقتدار بھی ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دی گئی جن میں سے بعض لوگ وہ بھی تھے جنہوں نے ایک روز بھی تحریک آزادی وطن کا ساتھ نہ دیا تھا۔ وزارتوں کی کرسیوں پر براجمان ہو گئے بلکہ ملک کی کلیدی وزارتیں ان کے سپرد کر دی گئیں گویا ''منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے'' پھر پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کے بابت سرد مہری کا مظاہرہ کیا گیا شریعت اسلامیہ کی حکمرانی کا نعرہ ماند پڑتا دکھائی دینے لگا کیونکہ قابل افسوس بات یہ تھی کہ پاکستان کا سب سے پہلا وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل ہندو کو بنایا گیا جو ایک سال کے بعد رات کی تاریکی میں واپس ہندوستان چلا گیا۔(۸۹)

قائد اعظم محمد علی جناح سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے خواہشمند تھے مگر مولانا اشرف علی تھانویؒ کی دینی تربیت نے قائد اعظم محمد علی جناح پر واضح کر دیا کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ کر دینے سے برکت و کامیابی ممکن نہیں تو انہوں نے مذہب کو سیاست پر فوقیت دینی شروع کر دی ان کی تقریروں کا موضوع تبدیل ہو گیا، اسلامیت کا رنگ غالب نظر آنے لگا اور آپ فخریہ طور پر کہنے لگے ''اسلام صرف چند عقائد و عبادات کا نام نہیں بلکہ اسلام سیاسیات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کا مجموعہ ہے۔ ہمیں ان سب کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا''(۹۰)

بورڈ آف تعلیماتِ اسلام میں شمولیت:

۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء میں دستور ساز اسمبلی نے باقاعدہ آئین سازی کا کام شروع کیا تو وزیر اعظم لیاقت علی خان نے ایک ''اسلامی مشاورتی بورڈ'' بنایا اس بورڈ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ وہ اسلامی دستور کا خاکہ تیار کر کے پیش کرے اور اس کی روشنی میں دستور ساز اسمبلی پاکستان کا آئین تیار کرے۔ اسلامی مشاورتی بورڈ میں ان چھ حضرات کو شامل کیا گیا۔

(۱)	علامہ سید سلیمان ندویؒ	صدر (۱۸۸۴ء۔۱۹۵۳ء)
(۲)	مولانا مفتی محمد شفیعؒ	رکن (۱۸۹۷ء۔۱۹۷۶ء)
(۳)	ڈاکٹر حمید اللہ	رکن (۱۹۱۰ء۔۲۰۰۲ء)
(۴)	پروفیسر عبدالخالق	رکن (۱۸۹۰ء۔۱۹۶۰ء)
(۵)	ظفر احمد انصاری	سیکرٹری (۱۹۰۸ء۔۱۹۹۰ء)

(۶) جعفر حسین مجتہد (۱۹۱۴ء۔۱۹۸۳ء)

علامہ سید سلیمان ندویؒ ان دنوں ہندوستان میں ہی تھے، مگر ان کی صدارت کے بغیر یہ مشاورتی بورڈ اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اسلامی مشاورتی بورڈ ۱۳۶۹ھ۔۹ راگست ۱۹۴۹ء سے ۱۳۷۳ھ۔اپریل ۱۹۵۴ء تک قائم رہا۔ مفتی محمد شفیعؒ ابتداء سے آخر تک اس کے رکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

اسلامی مشاورتی بورڈ نے نہایت جاں فشانی اور عرق ریزی کے بعد دستور پاکستان کے لیے جو سفارشات پیش کی تھیں، اگرچہ ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء۔۱۳۹۳ھ۔۱۹۷۳ء کے دستوروں میں ان کی جھلک موجود تھی، لیکن افسوس کے اس بورڈ کی تمام سفارشات کسی بھی دور کے آئین میں نہ تو تمام کی تمام روبہ عمل لائی گئیں نہ انہیں ارباب اقتدار نے شائع کیا۔ مفتی محمد شفیعؒ لاء کمیشن میں بھی دو سال تک اپنی ذمے داریاں ادا کرتے رہے، لیکن اسلام دشمن عناصر، وزارتوں کے آئے روز تغیرات اور برسر اقتدار طبقہ میں کئی ایسے افراد کی طرف سے مسلسل رکاوٹوں کے باعث جو اس ملک میں اسلامی نظام دیکھنے کے روادار نہ تھے، اس لاء کمیشن کی مساعی کوئی نتیجہ پیدا نہ کر سکیں لاء کمیشن کے چیئرمین کے سامنے ایک مرتبہ آپ نے کہا:

”قانون سازی کے کام کو اسلام کے رخ پر آپ چلنے نہیں دیتے اور غلط رخ پر میں نہیں چلنے دوں گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ گاڑی یہیں کھڑی رہے گی۔“ چنانچہ یہی ہوا گاڑی کھڑی رہی۔

مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کی قیادت:

۱۳۶۹ھ۔۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات ہوگئی، چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔ لیکن ۱۳۷۳ھ۔۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء میں آپ بھی مالک حقیقی سے جا ملے اور دستور ساز آئین سازی کی ذمے داریاں مفتی محمد شفیعؒ پر آپڑی اور ساتھ ہی مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت کی ذمے داری بھی آپ کے کاندھوں پر ڈال دی گئی، لیکن مغربی پاکستان میں ایک نئی جمعیت العلمائے اسلام قائم ہو چکی تھی۔ جس کا سابقہ جمعیت العلمائے اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپ نے اسلامی دستور کی جدوجہد کے ساتھ ہی شب و روز کی مساعی سے ان منتشر جماعتوں کو مرکز سے مربوط کیا۔(۹۱)

آپ نے جمعیت العلمائے اسلام کے صدر سے پہلے اور بعد میں جمعیت العلمائے اسلام کے احیاء کے لیے مشرقی و مغربی پاکستان کے علاقوں کا بار بار دورہ کیا اور ضلع کی سطح پر پہنچ کر دستور اسلامی کے لیے عوامی شعور کو متحرک اور بیدار کیا۔ قائم مقام صدر جمعیت العلمائے اسلام کی حیثیت سے آپ نے ۳ سال تک جمعیت کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیں، لیکن ایوب خان (۱۹۰۷ء۔۱۹۷۴ء) نے ۱۳۷۷ھ۔۱۹۵۸ء (۹۲) میں مارشل لاء لگا دیا۔ مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۸۷۸ء۔۱۹۶۱ء) جو کہ جمعیت العلمائے اسلام کے صدر تھے، ان کی وفات ہوگئی۔ جب مارشل لاء کا دور ختم ہوا اور جماعتیں دوبارہ

منظم و متحرک ہوئیں تو جمعیت العلمائے اسلام کے نام سے بعض علمائے کرام نے ایک نئی تنظیم قائم کرلی چنانچہ اس نازک موقع پر مفتی محمد شفیعؒ نے اصل جمعیت العلمائے اسلام کی تنظیم جدید کرنے سے خود کو علیحدہ رکھا تاکہ علمائے کرام کے مابین تفرقہ پیدا نہ ہو اور پاکستان میں اسلامی نظام کے لیے انفرادی طور پر عملی و علمی میدانوں میں کوشش اور جدوجہد کرتے رہیں۔ ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء (۹۳) میں الیکشن کے موقع پر پاکستان میں خالص اسلامی حکومت کے بجائے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوا کہ کمیونزم اور سوشلزم نہ پھیل جائے اور ان نظریات کو عام کرنے کی باتیں کی جانے لگیں، جلسے جلوس سوشلزم اور کمیونزم کے لیے پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف تھے، چنانچہ مسئلہ کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے آپ نے مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے احیاء پر خود کو کمر بستہ کیا، کیونکہ ضابطہ کے مطابق قائم مقام صدر آپ ہی تھے، چنانچہ مغربی و مشرقی پاکستان کے تمام جمعیت کا اجلاس بلا کر جمعیت کی صدارت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی طرف منتقل کردی اور خود بغیر کسی عہدے کے مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔ (۹۴)

وفات:

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنی عمر کے آخری حصے میں دارالعلوم کورنگی میں علمی و تصنیفی خدمات سرانجام دینے لگے۔ ۱۳۹۶ھ۔ ۶/اکتوبر ۱۹۷۶ء کو آپ کا وصال ہوا اور دارالعلوم ہی کے احاطہ میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ کی نفاذِ اسلام، دستورِ اسلامی کی ترتیب و تدوین کے حوالے سے خدمات کو تاریخ پاکستان میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ (۹۵)

❀❀❀

مولانا احتشام الحق تھانویؒ

تاریخ پیدائش ۱۳۳۳ھ۔۱۹۱۵ء

تاریخ وفات ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ ضلع مظفر نگر یوپی (ہندوستان) کے مشہور صدیقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۳۳۳ھ۔۱۹۱۵ء کو ہوئی۔ (۹۶) آپ کے والد کا نام مولانا ظہور الحقؒ (۹۷) تھا، جن کا شمار بڑے جید اور پرہیزگار عالمِ دین میں ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی چھوٹی ہمشیرہ تھیں۔ آپ نے بچپن کے ایام مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس ہی گزارے۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ فارسی کی بیشتر کتابیں میرٹھ میں مولانا اختر شاہ سے پڑھی۔ عربی کی تعلیم ابتدائی دنوں میں مولانا عبداللطیفؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی زیر سرپرستی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں حاصل کی۔

۱۳۴۸ھ۔۱۹۳۰ء میں دارالعلوم دیوبند جس کا شمار برِ صغیر کے نامور دینی تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے، وہاں داخل ہوئے اور سات سال بعد ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۷ء میں حدیث، تفسیر، فقہ، ادب، فلسفہ وکلام اور جملہ دینی علوم میں امتیازی حیثیت سے کامیابی حاصل کر کے فارغ ہوئے۔ (۹۸)

تحریکِ پاکستان میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا کردار:

تحریکِ پاکستان کے حوالے سے ان کی خدمات کے متعلق علامہ سیّد سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں:

دو بھائیوں نے چلنا شروع کیا، ایک کچھ آگے تھا اور دوسرا پیچھے۔ پیچھے والے بھائی نے کچھ قدم تیز بڑھا کر آگے والے بھائی کو پیچھے کر دیا۔ مراد یہی تھی کہ ہندو سیاست کے میدان میں مسلمانوں سے پیچھے تھا، مگر بعد میں کچھ آگے نکل گیا۔ تحریک کے اس مرحلے تک تمام علماء دیوبند جن میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمود حسنؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ادریس کاندھلویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ وغیرہ علماء متفقہ طور پر تحریک کے ساتھ وابستہ تھے۔ (۹۹)

لیکن ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۷ء میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ ہندوؤں کے شانہ بشانہ اس تحریک میں شمولیت مسلمانوں کو اگر انگریزوں کی غلامی سے تو نجات دلا دے گی مگر مسلمان پھر ہندوؤں کی غلامی میں

جتلا ہوجائیں گے۔

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کا شمار علماء کے اس طبقے میں کیا جاتا ہے کہ جس نے تحریک پاکستان کے لیے زبردست خدمات سرانجام دیں۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے تمام عمر اسلام اور پاکستان کی خدمت میں بسر کی۔ انڈین نیشنل کانگریس (۱۳۰۲ھ۔۱۸۸۵ء) اور انگریزوں کا گٹھ جوڑ جب کھل کر سامنے آگیا تو آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی معیت میں مردانہ وار مسلم لیگ کی حمایت میں پورے ہندوستان کا طوفانی دورہ کیا اور سینکڑوں مجلسوں اور جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے عمل کو سرگرمی سے ہمکنار کیا۔

صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہمراہ مل کر شب و روز کام کیا اور اپنی دلآویز خطابت سے لوگوں کو بے حد متاثر کیا۔ آپ کی زبان و قلم نے تمام عمر جرأت و بے باکی کے ساتھ دینِ اسلام، نظریہ پاکستان اور ملک و ملت کے بنیادی حقوق کے لیے جہاد کیا اور اپنے مجاہدانہ کردار و گفتار سے شاندار روایات قائم کیں۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ تحریکِ پاکستان اور دو قومی نظریہ کے بہت بڑے داعی و حمایتی تھے۔ آپ کی پوری سیاسی زندگی دو قومی نظریہ اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ اور دفاع کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ (۱۰۰)

دستور اسلامی کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی جدوجہد:

قیامِ پاکستان کے بعد مملکتِ پاکستان کو بے شمار مسائل نے آگھیرا، ان ہی مسائل میں ایک اہم اور بڑا مسئلہ دستور سازی کا تھا۔ دستور کی تشکیل و ترتیب کے مسئلہ کے حل کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء کار نے انتھک محنت کی، ان ہی اکابر میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ بھی شامل تھے۔ پاکستان جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے انتھک جدوجہد کی اور پاکستان کی دستور سازی میں عظیم خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلے میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ خود فرماتے ہیں:

”پاکستان کے معرضِ وجود میں آتے ہی پاکستان کو عوامی امنگوں کے مطابق اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کا آغاز ہوگیا اور لیاقت علی خان کی ایماء پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے اسلامی آئین کا خاکہ تیار کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لیے مجھے (احتشام الحق تھانویؒ) ہندوستان بھیجا تاکہ میں مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ (۱۳۷۵ھ۔۱۹۵۶ء) (۱۰۱) مولانا مفتی محمد شفیعؒ، (۱۰۲) علامہ سید سلیمان ندویؒ (۱۰۳) اور ڈاکٹر حمید اللہ (۱۰۴) کو پاکستان لاسکوں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کو ہندوستان سے بلائیں تاکہ تعلیماتِ اسلامی بورڈ جلد از جلد اسلامی آئین تیار کر سکے۔ ۱۳۶۹ھ۔۱۹۴۹ء کو پاکستان آنے کی دعوت دی۔ جب پہلا مسودہ آئین سامنے آیا تو وہ قطعاً غیر اسلامی تھا، اس موقع پر ملک بھر کے مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ ممتاز علماء کراچی میں جمع ہوئے اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر یہ اجتماع منعقد ہوا تھا۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور ان کے رفقاء

کار نے ۲۲ نکات پیش کیے (۱۰۵) ۳۱ علمائے کرام جنہوں نے مملکت کے بنیادی دستور مرتب کرنے میں شرکت کی۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱)	علامہ سید سلیمان ندویؒ	صدر مجلس
(۲)	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	امیر جماعت اسلامی پاکستان
(۳)	مولانا شمس الحق افغانیؒ	وزیر معارف ریاست قلات
(۴)	مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ	استاذ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو الہ یار سندھ
(۵)	مولانا احتشام الحق تھانویؒ	مہتمم دارالعلوم اسلامیہ، اشرف آباد سندھ
(۶)	مولانا عبدالحامد قادری بدایونیؒ	صدر جمیعت العلمائے پاکستان، سندھ
(۷)	مولانا مفتی محمد شفیعؒ	رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام مجلس دستور ساز پاکستان
(۸)	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	شیخ الجامعہ عباسیہ، بہاول پور
(۹)	مولانا خیر محمد جالندھریؒ	مہتمم مدرسہ خیر المدارس، ملتان شہر
(۱۰)	مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ	مدرسہ اشرفیہ نیلا گنبد، لاہور
(۱۱)	پیر صاحب، محمد امین الحسناتؒ	مانکی شریف، سرحد
(۱۲)	مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ	شیخ التفسیر دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد، سندھ
(۱۳)	مولانا حاجی محمد امینؒ	خلیفہ حاجی ترنگ زئی، المجاہد آباد، پشاور، صوبہ سرحد
(۱۴)	قاضی عبدالصمد سربازیؒ	قاضی قلات، بلوچستان
(۱۵)	مولانا اطہر علی سلہٹیؒ	صدر عامل جمیعت العلمائے اسلام، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)
(۱۶)	مولانا ابوجعفر محمد صالحؒ	امیر جمیعت حزب اللہ، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)
(۱۷)	مولانا راغب احسنؒ	نائب جمیعت العلمائے اسلام، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)
(۱۸)	مولانا محمد حبیب الرحمٰنؒ	نائب صدر جمیعت المدرسین سرسینہ شریف، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)
(۱۹)	مولانا محمد علی جالندھریؒ	مجلس احرار اسلام، پاکستان
(۲۰)	مولانا داؤد غزنویؒ	صدر جمیعت العلمائے حدیث، مغربی پاکستان
(۲۱)	مفتی جعفر حسین مجتہدؒ	رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام مجلس دستوری، پاکستان
(۲۲)	مفتی حافظ کفایت حسین مجتہدؒ	ادارہ عالیہ تحفظ حقوق شیعہ، پاکستان لاہور
(۲۳)	مولانا محمد اسمٰعیلؒ	ناظم جمیعت اہلِ حدیث
(۲۴)	مولانا حبیب اللہؒ	جامعہ دینیہ دارالہدیٰ، ٹیڑھی، خیر پور سندھ

(۲۵)	مولانا احمد علی لاہوریؒ	امیر انجمن خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ، لاہور
(۲۶)	مولانا محمد صادق کراچویؒ	مہتمم مدرسہ مظہر العلوم، کھڈہ کراچی، سندھ
(۲۷)	پروفیسر عبدالخالقؒ	رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام، مجلس دستوری، پاکستان
(۲۸)	مولانا شمس الحق فریدپوریؒ	صدر مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)
(۲۹)	مفتی محمد صاحب دادؒ	سندھ مدرسۃ الاسلام، کراچی، سندھ
(۳۰)	مولانا ظفر احمد انصاریؒ	سیکریٹری بورڈ آف تعلیمات اسلام، مجلس دستور ساز، پاکستان
(۳۱)	پیر محمد ہاشم مجددیؒ	ٹنڈو سائیں داد، سندھ(۱۰۶)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو مختلف الخیال علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں عظیم دشواریوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا، مگر اس نازک موقع پر آپ نے ہمت نہیں ہاری اور آخر کار سب کو ایک جگہ جمع کر کے پہلو بہ پہلو بٹھانے میں کامیاب ہوگئے۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے یہ تجویز پیش کی کہ اس اجتماع کے فیصلہ کو مطالبہ کی صورت میں حکومتِ پاکستان کے سامنے رکھا جائے۔ بعض تجزیہ گاروں کے مطابق اس موقع پر جماعت اسلامی کے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا چونکہ یہ اجتماع اپنا فیصلہ مطالبہ کی شکل میں حکومتِ پاکستان کے سامنے رکھنا چاہتی ہے، اس لیے میں ایسے اجتماع کی کارروائی میں حصہ لینے سے قاصر ہوں، کیونکہ میرا حکومت سے مطالبہ کرنے والے اجتماع میں شریک ہونا، اس حکومت کو تسلیم کرتا ہے جس کو جماعت اسلامی بے دین تصور کرتی ہے۔“ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے اس بیان پر علماء کی کمیٹی حیران ہوگئی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اس موقع پر اس بات کی ہر ممکن کوشش کی کہ علماء کے اتحاد میں دراڑ نہ پڑے اور کوئی گروہ علیحدگی اختیار نہ کرے، چنانچہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو شریک اجلاس رکھنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ حکومت سے اسلامی دستور کا مطالبہ پیش کرنے کے لیے کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس غرض کے لیے کام کرنا چاہیے کہ اگر کسی وقت دنیا کے کسی حصہ میں مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو جائے تو ایسی حکومت کے بنیادی اصول کیا ہونے چاہیے۔ چنانچہ اس نقطہ کی وضاحت کرتے ہوئے علماء کے اس اجلاس میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے فرمایا: ”اسلامی مملکت کے بنیادی اصول“ کے نام سے شائع کی۔ (۱۰۷)

سیکولر اسٹیٹ کے قیام کا تصور اور اس نظریے کا رد:

عوام کی اُمنگوں اور علمائے کرام کی انتھک کوششوں سے دستوری سفارشات مرتب کرنے کی کوششیں شروع کردی گئی تھیں اور سفارشات کو مرتب کرنے کی ذمے داری سیّد سلیمان ندویؒ کو سونپ دی گئی تھی، جن کی ذات پر ہر فرقہ اور مکاتب کے لوگوں کو اعتماد تھا، مگر پاکستان اپنے مخلص بانیوں قائداعظم محمد علی جناح (۱۹۴۸ء) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۹۴۹ء) اور لیاقت علی خان (۱۹۵۱ء) سے محروم ہونے کے بعد مجموعی طور پر ایسے طبقہ کے لوگوں کے ہاتھوں میں پھنس کر رہ گیا، جس کو اسلام اور

دستور اسلامی سے کوئی واسطہ نہ تھا، جس کی خاطر پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا، جس کے لیے لاکھوں افراد نے جانی و مالی قربانیوں کا نذرانہ پیش کیا۔ بعض تجزیہ نویسوں کے بقول مفاد پرست عناصر کو اسلام اور پاکستان سے زیادہ اپنا مفاد عزیز تھا اور وہ سیاسی جوڑ توڑ اور اپنے اقتدار کے تحفظ کی فکر میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ ان سماج دشمن اور اسلام و پاکستان دشمن عناصر نے اپنے ذہن میں تصور قائم کر رکھا تھا کہ اقتدار کی کرسی ہمیشہ ان کے ہاتھوں میں رہے گی۔ اس لیے وہ تدوین آئین کے مسئلے کو اپنی ذاتی عینک سے دیکھ رہے تھے۔ اسلامی، قومی اور پاکستانی نقطہ نظر سے نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر علمائے کرام اور ملک کے عوام نے سیکولر نظریات کے خلاف آواز بلند کی۔ (۱۰۸)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور نفاذِ اسلام کانفرنس:

پاکستان کو ایک لادینی اور سیکولر ریاست کی جانب دھکیلنے والے لادینی اور سیکولر نظریات کے حامی لوگوں کے خلاف علماء و مشائخ نے پُر زور احتجاج بلند کیا اور ارباب حکومت و اقتدار کو اپنا فرض جتلانے کی غرض سے ۱۳۷۲ھ۔ ۱۴۔۱۵ نومبر ۱۹۵۲ء کو ڈھاکہ میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ ناظم اعلیٰ جمعیت العلمائے اسلام تھے۔ اس نفاذِ اسلام کانفرنس کے متعلق مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ پچاس ہزار سے زائد علمائے کرام اور ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے شرکت کی اور حکومت ارباب اقتدار کو یہ باور کرایا گیا کہ

(۱) پاکستان کے دستور کا کوئی جزو، کوئی گوشہ اور کوئی دفعہ اگر اسلامی نظام کے خلاف ہوا تو وہ دستور ہرگز اسلامی نہ کہلائے گا۔

(۲) کسی ایسے دستور کو ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، جو بنایا گیا ہو اسلام کے نام پر لیکن اس میں اسلامی رُوح کارفرما نہ ہو۔

(۳) یہ مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایک ایسا فیصلہ جس کو منوانے کی خاطر وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ (۱۰۹)

مسلم لیگ نے تحریک پاکستان کے دوران یہ وعدہ کیا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی۔ لیکن تشکیل پاکستان کے بعد نفاذ اسلام کے معاملے میں پس و پیش سے کام لیا گیا چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حکومت وقت پر نفاذ اسلام کے لیے زور دیا۔ علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس نے ۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد کے نام سے ایک تجویز لیاقت علی خاں کے ذریعے پاس کرائی، اس طرح علماء نے دستور سازی میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ (۱۱۰) علمائے کرام کا مقصد جو وہ اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے کہ قیام پاکستان سے مراد ایسی اسلامی سلطنت کو وجود میں لانا ہے جو بتدریج خلافت الٰہیہ کے طریقے پر منہاج حکومت قائم کرنے پر منتج ہو، اصولاً ہونا یہ چاہیے تھا کہ قیام پاکستان کے بعد سے ہی اسلامی نظام کے نفاذ کی کوشش کی جاتی لیکن وفات قائداعظم (۱۹۴۸ء) کے بعد سیاسی حالت ایک پیچیدہ کشمکش کا شکار ہوگئی۔ اقامت دین کے سلسلے میں کوتاہیاں برتی گئیں اور بیگانہ نظریات کو پروان چڑھایا گیا۔ (۱۱۱)

وزراء و علماء کانفرنس اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ:

وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۴ء) (۱۱۲) کی دعوتِ خاص پر ۱۳۷۲ھ۔ ۱۹ نومبر ۱۹۵۲ء کو علماء کی وزراء

کانفرنس منعقد کی گئی۔ جن علمائے کرام نے وزراء کانفرنس میں شرکت کی ان کے نام یہ ہیں:

(۱)	مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ (۱۸۷۸ء۔۱۹۶۱ء)	رئیس الخلفاء، دربار اشرفیہ
(۲)	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۹۰۰ء۔۱۹۷۴ء)	شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ لاہور
(۳)	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۴ء)	شیخ الحدیث، دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار
(۴)	مولانا اطہر علی سلہٹیؒ (۱۸۹۱ء۔۱۹۷۶ء)	مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)
(۵)	مولانا احتشام الحق تھانویؒ (۱۹۱۵ء۔۱۹۸۰ء)	کراچی
(۶)	مولانا شمس الحق فرید پوریؒ (۱۹۱۹ء۔۱۹۶۹ء)	مہتمم اشرف العلوم، ڈھاکہ
(۷)	مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۸۹۵ء۔۱۹۷۰ء)	مہتمم خیر المدارس، ملتان
(۸)	مولانا عبد الحقؒ (۱۸۹۳ء۔۱۹۷۰ء)	اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور
(۹)	مولانا محمد داؤد غزنویؒ (۱۸۹۵ء۔۱۹۶۳ء)	صدر جمعیت اہل حدیث، لاہور
(۱۰)	مولانا مفتی دین محمدؒ (۱۸۹۱ء۔۱۹۵۵ء)	ناظم جمعیت العلمائے اسلام

وزیراعظم ناظم الدین سے ملاقات کرنے علماء کا یہ وفد وزیراعظم ہاؤس گیا۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اپنے دیگر علمائے کرام کا تعارف کرایا، سردار عبد الرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء)، مولوی تمیز الدین (۱۸۸۹ء۔۱۹۶۰ء)، وزراء کے آمنے سامنے ان علمائے کرام نے دستور اسلامی کی مکمل وضاحت کی۔ علمائے کرام نے وزراء اور دیگر لوگوں کے سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا اور دستور اسلامی کے علمی وسیاسی فوائد بھی بیان کردیے کہ علمائے کرام کی طرف سے حکومت کو یہ باور کرایا گیا کہ اگر دستور اسلامی سے ایک انچ بھی انحراف کیا گیا تو پاکستان میں ایک ایسا طوفان آئے گا کہ جس میں آپ کے اقتدار کی کرسی کا خاتمہ ہوجائے گا۔ خواجہ ناظم الدین نے علماء کو یہ باور کرایا کہ آپ اطمینان رکھیں انشاء اللہ عوام کی خواہشات کے مطابق دستور بنایا جائے گا اور علمائے کرام کے پیش کردہ ۲۲ نکات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ (۱۱۳)

مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے جمعیت العلمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے رکھا، جہاں بھی گئے اسلام اور نظریہ پاکستان کے حوالے سے بات کی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو دو چیزوں سے عشق تھا، اسلام اور پاکستان، ان کی تمام تگ ودو اور جدوجہد اسی سے مزین تھی۔

وفات:

مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے پاکستان میں اسلام اور جمعیت العلمائے اسلام کے احیاء کے لیے ساری عمر وقف کردی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ ہندوستان کے دورے پر گئے ہوئے تھے جہاں ۱۴۰۰ھ۔ ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء بروز جمعۃ المبارک آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ (۱۱۴)

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ

تاریخ پیدائش ۱۲۹۵ھ - ۱۸۷۸ء

تاریخ وفات ۱۳۷۵ھ - ۱۹۶۱ء

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ ۱۸۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ (۱۱۵) آپ کے والد کا نام مولانا اللہ دادؒ تھا، جن کا شمار ایک بڑے محدث اور جید عالمِ دین کے طور پر ہوتا تھا۔ (۱۱۶) مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی۔ فارسی اور قرآن حکیم کی تعلیم راولپنڈی کے مشہور عالمِ دین قاضی محمد نورؒ سے حاصل کی۔ منطق اور فلسفہ کی تعلیم اپنے زمانے کے ایک بے بدل عالم مولانا محمد معصومؒ سے حاصل کی۔ بقیہ علوم کی تکمیل کے لیے امرتسر چلے گئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورے پر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں پر آپ کو وقت کے عظیم اساتذہ کا ساتھ میسر آیا۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

تحریکِ پاکستان میں مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا کردار:

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ مولانا اشرف تھانویؒ کے ایک نامور سپاہی تھے۔ آپ نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ تحریکِ پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ کے حلقہ سیاست میں خود کو لے کر چلے گئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے اکابرین نے دن رات تحریکِ پاکستان کے لیے کام کیا۔ مولانا محمد حسن امرتسریؒ نے تحریکِ پاکستان کے الیکشن کے زمانے میں اپنی سیاسی بصیرت اور تعلیمی صلاحیتوں کا برملا اظہار کیا۔ امرتسر اور اس کے قرب و جوار کے الیکشنوں میں مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ امرتسر کے بے شمار مسلمانوں نے مولانا محمد حسن امرتسریؒ کی قائدِاعظم اور ان کے نصب العین "قیامِ پاکستان" سے دلچسپی اور رجحان کے باعث مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دے کر واضح برتری سے کامیاب کرایا۔ (۱۱۷)

پاکستان میں عوام مذہب کے معاملے میں سنجیدہ ہیں اور مذہب کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ ایک نظریاتی ریاست ہے اور مذہب کے نام پر اس کی تشکیل ہوئی ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور اسلام وہ دین ہے جس میں دیگر دوسرے مذاہب کے عقائد کو برداشت کرنے کی قوت موجود ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی نجات، سلامتی، ترقی اور تابناک مستقبل کی ضمانت ایک الگ آزاد ریاست کے قیام ہی میں مضمر تھا۔ جہاں وہ آبرومندانہ زندگی بسر کر سکیں۔ (۱۱۸)

علماء اسلام نے تحریکِ پاکستان کے زمانے میں لوگوں کو مذہب اور سنت رسول ﷺ کے اتباع کی طرف خاص توجہ دلائی اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرماتے کہ موجودہ نظام سیاست میں علماء اسلام کا گامزن ہونا اور اپنی آواز کو موثر بنانا اور موجودہ نظام سیاست میں داخل ہو کر حکومت وقت کے حملوں سے اسلام کی مدافعت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس لیے علماء کا ہمیشہ یہ استدلال رہا کہ

نظام سیاست کو بے دین لوگوں کے ہاتھوں میں جانے سے بچایا جائے تاکہ اسلام کے فروغ میں آسانی اور سہل ہو۔ (۱۱۹)

بعض دانش وروں کے نزدیک تقسیم ہندوستان کے حامی علماء کی رائے یہ تھی کہ آزاد برِ صغیر میں مسلمانوں کے مفادات کا سوال بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ انگریز سے نجات حاصل کرنے کا اور یہ مسئلے طے کیے بغیر آزادی کی منزل اور جدوجہد کا آگ بجھانا نہیں بلکہ ایک آگ کی جگہ دوسری اس سے بھی زیادہ خطرناک آگ لگانا ہے۔ جس کو بجھانا صدیوں تک ممکن نہ ہو۔ اس طرح کی آزادی مرض کا علاج نہیں بلکہ ایک مرض کی جگہ اپنے کو دوسرے دائمی روگ لگانا اور سامراج کی جگہ رام راج کو مسلط کرنا ہے۔ (۱۲۰) اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں مداخلت نہیں کی اور نہ ہی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ اسلام نے لوگوں کے مذہب کو جبر کے ساتھ تبدیل کرنے کا کبھی قصد نہیں کیا۔ (۱۲۱)

مولانا محمد حسن امرتسریؒ اسلام کی سربلندی کے آرزومند تھے اور اسی لیے قیامِ پاکستان کی تحریک میں خود کو شامل کیا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایماء پر مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے امرتسر میں تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں خاموش لیکن بے انتہا کام کیا۔ ۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳ء سے ۱۳۶۶ھ۔۱۹۴۷ء کے چار سالوں میں مسلم لیگ کے لیے اپنی جدوجہد تیز کردی اور قیامِ پاکستان کی تحریک میں بھرپور انداز میں شرکت کی۔ (۱۲۲)

دستورِ اسلامی کی تیاری میں کردار:

محققین کے نزدیک دارالعلوم دیوبند کے علمائے کرام نے تحریکِ پاکستان کے لیے زبردست انداز میں کام کیا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہم خیال علماء میں جہاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنا کردار بہ احسن طور پر انجام دیا۔ ان ہی ناموں میں ایک نام مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا بھی ہے۔ ان لوگوں نے تحریکِ پاکستان کو اس لیے کامیابی سے ہم کنار کرایا کہ پاکستان میں قرآن وسنت کا نظام رائج کیا جائے گا اور قیامِ پاکستان کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا اور اسی نظریہ اور تصور کو حاصل کرنے کے لیے بے شمار مسلمانوں نے جان و مال کی قربانیوں کا نذرانہ پیش کیا۔ مگر بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کے بعد کچھ مغرب پرست عناصر اپنے ان خیالات کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہوگئے کہ اوّل تو اسلام میں سرے سے کوئی دستورِ مملکت نہیں ہے اور بہ فرضِ محال ہو بھی تو مختلف فرقوں کے علماء کسی ایک دستور پر ہرگز ہم خیال اور متفق نہیں ہوسکتے۔ عام طور پر ایسے لوگوں کی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے عوام الناس سے پوچھا جاتا تھا کہ بلا شک و شبہ اسلام برحق ہے، لیکن آپ کون سا اسلام چاہتے ہیں، دیوبندیوں کا، اہلِ حدیث کا، شیعوں کا یا سنیوں کا، باالفاظ دیگر گویا صاف الفاظ میں کہا جاتا تھا کہ پاکستان جس کا مقصد یعنی لا الہ الا اللہ کے لیے معرضِ وجود میں آیا، اس پر عمل پیرا ہونا قطعی ناممکن ہے اور گویا ملک کے اتحاد اور اتفاق کا تقاضا یہ ہے کہ انگریز آقاؤں کی غلامی کی زنجیر سے جوں کا توں اپنے دست و پا کو جکڑا رہنے دیا جائے۔ (۱۲۳)

بعض لوگوں کے مطابق جمعیت علمائے اسلام کے قائدین کا نظریہ یہ تھا کہ اس وقت برصغیر کی پیچیدہ صورتحال ہے اور اس کا واحد حل صرف اور صرف یہ ہے کہ پاکستان حاصل کیا جائے۔ ورنہ دوسری صورت میں ہندو اکثریت سے بچنا نہایت مشکل ہوگا۔ پشاور کے جلسہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ سیاسی طور پر بھی اور شرعی طور پر بھی ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی قومی جماعت جو اسوقت مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اس کا ساتھ دے تاکہ حصول پاکستان کا سفر آسان ہو، یہی امت مسلمہ کے لیے مفید ہے اور موجودہ ہندوستان کی پیچیدہ صورتحال کا حل صرف اور صرف قیام پاکستان میں ہے۔ (۱۲۴) تجزیہ نگاروں کے مطابق یہ حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کی موثر اور واضح دینی حمایت علماء دیوبند کی طرف سے ہوئی ہے جو علماء دیوبند متحدہ ہندوستان اور کانگریس کے ہم خیال تھے اس وقت کی سیاست میں مسلم لیگ اور جمعیت العلمائے ہند مسلمانوں کی دو ہی جماعتیں نمایاں تھیں اس کے ساتھ حمایت پاکستان کا سہرا علماء دیوبند کے سر جاتا ہے۔” (۱۲۵)

کہا جاتا ہے کہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے لادینی نظریات کے مہلک اثرات کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا اور اس کا حل بھی پیش کر دیا۔ آپ نے مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام کو کراچی میں مدعو کیا تاکہ ایک ایسا دستور مملکت تیار کیا جاسکے جس پر علمائے کرام کا ہر فرقہ متفق اور ہم خیال ہو۔ مولانا محمد حسن امرتسریؒ علمائے کرام کے اس اجلاس میں بھی شریک تھے اور آپ کی بیان کی ہوئی رائے کو بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، کیوں کہ آپ ہمیشہ سے اس بات کے قائل تھے کہ نظریات و خیالات میں اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن اس اختلاف کی بناء پر کسی شخص پر کفر و شرک کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا تاوقتیکہ کفر و شرک کھل کر سامنے نہ آجائے۔ (۱۲۶)

مفکرین اسلام کے نزدیک اسلام ایک عقیدہ ہے۔ جس کے بیج سے شریعت کی کونپل پھوٹتی ہے اس شریعت پر ایک نظام قائم ہوتا ہے اگر ہم اسلام کو ایک درخت سے تشبیہ دیں تو عقیدہ اس کا بیج، شریعت اس کا تنا اور نظام شرعی اس کا پھل ہے۔ تنا بیج کے بغیر جڑ نہیں پکڑ سکتا اور اس بیج کی کوئی قدر و قیمت نہیں جس سے تنا نہ نکلے۔ اس تنے کا کوئی فائدہ نہیں جو پھل نہ دے اس لیے اسلام نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اس کی شریعت ہی زندگی کی حاکم ہو۔ (۱۲۷) تحریک پاکستان کے زمانے میں علماء، بانیٔ پاکستان اور لیاقت علی خان کی طرف سے اسلامی تشخص کی بات کی گئی تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کے بعد بھی اپنا موقف برقرار رکھا اور ایسے بیانات دیے جو اسلام اور اسلامی نظام کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ بعض مکاتب کے اہل قلم و مورخین کے نزدیک مسلم لیگ کی اعلیٰ قیادت اسلامی اصولوں سے انکار نہیں کرسکتی تھی لیکن اقلیتی صوبوں سے آئے ہوئے انتظامی عہدیداران مکمل طور پر سیکولر اور مغرب زدہ تھے اور وہ اسلامی رنگ سے خائف تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات (۱۹۴۹ء) اور لیاقت علی خان کی شہادت (۱۹۵۱ء) کے بعد بیوروکریسی اور سیکولر لیگی رہنماؤں کو پورا موقع مل گیا کہ وہ پاکستان میں اسلامی تشخص کے مقاصد کو اجاگر نہ ہونے دیں۔ اس میں کچھ حصہ قادیانیوں اور دوسرے فرقوں کا بھی تھا۔ (۱۲۸)

علماء اور مسلم لیگ کی سیاسی جدوجہد میں اسلامیان ہندوستان نے جس جرأت و استقلال کا ثبوت دیا اس نے ہندوستان کو تقسیم کرکے ایک نئے اسلامی ملک ”پاکستان“ کی بنیاد رکھ دی۔ اسلامیان ہندوستان نے آخرکار ایک طویل جدوجہد کے بعد اپنا کھویا ہوا وقار اور مقام حاصل کرلیا۔ جس کے لیے انہوں نے ان گنت اذیتیں برداشت کیں ناقابل تلافی نقصان سہے، بے

شمار قربانیاں دیں۔ قدرت نے آخر کار ان کو ان کی قربانیوں کا پھل مملکت پاکستان کی شکل میں "بہ طور امانت" عطا کیا۔ (۱۲۹)

۳۱ علماء کے اجتماع میں شرکت:

۱۳۷۳ء۔ ۱۹۵۳ء میں بنیادی اصول اسلامی مملکت پاکستان پر غور و خوض اور ضروری ترمیم و اضافہ کرنے کے لیے ۳۱ علمائے کرام کا اجتماع کراچی میں ہوا۔ مولانا محمد حسن امرتسریؒ اپنی ناسازی طبیعت، درویشانہ صفت اور بے تعصبی کے باعث حسب سابق اس اجتماع میں بھی رُوحِ رواں کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی رائے اور مشورے کو حتمی تصور کیا جاتا تھا اور اس پر ہر طبقہ کے علمائے کرام سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر فرمایا کرتے تھے۔ (۱۳۰)

بیشتر تجزیہ نگاروں کے نزدیک مسلمانان ہندوستان کی انتہائی خوش نصیبی رہی ہے کہ ان کے علماء دین ابتداء سے ملکی تحریک کے نہ صرف حامی رہے بلکہ اس پر اپنی جانیں فدا کرتے رہے ہیں چنانچہ کانگریس کے قائم ہوتے ہی علماء نے اس میں شرکت نہ کرنے کے فتوی دینے شروع کیے۔ (۱۳۱) علامہ شبلی نعمانیؒ (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء) (۱۳۲) اور مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) (۱۳۳) نے مسلمانوں کو ملکی سیاست کی طرف راغب کیا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۱۸۵۱ء۔ ۱۹۲۰ء) (۱۳۴) نے کامل جمہوری حکومت کا منصوبہ قائم کیا۔ دین اور حکومت کی علیحدگی اسلام میں نہیں ہے کوئی حکومت دین کے بغیر نہیں اور کوئی دین شریعت اور نظام کے بغیر نہیں۔ (۱۳۵)

جمعیت العلمائے اسلام کی صدارت:

بعض روایتوں کے مطابق تحریکِ پاکستان کے زمانے میں علمائے کرام کا دو بڑا طبقہ مسلمانوں کی سیاسی تربیت کے لیے میدانِ سیاست میں سرگرمِ عمل تھا۔ ایک طرف کانگریس کے حامی علماء متحدہ قومیت کی باتیں کر رہے تھے، جب کہ علماء کا دوسرا طبقہ جداگانہ قومیت، جمعیت العلمائے اسلام اور مسلم لیگ کے مفادات کا دفاع اور تحفظ کر رہی تھی۔ متحدہ ہندوستان اور کانگریس کی حمایت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کر رہے تھے، جبکہ مسلم لیگ، قائداعظم جداگانہ قومیت اور قیامِ پاکستان کی حمایت جمعیت العلمائے اسلام کے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کر رہے تھے (۱۳۶)۔ ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۴۹ء کراچی میں جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس میں آپ کو جمعیت العلمائے اسلام کا صدر منتخب کیا گیا۔

وفات:

مولانا محمد حسن امرتسریؒ نے پاکستان میں اسلامی نظام کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ باطل نظریات کے خلاف بھی عملی جہاد کیا۔ آپ کا انتقال ۱۳۸۱ھ۔ کیم جون ۱۹۶۱ء کو ہوا۔ (۱۳۷)

مولانا احمد علی لاہوریؒ

تاریخ پیدائش ۱۳۰۳ھ-۱۸۸۶ء

تاریخ وفات ۱۳۸۱ھ-۱۹۶۲ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا احمد علی لاہوریؒ ۱۸۸۶ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ (۱۳۸) آپ کے والد کا نام شیخ حبیب اللہ تھا۔ (۱۳۹) آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا عبدالحق اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ (۱۴۰) سے حاصل کی۔ آپ کے گھر کا ماحول دینی اور علمی طور پر تسلی بخش تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے زیرِ تربیت آپ میں ان ہی کے اوصاف حمیدہ پیدا ہوتے چلے گئے اور وہ اپنے استاد کی طرح انگریزوں کے خلاف نظریات رکھتے تھے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کی روشن خیالی، علمی لگن اور بلند کردار و عمل کو دیکھ کر مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے انہیں اپنی دامادی میں قبول کرلیا۔ (۱۴۱)

پاکستان ایک نظریاتی ریاست اور دو قومی نظریہ کا مرہون منت ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں نے پاکستان کو اس لیے حاصل کیا کہ وہ اپنے مذہب اور تہذیب وثقافت کو برقرار رکھ سکیں لیکن پاکستان کے قیام کے بعد یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے چنداں کوشش نہیں کی گئی قائداعظم محمد علی جناح کی وفات اور لیاقت علی خان کی شہادت نے نوزائیدہ مملکت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور سیاست پاکستان خود غرض سیاستدانوں کی بھینٹ چڑھ گئی جہاں سیاسی فضا خراب ہوئی وہاں زندگی کے ہر شعبے میں مسلمہ اقدار کو فنا کیا گیا۔ (۱۴۲)

تاریخی بیانات کے مطابق قیام پاکستان کوئی منفرد واقعہ نہیں ہے بلکہ اسلام کی تاریخ ملی سے منسلک اور مربوط واقع ہے تحریک پاکستان درحقیقت مسلمانوں کی ملی تاریخ کے دھارے سے پھوٹی ہوئی ایک شاخ ہے۔ (۱۴۳) ۱۳۶۹ھ-۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد کا پاس ہونا اسلامی تشخص کی کامیابی تھی اور اس کا سہرا مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور لیاقت علی خان کے سر جاتا ہے۔ (۱۴۴)

بقول محسن بھوپالی:

”نیرنگی دوراں سیاست تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے“

تحریکِ پاکستان اور نفاذِ اسلام کے لیے کردار:

مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے استاد مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے نظریات کو اپنی زندگی کا مشن بنائے رکھا۔ آپ نے تحریک

خلافت (۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء-۱۳۴۲ھ-۱۹۲۴ء) کے بعد سے انجمن حمایت اسلام (۱۳۵۱ھ-۱۹۳۳ء) کی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینا شروع کیا۔ آپ کی کارکردگی کی بناء پر آپ کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے رکن مقرر ہوئے پاکستان بن جانے کے بعد ۱۳۷۰ھ-۱۹۵۰ء میں اس انجمن کے نائب صدر منتخب ہوئے۔

۱۳۶۶ھ-۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا، اس موقع پر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تمام تر کوششیں اس ملک کی تعمیر و ترقی اور اس کے اندر اسلام کے فروغ کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ ۱۹۵۶ء میں پاکستانی علمائے کرام کی تنظیم جمعیت العلمائے اسلام کا احیاء ہوا تو آپ مغربی پاکستان میں صدر منتخب ہوئے اور آخر عمر تک اس عہدے پر فائز رہے۔(۱۴۵)

قیام پاکستان کے بعد مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس ملک کی تعمیر و ترقی اور فروغ اسلام کے لیے وقف کردیں۔ برصغیر میں انگریزوں نے جب مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازش تیار کی تو اس کی تعلیمات کے خلاف آپ نے منظم تحریکیں چلائیں آپ نے مرزائیت کے خلاف اپنی کوششیں پاکستان بن جانے کے بعد بھی جاری رکھیں۔ ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء میں اپنی ضعیف العمری کے باوجود "تحفظ ختم نبوت" کی تحریک کے دوران گرفتار ہوئے۔(۱۴۶)

آئین سازی کا مسئلہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہی تھا کہ تحفظ ختم نبوت کی تحریک چلا دی گئی جس کے روح رواں مجلس احرار کے مولانا احمد علی لاہوریؒ تھے۔ تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲ء میں آل مسلم پارٹیز کنونشن کا انعقاد کیا گیا جس میں ہر فرقہ کے علماء شامل تھے جس میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بھی شامل تھے۔(۱۴۷)

مولانا احمد علی لاہوریؒ اور استحکام پاکستان:

مولانا احمد علی لاہوریؒ کی زندگی مسلمانانِ عالم کے لیے ایک پیغام ہے، وہ خود ایک آگاہ و خدا مست عالم، صوفی اور درویش تھے۔ انہوں نے اپنی مثال کا ایسا نمونہ چھوڑا ہے، جس کی تقلید ہر مسلمان کے لیے باعث فخر قرار دی جاسکتی ہے۔(۱۴۸)
مولانا احمد علی لاہوریؒ نے گو زیادہ کام دینی اور مذہبی محاذ پر کیا، لیکن ان کی تعلیمات اور درس و تدریس کے باعث ہزاروں مسلمانوں کو یہ شعور حاصل ہوا کہ مغربی تہذیب و تمدن کی چکا چوند روشنی میں انگریز محض اپنے استعماری مقاصد پورے کرتا ہے اور یہ کہ انگریزی حکومت کی پالیسیاں اقوام عالم کو محکوم اور غلام بنانے پر مدار کرتی ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے مسلمانانِ ہند کی رُوحانی اور دینی بنیادوں پر پیشوائی اور رہنمائی کی آپ فرمایا کرتے تھے:

"پاکستان کے وجود کا دنیا کے نقشے پر اُبھرنا پروردگارِ عالم کا احسان عظیم ہے۔"(۱۴۹)

قیام پاکستان کے بعد آئین سازی کے حوالے سے لیاقت علی خان نے علماء کی رہنمائی میں ۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء میں جب قرارداد مقاصد منظور کی تو اس پر مولانا احمد علی لاہوریؒ نے بھی اپنے اطمینان اور تائید و حمایت کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی

''استحکام پاکستان'' کے عنوان سے اپنے خیالات رقم کیے۔ ''پاکستان کی گراں قیمت'' کے عنوان سے ۱۳۶۶ھ ۔ ۱۹۴۷ء کے خونچکاں حالات کی عکاسی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''اس نعمت کو حاصل کرنے کے لیے جو قیمت ادا کرنی پڑی ہے، اس کے تصور سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے۔ آنکھوں میں اندھیرا آجاتا ہے اور دل ودماغ چکرا کر رہ جاتا ہے جبکہ بدن لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ دس لاکھ سے زائد مرد وزن کی تڑپتی ہوئی لاشوں کا تصور کیجیے جو بے گوروکفن پڑی ہوئی تھیں اور ۶۵ لاکھ سے زائد مسلمانوں کا اپنے وطن سے بے خانماں ہوکر حدود پاکستان میں آجانا بھی ہے، یہ ایک ایسا حادثہ ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔''(۱۵۰)

رُوحانی وسائل وذرائع مولانا احمد علی لاہوریؒ کی نظر میں:

مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ پاکستان میں مادی وسائل کے ساتھ ساتھ رُوحانی وسائل وذرائع بھی پاکستان کے لیے مخصوص ہیں۔ اس کے علاوہ پھر وہ استحکام پاکستان کی خاطر مسلم قوم کا ایک ہمہ پہلو لائحہ عمل بھی بیان کرتے ہیں اور اس لائحہ عمل میں صوم وصلوٰۃ اور جہاد کے ساتھ ساتھ قرآنی تعلیمات کو بھی بہت لازمی اہمیت دیتے ہیں، ان امور ووسائل کی تشریح میں مولانا احمد علی لاہوریؒ نے قائداعظم محمد علی جناح کی کوششوں اوران کی تقاریر کو بھی اہم قرار دیا۔(۱۵۱)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے شیوخ طریقت میں سے بھی تھے قوت باطنی روشن ضمیری میں اس زمانہ میں ان کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔''(۱۵۲)

وفات:

مولانا احمد علی لاہوریؒ کی زندگی سادگی اور خلوص سے لبریز تھی۔ آپ کا شمار ایک عالم باعمل اور درویش صفت بزرگ میں ہوتا ہے۔ آپ کا انتقال ۱۳۸۱ھ ۔ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو لاہور میں ہوا۔(۱۵۳)

مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۰۸ھ۔ ۱۸۹۱ء

تاریخ وفات: ۱۳۸۰ھ۔ ۱۹۶۱ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۱۸۹۱ء کو ہندوستان کے صوبہ ''بہار''(۱۵۴) کے شہر ''پٹنہ''(۱۵۵) میں پیدا ہوئے۔ (۱۵۶) آپ کے والد کا نام حافظ سیّد ضیاء الدین احمد اور دادا کا نام سیّد نورالدین احمد تھا۔ (۱۵۷) چار برس کی عمر میں والدہ کا انتقال ہوا، پرورش کی ذمّے داری والد نے انجام دی۔ ابتدائی تعلیم کے منازل نانا سے حاصل کیے، قرأت کی تعلیم قاری سیّد عمر عاصم عرب سے سیکھی۔ پٹنہ سے پنجاب منتقل ہوکر راجووال میں قاضی عطا محمد سے مدرسہ میں تعلیم و تربیت پاتے رہے۔ ۱۳۳۲ھ۔ ۱۹۱۴ء میں امرتسر چلے گئے۔ امرتسر میں مولانا الحاج نور احمد امرتسریؒ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی، فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم الحاج مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ سے حاصل کی۔ (۱۵۸)

مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زندگی ایک بے مثال خطیب کی تھی، جس پر قوم کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ خطابت اور شعلہ بیانی کے حوالے سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شاید قدرت نے ان کے وجود میں سمویا ہوا تھا، قدرت کی اس دی ہوئی صلاحیت سے انہوں نے اسلام اور اس کے مسلکِ حق کو برصغیر کے گوشے گوشے میں جس خوبی اور خوب صورتی کے ساتھ پہنچایا، وہ ان ہی کا کارنامہ ہے۔ مجلسِ احرار کے پلیٹ فارم سے آپ نے ملک و قوم کی جو عظیم خدمات سرانجام دیں، وہ ایک طویل مدت تک یاد رکھی جائے گی۔ برِ صغیر کا گوشہ گوشہ گواہ ہے، تحریکِ آزادی پاکستان اور ہندوستان کی تاریخ میں انہیں ایک بلند مقام اور عظیم خصوصیت حاصل ہے۔

قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جس کا شیخ اپنے مُرید کی وفات پر پھوٹ پھوٹ کر روئے، اس کی محبوبیت کی کیا انتہا ہوسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیفتگی مُرید کی اعلیٰ قابلیت کا نشان ہوتی ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ حضرت امیر شریعت بے مثال صاحب لسان خطیب ہی نہ تھے بلکہ ایک بے نظیر صاحب دل عارف بھی تھے۔''(۱۵۹)

نفاذِ اسلام و استحکامِ پاکستان کے لیے خدمات:

مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے استحکامِ پاکستان اور نفاذِ اسلام کے لیے مسلم لیگ اور دیگر علمائے کرام جن میں جمعیت

العلمائے اسلام کے معززین علماء شامل تھے، ان کی ہر قسم کی سیاسی، ملی اور دینی مدد کی۔ تحریکِ پاکستان کے زمانے میں گو سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تقسیم ہند کے مخالف تھے، مگر قیامِ پاکستان کے بعد آپ کی لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح سے اختلافات ختم ہو گئے، آپ نے اپنے بیان میں پاکستان کے استحکام اور ترقی کے حوالے سے بیان کیا:

”میری اب آخری رائے یہی ہے کہ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہئیں اور اس کے لیے عملی اقدام اٹھانا چاہیے۔ مجلسِ احرار اسلام کو ہر نیک کام میں حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور خلافِ شرع کام سے اجتناب کرنا چاہیے۔“(۱۶۰)

مسلم لیگ سے مفاہمت:

بعض تجزیہ نگاروں کے بقول مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مسلم لیگ سے اختلافات کے باعث کہتے ہیں:

”مسلم لیگ سے ہمارا اختلاف صرف یہ تھا کہ ملک کا نقشہ کس طرح بنے اور بنیادی اختلاف صرف مرکز کی علیحدگی پر تھا۔ مسلم لیگ بھی فرقہ وارانہ جماعت تھی اور مجلسِ احرار بھی ”ہمارا اور مسلم لیگ کا اختلاف کوئی کفر و ایمان کا اختلاف نہ تھا یہ تو بالکل سطحی اختلاف تھا ہم نے یعنی مجلسِ احرار نے اپنی تیس سال کی محنت مسلم لیگ اور حکومت کے حوالے کر دی ہے۔“

قائداعظم محمد علی جناح کے حوالے سے مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنے خیالات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”قوم نے فیصلہ کر دیا ہے اور جس دیانت داری سے ہم نے برادری کے فیصلے کو تسلیم کر لیا، اب یہ ملک میرا ہے، میں اس کا وفادار شہری ہوں، جنہوں نے جانا تھا وہ جا چکے، میں یہاں ہوں اور یہیں رہوں گا، یہاں تو میری جنگ کا اختتام ہے اور وہاں جاؤں تو ابھی میری جنگ کا آغاز ہوگا۔“(۱۶۱)

مسئلۂ کشمیر کے متعلق سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نقطۂ نظر:

۱۳۶۸ھ۔ ۱۹۴۸ء مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے مجلسِ احرار کے رضاکاروں کو خطاب کرتے ہوئے جہادِ کشمیر پر جانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا، جس سے آپ کی دفاعِ پاکستان سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ ”کشمیر پاکستان کا جگر ہے رضاکاروں“ دفاعِ پاکستان کے لیے فوج میں بھرتی ہو جاؤ، ہم اپنی خدمات غیر مشروط طور پر حکومتِ پاکستان کے سپرد کرتے ہیں۔ (۱۶۲)

مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کی جماعت نے پورے خلوص کے ساتھ ملک و قوم کی خدمت و تحفظ کا بیڑا اٹھا لیا اور اس سلسلے میں ملک کے قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر میں دفاع کانفرنسوں کا جال بچھا دیا جن کے ذریعے قوم کو ملک و ملت کے تحفظ کے لیے تیار کرنا اور دشمنوں کے آئندہ عزائم سے خبردار کرنے کا کام لیا گیا۔ مجلسِ احرار نے پورے خلوص سے اپنا

کل سرمایہ مسلم لیگ کے سپرد کر دیا۔ (۱۶۳) مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی پاکستان کے بارے میں قبل از قیام و بعد از قیام رائے کیا تھی، اس کی وضاحت ان کے اس قول سے بخوبی ہوتی ہے۔

”یہ قطعہ زمین ہم نے بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے اور تیرہ سو (۱۳۰۰) سال میں آج تک آزادی کے لیے کسی نے اتنی قیمت ادا نہیں کی جتنی ہم نے کی ہے۔ اب اس بیش قیمت ملک کو ہر قیمت پر بچانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔“ (۱۶۴)

ایک مرتبہ ان الفاظ سے پاکستان کے استحکام کے لیے دعا کی۔

”اللہ تعالیٰ پاکستان کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے۔“ (۱۶۵)

وفات:

مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۱۳۸۰ھ۔ ۲۱/اگست ۱۹۶۱ کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (۱۶۶)

* * *

مولانا خیر محمد جالندھریؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۱۲ھ بہ مطابق ۱۸۹۵ء

تاریخ وفات: ۱۳۹۰ھ بہ مطابق ۱۹۷۰ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا خیر محمد جالندھریؒ ۱۳۱۲ھ-۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ (۱۶۷) آپ کے والد کا نام الٰہی بخش اور دادا کا نام خدا بخش تھا۔ (۱۶۸) آپ کا بچپن آپ کے ماموں شاہ محمد کی زیرِ تربیت گزرا۔ ان ہی سے آپ نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ بریلی میں حدیث کی تعلیم مکمل کی جہاں پر آپ کے اساتذہ میں محمد یاسین، سلطان احمد پشاوری وغیرہ شامل تھے۔ صرف ونحو، فقہ واصول، فلسفہ ومنطق اور ادب کی کتابیں مولانا مفتی فقیر اللہؒ سے پڑھیں۔ دارالعلوم دیوبند سے مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ سے سندِ فراغ آپ کو عطا کی گئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حامی علماء جن میں مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے لاہور کو اپنا مرکز بنایا اور "جامعہ اشرفیہ" کی بنیاد ڈالی۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے کراچی کو پسند کیا اور دارالعلوم کورنگی کراچی کی بنیاد رکھی اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے قلبِ پاکستان ملتان کو جو قدیم دور سے اکابر اہل اللہ کا مہبط رہا، مدرسہ خیر المدارس کی نشاۃ الثانیہ ہوئی۔

مدرسہ خیر المدارس کے متعلق مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"یہ مدرسہ خیر المدارس ابتدائے تعمیر ہی سے اہلِ حق کا ایک اچھا مرکز ہے۔ اس کے سالانہ جلسوں سے بھی تبلیغ کا بہت نفع پہنچتا رہا ہے۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ ہمیشہ سے پاکستان کے حامی رہے ہیں اور اب پاکستان میں آنے کے بعد جہاں تک میرا علم ہے، اس کے اساتذہ وملازمین پاکستان کی بقاء اور استحکام کو ایک اسلامی فریضہ سمجھتے ہیں۔" (۱۶۹)

تعمیرِ پاکستان میں مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا کردار:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے اکابرین کو اس بات کی تاکید فرمائی کہ وہ مسلم لیگ اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کے ہاتھ مضبوط کریں۔ علمائے کرام نے بڑی بہادری سے حالات اور ہندوؤں، کانگریس اور انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ قافلہ تھانویؒ کے سپاہی جن میں خیر محمد جالندھریؒ بھی شامل تھے۔ ۱۳۵۷ھ-۱۹۳۹ء میں اپنے اپنے شہروں اور علاقوں میں "مجلس دعوۃ الحق" کے پروگرام کو پھیلایا۔ مجلسِ دعوۃ الحق کا قیام ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۸ء میں عمل میں آیا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے اکابر علمائے دیوبند نے کانگریس اور جمعیت العلمائے ہند سے اختلاف کیا۔

۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء میں جمعیت العلمائے اسلام کا قیام کلکتہ کے محمد علی پارک میں عمل میں آیا۔ اس اجلاس میں بھی مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ نے مسلم لیگ سے بھرپور تعاون کیا اور تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا اور اسے کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے عملی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔

مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا شماران چند علمائے عظام اور اکابرین ملت میں ہوتا ہے جو دیوبند کے اس مکتب فکر سے متعلق تھے جن کی مثبت سوچ اور صلح جویانہ طرز عمل کی بدولت برصغیر کے علماء، جمعیت العلمائے اسلام کے قیام میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے اپنے رفقاء جن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی توقعات پر پورا اترے، آپ نے ان علمائے کرام کے اعتماد اور تعاون کو اپنی خوبیوں سے مزید روشن اور کامیاب کیا اور یہی وجہ ہے کہ جمعیت العلمائے ہند اور کانگریس کا علمائے دیوبند نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے علمِ دین کی تبلیغ و اشاعت اور تعلیم و تربیت پر زیادہ توجہ مرکوز رکھی۔ وہ پاکستان کے حصول میں دی گئی قربانیوں سے واقف تھے اور آزادی کی نعمت غیر ترقبہ کا شدت سے احساس رکھتے تھے، ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنتے دیکھنا تھا۔ ان کی شخصیت میں قومی درد کا جذبہ بے انتہا تھا۔ آپ نے زندگی بھر مذہبی اختلافات پر قومی یک جہتی اور وحدت و اتحاد کو ترجیح دی، ایسا نہ ہو کہ قوم فرقہ بندی اور اختلافی مسائل میں پڑ کر اس مقصد عظیم کو نظر انداز نہ کر دے، جس کی خاطر یہ سرزمین پاکستان حاصل کی تھی۔ (۱۷۰)

تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کے حق میں فتویٰ:

مولانا خیر محمد جالندھریؒ اپنے دیگر اکابرین کی طرح ہندو مسلم اتحاد کے مخالف تھے اور تحریک پاکستان میں علماء کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کی حمایت و تائید فرماتے رہے۔ مسلم لیگ کی مقبولیت اور قیامِ پاکستان کے عمل کو یقینی تصور کرتے ہوئے مخالفین نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مسلم لیگ بے دین اور ملحد جماعت ہے اور اس میں شامل ہونا ناجائز ہے۔ (۱۷۱)

پروفیسر احمد سعید اپنی کتاب ''حصولِ پاکستان'' میں تحریر کرتے ہیں:

''جب پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن قریب سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے تھے، کانگریس اس الیکشن میں مسلم لیگ کو ناکام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی تو اس وقت مسلم لیگ پریشان کن حالت میں تھی، اس دوران ''مجلس دعوۃ الحق'' بمبئی کے چند ارکان نے مولانا مفتی محمد شفیع سے کانگریس اور مسلم لیگ کی شرعی حیثیت کے متعلق فتویٰ دریافت کیا۔ جس کے جواب میں مولانا مفتی محمد شفیع نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک فتویٰ جاری کیا، جس کی تائید میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی تصدیقات بھی ثبت ہیں۔ مفتی محمد شفیع کا یہ فتویٰ پاکستان کی تشکیل میں نمایاں مقام رکھتا ہے، کیوں کہ اس فتویٰ کی بنیاد پر مسلمان جوق در جوق مسلم لیگ

کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہو گئے اور یہ الیکشن مسلم لیگ نے بھاری اکثریت سے جیت لیا۔‘‘(۱۷۲)

منشی عبدالرحمٰن خاں (۱۹۱۳ء-۱۹۸۹ء) اپنی کتاب ’’سیرت اشرف‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’مولانا خیر محمد جالندھریؒ علمائے حق کے اس قافلے کے رکن ہیں جنھوں نے قیامِ پاکستان کے لیے دن رات محنت کی اور قیامِ پاکستان کے بعد اسلامی نظام کی جدوجہد اور نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ آپ اپنے استاد و شیخ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرح کانگریس کے مخالف اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔(۱۷۳)

مولانا خیر محمد جالندھریؒ سیاسی لحاظ سے اس قافلے کے رکن تھے جس کے سالار مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے۔ آپ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے ساتھ دل و جان سے شریکِ سفر رہے۔ ان ہی بزرگوں کی کوششوں اور جدوجہد نے تحریکِ پاکستان کو مسلمانانِ ہند کے اندر مقبول و عام کرایا اور آخرکار پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے بڑی جانفشانی سے پاکستان کے قیام کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد قراردادِ مقاصد کی تدوین و ترتیب کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اعانت فرمائی اور پھر پاکستان کا دستور اسلامی تیار کرنے کے لیے بھی ۱۳۷۰ھ-۱۹۵۱ء میں دیگر علمائے کرام کے ساتھ شاملِ سفر رہے۔ ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲ء میں بنیادی اصول اسلام کی ترامیم کے لیے کراچی آئے اور مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے مرکزی سرپرست رہے اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک علماء کے اتحاد و اتفاق کی کوششوں میں مصروف رہے۔(۱۷۴)

نظامِ اسلام کے نفاذ کے لیے کوششیں اور جدوجہد:

مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا ذہن خالص مذہبی اور دینی تھا۔ آپ کی تمام زندگی دینِ اسلام کے فروغ، تعلیم و تدریس اور اصلاح و تربیت کے لیے گزری۔ سیاست سے آپ کو کوئی خاص شغف نہیں تھا، مگر مسلمانانِ ہند سے آپ کو ہمدردی تھی، اس لیے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے زندگی کے ہر لمحہ میں خود کو تیار کیے رکھتے تھے۔ آپ نے تحریکِ پاکستان میں اپنے اکابرین کے ساتھ مل کر کافی کام کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد قراردادِ مقاصد کی منظوری اور اسلامی نظام کے نفاذ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دست بازو بن کر ان کے شانہ بشانہ کام کیا۔

علماء کے اجلاس میں شرکت:

۱۳۷۱ھ-۱۹۵۱ء میں علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کی صدارت ۳۱ علمائے کرام کا جو اجلاس کراچی میں ہوا، اس میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔ خواجہ ناظم الدین نے ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۲ء میں جن علمائے کرام سے گفت و شنید اور دستوری مسائل پر غور کرنے کے لیے بلایا تھا، اس علماء کی صف میں آپ بھی شامل تھے۔ ۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء میں جب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ انتقال

کر گئے تو جمعیت العلمائے اسلام کے بزرگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، اس موقع پر آپ نے علماء کے اتحاد و اتفاق کے لیے اپنی مساعی بھر کوششیں کیں۔ ۱۳۸۹ھ۔ ۱۹۶۹ء میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی سربراہی میں جمعیت العلمائے اسلام کو نئے سرے سے دوبارہ منظم کیا گیا۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کو جمعیت کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا تعاون ہمیشہ اور ہر مرحلہ پر اپنے رفقاء اور جمعیت العلمائے اسلام کے ساتھ رہا۔ (۱۷۵)

وفات:

آپ کی تمام زندگی اسلام کی خدمت میں بسر ہوئی۔ آپ کے علمی اور عملی فیضان سے لاکھوں بندگانِ خدا فیض یاب ہوئے۔ اکتوبر ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء کو آپ نے وفات پائی۔ (۱۷۶)

* * *

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۸۹۱ء

تاریخ وفات: ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۶ء

ابتدائی حالاتِ زندگی:

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ سابقہ مشرقی پاکستان (۱۷۷) کے ضلع سلہٹ (۱۷۸) میں ۱۳۰۸ھ-۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔(۱۷۹) آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ بڈدلیس تھانہ نیانی بازار میں حاصل کی۔ وہاں آپ کے اساتذہ میں مولانا عرفان علیؒ اور مولانا شفیق اسحاق بہادر پوریؒ خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ثانوی تعلیم مدرسہ قاسمیہ مرادآباد اور مدرسہ عالیہ رامپور میں حاصل کی۔ حدیث و تفسیر کی اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، جہاں آپ کو مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے اساتذہ کا ساتھ میسر آیا۔ آپ نے تمام دینی علوم تفسیر و حدیث، فقہ و کلام اور منطق و فلسفہ میں باضابطہ اسناد حاصل کیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔(۱۸۰)

حصولِ پاکستان میں مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا کردار:

پاکستان کا قیام بڑی قربانیوں کے بعد عمل میں آیا ہے اور اس کی تاریخ بڑے بڑے اکابرین اور عظیم شخصیتوں کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اس کی بنیاد صرف دو قومی نظریہ پر رکھی گئی پاکستان کے قیام کا نصب العین صرف اسلامی حکومت تھا اور نظریہ اسلام بھی اس کا اصل سبب تھا۔ تحریکِ آزادی اور حصولِ پاکستان کے لیے اکابر علماء دیوبند نے عظیم قربانیاں پیش کیں اور آزادی کی تحریک میں نہایت شاندار کردار ادا کیا۔ آپ کا شمار قافلہ اشرف علی تھانویؒ کے سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔

جمعیت العلمائے اسلام میں شمولیت:

۱۳۶۴ھ-۱۹۴۵ء میں جب جمعیت العلمائے اسلام قائم کی گئی تو مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اس میں شامل ہو گئے اور پھر عاملہ کے ممبر منتخب ہوئے اور بڑی سرگرمی سے میدان میں آ گئے۔ پھر قیام پاکستان کی جدوجہد کے سلسلے میں اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر علماء کے ساتھ مل کر برِصغیر کے طول و عرض کا دورہ کیا خاص طور پر سلہٹ کے ریفرنڈم میں آپ نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا بھرپور ساتھ دیا۔(۱۸۱)

مشرقی پاکستان کے علاقے سلہٹ کو فتح کرنے کی ذمے داری قائداعظم محمد علی جناح نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے سپرد کی۔ ان علمائے کرام کی کوششوں اور جدوجہد سے سلہٹ پاکستان کے حصے میں آیا۔ مشرقی پاکستان میں پرچم کشائی یا افتتاح پاکستان کے موقع پر مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کو بھی قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان نے خاص طور پر

شرکت کی دعوت دی۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں آپ کے ہزاروں عقیدت مند موجود ہیں۔ (۱۸۲)

اسلامی آئین کی تیاری اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ:

قیامِ پاکستان کے بعد مارچ ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۸ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے جب مشرقی پاکستان کا دورہ کیا تو اس موقع پر قائداعظم نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کو خصوصی دعوت دے کر بلایا تھا۔ قائداعظم سے ان علمائے کرام کی کئی ملاقاتیں ہوئیں اور اسلامی آئین کے بابت تفصیلی بات چیت ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کے دوران علماء نے اپنی خدشات کا کھل کر اور برملا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ۱۳۶۶ھ۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء میں اجلاس دہلی کے موقع پر ہم نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا، وہ درست نکلے کہ پاکستان بنتے ہی ہندوستان کے مسلمانوں پر ظلم اور قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع ہوگیا اور پاکستان جو کہ نوزائیدہ ریاست تھی، اس کے پاس نہ فوج تھی نہ ساز و سامان، نہ اسلحہ، جو اس ظلم کی راہ میں رکاوٹ بنتی۔ ہم نے پاکستان اس لیے نہیں بنایا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان اس طرح ہندوؤں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہیں۔ پھر آئین اسلامی بھی جاری ہوجاتا تو یہ ساری قربانیاں گوارا تھیں مگر اب تک آئین اسلامی بھی جاری نہیں ہوا جس کا وعدہ ہم نے قوم سے کیا تھا اور اس وعدہ کی روشنی میں بہار اور یوپی کے مسلمانوں نے پاکستان کے لیے ووٹ دیا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے علمائے کرام کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”انشاء اللہ بہت جلد آئین پاکستان آئین اسلامی کی صورت میں مکمل ہوگا۔“ (۱۸۳)

اردو زبان کے فروغ کے لیے کوششیں:

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نہ صرف ایک عالم دین تھے بلکہ سیاسی بصیرت کے بھی مالک تھے، اردو زبان کے فروغ اور اس کو قومی زبان کا درجہ دلانے کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مفتی دین محمدؒ ایک نمائندہ وفد کی صورت میں کراچی تشریف لائے اور اردو کو سرکاری زبان بنانے کے لیے پانچ لاکھ سے زائد بنگالی مسلمانوں کے دستخطوں کے ساتھ ایک یادگاری دستاویز قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں پیش کی، جس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے ڈھاکہ پہنچ کر اپنی تاریخی تقریر میں سرکاری زبان کی حیثیت سے اردو زبان کی تائید میں اعلان فرمایا تھا۔ (۱۸۴)

قراردادِ مقاصد اور نفاذِ اسلام کے لیے کوششیں:

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ قراردادِ مقاصد کی منظوری میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دستِ راست تھے، آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مل کر قراردادِ مقاصد کی منظوری کی مہم کے لیے پورے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا شمار تحریک پاکستان کے ان علمائے حق میں ہوتا ہے جنھوں نے مسلم لیگ کی حمایت میں نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر کام کیا۔

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے اپنے سیاسی سفر کا آغاز سلہٹ سے کیا، جہاں سرحد کی طرح ریفرنڈم ہوتا تھا، کانگریس کا مضبوط گڑھ سلہٹ تصور کیا جاتا تھا اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے کافی خلفاء کا اثر و رسوخ ان علاقوں میں تھا۔ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے دن رات کوشش کی اور آخرکار آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور سلہٹ مشرقی پاکستان کے حصے میں آیا۔ (۱۸۵)

سرحد اور سلہٹ کا ریفرنڈم میں کامیابی اور حصولِ پاکستان کے بعد علمائے کرام کے نزدیک سب سے اہم اور ضروری کام

یہ تھا کہ اس ملک میں نظریہ پاکستان اور قائداعظم محمد علی جناح کی دلی خواہش پوری کرنے کے لیے اسلامی نظام کی کوششوں کو تیز کیا جائے۔ اس کے لیے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایک مضبوط چٹان کی مانند عمر کے آخری حصے میں کر رہے تھے، جبکہ دوسری طرف ان کے رفقاء و ساتھی مرکزی جمعیت العلمائے اسلام میں رہ کر پورے پاکستان میں سرگرم عمل تھے۔ مشرقی پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے کوششیں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کر رہے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پہلی مرتبہ پاکستان بننے کے بعد جب ڈھاکہ کی مرکزی جمعیت العلمائے اسلام پاکستان کی عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوئے تو مولانا اطہر علی سلہٹیؒ ہی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا تھا۔ (۱۸۶)

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کا خطبہ استقبالیہ آج بھی مطبوعہ کی شکل میں موجود ہے جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کی زندگی بسر کرانے کے لیے مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے دل و دماغ میں کس قدر عزم و استقلال کی پختگی موجزن تھی۔ اس کے بعد نظامِ اسلام کے لیے مشرقی بازو کا بچہ بچہ سپاہی بن کر میدان میں اتر پڑا۔

نظامِ اسلام پارٹی:

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور ان کے رفقاء نے مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے تحت ”نظامِ اسلام پارٹی“ کی بنیاد رکھی، اس کے علاوہ ایک بنگالی ہفتہ وار پرچہ ”نظامِ اسلام“ ساتھیوں کے ساتھ مل کر جاری کیا۔

۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات:

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ نے ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء کا انتخاب اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر لڑا مگر عوامی لیگ کے شیخ مجیب الرحمٰن کے دباؤ نے کامیابی کے راستے روک دیے اور کچھ اسلام دشمن طاقتوں نے کامیابی کی راہ میں مشکلات پیدا کیں۔ آپ نے ہر دور میں اسلام کے دفاع کے لیے خود کو سب سے آگے لے کر آئے، حتیٰ کہ اسلام دشمن طاقتوں نے آپ کو جیل میں بھی ڈال دیا۔ مشرقی پاکستان (۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء) کے بنگلہ دیش بن جانے کے بعد وہاں کی حکومت نے آپ لوگوں کو رہائی دلائی۔

وفات:

مولانا اطہر علی سلہٹیؒ کے علمی، دینی، تبلیغی، سیاسی کارنامے ہمیشہ تاریخ پاکستان میں یاد رکھے جائیں گے، آپ نے مملکتِ پاکستان کے لیے بڑی قربانیاں دیں۔ آپ نے اپنے استاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء کار کے ساتھ مل کر قیامِ پاکستان اور اس کے بعد پاکستان میں نظامِ اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں بھرپور حصہ لیا۔ ملتِ اسلام اور سرزمین بنگال کا یہ عظیم رہنما ۱۳۹۶ھ۔ ۵/اکتوبر ۱۹۷۶ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (۱۸۷)

مولانا شبیر علی تھانویؒ

تاریخ پیدائش: ۱۳۱۲ھ بہ مطابق ۱۸۹۴ء

تاریخ وفات: ۱۳۸۸ھ بہ مطابق ۱۹۶۸ء

مولانا شبیر علی تھانویؒ ۱۸۹۴ء کو "بانس بریلی" یا "شاہ جہاں پور" میں پیدا ہوئے۔ (۱۸۸) آپ کے والد کا نام اکبر علیؒ تھا (۱۸۹) جو کہ ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ دوم سیدنا حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کے سگے چچا تھے۔ آپ ابتدائی عمر ہی سے اپنے چچا مولانا اشرف علی تھانویؒ کے زیرِ تربیت رہے اور ان ہی کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے آپ نے نامور مشاہیر اور اساتذہ سے علمی و رُوحانی فیض حاصل کیا۔ دار العلوم دیوبند جا کر مولانا محمد احسنؒ کے درسِ حدیث میں شرکت کی اور وہاں سے بھی دورہ حدیث سے فارغ ہو کر سند حاصل کی۔

تحریکِ پاکستان اور مولانا شبیر علی تھانویؒ:

تحریکِ پاکستان میں مولانا شبیر علی تھانویؒ کا کردار کسی سے کم نہیں رہا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آپ کو سیاسی میدان میں ایک کامیاب فرد بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ ایسا ہی نظام پاکستان چاہتے تھے، جس کا نقشہ علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطبات و اعلانات میں پیش کیا تھا اور جس کا قوم آج تک مطالبہ کر رہی ہے۔ مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۶ء) نے ۱۳۴۶ھ جون ۱۹۲۸ء میں مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ملاقات کی اور اس ضمن میں وہ کہتے ہیں:

"پاکستان کا تخیل خالص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں سب سے پہلے اس قسم کی آواز تھانہ بھون سے ہی نکلیں۔ (۱۹۰)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کرنے کی غرض سے ایک وفد پٹنہ کے اجلاس کے موقع پر ۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۸ء میں روانہ کیا۔ اس وفد کی قیادت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کر رہے تھے جبکہ مولانا شبیر علی تھانویؒ اور مولانا عبد الکریم گمتھلویؒ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۳۹ء) کو وفد کے ارکان کے طور پر منتخب فرمایا۔ (۱۹۱)

مولانا شبیر علی تھانویؒ اور قائداعظم محمد علی جناح:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مولانا شبیر علی تھانویؒ کو قائداعظم محمد علی جناح سے گفتگو کرنے کی غرض سے حسب ذیل

ہدایات دیں۔

”جناح صاحب سے جو باتیں کرنی ہیں، وہ میں نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو خط میں تحریر کردی ہیں، وہ امیر الوفد بھی ہیں اور گفتگو کا سلیقہ بھی ان کو آتا ہے، لیکن اگر کسی سے گفتگو قائم ہو تو گفتگو میں اس بات کا لحاظ تو رکھنا کہ گفتگو نرم لہجہ میں ہو، اختلافی مسائل درمیان میں بالکل نہ آنے پائیں۔“(۱۹۲) مولانا شبیر علی تھانویؒ اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان بڑی ہم آہنگی کے ماحول پیدا ہوچکے تھے اور یہی درحقیقت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا نظریہ تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح کی مذہبی تربیت میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔

مجلس ”دعوۃ الحق“ کا قیام اور مولانا شبیر علی تھانویؒ:

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سب سے زیادہ کوششیں و خواہش اور سیاسی بصیرت یہ تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے مسلمانوں کو سچا مسلمان بنا دیا جائے۔ آپ نے مسلم لیگ کی اصلاح کا بیڑا بڑی خوبی سے نبھایا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایماء پر مجلس دعوۃ الحق قائم کی گئی اور آپ کی زیر سرپرستی میں اس نے تبلیغی کام کرنا شروع کردیا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وفات کے بعد مولانا شبیر علی تھانویؒ اس مجلس دعوۃ الحق کے سرپرست و سربراہ مقرر ہوئے۔(۱۹۳)

وفات:

مولانا شبیر علی تھانویؒ نے ۱۳۸۸ھ۔ ۲۰/اکتوبر ۱۹۶۸ء کو کراچی میں وفات پائی۔ آپ کی خدمات تاریخ پاکستان میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔(۱۹۴)

* * *

......حواشی و حوالہ جات فصل سوم......

(۱) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، کراچی، فریدی پبلشر، ۲۰۰۳ء، ص ۱۹

Jamiluddin/ Speeches and writings of Jinnah/ London, 1968/ p 171☆

(۲) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائد اعظم اور مسلم تشخص، ص ۵۰

S. Moin-ul-Haq/ A history of the freedom movement III/ 1961/ pp 213-220☆

Qureshi, Naeem/ The Ullama of British India and the hijrat of 1920/ Modern Asia Studies/ Cambridge/ pp 110☆

(۳) صدیق، عبدالحمید، پروفیسر/ پاکستان میں نظریاتی کشمکش، چراغ راہ، نظریہ پاکستان نمبر کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۱۷۹

.Marry Countess of Minto/ India minto and morley/ 1905-1910/London/1934/pp 45-46☆

Pirzada, Sharifuddin/ Foundation of Pakistan/ Karachi/ National Publishing House 1969/ pp 7☆

(۴) قرآن مجید، سورۂ آل عمران

Chouhdry, Muhammad Ali/ The emergence of Pakistan/ Columbia University/ pp 48

(۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۳۳

(۶) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۳۹

(۷) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۹۵

(۸) فیوض رحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۱۵

(۹) شیخ محمد راشد/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۵۵

(۱۰) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۸۶

(۱۱) عثمانی، محمد تقی، مفتی/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۸۶۔۸۷

(۱۲) ایضاً

(۱۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۶۱

Chouhdry, G.W/ Constitutional development In Pakistan/ London/ 1957/ Longmon/ 1957/ pp 141

(۱۴) حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۸۸

(۱۵) مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، ص ۱۳۹

(۱۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۳۳۹

(۱۷) ایضاً

(۱۸) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۲۶۸

(۱۹) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۰

(۲۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۳۴۱

(۲۱) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۶

(۲۲) شیخ محمد ارشد/ ڈاکٹر حمید اللہ، ص ۱۷۷

(۲۳) مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۱۶۵

Mary, Countess of Minto India/ Minto and Morley/ 1905-1910/ London/ 1934☆

(۲۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ علامہ ظفر احمد عثمانی اکابرین کی نظر میں، ص ۹

(۲۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۹۶

(۲۶) فیوض رحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۸۸

(۲۷) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۴۹

(۲۸) شاہ، سید محمد ازہر/ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، انڈیا، دارالعلوم دیوبند، ۱۹۶۱ء، ص ۳۵

(۲۹) فیوض رحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۷۸

(۳۰) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد

(۳۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۵۶

(۳۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۷۷

(۳۳) فیوض رحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۹۸

(۳۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۸۳۲

(۳۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۵۰

(۳۶) ایضاً

(۳۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۵۰

(۳۸) احمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ و نظریہ پاکستان، ص ندارد

Maron, Stanley/ The problem of East Pakistan, Pacific affairs/ NewYork/ 1955/ pp 313☆

(۳۹) غلام محمد/ تذکرہ سلیمان، ص ۳۲

(۴۰) ایضاً

(۴۱) غلام محمد/ تذکرہ سلیمان، ص ۳۲_۲۴۱

(۴۲) شفیع محمد، مفتی/ پاکستان کے علماء کا متفقہ فیصلہ، ص ۱۰

(۴۳) شیخ، عطاء اللہ/ اقبال نامہ، ص ۷۷

(۴۴) غلام محمد/ تذکرہ سلیمان، ص ۳۹_۲۲۸

(۴۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۸

(۴۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۳۲

(۴۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۷۷

(۴۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۸۰

(۴۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۳۲

(۵۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۶۹
(۵۱) شمس الدین، میاں، پروفیسر/ تحریک و تاریخ پاکستان، ص ۲۸
(۵۲) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۶۱۲
(۵۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۳۵
M. D. Zafar/ Pakistan Studies, pp 153☆
(۵۴) ایضاً
(۵۵) شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ بزرگان دارالعلوم دیو بند، ص ۱۳۹
(۵۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۵۰
(۵۷) جعفری، رئیس احمد/ حیات محمد علی جناح، لاہور، سن ندارد، ص ۲۵۲
(۵۸) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۳۵
A-Aziz/ Discovery of Pakistan, pp 296☆
(۵۹) وثیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، ص ۲۳۸
Dr.Safdar Mahmood/ Constitution of Pakistan/ Lahore/ Sang-e-Meel/ 1989/ pp 99☆
(۶۰) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۲۶۵
(۶۱) سبط حسن/ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، کراچی، دانیال، ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۰
(۶۲) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۲۶۲
(۶۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، ص ۳۲
(۶۴) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۱۸۸
(۶۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۵۱
A-Aziz/ Discovery of Pakistan, pp 296-298☆
(۶۶) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۸۸
(۶۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۶۱
M.D. Zafar/ Pakistan Studies,pp 153-155☆
(۶۸) متین طارق/ اسلام اور رواداری، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص ۸۱
(۶۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۶۳
(۷۰) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۱۷
. M.D. Zafar/ Pakistan Studies, pp 229☆
☆ شفیق صدیقی/ حیات شیخ الاسلام، مولانا شبیر عثمانی، ص ۱۵۹
☆ صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۱۷۷
☆ اکرام، نفیس/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۴۷۸
☆ عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۸

(۷۱) ترمذی، عبدالشکور/ مفتی، تذکرہ الظفر، لاہور، سن ندارد، ص ۲۱۳

Choudhry, G.W/ Constitutional Development in Pakistan/ Lahore/1937/pp 141-147☆

(۷۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۲۶۵

(۷۳) ایضاً

(۷۴) فیوض الرحمن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، لاہور، ص ۲۳۹

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ علامہ ظفر احمد عثمانی، اکابرین کی نظر میں، ص ۵۰

☆ انجم، زاہد حسین، مشاہیر تحریک پاکستان، ص ۱۷۶

(۷۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۸۰

(۷۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۲۶۶

(۷۷) قریشی، اشتیاق حسین/ جدوجہد پاکستان، ص ۴۹

Ahmed, Jamiluddin/ Muslim political movement (Early phase)/Lahore/ United ☆ Publishers/ 1967/pp 140

☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۰۹

☆ منگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۲۹۸

☆ محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۱۲۲

(۷۸) بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۷۵

(۷۹) ماہنامہ نقاد، کراچی، اکتوبر ۱۹۵۲ء

(۸۰) مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، ص ۱۳۸

(۸۱) شاہ، سید محمد ازہر/ دارالعلوم دیوبند، جنوری ۱۹۶۱ء، ص ۴۷

(۸۲) برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیانہ اسلام، ص ۴۷۸۔۷۹

☆ احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ندارد

(۸۳) فیوض الرحمن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۵۹۸

(۸۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۷۸

(۸۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۸۵

M.D. Zafar/ Pakistan Studies,pp 230☆

(۸۶) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۲۷۶

(۸۷) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یکجہتی، لاہور، فیروز سنز، سن ندارد، ص ۳۸۔۳۹

(۸۸) مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، ص ۱۱۴۔۱۵

H. Fieldman/ A constitution for Pakistan/ Karachi/ Oxford University Press/ 1955/ pp 35☆

(۸۹) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۲۸۶

(۹۰) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۸۶

(۹۱) ماہنامہ البلاغ/ مفتی اعظم نمبر، دارالعلوم کورنگی، کراچی، سن ندارد، ص ندارد

(۹۲) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۲۰

☆ عبدالرزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت و سیاست، ص ندارد

(۹۳) محمد اعظم، چوہدری، ڈاکٹر/ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، ص ۱۴۷

☆ صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۲۱

(۹۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۸۹

(۹۵) ماہنامہ البلاغ/ مفتی اعظم نمبر، دارالعلوم کورنگی، کراچی، ص ندارد

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۸۳

☆ فیوض الرحمن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۳۵

(۹۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۱۰

(۹۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۹۵

(۹۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۹۵

(۹۹) ایضاً

(۱۰۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۸۰۲

(۱۰۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۵۶

(۱۰۲) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۹۶

(۱۰۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۸۳۲

(۱۰۴) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۶

(۱۰۵) خان، منشی عبدالرحمن، تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۷۵

(۱۰۶) پاکستان کے علماء کا متفقہ فیصلہ، اسلامی حکومت کے بنیادی اصول، کراچی، ص ندارد

(۱۰۷) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۷۷۔۱۷۴

(۱۰۸) ایضاً

(۱۰۹) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۸۶

(۱۱۰) مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، ص ۱۵۔۱۱۴

(۱۱۱) تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، ص ۱۷۶

(۱۱۲) صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۲۴۸

Stanley Maron/ The problem of East Pakistan, Pacific affairs/ 1953. pp 133☆

(۱۱۳) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۸۸

(۱۱۴) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ حیات احتشام، ص ۲۲۹

(۱۱۵) فیوض الرحمن، ڈاکٹر/ مشاہیر تحریک پاکستان، ص ۴۸۹

(۱۱۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ بیس علماء حق، ص ۱۲۹

(۱۱۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۷۳

(۱۱۸) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۴۰۔۳۹

(۱۱۹) میاں، سید محمد/ حیات شیخ الاسلام، ص ۱۶۵

(۱۲۰) ام خالد/ تاریخ تحریک پاکستان، ماہنامہ حیاء ڈائجسٹ، کراچی، اگست ۲۰۰۱ء، ص ۱۹

(۱۲۱) طارق متین/ اسلام اور رواداری، ص ۸۰

(۱۲۲) روزنامہ نوائے وقت، مورخہ ۲ جون ۱۹۷۷ء

(۱۲۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۲۔۷۳

(۱۲۴) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۵۳۹

(۱۲۵) محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، ص ۱۴۲

(۱۲۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۷۶

(۱۲۷) اختر حجازی/ انسانیت کی موجودہ مشکلات اور سیرت رسولؐ، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، سن ندارد، ص ۱۱۰

(۱۲۸) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۲۵۴

(۱۲۹) جالندھری، شمیم/ سقوط آزادی سے حصول آزادی تک، ص ۱۴۔۱۵

(۱۳۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۷۷

(۱۳۱) منگلوری، سید طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۴۹۴

(۱۳۲) محمود احمد ظفر، حکیم/ علماء میدان سیاست میں، ص ۳۵۳

(۱۳۳) ایس ایم شاہد/ تعمیر پاکستان، ص ۵۵۰

(۱۳۴) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۲۲۸

(۱۳۵) حجازی، اختر/ انسانیت کی موجودہ مشکلات اور سیرت رسولؐ، ص ۱۱۰

(۱۳۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ، تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۸۰

(۱۳۷) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۴۸

(۱۳۸) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۲۹

(۱۳۹) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۶۴۲

(۱۴۰) عبدالرشید راشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۴۰۲

(۱۴۱) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۹۰

(۱۴۲) قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/ پاکستان اور قومی یک جہتی، ص ۸۱۔۸۲

(۱۴۳) محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، ص ۸۱

(۱۴۴) خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، ص ۲۵۵

(۱۴۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۴۹۰

(۱۴۶) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۳۳

(۱۴۷) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۹۰

(۱۴۸) محمد عدیل/ سابق ایڈیٹر روزنامہ زمیندار، مئی ۱۹۶۲ء، ص ۵۶

(۱۴۹) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ندارد

(۱۵۰) لاہوری، احمد علی/ استحکام پاکستان شریعت کی نگاہ میں، لاہور، نگارشات پبلشرز، ۱۹۶۷ء، ص ۱۳۵

(۱۵۱) ایضاً

(۱۵۲) ندوی، ابوالحسن علی، مولانا/ سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، لکھنؤ، سن ندارد، ص ۳۱۵

(۱۵۳) ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۳۳

☆ عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۶۴۳

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۶۵

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم شخصیات، ملتان، ص ۴۸۲

☆ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، جلد اول، ص ۵۸۸

(۱۵۴) عظیم آبادی، مولوی فصیح الدین بلخی، تاریخ مگدھ، پٹنہ، انڈیا، خدا بخش لائبریری پٹنہ، ۲۰۰۱ء، ص ۴۵

(۱۵۵) کمبوہ، محمد اکرم/ چراغ راہ، کراچی، نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۵۶

(۱۵۶) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۳۶۲

(۱۵۷) مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، ص ۹۷

(۱۵۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم شخصیات، ص ۱۶۲

(۱۵۹) سنگھانوی، اعجاز احمد/ شاہ جی کے علمی و تقریری جواہر پارے، کراچی، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰

(۱۶۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۲۳

(۱۶۱) روزنامہ آزاد، لاہور، مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء ص ۱

(۱۶۲) روزنامہ آزاد، لاہور، ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء، ص ۱۱

(۱۶۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۵۲۹

☆ روزنامہ آزاد، لاہور، لاہور میں امیر شریعت کی تقریر، ۱۲ نومبر ۱۹۴۹ء

(۱۶۴) روزنامہ مشرق، امیر شریعت نمبر، ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء، ص اول

(۱۶۵) ماہنامہ تبصرہ، بخاری نمبر، لاہور، جون، جولائی، ۱۹۶۱ء، ص ندارد

(۱۶۶) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۶۴۵

☆ ابدالی، سید محمد رضی/ رہبران پاکستان، ص ۱۱۶

☆ روزنامہ جنگ، کراچی، مضامین بخاری، ۲۲ اگست ۲۰۰۰ء، ص ندارد

(۱۶۷) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۱۷۸

(۱۶۸) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۷۳

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۰۹

(۱۶۹) ایضاً

(۱۷۰) روزنامہ امروز، ذکر خیر، لاہور، سن ندارد، ص ندارد

(۱۷۱) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۷۱

(۱۷۲) سعید احمد، پروفیسر/ حصول پاکستان، ص ۳۲۵

(۱۷۳) خان، منشی، عبدالرحمٰن/ سیرت اشرف، ص ۲۱۹

(۱۷۴) روزنامہ امروز ہفت روزہ اشاعت، لاہور، ۲۲/ اکتوبر ۱۹۸۲ء، ص ندارد

(۱۷۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۳۲-۳۳

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان اور علماء دیوبند، ص ۲۱۹

(۱۷۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ بیس علماء حق، ص ۳۸۰

(۱۷۷) شوکت الطاف/ ہمارا پاکستان، ص ۲۶

(۱۷۸) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۲۷۸

(۱۷۹) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۹۰

(۱۸۰) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۶۹۶

(۱۸۱) احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۱۵

(۱۸۲) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۶

(۱۸۳) ایضاً

(۱۸۴) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۵۱

(۱۸۵) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۶-۷

(۱۸۶) حقانی، عبدالقیوم، مولانا/ تذکرہ و سوانح مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۱۲۳

(۱۸۷) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۰۹

☆ احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، ص ۳۱۷

☆ بخاری، حافظ اکبر شاہ/ دارالعلوم دیوبند کے پچاس مثالی شخصیات، ص ۱۹۰

(۱۸۸) خان، منشی، عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۷۶

(۱۸۹) ایضاً

(۱۹۰) تھانوی، احتشام الحق/ نقوش و تاثرات، کراچی، سن ندارد، ص ۲۳

(۱۹۱) خان، عبدالرحمٰن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۵۶

(۱۹۲) ایضاً

(۱۹۳) بخاری، حافظ اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۷۳۶

(۱۹۴) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر/ مشاہیر علماء، ص ۲۱۹

باب
6

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے

سیاسی افکار کا تجزیہ

باب ششم

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے سیاسی افکار کا تجزیہ:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا شمار برِ صغیر کے ان نامور اور جید علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے دستِ بازو بن کر تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ان کا شمار علماء کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جنہوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ ان علماء کی مخالفت کی جو متحدہ قومیت کے حامی اور علمبردار تھے۔ چنانچہ متحدہ قومیت کی نفی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ہندوستان میں جو سیاسی کش مکش اس وقت جاری ہے، میرے نزدیک اس سلسلے میں سب سے زیادہ تنفر بلکہ اشتعال انگیز جھوٹ اور سب سے بڑی اہانت آمیز دیدہ دلیری یہ ہے کہ یہاں کے دس کروڑ فرزندانِ اسلام کی مستقل قومیت سے انکار کر دیا جائے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ غلط یا صحیح طور پر دنیا کی اقوام کی تقسیم، وطن، نسل، زبان، طرزِ تمدن وغیرہ کے لحاظ سے ہوتی ہے، لیکن خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری سے دنیا کی تعمیر جدید ہوئی، اس سے تخلیق کے اعلیٰ ترین مقاصد کے پیش نظر اللہ کے پیدا کیے ہوئے تمام انسانوں کی باعتبار قومیت کی ایسی ثنائی تقسیم کر دی گئی، جس کے احاطہ سے کوئی فرد و بشر باہر نہ رہ سکے۔ اب اسلامی نقطۂ نظر سے گویا روئے زمین پر دو قومیں آباد ہیں، ایک وہ جس نے خاطر ہستی کی صحیح معرفت حاصل کر کے اس کے مکمل اور آخری قانون کو اس کی سرزمین پر رائج کرنے کا التزام کر لیا ہے، وہ مسلم یا مومن ہے، دوسری وہ جس نے اپنے اوپر ایسا التزام نہیں کیا ہے، اس کا شرعی نام کافر ہوا۔(۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جہاں مذہبی، ملی اور تصنیفی خدمات میں اپنی عمر بسر کی، وہاں انہوں نے مسلمانانِ ہند کی ملی، قومی اور سیاسی خدمات اور آزادی ہند کی راہنمائی خصوصاً مسلمانوں کو سیاسی راہ دکھانے میں بڑی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے جمعیت الانصار (۱۹۱۱ء) میں جوش و خروش اور سرگرمی سے حصہ لینے کے لیے ۱۹۱۱ء کی جنگِ بلقان و طرابلس سے اپنی سیاسی زندگی کا سفر شروع کیا۔ اس زمانے میں آپ نے جنگِ بلقان و طرابلس کے مسلمانوں کی مالی امداد کے لیے پورے ہندوستان میں زور و شور سے ہنگامہ خیز دورہ کیا اور مختلف خطوں سے متاثرین کے لیے چندہ جمع کیا۔(۲)

متحدہ قومیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک خط میں تحریر کیا: ''متحدہ قومیت کا نظریہ جو کانگریس کے دستورِ اساسی کا بنیادی پتھر ہے، اس معنی میں جو کانگریس کے ائمہ اس ارادے سے کرتے ہیں، میرے نزدیک شرعی نقطۂ

نظر سے کبھی تسلیم نہیں ہوسکتا۔ میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں اور نہ ہی سیاست میں کوئی خاص مہارت رکھتا ہوں، تاہم اپنی قوم کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس کی فلاح و بہبود کو سوچنا میرے لیے ناگزیر ہے۔ جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہمارے لیے سب سے پہلے ایک خالص اسلامی وحدت و مرکزیت پر زور دینے کی ضرورت ہے، اس کے بدلے کسی نام نہاد متحدہ قومیت کے تیز دھارے میں گھاس کے تنکوں کی طرح اپنے آپ کو ڈال دینا خودکشی کے مترادف ہے۔ مسلمان دوسری قوموں سے صلح کرسکتے ہیں، عہد و پیمان کرسکتے ہیں، بہت سے امور میں تعاون و اشتراک کرسکتے ہیں، لیکن وہ اپنی مستقل ہستی کو دوسروں میں مدغم نہیں کرسکتے۔"(۳)

تحریکِ خلافت اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

جنگِ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) میں خلافتِ عثمانیہ، جرمنوں کے ساتھ مل کر حکومت برطانیہ سے نبرد آزما تھی۔ نتیجتاً ترکوں اور جرمنوں کو شکست ہوئی، مگر مسلمانانِ ہند نے خلافتِ ترکیہ کا ساتھ دیا اور برصغیر میں تحریکِ خلافت شروع کی جس کے لیے اکابرین تحریک خلافت نے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی تحریکِ خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دورہ کیا اور حکومت برطانیہ کے خلاف لوگوں کے جذبات برانگیختہ کیے اور خلافتِ عثمانیہ کی پُرزور حمایت اور تائید میں اپنا حصہ بھرپور طور پر ادا کیا۔(۴)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تشکیلِ پاکستان کے فیصلہ کن موڑ پر جب کہ مسلمانانِ ہند کی پوری اجتماعی زندگی تاریخ کے اٹل حقائق سے نبرد آزما تھی، جس مومنانہ فراست اور استقامت ایمانی و ذاتی خلوص سے کام لیا، وہ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی اور تحریک جداگانہ مسلم قومیت کا ایک ناقابلِ فراموش باب ہے۔ آپ کی خدمات تاریخ پاکستان کی جدوجہد اور کوششوں کا ایک زریں اور سنہرا باب ہے، جس پر اسلامیانِ ہند بجا طور پر فخر محسوس کرسکتے ہیں۔ تحریکِ پاکستان اور حصولِ آزادی کی راہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اپنوں اور بیگانوں کی جس مزاحمت اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، مگر آپ نے تمام مخالفتوں اور سازشوں کے باوجود پختہ عزم و فکر و استقلال سے اپنے اصولی موقف کا دفاع کیا اور کئی طرف سے اٹھنے والے تضادِ فکر کے طوفان کا تنہا بے جگری سے مقابلہ کیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا نام تاریخِ پاکستان، تحریکِ پاکستان اور نفاذِ اسلام و استحکامِ پاکستان کے حوالے سے ہمیشہ سنہری حرفوں میں لکھا جاتا رہے گا۔(۵)

شیخ الاسلام، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو دارالعلوم دیوبند میں اپنے استاذ مولانا سید محمود حسن دیوبندیؒ سے سیاست وراثت میں ملی تھی اور شیخ الہند کے حصے میں یہ جذبہ حریت و جہاد اپنے استاذ حجۃ الاسلام، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی طرف سے آیا اور خود دارالعلوم دیوبند کا بنیادی مقصد تبلیغ دین، اشاعتِ اسلام، تخلیق علماء اور تعمیر ملتِ اسلامیہ رہا ہے، اس لیے ہم یہ بات بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا ہر عالم و فاضل اور تعلیم یافتہ ہمیشہ اس جذبہ حریت و سیاست سے سرشار رہا۔(۶)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اکابر علماء کی صف میں جن رفقاء کے شانہ بشانہ کھڑے تھے، وہاں انڈین نیشنل کانگریس (۱۸۸۵ء) نے ہندو مسلم مشترکہ قومیت کا فریب نظر پھیلا رکھا تھا اور بدقسمتی سے یہ وہ مسلمان رہبر و رہنما بلکہ شعلہ نوا اور سحر طرانہ مقرر تھے، جو کانگریسی لیڈروں کی ریاکاری کے سراب کو منزل مقصود سمجھ کر معروضی حقائق کی مخالف سمت بھاگے چلے جا رہے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے نہ صرف اس غلط سمت کے انتخاب پر اپنے رفقاء کو ہر وقت متنبہ اور خبردار کیا بلکہ تحریک پاکستان کے انتہائی نازک موڑ اور مرحلے پر پورے عزم و حوصلے ولولے کے ساتھ میدانِ عمل میں نکل آئے۔ (۷)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سیاست کے وہ درشہوار تھے کہ جنہوں نے اپنی سیاسی بصیرت سے ہندوؤں اور انگریزوں کے عزائم کو بخوبی طور پر بھانپ لیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے عمر کے آخری حصے میں اسلامیانِ ہند کی خیر خواہی کے لیے خود کو سیاست میں داخل کیا اور علماء کے اس گروہ میں شامل ہوئے، جو قیامِ پاکستان کے حامی اور خیر خواہ تھے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

’’نہ میں کوئی مفتی ہوں، نہ ماہر سیاست داں۔ ہاں البتہ اسلامی برادری کا ایک ادنیٰ فرد ہونے کی حیثیت سے اپنے اندازہ علم و فہم کے موافق سوچ کر جو رائے قائم ہوتی ہے اپنے مخلصین کے پیہم اصرار پر بطور مشورہ عرض کرتا ہوں، بہت چاہتا تھا کہ خاموش رہوں لیکن کچھ لوگ خاموش رہنے نہیں دیتے، کچھ اس وقت یہ دردناک منظر دیکھ کر دس کروڑ مسلمانانِ ہندوستان کی قومی اور سیاسی استقلال کی رُوح کو کیسی سنگدلی سے مسلمانوں کی ہی چُھری سے ذبح کرایا جا رہا ہے بالکل خاموش رہنا گوارا نہ کیا، مختصر یہ کہ اسلام کا مقصد اپنے پیروؤں کے ذریعے ایک ایسی قومیت کی تشکیل کرنا ہے جو وطن، نسل، رنگ، پیشہ، زبان اور مختلف اقوام کی قائم کردہ معاشرتی اور تمدنی خصائص سے بالاتر ہو۔‘‘ (۸)

۱۳۲۹ھ۔۱۹۱۱ء میں مرادآباد میں جمعیت الانصار کا بہت بڑا جلسہ ہوا۔ مرادآباد کے اس جلسہ میں علی گڑھ، ندوہ اور دیوبند کے اکثر رجال علم و عمل جمع ہوئے اور تمام ہندوستان سے مسلمانوں کا بڑا مجمع اس میں شریک تھا۔ ندوۃ سے مولانا شبلی نعمانیؒ شریک ہوئے۔ مرادآباد کے اس جلسہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ’’الاسلام‘‘ کے نام سے اپنا ایک تاریخی مقالہ پڑھا۔ الاسلام میں مذہب اسلام کی صداقت اور اس کے اصول پر عقلی حیثیت سے بحث کی گئی تھی، چنانچہ اس مقالے کو سن کر بڑے بڑے علماء حاضرین متاثر ہوئے اور اس موقع پر مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے تاریخی الفاظ کو یوں پورا کیا۔

’’مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہوتے ہوئے اب ہمیں کوئی فکر اور غم نہیں رہا۔‘‘ (۹)

جمعیت الانصار کراچی کا قیام:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ عملی طور پر جمعیت الانصار کے سیاسی پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کی ابتداء کر چکے تھے۔ مسلمانوں کی ملی اور سیاسی بیداری کی غرض سے آپ نے جمعیت الانصار کراچی کی شاخ بھی قائم کی۔ آپ کے پُرتاثیر اور فکر انگیز خطابات نے عوامی سطح پر اسلامیانِ ہند کی مذہبی اور سیاسی بیداری میں مرکزی کردار ادا کیا۔

خطبہ ترکِ موالات:

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندیؒ اسیری کے ایام گزارنے کے بعد جب واپس برِصغیر تشریف لائے تو آپ نے اپنے شاگرد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہمراہ برِصغیر کے مختلف شہروں کا دورہ کیا اور اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اس بات کا اعزاز حاصل رہا کہ آپ نے مولانا محمود حسنؒ کی لکھی ہوئی تقاریر کو بھی عوام الناس کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ جامعہ ملیہ کے قیام کے وقت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے خطبہ تیار کیا اور پڑھ کر حاضرین کو سنایا۔ جمعیت العلمائے ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس کے اختتام پر ''ترکِ موالات'' کے سلسلے میں ایک طویل مضمون پڑھا۔ شیخ الہند کی نیابت و رفاقت اور جابجا تقاریر پڑھنے کے نتیجے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہندوستان کی سیاست میں نمایاں اور اہم شخصیت ہو گئے۔(۱۰)

مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی عمر نے اسیری سے رہائی کے بعد زیادہ عرصہ وفا نہ کی، لیکن آپ نے پھر بھی چند ماہ میں اپنی قوت سے زیادہ کام کیا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو اپنی زبان بنا کر ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان تمام جلسوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو یہ فخر حاصل رہا ہے کہ وہ اپنے استاد کے ترجمان بن کر اسلامیانِ ہند کے اندر ملی و سیاسی بیداری کی لہر کو تیز کرنے میں مصروفِ عمل رہے، اس سلسلے میں ایڈیٹر ''برہان'' پروفیسر سعید احمد ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۵۰ء کے رسالہ برہان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے متعلق اپنے خیالات کو اس طرح قلمبند کرتے ہیں۔

مولانا محمود حسنؒ کے مالٹا سے واپسی کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۹۱۱ء کے آخر اور ۱۹۲۰ء کے شروع میں سہارن پور، غازی پور، لکھنؤ، بنارس، کانپور، علی گڑھ اور دہلی کے بڑے بڑے اجتماعات میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمان کی حیثیت سے جو فکر انگیز اور بلند پایہ تقریریں کیں، انہوں نے ملک کے گوشے گوشے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی عظمت و برتری اور سیاسی بصیرت کا سکہ بٹھا دیا۔(۱۱)

جامعہ ملیہ کا افتتاح اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

جامعہ ملیہ کے افتتاح کے موقع پر جو خطبہ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ایماء پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھا۔ جامعہ ملیہ کے اس خطبہ کے حوالے سے مولانا محمد میاں کا بیان ہے:

''یہ اجلاس ۱۶ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ بمطابق ۲۹ راکتوبر ۱۹۲۰ء کو علی گڑھ میں ہوا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا خطبہ صدارت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا۔(۱۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبے میں تقریر فرمائی، جس کا لب لباب یہ ہے:

ہماری قوم کے سربرآوردہ لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کی ایک بڑی اور اہم ضرورت کا احساس کیا۔ بلاشبہ

مسلمانوں کی درس گاہوں میں جہاں علومِ عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اگر طلبہ اپنے مذہب کے اصول و فروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کر دیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنی قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ پر رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درس گاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے، اس لیے اعلان کیا گیا کہ ایسی آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ ہو اور جس کا تمام تر نظامِ عمل اسلامی خصائل اور قومی احساسات پر مبنی ہو۔" (۱۳)

۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے، لیکن ان کے ہونہار اور قابلِ فخر شاگرد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے شیخ الہند کے خیالات، فکر اور تحریک کو اپنے علمی قوتوں اور سیاسی بصیرتوں سے جاری رکھا۔

جمعیت العلمائے ہند میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی خدمات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت العلمائے ہند کے لیے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۵ء تک اپنی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی خدمات کو مختصر طور پر بیان کیا جا رہا ہے، جس سے آپ کی سیاسی اور ملی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور عدم تعاون کا فتویٰ ۱۹۱۴ء:

۱۳۳۳ھ-۱۹۱۴ء جنگِ عظیم اول کا سال ہے۔ جنگِ عظیم اول میں یورپ کی فرنگی طاقتوں نے خلافتِ ترکیہ کو ختم کر دینے اور خلافتِ اسلامیہ کو تباہ کر دینے کے نظریہ پر کاربند تھے اور ساتھ ہی حجاز مقدس پر قبضہ جمانے کا ارادہ بھی کیا ہوا تھا۔ پُر آشوب اور تاریکی کے اس عہد میں علماء ہند اور جمعیت العلماء ہند کے رہنماؤں نے اپنی بصیرت سے ترکِ موالات اور عدمِ تعاون کے قدیم اسلامی حربے کے استعمال کا فیصلہ کیا اور تمام مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے عدم تعاون کے پروگرام کے متعلق ایک متفقہ فتویٰ تیار کیا جس کو لے کر خلافت کمیٹی اور کانگریس کے رہنما اور کارکن حکومت کے خلاف صف آراء ہوئے۔ (۱۴) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر ایک زبردست خطبہ پڑھا تھا جس کا عنوان ہی "ترکِ موالات" تھا اور جس کو مولانا کفایت اللہ دہلویؒ اور دیگر علمائے کرام نے بے حد سراہا تھا۔ (۱۵) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ترکِ موالات کے حوالے سے مولانا محمد میاں اپنی کتاب "جمعیت العلماء کیا ہے" میں رقم طراز ہیں:

"سالانہ اجلاس جمعیت العلماء ہند ترکِ موالات پر زبردست تقریر از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ براہِ راست دفتر سے شائع کی۔" (۱۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حجاز میں موتمر اسلامی:

حجاز مقدس پر جب سلطان ابن سعود (۱۲۹۷ھ-۱۸۸۰ء-۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء) کا قبضہ ہو گیا تو جمعیت العلمائے ہند نے

تحریک کی تائید میں سرفہرست مولانا شبیر احمد عثمانی رہے۔ لاہور کے اسی جلسہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنی وہ معرکہ خیز تقریر کی جو تمام علماء کی تقریروں سے بڑھ کر تھی اور اس موقع کا سولانا نصر اللہ عزیزؒ نے اپنے ایک مضمون میں تذکرہ کیا ہے۔(۲۵)

جمعیت العلمائے ہند کا اجلاس بمقام ’’گیا‘‘ اور مولانا عثمانیؒ:

جمعیت العلمائے ہند کا چوتھا سالانہ اجلاس صوبہ بہار کے ضلع گیا ۱۳۴۰ھ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۱ء سے شروع ہوا۔ جمعیت العلمائے ہند کے چوتھے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے کونسلوں اور اسمبلیوں کے مسلسل بائیکاٹ پر اپنی پرزور تقریر کی اور فرمایا کہ گورنمنٹ برطانیہ کا مقاطعہ جاری رہنا چاہیے، بعض ناقدین کے بقول دوسری طرف علماء کا ایک گروہ وہ بھی تھا جس کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں پر قبضہ کرنا چاہیے۔ بعض روایتوں کے مطابق علامہ سید سلیمان ندویؒ کا بھی یہی نظریہ و خیال تھا کہ اسمبلیوں پر قبضہ کیا جائے مگر مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے خیالات اور موقف کی بنیاد پر کثرت رائے سے فتح یاب ہوئے۔ ’’گیا‘‘ صوبہ ’’بہار‘‘ کے اس اجلاس میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کا خطبہ صدارت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا تھا۔ آپ کے خطبہ نے سامعین کے دلوں کو حیات تازہ بخشی۔(۲۶)

مجلسِ منتظمہ کا اجلاس بمقام ’’دہلی‘‘ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ:

علمائے ہندوستان کی مجلسِ منتظمہ کا یہ اجلاس دہلی میں ۱۳۴۱ھ۔ ۲۰، ۲۱ دسمبر ۱۹۲۲ء کو منعقد ہوا۔ جس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے شرکت فرمائی۔ مجلسِ منتظمہ کے اس اجلاس میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ جزیرۃ العرب سے غیر مسلم کے اقتدار اور اثر کو دور کیا جائے اور التوائے حج کے مسئلے پر خصوصی طور پر غور کیا گیا۔(۲۷)

جمعیت العلماء کا پانچواں اجلاس بمقام ’’کوکناڈا‘‘ اور مولانا عثمانیؒ کی شرکت:

جمعیت العلماء کا پانچواں اجلاس کوکناڈا میں ۱۳۴۲ھ۔ دسمبر ۱۹۲۳ء میں منعقد ہوا تھا۔ کوکناڈا کے اس جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں ہندوستان کی آزادی کے لیے ہندو مسلم لیڈروں نے ایک کمیٹی مرتب کی، اس کمیٹی کا کام انصاف، مذہبی آزادی اور حفاظت حقوق وغیرہ کے لیے ایک سب کمیٹی قائم ہوئی۔ اس کمیٹی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی دیگر اراکین کے ساتھ شامل کیے گئے۔(۲۸)

مجلسِ منتظمہ ’’دہلی‘‘ کا اجلاس:

جمعیت العلمائے ہند کی مجلسِ منتظمہ کا اجلاس دہلی میں ۱۳۴۲ھ۔ ۲۷ اگست تا ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء دہلی میں جمعیت العلمائے ہند دہلی کے دفتر میں منعقد ہوا تھا۔ اس مجلسِ منتظمہ کے اجلاس میں یہ تجویز سامنے آئی کہ مسلمانوں کے فرقوں میں

باہمی اختلاف کے اسباب اور اس کے رفع کرنے کی صورتوں پر غور و خوض کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی بنائی جائے۔ مولانا محمد میاں اپنی کتاب ''جمعیت العلمائے ہند کیا ہے'' کی جلد دوم میں مجلسِ منتظمہ کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جمعیت العلمائے ہند کا یہ اجلاس ان ناخوش گوار فسادات کو جو مسلمانوں کے خلاف مختلف فرقوں میں پیش آتے رہتے ہیں۔ سخت افسوس کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے رفع کرنے کے لیے جس کمیٹی کا اعلان کیا گیا، ان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نام بھی شامل تھا۔''(۲۹)

مجلسِ منتظمہ کا اجلاس بمقام ''مراد آباد'':

جمعیت العلمائے ہند کی مجلسِ منتظمہ کا اجلاس مراد آباد میں ۱۳۴۳ھ۔ ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں منعقد ہوا۔ جمعیت العلمائے ہند کے مراد آباد کے اجلاس میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کا کام عدم تعاون کے پروگرام پر غور کرنا تھا۔ کمیٹی جن ارکان پر مشتمل تھی، اس میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نام بھی شامل تھا۔(۳۰)

مجلسِ عاملہ جمعیت کا اجلاس بمقام دہلی:

مجلسِ عاملہ جمعیت کا ایک ہنگامی اجلاس ۱۳۴۳ھ۔ ۲۶ جنوری ۱۹۲۵ء کو حکیم اجمل خان کے آستانہ دہلی میں منعقد کیا گیا۔ اس ہنگامی اجلاس کا بنیادی مقصد گورنمنٹ برطانیہ کی حجاج کے پاسپورٹ اور واپسی ٹکٹ کی پابندیوں کے خلاف گورنمنٹ سے احتجاج کرنا تھا۔ اس ہنگامی اجلاس میں دیگر علماء کی طرح مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی اپنی رائے پیش کی، جس کا مقصد قانون ہذا کو صریح مداخلت مذہبی ظاہر کرنا تھا۔(۳۱)

جمعیت کا اجلاس بمقام ''کلکتہ'':

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کی زیرِ صدارت ۱۳۴۵ھ۔ ۱۱ مارچ تا ۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء کو جمعیت العلمائے ہند کا سالانہ اجلاس ''کلکتہ'' میں منعقد ہوا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جمعیت کے اس اجلاس میں بھی شریک تھے۔ کلکتہ کے اس اجلاس کی کارروائیوں اور تجاویز کے حوالے سے رپورٹر لکھتا ہے:

''جمعیت العلماء کا یہ اجلاس صدر اور ناظم جمعیت کو اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ جب مالی حالت اجازت دے تو وہ مجلسِ عاملہ کا اجلاس طلب کریں اور اس کی رائے اور صوابدید کے ساتھ معتمد اور مستند علماء کی نگرانی میں ترجمہ و تفسیری فوائد تیار کرا کے طباعت کی کارروائی شروع کردیں۔ تفسیری فوائد کا کام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے سپرد کیا جاتا ہے، جب کہ مولانا سیّد سلیمان ندویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اعانت کریں گے۔''(۳۲)

مجلس مرکزیہ جمعیت علمائے ہند دہلی:

مجلسِ مرکزیہ کا یہ اجلاس دہلی میں ۱۳۴۵ھ۔ ۲۰، ۲۱ر اپریل ۱۹۲۶ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مجلسِ مرکزیہ نے اتفاق رائے کے ساتھ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا نثار احمدؒ کو وفد حجاز کے لیے نمائندہ منتخب کرنے کا اعلان کیا ہے اور اس وفد کو اس بات کا اختیار دیا تھا کہ مولانا محمد عرفانؒ یا مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ کو اپنا سیکریٹری منتخب کرے۔ (۳۳)

جمعیت العلمائے ہند کا اجلاس بمقام ''پشاور'':

جمعیت العلمائے ہند کا آٹھواں سالانہ اجلاس مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی زیرِ صدارت ۱۳۴۶ھ۔ ۲ تا ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء پشاور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی تجاویز میں اہم بات طلاق وغیرہ کے مسائل میں غیر مسلم حکام کے فیصلے کو غیر معتبر قرار دیتے ہوئے مسلمان حاکم کی ضرورت محسوس کی گئی کہ حکومت مسلمانوں کے نکاح اور فسخِ نکاح، خلع طلاق کے لیے با اختیار شرعی قاضی مقرر کرے۔ شرعی قاضی کے لیے قائم کی گئی کمیٹی میں دیگر علماء کے ساتھ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی شامل تھے۔ (۳۴)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۳ء کے آخر تک جمعیت العلمائے ہند کے رکن کی حیثیت سے وابستہ رہے اور آپ نے جمعیت العلمائے ہند کی زبردست خدمات انجام دیں، جو تاریخ دارالعلوم دیوبند اور جمعیت العلمائے ہند کے لیے قابلِ فخر سرمایہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

جمعیت العلمائے ہند کا سیاسی نقطۂ نظر اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

بعض محققین کے نزدیک جمعیت العلمائے ہند ہندوستان کی آزادی بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کی مذہبی و سیاسی آزادی اور سیاسی فلاح و بہبود بلکہ تمام ایشیا کی آزادی اور ترقی کو صرف اسی پر منحصر سمجھتی تھی کہ ہندوستان سے حکومتِ برطانیہ کا جلد از جلد خاتمہ ہو۔ لہٰذا آزادیٔ ہند کی خاطر جمعیت العلمائے ہند ملک کی ہر اس سیاسی جماعت کے ساتھ اشتراکِ عمل کرے گی، جو سرزمین ہندوستان سے برطانوی حکومت کے مکمل اخراج کو اپنا نصب العین قرار دیتی ہو، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی بتلانا چاہتی ہے کہ ملک کی سیاسی منصوبہ بندی اور آزادی ہندوستان میں مسلم مفاد کا تعلق ہے، جمعیت العمائے ہند اپنا ایک مستقل مقام رکھتی ہے جو اس کے فارمولے سے ظاہر ہے، مگر افسوس ہے کہ مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کرکے ہمارے فارمولے کو نظر انداز کر دیا ہے اور مسلمانوں کے وحدتِ ملّی اور اجتماعی حیات کے لیے ہلاکت کا سامان پیدا کیا۔ دوسرا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ کانگریس اس نازک مرحلہ پر اپنی جگہ مستقل اور مستحکم نہ رہ سکی اور اپنی روایات کے خلاف تقسیم پنجاب و بنگال کو قبول کر لیا۔ (۳۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جمعیت العلمائے ہند میں اس وقت تک شریک رہے جب تک کہ مسلم لیگ نے اپنا نصب العین کانگریس کے نصب العین سے علیحدہ نہیں کیا۔ آپ کا رجحان ابتدا ہی سے اس طرف تھا کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت باوقار طور پر کانگریس سے علیحدہ ہو کر کام کرے تاکہ مسلمانوں کے آئینی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ (۳۶)

۱۹۳۷ء کے انتخابات:

۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۷ء میں صوبائی انتخابات کے بعد جب کانگریس نے چھ صوبوں میں وزارتیں قائم کیں تو بعض مورخین کے بقول مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان بڑے پیمانے پر سیاسی معرکہ آرائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس موقع پر جمعیت العلماء کے چند سیاسی اکابرین کانگریس کی پالیسیوں کے خیر خواہ اور حمایتی تھے جب کہ کچھ حضرات کانگریس کی تمام پالیسیوں سے متفق نہ تھے، مگر وہ کھل کر کانگریس کے خلاف آواز نکالنے سے یکسر محروم تھے۔" (۳۷)

مسلم لیگ کی حمایت وتائید:

برصغیر میں کانگریسی وزارتوں نے مسلم دشمنی کا کھل کر مظاہرہ کیا۔ مسلم لیگ اور مسلمانوں کے خلاف ہر منفی حربہ استعمال کیا گیا۔ کانگریسی وزارتیں کیا قائم ہوئیں، ہندوؤں نے مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا، چنانچہ ایسے نازک وقت پر مسلم لیگ کو مقتدر اور معروف علماء کی تائید وحمایت کی اشد ضرورت تھی۔ قدرت نے یہ تاریخی اعزاز مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ اس مہم کو انجام دینے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو تھانہ بھون کے سرپرست اعلیٰ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی پوری تائید وحمایت حاصل تھی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خواہش پر ہی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دو دفعہ ایک خاص مشن پر قائد اعظم محمد علی جناح سے ملے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۸ء سے ہی مسلم لیگ کی فعال طور پر تائید وحمایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ نے مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کو مسلم عوام سے مقبول کرانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ (۳۸)

تحریکِ پاکستان کا نازک دور:

مارچ ۱۹۴۰ء سے اگست ۱۹۴۷ء تک کا دور زمانہ اسلامیانِ ہندوستان کے علمی وسیاسی خاص طور پر دینی حلقوں میں اس بحث مباحثہ سے بھرپور تھا کہ آزاد خود مختار مسلم مملکت کا مطالبہ کرنے کے علاوہ کیا سرزمینِ ہند میں بود وباش رکھنے والے مسلمانوں کے لیے کوئی اور سیاسی حل باقی نہیں رہا ہے۔ نیشنلسٹ (قومیت) مسلمان جو مجلسِ احرار یا جمعیت علمائے ہند یا کسی بھی اور سیاسی پلیٹ فارم سے کانگریس کے ہندو مسلم ایک قوم کے فلسفہ کی ہم نوائی کر رہے تھے، ان کی طرف سے نہ صرف شکوک وشبہات کی یلغار تھی بلکہ بعض تجزیہ نویسوں کے نزدیک وہ مسلم لیگی رہنماؤں کے خلوصِ نیت کو براہِ راست ہدف بنا کر مسلسل یہ الزام عائد کرتے تھے کہ اول تو پاکستان بقول ان کے دیوانے کا خواب، مجذوب کی بڑ اور سراسر خام خیالی ہے اور

اگر یہ انہونی بات ہو بھی گئی تو وہاں نفاذ شریعت اور اسلامی قوانین کا اجراء ہرگز نہیں ہوگا بلکہ مادّی اور دینی دونوں پہلوؤں سے یہ منصوبہ شروع کے چند دنوں میں ہی بکھر کر رہ جائے گا، یہ اپنے اور بیگانے مخالف طبقے ایک ہی سانس میں دوسرا بہتان تراشتے تھے کہ دراصل انگریز ہندوستان کے ٹکڑے کرکے یہاں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہونا چاہتا ہے اور یہ کہ مسلم لیگی سیاست داں تو محض انگریزی سازش کے ترجمان اور ذریعہ بن کر رہ گئے ہیں۔ سنجیدہ اور جید علماء کا ایک خاص طبقہ تحریکِ پاکستان کا سفر کرنے والوں کو یہ کہہ کر روکنا چاہتا تھا کہ اسلامی طرزِ حیات اور قرآنی احکامات کی بالادستی کے بارے میں مسلم لیگی رہنماؤں کا ذہن واضح نہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ پاکستان اور اسلام دو مختلف موضوعات اور معاملات ہوں گے۔ بقول ان کے مسلمانانِ ہند کی فلاح ہندو اکثریت کے ساتھ مل جل کر رہنے میں ہی تھی۔ (۳۹)

تحریکِ پاکستان اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نظریہ و موقف:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تحریکِ پاکستان کے حوالے سے موقف یہ تھا کہ مسلم عوام اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ علماء جو کچھ کہیں اس کی اندھی تقلید کی جائے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ کی کانفرنس ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء منعقدہ میرٹھ میں عوام کو مخاطب کرتے ہوئے برِ صغیر میں عام انتخابات میں ان کے ووٹ ڈالنے کی اہمیت اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت پر بڑے مدلل اور پُر جوش انداز میں تقریر کی اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ۱۳۶۴ھ۔ ۱۹۴۵ء کے یہ انتخابات مسلمانانِ ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کن مرحلہ ہیں، بعض حضرات کے نزدیک کیوں کہ حکومتِ برطانیہ اور کانگریس دونوں ہی تخلیقِ پاکستان کے مخالف تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے متحدہ قومیت کے نعرہ کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ مغل سلطان جلال الدین محمد اکبر (۴۰) نے بھی اسی تقسیم کا نظریہ پیش کیا تھا اور برِ صغیر میں دینِ الٰہی (۴۱) کا پرچار کیا، لیکن اکبر کا یہ باطل نظریہ مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندیؒ) کی تبلیغ و رشد کے بعد خود بخود اپنی موت آپ ہی مر گیا۔ لہٰذا متحدہ قومیت کا نظریہ مسلمانانِ ہند کے لیے قطعاً بے سود بلکہ ان کی قومیت کو فنا کرنے کے مترادف ہے۔ (۴۲)

سیاسی مکالمۃ الصدرین:

ایک طرف تحریکِ پاکستان کے رہنما متواتر مطالبۂ پاکستان کی اہمیت اور غرض و غایت کی تشریحات کر رہے تھے۔ دوسری جانب تصورِ پاکستان کی حمایت کرنے والے علمائے حق کے خلاف بھی بیان بازی شروع کر دی گئی۔

بعض تجزیہ نگاروں کے بقول دارالعلوم دیوبند کے فاضل علماء کا ایک با اثر طبقہ جو جمعیت علمائے ہند سے وابستہ تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے علم و فضل اور ذہانت و فراست کا مداح ہونے کے باوجود ان کے اس "سیاسی فیصلے" کی مخالفت میں پیش پیش ہو گیا۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ ۱۳۶۴ھ۔ ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو عرصۂ محشر کی وہ گھڑی آ پہنچی کہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ناظمِ اعلیٰ جمعیت علمائے ہند کی ابتدائی معروضات اور پیش رفت کے نتیجے میں طے شدہ تاریخ پر بروز جمعہ صبح ساڑھے آٹھ بجے دیوبند

میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی رہائش گاہ پر دونوں فریقوں کے درمیان ہمیشہ یاد رکھی جانے والی گفتگو ہوئی۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے ہمراہ جو دیگر علماء تبادلہ خیال میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، ان میں (۱) مولانا حسین احمد مدنیؒ، صدر جمعیت العلمائے ہند (۲) مولانا مفتی کفایت اللہؒ، سابق صدر جمعیت العلمائے ہند (۳) مولانا احمد سعیدؒ، سابق ناظم اعلیٰ جمعیت العلمائے ہند (۴) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، حال ناظم اعلیٰ جمعیت العلمائے ہند (۵) مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ (۶) مولانا عبدالحنانؒ (۷) مولانا مفتی عتیق الرحمٰنؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی طبیعت ناسازرہ چکی تھی، اس لیے شروع میں عیادت سے متعلق رسمی گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد مولانا عثمانیؒ نے اصولاً گفتگو شروع کرنے کا موقع مخاطب فریق کو دیا چونکہ اس نوع کی ملاقات کے لیے وقت بھی اسی فریق کی خواہش پر دیا گیا تھا۔

مولانا طاہر محمد القاسمیؒ ہم سب کے پُرخلوص شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اس پورے تاریخی مکالمے کو ریکارڈ کیا بلکہ اس کا مسودہ شیخ الاسلام مولانا عثمانیؒ کی نظر سے گزار دیا۔ اس طرح نہ صرف مولانا عثمانیؒ کی نظرثانی کی ضرورت پوری ہوگئی بلکہ ان کی اجازت سے مرتب شدہ روداد کو ''مکالمۃ الصدرین'' کے نام سے شائع بھی کر دیا گیا۔ یہ کتابچہ تحریک پاکستان کے ریکارڈ کے طور پر ''قائداعظم اکیڈمی'' کراچی میں بدستور محفوظ ہے۔ ہم ''مکالمۃ الصدرین'' سے بعض اقتباسات یہاں پیش کر رہے ہیں۔ یہ ہماری مجبوری بھی ہے اور شاید موضوع کی مناسبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پوری روداد کی بجائے یہاں چند حوالوں پر انحصار کریں تاکہ قارئین کرام کو علمائے حق کی جانب سے احتجاجت کی معقولیت اور ثقہ دلائل کو سمجھنے میں مدد ملے اور یہ امر واضح ہو کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا موقف کس قدر حق بجانب تھا جب کہ اعتراض کرنے والے حضرات اپنے دلائل کا وزن ثابت کرنے میں ناکام رہے۔ علماء کے درمیان یہ مکالمہ اس وقت بھی اہم تھا آج بھی چشم کشا اور حد درجہ فکر انگیز ہے۔ قارئین بہتر اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔

بعض سیاسی ماہرین کے نزدیک گفتگو کی تمہید کچھ لوگوں کے کردار اور حکومت کی خفیہ سرگرمیوں سے متعلق تھی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حصہ مفروضات کو قطعی مسترد کر دیا البتہ نفس مضمون کے دقیع حصہ کی مدلل توضیح کے بعد ان حضرات کو مشورہ پیش کیا کہ ''اب ہمیں ان سب قصوں سے بالکل علیحدہ رہ کر غور کرنا چاہیے کہ کون سا راستہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہے اور کس راستہ میں ان کا نقصان (قطع نظر اس سے کہ وہ بات انگریز کے ایجنٹ کی زبان سے نکلے یا کوئی ہندو دلال کہے مرتب) لہٰذا اب مزید گفتگو سے پہلے تین چیزیں دریافت کرنا چاہتا ہوں؟''

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:۔ پہلی چیز دریافت طلب یہ ہے کہ (۱) جو فارمولا جمعیت العلمائے ہند نے پاکستان کا نعم البدل ظاہر کر کے ملک کے سامنے پیش کیا اور جس کا حوالہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی تقریر میں بھی دیا ہے، اس فارمولا کو آپ حضرات نے کم از کم کانگریس سے منوالیا ہے یا نہیں؟

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کچھ اعذار بیان کیے، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو چونکہ ان اعذار سے کچھ بحث نہیں تھی، اس لیے فرمایا کہ اعذار کچھ بھی ہوں میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا فارمولا کانگریس

نے تسلیم کرلیا ہے یا نہیں!“

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے فرمایا کہ ہمارا یہ اصول نہیں ہے کہ ہم آزادی کی شرط کے طور پر ہندوؤں سے کوئی چیز منوالیں۔

(۲) دوسری بات یہ کرنی ہے کہ آپ جو کچھ گفتگو اس وقت مجھ سے فرمانا چاہتے ہیں وہ کس تقدیر پر ہے آیا یہ فرض کرتے ہوئے کہ انگریز حکومت ہندوستان سے چلی گئی ہے یا جارہی ہے۔ یا یہ مان کر کہ ابھی وہ موجود ہے اور سردست جا نہیں رہی گویا جو کچھ لینا ہے اسی سے لینا ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے فرمایا کہ یہ تو ماننا پڑے گا کہ انگریزی حکومت ابھی ہندوستان میں موجود ہے، اس کی موجودگی تسلیم کرتے ہوئے جو کچھ لینا ہے اسی سے لینا ہوگا۔

(۳) تیسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ آپ حضرات جو انقلاب اس وقت چاہتے ہیں وہ فوجی انقلاب یا آئینی انقلاب۔ اس کا جواب دیا گیا کہ فوجی انقلاب کا تو اس وقت کوئی موقع ہی نہیں۔ نہ فی الحال اس کا امکان ہے۔ نہ اس کے وسائل مہیا ہیں۔ اس وقت تو آئینی ہی انقلاب زیر بحث ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ بس اب بحث کا رخ متعین ہوگیا۔ اب کلام اس پر رہے گا کہ سردست انگریزی حکومت کی موجودگی کے باوجود آئینی انقلاب میں کونسا راستہ مسلمانوں کے لیے مفید ہے آیا وہ راستہ جو جمعیت علمائے ہند نے تجویز کیا ہے یا پاکستان کا راستہ، جو مسلم لیگ اختیار کررہی ہے۔

بعض حلقوں کے مطابق کیونکہ یہ طے شدہ حقیقت تھی کہ علمائے دیوبند کا یہ وفد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو تحریک پاکستان کی حمایت سے روکنے کے لیے آیا تھا۔ اس لیے تھوڑی ہی دیر بعد گفتگو اس موڑ پر آگئی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی اور اپنے رفقائے محترم کی ترجمانی کرتے ہوئے واضح طور پر اس موقف کا اظہار کیا کہ:۔

پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ۳۵ فیصد ہے۔ فلاں صوبے میں اس قدر۔ فلاں میں اتنی اور آسام میں اکثریت دوسروں کی ہے۔ ہر جگہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیت اتنی زبردست ہے کہ مسلمان اس سے کسی طرح بھی عہدہ برآنہ ہوسکیں گے اور بہت ہی تھوڑی اکثریت کچھ نہ کرسکے گی۔ بلکہ ہمیشہ معرض خطر میں رہے گی ادھر قائداعظم محمد علی جناح یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ پاکستان میں جمہوری طرز کی حکومت ہوگی۔ ایسی شکل میں ظاہر ہے مسلمانوں کو پاکستان سے کوئی بھی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ تنظیم، دولت اور تعلیم میں پست ہونے کی وجہ سے ۳۵ فیصد مسلمانوں کی اکثریت ۴۷ فیصد غیر مسلم اقلیت ہی کے عملاً تابع اور محکوم رہے گی، سکھ نہایت جنگجو قوم ہے وہ کسی طرح بھی پاکستان قائم نہ رہنے دے گی۔ ادھر جاٹوں کی قوم ہے وہ بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔

اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دریافت کیا کہ کیا آپ کے نزدیک پاکستان کا مطالبہ کرنے والے صوبہ وار چھ پاکستان بنانا چاہتے ہیں یا تمام مسلم اکثریت والے صوبوں کا ایک پاکستان مطلوب ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں پاکستان تو

ایک ہی بنانا چاہتے ہیں۔ پھر فرمایا، چنانچہ صوبہ جاتی اعداد و شمار کی گفتگو اس موقع پر بے کار ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مزید فرمایا۔ تو اس وقت ہم کو پاکستان کی مرکز حکومت میں یہ دیکھنا چاہیے کہ مسلم اور غیر مسلم آبادی میں کتنا تناسب ہے! مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ کی طرف سے کہا گیا کہ پاکستان میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی چھ کروڑ ہوگی اور غیر مسلم تین کروڑ ہوں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا یہ تعداد غلط ہے۔ مجموعہ میں مسلمان تقریباً سوا سات کروڑ ہیں۔ لیکن ہم سات کروڑ تسلیم کیے لیتے ہیں اور غیر مسلم جو تین کروڑ سے کم ہیں، ان کو پورے تین کروڑ کر لیا جائے۔ اس تعداد سے سات اور تین کی نسبت مسلم اور غیر مسلم کے درمیان ہوگی اور مجموعی آبادی میں آپ کے فرمانے کے مطابق ۶۰ اور چالیس کی نسبت ہوگی۔ یعنی مسلمان ۶۰ فیصد اور غیر مسلم چالیس فیصد ہوں گے (حالانکہ اس صورت میں مجموعہ میں مسلمان واقعتاً ۷۰ فیصد اور غیر مسلم ۳۰ فیصد ہوتے ہیں۔)

اس سیاسی مکالمے کے دوران آگے چل کر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا، آپ کے فارمولے کی رو سے مرکز میں چالیس فیصد مسلمان ہوں گے۔ اور چالیس فیصد ہندو اور بیس فیصد میں دیگر اقلیتیں ہوں گی۔ اس طرح سے آپ کے لحاظ سے غیر مسلموں کی تعداد ۶۰ فیصد اور مسلمانوں کی تعداد چالیس فیصد ہوئی۔ مولانا کی یہ پوری تشریح سن کر دوسرے فریق کی جانب سے کہا گیا کہ عیسائی ہمارے ساتھ ہو جائیں گے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ:

”یہ عجیب بات ہے کہ جب پاکستان کا فارمولا سامنے آتا ہے تو عیسائی مسلمانوں سے علیحدہ وغیر مسلم بلاک میں شمار کیے جاتے ہیں اور جب جمعیت علماء کا (مقدس) فارمولا پیش کیا جاتا ہے تو وہی عیسائی گویا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کی جانب شمار کیے جانے لگتے ہیں، شمار ہوں گے، چنانچہ خالص مسلمانوں کو ان سب کے مقابل رکھ کر مسئلہ پر غور کرنا چاہیے جمعیت علمائے ہند کے وفد نے آخر کار اس کو تسلیم کر لیا۔“ اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک نہایت اہم نکتہ یہ اٹھایا کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ کہ پاکستان قائم ہونے میں سراسر مسلمانوں کا نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا آپ باور کرا سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان کی مخالفت محض اس لیے کر رہا ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے، وہ کسی طرح بھی مسلمانوں کا نقصان دیکھنے کو تیار نہیں۔“! (جب کہ) ان کا تو اعلان یہ ہے کہ جو جماعت یا جو شخص بھی پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا کانگریس اس کی ہر طرح امداد کرے گی۔

(اس وعدہ کا تعلق کسی شخص خاص سے نہیں، کانگریس کے پورے ادارے سے ہے) اور ان کا قول ہے، پاکستان ہماری لاشوں پر ہی بن سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آخر یہ پُر زور اور انتہائی مخالفت کیوں ہے؟

اس کے جواب میں مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ نے فرمایا کہ:

”ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔“

لیکن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس نکتہ کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا۔ اور بار بار گریز کیا جاتا رہا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ

ان کی جو کچھ بھی مصلحت ہو آخر آپ حضرات نے بھی کچھ غور کیا کہ وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی مخالفت کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انگریز کی حکومت تو سر دست اپنے اوپر قائم ہے، جسے آپ خود شروع میں تسلیم کر چکے ہیں۔ ہندو یہ چاہتا ہے کہ انگریز حکومت کے زیر سایہ دس کروڑ (محکوم) مسلمانوں میں سے ایک شخص کی گردن پر سے بھی ہندو اکثریت کا جوا کبھی اور کہیں اثر ہونے نہ پائے۔ اس طرح مسلمان ہمیشہ انگریز اور ہندو کی ڈبل غلامی میں باختیار خود پستے رہیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس بارے میں دوسرے فریق کا جواب بار بار جاننا چاہا لیکن ادھر سے کوئی شافی جواب ہاتھ نہ آیا۔

علمائے دیوبند کے وفد نے مسلم اقلیت کے بارے میں اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان میں رہ جانے والی غیر مسلم اقلیت کے بارے میں اپنا اپنا نقطہ نظر بیان کیا کہ اقلیتیں اپنی اپنی جگہ دباؤ میں رہیں گی۔ (یہ جواب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تھا)

بعض لوگوں کے مطابق گفتگو کے اس نازک موڑ پر مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مولانا احمد سعیدؒ نے موضوع تبدیل کر دیا اور قدرے سخت گیر لہجے میں اعتراض کیا کہ حضرت یہ علی گڑھ کے نیچری، علماء کے وقار کے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اگر مسلمانوں کے رہنما بن گئے تو دین کو برباد کر دیں گے۔ علماء کو مٹا دیں گے، اسی سلسلے میں اس بدتمیزی کا بھی ذکر کیا گیا۔ جو بعض مقامات میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ کی گئی تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ مسلم لیگ راجاؤں نوابوں، خطاب یافتہ لوگوں کی جماعت ہے۔ سر فیروز خان نون کے متعلق فرمایا کہ وہ حکومت کے اشارے سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں داخل ہوئے ہیں اور وہ کھلے طور پر سرکاری آدمی ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ "سر فیروز خان نون" کے متعلق میں بحث نہیں کرتا آپ جو چاہیں کہیں لیکن مسٹر جناح کے متعلق کبھی میرا یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ یا وہ کسی دباؤ یا لالچ میں آ سکتے یا کسی قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں۔ مولانا احمد سعیدؒ صاحب کے یہ کہنے پر کہ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ اور دوسرے بعض فرقے علماء کا اقتدار مٹانا اور دین کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو مشکلات ہوئیں، ان کا حل آپ کے ذہن میں کیا ہے وہ بھی تو فرمایئے۔ اس پر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کچھ خاموشی سی طاری ہو گئی۔ پھر وفد کی طرف سے کہا گیا حضرت آپ ہی فرمائیں کیا حل ہے۔ علامہ عثمانیؒ نے فرمایا کہ یہ خوب رہی مشکلات تو آپ نے بیان فرمائیں آپ نے اور حل میں بتاؤں۔ آخر آپ نے بھی تو کچھ حل سوچا ہوگا۔

(کچھ دیر خاموشی کے بعد) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ اچھا لیجیے میں ہی اس کا حل عرض کرتا ہوں۔ میرے نزدیک اس کا حل صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ آپ سب حضرات مل کر مسلم لیگ میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کریں اور ایک دو مہینے دورہ کر کے تین چار لاکھ دو آنے والے ممبر مسلم لیگ کے بھرتی کرائیں۔ جب ہمارے ہم خیال ممبران کی اتنی بھاری تعداد مسلم لیگ میں شامل ہو جائے گی تو پھر ہم عوام کے ذریعے سے جو مفید صورتحال مسلمانوں کے لیے ہو گی باآسانی بروئے کار لا سکیں گے۔ کیا ہمارا اثر عوام پر اتنا بھی نہیں کہ ہم دو چار لاکھ ممبران بھرتی کرا سکیں گے، میں اس کے لیے تیار ہوں کہ آپ حضرات کے ساتھ مل کر اس کام میں حصہ لوں۔ میرے نزدیک تو اصلاح کی یہی بہترین شکل ہے، اس پر مولانا احمد سعیدؒ نے فرمایا کہ

یہ تو صحیح ہے۔ لیکن جب ہم لوگ ایسا کریں گے تو یہ راجے مہاراجے، نواب اور مسلم لیگ سے علیحدہ ہو کر دوسری مسلم لیگ بنالیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرمایا کہ اگر نئی مسلم لیگ بنالیں گے تو اس سے کیا ہوگا عوام کی طاقت تو ہمارے ساتھ رہے گی (مسٹر شفیع نے بھی ایک زمانے میں مسلم لیگ بنالی تھی، لیکن اس کا حشر کیا ہوا۔ جب شفیع صاحب رحلت کر گئے ان ہی کے ساتھ ان کی لیگ بھی ختم ہوگئی اور وہ عوام میں رابطہ کبھی نہ کر سکے)

رہا ان بدتمیزیوں کا قصہ جو آپ کے ساتھ ہوئیں۔ اس کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جمعیت علمائے اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقع پر جو پیغام بھیجا تھا اس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ یہ پرلے درجے کی شقاوت وحماقت ہے کہ قائد اعظم کو کافر کہا جائے یا مولانا سید حسین احمد مدنیؒ وغیرہ کے ساتھ کوئی ناشائستہ سلوک کیا جائے۔ (۴۳)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس سلسلے میں بعض تفصیلات پیش کیں جن کی غایت یقیناً یہ تھی کہ (ہم سب علماء کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ نامناسب بات کسی جانب سے ہو۔ کسی جگہ ہو اسے روکنے کی عملی کوشش ہمیں ضرور کرنی چاہیے) انہوں نے دہلی کے اخبار حریت کی مثال پیش کرتے ہوئے قدرے تعجب سے فرمایا کہ جب مذکورہ اخبار میرے خلاف متواتر رکیک مضامین لکھتا رہا تو آپ حضرات میں سے کسی نے اس سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا (حریت کی ناشائستہ زبان کا حوالہ سن کر سب کی نگاہیں شرمسار ہوگئیں) لیکن اس کے جواب میں مولانا احمد سعیدؒ نے صرف اتنا فرمایا۔ اجی حضرت! عزیز حسن بقائی تو ہمیشہ اسی قسم کی بے ہودہ بکواس کیا کرتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ اس وقت تو وہ آپ کی حمایت اور ہمنوائی میں سب کچھ کہہ رہا ہے۔ جب کہ ایک زمانے میں اس نے آپ صاحبان (کی شخصیت کو بھی) بُری طرح مجروح کیا تھا۔ اس کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کئی ذاتی شواہد بیان کر کے فرمایا۔

”دکھلانا صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنی بساط کے موافق اس قسم کے امور کو روکنے کی ہر ممکن سعی کی ہے۔“

اس مکالمہ کے دوران مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اپنے اس موقف کی تائید میں کہ ہندوستان کی تقسیم دراصل انگریز کا تیار کردہ ایک منصوبہ ہے دس پندرہ منٹ دورانیہ کا ایک تحریر شدہ ذاتی مضمون پڑھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس مضمون کا مفصل اور مسکت جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس موقف کو حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انگریز کبھی اپنی پالیسی ٹکڑے کرنے کے لیے بناتا ہے کبھی اس کو فائدہ یکجا رکھنے میں نظر آتا ہے۔ مثلاً حالیہ نظیر ملاحظہ فرمایئے۔ برطانیہ نے ترکی اور عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ عراق، شام، لبنان، یمن سب کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ دوسری طرف جب روس کے خلاف محاذ بنانے کی ضرورت پیش آئی تو عرب لیگ کے ذریعے عرب ممالک کو ساتھ رکھنے کی حمایت شروع کر دی تا کہ انگریز کے مفاد میں ایک آہنی دیوار وجود میں آجائے۔ علماء کے وفد نے انگریزوں کی پالیسی کے اس تضاد کو تسلیم کیا (کیونکہ دورخی صاف ظاہر تھی)۔

گفتگو کا ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ علماء کے وفد نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے (سیاسیات ہند پر) سکوت اختیار کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کمال کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔

”میرا اثر ہی کیا ہے، اگر میری اپیل پر بے چارے لیاقت علی خان کو دس بیس ووٹ مل ہی گئے تو کیا ہوا۔ پروپیگنڈے کی

طاقتیں تو ماشاءاللہ آپ کے ساتھ ہیں۔“

اس پر علماء کے وفد سے برمحل جواب دیا گیا۔

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔ آپ کے اعلانات نے پورے ملک میں ہل چل ڈال دی ہے۔“

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے کہا گیا، آپ تو عملی سیاست سے دُور رہا کرتے تھے پھر آپ نے ان انتخابات میں ذاتی طور پر حصہ کیوں لیا۔ مولانا نے فرمایا: اس الیکشن کی نوعیت مختلف ہے۔ حکومت نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا تھا کہ اس مرتبہ منتخب ہونے والی اسمبلیاں ہی آئندہ ہندوستان کا مستقل دستور بنائیں گی گویا یہ قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والی قانون سازی کا مرحلہ ہے، اس لیے میں نے سمجھا کہ اس اہم موقع پر مسلمانوں کی ہر ممکن مدد کی جائے۔ مسلم لیگ کی حمایت کے فیصلے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا: آپ حضرات طوفانی دورے کر رہے تھے، جن سے میرے نزدیک مسلمانوں کا نقصان ہو رہا تھا، ظاہر ہے ایسے موقع پر میں سکوت کیسے باقی رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ مولانا عثمانیؒ نے نہ صرف مسلم لیگ کی (کھل کر) تائید وحمایت کی بلکہ مکالمۃ الصدرین کے فاضل مرتب نے لکھا ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس بارے میں اپنے خیالات کا مکمل دفاع کیا اور تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے اغراض ومقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ اور اس کی تائید:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے اس خطبہ کی تردید میں ایک بیان جاری کیا، جس میں انہوں نے کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کو جائز قرار دیا تھا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے تائید پاکستان اور کونسلوں اور میونسپلٹیوں کی مثال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان محکموں میں ہندو مسلم اشتراک عمل صرف حقوق غلامی میں اشتراک ہے۔ حکومت کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل جہاد آزادی میں اشتراک عمل ہے، جس پر مذہبی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت وحیات کا دارومدار ہے۔ (۴۴)

اس زمانہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، صاحب فراش تھے اور طویل علالت کی وجہ سے سیاست کے میدان سے عملی طور پر خود کو الگ کر چکے تھے۔ مگر حالات کے نزاکت کے پیش نظر ان کی رہنمائی کی اشد ضرورت تھی، چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی علالت کے باوجود مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آمادہ کر لیا۔ آخر کار علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس شرط پر سیاست میں حصہ لینے پر آمادہ ہو گئے کہ اگر وہ علالت کی وجہ سے کوئی کام نہ کر سکیں تو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ان کی نیابت کرتے رہیں گے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس شرط کو منظور کر لیا۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے علالت نقاہت کے باوجود مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مل کر ایک مشترکہ بیان جاری کیا، جس کا لب لباب یہ ہے۔

کانگریس کے دائرہ میں جہاں ہندو عناصر کے کھلے ہوئے غلبہ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، مٹھی بھر مسلمان داخل ہو کر تو یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان سب کو راہِ راست پر لے آئیں گے، لیکن مسلم لیگ کے متعلق جو خالص

مسلمانوں کی جماعت ہے، کیا اس اُمید کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔

مسلم لیگ کلمہ گو مسلمانوں کی جماعت ہے، اس میں ہزار عیب سہی تاہم غیر مسلم قوموں کی نسبت تو وہ ہم سے قریب تر اور مفید تر ہے اگر مسلم لیگ ناکام ہو گئی تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ ایک سچا اصول ہی شاید ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے اور مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کی آواز فضائے ہندوستان میں پھر کبھی سنائی نہ دے۔ پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے۔ یہ نام سن کر کسی کو بھی یہ غلط فہمی یا خوش فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اس خطہ میں فوراً بلا تاخیر خلافتِ راشدہ یا خالص قرآنی اور اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ ضرورت سے زیادہ امیدیں دلانا یا توقعات باندھنا کسی عاقبت اندیش، حقیقت پسند کے لیے زیبا نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان ایک ایسا ابتدائی قدم ہے جو انجام کار قرآنی اصول کے مطابق احکم الحاکمین کی حکومت عادلا قائم ہونے پر کسی وقت منتہی ہو سکتا ہے۔ (۴۵)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اس قسم کے بیانات نے ہندوستان کی سیاست کا رخ یکسر بدل کر رکھ دیا، کیونکہ جو لوگ ابھی تک مسلم لیگ کی حمایت کے لیے آمادہ نہ ہوئے تھے، وہ اس میں شامل ہو کر اس کے معاون و مددگار بن گئے۔

جمعیت العلمائے اسلام کا قیام:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بڑے زور و شور سے مسلم لیگ کی حمایت اور تائید کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح اور دیگر اکابرین سیاست کے ساتھ سیاسی جدوجہد میں مصروف ہو چکے تھے۔ آپ نہ صرف مسلم لیگ کے حامی بلکہ تجویز پاکستان کی حمایت اور نصرت بھی اپنے طور پر کرتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر علماء و مشائخ نے اس بات کو بڑی شدت سے محسوس کیا کہ جمعیت العلمائے ہند کی طرح علماء کی ایک دوسری جماعت بھی ہونی چاہئے جو مسلم لیگ کی حمایت میں کام کرے تاکہ مسلمانانِ جمہور کی رائے عامہ کو ہموار کرنے اور مسلم لیگ کو کامیابی سے ہم کنار کرنے میں مدد مل سکے۔

۱۹۴۴-۴۵ء کے عہد میں برصغیر کا چپہ چپہ سیاسی سرگرمیوں کی لپیٹ میں تھا، کیونکہ مسلم لیگ مضبوط اور مستحکم ارادوں کے ساتھ ہونے والے انتخابات میں حصہ لینے جا رہی تھی۔ (۴۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے انتخابی معرکہ کے حوالے سے اپنے حلقہ اثر میں یہ بات ذہن نشین کرائی کہ مسلمانوں کو اسلامی نظامِ حیات جاری و ساری کرنے کے لیے مسلمانوں کی اپنی علیحدہ منظم اور اپنی ایک علیحدہ ریاست کا ہونا ضروری ہے۔ اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے مسلم جمہور کی تائید و حمایت بھی ضروری تھی۔

جمعیت العلمائے اسلام کے قیام کے حوالے سے ڈاکٹر ایچ بی خان اپنی کتاب ”تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار“ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

۱۱ جولائی ۱۹۴۵ء کو برصغیر کے علماء و مشائخ کا ایک جلسہ کلکتہ میں مولانا آزاد سبحانی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی عدم شرکت کی بناء پر ۲۹ صفحات پر مشتمل اپنا پیغام بھیجا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے

اپنے اس پیغام میں شرعی سیاسی اور علمی دلائل سے مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا مشورہ دیا تھا، چنانچہ کلکتہ کے اس اجلاس میں جمعیت العلماء اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو ان کی عدم موجودگی کے باوجود اس جماعت کا صدر منتخب کیا گیا۔ (۴۷)

جمعیت العلمائے اسلام کے قیام اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اس میں شمولیت کے حوالے سے مفتی عبدالرحمٰن خاں اپنی کتاب ''تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی'' میں تحریر کرتے ہیں:

''پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن قریب آ گئے تھے، مخالفین کی طرف سے اس قسم کا پروپیگنڈہ زوروں پر تھا کہ مسلم لیگ بے دین امراء کی نمائندہ جماعت ہے اور اس کو علماء کی حمایت و تائید حاصل نہیں ہے۔'' ادھر اربابِ مسلم لیگ بُری طرح محسوس کر رہے تھے کہ جب تک ہر محاذ پر علماء ان کے شانہ بہ شانہ کام نہ کریں، الیکشن میں کامیابی حاصل کرنا آسان کام نہیں۔ چنانچہ ان کا تقاضا اور حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ملک کے مقتدر علمائے کرام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد طاہر قاسمیؒ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوریؒ، مولانا آزاد سبحانیؒ، مولانا غلام مرشدؒ وغیرہ نے نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمع ہو کر ایک عظیم الشان علماء کانفرنس منعقد کی اور جمعیت العلمائے اسلام کے قیام کا اعلان کیا گیا، جس کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ متفقہ طور پر منتخب کیے گئے۔ اس کانفرنس نے متفقہ طور پر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور ایک قرارداد کے ذریعے مسلم ووٹروں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے نمائندہ کے سوا کسی دوسری جماعت کے نمائندہ کو ووٹ دینا اتحادِ ملت، مفاداتِ استقلال، اسلام اور مستقل قوم کے مقاصد کے خلاف ہے، کیونکہ پاکستان کے سوال کا فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر منحصر ہے۔ (۴۸)

پاکستان کی آزادی کا تصور:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کی آزادی کی حمایت کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس ۱۹۴۵ء میں ارشاد فرمایا:

جمعیت العلمائے اسلام کا یہ اجلاس مخصوص حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے جس میں ملتِ اسلامیہ اس برکوچک ہند میں گھری ہوئی ہے، اعلان کرتا ہے کہ کفار و استیلائے کفر سے نکلنے اور مسلمانوں کی آزادی و استخلاص اور دین و شریعت کی حفاظت و مدافعت کرنے کی صورت یہی ہے کہ مسلمانانِ ہند اکھنڈ بھارت اور آل انڈیا فیڈریشن کی سختی سے مخالفت کریں اور پاکستان و تقسیم ہندوستان کے مطالبہ کی جو آل انڈیا مسلم لیگ کی نمائندہ جمعیۃ المسلمین نے مسلم قوم کی طرف سے پیش کیا ہے کی پُر زور تائید کریں اور اسے حاصل کرنے کے لیے تمام طاقتوں کو مسلم لیگ کے زیرِ ہدایت منظم کریں۔ (۴۹)

نیشنلسٹ علماء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

بعض روایتوں کے مطابق نیشنلسٹ علمائے کرام کے عزائم اور اثر و نفوذ کو جو وہ کانگریس کے اثرات اور گاندھی کے

خیالات وتصورات ونظریات کو مسلمانوں میں پھیلانے کے لیے مصروف ومشغول تھے اور ستم یہ کہ ان باطل خیالات کی تائید وحمایت میں اگر ایک مفسرِ قرآن بن کر تو دوسرا شیخ الحدیث کہلا کر اسلام کی عطا کردہ عزت وعظمت اور دین ہی کے تفویض کردہ احترام ووقار کو مفادِ مسلم اور اسلام کی مستقل اقدار کے خلاف استعمال کر رہے تھے تو دوسری طرف وہ علمائے کرام اور بزرگانِ عظام بھی تھے جو مسلمانوں کی اس ملی تحریک قیام پاکستان کو صحیح درست تسلیم کرتے ہوئے مسلم لیگی قیادت وسیاست کی تائید وحوصلہ افزائی فرمارہے تھے۔ (۵۰)

تحریکِ پاکستان کے حق میں مولانا عثمانیؒ کا فتویٰ:

تحریک پاکستان کے دوران سینکڑوں اکابرین قیامِ پاکستان کے لیے اپنی مساعی جدوجہد میں مصروف تھے۔ ان ہی روشن ضمیر اسلام شناس اور دردمندانِ ملت میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ تحریکِ پاکستان کے حوالے سے آپ کا ایک خاص مقام ہے۔ دارالعلوم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے اپنے ایک فتویٰ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کہتے ہیں ”آپ نے شرکت کانگریس کے متعلق میرے خیالات دریافت کیے ہیں۔ اس مسئلے کے متعلق میں اپنے خیالات کا اعلان پہلے بھی کر چکا ہوں، اب پھر لکھتا ہوں کہ میں نہ کبھی کانگریس میں شامل ہوا اور نہ اب شامل ہوں بلکہ اس شمولیت پر میں نے کانگریسی علماء سے کئی دن تک بہت شدومد سے بحث کی، جس کا تذکرہ اخبارات میں آچکا ہے۔ قومیت متحدہ کا نظریہ جو کانگریس کے دستور اساسی کا بنیادی پتھر ہے، اس معنی میں جو کانگریس کے ائمہ اس سے ارادہ کرتے ہیں۔

”میرے نزدیک شرعی نقطۂ نظر سے کبھی تسلیم نہیں ہوسکتا۔“

میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں اور نہ ہی سیاست میں کوئی خاص اشتغال رکھتا ہوں، تاہم اپنی قوم کے سود وبہبود کو سوچنا اس کا ایک جزو ہونے کی حیثیت سے میرے لیے بھی ناگزیر ہے، جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہمارے لیے سب سے پہلے ایک خالص اسلامی وحدت ومرکز پر زور دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے بدوں میں کسی نام نہاد قومیت متحدہ کے تیز رو دھارے میں گھاس کے تنکوں کی طرح اپنے کو ڈال دینا خودکشی کے مترادف ہے۔ مسلمان دوسری قوموں سے صلح کرسکتے ہیں۔ عہد وپیماں کرسکتے ہیں، بہت سے امور میں تعاون اور اشتراکِ عمل کرسکتے ہیں، لیکن وہ اپنی مستقل ہستی کو دوسروں میں مدغم نہیں کرسکتے۔ (۵۱)

کانگریس کے عزائم اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تصورات:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایک طویل عرصہ تک جمعیت العلمائے ہند سے وابستہ رہے، لیکن جب جمعیت علمائے ہند کے بیشتر علماء کانگریس کے خیالات ونظریات کے حامی ہوتے چلے گئے، چنانچہ اس موقع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے خود کو جمعیت العلمائے ہند سے علیحدہ کرلیا۔ بدقسمتی سے ہندوستانی علماء کانگریس کی حمایت کو اپنی زندگی کا شعار بنا چکے تھے، جس کا منفی نتیجہ یہ برآمد ہوا

کہ علماء کے نقشِ قدم پر پیش رفت کرتے ہوئے عام ہندوستانی مسلمانوں کا قلبی جھکاؤ کانگریس کی طرف ہوگیا، چنانچہ مسلمانانِ ہند کے دلوں سے کانگریس کے وابستگی کو ختم کرنے کے لیے علماء کے ایک گروہ نے جس کی قیادت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کر رہے تھے، جمعیت العلمائے اسلام کے سیاسی پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔(۵۲)

مسلم لیگ کی حمایت:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنی عمر کے آخری حصے میں تھے، مگر مذہب اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے آپ نے اپنی بیماری اور عمر کی پرواہ کیے بغیر مسلم لیگ کی حمایت کے واسطے میدان میں نکل پڑے۔ آپ نے اپنی بے شمار تقاریر، خطوط اور بیانات میں مسلمانانِ ہند کو آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت کرنے کو کہا، آپ نے جمعیت العلمائے اسلام کے سالانہ اجلاس منعقدہ کلکتہ ۱۹۴۶ء میں فرمایا: میں زمانہ دراز تک ان مسائل کی اطراف و جوانب پر غور کرتا رہا ہوں اور آخرکار اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کو حصولِ پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں حدود شرعی کی رعایت کے ساتھ حصہ لینا چاہیے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اگر اس وقت مسلم لیگ ناکام ہوگئی تو پھر شاید مدت دراز تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہ ملے، اس لیے وقت کی ضرورت ہے کہ مسلم لیگ اور قائداعظم کے بازو کو مسلمان اپنی قوتِ بازو سے تقویت فراہم کریں۔ (۵۳)

نظریہ پاکستان کی حمایت و تائید:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تقاریر میں شرعی نقطۂ نظر سے نظریہ پاکستان کو درست قرار دیا۔ ۱۸ مئی ۱۹۴۶ء کو جمعیت العلماء اسلام کے زیر اہتمام ضلع اعظم گڑھ میں ایک عظیم الشان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان مسلمانوں کا پیدائشی حق ہے کہ اس وقت انگریز اور ہندو دونوں پاکستان کو نہیں مانتے، لیکن ایک وقت ایسا آئے گا جب یہ دونوں قوتیں از خود پاکستان دے دیں گی، اس کے لیے ہم کو اپنے بھولے ہوئے فریضہ اسلامی جہاد کو پھر سے یاد کر کے عمل کرنا ہوگا۔"

بمبئی میں جمعیت العلمائے اسلام کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"پاکستان نہ کوئی نعرہ ہے نہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے کوئی منفی قدم ہے، یہ نفرت کی پیداوار نہیں ہے جیسا کہ کہا جا رہا ہے۔ یہ نظریہ اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ مختلف صوبوں میں کانگریسی وزارتوں (۱۹۳۷ء۔۱۹۳۹ء) کے قیام کے بعد لاہور میں قرارداد منظور (۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء) کی گئی۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ قرارداد لاہور کا مطالعہ کریں۔ آپ پر حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ ہندوستان ہم لوگوں کا ہے برطانوی حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اسے مسلمانوں کے حوالے کر دے۔" (۵۴)

علماء و مشائخ کی دو گروپوں میں شیرازہ بندی:

قراردادِ لاہور ۱۹۴۰ء کے منظور ہوتے ہی علماء و مشائخ دو گروپوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک گروپ جس کی قیادت مولانا

ابوالکلام آزادؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے دیگر رفقاء نے کانگریس کی قیادت میں متحدہ قومیت کے نظریہ اور متحدہ ہندوستان کی حمایت کی، جب کہ دوسرا گروپ جس کی قیادت مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ و دیگر اکابر دیوبند نے دو قومی نظریہ اور آزاد و خود مختار پاکستان کی حمایت کی۔ اکابر دیوبند کے علماء کے لیے اس گروپ کا موقف یہ تھا کہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، معیشت، تجارت، ثقافت اور سیاسی اقتدار و غلبہ کے لیے ایک علیحدہ ریاست کا ہونا ضروری ہے۔ نیز اسلام کی سربلندی اور اُمتِ محمدیہ ﷺ کی رہنمائی کے لیے ایک خالصتاً اسلامی مملکت کا قیام ناگزیر سمجھا جائے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے معتمد رفیق مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے فتویٰ دیا کہ ''کفار و مشرکین کے جھنڈے تلے کسی تحریک میں شامل ہونا حرام ہے اور کانگریس کو تقویت دینا ہرگز جائز نہیں۔''

اس نقطۂ نظر سے بے شمار اکابر علماء دیوبند کا اتفاق تھا، جس سے مسلم لیگ کی مقبولیت میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا اور تحریک و قیامِ پاکستان نے زور پکڑا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقاء نے انتہائی جاں فشانی اور بصیرت کے ساتھ مسلمانانِ ہند کی جدوجہد آزادی اور قیامِ پاکستان کا مقدمہ لڑا اور اپنے سیاسی و تاریخی مقاصد میں کامیابی حاصل کر کے اُمتِ مسلمہ خصوصاً مسلمانانِ ہندوستان کو پاکستان کی صورت میں ایک انمول تحفہ دیا۔ (۵۵)

قائداعظم کا سیاسی نقطۂ نظر اور علامہ عثمانیؒ کا موقف:

تحریکِ پاکستان کے زمانے میں قائداعظم محمد علی جناح پر مخالف علماء کی طرف سے بے حد الزامات عائد کیے گئے تھے، دن رات اس بات کی کوشش کی جاتی تھی کہ کوئی چھوٹی سی بات بھی ہاتھ آجائے تو اس کو پہاڑ بنایا جائے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان مخالف علماء کی ان سیاسی اور مکارانہ چالوں کو بخوبی جانتے تھے۔ آپ قائداعظم محمد علی جناح کو مسلمانوں کا صحیح رہنما تصور کرتے تھے اور ہر موقع پر آپ کی حمایت کو اپنا فرض تصور کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے قائداعظم کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:

''بلاشبہ مسلم لیگ کے قائد میں انسانی کمزوریاں ہیں اور ان کی بہت سی باتیں علماء کے نزدیک قابلِ اعتراض ہیں، جہاں تک میں اپنی بساط کے مطابق اندازہ کر سکا ہوں مجھے یقین ہے کہ مسٹر جناح آج کل کی سیاست کے داؤ پیچ سے مسلمانوں میں سب سے زیادہ واقف ہیں پھر نہ وہ کسی قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں اور نہ وہ کسی دباؤ کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔''

ایک اور موقع پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائداعظم کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:

''مسٹر جناح اپنی دماغی قابلیت یا دوسرے اسباب کی بناء پر مسلم اکثریت کے قائد بن گئے، اب ان کا مقابلہ کر کے جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے۔'' (۵۶)

کابینہ مشن ۱۹۴۶ء کی برِصغیر آمد اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

۱۹ فروری ۱۹۴۶ء کو لارڈ پیتھک لارنس نے دارالامراء میں اعلان کیا کہ ہندوستان کا مسئلہ طے کرنے کے لیے ایک وزارتی وفد ہندوستان بھیجا جائے گا۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں برطانوی کابینہ نے تین آدمیوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان روانہ کیا۔ (۵۷)

وزارتی مشن ۲۳ مارچ ۱۹۴۶ء کو کراچی پہنچ گیا، اس مشن کے شرکاء میں وزیر ہند لارڈ پیتھک لارنس، سر اسٹیفورڈ کرپس اور جنرل الیگزینڈر شامل تھے۔ (۵۸) غلام علی الانہ نے اپنی کتاب "مجاہد ملت" میں کابینہ مشن کے آمد کی تاریخ ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء بیان کی ہے۔ (۵۹)

کابینہ مشن جب ہندوستان پہنچا تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مشن کو ایک تار دیا جس میں مسلمانوں کے مطالبہ پر زور دیا اور کابینہ مشن کو متنبہ کیا کہ اگر آل انڈیا مسلم لیگ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج بُرے ہوں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے تار میں لکھا "پاکستان ہماری قوم کا کم سے کم مطالبہ ہے ہر دو اقوام ہند کے مراکز اقتدار و حکومت اور اختیار الگ الگ اور جداگانہ ہوں مسلم لیگ کو نظر انداز کرنا پوری مسلم قوم کو نظر انداز کرنا ہوگا، اس تاریخی قوم کے برانگیختہ جذبات کو سخت آزمائش و ابتلا میں مبتلا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسے خوفناک نتائج پیدا نہ ہوں جو سب کے لیے ناخوشگوار اور نقصان دہ ہوں ہندوستان کے ایک اہم حصہ کو معطل کر کے کابینہ مشن اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔" (۶۰)

وزارتی مشن نے کراچی میں ایک ہفتہ کے قیام کے دوران مختلف سیاسی نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔ کابینہ مشن نے صوبائی وزراء، اقلیتی فرقوں کے نمائندوں اور والیان ریاست کا نقطہ نگاہ بھی معلوم کیا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کانگریس کی نمائندگی کرتے ہوئے کابینہ مشن سے ملاقات کی۔ (۶۱) گاندھی نے نجی حیثیت سے مشن سے ملاقات کی اور کہا کہ جہاں تک کانگریس کے موقف کا تعلق ہے تو اس کی وضاحت مولانا ابوالکلام آزادؒ کر چکے ہیں۔ گاندھی نے پاکستان اور دو قومی نظریے کی مخالفت کی۔ انہوں نے ہندوستان کو سیاسی اعتبار سے متحد رکھنے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ قائداعظم محمد علی جناح کو نئی حکومت بنانے اور اپنی پسند سے مرکزی کابینہ کے وزراء منتخب کرنے کی دعوت دی جائے۔ بشرطیکہ وہ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ ہندوستان کو دو مملکتوں یعنی پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ (۶۲)

صوبہ سرحد کا ریفرنڈم اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا سیاسی کردار:

صوبہ سرحد اور سلہٹ کے علاقے پاکستان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ مسلمان اکثریت کے یہ دونوں علاقوں میں ریفرنڈم کا کوئی منطقی جواز نہ تھا، لیکن چونکہ سلہٹ میں ایک عرصہ سے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ عبادت و ریاضت خصوصاً رمضان المبارک کا مہینہ بڑی باقاعدگی سے گزارتے تھے۔ چنانچہ سلہٹ کے علاقے میں ان کے مُرید بکثرت پیدا ہو گئے تھے۔ سلہٹ میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا اثر و رسوخ بہت ہی زیادہ تھا اور سارا علاقہ ان ہی کے اشارے پر چلا کرتا تھا۔ (۶۳) دوسری طرف صوبہ سرحد میں طویل عرصے سے سرخ پوش تحریک چل رہی تھی، خدائی خدمت گار سارے صوبہ سرحد میں پھیلے ہوئے تھے۔ خان برادران کی حکومت ہونے کی وجہ سے سارا صوبہ ان کے ماتحت تھا اور وہاں

ان ہی کا طوطی بول رہا تھا۔ اس لیے پنڈت جواہر لعل نہرو (۱۸۸۹ء-۱۹۶۴ء) نے اپنے ذاتی دوست دشمن پاکستان لارڈ ماؤنٹ بیٹن (۱۹۰۰ء-۱۹۷۹ء) کی معرفت ریڈ کلف (۱۸۹۹ء-۱۹۵۵ء) کو شیشے میں اتار کر ان دونوں صوبوں میں ریفرنڈم رکھوا دیا۔ (۶۴)

صوبہ سرحد اور سلہٹ کا ریفرنڈم مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے سامنے ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو اس بات کا اظہار کیا کہ یہ دونوں علاقے ہر قیمت پر پاکستان میں شامل ہونے چاہئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے وعدہ فرمایا کہ وہ سرحد کے علاقے کا دورہ کریں گے اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے سرتوڑ کوشش کریں گے۔ اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور اس علاقے میں جہاں کی فضا مسلم لیگ کے بالکل خلاف تھی، ایک دم بدل ڈالی اور مسلم لیگ کے لیے راہ ہموار کی۔ پشاور میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

"مسلم لیگ اس وقت تک زندہ رہے گی جب تک یہ نظام دنیا قائم ہے، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کو بہار، گڑھ مکتیشر کے واقعات سے ختم کیا جا سکتا ہے تو وہ بے وقوف ہے، احمق ہے۔ مسلم قوم اس سے بھی زیادہ طوفان انگیز انقلابوں سے گزر چکی ہے۔ اس قسم کی بیسیوں خون آشام جنگوں سے کامران و سرخرو ہو کر نکل چکی ہے۔ یہ قوم اتنی ہی طاقتور ہوتی چلی گئی، جتنا اس کو کچلا گیا۔" (۶۵)

صوبہ سرحد کے عوام مذہب پرست اور اسلام کے شیفتہ تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سخت گرمی کے باوجود صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور سرحد کے بڑے بڑے شہروں بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان، صوابی وغیرہ میں تقاریر کیں۔ آپ کی موثر تقاریر کا یہ اثر ہوا کہ استصواب (ریفرنڈم) کے نتیجے میں صوبہ سرحد کے مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیئے اور اس طرح سرحد کا ریفرنڈم مسلم لیگ جیتنے میں کامیاب ہوئی (۶۶) اس کامیابی پر قائداعظم محمد علی جناح نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے دہلی میں ملاقات کے دوران فرمایا کہ "صوبہ سرحد کا ریفرنڈم پاکستان کے حق میں نتیجہ خیز ثابت ہوا، اس مبارک باد کے آپ مستحق ہیں۔ میں خواہ سیاستداں سہی لیکن آپ نے بروقت مدد کر کے مذہب کی رُوح لوگوں میں پھونک دی۔ (۶۷) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حوالے سے قائد ملت لیاقت علی خاں نے کہا "جب ہم کسی بڑے مسئلے میں الجھ جاتے ہیں تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔" (۶۸)

سرزمین پاک سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی عقیدت ومحبت:

قیام پاکستان سے قبل لاہور میں جمیعت العلمائے اسلام کے ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران کسی نے آپ کو ایک پرچہ دیا کہ آپ کی جان سخت خطرہ میں ہے۔ آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا "اگر میں پاکستان کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو میں تمہیں رسول ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری لاش ہندوستان نہ لے جانا بلکہ پاکستان کے قلب میں دفن کرنا،

کیوں کہ میرے نزدیک پاکستان کی سرزمین ہندوستان کی سرزمین سے بہتر ہے۔"(۶۹)

مجلس علماء کا قیام:

متحدہ ہندوستان کے آخری انتخابات اور صوبہ سرحد و سلہٹ کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کو جو تاریخی فتح حاصل ہوئی اس کا بنیادی نقطہ یہ نعرہ تھا "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" چونکہ پاکستان کی بنیاد ہی لا الہ الا اللہ کے اصول پر رکھی جارہی تھی، اس لیے جہادِ پاکستان کے دوران میں ہی اللہ کے چند مخلص بندوں نے مذکورہ نعرے کو عملی جامہ پہنچانے کے لیے لاہور میں "مجلس العلماء" کے نام سے علماء کی ایک جماعت قائم کردی تھی، جس کا پہلا کام یہ تھا کہ پاکستان کے قائم ہوتے ہی اپنی پہلی قومی حکومت سے تعاون کر کے علماء کی ایک ایسی مجلس قائم کرائے جو جدید آئین کی بنیادی شکل کے لیے قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں مجلس دستور ساز کے لیے ایک لائحہ عمل مرتب کرے، چنانچہ مجلس علماء کے جنرل سیکریٹری شفیق صدیقی نے اس مجلس کی رکنیت کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے رابطہ کیا۔(۷۰)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی استحکام پاکستان کے لیے جدوجہد:

برصغیر کی تقسیم کے بعد ۱۴ اگست اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ہندوستان آزاد مملکت کی حیثیت سے معرض وجود میں آئیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو دیوبند سے کراچی کے لیے روانہ ہوئے تاکہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی افتتاحی تقریب میں شرکت کرسکیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کراچی پہنچ کر پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس میں قرآن کریم کی سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی۔(۷۱) اس کے بعد سے آج تک دستور ساز اسمبلی کا یہ معمول ہے کہ اجلاس کے افتتاح سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے۔ قیامِ پاکستان کے ساتھ اس کو لامتناہی مسائل ومشکلات پیش آئیں۔(۷۲)

ان ابتدائی مسائل کے حل میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مرکزی کردار ادا کیا۔ درپیش مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ مہاجرین کی آمد کا سیلاب اور ان کی مستقل آبادکاری کا تھا۔ اس سلسلے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے حکومت اور مہاجرین دونوں کے درمیان رابطہ کا کام کیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ ان کی آبادکاری کے عمل کو آسان اور جلد از جلد مکمل کیا جائے۔ آپ کی ہردل عزیزی کے سبب کراچی میں آبادکاری سوسائٹی نے ایک کالونی "علامہ عثمانیؒ کالونی" کے نام پر آباد کی۔ مفتی رشید الدین مراد آباد نے ایک اسکول صدر کراچی اور دوسرا اسکول علامہ عثمانیؒ کالونی میں آپ کی حیات میں ہی آپ کے نام سے قائم کیا۔(۷۳) جو کہ اب عثمانیہ کالج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس طرح ۱۹۶۶ء میں آپ کے نام سے ضلع وسطی کے علاقے میں بلدیہ نے ایک شاندار لائبریری قائم کی ہوئی ہے۔ ۱۹۷۹ء میں گلشن اقبال کی ایک شاہراہ کو علامہ عثمانیؒ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ حکومت پاکستان نے آپ کی حیات وخدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے ایک یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

دستورِ اسلامی کی تیاری اور علامہ عثمانیؒ کا کردار:

تحریکِ پاکستان کے زمانے میں نعرہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' سرزمین ہندوستان کے چپے چپے پر عوام الناس کے زبان پر عام تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر رفقاء کار نے مذکورہ نعرہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر رکھیں تھیں۔ اس لیے وہ ہر اس جماعت کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار و بے قرار تھے جو قائم ہونے والے پاکستان کے آئین کی بنیاد قرآن و سنت کو تسلیم کرانے کے لیے میدانِ عمل میں نکلے۔ (۷۴)

اسلامی آئین و دستور کی بابت علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں:

''اکابر مسلم لیگ کے وہ اعلانات جو گزشتہ الیکشن کے دوران میں پاکستان میں اسلامی اور قرآنی نظام قائم کرنے کے متعلق کیے گئے تھے، میں اپنی خاص و عام مجالس اور تحریر و تقریر میں برابر دہراتا رہا ہوں۔ ۹ جون ۱۹۴۷ء کی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے موقع پر ایک وفد کی معیت میں میری جو گفتگو اس سیاق میں قائداعظم محمد علی جناح سے ہوئی، اس میں قائداعظم محمد علی جناح نے ہم کو یقین دلایا تھا کہ پاکستانی دستور ساز اسمبلی کے قیام کے بعد ایک کمیٹی علماء کی بنائی جائے گی جو مجوزہ دستور کی شرعی نقطہ نظر سے جانچ کرے گی۔''

میں اس نظریہ قوانین اسلامی کا دل سے حامی ہوں اور جس حد تک موقع اپنی بساط کے موافق اس بارے میں سعی کرنا اپنا فرض مذہبی سمجھتا ہوں، چونکہ میرا انتخاب دستور ساز اسمبلی کے لیے بھی ہو چکا ہے۔ میرا عزم مصمم ہے کہ وہاں پہنچ کر اپنی استطاعت کی حد تک اس سلسلے میں پوری قوت کے ساتھ آواز بلند کروں، خواہ کوئی میری پارٹی کا ساتھ دے یا نہ دے اور آخری نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ نہ صرف میرے ضمیر کی آواز ہوگی بلکہ مجھے یقین ہے کہ میں اس طرح کروڑوں مسلمانوں کے صحیح جذبات اور ان کے ایمانی تقاضوں کی سچی ترجمانی کروں گا۔ اس لیے لاہور میں جو بعض علماء نے ''آئین ساز مجلس العلماء'' کے نام سے ایک جماعت قائم کی اس کی شرکت میں نے منظور کر لی ہے اور ان سے کہہ دیا ہے کہ اس سلسلے میں اپنی دعوت تعاون کا دائرہ تنگ نہ کریں بلکہ ہر قسم کے علماء اور دانشمند ماہرین کو جو اس کام سے دلچسپی رکھتے ہوں اور اس میں مدد کر سکتے ہوں، دعوت دیں، خواہ ان کا مسلک کچھ ہی کیوں نہ ہو شرط صرف اتنی ہے کہ اسلام کے اولین اساسی اصول میں ان کو کوئی اختلاف نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ باوجود ہمارے ہزاروں اختلافات کے اس مرکزی نقطہ پر ہم سب مجتمع ہو سکتے ہیں کہ نوعِ انسانی کے دنیوی اور اخروی مصائب کا واحد علاج اس نظامِ حکومت کے درخشاں ترین عہدِ حکومت کی بہترین روایات پر قائم ہو۔ آئین ساز مجلس علماء جو لاہور میں قائم ہوئی ہے، اس کا منشاء وہی ہے کہ بحث و تمحیص کے بعد سردست چند جامع اور بنیادی اصول و حقائق ایسے چن لیے جائیں جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے سامنے اچھے اسلوب کے ساتھ پیش کیے جاسکیں۔ (۷۵)

قیامِ پاکستان کے بعد دستورِ اسلامی کی تیاری میں تاخیر کے اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے قائداعظم

سے جمعیت العلماء اسلام کے امیر الوفد کی حیثیت سے فرمایا:

"آپ نے حصولِ پاکستان سے پہلے وعدہ فرمایا تھا کہ دستورِ پاکستان کتاب وسنت کے موافق ہوگا۔ یہ وعدہ جلد پورا کیا جائے، کیوں کہ ہم نے قوم سے یہی وعدہ کیا تھا اور اب لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ وہ اسلامی نظامِ حیات کہاں ہے۔"

قائداعظم نے اس وقت بھی ہم سب کو یقین واطمینان دلایا کہ یہ وعدہ پورا ہوکر رہے گا، میں نے قوم سے کبھی دھوکا نہیں کیا، آپ کی حکومت اسلامی حکومت ہے، اس کا دستور اسلام کے اصول پر نہ ہوگا تو اور کس اصول پر ہوگا اور یہ انشاء اللہ جلد مکمل ہوکر آپ کے سامنے آجائے گا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اسمبلی کے اندر موجود ہیں، ان کی رہنمائی میں کام ہو رہا ہے، چند ناگہانی مصائب کی وجہ سے دیر ہوگئی ہے، اب زیادہ دیر نہ ہوگی۔"(٧٦)

دستورِ پاکستان کا ابتدائی خاکہ:

پاکستان کے قیام کو ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ مسلمانوں کو اس بات کی فکر ہوئی کہ جس غرض کے لیے پاکستان بنایا گیا اور جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں کی قربانی اور خاندانوں کی بربادی برداشت کی گئی، اب اس کا دستور اسلام کے اصول پر ایسا مرتب ہو جس کے تحت اسلامی نظام کی برکات کا مشاہدہ کرسکیں اور اسے دوسروں کے لیے نشانِ راہ کے طور پر پیش کرسکیں۔ چنانچہ کراچی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے مشورہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت نے فیصلہ کیا کہ پاکستان کا دستور کتاب وسنت کے اصول پر بنانے کے لیے ایک خاکہ مرتب کیا جائے جو ممبرانِ اسمبلی کے سامنے رکھا جاسکے اور اس کی روشنی میں دستور بنوانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ جن علماء کی کمیٹی تشکیل دی گئی وہ یہ ہے۔

مولانا سیّد سلیمان ندویؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ، ڈاکٹر حمید اللہ(٧٧)

مسئلہ کشمیر اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا موقف:

مہاراجہ کشمیر نے ٢٧ر اکتوبر ١٩٤٧ء کو ہندوستان کے ساتھ الحاق کشمیر کا اعلان کردیا تھا۔ پاکستان نے مہاراجہ جموں وکشمیر کے ہندوستان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدہ کو ختم کرانے کی کوشش کی۔(٧٨) اس اعلان کے بعد کشمیری رہنما شیخ عبداللہ کو حکومت بنانے کی دعوت دی گئی، اس وقت سرحدی قبائل نے کشمیر کا بہت بڑا علاقہ فتح کرلیا تھا۔ شیخ عبداللہ نے مہاراجہ کے ایماء پر حکومتِ ہند سے فوجی امداد طلب کی۔ کشمیر میں جنگ جاری تھی اور مجاہدین کو برابر کامیابی مل رہی تھی، لیکن بین الاقوامی برادری کے ادارے میں اس جنگ کو ختم کرانے کے لیے برابر کوششیں جاری تھیں۔(٧٩)

مسئلہ کشمیر پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور بعض علماء کے درمیان خط وکتابت ہوئی جس میں مسئلہ کشمیر پر اظہار خیال کیا گیا بعض علماء نے (١٩٤٨ء) میں مسئلہ کشمیر پر ایسے فتویٰ صادر کیے جن سے پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچتا تھا۔ بعض علماء نے اپنے

فتویٰ میں فرمایا:

”جب تک حکومتِ پاکستان نے حکومتِ ہند کے ساتھ معاہدانہ تعلقات قائم کر رکھے ہیں، پاکستانیوں کے لیے کشمیر میں ہندوستانی فوجوں سے لڑنا ازروئے قرآن جائز نہیں ہے۔“ (۸۰)

کچھ علمائے کرام کا نظریہ یہ تھا کہ موجودہ نظامِ حکومت کو توڑ کر اسلام کے تصور کے مطابق حکومت قائم کی جائے۔ (۸۱)

بعض سیاسی رہنماؤں نے دفاعِ پاکستان میں بھی رخنہ اندازی کی اور پاکستانی فوج تک کے بارے میں یہ موقف اختیار کیا کہ اس میں بھرتی ہونا حرام ہے۔ (۸۲)

موتمر اسلامی واتحاد ممالک اسلامیہ:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اسلامی ممالک کے اتحاد کی بہت زیادہ فکر اور تشویش تھی۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۴۸ء کے ابتدائی مہینوں میں ”پاکستان عرب ثقافتی انجمن“ کی بنیاد رکھی۔ (۸۳) اس انجمن کے قیام کا بنیادی مقصد اسلامی عرب دنیا کے ساتھ پاکستان کے ثقافتی تعلقات کو مضبوط بنانا تھا اور بالعموم عربوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو فروغ دینا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اس انجمن کا صدر بنایا گیا۔ (۸۴)

خطبۂ موتمر اسلامی اور مولانا شبیر احمد عثمانی:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے موتمر اسلامی کے منعقدہ اجلاس ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کراچی کے موقع پر جو خیالات پیش کیے، اس کا خلاصہ یہ تھا۔

”دنیائے اسلام میں اتحاد و اشتراک اور یگانگت نہ صرف مسلمانانِ عالم کی ترقی اور خوش حالی کا باعث بن سکتی ہے بلکہ عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کا راز ان میں پوشیدہ ہے۔ موتمر اسلامی کے اس اجلاس میں جن ملکوں نے شمولیت کی ان میں مصر، شام، انڈونیشیا، افغانستان، سعودی عرب، فلسطین، سری لنکا، ایران، کینیا، ملایا، یمن، عراق، مشرقی اردن وغیرہ۔

موتمر اسلامی کے اجلاس کراچی سے پروفیسر اے بی حلیم (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۵ء) (شیخ الجامعہ سندھ یونیورسٹی) نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم میں معاشرتی اور ثقافتی تعلقات کو مزید وسعت دی جائے تاکہ جن مسائل سے مسلمانانِ عالم کو دوچار ہونا پڑ رہا ہے، ان کا حل مشترکہ جدوجہد سے تلاش کیا جائے۔ (۸۵) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تقریر کے دوران اس بات پر زور دیا کہ ایک ایسی مستقل اسلامی جماعت کا قیام عمل میں لایا جائے، جو تمام مسلمانوں میں وحدت کا رشتہ از سرِ نو پیدا کر دے تاکہ مسلمانانِ عالم دنیا میں دائمی امن قائم کرنے میں کارہائے نمایاں سر انجام دے سکیں۔“ (۸۶)

نفاذِ اسلام و دستورِ اسلامی کے لیے مولانا عثمانیؒ کی جدوجہد:

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر اکابرین و رفقاء جنھوں نے ہندو اور انگریزوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اسلام کو سربلند دیکھنے کی آرزو میں عزیز و اقارب اور گھر کو چھوڑا، گھر کا آرام چھوڑا، مال و متاع، اراضی باغات کو خیرباد کہا۔ کفن سر سے باندھ کر پاکستان کی حمایت میں صدائے حق میں اپنوں کی مخالفت، غیروں کی دشمنی مول لی۔ قتل کی دھمکیاں سہیں۔ وہ یہ کیسے برداشت کرسکتے تھے کہ جس مقصد کے لیے پاکستان طلب کیا گیا تھا۔ اس مقصد کو ذاتی اغراض و اقتدار کی نذر کر دیا جائے، اس لیے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جو اس عزم صمیم کے ساتھ دستور ساز اسمبلی میں داخل ہوئے تھے کہ "وہاں اپنی استطاعت کی حد تک اسلامی دستور کے لیے پوری قوت کے ساتھ آواز بلند کریں گے، خواہ کوئی ان کی پارٹی کا ساتھ دے یا نہ دے اور خواہ آخری نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اربابِ اقتدار کے خفیہ منصوبوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے مجلسِ دستور ساز سے استعفیٰ دینے پر تیار ہوگئے اور استعفیٰ لکھ کر اپنے رفقاء کے حوالے کر دیا مگر بعض مخلص دوستوں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو استعفیٰ دینے سے روک دیا کہ آپ مجلس دستور ساز کے اندر رہ کر صدائے احتجاج بلند کریں اور اربابِ اقتدار کے عزائم کو بے نقاب کریں۔ آپ کے مستعفی ہو جانے سے تو انہیں کھلی چھٹی مل جائے گی اور یہی وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح راستے کے یہ کانٹے ہٹا دیے جائیں۔ (۸۷)

اسلام دشمن مخالفین کو مولانا عثمانیؒ کا چیلنج:

اربابِ اقتدار کے خود غرضانہ اور اسلام دشمن سازشوں و نظریات اور طرزِ عمل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے ۱۳۶۸ھ۔ ۹، ۱۰ فروری ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں جمعیت العلمائے اسلام کی ایک کانفرنس زیرِ صدارت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ منعقد ہوئی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے خطبہ صدارت میں اربابِ اقتدار کے طرزِ عمل پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

"حصولِ پاکستان کے بعد علماء و مشائخ کی ان مساعی عظیمہ کو اربابِ اقتدار نے قطعاً فراموش کر دیا ہے۔ مذہبی طبقہ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف تو درکنار نشر و اشاعت کے ان تمام ذرائع سے جو حکومت کے دامن سے وابستہ ہیں، اس کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مذہبی عنصر زیادہ چمکنے یا اُبھرنے نہ پائے اور جہاں تک ہوسکے، اس کو خمول اور کسمپرسی کی حالت میں ہی چھوڑ دیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ وقت پڑنے پر علماء کو احمق بنا لیا جاتا ہے جب کام نکل گیا تو ان سے کوئی تعلق نہیں۔"

اربابِ حکومت کے رویے پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اظہارِ خیال:

اربابِ حکومت کے رویہ سے عوام کو آگاہ کرنے کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پوری ذمے داری سے اربابِ اختیار کو چیلنج کیا کہ:

"میں بالکل صفائی سے بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ صورتحال ہمارے لیے کوئی غیر متوقع چیز نہیں، ہم یقیناً پہلے سے جانتے تھے کہ ایسا ہوگا اور پاکستان زمام اقتدار کا بحالت موجودہ جن ہاتھوں میں پہنچنا ناگزیر تھا، ان سے اس کے سوا کوئی توقع کی ہی نہیں جاسکتی تھی، ہم انشاء اللہ اس کی حفاظت کے معاملہ میں رجال حکومت کی کوئی ناپسندیدہ روش ہماری جدوجہد پر اثر انداز

نہیں ہوسکتی۔ خواہ اربابِ اقتدار ہمارے ساتھ کچھ ہی برتاؤ کریں، ہم خالص خدا کی خوشنودی اور اسلام اور اہلِ اسلام کی برتری اور بہتری کے لیے اپنی اس نئی مملکت کو مضبوط اور محفوظ بنانے میں امکانی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے، ساتھ ہی ہم اس کوشش سے بھی کبھی دستبردار نہیں ہوسکتے کہ مملکتِ پاکستان میں اسلام کا وہ دستور و آئین اور وہ نظامِ حکومت تشکیل پذیر ہو جس کی رو سے اس بات کا موثر انتظام کیا جائے کہ مسلم قوم اپنی زندگی اسلام کے انفرادی و اجتماعی تقاضوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن و سنت سے ثابت ہوں، مرتب و منظم کرسکے اور کوئی ایسا قانون، بل اور آرڈیننس جاری یا نافذ نہ ہوسکے جو احکامِ اسلام کے خلاف ہو۔ (۸۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اربابِ اقتدار حکومت کو جو چیلنج دیا، اس سے ایوانِ اقتدار میں ایک زلزلہ اور کھلبلی پیدا ہوگئی۔ اس وقت لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۱ء) وزیرِ اعظم پاکستان تھے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو جمہور مسلمین میں جو مرکزیت اور مرجعیت حاصل تھی، اس سے وہ بخوبی واقف تھے اور الیکشن و ریفرنڈم کے زمانے میں وہ اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرچکے تھے۔ اس لیے انہوں نے خدام دربار اشرفیہ اور علمائے اسلام اور عوام کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر آئین سازی کی مہم کو تیز تر کردیا، ان کی درخواست پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قراردادِ مقاصد کا مسودہ تیار کیا، جو جامع ہونے کی وجہ سے چند سطروں پر مشتمل تھا، مگر اربابِ اقتدار اور اربابِ اغراض کی جرح و قدح کی وجہ سے انہوں نے ان کی تسلی کی خاطر ان کی ترمیمات کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ شامل مسودہ کرلیا کہ اس کا مفہوم و مطلب اور اس کی رُوح بالکل برقرار رہی۔ (۸۹)

قراردادِ مقاصد ۱۹۴۹ء اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:

۹ مارچ ۱۹۴۹ء دستور ساز اسمبلی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان کو قراردادِ مقاصد کے متعلق تجویز پیش کرنے پر پاکستان کی مرکزی پارلیمنٹ میں یوں مبارک باد پیش کی۔

"یہ مبارک باد فی الحقیقت میری ذات کی طرف سے نہیں بلکہ اس پسی ہوئی اور کچلی ہوئی رُوح انسانیت کی جانب سے ہے، جو خالص مادہ پرست طاقتوں کی حریفانہ حرص، رقیبانہ ہوس ناکیوں کے میدانِ کارزار میں مدتوں سے پڑی کراہ رہی ہے اور اس کے کراہنے کی آوازیں اس قدر درد انگیز ہیں کہ بعض اوقات اس کے سنگدل قاتل بھی گھبرا اٹھتے ہیں اور اپنی جارحانہ حرکات پر نادم ہوکر تھوڑی دیر کے لیے مداوا تلاش کرنے لگتے ہیں۔ مگر پھر علاج اور دوا کی جستجو میں وہ اس لیے ناکام و نامراد رہتے ہیں کہ جو مرض کا اصل سبب ہے اسی کو دوا اور اکسیر سمجھ لیا جاتا ہے۔ (۹۰) یاد رکھیے دنیا اپنے خودساختہ اصولوں کے جال میں پھنس چکی ہے، اس سے نکلنے کے لیے جس قدر پھڑ پھڑائے گی، اسی قدر جال کے حلقوں کی گرفت اور زیادہ سخت ہوتی جائے گی۔ وہ صحیح راستہ گم کرچکی ہے اور جو راستہ اب اختیار کررکھا ہے، اس پر جتنے زور سے بھاگے گی وہ حقیقی فوز و فلاح کی منزل سے دور ہی ہوتی چلی جائے گی۔ (۹۱) مجلس دستور ساز نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو مندرجہ ذیل قراردادِ مقاصد منظور کرلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی مصالحت سے مملکت

پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے، لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد و خودمختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

☆ جس کی رو سے مملکت جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔

☆ جس میں اصول جمہوریت و حریت و مساوات و رواداری اور عدل حکمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

☆ جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتمائی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں۔

☆ جس کی رو سے اس امر کا واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔ (۹۲)

☆ جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں، ایک وفاقیہ بنائیں، جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت خودمختار رہوں۔ (۹۳)

☆ جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت کی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق کے ماتحت مساوات حیثیت و مواقع قانون کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی، سیاسی، عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط کی آزادی شامل ہوں۔"

☆ جس کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔

☆ جس کی رو سے نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔

☆ جس کی رو سے وفاقیہ کے علاقوں کی صیانت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بر و بحر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے۔ تاکہ اہل پاکستان فلاح و خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں اور اقوامِ عالم کی صف میں اپنا جائز و ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبود میں کما حقہٗ اضافہ کر سکیں۔ (۹۴)

قراردادِ مقاصد کی منظوری:

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا دستور ساز اسمبلی میں پڑھا گیا خطبہ تاریخ پاکستان میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ تقریر و تحریر نظام اسلام کے قیام کے سلسلے میں آخری اور بڑی بے نظیر کوشش تھی، کافی بحث و تمحیص کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا پیش کردہ قراردادِ مقاصد کو وزیر اعظم لیاقت علی خان نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو منظور کر لیا۔ (۹۵)

......حواشی و حوالہ جات باب ششم......

(۱) سعید احمد پروفیسر / حصول پاکستان، ایجوکیشنل ایمپوریم، لاہور، س ن، ص ۲۲۷

(۲) سعید احمد پروفیسر / علامہ شبیر احمد عثمانی کی ملی اور دینی خدمات، مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج، پاکستان نمبر، ۱۹۸۳ء، ص ۸۲۷_۲۸

(۳) ماہنامہ طلوع اسلام، دہلی، اکتوبر ۱۹۳۱ء

☆ سعید احمد، پروفیسر / حصول پاکستان، ص ۲۲۷_۲۲۸

(۴) سعید احمد، پروفیسر / علامہ شبیر احمد کی ملی اور دینی خدمات ص ۸۲۸

(۵) صدیقی، اقبال احمد / قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۶۰

(۶) بخاری، حافظ اکبر شاہ / تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۳۲۰

(۷) صدیقی، اقبال احمد / قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۶۰

(۸) سعید احمد پروفیسر / حصول پاکستان، ص ۲۲۸

(۹) بخاری، حافظ اکبر شاہ، تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ص ۱۲۴

(۱۰) عبدالرشید، ارشد / ۲۰ بڑے مسلمان، ص ۵۵۲

☆ حفیظ الرحمٰن، واصف / جمعیت العلمائے ہند پر ایک تاریخی تبصرہ، دہلی، انڈیا، ۱۹۲۹ء، ص ۶

☆ عزیز الرحمٰن، مولانا، مفتی / تذکرہ شیخ الہند، بجنور، انڈیا، ۱۹۶۵ء، ص ۲۸۵

(۱۱) سعید احمد، پروفیسر / ماہنامہ برہان، علی گڑھ

☆ شیرکوٹی، انوار الحسن / حیات عثمانی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۲۰۵

(۱۲) محمد میاں، مولانا / علمائے حق، جلد اول، مراد آباد، انڈیا، ۱۹۳۸ء، ص ۲۱۳

(۱۳) شیرکوٹی، انوار الحسن / حیات عثمانی، ص ۲۰۶_۷

(۱۴) محمد میاں، مولانا / جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۲_۱۳

☆ شیرکوٹی، انوار الحسن / حیات عثمانی، ص ۲۱۵

(۱۵) ایضاً، ص ۲۱۶

(۱۶) محمد میاں، مولانا / جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۲۹

☆ شیرکوٹی، انوار الحسن / حیات عثمانی، ص ۲۱۶

(۱۷) شیرکوٹی، انوار الحسن / حیات عثمانی، ص ۲۱۶

☆ محمد میاں، مولانا / جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۳

(۱۸) بخاری، اکبر شاہ / اکابر علماء دیوبند، ص ۲۱۱

(۱۹) ظفر محمود احمد، حکیم / علماء میدان سیاست میں، ص ۱۳۵

(۲۰) چراغ، محمد علی / مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۹۱

(۲۱) فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر / مشاہیر علماء، ص ۱۹۱

(۲۲) شیرکوٹی، انوار الحسن / خطبات عثمانی، لائل پور، ۱۹۷۰ء، ص ۲۳۵

(۲۳) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۱۷
(۲۴) چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۵
(۲۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۱۷_۲۱۸
(۲۶) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی ص ۲۱۹
(۲۷) محمد میاں، مولانا/ جمعیت العلماء ہند کیا ہے، ص ۶۵
☆ شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۲۰
(۲۸) محمد میاں، مولانا/ جمعیت العلماء ہند کیا ہے، ص ۷۱
(۲۹) محمد میاں، مولانا/ جمعیت العلماء ہند کیا ہے، ص ۱۰۳
(۳۰) ایضاً، ص ۱۰۵
(۳۱) ایضاً، ص ۱۰۹
☆ شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۲۲
(۳۲) محمد میاں، مولانا/ جمعیت العلماء کیا ہے، ص ۱۲۲_۱۲۳
(۳۳) ایضاً، ص ۱۲۴
(۳۴) ایضاً، ص ۱۴۰
☆ شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، ص ۲۲۴
(۳۵) محمد میاں، سید/ علماء حق ص ۲۶۰
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۷۴
(۳۶) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۵۲_۵۵۳
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۲۷
(۳۷) ایضاً ص ۳۲۸
(۳۸) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۳_۵۵۲
☆ محمد انوار حسن/ حیات امداد اللہ، کراچی، ۱۹۶۵ء، ص ۲۶
(۳۹) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۶۷_۶۸
(۴۰) اکرم، مسز نفیس/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، ص ۱۱۳
(۴۱) قریشی، اشتیاق حسین/ مترجم ہلال زبیری، ص ۱۱۹
(۴۲) قاسمی، ابوحمزہ/ خطبات و مکتوبات عثمانی، ۱۲۰
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۰_۳۳۹
(۴۳) صدیقی، اقبال احمد/ قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء، ص ۵
(۴۴) خان، منشی عبدالرحمٰن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۳_۱۱۲
(۴۵) روزنامہ عصر جدید، کلکتہ، مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء
☆ خان، منشی عبدالرحمٰن، تحریک پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۰۹_۱۱۰
(۴۶) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۳۹
(۴۷) نظام نامہ کل، ہند جمعیت العلماء السلام، ص ۱_۲
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد

(۴۸) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۱۰
(۴۹) تحریک پاکستان اور یونینسٹ علماء، لاہور، ص ۱۰۱
(۵۰) ایضاً ص ۳۶۲
(۵۱) علماء، ص ۳۶۲_۶۳
(۵۲) سعید احمد، پروفیسر/ حصول پاکستان، ص ۲۴۸
(۵۳) ایضاً ص ۲۴۹
☆ عثمانی، شبیر احمد/ پیغام شیخ الاسلام، لاہور، ص ۲۲
(۵۴) سعید احمد، پروفیسر/ حصول پاکستان، ص ۲۴۸
(۵۵) خان، نیازی، مسعود/ حیاء ڈائجسٹ، جلد دوم، کراچی، اگست ۲۰۰۶ء، ص ۳۵
(۵۶) اخبار عصر جدید، کلکتہ، ۲۷/ اپریل ۱۹۴۶ء
☆ سعید احمد، پروفیسر/ حصول پاکستان، ص ۲۵۰
(۵۷) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۱۳۲
(۵۸) ایضاً، ص ۱۳۲
(۵۹) اے جی الانا، غلام علی/ مجاہد ملت نمبر، قائد اعظم ایک قوم کی سرگزشت، ص ۲۳۵
(۶۰) روزنامہ عصر جدید، کلکتہ، ۳/ اپریل ۱۹۴۶ء
☆ سعید احمد، پروفیسر/ حصول پاکستان، ص ۲۵۱_۵۲
(۶۱) کامران، فائق/ تحریک پاکستان اور ہماری آزادی، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۶۶
(۶۲) اے جی الانا/ قائد اعظم جناح ایک قوم کی سرگزشت، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۴۲۷
(۶۳) خان، منشی عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۳۰
(۶۴) ایضاً ص ۱۳۲
(۶۵) سعید احمد، پروفیسر/ حصول پاکستان، ص ۲۵۱
(۶۶) عبدالرشید، ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۵۴
(۶۷) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ص ندارد
(۶۸) ماہنامہ الحق، فروری ۱۹۶۹ء، ص ۱۴
(۶۹) سعید احمد، پروفیسر/ حصول پاکستان، ص ۲۵۲
(۷۰) خان، منشی عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، ص ۱۴۰
(۷۱) شیرکوٹی، انوار الحسن/ تجلیات عثمانی، ملتان، ص ۶۹۹
(۷۲) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۵
(۷۳) عبدالرشید ارشد/ بیس بڑے مسلمان، ص ۵۵۴
(۷۴) عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۴۰
(۷۵) شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات شیخ الاسلام، ص ۴۹_۵۱
☆ خان، منشی، عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۴۰_۱۴۱
(۷۶) خان، منشی عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۴۴_۴۵
(۷۷) ایضاً ص ۱۳۹

(۷۸) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۴۳
(۷۹) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۳۴۷
(۸۰) روزنامہ تسلیم، ۱۳/ اگست ۱۹۴۷ء
(۸۱) خان، عبدالرحمن، منشی/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۴۸
(۸۲) نیازی، کوثر/ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں، قومی کتب خانہ، لاہور، س۔ن، ص ۱۱۹
(۸۳) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۲
(۸۴) شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص ۲۶۳
(۸۵) ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۵۳
(۸۶) ایضاً، ص ۲۵۴
(۸۷) خان، منشی، عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۵۴
(۸۸) خان، منشی، عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۵۵
(۸۹) خان، منشی، عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۵۶
(۹۰) خان، منشی عبدالرحمن/ تعمیر معماران پاکستان، لاہور، س ن، ص ۶۷۔۳۶۶
(۹۱) روزنامہ جنگ کراچی، ۱۹۸۰ء
(۹۲) خان، منشی، عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۵۶
(۹۳) خان، منشی، عبدالرحمن/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ندارد
☆ شیرکوٹی، انوارالحسن/ خطبات عثمانی، ص ۳۳۹
(۹۳) خان، منشی، عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۷۵
☆ ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، ص ۲۶۷
(۹۵) شیرکوٹی، انوارالحسن/ تجلیات عثمانی، لائل پور، ۱۹۶۷ء، ص ۸۸
☆ انجم، زاہد حسین/ پاکستان کے تیس سال، شیخ علی اینڈ سنز، ص ۱۲

اختتامیہ/ خلاصہ بحث

اللہ ربُّ العزت کا بے حد و بے حساب شکر گزار و احسان مند ہوں کہ مالک دو جہاں نے مجھے اس بات کی طاقت و ہمت اور استقامت عطا فرمائی کہ میں نے علم کے سب سے اعلیٰ اور علوم کے فلسفہ یعنی Ph.D کے مقالے کو مکمل کیا۔ فلسفہ تمام علوم کی "ماں" ہے۔ اس منزل تک اللہ ربُّ العزت ہر ایک کو نہیں پہنچاتا مگر اللہ کے مخصوص بندے جن سے وہ اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کرانا چاہتا ہے، ان ہی لوگوں کو اس مقامِ جلیلہ پر فائز کرتا ہے۔ میرا موضوع مقالہ بھی ایک ایسی ہی عظیم ہستی اور تاریخی شخصیت جن کو حلقہ "علامہ شبیر احمد عثمانیؒ" کے نام سے جانتی ہے۔

مقالے کا عنوان ہے:

"علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی و ملّی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ"

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا شمار برِ صغیر کے ان چند عظیم اور فقید المثال، علمائے دین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی علمی، سیاسی، مذہبی صلاحیتوں سے مسلمانانِ برصغیر کی دینی، فکری، علمی، سیاسی راہ نمائی میں اپنا بھرپور اور موثر کردار ادا کیا۔ وہ برصغیر کے ان چیدہ اور چنیدہ راہ نماؤں میں سے تھے جنہوں نے برِ صغیر کے مسلمانوں میں دو قومی نظریے کے فروغ، مسلمانانِ برصغیر کے دینی و ملی احیاء، جدوجہد آزادی اور پھر تحریک پاکستان میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اللہ ربُّ العزت نے مجھ ناچیز پر کرم نوازی فرمائی کہ میں نے اپنے تحقیقی مقالے کی تکمیل کے لیے ایک عظیم و تاریخی شخصیت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اپنا موضوع تحقیق بنایا۔ علامہ عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند کے نامور سپوت اور اپنے استاد مولانا محمود حسنؒ (شیخ الہند) کے پیامبر تھے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے نہ صرف تشنگانِ علم کی آبیاری فرمائی بلکہ بوقت ضرورت مسلمانانِ برِ صغیر کی سیاسی و علمی خدمات کا بھی فریضہ ادا کیا۔ آپ جیسی شخصیات کسی خاص مقصدِ حیات کے تحت اللہ ربُّ العزت پیدا کرتا ہے۔ آپ نے اپنے علمی و سیاسی افکار و تصورات سے نہ صرف تحریک پاکستان بلکہ قیام پاکستان کے بعد نفاذِ اسلام کے لیے بھی شبانہ روز کوششیں جاری رکھیں۔ آپ نے مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح کو تحریک پاکستان کے زمرے میں تقویت و توانائی فراہم کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقائے کار نے قیام پاکستان کے لیے برصغیر کے مسلمانوں کی ذہنی و علمی بیداری پیدا کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ علمائے دین کی محنت و استقامت، بلند حوصلگی کو اللہ رب العزت نے شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اسے کامیاب و کامران کیا اور دنیا کی سب سے بڑی نظریاتی ریاست ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرضِ وجود میں آئی۔ ایک ایسی مقدس رات میں جس میں اللہ رب العزت نے اپنی مقدس ترین کتاب "قرآن مجید" کا نزول فرمایا تھا۔ اس عظیم اور مقدس رات کو "پاکستان" کا تحفہ امانت کے طور پر عطا کیا۔

اللہ ربُّ العزت اپنے بندوں کے دلوں کو جانتے ہیں، جب مسلمانوں نے اپنے لیے ایک علیحدہ وطن کے حصول کے لیے نعرہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ" بلند کیا تو اس کائنات کے مالک نے اپنے بندوں اور ان کے عہد کو آزمانے

کی خاطر پاکستان کے قیام کو ممکن کر دیا اور امانت کے طور پر اس ریاست کی ذمہ داری قائدین مسلم پر ڈالی۔

میں نے اپنے اس تحقیقی مقالے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ابتدائی حالاتِ زندگی، ان کے خاندانی نسب، ان کے نامور اساتذہ وتلامذہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ اس مقالے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی و تصنیفی خدمات پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آپ کی تصنیفات کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے، اس کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ان خطبات کے مجموعے کو بھی شاملِ تحقیق کیا گیا جو آپ نے ترکِ موالات، مسلم لیگ، قیامِ پاکستان، نظریہ پاکستان، استصواب صوبہ سرحد، مکالمۃ الصدرین، پیغامِ کلکتہ، خطبہ مسلم لیگ میرٹھ کانفرنس، خطبۂ صدارت جمعیت العلمائے لاہور، خطبۂ صدارت ڈھاکہ، قراردادِ مقاصد، خطبہ عید الفطر کراچی پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ نیز اس کے علاوہ آپ کے خاص فتووں، پیغامات، ارشادات وخطوط وغیرہ کو بھی شاملِ تحقیق کیا گیا ہے۔

اگر غور وفکر اور دُوراندیشی وسیاسی تدبرانہ نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح اگر پاکستان کے بانی ہیں تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ''معمارِ ثانی'' ہیں۔ تحریک پاکستان واستحکام پاکستان اور نفاذِ اسلام کے فروغ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اپنا ایک خاص مقام ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام دین اسلام کے نفاذ اور شریعت کے احکام کو نافذ کرنے میں صرف کیے۔ آپ کی حیات وخدمات اور جدوجہد کو تاریخ کے ساتھ حال اور مستقبل میں بھی منظرِ عام پر لانے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری آئندہ نسل، خصوصیت کے ساتھ نوجوان قیامِ پاکستان کے اغراض ومقاصد کو بہتر طور پر سمجھ کر اس کی حفاظت اور اس کی ترقی وکامرانی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

باب اول: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حالات زندگی کا اجمالی جائزہ

اس پہلے باب میں کل تین فصلیں ہیں۔ ان تین فصلوں میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ولادت اور ان کے سلسلہ نسب و آبائی تعلق پر سیر حاصل بحث اور تحقیق کی گئی ہے۔ جبکہ دوسرے فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیم کے مختلف ادوار کا جائزہ لیا گیا ہے، جس میں ان کے ابتدائی ایام زندگی کی تعلیم کا بھی قدیم وجدید مآخذ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ شامل ہے۔ اور ساتھ ہی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے مختلف ادوار وکارکردگی کا مکمل طور پر جائزہ لیا گیا ہے۔ باب اول کی تیسری فصل میں تحقیق کے دوران علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ان چند مشہور اساتذہ کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تعلیم کے مدارج کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور پھر اساتذہ کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے چند مشہور تلامذہ کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے کہ جن کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی زیر سرپرستی میں زیورِ تعلیم سے مستفید کیا۔ ان میں سے چند مشہور علمائے دین ہیں، جب کہ بعض دیگر تلامذہ پر بھی تحقیقی نظر ڈالی گئی۔

فصل اوّل:۔ ولادت، نام ونسب، آبائی تعلق

اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی پیدائش، ان کے نام ونسب اور آبائی تعلق کے ساتھ ان کے ابتدائی ایام زندگی پر تحقیق کی گئی ہے۔ تحقیق کے دوران اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ابتدائی ایام زندگی وخاندانی پس منظر کے ساتھ

ساتھ ان کے خاندان کی چند مشہور شخصیات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، جس سے ان کی شخصیت کے تفصیلی اور سوانحی حالات پر علمی نظر کے علاوہ بعض گمنام گوشوں کو بھی موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔

فصل دوم:۔ تعلیم کا آغاز، ابتدائی تعلیم، اعلیٰ دینی تعلیم

اس فصل میں تحقیق عمل کے ذریعے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز کس عمر سے کیا، اس کے بعد آپ کی ابتدائی تعلیم کس طرح شروع ہوئی اور آپ کے والدین نے کس طرح آپ کو تعلیم کے مکتب میں بٹھایا ساتھ ہی اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اعلیٰ دینی تعلیم کا تفصیلی طور پر جائزہ لیا گیا ہے کہ آپ نے کہاں کہاں اور کن کن نامور علمائے کرام اور مختلف شخصیات سے (اساتذہ) سے اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کو ممکن بنایا۔

فصل سوم:۔ معروف اساتذۂ کرام و مشہور تلامذہ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تاریخ پاک و ہند اور دارالعلوم دیوبند کے ایک نامور فرزند ہیں۔ آپ نے جن اساتذۂ کرام سے اپنی تعلیمی پیاس کو بجھایا، جن جن اساتذۂ کرام نے آپ کے اندر تعلیم کی ضیا پاشیاں کیں اس فصل میں ان میں سے چند مشہور اساتذہ کے کردار و خدمات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے فیضانِ علمی سے جو کرنیں پھوٹیں، جو علمی شخصیات پیدا ہوئیں، جنہوں نے عوام الناس کو اپنی تعلیمات اور فیض سے ہم کنار کیا ان کا بھی تذکرہ شامل ہے ساتھ ہی اس فصل میں ان کے چند کم مشہور تلامذہ کا بھی ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

باب دوم:۔ علمی و تصنیفی خدمات

برصغیر پاک و ہند کے بے شمار علمائے دین نے اپنی علمی و تصنیفی خدمات کے ذریعے پاک و ہند کے مسلمانوں کی بھرپور علمی راہ نمائی کی۔ دارالعلوم دیوبند کے عظیم عالمِ دین علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی ہمہ جہت علمی خدمات کے ذریعے اصلاح مسلمین کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی شہرۂ آفاق تفسیر ''تفسیر عثمانی'' کے نام سے جانی جاتی ہے، جس کا ترجمہ دنیا کے کئی ممالک میں مختلف زبانوں میں کیا گیا ہے۔ اس باب میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی و تصنیفی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

فصل اول:۔ علمی خدمات

اس فصل میں ان تمام علمی خدمات کا جو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے انجام دی ان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، خاص کر آپ کے علمی مقام اور حیثیت کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور آپ نے اپنی علمی زندگی میں جو تعلیم کے نقوش چھوڑے ان سب پر تفصیلی طور پر بحث کی گئی ہے۔ آپ علم تفسیر، علم حدیث اور علم کلام میں منفرد شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ امت کے لیے آپ نے علم کا گراں قدر علمی ورثہ چھوڑا ہے۔ علم و فضل، فہم و فراست، تدبر کے اعتبار سے علامہ عثمانیؒ برصغیر پاک و ہند کی ایک عظیم ہستی ہیں آپ کو قدرت نے زبان و قلم دونوں خصوصیات سے بہرہ مند کیا تھا۔ آپ کے عہد

کے تمام علماء آپ کی علمی عظمت، فہم و فراست، سیاسی بصیرت کا اعتراف کرتے نظر آتے تھے۔

فصل دوم:۔ تصنیفی خدمات

اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مختلف علمی اور دینی جہات میں تصنیفی خدمات پر تحقیق کی گئی ہے اور آپ کی تمام تصنیفات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، ساتھ ہی آپ کی تفسیری خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آپ کی علمی اور تصنیفی خدمات اور علمی کارنامے نہ صرف پاک و ہند بلکہ دیگر اسلامی ملکوں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور یہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ایک بڑا علمی مقام ہے کہ دیارِ غیر میں بھی آپ کے خیالات اور تصنیفات کو مرکزی اور بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ آپ کی گراں قدر تصانیف کو اسلامی ورثے اور عظیم اسلامی سرمایۂ علم میں کلیدی اہمیت حاصل ہے۔

اس فصل میں آپ کی تحقیقات تفسیر عثمانی، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، شرح اردو بخاری شریف اور اسلام کے بنیادی عقائد، اعجاز القرآن، الشہاب، خوارق عادات، سجود الشمس، الدار الآخرۃ، جیسے علمی مقالات پر قدیم و جدید مآخذ کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

باب سوم:۔ قیام پاکستان سے پہلے کی سیاسی اور ملّی خدمات

تحقیق کے اس باب میں کل دو فصلیں ہیں۔ اس باب میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیام پاکستان سے پہلے کی سیاسی اور ملی خدمات کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ ثابت کیا گیا ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی زندگی کا آغاز یوں تو ۱۹۱۱ء میں ہی ہو چکا تھا لیکن آپ باقاعدہ طور پر ۱۹۱۹ء میں جمعیت العلمائے ہند سے وابستہ ہوئے اور جمعیت العلمائے ہند کے سیاسی پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور ہندوستان کی اس وقت کی سیاست پر دوررس اثرات مرتب کیے اور آپ نے ہندوستانی عوام الناس کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ کی دینی، علمی، سیاسی اور ملی خدمات تاریخ برصغیر کا ایک درخشاں اور قابلِ فخر باب ہے۔ جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

فصل اوّل:۔ جمعیت العلمائے ہند سے سیاسی وابستگی

اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی سیاسی زندگی اور ان کے سیاسی افکار و نظریات جو انہوں نے پیش کیے ان پر سیر حاصل تحقیق کی گئی ہے، آپ نے تحریک پاکستان سے قبل ہندوستان کی سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خود کو باقاعدہ طور پر جمعیت العلمائے ہند ۱۹۱۹ء سے وابستہ کیا اور جمعیت العلماء کی سرگروگی میں اپنے سیاسی نظریات اور مسلمانان ہند کے لیے اپنی خدمات پیش کیں، ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جمعیت العلمائے ہند کا قیام، علماء کا اس میں شامل ہونا اور ہندوستان کی سیاست پر اس کے جو گہرے اثرات مرتب ہوئے ان موضوعات کا بھی بڑی حد تک احاطہ کیا گیا ہے۔

فصل دوم:۔ جمعیت العلمائے اسلام کا قیام

اس فصل میں ہندوستان کی مسلم سیاست، مسلم لیگ اور قائداعظم کی تحریک پاکستان میں کوششوں کا جائزہ لیا گیا ہے،

ساتھ ہی اس فصل میں برِصغیر کی سیاسی صورتِ حال جمعیت العلمائے اسلام کا قیام جو کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ اس حوالے سے تحقیق کی گئی ہے۔ یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور انکے دیگر رفقائے کار نے جمعیت العلمائے اسلام قائم کر کے تحریک پاکستان کو اس وقت حقیقی معنوں میں کامیابی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار ادا کیا اور الیکشن میں کامیاب ہونے کے لیے تحریک پاکستان کے قائدین کے ہمراہ قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا۔ تحقیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر رفقائے کار علماء نے قائداعظم اور تحریک پاکستان کو جمعیت العلمائے اسلام کے مرکز سے حقیقی تقویت پہنچائی۔

باب چہارم: قیامِ پاکستان کے لیے سیاسی خدمات

تحریکِ پاکستان و قیامِ پاکستان میں دیگر مختلف مکاتبِ فکر کے ساتھ علمائے دین بھی مسلم لیگ اور قائداعظم کے زورِ بازو بنے۔ اس باب میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے لیے جو خدمات سرانجام دیں، ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ علامہ عثمانیؒ نے کس طرح قیامِ پاکستان کے لیے ملک گیر تحریک کو جاری کیا اور آپ نے اپنے سیاسی اور فکر انگیز خیالات سے مسلم لیگ کے اقدامات اور قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت کو عوام الناس کے ذہنوں میں منتقل کیا، جس سے مسلمانانِ ہند کی سیاسی آبیاری میں مدد ملی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی سیاسی بصیرت اور فکر ونظر کی روشنی میں برِصغیر پاک و ہند کے شہروں میں فقید المثال خطبات اور علمی مباحثے کیے۔ مسلم لیگ اور قائداعظم پر اٹھائے گئے سوالات کا اپنے علمی و سیاسی اذہان، سیاسی بصیرت سے مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کے خطبات اور علمی مباحث نے تحریکِ پاکستان کو ایک نئی رُوح اور ولولہ انگیز فکر عطا کی۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ کی اور آپ کے اکابرین کی جلائی ہوئی شمع نے بالآخر ایک نئی مملکت کا رُوپ دھارا، جس کو دنیا آج پاکستان کے نام سے جانتی ہے۔ باب چہارم کے اس باب میں ہم نے قیامِ پاکستان کے لیے علامہ عثمانیؒ کی سیاسی خدمات کے حوالے سے ان کی قیامِ پاکستان کے لیے ملک گیر تحریک کے احیاء اور قیامِ پاکستان کے لیے ان کے خطبات اور علمی مباحث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

فصلِ اوّل: قیامِ پاکستان کے لیے ملک گیر تحریک کا احیاء

اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قیامِ پاکستان کے لیے سیاسی و ملک گیر تحریک کے احیاء کے لیے جو خدمات انجام دیں، ان پر بحث کی گئی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی حمایت کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا، یہاں تک کہ انہوں نے غیروں کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنایا۔ تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے اور اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے میرٹھ میں آپ نے ولولہ انگیز خطبہ پیش کیا۔ خطبہ میرٹھ میں آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کی سیاسی صورتحال اور مسلمانانِ ہند کی ابتری کو دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر حصولِ پاکستان کے لیے میرے خون کی ضرورت ہو تو میں اس راہ میں اپنا خون دینا باعثِ افتخار سمجھوں گا اور اس سے ہرگز دریغ نہ کروں گا۔ ۱۹۴۶ء کے اجلاس لاہور میں آپ نے تحریکِ پاکستان کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا، یاد رکھیے

مسلمان اب بیدار ہو چکا ہے، اس نے اپنی منزلِ مقصود معلوم کر لی ہے اور اپنا نصب العین خوب سمجھ لیا ہے اور وہ اس راستے میں جان و مال نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے لیے علامہ عثمانیؒ نے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کیا، جس سے تحریکِ پاکستان و قیامِ پاکستان کے دوران ان کو زبردست پزیرائی ملی۔ بے شک علامہ شبیر احمد عثمانیؒ پاکستان کے معمارِ ثانی ہیں۔

فصلِ دوم: قیامِ پاکستان کے لیے خطبات اور علمی مباحث

اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے خطبات اور علمی مباحث کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، آپ نے قیامِ پاکستان کے لیے رات دن انتھک کوششیں کیں اور مسلمانانِ ہند کے ذہنوں میں قیامِ پاکستان کے اغراض و مقاصد کے نظریے کو اجاگر کیا۔ آپ نے قیامِ پاکستان کے لیے ہندوستان کے مختلف صوبوں اور شہروں میں علمی، سیاسی و فکری خطبات دیے، مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کا مکمل انداز میں دفاع کیا۔ قائدِ اعظم کے نظریات اور مسلم لیگ کے پیغامات کا دفاع کرنے اور مسلمانانِ ہند کے ذہنوں کو مسلم لیگ کا ہم خیال بنانے کے سلسلے میں آپ ضعیف العمری کے باوجود عوام الناس تک خود کو لے کر گئے اور مسلم لیگ کے پیغام، خیالات، قیامِ پاکستان کے اغراض و مقاصد سے عوام کے ذہنوں کی آبیاری کی اور جلا بخشی۔ اس باب میں تاریخ و تحریکِ پاکستان کے حوالے سے آپ کی خدمات پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی، جس سے مسلمانانِ ہند کی بیداری کو تقویت ملی۔

بابِ پنجم: قیامِ پاکستان کے بعد سیاسی اور ملّی خدمات

اس باب میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اُن سیاسی اور ملّی خدمات کا باریک بینی سے جائزہ لیا گیا ہے جو تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان میں اُن کے کردار و خدمات کو سنہرے لفظوں میں تحریر کیا جائے گا۔ پاکستان کے قیام کے بعد آپ نے استحکامِ پاکستان اور عوام الناس کے لیے اپنی بے پناہ سیاسی خدمات کا فریضہ سر انجام دیا، مسلمانانِ پاکستان کے لیے آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ ضعیف العمری اور کمزوری صحت کے باوجود آپ نے پاکستان کی سلامتی، کامیابی اور اس کی فلاح کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ نوزائیدہ مملکت پاکستان کو جس جرأت مند اور اعلیٰ دماغ کی ضرورت تھی، آپ نے اپنی تمام تر توانائیاں اس نئی اور ابھرتی ہوئی نظریاتی اسلامی ملک کو فراہم کیں تاکہ پاکستان حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ بن سکے۔ آپ نے استحکامِ پاکستان اور نفاذِ شریعت میں مثالی کردار ادا کیا۔ استحکامِ پاکستان کے لیے متعدد اقدامات کیے۔ پاکستان میں نظامِ شریعت اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے آپ نے ۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد اسمبلی میں پیش کی، جس کو پاکستان کے اوّل وزیرِ اعظم خان لیاقت علی خان نے منظور کرایا۔ قراردادِ مقاصد، درحقیقت نفاذِ شریعت اور قانون سازی کے حوالے سے تاریخِ پاکستان میں بنیادی سنگِ میل کا درجہ و حیثیت رکھتی ہے۔

فصلِ اوّل: قانون سازی اور نفاذِ شریعت میں کردار

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے اوراق سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ علمائے کرام نے ہر زمانے میں ملکی سیاست میں کسی نہ کسی صورت میں حصہ لیا اور اسلام کے دوسرے شعبوں کی طرح سیاست کے اس شعبہ میں بھی لوگوں کی رہبری و

رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے بعد بھی علمائے اسلام کے ایک گروہ نے اسلامیانِ ہند اور مسلمانوں کی رہنمائی کی اور ہر قسم کی سیاسی جدوجہد کی۔ قائداعظم کی یقین دہانی پر کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی اور اس میں کتاب وسنت کا قانون نافذ ہوگا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تشکیلِ پاکستان کے بعد اس ملک میں اسلامی قانون سازی اور نفاذِ شریعت کے لیے دیگر جید علماء، جو وقت کے ممتاز علمائے دین شمار کیے جاتے تھے، ان کی معرفت قانون سازی اور نفاذِ شریعت کے لیے بنیادی اصلاحات اور کمیٹیاں تشکیل دیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دیگر رفیق علماء نے نوزائیدہ مملکت پاکستان کے لیے ایک دستوری قانون جو کہ اسلام کے اصولوں کے عین مطابق تھا، تیار کر کے حکومتِ وقت کو پیش کیا۔ اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق خود بھی گزاری اور اس خواہش کا اظہار کر کے چلے گئے کہ پاکستان میں نفاذِ قانون اور شریعت کا نفاذ قرآن وسنت کے مطابق کیا جائے۔ اس فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقائے کار نے قانون سازی اور نفاذِ شریعت میں جو کلیدی کردار ادا کیا، اس پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصلِ دوم: استحکامِ پاکستان کے لیے جدوجہد وکردار

پاکستان ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ایک نظریاتی اور اسلامی ریاست کے طور پر نمودار ہوا۔ آزاد اور اسلامی نظریاتی مملکت کے لیے ہزارہا لوگوں نے جان ومال کی قربانیاں پیش کیں۔ علماء اور زندگی کے ہر شعبے سے وابستہ لوگوں نے ایک ناممکن کام کو قائداعظم کی زیرِ قیادت ممکن کر دکھایا۔ علمائے دین نے بھی کھل کر قائداعظم اور مسلم لیگ کا ساتھ اس جدوجہد آزادی میں دیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے استحکامِ پاکستان کے لیے اپنی شبانہ روز محنت جاری رکھی۔ حالانکہ ان کی عمر کا تقاضا یہ تھا کہ وہ گھر میں آرام کریں، مگر آپ نے مملکت کی بہتری اور عوام کی فلاح کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ نے پاکستان کے مختلف علاقوں میں اس کے استحکام اور سلامتی وکامیابی کے لیے جدوجہد کو جاری رکھا۔ پاکستان کی سلامتی، اس کی خوشحالی اور اس کے مقاصد کو حتمی شکل دینے کی غرض سے آپ نے اور آپ کے دیگر رفقاء نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی آپ اور آپ کے رفقاء کار نے مرتب کی، جس نے دستور سازی اور قراردادِ مقاصد میں نمایاں طور پر حصہ لے کر اس کو اسمبلی سے منظور کرایا۔

فصلِ سوم: جمعیت العلمائے اسلام کا احیاء

اس فصل میں جمعیت العلمائے اسلام کے احیاء کے حوالے سے تفصیلی وضاحت کی گئی ہے کہ جمعیت العلمائے اسلام نے، جس کی قیادت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے بعد کی تھی، اس جماعت کے باقی علماء نے اس کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رحلت کے بعد کس انداز سے اور کس طور پر پاکستان میں جاری رکھا، جمعیت العلمائے اسلام نے اس نوزائیدہ مملکت میں اپنے احیاء کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور اس میں وقت کے دیگر جید علمائے کرام شامل رہے،

جن میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ جیسے جید علمائے کرام نے جمعیت العلمائے اسلام کے احیاء کے لیے اپنی شبانہ روز خدمات وقف کیں اور علماء کے درمیان ہم آہنگی کی فضا کو برقرار رکھنے کی مساعی جمیلہ کوششیں کیں۔

باب ششم: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے سیاسی افکار کا تجزیہ

اس آخری فصل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زندگی اور ان کے سیاسی افکار کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے کس طرح سیاستِ ہند میں مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے جمعیت العلمائے ہند کے سیاسی پلیٹ فارم سے جو سیاسی خدمات مسلمانوں کے لیے انجام دیں، اُن کا تجزیہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ تحریکِ پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم کے ساتھ جو آپ کی سیاسی وابستگی تھی، اس پر سیر حاصل بحث کی گئی، جو آپ کی سیاسی بصیرت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے کہ آپ ایک علمی اور دینی شخصیت تھے، مگر مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے آپ نے میدانِ سیاست میں قدم رکھا اور مسلمانوں کی سیاسی و علمی دونوں محاذوں پر رہنمائی کی۔ آپ کی سیاسی دُور اندیشی اور فکرِ ملت یہ رہی کہ پاکستان میں کسی طرح سے سیاست اسلام کے جمہوری اصولوں کے عین مطابق ہو تا کہ جمہور مسلمان، اپنی زندگی قرآن وسنت کے تناظر میں گزار سکیں۔ سیاست کے میدان میں گو آپ نے زیادہ وقت نہیں لگایا، لیکن آپ کی سیاسی فکر وسوچ نے مسلمانوں کو سیاست کی حقیقی رُوح سے متعارف کرایا۔ میدانِ سیاست میں علماء کی طرف سے آپ کا کردار و خدمات ہمیشہ تاریخ پاکستان میں سنہرے حرفوں میں لکھا جاتا رہے گا۔

Summary

I am highly grateful and obliged to Almighty Allah, the Lord of the Universe, for giving me the strength and potential to complete this thesis for my Ph.D, the highest degree in education. Philosophy is the mother of all knowledge. The Lord of the universe does not bestow upon everyone such a blessing to reach this zenith but to His special followers who are destined by His grace to accomplish extraordinary objectives. Only such people are granted this very high status.
The subject of my Thesis is the personality who is well- known as Allama Shabbir Ahmed Usmani, a historical and great person, popularly known as Allama Shabbir Ahmed Usmani
The title of my thesis is

"A Critical Review of Political and National Services of Allama Shabbir Ahmed Usmani"

Allama Shabbir Ahmed Usmani is one of those great and unmatched scholars of the sub- continent who played powerful and effective role for the guidance of the Muslims of this part of the world through his educational, political and religious talents. He was one of the few leaders who made history with his role in the promotion of The Two- Nation Theory, in addition to struggle for the independence and welfare of the Muslims. It is the blessing of Allah and thus my pleasure that I have titled my thesis by the name of this great and illustrious personality of Allama Shabbir Ahmed Usmani, a popular student of "Darul ULoom Deoband" and a spokesman for his learned teacher Mehmood Hasan (Sheikh Al- Hind). Not only he tried to quench his insatiable thirst by the educational services with his talent, but also played his role in The Pakistan Movement, and continued his efforts in the after math of independence. Personalities like his ~~are created~~ for a definite purpose. He strengthened Quaid-e-Azam Mohammad Ali Jinnah and The Muslim League during The Pakistan Movement .He and his colleagues played a vital role for the guidance and awareness of Muslims of the sub- continent in the of religion and knowledge. The efforts and the resolutions of the religious scholars finally resulted in the birth of the greatest ideological country of the world on the same holy night on which Almighty Allah revealed the holy Quran in the name of Pakistan, a gift from Almighty Allah to the people to safe guard the Ideology of Islam.

Almighty Allah knows the wishes in the heart of His followers. When Muslims started their struggle for having a separate homeland under the slogan "Pakistan

Ka Matlab Kia La Elaha Ella Allah "Pakistan was to become the manifestation of the creed: "T here is no god but Allah Allah", to test the steadfastness of the promise, Allah made the establishment of Pakistan a reality and reposed the trust of this state to guard on the Muslim Leaders.

I have described the early life of Allama Shabbir Ahmed Usmani, his pedigree, his famous scholarly teachers and his popular students at length in this research paper. His education and research accomplishments in form of publications and education are given due consideration. The thesis also reviews, in detail, the collection of his services, like, Tarke Muawalat, Muslim League, Qiayam Pakistan, Nazria-e- Pakistan, Istaswab Suba Sarhad, Mukalimat AL Sadirain, Pegham-e- Kolkata, Muslim League Sermon at Meerat Conference, Presidential Address of Jamiat Ullma Pakistan Lahore, President ship at Dhaka, Qarar dad-e-Maqasad, Eidul Fitre Address at Karachi, in addition to his specific Edicts, Messages, Sayings and Letter are included in this research paper. The profound thinking with foresight political views reveal the reality if Quaid-e- Azam Mohammad Ali Jinnah is the founder of Pakistan then Allama Shabbir Ahmed Usmani is the Engineer of Pakistan. Allama Shabbir Ahmed Usmani has a specific status by virtue of The Pakistan Movement, to strengthen Pakistan and to try to execute Islam. He spent the last days of his life for the execution of Islamic teaching and rules. His life, service and efforts may be accurately brought forth so that our future generation should understand the value, plan and the effective role he played in progress and development of country.

Chapter: 1. An Overview of Allama Shabbir Ahmed Usmani life:

Allama Shabbir Ahmed Usmani is one of the most important personalities of the sub-continent. He played an important part in the Movement of Pakistan and in the establishment of Pakistan. This chapter has three parts which deal, in details, his life, family background, education, teachers and his students.

PART-I: Birth, Name and Family, Ancestry

In this part research is made on the birth, family and ancestry along side with his early life. During the research the early days and family background is discussed with some popular members of the family and research is made in details of biography, prudently looking at some unknown parts of his life and time. Early and Advanced Religious Education.

PART-II: Begning of Education, early and advanced religious Education

It has proved by research that at what age he began his education and how he started his educational career after his parents made him to attend the school. In this part his higher education in religion is given in detail as to where and how he received education and who were his teachers.

PART-III Famous Teacher's and Student's

Allama Shabbir Ahmed Usmani is a popular person in respect of Indo Pak history and Darul Uloom Deoband.The teacher who satiated the thirst of his education have been discussed in this part in detail. This part contains the light emerging from Allama Shabbir Ahmed Usmani knowledge and the popular student he taught. It also encompasses the services of these students who served common men with their prudence. Moreover, some little known students of him are also discussed in the chapter.

CHAPTER-2- Educational and Writing Service's:

Most of the religious scholar of Indo- Pak worked for the guidance of Muslim masses Allama Shabbir Ahmed Usmani is on the top amongst them. He provided the services for correcting the attitudes of Muslim with his prudence. His book entitled "Tafsir-e- Usmani" is his famous translation of Quran which has been translated into many languages. This part gives the detail of his educational and writing services and it contains two sections.

PART-I Educational Services:

In this part all the educational services of Allama Shabbir Ahmed Usmani has been considered in detail specially his education status and position is very much highlighted .The milestone left by him in his educational life are discussed in details. He was the holder of a unique status in the science exegesis, science of the Traditions of the Holy Prophet and oration. He has a high position in Muslim Umma for which he left a treasure of knowledge and education which is an invaluable asset. By virtue of education, knowledge and prudence he is one of the greatest personalities of Indo- Pak sub- continent. The Nature gave him both the qualities of oration and writing. In his life time all the religious scholars acknowledged his understanding, intelligence and political vision and wisdom.

PART-II Writing Services

In this part the writing service in respect of Allama Shabbir Ahmed Usmani in various aspects of prudence and religion and his translation talents are highlighted. Not only in Indo Pak sub continent but all over the world and Muslim countries his knowledgeable and writing service is praised. It is his educational status that his services are acknowledged in other Islamic countries all around the world. It is his great status in the domain of knowledge that his ideas, writings and research are playing a vital role still today, and they have great importance even in foreign countries.
In this part, his research works, Tafsir-e-Usmani, Fateh Al Mulhim, Sharah Sahi Muslim, Sharah Sahi Bukhari, Basic Belief of Islam, Ejaz- ul- Quran (The Miracle
Of the Holy Quran) Al Shahab, Khawariq Aadat, Sajoud- Al- Shams, Aldar -Al - Akhirat, and services in education and knowledge rendering articles have been described versus current status of prudence.

CHAPTER-3: Political and National Services before the Partition:

The chapter has two parts .In the first part of the chapter a review of his political and national service is made. It is proved that he started his political career in 1911 but he became a regular member Jamiat Ullma Hind in 1919 and began his political career from its political platform. He caused far reaching effects on the Indian Politics and gave religious services to common man in India. His services are the integral part of indo Pak history which never be forgotten.

PART-I Political Affiliation with Jamiat Ullma Islam.

This part entails his political views and ideas which are thoroughly researched. He took active part in Indian politics before the Pakistan Movement and officially joined the Jamiat Ullma Hind in 1919. He rendered his services, under the leadership of the scholars for guidance in political ideas of the Indian Muslims. The establishment of Jamiat Ullma Islam, joining of various scholars and after effect of this party is widely described.

PART-II Establishment of Jamiat Ullma Islam.

In this part the Muslim politics, Muslim league and movement lead by Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah, their efforts are reviewed. Allama Shabbir Ahmed

Ullma Hind and it is his unforgettable accomplishment. Stress has been put to prove that Allama Shabbir Ahmed Usmani and his colleagues, by founding Jamiat Ullma Hind played their role in the success of the Pakistan Movement. Research is made to prove the points that vital role and unforgettable services were rendered for having success in the election along with the leaders of the Pakistan Movement for the struggle to establish Pakistan .It is proved that Allama Shabbir Ahmed Usmani and his co-scholars gave the real strength to Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah, and to the Pakistan Movement from the platform of Jamiat Ullma Islam,.

CHAPTER- 4- Political Services for the Establishment of Pakistan:

From the beginning of the Pakistan Movement till the foundation of the State of Pakistan, in addition to people from all walks of life, the religious scholars also assisted the Muslim League and Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah,. They were like the right hand of Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah,.

A detail overview of all political and National services rendered by Allama Shabbir Ahmed Usmani has been discussed. It shows how Allama Shabbir Ahmed Usmani launched the Pakistan Movement in the whole of India in the shape of a country based movement. Allama Shabbir Ahmed Usmani transferred his views regarding Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah, and Muslim League to the Muslim masses in India .Which led to their political awareness. Allama Shabbir Ahmed Usmani in his addresses in India, at large, answered countless questions of Muslims about Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah, and Muslim League by using his prudent and political vision to guide the mind of the Indian Muslims. His addresses, in addition gave a new look to Pakistan Movement, and the world saw that the candle lit by his ancestors and protected by him has taken the flame to shape a new independent country popularly known as Pakistan. I have given a detailed survey of Allama Shabbir Ahmed Usmani services for establishment of Pakistan in the fourth chapter.

PART-I: Country Wide Movement of Awareness for the Establishment of Pakistan.

In this part the service rendered by Allama Shabbir Ahmed Usmani have been described which were in respect for launching for Pakistan movement far and wide in India. Allama Shabbir Ahmed Usmani never hesitated to give any sacrifice for Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah, and Muslim league .He made the conspiracies of the enemies ineffective. He delivered in Meerath a zealous address which made the Pakistan Movement successful. He said," By looking at Indian politics and down -trodden Indian Muslims, I have reached to the conclusion that even if I have to give my life blood for Pakistan, I will not hesitate to do so." Defending Pakistan Movement in his address at the Lahore Convocation, he said, "Muslims are now awakened and they know their destination. No one of them now will hesitate to give any sacrifice; beyond doubt Allama Shabbir Ahmed Usmani is the second founder of Pakistan.

PART-II Addresses and Conferences for the Establishment of Pakistan:

In this part the addresses of Allama Shabbir Ahmed Usmani are overviewed in detail. He strived day and night for Pakistan and made the Muslims aware of the importance of a separate home land for them. He delivered speeches and addresses in many cities and provinces of India, and defended the cause of Quaid -e-Azam Mohammad Ali Jinnah, and the Muslim League. He himself went up to the masses and made the people aware of the message of Muslim League, the idea and objectives of Pakistan as a homeland for the Muslims.
Allama Shabbir Ahmed Usmani services in respect of Pakistan Movement are described in details in this chapter.

CHAPTER-5: Political and National Services after the Foundation of Pakistan:

In this chapter those political and national services are, in depth, studied which Allama Shabbir Ahmed Usmani, rendered and which will remain the integral part of Pakistan Movement and Foundation of Pakistan. After foundation of Pakistan he performed his duties for strengthening Pakistan and for the benefits of masses at large. He devoted his life for the cause of Indian Muslims. Despite aging and ill health, he continued his efforts for success, progress and prosperity of Pakistan. For the needs a newborn state Pakistan, Allama Shabbir Ahmed Usmani provided his mental and spiritual talents to make Pakistan a real Fort of Islam. He played an exemplary role in strengthening Pakistan by providing Islamic rule of law. He forwarded documents called "Qarar-dad- Maqasad" in 1949 to the assembly and it was passed by the first Prime Minister of Pakistan. Liaquat Ali Khan. Qarar-dad-Maqasad in actuality is the milestone in execution of the Islamic rule of law in the history of Pakistan.

PART-I- Role in Legislation and Implementation Islamic laws:

It is evident from 1400 year of History of Islam that religious leaders at every point of time have played their role in the country's politics. They enlightened masses on politics, with other religious aspects and guided them properly. The religious scholars also played their role in Pakistan Movement and the Foundation of Pakistan and they made all kinds of political efforts. After reassurance of Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah Allama Shabbir Ahmed Usmani made a council of those scholars available and through this council committees were formed for Islamic legislation and rule of Islamic laws in Pakistan. Allama Shabbir Ahmed Usmani and his colleagues provided a constitutional law to the newborn country's government which was exactly according to the teachings of Islam. He himself spent his life following the discipline of Islam. He made a will that Pakistan should have Islamic Rule of law.

In this chapter his key role played by Allama Shabbir Ahmed Usmani and his colleagues is described at length.

PART-II- Role in the Struggle to make Pakistan a Stronger Country

Pakistan appeared as an independent state on world map on 14 August 1947. Countless people sacrificed their lives and properties in the struggle for independence of Pakistan. Religious leaders and people from all walks of life turned impossible into possible. The religious leaders openly co-operated with Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah and Muslim League in the struggle for independence. Allama Shabbir Ahmed Usmani continued his efforts to make Pakistan a stronger State after its emergence as a sovereign State despite of his age and ill health. He was supposed to rest at home but he sacrificed it and continued his efforts by going to the far and wide areas of Pakistan. The security and welfare of Pakistan were the first options for Allama Shabbir Ahmed Usmani and his colleagues. He, with joint efforts finalized the "Qarar -dad -Maqasad and got it approved from the assembly.

PART-III- Establishment of Jamiat Ullama Islam

In this part the establishment of Jamiat Ullma Islam is highlighted. It encompasses that Jamiat Ullma Islam led Allama Shabbir Ahmed Usmani both worked for the Pakistan Movement and the foundation of Pakistan under the leadership of Allama Shabbir Ahmed Usmani and how it continued its struggle for the establishment of Pakistan. After death of Allama Shabbir Ahmed Usmani, Jamiat Ullma Islam Struggled for its existence in the new born Pakistan and some real scholars were part of this struggle including Moulana Ehtesham ul haq Thanvi, Moulana Zafar Ahmed Usmani, Allama Syed Suleman Nadvi, Moulana Mufti Muhammad Shafi, Moulana Syed Manazar Ahsan Gillani and Dr. Hamidullah. They all put their efforts day and night to keep Jamiat Ullma Islam intact.

PART-6 - A Review of Political Thoughts of Allama Shabbir Ahmed Usmani:

In this concluding part, the review of political thoughts of Allama Shabbir Ahmed Usmani is made to see how difficult it was for him to play the role of guiding Indian Muslims, The services rendered by him via Jamiat Ullma Islam platform have been reviewed .Besides, his affiliation with Quaid –e-Azam Mohammad Ali Jinnah, Muslim League and the Pakistan movement has been reviewed in this part. It displays his role model status in respect of his political vision. He was a religious and educational person but for the welfare of the Muslim he stepped into political arena. His political and national thoughts were aligned with the Pakistan politics according to the teachings of Islam. The Muslims must follow their faith accordingly. Though he did not stay long in the political arena, yet he provided the actual meaning to this field .In political arena, role played by him, will ever be written in golden letters and that is why religious scholars of today support him.

……اردو کتابیات……

- آئن ٹالبوٹ، مترجم طاہر منصور فاروقی/ تاریخ پاکستان، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۷ء
- آزاد، ابوالکلام، مولانا/ آزادی ہند، لاہور، مکتبہ جمال، ۲۰۰۳ء
- آغا اشرف/ پاکستان کا اسلامی پس منظر، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۵ء
- آفاق قدر/ اسلامی اخلاق وتصوف، لاہور، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، سن ندارد
- ابدالی، محمد رضی، سید/ رہبران پاکستان، کراچی، ابدالی اکیڈمی، ۲۰۰۳ء
- احمد، آفتاب/ قائد اعظم، چند یادیں، چند ملاقاتیں، نفطانسا پبلشرز، سن ندارد
- احمد اعجاز/ ہمارے قائد اعظم، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء
- احمد خان، سید، سر/ اسباب بغاوت ہند، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۸۶ء
- احمد سعید، پروفیسر/ بزم اشرف کے چراغ، لاہور، مصباح اکیڈمی، ۱۹۹۲ء
- احمد سعید، پروفیسر/ قائد اعظم اور مسلم پریس، لاہور، ایجوکیشنل ایمپوریم، ۱۹۶۷ء
- احمد سلیم/ تاریخ پاکستان کے سیاسی قتل، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء
- ارشد، مقبول/ مشہور لوگوں کی عظیم مائیں، لاہور، حق پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء
- ارمان، خالد/ انسانی تاریخ کے بڑے قتل، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۷ء
- اسرار احمد، ڈاکٹر/ استحکام پاکستان، لاہور، مرکزی انجمن خدام القرآن، ۱۹۸۶ء
- اسلم محمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان، لاہور، ریاض برادرز، ۱۹۹۳ء
- اشرف خلیل، علامہ/ پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں، ساہیوال، مکتبہ فرید، ۱۹۷۶ء
- اصفہانی، ایم اے ایچ/ قائد اعظم میری نظر میں، کراچی، روناپرنٹ ایجنسی، ۱۹۶۸ء
- اصلاحی، سلطان احمد/ اسلام کا تصور مساوات، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء
- اعظمی، الطاف احمد/ احیائے ملت اور دینی جماعتیں، لاہور، دار التذکیر، ۲۰۰۲ء
- اکرام، شیخ محمد/ آب کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۴ء
- اکرام، شیخ محمد/ رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۴ء
- اکرام، شیخ محمد، موج کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۴ء

- الطاف شوکت/ ہمارا پاکستان، لاہور، قومی کتب خانہ، ۱۹۶۴ء
- امیر علی، سید/ روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء
- انجم، زاہد حسین/ ایک سو ایک بڑے شہر، لاہور، خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۳ء
- انجم، زاہد حسین/ مشاہیر تحریک پاکستان، لاہور، مکتبہ امتیاز، سن ندارد
- انصاری، محمد ضیاء الدین، ڈاکٹر/ مولانا آزاد سرسید اور علی گڑھ، نئی دہلی، انڈیا، انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۲ء
- انوار ہاشمی/ تہذیب کی کہانی، کراچی، کراچی بک سینٹر، ۱۹۶۵ء
- انور، خورشید احمد/ ہمارے قائداعظم، کراچی، نیو فائن پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۵ء
- انور سدید، ڈاکٹر/ اردو ادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء
- ایچ ایم سیروائی، مترجم صفدر محمود، ڈاکٹر/ تقسیم ہند، افسانہ اور حقیقت، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۰ء
- ایچ بی خان، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان میں علماء کا سیاسی و علمی کردار، کراچی، الحمد اکیڈمی، ۱۹۹۵ء
- ایس ایم شاہد/ ٹیچر ایجوکیشن ان پاکستان، لاہور، مجید بک ڈپو، سن ندارد
- ایم اے رزاق، ڈاکٹر/ پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست، کراچی، مکتبہ فریدی، ۱۹۸۶ء
- ایم اے صوفی، پروفیسر، ڈاکٹر/ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح، حیات و افکار، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۳ء
- ایوب صابر، ڈاکٹر/ تصور پاکستان، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء
- بٹالوی، احمد شاہ/ تاریخ ہندوستان، مخطوطہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۶۶ء
- بٹالوی، عارف، ڈاکٹر/ قائداعظم سے جنرل ضیاء تک، لاہور، نفیس پرنٹرز، سن ندارد
- بٹالوی، عاشق حسین/ اقبال کے آخری ۲ سال، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۶۹ء
- بٹ، منصور احمد/ قائداعظم، آخری ۲ سال، لاہور، علی ہجویری پبلی کیشن، ۲۰۰۳ء
- بخاری، اکبر شاہ/ اکابر علماء دیو بند، کراچی، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۹ء
- بخاری، اکبر شاہ/ بیس علمائے حق، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۰۴ء
- بخاری، اکبر شاہ/ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین، ملتان، طیب اکیڈمی، سن ندارد
- بخاری، اکبر شاہ/ تذکرہ اولیائے دیو بند، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۰۲ء
- بخاری، اکبر شاہ/ حیات احتشام، لاہور، گوشۂ ادب، ۱۹۹۷ء
- بخاری، اکبر شاہ/ خطبات مالک کاندھلویؒ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد
- بخاری، اکبر شاہ/ سو بڑے علماء، لاہور، نیشنل بک سروس، ۲۰۰۲ء
- بخاری، محمد صدیق شاہ/ رواداری اور پاکستان، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۰ء

- برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر/ فلسفیان اسلام، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء
- برنی، آئی ایچ/ مسلم اسپین، کراچی، کفایت اکیڈمی، ۱۹۸۵ء
- بلخی، فصیح الدین، مولانا/ تاریخ مگدھ (صوبہ بہار کی مکمل تاریخ)، پٹنہ، انڈیا، خدا بخش اورنٹل لائبریری، ۲۰۰۱ء
- بلوچ، عبدالخالق سہریانی/ مسلمانوں پر قوم پرستی کے اثرات، جیکب آباد، سندھ، ۱۹۹۲ء
- بولاتھو، ہیکٹر/ مترجم زبیر صدیقی/ محمد علی جناح، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء
- تبسم، ہارون الرشید/ قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک، سرگودھا، دیدہ ور اکیڈمی، ۱۹۹۰ء
- پاشا، احمد شجاع/ افغانستان، ایک قوم کا المیہ، لاہور، سنگ میل پبلشرز، ۱۹۸۹ء
- پراچہ، امتیاز/ تاریخ اسلام، کراچی، رہبر پبلشرز، ۱۹۹۶ء
- پروین، روزینہ/ جمعیت العلمائے ہند، اسلام آباد، تحقیق و تاریخ ثقافت، ۱۹۸۰ء
- پیرزادہ، سید شریف الدین/ پاکستان منزل بہ منزل، کراچی، گلڈ انجمن کتاب گھر، ۱۹۶۳ء
- ثانی، صلاح الدین، ڈاکٹر/ اصول سیرت نگاری، کراچی، یادگار شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ۲۰۰۳ء
- ثروت صولت/ تاریخ پاکستان کے بڑے لوگ، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، ۱۹۷۲ء
- جالندھری، شمیم/ سقوط آزادی سے حصول آزادی تک، لاہور، ادارہ مصنفات، ۱۹۸۳ء
- جاوید حیدر، سید/ قائداعظم ایک مورخ اور بیوروکریٹ کے درمیان، لاہور، گلشن ہاؤس، ۲۰۰۳ء
- جاوید، قاضی/ ہندی مسلم تہذیب، لاہور، تخلیقات پبلشرز، ۱۹۹۵ء
- بلوچ، جعفر/ اقبال اور ظفر علی خان، لاہور، اقبال اکیڈمی، ۱۹۹۵ء
- جعفری، سید حسین محمد، ڈاکٹر/ پاکستانی معاشرہ اور ادب، کراچی، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، ۱۹۸۷ء
- جعفری، عقیل عباس/ لیاقت علی خاں قتل کیس، لاہور، ۱۹۹۶ء
- جلیسری، صابر حسین، ڈاکٹر/ مولانا احسن، مارہروی آثار و افکار، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۹ء
- چراغ، محمد علی/ حضرت عثمان غنیؓ، لاہور، نذیر سنز، ۲۰۰۵ء
- چراغ، محمد علی/ قائداعظم کے ماہ و سال، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء
- چراغ، محمد علی/ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، نذیر سنز، ۲۰۰۵ء
- چوہدری، ایم اے کے/ مارشل لاء کا سیاسی انداز، لاہور، ۱۹۸۹ء
- چوہدری، زاہد/ پاکستان کی سیاسی تاریخ، لاہور، ادارہ مطالعہ تاریخ، ۱۹۸۹ء
- چوہدری، زاہد/ مشرقی پاکستان کی تحریک علیحدگی کا آغاز، لاہور، ادارہ مطالعہ تاریخ، ۲۰۰۵ء
- چوہدری، محمد اعظم، ڈاکٹر/ پاکستان ایک عمومی مطالعہ، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ اردو، ۲۰۰۵ء

- چوہدری، محمد اعظم، ڈاکٹر/ پنجاب اور آزادی کی تحریکیں، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۸ء
- چوہدری، محمد اعظم، ڈاکٹر/ زعمائے پاکستان، کراچی، پاکستان بک سینٹر، ۲۰۰۳ء
- چوہدری، محمد علی/ ظہور پاکستان، لاہور، مکتبہ کارواں، ۱۹۸۱ء
- چوہدری، ہدایت اللہ/ تاریخ پاکستان و ہند، لاہور، علمی کتاب خانہ، ۱۹۶۴ء
- حبیب احمد، چوہدری/ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، لاہور، البیان پبلشرز، ۱۹۶۶ء
- حجازی، اختر/ انسانیت کی موجودہ مشکلات اور سیرت رسولؐ، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، سن ندارد
- حفیظ گوہر/ شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، گوہر پبلشرز، ۲۰۰۴ء
- حقانی، عبدالرقیب/ ارض بہار اور مسلمان، کراچی، علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء
- حقانی، عبدالقیوم/ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، نوشہرہ، جامعہ ابو ہریرہ، ۲۰۰۶ء
- حقانی، عبدالقیوم/ سراغ زندگی، القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ، نوشہرہ، ۲۰۰۶ء
- حقانی، عدالقیوم/ سوانح شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، نوشہرہ، جامعہ ابو ہریرہ، ۲۰۰۴ء
- خالد علوی، ڈاکٹر/ قائداعظم اور مسلم تشخص، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۲ء
- خان، افتخار عالم/ مسلم یونیورسٹی کی کہانی، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۶ء
- خان، ایچ بی، ڈاکٹر/ علماء کا سیاسی کردار، کراچی، الحمد اکیڈمی، ۱۹۹۳ء
- خان، سکندر حیات، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان (ابتداء و ارتقاء)، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۵ء
- خان، ظفر حسین، پروفیسر/ پاکستان کا تناظر تعلیم، کراچی، طاہر سنز، ۱۹۹۳ء
- خان، عبدالوحید/ مسلمان کا ایثار اور جنگ آزادی، لاہور، ۱۹۷۱ء
- خان، محمد ایوب/ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی، لاہور، ۱۹۶۷ء
- خان، منشی عبدالرحمن/ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۲ء
- خان، منشی عبدالرحمن/ چند نا قابل فراموش شخصیات، ملتان، عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ، ۱۹۶۷ء
- خان، منشی عبدالرحمن/ کردار قائداعظم، لاہور، شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء
- خان، منشی عبدالرحمن/ سیرت اشرف، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، س ندارد
- خان، منہاج محمد/ پاکستان میں عورتوں اور بچوں کی سماجی بہبود، کراچی، ٹیکنیکل پرنٹرز، ۱۹۵۹ء
- خورشید/ اقبال اور پاکستان، لاہور، کتاب خانہ پنجاب، ۱۹۵۰ء
- خورشید احمد، پروفیسر/ اسلامی نظریہ حیات، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۳ء
- خورشید احمد، پروفیسر/ پاکستان، بھارت اور عالم اسلام، اسلام آباد، پالیسی انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۴ء

- خورشید احمد/ پاکستان میں نفاذ اسلام، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۴ء
- خورشید احمد/ چراغ راہ۔ نظریہ پاکستان نمبر، کراچی، دسمبر ۱۹۶۰ء
- خورشید علی، سید، وارثی/ اتحاد ملت اسلامیہ، کراچی، وارثی پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء
- درانی، شاہین، پروفیسر/ گلزار مرصع، کراچی، احمد اکیڈمی، ۲۰۰۷ء
- دہلوی، فضل حق، قریشی/ قائد ملت، کراچی، ۱۹۵۱ء
- رامے، محمد حنیف/ پنجاب کا مقدمہ، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۸۵ء
- رشک، عبدالقدیر/ یادوں کے چراغ، لاہور، تخلیقات، ۱۹۹۹ء
- رشید محمود، راجا/ تحریک ہجرت، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۶ء
- رضوی، خاور حسین، ڈاکٹر/ شاد عظیم آبادی، ایک تحقیقی جائزہ، کراچی، ملیر توسیعی کالونی، ۱۹۷۹ء
- رضوی، خورشید مصطفیٰ/ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۳ء
- رضوی، سید محبوب احمد/ تاریخ دارالعلوم دیوبند، کراچی، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۵ء
- ریاض احمد/ جدید دنیائے اسلام، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء
- زاہد حسین/ تاریخ عالم پر ایک نظر، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۴ء
- زہرا حسین/ جنوبی ایشیا کے مسلم حکمران، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۸ء
- زیدی، نظیر حسین، ڈاکٹر/ مولانا ظفر علی خان، بحیثیت صحافی، کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۵ء
- ساجد حسین، سید/ پاکستان کا تعلیمی تناظر، کراچی، رہبر پبلشرز، ۲۰۰۰ء
- سبط حسن/ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، کراچی، دانیال، ۱۹۸۶ء
- سراج الاسلام/ تذکرے و تبصرے، کراچی، غضنفر اکیڈمی، ۱۹۸۶ء
- سعید، وسیم احمد/ ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ، لاہور، فیکٹ پبلی کیشنز، سن ندارد
- سعید الدین احمد، قاضی/ پاکستان اور دنیا، نیویارک، سلور برڈ کمپنی، ۱۹۵۴ء
- سعیدہ بخش/ قائد اعظم محمد علی جناح، لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۷۷ء
- سلطانہ مہر/ سخن ور، لاس اینجلس، امریکہ، مہر بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء
- سلہری، زیڈ اے/ میرا قائد، لاہور، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۳ء
- سلیمان اشرف، سید محمد، پروفیسر/ الرشاد، علی گڑھ، ۱۹۲۰ء
- سلیمان ندوی، سید/ سیرت عائشہؓ، لاہور، لعل اسٹار پرنٹرز، ۱۹۴۵ء
- سلیم اختر/ فکر اقبال کے منور گوشے، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء

- سنبل انصار، ڈاکٹر/مسلمانوں کے سیاسی ادارے، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۵ء
- سید اشتیاق اظہر/فخر العلماء گنگوہی، سوانح وخدمات، کراچی، اکرم زیبائی، میزان ادب، ۱۹۸۵ء
- سید، جی ایم/سندھ کی آواز، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء
- سید عبداللہ، ڈاکٹر/پاکستان تعبیر وتعمیر، لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۷ء
- محمد میاں، سید مولانا/جمعیت العلماء کیا ہے، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء
- سید محمد میاں، مولانا/علماء ہند کا شاندار ماضی، کراچی، مکتبہ رشیدیہ، سن ندارد
- شاکر، امجد علی/متحدہ قومیت اور اسلام، لاہور، ال جمعیت پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء
- شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/برصغیر پاک وہند کے علمی وادبی تعلیمی ادارے، کراچی، مجلہ گورنمنٹ نیشنل کالج، ۱۹۷۴-۷۵ء
- شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/بزرگان دارالعلوم دیوبند، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء
- شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/مولانا احتشام الحق تھانوی کی آپ بیتی، کراچی، تھانوی اکیڈمی، سن ندارد
- شاہ جہاں پوری، ابوسلمان، ڈاکٹر/ہند پاکستان کی تحریک آزادی اور علمائے حق کا سیاسی موقف، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء
- شاہ، نور حسین، سید/انجم تاباں، کراچی، کتابیات پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء
- شاہد مختار/قیام پاکستان اور علامہ عثمانی، لاہور، شاہد بک ڈپو، ۱۹۹۹ء
- شاہین، رحیم بخش/نقوش قائداعظم، لاہور، شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۶ء
- شبیر احمد، ڈاکٹر/ہمارے قائداعظم، کراچی، فرقان پرنٹرز، ۱۹۹۸ء
- شریف المجاہد، پروفیسر/قائداعظم حیات وخدمات، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۸۶ء
- شکیل، شاہ مصباح الدین/سیرت احمد مجتبیٰ، کراچی، پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی، کارپوریشن پرنٹرز، ۱۹۹۶ء
- شمس الدین/سرزمین بہار ملک برادری کے حوالے سے، کراچی، ملک ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ایسوسی ایشن، ۱۹۹۸ء
- شمس الدین، میاں، پروفیسر/تحریک وتاریخ پاکستان، لاہور، نیشنل پبلشنگ کمپنی، ۱۹۸۰ء
- شیخ حامد/اسلام ایک عالمگیر مذہب، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۸ء
- شہاب، رفیع اللہ/اسلامی تہوار ورسومات، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ۲۰۰۳ء
- شہابی، انتظام اللہ/مشاہیر جنگ آزادی، کراچی، محمد سعید اینڈ سنز، ۱۹۶۰ء
- شیخ، اعظم/برصغیر کے عظیم لوگ، لاہور، مشتاق بک کارنر، سن ندارد
- شیخ، حبیب الرحمن/پاکیزہ معاشرہ، چکوال، ادارہ نقشبندیہ اولیاء، ۱۹۷۹ء

- شیخ، محمد راشد/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، فیصل آباد، المیزان پبلشرز، ۲۰۰۳ء
- شیرکوٹی، انوار الحسن/ انوار عثمانی، کراچی، مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۶۶ء
- شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات امداد اللہ مہاجر کی، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف مدرسہ عربیہ کراچی، ۱۹۶۵ء
- شیرکوٹی، انوار الحسن/ حیات عثمانی، کراچی، ادارہ المعارف القرآن، ۲۰۰۰ء
- شیرکوٹی، انوار الحسن/ خطبات عثمانی، کراچی، مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۶۷ء
- شیرکوٹی، انوار الحسن/ کمالات عثمانی، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۲۰۰۶ء
- صدف، اقبال/ معلومات ۱۸۰ ممالک، راولپنڈی، نواب سنز، ۲۰۰۵ء
- صدیقی، آفاق/ سیرۃ البشر، کراچی، حرا مطبوعات، ۲۰۰۰ء
- صدیقی، احمد مصطفیٰ، راہی/ مسلمان فاتحین، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۴ء
- صدیقی، ادریس/ اردو شاعری کا تنقیدی جائزہ، کراچی، شیخ سنز، ۱۹۸۵ء
- صدیقی، اقبال احمد/ قائداعظم تقاریر و بیانات، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۸۶ء
- صدیقی، شفیق، حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، لاہور، ادارہ پاکستان شناسی، ۲۰۰۲ء
- صدیقی، محمد ادریس/ وادی سندھ کی تہذیب، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۳ء
- صدیقی، محمود الحسن/ تاریخ اسلام، نیویارک، سلور برڈ کمپنی، ۱۹۵۰ء
- صدیقی، مصباح الحق/ علامہ اقبال اپنوں کی نظر میں، لاہور، یونیورسل بکس، ۱۹۷۷ء
- صدیقی، ظفر احمد ڈاکٹر/ مولانا شبلی نعمانی بحیثیت سیرت نگار، لاہور، بیت الحکمت، ۲۰۰۵ء
- صفدر محمود، ڈاکٹر/ پاکستان تاریخ و سیاست، کراچی، جنگ پبلشرز، ۲۰۰۲ء
- صفدر، محمود، ڈاکٹر/ پاکستان کیوں ٹوٹا، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء
- صفدر، محمود، ڈاکٹر/ مسلم لیگ کا دور حکومت، لاہور جنگ پبلشرز، ۲۰۰۲ء
- صفیہ بانو، ڈاکٹر/ انجمن پنجاب، تاریخ و خدمات، کراچی، کفایت اکیڈمی، ۱۹۷۸ء
- صوفی، غلام حسین، صوفی/ پاکستان کا مطلب کیا، لاہور، عالمین پریس، ۱۹۸۴ء
- ضمیر علی اختر، سید، ڈاکٹر/ قرآنی عمرانیات، کراچی، اخوان پبلشرز، ۱۹۸۲ء
- طارق، صادق حسین/ تحریک پاکستان، راولپنڈی، یوسف پبلشرز، سن ندارد
- طارق، متین/ اسلام اور رواداری، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء
- طارق ہاشمی/ اردو غزل، نئی تشکیل، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء
- طاہر قاسمی، مولانا/ مکالمۃ الصدرین، لاہور، ہاشمی بک ڈپو، ۱۹۴۸ء

- طوسی، انور رشید، ڈاکٹر/ اسلام کے معاشی و معاشرتی ادراک کا نظام، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۲ء
- ظفر، حکیم، محمود احمد/ تعمیر پاکستان میں حکمرانوں کا کردار، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۸ء
- ظفر، حکیم محمود احمد/ علماء میدان سیاست میں، لاہور، ادارہ بیت العلوم، ۲۰۰۶ء
- ظہیر احمد/ سندھ میں قوم پرستی کے نئے اور پرانے رجحانات، حیدر آباد، نیا دور پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء
- عارف فرید/ پاکستانی کلچر کی روایات، کراچی، رائل بک کمپنی، ۱۹۹۳ء
- عاصم، خالد محمود/ پاکستان کے نامور سائنس داں، لاہور، القمر انٹر پرائز، ۲۰۰۲ء
- عاصم، محمود/ افکار قائد اعظم، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۶ء
- عبدالباری، ابو ہشام/ دس اکابر دیوبند کا تذکرہ، دارالعلوم رحمانیہ صوابی (فاروقی کتب خانہ) سن ندارد
- عبدالحنان، سید قاضی/ میر کارواں محمد علی جناح، کراچی، رہبر پبلشرز، ۱۹۹۵ء
- عبدالرؤف، ڈاکٹر/ بچوں کے لیے حدیث، کراچی، فیروز سنز، سن ندارد
- عبدالرسول، صاحبزادہ/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، لاہور، ایم آر برادرز، ۱۹۶۴ء
- عبدالرسول، صاحبزادہ/ تاریخ پاک و ہند، لاہور، ایم آر برادرز، ۱۹۶۴ء
- عبدالغنی، شمس، سید/ خون بہار، کراچی، بہار کالونی، بہادر یار جنگ روڈ، ۱۹۹۸ء
- عبدالوحید/ عالمی جنگوں کا انسائیکلو پیڈیا، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۸ء
- عثمانی، شبیر احمد/ اسلام کے بنیادی عقائد، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۰ء
- عثمانی، شبیر احمد/ تالیفات عثمانی، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۰ء
- عثمانی، شبیر احمد/ پیغام شیخ الاسلام، لاہور، ہاشمی بک ڈپو، ۱۹۴۸ء
- عثمانی، شبیر احمد/ خطبہ صدارت، مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ، لاہور، ۱۹۴۶ء
- عثمانی، شبیر احمد/ مراسلات سیاسیہ، دہلی، شائع کردہ شعبہ نشر و اشاعت آل انڈیا مسلم لیگ، سن ندارد
- عثمانی، شبیر احمد/ مسئلہ تقدیر، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۸ء
- عرفی، عبدالعزیز، علامہ/ قیام پاکستان کی غایت، کراچی، الگیلانی، ۱۹۸۷ء
- عزمی، انوار/ آدمؑ تا رحمت عالمؐ، کراچی، مرکزی انجمن سہروردیہ، ۱۹۹۷ء
- عزیز الرحمٰن، مولانا/ تذکرہ شیخ الہند، بجنور انڈیا، ۱۹۶۵ء
- علی ہجویری، شیخ/ کشف المحجوب، لاہور، اسلامی کتب خانہ، ۱۹۹۳ء
- عمیر احمد، زبیری، پروفیسر/ تاریخ و تحریک مطالعہ پاکستان، کراچی، عالیہ کتاب گھر، ۱۹۸۷ء
- غلام عباس، سید، ڈاکٹر/ محمود حسین ایک تحریک ایک ادارہ، کراچی، مکتبہ جامعہ ملیہ کراچی، ۱۹۸۶ء

- فائق کامران/تحریک پاکستان، کراچی، فیروز سنز، سن ندارد
- فاروق جوبش/اردو یونیورسٹی، کراچی، جہاں تحقیق پاکستان، کراچی، ۱۹۹۹ء
- فاروقی، عمادالحسن/اسلامی تہذیب و تمدن، لاہور، طیب پبلشرز، ۲۰۰۵ء
- فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر/اقبال سب کے لیے، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۷۸ء
- فرید احمد/پاکستانی اہل قلم کی ڈائریکٹری، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۷۸ء
- فضل محمد، مولانا/فتوحات مصر و فارس اور صحابہ کرامؓ کے کارنامے، کراچی، شعبہ نشر و اشاعت حرکت الانصار، ۱۹۹۴ء
- فہمی، شوکت علی، مفتی/ہندوستان پر مغلیہ حکومت، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۷ء
- فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/علماء کی کہانی خودان کی زبانی، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۲۰۰۶ء
- فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مشاہیر علماء، لاہور، فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی، سن ندارد
- فیوض الرحمٰن، قاری، ڈاکٹر/مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء کرام، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۹۷ء
- قاسم محمود، سید/انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۲ء
- قاسم محمود، سید/شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۰ء
- قاضی، جاوید/سرسید سے اقبال تک، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۰ء
- قاضی، گوہر ممتاز/مقالات، خواتین کے مختلف کردار، کراچی، پرنٹ لنک پبلشرز، ۱۹۹۵ء
- قریشی، اشتیاق حسین/برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۷ء
- قریشی، اشتیاق حسین/جدوجہد پاکستان، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۶۹ء
- قریشی، الطاف/ذوالفقار علی بھٹو، افواہ اور حقیقت، لاہور، ۱۹۹۲ء
- قریشی، سمیع اللہ/قیام پاکستان کا تاریخی و تہذیبی پس منظر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء
- قریشی، عبدالنعیم/مطالعہ پاکستان، کراچی، مکتبہ فریدی، ۱۹۸۷ء
- قصوری، محمد صادق/اکابرین تحریک پاکستان، گجرات، مکتبہ رضویہ، ۱۹۷۶ء
- قریشی، محمد صدیق، پروفیسر/رسول اکرم ﷺ کا نظام جاسوسی، لاہور، غلام علی پرنٹرز، ۱۹۹۰ء
- قطب الدین، پروفیسر، خواجہ/عالم اسلام کے نامور سپوت، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کراچی، فرید بک پبلشرز، ۲۰۰۴ء
- کاظمی، شوکت علی/لیاقت علی کے فرمودات، لاہور، سوسائٹی برائے فروغ فن و ثقافت، ۱۹۹۵ء
- کمبوہ، محمد اکرم/چراغ راہ، ایس ایچ ہاشمی ایک نابغۂ روزگار شخصیت، کراچی، نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء
- کوثر نیازی، مولانا/جماعت اسلامی عوامی عدالت میں، لاہور، قومی کتب خانہ، سن ندارد
- کوثر نیازی/مشاہدات و تاثرات، لاہور، جنگ پبلشرز، ۲۰۰۰ء

- کھوکھر، محمد افتخار/ اے وطن، اسلام آباد، دعوۃ اکیڈمی، ۱۹۹۷ء
- گودھروی، محمد اسماعیل/ شاہ ولی اللہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء
- گیلانی، اسعد/ اقبال، قائداعظم اور مودودی۔ اور تشکیل پاکستان، لاہور، یونیورسل بکس، ۱۹۸۷ء
- لودھی، محمد اسلم/ پاکستان کے سربراہان مملکت، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء
- لودھی، محمد اسلم/ قومی ہیروز، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۵ء
- مبارک علی، ڈاکٹر/ علماء اور سیاست، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۴ء
- مثالی، یوسف/ مشہور شہروں کا انسائیکلو پیڈیا، لاہور، مشتاق بک کارنر، سن ندارد
- مجاہد الحسینی، مولانا/ علماء دیوبند عہد ساز شخصیات، فیصل آباد، سیرت مرکز، ۲۰۰۴ء
- محمد اشرف، آغا/ مہاجرین کا مسئلہ، حکومت پاکستان، کراچی، ۱۹۴۹ء
- محمد اشرف، آغا/ مشاہیر عالم کی تقریریں، لاہور، مشتاق بک کارنر، سن ندارد
- محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر/ کلیات اقبال، لاہور، شمع بک ایجنسی، سن ندارد
- محمد امانت رسول، صاحبزادہ/ اسلام میں محبت کا تصور، لاہور، ادارہ فکر جدید، ۲۰۰۴ء
- محمد امین جاوید، پروفیسر/ مدنیت پاکستان، لاہور، ایوان ادب، ۱۹۷۸ء
- محمد امین زبیری/ سیاست ملیہ، آگرہ، انڈیا، ۱۹۴۸ء
- محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر/ رسول اکرم کی ازدواجی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۲ء
- محمد حنیف شاہد/ اسلام اور قائداعظم، لندن، لندن انٹرنیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۳ء
- محمد خان، عزیز، سردار/ سرگزشت پاکستان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۴ء
- محمد خلیل اللہ، پروفیسر/ تحریک پاکستان، کراچی، مکتبہ اختر، سن ندارد
- محمد رفیق، شیخ/ تاریخ پاکستان، لاہور، اسٹینڈرڈ بک سینٹر، ۱۹۹۹ء
- محمد زاہد، مولانا/ تحریک پاکستان کے دینی اسباب و محرکات، فیصل آباد، مکتبۃ العارفی، ۱۹۹۹ء
- محمد سلیم، پروفیسر/ تاریخ نظریہ پاکستان، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ، ۱۹۹۵ء
- محمد شفیع صابر/ قائداعظم اور صوبہ سرحد، پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۷۶ء
- محمد شفیع، مولانا مفتی/ چند عظیم شخصیات، کراچی، ادارۃ المعارف، ۲۰۰۲ء
- محمد شفیع، مولانا، مفتی/ مجالس حکیم الامت، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۷۴ء
- محمد طاہر، قاری، ڈاکٹر/ عائلی قوانین اور پاکستانی سیاست، کراچی، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۹ء
- محمد طیب، قاری/ اسلامی تہذیب و تمدن، کراچی، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۰ء

- محمد طیب، قاری/ دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۹۹۵ء
- محمد عارف، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان، لاہور، ۱۹۹۴ء
- محمد مجیب/ ہماری آزادی، لاہور، حماد الکتبی، ۱۹۷۸ء
- محمد مجیب/ ہندوستانی مسلمان، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو نئی دہلی، ۱۹۹۸ء
- محمد مصطفیٰ، غلام/ مسلمانان سہارن پور اور تحریک دارالعلوم دیوبند، کراچی، ساؤتھ ایشین پرنٹرز اینڈ پبلشرز، ۱۹۹۰ء
- محمد میاں، سید، مولانا/ تحریک ریشمی رومال، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۱۹۹۹ء
- محمد میاں، سید مولانا/ حیات شیخ الاسلام، لاہور، الجمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء
- محمد یوسف/ شکست روس، کراچی، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۳ء
- محمد یوسف، ڈاکٹر، فاروقی/ تصور پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۰۵ء
- مرزا، محمد مظفر/ تحریک پاکستان اور آئین پاکستان، کراچی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۵ء
- مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر/ عاشق رسول مولانا عبدالقدیر بدایونی، لاہور، مکتبہ قادریہ، ۱۹۷۸ء
- مسعود الحق/ را اور سی آئی اے، لاہور، گوتم پبلشرز، ۱۹۹۳ء
- مظہر جمیل، سید/ آشوب سندھ اور اردو فکشن، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۰۷ء
- معین الرحمٰن، سید، ڈاکٹر/ قائداعظم اور لائل پور، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء
- مکی، مختار احمد، ڈاکٹر/ تحریک آزادی کے نمائندہ مسلم مجاہدین، لاہور، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز، سن ندارد
- ملک، عبداللہ/ جھوٹا مقدمہ، سچا ملزم، لاہور، کوثر پبلشرز، ۱۹۷۸ء
- درک، محسن/ بڑے لوگوں کی آپ بیتیاں، لاہور، علم دوست پبلی کیشنز، سن ندارد
- منگوری، طفیل احمد/ مسلمانوں کا روشن مستقبل، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۲۰۰۱ء
- منیر احمد/ جنرل محمد یحیٰ خان، شخصیت و سیاسی کردار، لاہور، نگارشات، پبلشرز، ۲۰۰۷ء
- منیر، احمد منیر/ المیہ مشرقی پاکستان کے 5 کردار، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۴ء
- مہر، غلام رسول/ ترکی، سرزمین اور باشندے، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء
- مہر، سلطانہ/ گفتنی (حصہ اول)، لاس اینجلس امریکہ، مہر یک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء
- میمن، علی نواز/ ملت اسلامیہ، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۲ء
- نبی بخش، ڈاکٹر/ مولانا آزاد سبحانی تحریک آزادی کے ایک مقتدر رہنما، لاہور، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب، ۱۹۸۹ء
- ندوی، ابوالحسن، علی/ عالم اسلام کے بنیادی عموی، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، ۱۹۹۸ء

- ندوی، محمد حنیف/ مطالعہ قرآن، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۶ء
- نذیر نیازی، سید/ اقبال کے حضور، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۱ء
- نشتر، کلیم/ قائداعظم بحیثیت سربراہ مملکت، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۲۰۰۸ء
- نظامی بدایونی/ مشاہیر مشرق، لاہور، تخلیقات، ۲۰۰۳ء
- نظامی، قیوم/ پاکستان امریکہ۔ بنتے بگڑتے تعلقات، لاہور، جہانگیر بکس، ۲۰۰۸ء
- نفیس اکرم، مسز/ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، کراچی، پاکستان بک سینٹر، ۲۰۰۷ء
- نواب، اعجاز احمد/ ۱۰۰ عظیم مسلمان، راولپنڈی، اشرف بک ایجنسی، ۲۰۰۱ء
- نواب، اعجاز احمد/ ۱۰۰ نامور پاکستانی، راولپنڈی، نواب سنز پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء
- نوناری، سید عارف/ دنیا کے ملکوں کا تعارف، لاہور، الفیصل پبلشرز، ۲۰۰۶ء
- وثیق احمد، پروفیسر/ تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر، لاہور، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، سن ندارد
- وحید عشرت، ڈاکٹر/ مولانا عبدالحامد بدایونی کی ملی و سیاسی خدمات، لاہور، ادارہ پاکستان شناسی، ۲۰۰۲ء
- ولی مظہر/ عظمتوں کے چراغ، ملتان، مجلس کارکنان تحریک پاکستان، ۱۹۹۰ء
- ولی مظہر/ عظیم قائد عظیم تحریک، ملتان، شعبہ نشر و اشاعت، ۱۹۸۳ء
- ہاشمی، عبدالقدوس/ تقویم تاریخی، کراچی، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۶۵ء
- ہاشمی، نسیم انوار/ میزان تنقید، کراچی، کراچی بک سینٹر، ۱۹۹۲ء
- یوسف اعوان مترجم/ پاکستان کا سیاسی بحران، لاہور، وین گارڈ بکس لمیٹڈ، ۱۹۸۳ء
- یوسف القرضاوی، ڈاکٹر/ مترجم ڈاکٹر سلمان ندوی، اسلامی بیداری، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، سن ندارد

انگریزی کتابیات

- Afzal Iqbal/ Select Writings and Spechs of Mulana Mohammad Ali, Lahore, 1944
- Afzal, Rafique, Dr./ Political Parties in Pakistan (1947-1958) Islamabad, 1976
- Ahmed, Jamil-ud-din/ Glimpses of Quaid-e-Azam, Karachi, Royal Book, 1990
- Ahmed, Mushtaq/ Government and politics in Pakistan, Karachi, 1970
- Ahmed Saleem, Pakistan of Jinnah, The hidden face, Lahore, 1993
- Ali, Mohammed/ A cultural history of Afghanistan, Lahore, 1969
- Ahmed, Jamil-ud-din/ Some speeches and writings of Mr. Jinnah. Lahore, 1952
- Ameer, Ali, Syed/ The memories of RT. Hon, Hyderabad Deccan, January, 1932
- Ashraf Muhammad/ Cabinet mission and Lahore, Cambridge-1959
- Azad abul kalam,Moulana/India wins freedom Bombay,1959
- Aziz K.K/ The meaning of Pakistan Lahore-1975
- Aziz K.K/ The murder of history Lahore-1993
- Biman, Bihari Mundar/ Indian political Associations and reforms of legislature(1818-1919), Calcutta-1965
- Choudhry, G.W/ India, Pakistan, Bangladesh major power- London-1979

- Choudhary, Muhammad Azam, Dr.
  Pakistan Studies Karachi, Ghazanfar Academy, 2005
- Choudhary, Muhammad Azam, Dr.
  Pakistan Studies Karachi, Urdu University, 2005
- Choudhary, Rehmat Ali
  The millat and the mance of Indianism
  Cambridge-1940
- F.A. Dr./ Fresh Sidelight on Indus valley, London, 1955
- Farooqi, Zia-ul-Hassan/ The deoband school and demand for Pakistan, Lahore- 1979
- Ikram, S.M,Dr./ Modern Muslims India and the Birth of Pakistan, Lahore, 1990
- Ikram, S.M, Dr. / Muslim Rule in India and Pakistan, Karachi, 1991
- Khan, Muhammad Ayub / Friends Not Masters,
  Karachi, Oxford University press. 1967,
- Khan Muhammad Raza/ What Price of Freedom, Madras,
  Noori press, 1969
- Keyeth, Ki Lord/ Pakistan a Political Study, London, 1958
- K.K. Aziz/ Party Politics in Pakistan, Islamabad, 1976
- Louis, Fischer/ The Life of Mahatama Gandhi, Bombay, 1951
- Mahmood, Safdar, Dr/ Pakistan Political Roots and Development, Lahore,1994
- Majumdar, N.G/ Exploration in Sindh Archaeology and Survey of India, Delhi, 1934
- Metton, Andrew /India Since Partition, London, 1951
- Mosley, Leonard/ The Last Days of the British Raj, London, 1961
- Muhammad Raza Kazmi/ Liaquat Ali Khan and the Freedom Movement, Karachi, 1997
- M.S. Venkat Ramani/ The American Role in Pakistan, Lahore, 1984
- Mellon Andrew/India since partition,London,1951
- Masley,Leonard/the last days of the British raj London ,1961

- Qureshi Ishtiaque hussain Dr/Struggle for Pakistan, Karachi University., press1982
- Rafi Raza/ Zulfikar Ali Bhutto and Pakistan, 1967-77 Oxford, Karachi, 1997
- Rajput, A.B/ Muslim League Yesterday and to day, Lahore, 1948
- Ram, Gopal/ Indian Muslims, A Political History, 1858-1947, London, 1959
- Saeed, Bin Khalid/ The Political System of Pakistan, Oxford University press, 1967
- Saleem, M.M.Qureshi/ Politics of Jinnah, Lahore, 1961
- Savarkar.V.D/ The Indian War of Independence, London, 1909
- Sararkar.V.D/ The Indian War of Independence, 1857, Delhi, 1909
- Shahid, Javed Burki/ Historical Dictionary of Pakistan, Lahore, 1992
- Shamloo/ Speeches and Statement of Iqbal, Lahore, 1948
- Shan mohd/ the role of Ali brhollies/culctta/1979
- Symond, Richard/ The Making of Pakistan, Lahore, 1950
- Zafar, M.D/ Pakistan Studies, Lahore, Aziz Book Depot 2002
- Zakaria, Rafique/ Rise of Muslim in India Politics, Bombay, 1970
- Zaman, Mukhtar/ Student role in Pakistan Movement, Karachi, 1978
- Zarina Salamat/ Pakistan 1947-58, A Historical Review, Islamabad, 1992

﴿......اخبارات وجرائد ورسائل......﴾

- روزنامہ جنگ، کراچی، پاکستان
- روزنامہ نوائے وقت، لاہور، پاکستان
- روزنامہ امروز، لاہور، پاکستان
- روزنامہ عصر، لاہور، کلکتہ، انڈیا
- روزنامہ پیغام، کلکتہ، انڈیا
- ماہنامہ، اردو ڈائجسٹ، لاہور، پاکستان
- ماہنامہ، القاسم، دیوبند، انڈیا
- ماہنامہ القاسم، نوشہرہ، ترجمان القرآن، لاہور، چراغ راہ نمبر، کراچی، پاکستان
- ماہنامہ زمانہ، کان پور، انڈیا
- فکر ونظر، ماہنامہ، کراچی، اسلام آباد، پاکستان
- Daily Dawn, Karachi, Files of 1949-51
- Morning News, Calcatta, Files of 1947-48
- Pakistan Oberver, Dacca, Files of 1950-52
- Pakistan Times, Lahore, Files of 1949-50